25
25
بعد از تمہید محامد و محاسن الٰہی و تاسیس ثنائے حضرت رسالت پناہی علیہ و علی
آلہ و صحبہ صلواۃ مصؤنۃ عن التناہی ؎
اشہب روز و ادہم شب را
پیشہ لیبیدن لگام تو باد
ما ذکر بیوفائی و شورش نخواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس
بحضور لامع النور فیض گنجور، امارت پناہ، ایالت دستگاہ، معالی صفات مناقب
سمات، زبدۃ الاماثل والاقران عمدۃ العشائر والاعیان نجابت عصر

و دوراں، حسّان عہد و آوان، بانیٔ فروغِ فروع و اصول، ناہج مناہج معقول و منقول، مظہر کمالاتِ ملکوتی، مصدر فیوضاتِ لاہوتی عضدۃ الدولۃ القاہرہ، مالک السلطنت الزاہرہ اعلیٰحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر مؤید الاسلام والمسلمین، نظام الدولہ والامارۃ والدنیا والدین شہریار حیدر آباد دکن و برار، ایّدہ اللہ ...

گوہرِ دُرجِ کرامت اخترِ برجِ کمال	آفتابِ اوجِ حشمت سایۂ لطفِ الٰہ
شہسوار عرصۂ تمکین عثمان آنکہ ہست	والیٔ والا جناب و داورِ دوراں پناہ
مستفیض از نفحۂ گلزارِ فضلش جان و دل	مستنیر از لمعۂ رائے منیرش مہر و ماہ
دولتِ تو با جہان و رفعتِ تو با سپہر	فاش میگویند ہر دم از سرِ تمکین و جاہ
کائے جہاں از دولتِ ما ہر چہ میجوئی بجو	وے سپہر از رفعتِ ما ہر چہ میخواہی بخواہ

اعزہ اللہ العزیز بعزت الدارین و وفقہ بتکمیل اسبابِ سعادات المنزلین

فضائے عالم کی پہنائیوں میں جذباتِ نوعِ انسانی کی بوقلمونی اور مناظرِ قدرت کی گوناگونی کا کیا حساب، گل و نسرین کی شمیم بیزیاں جو اہلِ چمن کی شیوا بیانیوں کا کیونکر شمار ہو، ان گنت

لق و دق صحراؤں اور بے پتہ بے آب و گیاہ بیابانوں کی کسنے رہ نوردی کی ہے۔ خیالی دنیا کی وسعت
اور ذہنی ارتقاء کی بلندیوں کو کسنے ناپا ہے۔ سچ ہے خلق الانسان ضعیفا انسان بہت کمزور
پیدا کیا گیا ہے۔ اُسکے اسرار رنگارنگ کی نظارگی میں اسکی حیرت کا کوئی ٹھکانا نہیں رہتا۔

چناں محوم کہ اشکِ تلخ در چشمم نمی گردد   قیامت گر نمکداں بشکنند در چشم حیرانم

غایت مافی الباب یہ کہ عبد اپنی عبودیت کے اظہار میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑے اپنی عمر و صحت کا
آخری لمحہ اور اپنے جسم کے آخری قطرۂ خون کی بقا تک مالکِ حقیقی کے حضور سرِ تسلیم خم کرتا رہے اس حقیر اور قصیر
زندگی کا اگر کوئی کمال ہو سکتا ہے۔ اور کوئی علتِ غائی بتلائی جا سکتی ہے تو یہی ہے۔ ہر کام کا ایک طریقہ معین ہے
ہر امر فعل کا ایک نہج مدون ہے۔ خدائے قدوس کے آگے ہدیۂ نیاز کی پیشکشی اور اپنی مخلوقیت کا شایستہ عجز
کس نوع سے گزرانا چاہئے۔ اِس مقدس درس کی ابجد مالکِ مجازی کی حمد و توصیف اور اطاعت و وفاداری ہے۔ اطیعوا اللہ
واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کی تعلیم و تدریس اپنے ظلِ سبحانی آیتِ رحمانی کی بہی خواہی و
امتثالِ امر کی طرف کھلا اشارہ ہے۔

اس نمکخوار فدوی کا فرض   اور عین فرض بجز اسکے کیا ہو سکتا تھا

کہ اپنے آقا و ولی النعم کی بے تکلف اور بے لوث خوبیاں اور بے حد ہی
کچھ زیادہ ہی شفقت آمیز حکمرانی کی تصویر بنا کر پیش کرے جسنے دنیا کے تمام ممالک میں اپنا آوازہ اپنی شہرت
خدا ترسی ملک رانی پھیلا رکھی ہے۔ ذات والا نے ملک اور رعایا کی خاطر بڑی بڑی زحمتوں کا مقابلہ کیا اور کبھی اپنی
راحت کو بھی (جو ایک بادشاہ وقت کیلئے ضروری بھی ہے) ترجیح نہ دی ہے۔ اقلیم دل نہ دہی میسر نمی شود   این فتح بے شکست میسر نمی شود
دوسروں کی راحت رسانی میں خود کی تکلیف کا قطعی احساس نہ ہے اگر نفع کسان خواہی ز فکر خویش فارغ شو   بکار کس نیاید آنکہ بکار خود واماند
ذات اقدس کا سلوک ہر مذہب اور ملت کی رعایا کیساتھ یکساں رہا قدردانی اور حوصلہ افزائی میں حضور والا نے بجا تعمیل
فرمایا۔ زنیک و بد نظر مرحمت دریغ مدار   حیات بخش گل و خار ہمچوں باراں باش۔
آخر میں فدوی دعا گوئے دولت و دوام اپنا مختصر سا تصنیف اپنے مالک اپنے آقا کے حضور میں بصد آداب
والحاح پیش کرتا ہے اگر گوشۂ چشم ہمایونی اس جانب ملتفت ہو جائے تو اس خادم کو اپنی محنت کا صلہ مل جائیگا

فدوی جانثار
محمد فاضل

مرتبہ
محمد فاضل

کہ اپنے آقا و ولی النعم کی سچی تعریف اور بے لوث خوبیاں اور صدہا
کچھ زیادہ ہی شفقت آمیز حکمرانیوں کی تصویر بنا کر پیش کرے جسنے دنیا کے تمام ملکوں میں اپنا آوازہ اپنی شہرت
خدا ترسی ملک رانی پھیلا رکھی ہے ۔ ذات والا نے ملک اور رعایا کی خاطر بڑی بڑی زحمتوں کا مقابلہ کیا اور کبھی اپنی
راحت کو بھی (جو ایک بادشاہ وقت کیلئے ضروری ہے) ترجیح نہ دی ۔ اقلیم دل نہ رو میسر نمیشود ۔ این فتح بے شکست میسر نمیشود
دوسروں کی راحت رسانی میں خود کی تکلیف کا قطعی احساس نہ کیا ۔ اگر نفع کسان خواہی فکر خویش فارغ شو ۔ بکار کس نیاید آنچہ با خود داری
ذات اقدس کا سلوک ہر مذہب اور ملت کی رعایا کیساتھ یکساں رہا قدردانی اور حوصلہ افزائی میں حضور والا نے بجا تعمیم عمل
فرمایا ہے ۔ زنیک و بد نظر مرحمت دریغ مدار ۔ حیات بخش گل و خار ہمچون باران باش ۔
آخر میں فدوی دعاگوئے دولت و دوام اپنا مختصر یہ تصنیف اپنے مالک اپنے آقا کے حضور میں بصد عجز
والحاح پیش کرتا ہے ۔ اگر گوشہ چشم ہمایونی اس جانب ملتفت ہو جائے تو اس خادم کو اپنی محنت کا صلہ مل جائیگا

[illegible]

فدوی جانثار
محمد فاضل

مرتبہ
محمد فاضل
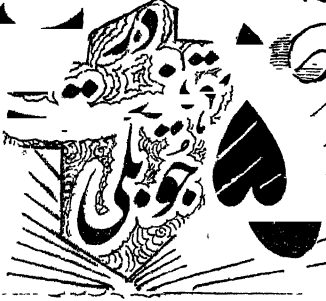
آصف سابع
یادگار سلور جوبلی
کلامِ فضائل التیام اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
جوبلی
دیدنِ حسنِ رُخِ یار مبارک باشد
گو بیدا ایں طالعِ بیدار مبارک باشد
مژدہ اے بادہ کشاں آمدہ ایام بہار
جام در کف ہمہ سرشار مبارک باشد
نرگس و سنبل و نسرین و ریاحین و سمن
ہر طرف ایں گل و گلزار مبارک باشد
کف کشادہ کہ عروسانِ چمن استادند
بارشِ ابرِ گہربار مبارک باشد
نغمۂ چنگ و دف و بادۂ رنگیں عثماں
در چنیں جشن بہ ہر بار مبارک باشد
مرتبہ محمد فاضل

کلامِ فصاحت البیام علیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
در تہنیت جشن سیمیں
سایۂ احمدِ مختار مبارک باتو
مددِ حیدرِ کرّار مبارک باتو
ایں ندا آمدہ از طرفِ گلستانِ جہم
ساغر و نیز لبِ یار مبارک باتو
جامۂ حشمت و اقبال کہ زیبائے تنت
طرۂ دلکش و دستار مبارک باتو
اے خوشا بخت و خوشا تخت و خوشا ملکِ دکن
ساعتِ فرخ و دربار مبارک باتو
جوبلی دورِ حکومت بہ بہاراں عثماں
۲۵ سالہ
قصرِ نو ہم گل و گلزار مبارک باتو
(جوبلی ہال) (باغ عامہ)
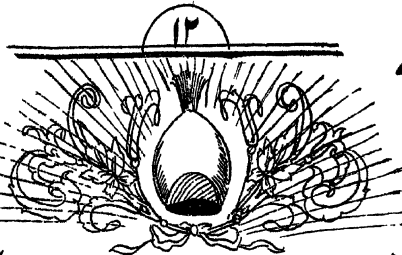
کلام فصاحت التیام اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
در توصیف جوبلی ہال باغ عامہ
جو کہ عمارت پر کندہ ہوئی ہے
(مطلع) چہرۂ قصر نو کہ رخشان است
کرکِ شب مثال افشان است
قمری و عندلیب نغمہ کناں
کیسۂ غنچہ ہم زر افشان است
خط و خالش ہمہ نمایاں شد
مثل آئینہ روئے جانان است
رقص پیمانہ گوید اے ساقی
گرد شمشاد بیں چہ ریحان است
آمد ماہِ دَے کہ کرد ستم
پُر ز نسرین و لالہ بستان است
چاک شد در بہار جامۂ گُل
دامنش نیز چوں گریبان است
(مقطع) عید عثماں غدیر و ہم نوروز
(ذی حجہ)
عیش و عشرت کہ در بہاران است
مرتبہ محمد فاضل

۱۴۳
جشن عثمانی
یادگار سلور جوبلی آصف سابع
کلام فصاحت التیام اعلیٰ حضرت سلطان العلوم خسرو دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
مادۂ تاریخ جشن جوبلی
بہ جشن جوبلی شد عشرت افزون
کند مسعود حق بالصاد والنون
چنیں سال فرخشاں گفت عثمان
قرانا مرحبا خمس و عشرون
۳۵ ۱۹ع

۱۴
جشن عثمانی
یادگار سلور جوبلی آصف سابع
کلام فصاحت التیام اعلیٰحضرت سلطان العلوم خسرو دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
قومی ترانہ فارسی
الٰہی تا جہاں باشد شہنشاہِ جہاں باشی
خدایت مہرباں و تو بہ عالم مہرباں باشی
نفس تا بر ہمی آرم دعا کردن بود کارم
ہمیں وردِ زباں دارم کہ دائم حکمراں باشی
کند تا زمزمہ بلبل خورد تا پیچ و خم سنبل
زند تا خندہ خوش گل بہارِ بوستاں باشی
دمد تا سبزہ و ریحاں بود تا سرو در بستاں
بباغ دہر اے سلطاں بہارِ بے خزاں باشی
نظام الملک عثمان علیخاں آصفِ سابع خلد اللہ ملکہ
سراجِ دینِ اسلامی امیرِ مؤمناں باشی

جشن عثمانی — یادگار سلور جوبلی آصف سابع

فضا ایستیام اعلیٰحضرت سلطان العلوم خسرو دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
کلام حقیقت

ترانۂ جوبلی

(مطلع) اے خوشا دورِ حکومت کہ تو داری امروز — بست و ہم پنج شد از رحمتِ باری امروز

جوشِ عشرت چہ بگوئیم بہر چہرہ شد است — مستی و سرخوشی و عیش کہ طاری امروز

معجزہ شد ز بیان و ز کتابِ فرقاں — نعتِ قدسی کہ رواں بر لبِ قاری امروز

یا وفورِ طرب از جامۂ خود بیروں است — لالہ و نرگس و ہم فصلِ بہاری امروز

چشمۂ کوثر و تسنیم کہ در خلدِ بریں — بر سرِ جوئے لبن آمدہ جاری امروز

جوشش الفتِ آل نبوئی را بنگر — در رگِ قلب و جگر ہست چہ ساری امروز

(مقطع) ز تولائے علی فاتحِ خیبر عثمان
می وزد در چمن ایں بادِ بہاری امروز

مرتبہ محمد فضل

کلام فصاحت التیام اعلیٰحضرت بندگانعالی سلطان العلوم خسرو دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

قومی ترانہ

مطلع تا ابد خالقِ عالم یہ ریاست رکھے ‏— تجھکو عثماں بصد اجلال سلامت رکھے (جلد اللہ ملکہ)

جیسے تو فخرِ سلاطیں ہے بفضلِ یزداں ‏— یوں ہی ممتاز ترا دورِ حکومت رکھے

آل و اولاد کو اللہ دے عمرِ خضرؑ ‏— ان سے آباد ترا خانۂ دولت رکھے

جودِ حاتم رہے شرمندۂ احساں تیرا ‏— عدلِ کسریٰ کو خجل تیری عدالت رکھے

خندہ زن صورتِ گل تیرے ہوا خواہ رہیں ‏— آکے قدموں پہ عدو فرقِ اطاعت رکھے

سب رعایا کو تری سالگرہ کی تقریب ‏— با نشاط و طرب و عیش و مسرت رکھے

مقطع بن کے ساقی ترا اقبال نظامِ سابع ‏— تجھکو صہبا کشِ خمخانۂ عشرت رکھے

از خسروِ شیریں سخن اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

غزل

دیکھکر چہرہ ترا ماہِ درخشاں کی قسم — پھنس گئے دام میں ہم زلفِ پریشاں کی قسم

اور ہونگے گہرِ لعل پہ مرنے والے — ہم مٹے لب پہ ترے لعلِ بدخشاں کی قسم

مثلِ پروانہ بنے دیکھکے صورت تیری — جل کے ہم خاک ہوئے شمعِ شبستاں کی قسم

موسمِ گل کا نیا تو بھی دکھادے نقشہ — پی لے اے شیخ تجھے سبزہ و ریحاں کی قسم

پسکے سو بار رہِ عشقِ بتاں میں اکسیر — بن گئی خاک ہماری درِ جاناں کی قسم

دیکھ اے قیس اسے جامہ دری کہتے ہیں — تار باقی نہ رہا جیب و گریباں کی قسم

ہوگئی ختم نبوّت جو نبیؐ پر عثماںؔ
ہے یہ ایمان ازل سے مرا قرآں کی قسم

از خسرو شیریں سخن اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

غزل

(مطلع) زیر تربت بھی مرے دل کو جلانے کے لئے
آ گئی باد صبا شمع بجھانے کے لئے

قصر دل تاکتی رہتی ہے بڑی رغبت سے
نگہہ ہوشربا اور بھی ڈھانے کے لئے

وادیٔ عشق و محبت میں خدا حافظ ہے
مثل دل کوئی نہیں راہ بتانے کے لئے

رند اور شیخ کو ساقی کی نگاہ بدمست
دیتی ہے جام پہ جام اور پلانے کے لئے

دیکھتے دیکھتے پھر ہوا اسیر قفس
آ گیا موسم گل یاد دلانے کے لئے

بلبلوں کے جگر و دل میں ہمیشہ کے لئے
رہ گئی باد خزاں آگ لگانے کے لئے

(مقطع) دونوں ہاتھوں سے ترے کاخ شرف میں عثماںؔ
باری اب آ گئی نوبت بھی بجانے کے لئے

مرتبہ محمد فاضل

کلام فضا التیام اعلیٰحضرت سلطان العلوم خسرو دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

غزل

محبت میں نہ دل باقی نہ ہے تاب و تواں باقی
ابھی حصے میں ہیں کیا جانے کیا کیا سختیاں باقی

گل و ریحان و سنبل سب خزاں میں ہو گئے رخصت
مگر بلبل کے لب پر رہ گئی آہ و فغاں باقی

شبِ دوشینہ کی بدمستیاں ہیں کیا کہوں ساقی
نکل آیا ہے دن اور ہے ابھی خوابِ گراں باقی

زبانِ شمع سے سنتا رہا ہو قصہ سوزِ الفت کا
شبِ آخر ہو گئی لیکن ابھی ہے داستاں باقی

خدا ہی کشتئ دل کا ہے حافظ بحرِ الفت میں
نہ لنگر جس کا باقی ہے نہ جس کا بادباں باقی

سراغ آخر کو مل ہی جائے گا یارانِ رفتہ کا
غنیمت ہے جہاں تک ہے نشانِ کارواں باقی

سلاطینِ سلف سب ہو گئے نذرِ اجل عثماں
مسلمانوں کا تیری سلطنت سے ہے نشاں باقی

کلام فصاحت التیام اعلیٰحضرت سلطان العلوم خسرو دکن ملکہ خلد اللہ سلطنتہ

غزل

محبت میں تو دل باقی نہ ہے تاب و تواں باقی
ابھی حصّے میں ہیں کیا جانے کیا کیا سختیاں باقی

گل و ریحان و سنبل سب خزاں میں ہو گئے رخصت
مگر بلبل کے لب پر رہ گئی آہ و فغاں باقی

شب دوشینہ کی بدمستیاں ہیں کیا کہوں ساقی
نکل آیا ہے دن اور ہے ابھی خواب گراں باقی

زبان شمع سے سنتا ہوں قصہ سوز الفت کا
شب آخر ہو گئی لیکن ابھی ہے داستاں باقی

خدا ہی کشتیٔ دل کا ہے حافظ بحر الفت میں
نہ لنگر جس کا باقی ہے نہ جس کا بادباں باقی

سراغ آخر کو مل ہی جائے گا یاران رفتہ کا
غنیمت ہے جہاں تک ہے نشان کارواں باقی

سلاطین سلف سب ہو گئے نذر اجل عثماں
مسلمانوں کا تیری سلطنت سے ہے نشاں باقی

مرتبہ محمد فاضل

از میجر جنرل شہزادہ والاشان نواب معظم جاہ بہادر
المتخلص بہ شجیع

جشنِ سیمیں میں نیا رنگ جمانے کے لئے
نو بہار آئی گلِ تازہ کھلانے کے لئے

گل اگر جام بکف ہیں تو تعجب کیا ہے
عام فرمان ہے اب عیش منانے کے لئے

آج اترائی ہوئی بادِ صبا پھرتی ہے
زرِ گل صحنِ گلستاں میں لٹانے کے لئے

بوئے مے لیکے نسیمِ سحری آپہونچی
درِ میخانہ کھلا پینے پلانے کے لئے

نغمہ زن جوشِ طرب سے ہیں جو مرغانِ چمن
گل بھی ہنستے ہیں زمانہ کو ہنسانے کے لئے

نقرئی جشن کی تکمیل فلک نے کردی
چاند تارے بھی ہیں محفل کو سجانے کے لئے

شاہ عثمان سلامت رہیں عالم میں شجیع
انکی ذات آیۂ رحمت ہے زمانے کے لئے

از نواب کاظم جاہ بہادر متخلص بہ کاظم

غزل

آئے ہیں صبح پُر نور دکھانے کے لئے — دل سے نقشِ غم اندوہ مٹانے کے لئے
اِن پریزادوں سے بچکے نہ سرکار کوئی — سر چڑھاتے ہیں نگاہوں سے گرانے کے لئے
دل ہی شئے ہم سے جو لی وہ تو کوئی چیز نہیں — درد اک دے گئے احسان جتانے کے لئے
ہے اُدھر تیرِ نظر اور اِدھر خنجرِ ناز — کوئی پہلو ہی نہیں دل کے بچانے کے لئے
علم و حکمت میں سیاست میں اولوالعزمی میں — فخر ہیں شاہِ دکن سارے زمانے کے لئے
بزم میں ساقیٔ کوثر کا خیال آیا ہے — بادۂ خُمِ غدیر آج پلانے کے لئے
لاج اُمت کی یہ تھی سبطِ پیمبر کاظم — بدلِ آمادہ تھے سر اپنا کٹانے کے لئے

از نواب تقی جاہ بہادر متخلص بہ تقی

غزل

وہ جو آمادہ ہیں فتنوں کو جگانے کے لئے — حشر کیا چال چلے رنگ جمانے کے لئے
زلف بکھری تھی عارض پہ اندھیرا چھایا — رات آئی رخِ خورشید چھپانے کے لئے
میری افسردہ دلی سن کے ترس کیا آیا — غنچے تھے قہقہے گلشن میں لگانے کے لئے
غمزہ و عشوہ گری کی نہ ضرورت کچھ تھی — ناز کافی تھا انہیں شوخ بنانے کے لئے
تسلی نہ دلاسا نہ کوئی چارہ گری — آئے ہیں منت کا احسان جتانے کے لئے
ابتدائے عشق کی ہے حالتِ دل کیا کہیے — انتہا کے ابھی صدمے ہیں اٹھانے کے لئے
مدعا ہے کہ مریں حسن پہ عشاق تقی — دل بڑھاتے ہیں وہ شان اپنی بڑھانے کے لئے

از نواب ہاشم جاہ بہادر متخلص بہ ہاشم

غزل

چشم آمادہ ہے سیلاب بہانے کے لئے
عشق کی بھڑکی ہوئی آگ بجھانے کے لئے

جمع ہیں لالہ و گل ساغر و دل چنگ و رباب
جشنِ سیمیں کی خوشی آج منانے کے لئے

شاخِ گلشن پہ عنادل نے نشیمن باندھا
ہر گل و غنچہ سے دل اپنا لگانے کے لئے

آئے دنیا میں تھے کیا اپنی رضامندی سے
رنج کس بات کا پھر کیجیے جانے کے لئے

ہوں وہ آلودۂ عصیاں کہ مجھے روزِ حشر
شرم آتی ہے ترے سامنے آنے کے لئے

چاہیئے خامۂ نقاشِ ازل اے بہزاد
کسی انسان کی تصویر بنانے کے لئے

جز علی تھا نہ سزاوار کوئی اے ہاشم
دوشِ نبی بارِ امانت کو اٹھانے کے لئے

از نواب بشارت جاہ بہادر متخلص بہ بشارت

غزل

بحرِ نیرنگ کو کوزے میں دکھانے کے لئے
جام بھرتا ہے کوئی دور میں لانے کے لئے

نازشِ غنچہ و گل کی ہے حقیقت معلوم
حوصلہ چاہیئے جامہ میں سمانے کے لئے

باغِ عالم میں جسے شوق ہو گل چینی کا
وہی آئے خلشِ خار اٹھانے کے لئے

ترجمانی مری اے دیدۂ گریاں کر دے
غایتِ سوزِ دلِ زار بتانے کے لئے

پھونکنے کو جگر و دل ہیں آہیں میری
سوزِ پروانہ پر و بال جلانے کے لئے

گرم نالوں سے ہے اس درجہ نشیمن میرا
برق کی تاب نہیں آنکھ لڑانے کے لئے

چرخ سے کہہ دو بشارت کہ ہیں نالے دل کے
صورتِ حرفِ غلط چرخ کو مٹانے کے لئے

از نواب سعادت جاہ بہادر متخلص بہ سعادت

رُباعی

سیمیں جشن تمکو مبارکبادا — در نخلِ طرب نمو مبارکبادا
آید روزے کہ جشنِ زریں بینیم — ایں مژدہ زچار سو مبارکبادا

غزل

تجھکو پھر کوئی ملے گا نہ ستانے کے لئے — میں غنیمت ہوں بہت اپنے زمانے کے لئے
پھول دے پھول کہ ہستی کو ہے کافی ساقی — مے کو گر حکم نہیں ہاتھ لگانے کے لئے
کثرتِ حسرت و ارماں سے میں کیوں گھبراؤں — دل میں گنجائشِ عالم ہے سمانے کے لئے
مجھکو رسوائی کے پردے میں ہے شہرتِ حال — کیوں کہے مجھ سے کوئی عشق چھپانے کے لئے
لذتِ بیخودیٔ عشق کہوں کیا ہمدم — ہوش آمادہ نہیں آپ میں آنے کے لئے
حسن کا رعب مجھے رخصتِ گفتار تو دے — میں بھی کچھ سوچکے بیٹھا ہوں سنانے کے لئے

اے سعادت ہے مدام اسمِ علیؑ وردِ زباں
اپنی بگڑی ہوئی تقدیر بنانے کے لئے

حسنِ عثمانی
یادگار رسالہ جوبلی آصف سابع
سیرتِ شاہانہ
و
دورِ عثمانی کے درخشاں کارنامے
نوٹ
اس خصوصی نمبر کی تکمیل چونکہ بالکل قلیل مدت میں ہوئی ہے اس لئے دورِ عثمانی کے بہت سے کارنامے
درج نہ ہو سکے ان ادارے سے آئندہ انشاء اللہ ایسا ہی دوسرا مصور خصوصی نمبر روداد جوبلی کے شاہکار
(جلد دوم) میں ان تمام اداروں مثلاً نظامت عدالت آبپاشی آرائش الاعلیٰ ڈاکٹری طب یونانی سنسر شاہانہ وغیرہ اور دیگر
کارناموں کو مسلسل وار تاریخی حقیقت سے پیش کیا جا رہا ہے

از مولانا سید ناظر الحسن صاحب ہوش بلگرامی

حیات انسانی کی تاریخ پر غور کرنیوالے جانتے ہیں کہ کائنات کے موجودہ تمدن و تہذیب کا نظام ہزار ہا سال کی تدریجی ترقی کا نتیجہ ہے ابتداء میں جب انسان نے حیوانیت کی کچھ حدیں توڑنی شروع کیں اور لبوں کو نطق سے آشنا کیا اور کھلے میدانوں میں وحشت و بہیمیت کی زندگی گزارنے کی بجائے منظم آبادیاں قائم کیں تو پہلے پہل اسکے نوآموز دماغ نے باہمی منازعات اور آپس کی ناخوشگواریوں کو دور کرنے پر توجہ کی' جذبات انسانی کے جو پیچ و خم آج حیات بشری کے شریک غالب ہیں وہی ابتدائے آفرینش کے معصوم اور بھولے بھالے انسان کی فطرت میں کارفرما تھے اسلئے اسکی ضرورت ہوئی کہ ایک ایسے دماغ کا انتخاب کیا جائے جو انسانیت کی سطح کو ناہمواریوں سے بچا سکے اور غیر سنجیدہ احساسات کو عقل سلیم کی حدوں سے آگے نہ بڑھنے دے' یہی پیغمبروں کی بعثت کا راز ہے اور یہی حکماء و عقلاء کی تخلیق کا مبادی سبب ہے جنھوں نے انسان کو روحانی ارتقاء کی حقیقت سمجھائی' جنھوں نے سیرت و کردار کے گر سکھلائے' جنھوں نے سرداری اور حکمرانی کی داغ بیل ڈالی اور جنھوں نے انسان کو نیکی اور خوش اخلاقی کی حدود میں رکھا

جس شخصیت کو سردار یا حکمران تسلیم کیا جاتا تھا وہ ایسی ہوتی تھی جس میں احکام و انتظام کی خصوصیات' عقل و علم کے احساسات اور تدبیر و تعمیر کے ارادات عام انسانوں کے مقابلہ میں پایندہ اور قوی تر پائے جاتے تھے' جیسے جیسے تہذیب و تمدن کے دائرے پھیلتے گئے نظام عالم کے حدود بھی وسیع ہوتے گئے اسلئے رفتہ رفتہ اس نظام نے ایک مستقل صورت اختیار کرلی اور ایک راعی کی شخصیت کو ماننے اور ایک رہبر کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر انسانیت کو مجبور ہونا پڑا۔

عہد گزشتہ کی تاریخ حکمرانی آپکو بتائیگی کہ نوع انسان کے وہی ارباب دولت دنیا میں حیات ابدی پاسکے ہیں جنھوں نے اپنے ذمہ داریوں کو محسوس کیا جنھوں نے اپنے ممالک کی علمی اور اخلاقی سطح کو ہموار کیا' جنھوں نے خود اپنی سیرت سے ایک عالم کو نیکی اور اخلاق کا عملی درس دیا' ایسے لوگ ہر قوم اور ہر ملک میں ہوتے آئے ہیں اور فطرت کی یہ عالمگیر فیاضی ہر خشک و تر کو سیراب کرتی رہی ہے' یاد ش بخیر! اسلامی حکومتوں کے وہ عالی فطرت حکمران ابھی دنیا کے حافظوں سے محو نہیں ہوئے ہیں جنھوں نے قرطبہ و بغداد کی جیسی درسگاہیں قائم کیں' جنھوں نے جامعہ ازہر سے دریائے نیل تک تشنگی پیدا کئے' جنھوں نے آتش کدوں کو ٹھنڈا کیا' جنھوں نے ایاصوفیہ کی آرزوئے توحید پوری کی' جنھوں نے بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑا دیئے' جنھوں نے غلاموں کے سر پر تاج رکھا' جنھوں نے گنگا جل کو آب زمزم سے ملا دیا' جنھوں نے گلہ بانوں کو دنیا کا راعی بنایا' جنھوں نے دنیا کے بعید تر گوشوں سے بھی
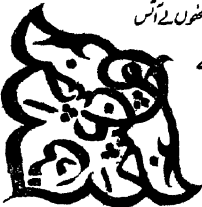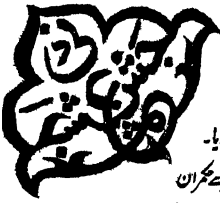
تاریکیوں کے پردے اٹھادئے جنھوں نے یورپ کو تہذیب کو آئین سکھلائے،
جنھوں نے ایشیا کو جینے کے ڈھنگ تبلائے اور جنھوں نے آفریقہ میں اپنی سطوت
کے ڈنکے بجوائے اور اپنی بادیہ پیمائی سے ہندوستان ایسے خطہ کو بھی نہ معلوم کیا سے کیا بنا دیا۔
اسلام نے جو نظام تمدن دنیا کو دیا تھا اُسمیں احساس فرض کو پہلی جگہ دی گئی ہے اور اسی لئے ایسے حکمران
جو اسلامی تعلیمات کو اپنا نصب العین بنا کر اپنے فرائض ادا کرتے رہے ہیں اُنکی مبارک زندگیاں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ:۔

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

تاریخ اُنہیں بھلا نہیں سکتی، موت ان پر قابو پا نہیں سکتی اور گردش زمانہ اُنہیں مٹا نہیں سکتی، لیکن تاریخ اقوام و ملل کا ہر ورق بتاتا ہے کہ اقبال کا ابر گہر بار کسی قوم پر مسلسل نہیں برستا، مسلمان بھی زمانہ کے اس مستقل آئین سے محفوظ نہ رہ سکے اور دورِ آخر میں عنانِ سلطنت ایسے ہاتھوں میں چلی گئی جو نہ سیاست کے ماہر تھے اور نہ ملک کی ترقی کے راز جانتے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اپنی صدیوں کی سطوت و جلالت کو لہو لعب میں گم کر دیا۔ عرب کے ایمان والے، عراق میں خون بہانے والے، ترکی کے بہادر، اسپین کے غازی، ایران کے صف شکن، مصر کے مجاہد اور ہندوستان کے مردانِ کارزار اب کہاں ہیں، زمانہ کا ورق الٹ چکا، ہواؤں کا رخ بدل چکا، نہ بابر کی فتحمندی رہی، نہ اکبر کی وسیع المشربی، نہ جہانگیر کی رندانہ عدل گستری رہی اور نہ عالمگیر کی مذہبی عالی خیالی ع

نہ اب وہ زمیں ہے نہ وہ آسماں ہے

لیکن اسی کے ساتھ اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فطرت اپنی طرف سے نوعِ انسان کی تعمیر و ترقی میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتی اور جب دنیا جہل و باطل کی تاریکیوں میں گم ہو جاتی ہے تو پھر کسی کو خلعت حیات سے آراستہ کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ بگڑے ہوئے آئین حیات کو بدل دے اور بکھرے ہوئے اجزائے ہستی کو مرتب کر دے، جادہ اعتدال سے نکلی ہوئی عیش و عشرت کو بھٹکے ہوئے دماغوں سے نکالدے اور نیند کی ماتی دنیا کو ازسرِ نو بیدار کرے۔ سرزمین ہند مدت سے کسی ایسی ہی ہستی کی محتاج تھی جو اُسکے کھوئے ہوئے عہد کو زندہ کر دے اور جو اُس کی مرجھائی ہوئی فضا کو تازگی بخش دے، فطرت نے آخر اس بے چینی کا احساس کیا اور اُفق دکن سے **اعلیٰحضرت** میر عثمان علیخاں بہادر خلد اللہ ملکہٗ کا آفتاب اقبال طلوع ہوا، جن کی سیرت کی بلندی اور عقل و فراست کی ہمہ گیری نہ صرف دکن اور اہل دکن کے لئے لائق فخر بن گئی بلکہ اس کا غلغلہ دنیا کے اِس سرے سے اُس سرے تک پھیلکر رہا، بہمنی بھی گزرے اور عادل شاہی بھی، بریدیوں نے حکومت کی اور قطب شاہیوں نے بھی، لیکن اُن کو بخت و اتفاق سے جو زمانہ ملا تھا اُس سے عہد حاضر کا مقابلہ کیجئے اور پھر سوچئے کوئی ہے؟ جو سلسلہ آصفجاہی کے اقبال مند بادشاہ کی علمی برتری فراست و دانائی کی ہمسری کر سکے۔

جن لوگوں نے **اعلیٰحضرت** کی سیرتِ شاہانہ کا مطالعہ غور و فکر سے کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ میں اپنے اس ادعا میں کسقدر حق بجانب ہوں مگر کیا آپ نے کبھی اس کے اسباب پر بھی غور کیا ہے کہ سطوت و عظمت اور جاہ و جلال قدرت کسی کو بلا وجہ سونپ دیتی ہے؟ یقین کیجئے کہ یہ نام و نمود اُس نیکی و نکوکاری اُس دانشمندی اور ہوشیاری اور اُس علم و خبرداری کا نتیجہ ہے جو عہد حاضر میں حضرت اقدس و اعلیٰ کی ذات کیلئے مخصوص ہیں۔

میں آج کی صحبت میں حضرت بندگانعالی کے بعض وہ روز آنہ مشاغل بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں جن پر عام نظریں نہیں پڑتی ہیں اور دکھلانا چاہتا ہوں کہ باوجود اس سطوت شاہانہ کے حضرت اقدس و اعلیٰ کی سادہ زندگی، فرض شناسی، باخبری و نکوکاری کا کیسا مکمل نمونہ ہے اور قدرت نے کیسے کیسے اوصاف حمیدہ اور خصائل برگزیدہ حضرت پیر و مرشد کی ذات گرامی میں جمع کر دئے ہیں۔ یاد رکھئے کہ سیرت شاہانہ پر جسقدر غور کرتا ہوں اُسی قدر مجھ پر اپنی گمراہانہ روش کے نقائص ظاہر ہوتے جاتے ہیں اور میں نہ جانے کتنی مرتبہ اپنے اخلاق و عادات پر نفریں کرتا ہوں، کاش اسیطرح برادرانِ ملک بھی اپنے آقا کے اسوۂ عالی پر چلنے کی توفیق حاصل کریں اور اسی کو اپنے لئے مشعل ہدایت بنائیں۔

مرتبہ محمد فاضل

دستگیریاں

پ جانتے ہیں کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ممالک میں بھی حضرت اقدس واعلیٰ کا فیض عام مصروف دستگیری ہے، جہانتک ہمانے غور کیا ہے، مدرسوں، خانقاہوں، معابد و مساجد، بزرگان مذہب اور اہل علم کیلئے جسقدر وظایف بلاامتیاز مذہب و ملت عہد عثمانی میں عطا ہوئے ہیں وہ کسی زمانہ ماضی میں نہیں ہوئے، شاید کوئی ایسا ہو جو آستانہ عثمانی سے محروم پھرا ہو، جس کسی کے علم و فضل کی بلندی اور اخلاق و عادات کی برتری نگاہ سلطانی میں کبھی وہ کسی نہ کسی قسم کا صلہ پا کر رہا، کسی کے نام وظیفہ جاری فرما دیا گیا، کسی کو ملازمت دیدی گئی، غرض وہ کیا گیا جو ایک بیدار فطرت کا احساس کر سکتا تھا، اسی کے کیا تھ کفایت شعاری کے بھی عاقبت اندیشانہ اصول کو پیش نظر رکھا اور اس لئے رکھا کہ زمانے کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لحاظ سے ابنائے ملک مسرفانہ حماقتوں میں گرفتار نہ ہو جائیں اور انہیں اطمینان سے جینے کا موقع ملے، کفایت شعارانہ زندگی نہ صرف حسن ہے بلکہ زندگی کا اولین اصول ہے جس کو عقلاء جزو ضروری سمجھتے ہیں۔

اخلاق سلطانی

میری ناچیز زبان اُن اخلاق شاہانہ کو کیا بیان کر سکے گی جنہیں فطرت نے انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھردی ہے اور جو تمام تر عہد اول کی اسلامی محبت و ہمدردی کا ایک عملی ثبوت ہے، پیکر اخلاق بادشاہ کسی کو دھوپ میں کھڑا رہنا گوارا نہیں فرماتے، برساتی پانی میں کسی کے بھیگنے کو جائز نہیں رکھتے، ملازمین میں سے اگر کوئی بیمار ہوتا ہے تو اسے فوراً آرام لینے کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں۔ اور خدمت گزاروں کے ایک ہجوم کے ہوتے ہوئے (جو ہمہ وقت بنا کھڑا رہتا ہے) سلطان دکن اپنی معمولی ضرورتوں کی تکمیل خود فرماتے ہیں، کاغذات کی رسید دست مبارک سے تحریر فرمائی جاتی ہے، یہانتک کہ لفافوں کو گوند سے خود بند فرماتے ہیں، بار بار کرسی سے اٹھنے کی زحمت کا ذرا بھی خیال نہیں فرمایا جاتا، پاکیزگی اور طہارت کا اسدرجہ لحاظ ہے کہ دست مبارک بار بار دھولئے جاتے ہیں۔

تیمارداریاں اور بزرگ و خرد کا پاس

شہزادگان بلند اقبال میں سے خدانا کردہ کسی کی طبیعت ناساز ہو تو تیمارداری ذات شاہانہ سے فرمائی جاتی ہے اور اس طرح فرمائی جاتی ہے کہ اپنی راحت و آرام کی بھی مطلق پروا نہیں ہوتی، دوا کا انتظام، غذا کی فراہمی، غرض ہر چیز شاہانہ حکم و ہدایت کے تحت کیجاتی ہے، اولاد کی تمام ضرورتیں، محلات کی تمام خواہشیں سب "حکم نگاہ" سے پوری ہوتی رہتی ہیں اور کوئی ایسی جنبش نہیں ہے جس کی اطلاع پیشگاہ اقدس میں نہ ہوتی ہو اسی طرح چھوٹوں کا لحاظ اور بڑوں کا احترام اس طرح کیا جاتا ہے کہ اسلامی آداب کی شائستگی تاریخ کے اوراق میں بے چین نظر آتی ہے، والدۂ معظمہ کے ادب و لحاظ میں خسرو دکن بحیثیت ایک مسلمان سعادت مند بیٹے کے سادہ لباس میں جلوہ گر رہتے ہیں جب والدۂ معظمہ کا سامنا ہوتا ہے تو ناممکن ہے کہ ماں کی عظمت کو جاننے والے خسرو عالم پناہ اُن سے سبقت کرنے کی جسارت فرما سکیں، یقین کیجئے کہ انیسویں صدی کے اِس سرکش زمانہ میں پاس و لحاظ کی یہ صورت معمولی گھرانوں میں بھی نظر نہیں آتی۔

مذہب کا احترام

کبھی پاؤں پر پاؤں رکھکر مذہبی تذکرہ نہیں فرمایا جاتا، اسمائے محمودہ اور اسمائے حسنیٰ اسوقت زبان پر نہیں آسکتے جب سگریٹ نوش فرمایا جا رہا ہو، مذہب کے شیدائی بادشاہ ہمیشہ اُن موقعوں پر مؤدب ہو جاتے ہیں جب بزرگان دین کے اسمائے مبارک زبان پر آتے ہیں، یا خدا اور رسولؐ کا تذکرہ کیا جاتا ہے، آپ جانتے ہیں، کہ اسلامی تہذیب کے یہ آداب دنیا میں اب مفقود ہیں، میری نظر میں تو کوئی ایسا نہیں ہے جو ان خصائل حمیدہ کا اس خلوص نیت سے پابند ہو اور اُن پر اس سختی کیساتھ عمل کرتا ہو۔

خاصہ

خدام سلطانی صبح کو بیداری کے بعد نہایت مختصر ناشتہ فرماتے

ہیں اور حسب رواج دوپہر اور شام کو خاصہ تناول فرمایا جاتا ہے جسکی مقدار
اسقدر قلیل ہوتی ہے کہ شاید پانچسال کی عمر کے بچے بھی اس سے زیادہ کھاتے ہونگے،
میں نے بعض کتابوں میں پڑھا تھا کہ بڑے بڑے عالی دماغ انسان اور اہل اللہ کی ایک
پہچان یہ بھی ہے کہ وہ دماغ کو تازہ رکھنے اور ذکر و شغل میں مصروف رہنے کے لئے غذا صرف اوسی قدر
استعمال کرتے تھے جس سے پیٹ کی فطری بے چینی دور ہو جائے، حفظان صحت کے اصول بھی اسی کے مؤید ہیں اکسی فارسی شاعر کا
یہ شعر بھی مشہور ہے کہ ؎ خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است ٭ تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است
لیکن صرف یہ پڑھا اور سنا تھا میں نے تو کسی کو بھی نہ دیکھا کہ غذا ایں "برائے زیستن و ذکر کردن است" پر عمل ہو، میں نے تو سبھی کو "زیستن از بہر خوردن است"
کی عامیانہ کیفیات میں گرفتار پایا الا حضرت بندگانعالی کہ وہ صرف "خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است" کے فلسفہ پر بلا ناغہ عامل ہیں۔
دسترخوان شاہی پر طرح طرح کی شریفانہ نعمتیں چنی ہوتی ہیں، میں نے دیکھا کہ حضرت بندگانعالی اُن کو صرف بطور ذائقہ چکھ لیتے ہیں اور
جسقدر رخاصہ ہوتا ہے وہ وابستگان دولت میں تقسیم ہو جایا کرتا ہے، کسی دن کسی کو، اسطرح شاہانہ عنایات کا اظہار ہوتا رہتا ہے،
غذائیں بالعموم بہت سادہ ہوتی ہیں، جن کی تیاری میں حفظان صحت کے طبی اصولوں کا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے، مرچ برائے نام اور ترشی صرف
اتنی ہوتی ہے کہ مشکل سے محسوس کیجاسکتی ہے لیکن اس سادگی کے باوجود ہر چیز ایسی لطافت اور نفاست کے ساتھ تیار کیجاتی ہے کہ ایک مرتبہ اسکے ذائقہ
سے آشنا ہو کر زبان مدتوں تک چٹخارے لیتی رہتی ہے پراٹھوں پر ریشمی رومالوں کا شبہ ہوتا ہے اور بالائی تو اسقدر لطیف تر ہوتی ہے کہ ہمیشہ انسان
تو اسے کھاتے کھاتے جان دیسکتا ہے اور یہ کہکر دیسکتا ہے کہ ایسی شیریں موت کہاں نصیب ہو سکتی ہے، بیضاوی پتوں کی شکل کے کباب ایسے
لذیذ و خستہ ہوتے ہیں جن کی تعریف قلم کی نا واقف زبان کیا کر سکتی ہے، غرض ہر غذا اپنی خصوصیات خاصہ کے لحاظ سے منفرد ہوتی ہے معمولاً
تو سگریٹ نوش فرماتے ہیں لیکن خاصہ کے بعد حقہ نوش فرمایا جاتا ہے، کافی اور چاء سے رغبت کافی ہے، غرض حضرت جہاں پناہی کا ہر عمل ایک
ایسا درس ہے جسے دیکھ دیکھکر انسان اپنی عقلی اور ذہنی خامیوں کو "دور باش" کہہ سکتا ہے۔

کاروبار مملکت

بیداری اور ناشتہ کے بعد دس بجے تک خدامان بارگاہ کو شرف باریابی عطا ہوتا ہے اوس کے بعد قلم تو قلم کی
سے عقدہ کشا انگلیاں کھیلتی رہتی ہیں، ملاقاتوں کی تفریحی گفتگو کے دور انہیں بھی ایسے حکیمانہ اور ادیبانہ نکتے ارشاد فرمائے
جاتے ہیں کہ بیساختہ انتقال ذہنی کی داد دینی پڑتی ہے، سرکاری معاملات میں بڑے سے بڑا انگریزی یا اردو مسودہ برداشتہ قلم تحریر فرمایا جاتا ہے، دفتر پیشی
سے جو کاغذات ۵ بجے تک پیش ہوتے رہتے ہیں وہ آئندہ کل پر نہیں رکھے جاتے بلکہ اوسیوقت بلا کسی ادنیٰ فکر و تامل کے ہر مقدمہ کی حقیقت کو سمجھکر تجویز فرما دیجاتی
ہے اور ایک سرسری نظر مقدمہ کی جزئیات تک سے واقف کرا دیتی ہے، ۵ بجے کے بعد سواری مبارک علیا حضرت والدۂ معظمہ کے قصر کیطرف روانہ
ہو جاتی ہے جہاں سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ کے اندر مراجعت فرمائی کے بعد ۱۰ بجے شب تک دماغ سلطانی ملکی نظم و نسق اور معمولی کاروبار کی تکمیل میں مصروف رہتا ہے۔

سیاسی دماغ

کون نہیں جانتا کہ حکومت آصفیہ میں سیاسیات کا ایک مکمل محکمہ قائم ہے لیکن اوسکی گتھیاں سوائے ناخن سلطانی
کے اور کون سلجھا سکتا ہے بڑے بڑے اہم اور سنجیدہ ملکی اور خارجی مسائل میں حضرت اقدس و اعلیٰ کی صائب
رائے مشعل ہدایت کا کام دیتی ہے اور شعبہ کے ارباب حل و عقد بندگانعالی سے مشورہ کے بعد ہی اپنے فرائض کے بار سے سبکدوش
ہو سکتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ سیاسی مسائل میں روشن دماغی کا یہ عالم ہے کہ اکثر اوقات ادنیٰ غور
و فکر سے اُس کی تہ پر پہنچ جاتے ہیں اور نتیجہ ہاتھ باندھکر مؤدبانہ سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔
اور پھر لطف یہ ہے کہ ایسا کوئی پہلو فکر عالی سے نہیں چھوٹتا جس کسی مسئلہ سے کوئی دور کا تعلق بھی ہو

یہ ہے نہایت مختصر روئداد بندگانعالی کے روزانہ مشاغل کی جنھیں میرا کمزور حافظہ محفوظ رکھ سکا، آپ نے دیکھا کہ بیداری کے بعد سے تا استراحت کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جس میں ذات شاہانہ کسی نہ کسی کام میں مصروف نہ رہتی ہو اور پھر سادگی کا یہ عالم ہے کہ شہ نشین میں ایک کرسی پر رونق افروزی ہوتی ہے، نہ وہاں میز ہے اور نہ کوئی اور سامان آرائش، قرون اولی کی سادگی در و دیوار سے ظاہر ہوتی ہے، اسی کرسی پر بیٹھے بیٹھے امور سیاست کی گتھیاں سلجھائی جاتی ہیں، حقائق و معارف کے دریا بہائے جاتے ہیں، علم و اخلاق کی شرح کیجاتی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ آدمی کو انسان بننے کی توفیق عطا کی جاتی ہے۔

ناممکن ہے کہ بارگاہ سلطانی میں کسی کو شرف باریابی عطا ہو اور وہ اپنے دل پر اخلاق خسروی کا ایک گہرا نقش لیکر واپس نہ ہو، علم و فضل کا اثر لیکر نہ جائے، ہر شخص کو اسکے مرتبہ، وجاہت اور علم و عقل کے لحاظ سے شرف ہمکلامی بخشا جاتا ہے، اگر جوانوں کو اس فریبستان رنگ و بو کے نتائج سے آگاہ کیا جاتا ہے تو سن رسیدہ اشخاص کو عاقبت کی ابدی زندگی کے اسرار بتائے جاتے ہیں۔ باخبری کا یہ عالم ہے کہ جس طرح محل شاہی کے ہر گوشہ کی حالت طبع عالی پر مبرہن ہوتی ہے، کون بیمار ہے کون اچھا ہے، کس کو کس چیز کی ضرورت ہے، کہاں کس قسم کی دوا جانی چاہیے کیسی غذا درکار ہے غرض پورا انتظام ذات شاہانہ کی ہدایت اور رہنمائی میں ہوتا ہے، بالکل اسی طرح شہر کے چپہ چپہ کا حال حضرت بندگانعالی کو معلوم ہے۔ شہر کے اشراف و اعیان کی حالت، ان کے مزاج کی رفتار، ان کا طریقہ معیشت نگاہ سلطانی سے پنہاں نہیں ہے، ارباب اقتدار اور اراکین سلطنت کے استعداد و فکر علمی لیاقت اور سلیقہ کاروبار سے بھی حضرت جہاں پناہی باخبر ہیں۔

یوں تو حضرت بندگانعالی کا درد مند دل اپنے حدود سلطنت میں بسنے والے ہر انسان کا دکھ محسوس فرماتا ہے لیکن امراء و اراکین سلطنت کے یہاں جب کوئی حادثہ پیش آتا ہے تو ذات شاہانہ حد درجہ ملول ہو جاتی ہے اور اس خانوادہ شاہی کی روایات قدیم کے خلاف شرع اسلامی کے لحاظ سے میت میں شرکت سے بھی تامل نہیں فرمایا جاتا اور قدم دو قدم نہیں بلکہ میلوں پیدل چلے جاتے ہیں۔ پسماندگان کی تشفی جس انتہائی ہمدردی سے کیجاتی ہے، اس سے انکے آنسو خشک ہو جاتے ہیں، دل قابو میں آجاتا ہے۔ اور یاس دور ہو جاتی ہے، اسی طرح شادی کے موقعوں پر بھی اہل شادی کی مسرت و شادمانی کو دوبالا فرما دیا جاتا ہے، یہ ہیں آپ کے امیر المسلمین کے اخلاق، جن پر جتنا بھی ناز کیا جائے کم ہے۔

مذہبی رواداری کے اعتبار سے خسرو دکن کا مرتبہ اسقدر بلند ہے کہ عہد حاضر میں اسکی مثال دنیا کا کوئی حکمران خاندان پیش نہیں کر سکتا، عیسائی ہوں یا مسلمان، ہندو ہوں یا پارسی سب کو یکساں نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور سب کی حاجتیں پوری کیجاتی ہیں باینہمہ اپنے عقائد کی یہ پابندی ہے کہ مجلس عزا میں حسین مظلوم کی صف ماتم میں محزون و مغموم نظر آتے ہیں اور محفل میلاد میں اپنے پیغمبر برحق کی ولادت باسعادت کی خوشیاں منانے میں سب سے پیش پیش ہوتے ہیں، مساجد میں نماز کیلئے سربسجدہ ہو کر اس طرح اپنی عبودیت کا اظہار فرماتے ہیں کہ بادشاہ تو ایک طرف کوئی ادنی بندہ بھی طاعت کا حق اس طرح ادا نہ کر سکیگا۔

مرتبہ محمد فاضل

یہ ہے نہایت مختصر روئداد بندگانعالی کے روزآنہ مشاغل کی جسمیں میرا کمزور حافظہ محفوظ کرسکا، آپنے دیکھا کہ بیداری کے بعد سے ما استراحت کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جس میں ذات شاہانہ کسی نہ کسی کام میں مصروف نہ رہتی ہو اور پھر سادگی کا یہ عالم ہے کہ نشستگاہ میں ایک کرسی پر رونق افروزی ہوتی ہے، نہ وہاں میز ہے اور نہ کوئی اور سامان آرائش اقرون اولی کی سادگی در ودیوار سے ظاہر ہوتی ہے، اسی کرسی پر بیٹھے بیٹھے امور سیاست کی گتھیاں سلجھائی جاتی ہیں، حقائق و معارف کے دریا بہائے جاتے ہیں، علم و اخلاق کی شرح کیجاتی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ آدمی کو انسان بننے کی توفیق عطا کی جاتی ہے۔

ناممکن ہے کہ بارگاہ سلطانی میں کسی کو شرف باریابی عطا ہو اور وہ اپنے دل پر اخلاق خسروی کا ایک گہرا نقش لیکر واپس نہ ہو، علم و فضل کا اثر لیکر نہ جائے، ہر شخص کو اسکے مرتبہ، وجاہت اور علم و عقل کے لحاظ سے شرف ہمکلامی بخشا جاتا ہے، اگر جوانوں کو اس فریبستان رنگ و بو کے نتائج سے آگاہ کیا جاتا ہے تو سن رسیدہ اشخاص کو عاقبت کی ابدی زندگی کے اسرار بتائے جاتے ہیں۔ باخبری کا یہ عالم ہے کہ جس طرح محل شاہی کے ہر گوشہ کی حالت طبع عالی پر سراہا ہوتی ہے، کون بیمار ہے کون اچھا ہے، کس کو کس چیز کی ضرورت ہے، کہاں کس قسم کی دوا جانی چاہیئے کیسی غذا درکار ہے غرض پورا انتظام ذات شاہانہ کی ہدایت اور رہنمائی میں ہوتا ہے، بالکل اسی طرح شہر کے چپہ چپہ کا حال حضرت بندگانعالی کو معلوم ہے۔ شہر کے اشراف و اعیان کی حالت، انکے مزاج کی رفتار، ان کا طریقہ معیشت نگاہ سلطانی سے پنہاں نہیں ہے ارباب اقتدار اور ارکین سلطنت کے استعداد و فکر علمی لیاقت اور سلیقہ کاروبار سے بھی حضرت جہان پناہی باخبر ہیں۔

یوں تو حضرت بندگانعالی کا درد مند دل اپنے حدود سلطنت میں بسنے والے ہر انسان کا دکھ محسوس فرماتا ہے لیکن امراء و ارکین سلطنت کے یہاں جب کوئی حادثہ پیش آتا ہے تو ذات شاہانہ حد درجہ ملول ہوجاتی ہے اور اس خانوادہ شاہی کی روایات قدیم کے خلاف شرع اسلامی کے لحاظ سے میت میں شرکت سے بھی تامل نہیں فرمایا جاتا اور قدم دو قدم نہیں بلکہ میلوں پیدل چلے جاتے ہیں۔ پسماندگاں کی تشفی جس انتہائی ہمدردی سے کیجاتی ہے، اس سے انکے آنسو خشک ہوجاتے ہیں، دل قابو میں آجاتا ہے۔ اور یاس دور ہوجاتی ہے، اسی طرح شادی کے موقعوں پر بھی اہل شادی کی مسرت و شادمانی کو دوبالا فرما دیا جاتا ہے، یہ ہیں آپ کے امیر المسلمین کے اخلاق، جن پر جتنا بھی ناز کیا جائے کم ہے۔

مذہبی رواداری کے اعتبار سے خسرو دکن کا مرتبہ اسقدر بلند ہے کہ عہد حاضر میں اسکی مثال دنیا کا کوئی حکمران خاندان پیش نہیں کرسکتا، عیسائی ہوں یا مسلمان، ہندو ہوں یا پارسی سب کو یکساں نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور سب کی حاجتیں پوری کیجاتی ہیں مادیہمہ اپنے عقائد کی یہ پابندی ہے کہ مجلس عزا میں حسین مظلوم کی صف ماتم میں محزون و مغموم نظر آتے ہیں اور محفل میلاد میں اپنے پیغمبر برحق کی ولادت باسعادت کی خوشیاں منانے میں سب سے پیش پیش ہوتے ہیں، مساجد میں نماز کیلئے سربسجدہ ہوکر اس طرح اپنی عبودیت کا اظہار فرماتے ہیں کہ بادشاہ تو ایک طرف کوئی ادنیٰ بندہ بھی طاعت کا حق اس طرح ادا نہ کرسکیگا۔

انسانی ہمدردی کا یہ عالم ہے کہ عفو و کرم کے بحر مواج کے سامنے عتاب و خطاب کی ناتواں لہریں ہمیشہ سسکتی نظر آتی ہیں، ملازمین اور خدام کی بے راہ روی پر ہلکا سا عتاب بھی ہوتا ہے لیکن صرف انکی اصلاح اور احتیاط کے جذبات کو چونکانے کے لئے تخریب یا تباہی کا خیال ضمیر منیر میں کبھی آتا ہی نہیں،

غرض حضور اقدس و اعلیٰ کا خالص اسلامی شعار ناخوشی کے بعد عفو کے بہانے ڈھونڈھتا ہے، کسی اور بادشاہ کی سیرت بھی ایسی نظر آتی ہے جس میں طنطنہ خسروی کے ساتھ ایسا فقر و استغنا بھی ہو، جس میں دبدبہ سلطانی کے دوش بدوش یہ اخلاق وانکسار بھی ہو، جس میں باوجود تخت شاہی پر جلوہ افروز ہونے کے انسانیت کا اس درجہ احترام بھی ہو، دنیا مامون کی عالمانہ شخصیت کا تذکرہ کرتی ہے، کاش وہ دیکھ سکے کہ خسرو دکن کی عالی سیرت علم و عقل کے کس مرتبہ پر فائز ہے، زمانہ اکبر کی رواداری و بلوغ کا گیت گاتا ہے کاش اسے معلوم ہو کہ عہد حاضر میں اکبر کے جانشین کی صفات کس بلند نقطے پر قائم ہیں۔

میں تو یہ کہونگا اور ببانگ دہل کہونگا کہ عہد گذشتہ کے تمام بادشاہوں کے فضائل اعلیحضرت میر عثمان علیخان خسرو دکن کی ذات گرامی میں جمع کر دیئے گئے ہیں، میرے دوستو! سنو اور کان لگا کر سنو کہ تمہارا بادشاہ تمہارا بادشاہ ہی نہیں رحم و کرم کا مجسمہ اور اخلاق و ہمدردی کا پیکر بھی، علم و فضل کی دیوی اس کے آستانے کو بوسہ دیتی ہے، اور میدان سیاست میں اس کی یکہ تازی بڑے بڑے حریفوں کے حواسوں میں ابتری پیدا کر دیتی ہے، وہ اگر نثر میں بیہقی دوران ہے تو نظم میں عرفی و نظیری کا ہمسر یہی، بلکہ ان کے لئے بھی قابل رشک نفس امارہ کی گرفت سے آزاد، اور عشق فانی کی فضولیوں سے دور، مذہبیات کے مجتہد اور رواداری کے بادشاہ ہیں۔ کیا پوچھنا اس دولت ابد مدت کا اور کیا کہنا اس خوش نصیب ملک کا جس کو ایسا حکمران نصیب ہو، اب آؤ اور میرے ساتھ اپنے بادشاہ کی عمر و اقبال کی دعا کے لئے ہاتھ اٹھاؤ اور اپنے بادشاہ کی مبارک زندگی کی تقلید سے اپنے افعال و کردار کی اصلاح کرو۔ اس سے تم زندگی کا مقصد حاصل کر سکو گے اور اپنے اطوار کا ایک نہ مٹنے والا نقش صفحہ کائنات پر چھوڑ سکو گے۔

(بقیہ مضمون)

انسداد خرافات صفحہ نمبر (۱۰۷)

(۱۳) پہلے حیدرآباد میں مرغ بازی، بٹیر بازی، بلبل بازی وغیرہ کا عوام کو اس قدر شوق تھا کہ ہمہ وقت یہ لوگ جانوروں کو لڑا کر حسب استطاعت بڑی بڑی شرطیں باندھی جاتی تھیں اور اسمیں زیادہ تر فارغ البال طبقہ ہی مشغول تھا۔ حضرت اقدس و اعلیٰ نے اپنے عہد میں باتباع اس حدیث شریف کے جانوروں کو وحشی بنا کر دو عالم صلعم نے جانوروں کو لڑانے سے منع فرمایا ہے قطعاً ممانعت فرمادی۔ (۱۴) قمار خانوں کی مسدودی (۱۵) شوارع عام پر گداگری کی ممانعت (۱۶) ہر قسم کے مغویات اسرافات، مسکرات پر جب ضرورت بندش و موانعتی انتظامات کئے گئے تاکہ عیاری کی اخلاقی پستی دور ہو جائے۔ ان ضروری انتظامات و نگرانی کا بدیہی نتیجہ ہے کہ اب اہل حیدرآباد تہذیب و شائستگی کا قابل فخر نمونہ ہیں (۱۷) شرعی احکام کی حمایت یعنی خلاف شرع نارواں رسوم و دیگر خرافات کی ممانعت۔ (۱۸) ذی وجاہت خاندانوں کے نوجوان افراد کے نازیبا افعال کی فہمائش، مبارک معقول اصلاح یعنی ان کے اطوار و تعیش پر نگرانی۔ (۱۹) اوراق متبرکہ کی حرمت کا معقول انتظام کیا گیا۔ (۲۰) قبور کی حرمت کا علیحدہ انتظام کیا گیا۔ قبرستانوں کی حصار بندی کیجا کر بے حرمتی سے محفوظ کیا گیا۔ ....

نقشہ ممالک محروسہ سرکار عالی
شمال
ضلع جلگاؤن
ضلع اکولہ
ضلع چاندہ
ضلع گوداوری
ضلع کرشنا
ضلع گنٹور
ضلع کرنول
ضلع بلاری
شرح | علامات
مستقر ضلع
مستقر تعلقہ
ندی نالہ دریا
ریلوے لین
حدود تعلقہ
ضلع

نقشہ صوبہ برار علاقہ حضور نظام سرکار عالی
شمال
شرح
علامات
مشہور مقامات
سڑک
ریلوے اسٹیشن
ندی و دریا
مشہور مقامات
حدود تعلقہ
ضلع
ضلع تبیول
ضلع نیمار
ضلع پربھنی
ضلع ناندیڑ
ضلع عادل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بلحاظ تقسیم

تعلقات و اضلاع و صوبہ جات حیدرآباد دکن

نام صوبہ	نام ضلع	نام تعلقات	تعداد تعلقہ جات
اورنگ آباد	اورنگ آباد	اورنگ آباد۔ انبڑ۔ بھوکردن۔ گنگاپور۔ جالنہ۔ کنڑ۔ ویجاپور۔ پیٹن۔ خلد آباد ✱ سلوڑ ✱	۱۰
	بیڑ	بیڑ۔ مومن آباد۔ آشٹی۔ گیورائی۔ منجلے گاؤں۔ پاٹودہ ✱	۶
	پربھنی	پربھنی۔ بسمت۔ ہنگولی۔ جینتور۔ کلمنوری۔ پاتھری۔ پالم ✱	۷
	ناندیڑ	ناندیڑ۔ بلولی۔ دیگلور۔ حدگاؤں۔ قندھار۔ مدھول	۶
گلبرگہ	گلبرگہ	گلبرگہ۔ چنچولی۔ کوڑنگل۔ سیڑم۔ یادگیر۔ اندولہ ✱ شاہ پور ✱ شوراپور ✱	۸
	رائچور	رائچور۔ عالم پور۔ دیودرگ۔ کشتگی۔ لنگسگور۔ مانوی۔ سندھنور۔ گنگاوتی	۸
	عثمان آباد	عثمان آباد ✱ کلم ✱ پرینڈہ ✱ تلجاپور۔ لاتور	۵
	بیدر	بیدر۔ نیلنگہ۔ احمد پور۔ اودگیر۔ جنواڑہ ✱	۵
ورنگل	ورنگل	ورنگل۔ کھمم۔ محبوب آباد۔ مدھرہ۔ پاکھال۔ بالونچہ۔ ملگ۔ یلندو	۸
	نظام آباد	نظام آباد۔ آرمور۔ کاماریڈی۔ بلاریڈی۔ بودھن	۵
	کریم نگر	کریم نگر۔ جگتیال۔ حضور آباد۔ مہادیوپور۔ پرکال۔ سرسلہ۔ عثمان نگر (سلطان آباد)	۷
	عادل آباد	عادل آباد۔ چنور۔ آصف آباد۔ لکشٹی پیٹھ۔ کنوٹ۔ نرمل۔ راجورہ۔ سرپور۔ اڈمنور۔ تھو	۱۰
میدک	میدک	میدک۔ اندول۔ کلبگور۔ سدی پیٹھ	۴
	محبوب نگر	محبوب نگر۔ ناگر کرنول۔ اُمرآباد۔ کلواکرتی۔ مکتھل۔ پرگی	۶
	نلگنڈہ	نلگنڈہ۔ بھونگیر۔ جنگاؤں۔ دیورکنڈہ۔ حضور نگر۔ مریال گوڑہ۔ سوریاپیٹھ	۷
	باغات	باغات	۱
جملہ ۴	۱۶		۱۰۳

نوٹ

جن تعلقات کے آگے پھول کا نشان ہے وہ علاقے صرف خاص مبارک کے ہیں

مرتبہ محمد فاضل

سلطنت آصفیہ کے مختصر جغرافیائی حالات

ارضی وملکی عظمت سلطنت آصفیہ ہندوستان کی سب سے بڑی دیسی اور اسلامی ریاست ہے اس کا رقبہ انگلستان اور اسکاٹلینڈ دونوں کے مجموعی رقبہ سے بھی زیادہ ہے اس سرزمین کی سطح سمندر سے ساڑھے بارہ ہزار فٹ بلند ہے اس کا اکثر علاقہ ایک سطح مرتفع اور میدانی حصہ پر مشتمل ہے۔

رقبہ وحدود سلطنت آصفیہ کا رقبہ بحالت موجودہ تقریباً (۸۲۶۹۸) مربع میل ہے اور اس کے حدود یہ ہیں شمال میں صوبۂ متوسط اور برار جنوب میں صوبۂ مدراس مغرب میں بمبئی اور مشرق میں صوبۂ متوسط اور مدراس ہے۔

دریا شمالی سرحد سے لگا ہوا ایک دریا بہتا ہے جس کو گوداوری کہتے ہیں اور اس کو ہندو گنگا کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں جنوبی سرحد کے برابر دریائے کرشنا بہتا ہے یہ دونوں دریا اپنے معاونوں کے ساتھ جو سرزمین دکن میں بہتے اور علاقہ سرکار آصفیہ کو سیراب کرتے ہیں یہ صوبۂ مدراس میں سے ہوتے ہوئے خلیج بنگالہ میں جا گرتے ہیں۔ گوداوری کا منبع علاقہ ناسک اور کرشنا کا مغربی گھاٹ میں ہے۔ ان کے علاوہ اور چھوٹی چھوٹی ندیاں بھی ہیں۔

پہاڑ پہاڑ اور پہاڑیاں بھی بہت ہیں ان میں بالاگھاٹ جو ضلع ناندیڑ پربھنی وغیرہ میں پھیلا ہوا ہے اور شیادری پربت جو عادل آباد سے ہوتا ہوا آجنٹہ تک پہنچتا ہے اور جالنہ کی پہاڑیاں قابل ذکر ہیں پہاڑوں کی اونچائی ڈھائی ہزار فیٹ سے ساڑھے تین ہزار فیٹ تک ہے۔

تالاب اس ریاست میں سترہ سو تالاب ہیں جو ندیوں نالوں کو روک کر بنائے گئے ہیں۔ جن کا پانی آبپاشی اور آبرسانی کے کام میں لایا جاتا ہے اور ان میں بڑے تالاب یہ ہیں۔ پاکھال۔ رامپا۔ لکنوارام۔ حسین ساگر۔ میر عالم۔ عثمان ساگر۔ حمایت ساگر اور نظام ساگر۔ نظام ساگر سب سے بڑا تالاب ہے۔

نہریں ملک دکن میں چار بڑی نہریں ہیں (۱) محبوب نہر (۲) آصف نہر (۳) گنگا وتی نہر (۴) پرمل نہر ان کا مجموعی طول تقریباً ایک سو دس میل سے زیادہ ہے کئی اور نہریں اس وقت زیر تعمیر ہیں یہ تمام نہریں بھی زراعت اور آبپاشی کے کام میں لائی جاتی ہیں۔

ذرائع حمل و نقل راستے اور ریلیں ریلیں:۔ ریاست حیدرآباد میں سڑکوں اور ریلوں کا ایک جال بچھا ہوا ہے اس وقت ریلوے لائنیں جن پر آمد و رفت حمل و نقل ہوتی ہے ان کا طول علاوہ زیر تعمیر ریلوں کے

تیرہ سو[۱۳] میل سے زیادہ ہے۔ جو ریلیں ریاست میں دوڑتی ہیں
دو قسم کی ہیں۔ چھوٹی پٹڑی اور بڑی پٹڑی جو حسب ذیل ہیں
جی آئی پی ریلوے۔ نظام گیارنٹیڈ ریلوے۔
گوداوری ریلوے بلہارشاہ گدک پورنا ہنگولی لائین یم
ایس یم بارسی لائٹ ڈور بکل وغیرہ۔ ان کے علاوہ وقار آباد تا
بیدر ریلوے لائین اور پرلی لائین وغیرہ بھی ہیں۔

سڑکیں۔ یہاں سڑکیں ریاست کے ہر گوشہ اور کونہ میں بنائی گئی ہیں جن کا طول تین ہزار میل سے بھی زیادہ ہے جن پر موٹریں مسافروں کو لئے ہوئے دوڑتی پھرتی ہیں۔ ہر شخص ریاست کے مختلف حصوں میں بذریعہ موٹر یا ریل بہ آسانی سفر کر سکتا ہے اور ہر قسم کا آرام میسر ہے۔

جنگلات اور سینریز ریاست میں جنگلات کے رقبہ کی مجموعی تعداد نو ہزار تین سو اکسٹھ مربع میل ہے بڑے بڑے جنگل اضلاع عادل آباد کریم نگر محبوب نگر نظام آباد میں ہیں۔ ان جنگلوں سے زیادہ تر ساگوان بیجا سال سیشم وغیرہ کا چوبینہ نکلتا ہے۔

ریاست میں خوشنما پرفضا مقامات بھی ہیں جو عمدہ سے عمدہ سینری پیش کرتے ہیں۔ خاص کر عادل آباد کے سین اور اورنگ آباد میں اجنٹہ اور ایلورا کے قریب کے دلفریب نظارے لاثانی اور بے نظیر ہیں۔

ملک کی قدرتی تقسیم اور زبان و مذاہب قدرتی طور پر ملک دو حصوں پر منقسم ہے مرہٹواڑی اور تلنگانہ اس کے علاوہ جنوب کا کچھ حصہ کرناٹک کے نام سے موسوم ہے۔ تلنگانہ میں تلنگی اور مرہٹواڑی میں مرہٹی کرناٹک میں کنڑی بولی جاتی ہے۔ مگر عام طور پر تمام ریاست میں اردو زبان بولی جاتی ہے۔ شہر میں تو عموماً اردو ہی کا زیادہ رواج ہے، اور حکومت کی دفتری زبان بھی یہی ہے۔

ریاست حیدر آباد میں ہر قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں مرہٹے تلنگے اور کنڑے تو ہیں ہی ان کے علاوہ سکھ عرب پٹھان ہندو مسلمان عیسائی پارسی وغیرہ بھی رہتے بستے ہیں۔

زمین اور اس کی اقسام تلنگانہ کی زمینات ویسی زرخیز نہیں ہیں جیسی کہ مرہٹواڑی کی۔ علاقہ مرہٹواڑی کی زمین کالی اور ریگڑ کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں زراعت بارش کے پانی ہی سے ہوتی ہے یہاں تالاب وغیرہ بہت کم ہیں مگر تلنگانہ میں جس کا اکثر حصہ پہاڑی پتھریلا اور بنجر ہے۔ تالابوں کنٹوں نہروں کے ذریعہ اس کو قابل کاشت بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور قسم کی زمین بھی ہے جس کا شمار مرہٹواڑی میں ہی ہوتا ہے وہ سرخ زمین ہے۔

موسم اور آب و ہوا سال کے زیادہ حصہ میں یہاں کی آب و ہوا خوشگوار اور معتدل رہتی ہے اور تین موسم ہیں سرما گرما اور بارش (۱) موسم بارش ماہ امرداد سے ختم ماہ آبان تک
(۲) سرما۔ ماہ آذر سے ختم ماہ اسفندار تک (۳) گرما۔ ماہ فروردی سے ختم ماہ تیر تک ہر موسم خوشگوار رہتا ہے ریاست میں گرمی کا اوسط (۸۱) ڈگری اور بارش کا اوسط (۳۳) انچ ہے۔

بقیہ حصہ مضمون صفحہ نمبر ۳۶ پر ملاحظہ ہو

مرتبہ محمد فاضل

فرمانروایان آصفیہ سلطنت

نشان سلسلہ	نام فرمانروا	تاریخ ولادت	تاریخ جلوس	تاریخ معزولی	تاریخ وفات	مدت عمر			مدت حکومت		
						سال	ماہ	یوم	سال	ماہ	یوم
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
۱	نواب میر قمر الدین خاں فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک آصفجاہ اول مغفرت مآب	۱۴ ربیع الاول ۱۰۸۲ھ	۱۱۳۷ھ ۱۷۲۴ء	۰	۴ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ ۱۷۴۸ء	۷۹	۲	۱۰	۲۴	۰	۰
۲	نواب میر احمد خاں ناصر جنگ نظام الدولہ شہید خلف دوم	۱۸ محرم ۱۱۲۴ھ	۹ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ ۱۷۴۸ء	۰	۱۷ محرم ۱۱۶۴ھ ۱۷۵۰ء	۳۹	۱۱	۲۹	۲	۷	۸
۳	نواب ہدایت محی الدین خاں مظفر جنگ		۱۷ محرم ۱۱۶۴ھ ۱۷۵۰ء	۰	۱۷ ربیع الاول ۱۱۶۵ھ ۱۷۵۱ء	۰	۰	۰	۰	۲	۰
۴	نواب سید محمد خاں صلابت جنگ آصف الدولہ امیر الممالک خلف سوم	۱۱۳۰ھ	۲ ربیع الاول ۱۱۶۵ھ	۱۴ ذی الحجہ ۱۱۷۵ھ	۲۰ ربیع الثانی ۱۱۷۶ھ ۱۷۶۱ء	۴۷	۰	۰	۱۱	۸	۲۶
۵	نواب نظام علیخاں اسد جنگ نظام الدولہ نظام الملک آصفجاہ ثانی غفران مآب	یکم شوال ۱۱۴۶ھ	۱۴ ذی الحجہ ۱۱۷۵ھ ۱۷۶۱ء	۰	۱۷ ربیع الثانی ۱۲۱۸ھ ۱۸۰۳ء	۷۱	۶	۱۶	۴۲	۴	۳
۶	نواب میر اکبر علیخاں فولاد جنگ اسد الدولہ آصف الملک سکندر جاہ آصفجاہ ثالث	یکم رجب ۱۱۸۲ھ	۲۲ ربیع الثانی ۱۲۱۸ھ ۱۸۰۳ء	۰	۱۷ ذی الحجہ ۱۲۴۴ھ ۱۸۲۹ء	۶۲	۴	۱۶	۲۶	۶	۲۵
۷	نواب میر فرخندہ علیخاں ناصر جنگ ناصر الدولہ مظفر الممالک نظام الملک آصفجاہ رابع مغفرت منزل	۱۴ رمضان ۱۲۰۸ھ	۲ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ ۱۸۲۹ء	۰	۲۲ رمضان ۱۲۷۳ھ ۱۸۵۷ء	۶۴	۱۱	۲۸	۲۸	۱۰	۲
۰	آصف جاہ رابع غفران منزل			۰		۰	۰	۰	۰	۰	۰
۸	نواب میر تہنیت علیخاں افضل الدولہ نظام الملک آصفجاہ خامس مغفرت مکان	۲۰ ربیع الاول ۱۲۴۳ھ	۲۴ رمضان ۱۲۷۳ھ ۱۸۵۷ء	۰	۱۳ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ ۱۸۶۸ء	۴۲	۷	۱۳	۱۲	۱	۹
۹	نواب میر محبوب علیخاں آصفجاہ سادس غفران مکاں	۵ ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ	۱۳ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ ۱۸۶۸ء	۰	۴ رمضان ۱۳۲۹ھ ۱۹۱۱ء	۴۵	۴	۲۸	۴۳	۹	۲۲
۱۰	اعلیحضرت قدر قدرت نواب میر عثمان علیخاں بہادر آصفجاہ سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ	۳۰ جمادی الثانی ۱۳۰۳ھ	۶ رمضان ۱۳۲۹ھ ۱۹۱۱ء								

(ماخوذ از بستان آصفیہ و دیگر تواریخ دکن)

مرتبہ محمد فاضل

شجرہ خاندان آصفیہ

از جناب مولوی حکیم شفا صاحب معتمد انجمن مجددیہ (حیدرآباد)

تاریخ عرب قبل بعثت حضرت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں عربوں نے دنیا کی بھر کی ملکی، تمدنی، معاشرتی، معاملات میں اپنے آپ کو بام عروج پر پہونچایا تھا۔ وہاں علم الانساب کو بڑی ترقی دی تھی عرب اپنے حسب نسب کے معاملہ میں نہایت محتاط تھے۔ نسب نامہ کی حفاظت کا طریقہ جب تک کہ طریقہ نوشت وخواند رائج نہ ہوا یہ تھا کہ یہ سلسلہ حفظ کیا جاتا تھا بعد میں جب پڑھنے لکھنے کا رواج ہوا۔ اُس زمانے میں عرب میں ہر قبیلہ کا ایک گروہ رہتا تھا۔ جو "نساب" کے نام سے موسوم تھا جس کا کام صرف یہی تھا کہ اپنے قبیلہ کا نسب نامہ زبانی محفوظ رکھے۔ یہ طریقہ عربوں میں ترقی کرتے کرتے ایک مستقل فن بن گیا جس کو فن انساب کہتے ہیں۔ ابتک اس فن میں عربوں نے کثیر تصانیف مرتب کی ہیں عرب اپنے پالتو جانوروں یعنے اونٹ۔ گھوڑے وغیرہ کا نسب نامہ تک محفوظ رکھا کرتے تھے۔ اس کی مثال کسی دیگر قوم اور ملک میں پائی نہیں جاتی یہی وجہ تھی کہ شعراء عرب شرفاء قبائل عرب کے حسب ونسب پر فخریہ اشعار اور قصائد لکھا کرتے تھے۔ ملک عرب میں بڑے بڑے شرفا۔ فضلا۔ علماء اور سرداران قبائل گذرے ہیں جن میں سے مشہور سردار عرب "حضرت عبدالمناف" کی اولاد سے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ آپ کے مشہور جاں نثار۔ جاں نثار۔ با رفتار اور سب سے پہلے جانشین حضرت امیرالمومنین سیدنا ابوصدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ کی اولاد سے اعلحضرت خلداللہ ملکہ وسلطنتہ ہیں

خاندان آصفیہ کا شجرہ بھی ایک عرصہ سے تاریخ کے اوراق میں محفوظ چلا آرہا ہے۔ جوں جوں عرصہ گذرتا جارہا ہے قلمی بیاضوں سے نقولات ہوکر مختلف مطبوعات میں شجرہ آصفیہ شایع ہوتا ہے اور مخطوطہ اور مطبوعہ تاریخ میں کچھ نہ کچھ اختلاف ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کی صحت کی جانب میں ایک عرصہ سے متوجہ تھا۔ اور حسب ذیل مطبوعات اور مخطوطات کو پیش نظر رکھکر نہایت محنت شاقہ برداشت کرکے اس مبارک شجرہ کو الحمدللہ اس "دور مسعود" میں مکمل کیا گیا ہے۔ توقع ہے کہ آیندہ تاریخ عہد آصفیہ پر کام کرنے والوں کو بہ اعتبار شجرہ زیادہ دقتیں محسوس نہ ہونگی۔

ماخذ

(۱) شجرہ آصفیہ کے ابتدائی حصہ کی تصحیح "تذکرہ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی" مؤلفہ شاہ حسن میاں پھلواری سے کی گئی شاہ صاحب نے بحوالہ کتب متذکرہ ذیل سے "حضرت شیخ" کے شجرہ کی تصحیح فرمائی ہے۔ مراۃ الجنان (مولفہ امام یافعیؒ) بہجۃ الاسرار (علامہ شطنوفی) کتاب الانساب (امام سمعانیؒ) نفحات الانس (حضرت جامیؒ) تاریخ البغداد (ابن النجارؒ) طبقات الکبریٰ (امام تاج الدین سبکیؒ) لطائف اشرفی اور ابن خلکانؒ وغیرہ۔

(۲) "التنبیہ والاشراف" تصنیف علی بن حسن مسعودی (مطبوعہ جامعہ عثمانیہ ۱۳۴۵ھ)

(۳) "مرات الاخبار" مصنفہ منشی فیض اللہ چشتی سن تصنیف ۱۲۴۴ھ عہد آصفیہ کی تاریخ ہے جو ابتدائے عہد سے نواب ناصرالدولہ بہادر کے عہد پر ختم ہوتی ہے۔ مصنف نے جو کچھ لکھا ہے بہت سلیقہ اور جامعیت کے ساتھ لکھا ہے کتاب کمیاب ہے (مخطوطہ دفتر دیوانی ومال وملکی سرکار عالی)

مرتبہ مسعود فاضل
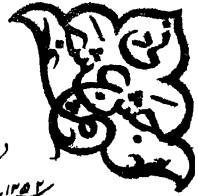
(۴) "سیر سند مع گلگشت دکن" مصنفہ منشی غلام قادر صاحب مدری
(ضلع بیدر) ۱۳۴۴ھ مخطوطہ دفتر دیوانی و مال و ملکی و خطابات سرکار عالی

(۵) "شجرۂ آصفیہ" تصنیف الحاج نواب بدر الدین خاں بہادر تمیز معظم الدولہ امیر پائیگاہ
۱۲۵۲ھ مخطوطہ دفتر دیوانی و مال و ملکی و مواہیر سرکار عالی۔

(۶) "ماثر الامراء" تصنیف صمصام الدولہ شاہ نواز خاں بہادر دیوان دکن (مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال

(۷) "تاریخ خورشید جاہی" مولفہ غلام امام خاں مطبوعہ ۱۲۵۴ھ

(۸) "تاریخ دکن" مصنفہ ڈپٹی نصر اللہ خاں مطبوعہ ۱۲۸۵ھ

(۹) "تاریخ ریاست حیدرآباد" مولفہ نجم الغنی مطبوعہ ۱۹۳۰ء۔

(۱۰) "تاریخ دکن" مولفہ اختر یار جنگ بہادر مطبوعہ ۱۳۴۸ھ۔

(۱۱) "تذکرۂ اولیاء" مولفہ عبدالجبار صاحب ملکاپوری

(۱۲) "شجرۂ اعظم جاہ آصفیہ عکسی" مرتبہ مولوی میر لطف علی صاحب عارف ابوالعلائی

(۱۳) "قاموس الاعلام" از حکیم شمس اللہ صاحب قادری۔

(۱۴) "اخبار رہبر دکن" مورخہ ۲۲ رجادی الثانی ۱۳۵۳ھ مضمون مولوی ابوالخیر خیر اللہ صاحب وکیل ورنگل۔

(۱۵) "اخبار صبح دکن" سالگرہ نمبر بابتہ ۱۳۵۴ھ شجرۂ آصفیہ مرتبہ حکیم مولوی شمس اللہ صاحب قادری مورخ "تاریخ دکن"

(۱۶) "باغ چار چمن" مصنفہ مولانا عباس مطبوعہ ۱۲۹۰ف (کتب خانہ دفتر دیوانی و مال و ملکی وغیرہ سرکار عالی۔

(۱۷) "سوانح نظام علی خاں بہادر" مصنفہ مولوی سراج الدین صاحب طالب۔

(۱۸) "بستان آصفیہ حصہ اول" مصنفہ جناب مانک راؤ وٹھل راؤ صاحب جاگیردار۔

(۱۹) "مختلف شجرہ خاندان عالیہ نقشبندی وسہروردیہ وغیرہ۔

(۲۰) "گلزار اولیاء" مولفہ حضرت حاجی ابوالحسنات سید عبداللہ صاحب نقشبندی۔

(۲۱) "جواہر مجددیہ" مصنفہ مولوی خواجہ احمد حسین خاں صاحب مجددی۔

نوٹ۔ ملاحظہ ہو شجرہ بر صفحہ آیندہ

بقیہ حصہ مضمون صفحہ نمبر ۳۵

معدنیات

سرزمین حیدرآباد میں کئی قسم کی معدنیات ہیں۔ سونا۔ چاندی۔ ہیرا۔ ابرق۔ لوہا۔ تانبا۔ کوئلہ۔ اور مختلف قسم کی دھاتوں سے زمین قدرتی طور پر زرخیز ہے۔ جس کا تفصیلی اظہار بجائے خود ایک علحدہ باب کی حاجت رکھتا ہے۔

پہاڑی سلسلے

پہاڑی سلسلے کثرت سے ہیں۔ اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں و پہاڑ بیشمار۔ اکثر ان میں سے قدرتی طور پر ایسے واقع ہیں۔ جو دلفریب منظر پیش کرتے ہیں ماہران اراضی و معدنیات نے اس بارے میں سرزمین حیدرآباد سے متعلق بارہا زریں خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ استعجاب کیساتھ یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ حیدرآباد۔

قدرت آباد ہے

شجرۂ خاندان آصفیہ

حصہ اوّل

مرہ

کلاب	(۱)	تیم
قصی	(۲)	سعد
عبدالمناف	(۳)	کعب
ہاشم	(۴)	عمر
عبدالمطلب	(۵)	عامر
عبداللہ	(۶)	عثمان
حضرت رسول اکرم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم	(۷)	حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ

سلسلۂ جدّی

(۱) حضرت امیرالمومنین خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲ حضرت محمد بن ابوبکر صدیق رح
۳ " ابوالقاسم رح
۴ " عبدالرحمٰن مکی رح
۵ " عبداللہ النفر رح
۶ " محمد قاسم رح
۷ " نصیرالدین النفر رح
۸ " قاسم (علی مکی) رح
۹ " حسین رح
۱۰ " سعد رح
۱۱ " عبداللہ بعویہ رح
۱۲ " محمد عبدالرزاق رح
۱۳ " عبداللہ بغدادی رح
۱۴ " محمد الکبری السہروردی رح
۱۵ " شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رح
۱۶ " ابوالحفص محمد رح
۱۷ " قطب الاقطاب برہان الدین رح
۱۸ حضرت شیخ علاء الدین رح
۱۹ " شیخ تاج الدین رح
۲۰ " شیخ فتح اللہ رح
۲۱ " شیخ نجیب اللہ رح
۲۲ " شیخ فتح اللہ ثانی رح
۲۳ " شیخ جاوید ملقب سرمست رح
۲۴ " شیخ فتح اللہ شیخ ثانی رح
۲۵ " شیخ جاوید شاہ ثانی رح
۲۶ " شیخ محمد ویس رح
۲۷ " شیخ محمد مومن رح
۲۸ " شیخ محمد عالم شیخ رح
۲۹ " خواجہ عزیزان سمرقندی رح
۳۰ " شیخ خواجہ میر اسمعیل ملک العلما عالم العلماء رح
۳۱ " نواب الحاج خواجہ میر عابد قلیچ خان بہادر
۳۲ " غازی الدین خاں فیروز جنگ بہادر
۳۳ " قمرالدین خان آصف جاہ اول نوراللہ مرقدہٗ
۳۴ " میر نظام علیخان آصف جاہ ثانی "
۳۵ " سکندر جاہ آصف جاہ ثالث "
۳۶ " ناصرالدولہ آصف جاہ رابع "
۳۷ " افضل الدولہ بہادر آصفجاہ خامس "
۳۸ " نواب میر محبوب علیخان آصفجاہ سادس "
۳۹ نواب میر عثمان علیخان بہادر آصفجاہ سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

سلسلۂ بیعت وخلافت

(۱) حضرت امیرالمومنین خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
۳ " خواجہ قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رح
۴ " سیدنا امام جعفر صادق رح
۵ " خواجہ بایزید بسطامی "
۶ " خواجہ ابوالحسن خرقانی "
۷ " ابوالقاسم گرگانی "
۸ " ابوعلی فارمدی "
۹ " ابویوسف ہمدانی "
۱۰ " عبدالخالق غجدوانی "
۱۱ " خواجہ عارف ایوگیری "
۱۲ " خواجہ محمود الخیر فغنوری "
۱۳ " خواجہ علی رامتنی "
۱۴ " خواجہ بابا سماسی "
۱۵ " خواجہ امیر سید کلال "
۱۶ " خواجہ خواجگان خواجہ بہاالدین نقشبندی "
۱۷ " خواجہ علاالدین عطار "
۱۸ " خواجہ یعقوب چرخی "
۱۹ " سید عبیداللہ احرار "
۲۰ " ملا محمد قاضی "
۲۱ " خواجہ دہ بیدی "
۲۲ " خواجہ کلاں جویباری "
۲۳ " خواجہ کلاہ دہ بیدی "
۲۴ حضرت خواجہ ہاشم دہ بیدی رح
۲۵ " خواجہ سنگیں دہ بیدی "
۲۶ " خواجہ سید محترم "
۲۷ " خواجہ شیخ کلیم اللہ "
۲۸ " خواجہ شیخ نظام الدین "
۲۹ " خواجہ میر شہاب الدین "
۳۰ " خواجہ عزیزان ثانی نقشبندی "
۳۱ " خواجہ محمد ثانی "حضرت الشان" "
۳۲ " خواجہ امان نگہبان "
۳۳ " خواجہ مکی عزیزان نقشبندی "
سلہ " خواجہ امین بابا کلاں مکی "
نواب الحاج خواجہ عابد قلیچ خاں شہید " خلیفہ و سجادہ نشین)

(ختم شریف مسمیٰ بہ خواجگان)
حضرت نظام الملک آصفجاہ اول نوراللہ مرقدہٗ نے اپنی بیاض خاص میں اس ختم شریف مسمیٰ بہ خواجگان کے ورد کے نسبت خاص ہدایت فرمائی ہے اور خود بھی ضرور پڑھا کرتے تھے وسلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت لیا کرتے تھے۔

"سبحان اللہ"

سلہ۔ خواجہ امین بابا کلاں مکی نوراللہ مرقدہٗ نے ۱۱۲۶ھ ہجری میں بمقام حرمین الشریفین نواب خواجہ عابد قلیچ خان بہادر کو بیعت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

آصف سابع
یادگار سلور جوبلی
۴۰
شجرہ خاندان آصفیہ
حصہ دوم
نواب الحاج میر خواجہ عابد قلیچ خان بہادر شہید
نواب میر غازی الدین خان فیروز جنگ بہادر
خدیجہ بیگم
فاطمہ بیگم
دلیر جنگ
عمدۃ الملک
بیدائش ۱۴ ربیع الثانی ۱۰۸۲ھ
نواب میر قمر الدین خان نظام الملک آصف جاہ اول
وفات ۴ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ
۱۷۲۴ء
۱۷۴۸ء
ہمایوں جاہ
شجاع الملک بسالت جنگ
نواب نظام علیخاں آصف جاہ ثانی
۱۷۶۱ تا ۱۸۰۳ء
امیر الممالک آصف الدولہ صلابت جنگ
۱۷۵۱ تا ۱۷۶۱
نظام الدولہ ناصر جنگ
۱۷۴۸ تا ۱۷۵۰ء
مظفر جنگ
۱۷۵۰ تا ۱۷۵۱ء
نواب عالیجاہ
نواب سکندر جاہ آصف جاہ ثالث
۱۸۰۳ تا ۱۸۲۹
فریدوں جاہ
اکبر جاہ
جمشید جاہ
جہاندار جاہ
سلیمان جاہ
کیوان جاہ
نواب ناصر الدولہ آصفجاہ رابع
۱۸۲۹ تا ۱۸۵۷ء
صمصام الدولہ صمصام الملک
مبارز الدولہ مبارز الملک
منور الدولہ منور الملک
ذو الفقار الدولہ
قطب الدولہ
قمر الدولہ
مظفر الدولہ
نواب افضل الدولہ آصف جاہ خامس
۱۸۵۷ تا ۱۸۶۹ء
روشن الدولہ
نواب میر محبوب علی خان غفران مکان آصف جاہ سادس
۱۸۶۸ تا ۱۹۱۱ء
اعلیٰحضرت میر عثمان علیخان بہادر آصفجاہ سابع
(سن جلوس ۱۹۱۱ء)
میر احمد محی الدین خان صلابت جاہ بہادر
میر محمد محی الدین خان نواب بسالت جاہ بہادر
گل و گلزار آصفجاہ این است
مرتبہ محمد فاضل

حضرت آصفجاہ اول کے آب و جد

از مولوی ابو المحاسن محمد محسن خاں صاحب متین

(۱) خواجہ میر عابد قلیچ خاں بہادر

سلطنت آصفیہ کا آغاز، یوں تو ۱۷۲۴ء سے ہوتا ہے اور اس کے بانی حضرت نواب میر قمر الدین خاں بہادر نظام الملک فتح جنگ آصفجاہ اول ہیں لیکن خانوادۂ آصفی کے اوّلین رکن، خواجہ میر عابد قلیچ خاں بہادر ان اشخاص میں سے ہیں جنھوں نے سرزمین دکن میں قدم رکھا اور دکن ہی کی سرزمین میں مدفون ہوئے۔

خواجہ میر عابد، حضرت آصف جاہ اول کے جد بزرگوار ہیں۔ ان کا نسبی سلسلہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی تک پہنچتا ہے۔ خواجہ میر عابد کا وطن مالوف سمرقند تھا۔ ان کے والد ماجد خواجہ میر اسمٰعیل سمرقند کے اعاظم رجال میں سے تھے۔ شاہ توران کے دربار سے انہیں عالم العلماء کا خطاب مرحمت ہوا تھا۔ تحصیل علوم سے فارغ ہونے کے بعد بخارا تشریف لے گئے اور وہاں اولاً منصب قضاء پر فائز ہوئے پھر ترقی کر کے شیخ الاسلام کے واجب الاحترام عہدہ پر ممتاز ہوئے۔ جب وہ بخارا سے بہ قصد حج بیت اللہ وارد ہندوستان ہوئے تو شاہ جہاں نے ان کی تعظیم و تکریم کی۔ اور خلعت خاص سے سرفراز فرما کر چھ ہزار روپیہ نقد مرحمت کئے پھر اس کے بعد شاہزادہ اورنگ زیب کا مصاحب مقرر فرمایا۔ خواجہ میر عابد کو اوّلاً اورنگ زیب ہی کی ہمراہی میں دکن جانے کا اتفاق ہوا۔

جب شاہ جہاں کے بیٹوں میں ولی عہدی کی نسبت نزاع ہوئی اور اورنگ زیب نے ان کا استیصال کر کے باپ کو قید کر لیا اور تخت سلطنت پر قابض ہو گیا تو اس نے خواجہ میر عابد کو خطاب خانی اور اضافہ منصب سے سرفراز فرمایا اور ۱۶۵۸ء میں صدر الصدور کے جلیل القدر عہدہ پر بجائے شیخ میرک مامور فرمایا۔ اس کے چھ سال بعد صوبہ داری اجمیر پر عطائے خلعت و فیل کے ساتھ تقرر ہوا۔ ۱۶۶۶ء میں ملتان کی صوبہ داری پر ساربلند خاں کے بجائے مقرر کئے گئے۔

جب اورنگ زیب بیجاپور کی تسخیر کے لئے کوچ کر رہا تھا تو خواجہ میر عابد خاں بھی اس کے ہمرکاب تھے۔ بیجاپور پہنچنے کے بعد اورنگ زیب نے ان کو کمان و ترکش سرفراز فرمایا اور شہر پناہ کے محاصرے میں ایک مورچے پر مقرر ہوئے۔ اس کے بعد بادشاہ کے دل پر کچھ ملال آ گیا تھا اسی وجہ سے ۱۶۶۷ء میں ملتان کی صوبہ داری سے معزول کئے گئے اور دہلی آ کر بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوئے اس کے بعد حاجیوں کے

قافلہ سالار مقرر ہوکر راہی مکہ مکرمہ ہوئے۔ وہ ابھی حج سے واپس ہی ہوئے تھے کہ ۱۰۸۱ء میں قلیچ خاں کے معزز خطاب سے سرفراز فرمائے گئے۔ وہلی پہنچ کر باریابی کا شرف حاصل فرمایا اور تھوڑے ہی دن کے بعد شاہزادہ محمد اکبر کے تعاقب میں جسکو اودے پور کے راجہ نے بہکا کر باپ سے باغی کردیا تھا روانہ کئے گئے لیکن اس مہم سے شاہزادہ محمد معظم کی بغیر اجازت کسی مذہبی بحث کی بنا پر رنجیدہ ہوکر واپس چلے آئے۔ اُدہر محمد اکبر بھاگ کر ایران چلا گیا۔ اس واقعہ سے اورنگ زیب کو ملال ہوا لیکن چار مہینے کے بعد صدرالصدور کے جلیل القدر عہدہ پر مقرر کئے گئے۔

۱۰۹۱ء میں شاہزادہ محمد معظم کی ہمراہی میں میر عابد قلیچ خاں دکن کی مہم پر روانہ ہوئے۔ اس وقت ان کو خلعت خاص اور اسپ ونقارہ کے اعزاز بھی مرحمت ہوئے۔ ۱۰۹۳ء میں ظفر آباد بیدر کی صوبہ داری پر مقرر کئے گئے۔

گولکنڈہ کے محاصرہ ۱۶۸۵ء میں اورنگ زیب کی ہمراہی میں خواجہ میر عابد قلیچ خاں بہادر سپہ سالار کی حیثیت سے شریک تھے۔ بادشاہ کے حکم سے دیوار قلعہ کے باہر جو بھیڑ پڑی تھی اسے منتشر کر رہے تھے کہ اچانک زنبورک کا ایک گولہ اُن کے دائیں شانہ کے جوڑ پر پڑا ہاتھ اڑ گیا مگر اس کاری زخم پر بھی انکی ثابت قدمی دیکھو کہ وہ گھوڑے پر سوار اپنے خیمہ میں واپس آکر زخم میں ٹانکے دلوائے مگر تین ہی دن میں اس دارفانی سے عالم جاودانی کو سدھارے۔ عطاپور میں جو گولکنڈہ کے عقب میں حیدرآباد سے تین کوس کے فاصلہ پر شمال و مغرب کی طرف واقع ہے، سپرد خاک کئے گئے۔

میر عابد قلیچ خاں کی عجب جامع شخصیت تھی۔ اُن کو مبدء فیاض نے جوہر قلم اور جوہر سیف دونوں مرحمت فرمائے تھے۔ اگر ایک طرف انھوں نے شیخ الاسلامی اور صدرالصدوری کی خدمات کو خوبی کے ساتھ انجام دیا ہے تو دوسری طرف میدان کارزار میں صف آراء ہوکر وہ جوہر شجاعت دکھائے ہیں کہ آج تک تاریخ کے صفحات ان کے زریں کارناموں سے درخشاں نظر آتے ہیں۔ افسوس کہ ہم ایسے شجاعانِ روزگار کے عزم و استقلال کے نمونوں کو جو ہمارے لئے سبق آموز ہیں بھول گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج احساس پستی ہمارے دل میں اس قدر جاگزین ہوگیا ہے کہ میدانِ ترقی میں ایک قدم بھی آگے رکھنا ہمارے لئے بار معلوم ہوتا ہے۔

(۲)
نواب غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ

خانوادۂ آصفی کے دوسرے رکن، میر شہاب الدین المخاطب بہ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ ان نامور ہستیوں میں سے ہیں جنھوں نے گولکنڈہ کی فتح میں جان توڑ کوششیں کیں اور عالمگیر اعظم اور بہادر شاہ اوّل کے عہد حکومت میں مناصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔ میر شہاب الدین حضرت آصف جاہ اول کے پدر نامدار ہیں۔ انکی ولادت توران میں ہوئی اور تعلیم و تربیت بھی انھوں نے وہیں پائی۔ انکی والدۂ ماجدہ سادات سے تھیں۔

خواجہ میر عابد قلیچ خاں بہادر نے انھیں توران میں ہی چھوڑ دیا تھا۔ میر شہاب الدین اپنے والد بزرگوار کی طلبی پر ۱۰۸۹ء میں وارد ہندوستان ہوئے۔

دربار عالمگیری میں ملازمت اختیار کی ایک میناکاری ڈھال جسکو وہ سمرقند سے اپنے ہمراہ لائے تھے۔ دربار شاہی میں بطور نذر گزرانی۔
پہلے پہل میر شہاب الدین جس کام پر مقرر کئے گئے وہ عالمگیری دربار کے ایک امیر حسن علی خاں کی خبر کا دریافت کرنا تھا جو راناے اودے پور کے تعاقب میں جنگلوں اور پہاڑوں میں گم ہوگئے تھے۔ آدھی رات میں میر شہاب الدین کو حکم دیا گیا۔ ملک بیگانہ راہوں سے ناآشنا اور قدم قدم پر دشمن کا خطرہ ہونے کے باوجود انھوں نے کوہستان کی منزلوں اور بھیر کی راہوں سے گزرتے ہوئے دو ہی دن میں حسن علی خاں کا پتہ لگالیا اور ان کی عرضداشت لیکر اورنگ زیب کے حضور میں آپہنچے اور اس خدمت کے صلہ میں پادشاہ نے ان کے منصب میں اضافہ کیا اور خطاب خانی و فیل و کمان و ترکش مرحمت ہوا۔
مذکورۂ بالا مہم کے بعد راٹھوروں کی اس جماعت کی سرکوبی کے لئے روانہ کئے گئے جو شاہزادہ محمد اکبر کی امداد کی بنا پر بادشاہ سے منحرف ہوگئی تھی۔ باغی شہزادہ نے میرک خاں کو بھیجکر اس امر کی کوشش کی کہ میر شہاب الدین خاں بہادر بادشاہ سے انحراف کرکے اس کے جانب دار ہوجائیں اور اس کے صلہ میں بہت کچھ انعام و اکرام دینے اور جاہ و عزت کو بڑھانے کی ترغیب دی۔ مگر وہ دو ہی روز میں ساٹھ کوس زمین طے کرکے میرک خاں کو ہمراہ لئے ہوئے بارگاہ عالمگیری میں حاضر ہوئے۔ اور اس مہم کے من و عن واقعات بادشاہ کے گوش گزار کردئے۔ عالمگیر نے انکی اس وفاشعاری کی بہت تحسین و آفریں کی اور داروغگی عرض مکرر کے عہدے سے سرفراز فرمایا۔
۱۶۸۱ء میں جبیر کے سرکشوں کی گوشمالی کے لئے میر شہاب الدین خاں مقرر ہوئے۔ قلعۂ رام سیج کا مالک ایک نہایت کارآزمودہ مرہٹہ تھا جس کا سر کرنا آسان کام نہ تھا اس لئے اس مہم میں میر شہاب الدین خاں کو ناکامی ہوئی تو دربار عالمگیری سے خان جہاں کو روانہ کیا گیا مگر حملہ مکرر میں میر شہاب الدین خاں نے مرہٹوں کے زیر کرنے کے لئے ایسی جانبازی و مردانگی دکھائی کہ قلعہ فتح ہوگیا جس کے صلہ میں ۱۶۸۲ء میں غازی الدینخاں کا خطاب سرفراز ہوا۔
۱۶۸۳ء میں نواب غازی الدین خاں بہادر قلعہ راہیر کی فتح کے لئے جو سنبھا مرہٹہ کا جائے پناہ تھا مقرر کئے گئے۔ انھوں نے محاصرہ کرنے سے پہلے اس گڑھی کے اطراف کی باڑی کو آگ لگادی۔ پھر بہت سے مرہٹوں کو قتل کرکے قلعہ مذکور کو فتح کرلیا اس کا سابا کے صلہ میں نوبت و نقارہ اور خطاب "فیروز جنگ" سے مفتخر کئے گئے۔
بیجاپور کے محاصرہ میں جب شاہزادہ محمد اعظم کی فوج کمی رسد کے باعث بھوکوں مر رہی تھی اور سپاہیوں اور گھوڑوں کے جسم بہت لاغر و ناتوان ہوگئے تو اس صورت میں مجبوراً محاصرہ سے دست بردار ہونا پڑ رہا تھا۔ فوج کی اس ابتر حالت کی خبر اورنگ زیب کو ہوئی۔ اس نے فوراً فیروز جنگ بہادر کو ماہی مراتب سے سرفراز کرکے انتظام رسد کے لئے مقرر کیا۔ فیروز جنگ بہادر نے حکمت عملی سے بنجاروں کو فراہم کرکے رسد مہیا کرلی۔ اور راہی بیجاپور ہوئے اس موقع پر پاریا نائک زمیندار نے بھی محصورین کی امداد کے لئے چھ ہزار پیادہ فوج کے ساتھ رسد روانہ کی تھی اثنائے راہ میں غازی الدین بہادر نے اس پر حملہ کرکے سب رسد چھین لی اور مخالفین کو شکست دی اور اس کثیر سامان رسد کو بھی لئے ہوئے جب پرگنہ اندی کے قریب پہونچے تو بیجاپور کے ان سرداروں سے مڈبھیڑ ہوئی جو اطراف و جوانب کے زمینداروں کے ساتھ شاہزادہ محمد اعظم کو گھیرے ہوئے تھے۔

مرتبہ محمد فاضل
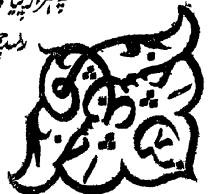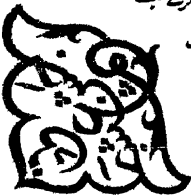
اس جنگ میں فیروز جنگ اور ان کے برادر مجاہد خاں بہادر نے وہ داد شجاعت دی کہ دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے اور بجز فرار کے انکے لئے کوئی بچاؤ کی صورت نہ تھی۔ آخر کار صحیح و سالم تمام مال غنیمت اور سامان رسد لئے ہوئے شاہزادہ محمد اعظم کے لشکر میں داخل ہوئے شاہزادے کی مسرت کی کوئی حد نہ رہی اور وہ اُٹھکر غازی الدین خاں بہادر کو اپنے سینہ سے لگالیا اور اپنا ملبوس خاص مرحمت فرمایا۔ اورنگ زیب کو خبر پہونچی تو اس نے بھی فیروز جنگ کے مراتب اور اعزاز میں اضافہ کیا اور یہ دعا دی کہ "جس طرح فیروز جنگ نے تیموری خاندان کی عزت بچائی ہے خدا اُسے اور اس کی اولاد کو بھی تا قیامت باآبرو رکھے"! اس مسرت میں بادشاہ نے انکو "فرزند ارجمند" کا خطاب مرحمت کیا اور وقایع نگار کو یہ حکم دیا کہ بیجاپور کی فتح کو فیروز جنگ کے نام لکھے اور اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ خود واقع اپنے قلم سے سیاہے میں یہ فقرہ درج کردیا کہ "قلعہ بیجاپور بہ دستیاری فرزند بے ریو زنگ غازی الدین بہادر فیروز جنگ مفتوح شد" اس کارنمایاں کے بعد فیروز جنگ بہادر نے قلعہ اودگیر (فیروزگڑھ) کو فتح کیا۔ اس کے بعد گولکنڈہ کی فتح میں بھی بہت نمایاں حصہ لیا۔ انگریز حکومت گولکنڈہ کو مدراس کا سالانہ خراج ادا کرتے تھے۔ لیکن جب ابوالحسن تاناشاہ نے گولکنڈہ کے محاصرۂ ۱۶۸۵ء میں انگریزوں کو اپنی رعایا جانکر اُن سے کمک چاہی تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم تمھاری رعایا رہنا نہیں چاہتے اور اسی معرکہ میں خان فیروز جنگ اپنے والد ماجد کی طرح سے سخت زخمی ہوئے بادشاہ نے خود انہیں لکھا کہ "میں خود تمھاری مزاج پرسی کو آتا مگر تمھیں زخمی دیکھکر مجھے تاب نہ رہے گی اسلئے میری طرف سے سعادت خاں مزاج پرسی کے لئے آتے ہیں" اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کے دل میں فیروز جنگ کی کتنی وقعت اور محبت تھی گولکنڈہ کے فتح ہونے پر انہیں ہفت ہزاری منصب مرحمت ہوا۔

گولکنڈہ کی فتح کے بعد نواب فیروز جنگ نے ادھونی کے قلعہ کو فتح کیا قلعہ مذکور حکومت بیجاپور کی جانب سے سیدی مسعود کے سپرد تھا۔ قلعہ کی نسبت یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ نہایت مستحکم ہے فیروز جنگ ہی کی سعی سے مع مفصلات کے اورنگ زیب کی سلطنت میں شامل ہوا۔

۱۶۹۵ء میں سنتھا مرہٹہ کی سرکوبی کے لئے فیروز جنگ بہادر روانہ کئے گئے۔ اورنگ زیب نے اسکی شرارتوں سے تنگ آکر اس کا نام سنتھا شیطان ہتیار رکھا تھا۔ اتفاق سے ایک مرہٹہ اس کا سر کاٹ کر اسکے ایک دشمن کے پاس لے جا رہا تھا۔ راہ میں فیروز جنگ کے لشکریوں نے اُس سے چھین لیا۔ فیروز جنگ نے اس سر کو خواجہ بابا تورانی کے ذریعہ اورنگ زیب کے حضور میں روانہ کیا۔ اورنگ زیب نے مسرور ہوکر خواجہ کو خوش خبر خاں کا خطاب مرحمت فرمایا۔ فیروز جنگ بہادر اس مہم میں مرض مہلک میں مبتلا ہوئے جو اس نواح میں پھیلا ہوا تھا۔ اس مرض میں انہیں شفا تو حاصل ہوئی مگر آنکھوں کی بصارت زایل ہوگئی حضوری دربار سے معذور رکھے گئے پھر بھی بڑی بڑی مہموں پر ان کا تقرر ہوتا رہا۔ نابینا ہونے کے بعد دیوگڑھ کی فتح اور اسلام پور کی محافظت پر مقرر ہوئے۔ ۱۷۰۱ء میں جب عالمگیر قلعہ کھیلنا کو فتح کرکے بہادر گڑھ کی طرف واپس ہوا تو فیروز جنگ بہادر کا لشکر نظر پڑا کیا دیکھتا ہے کہ چار کوس تک ڈیرے ہی ڈیرے لگے ہوئے ہیں۔ انکی فوج کیا بلحاظ سامان اور کیا باعتبار قواعد جنگ تمام امراء کی فوج سے بڑھی ہوئی ہے معائنہ کے بعد ان کا توپخانہ لے لیا اور اپنے فرزند بیدار بخت کو اس مضمون کا رقعہ لکھا کہ

تمہیں فیروز جنگ سے زیادہ آمدنی ہے۔ پھر بھی تمہاری فوج اُن کی فوج سے مقابلہ کوئی ہستی نہیں رکھتی تھوڑی سی آمدنی میں خان موصوف نے ضرورت سے زیادہ اپنی فوج کو بڑھایا ہے۔"

سنہ ۱۶۸۰ء میں فیروز جنگ بہادر پاریا نائک کی سرکوبی کے لئے روانہ کئے گئے جو واکن کھیڑ راجا اور بیڈر قوم سے تھا اُس نے اس موقعہ پر اطاعت قبول کر لی لیکن پھر دوسرے سال آمادۂ بغاوت ہوا اُس کے فرو کرنے کے لئے اورنگ زیب بہ نفس نفیس روانہ ہوا تھا۔

سب سے اہم مہم جس کو فیروز جنگ نے ۱۷۰۴ء میں سر کیا تھا یہ تھا سندھیا کی سرکوبی تھی۔ یہ جنگ مالوہ میں ہوئی۔ اور اس مرہٹہ سردار کو پوری شکست اٹھانی پڑی جس کے صلہ میں اورنگ زیب نے فیروز جنگ کو سپہ سالار کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ جب عالمگیر اس سرائے فانی سے کوچ کر گیا تو اس وقت فیروز جنگ بہادر ایلچ پور ہی میں تھے۔

اورنگ زیب کے انتقال کے بعد جب شاہزادہ محمد اعظم نے تاج شاہی سر پر رکھ لیا اور اپنے بھائی بہادر شاہ کے مقابلہ کا انتظام کرنے لگا تو اورنگ زیب کے ایک جہاندیدہ مشیر ذوالفقار خاں کی رائے کی بنا پر فیروز جنگ بہادر اور ان کے فرزند میر قمر الدین چین قلیچ خاں بہادر بمقام برہان پور شاہزادہ مذکور کے لشکر میں حاضر ہوئے مگر اس کے غرور اور بے توجہی کے باعث علانیہ طور پر اس سے علحدہ ہو کر اورنگ آباد چلے گئے۔ محمد اعظم کا فیروز جنگ کے ساتھ بے التفاتی سے پیش آنا تمام تورانی امراء کو ناگوار معلوم ہوا اس لئے وہ اس معرکہ میں شریک نہیں ہوئے نتیجہ یہ ہوا کہ اس جنگ میں شاہزادہ مارا گیا۔

جب بہادر شاہ تخت نشین ہوا تو اس نے ۱۷۰۸ء میں گجرات کی صوبہ داری پر فیروز جنگ بہادر کا تقرر فرمایا جہاں دو برس بعد انھوں نے اس دار ناپائدار کو چھوڑ کر عالم بقاء کا رخ کیا ان کا جنازہ دہلی لایا گیا اور اجمیری دروازہ کے پاس کی اپنی تعمیر کردہ جامعہ میں دفن کئے گئے۔

فیروز جنگ بہادر بڑے باوقار امیر تھے۔ وفاداری، دیانت اور خوش خلقی میں شہرۂ آفاق تھے۔ خدا نے انھیں فتح و کامرانی کے لئے پیدا کیا تھا۔ جس لڑائی پر روانہ کئے جاتے اس کو فتح ہی کر کے آتے۔ انتظام مملکت اور فوجی نظم و نسق میں غیر معمولی قابلیت کے انسان تھے اور اپنی خوبیوں کے اعتبار سے تمام امراء میں ان کے مقابل کا کوئی نہ تھا۔

فیروز جنگ بہادر کی شادی نواب عمدۃ الملک سعد اللہ خاں بہادر مدار المہام شاہجہانی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی جن کے بطن سے نواب میر قمر الدین خاں بہادر نظام الملک آصفجاہ اول پیدا ہوئے۔ فقط

آصف جاہ اول کی رواداری کا ایک بہترین نمونہ

مدراس۔ ایک اطلاع سے ظاہر ہے شیو مندر کی تحقیقات کے دوران میں جو دستاویزات کہ عدالت میں پیش ہوئے تھے اُن میں سے ایک دستاویز کے معائنہ سے اس امر کا ثبوت بہم پہونچا ہے کہ والیٔ دکن مغفرت مآب نظام الملک آصف جاہ اول نے دو ہزار ایکر اراضی کا بیش قیمت عطیہ اس مندر کو عطا فرمایا تھا۔

از پروفیسر مولوی محمد عبدالمجید صدیقی صاحب ایم اے۔ ال ال بی (عثمانیہ)

دکن عہد قدیم و وسطی میں

اور ملکوں کی طرح تاریخ دکن کے بھی تین دور ہیں۔ قدیم وسطی اور حالیہ اور ایسے بین ہیں کہ ایک نظر میں واضح ہو جاتے ہیں۔ دور قدیم قبل اسلامی زمانہ ہے یہ کچھ روشن ہے اور کچھ تاریک۔ سلطنت چالوکیہ کے قیام سے پہلے کا حصہ نہیں معلوم کب سے شروع ہوتا ہے تاریخ نہ ہونے سے اس زمانہ کا حال تاریکی میں پڑا ہوا ہے۔ چند دھندے نشانات کے سوا کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ سلطنت چالوکیہ چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں قائم ہوئی تھی۔ گو اسکی تاریخ بھی دھندلی ہے لیکن۔ اس کے بعض حکمراں ایسے جلیل القدر تھے کہ ان کے حالات تھوڑی سی کوشش سے روشنی میں آجاتے ہیں انکو زوال ہوا تو ایک نئے قبیلہ نے ان کی جگہ لی جو راشٹراکٹ کہلاتا ہے۔ اس قبیلہ نے بھی بہت کچھ آب وتاب کیساتھ حکومت کی اور بہت سے تمدنی ذخیرے چھوڑے۔ دو صدی کی حکومت کے بعد ان لوگوں نے بھی اپنا میدان چھوڑا اور چالوکیوں کے پچھلے خاندان نے پھر جنم لیا۔ یہ اور ان کے متفرق اجزا مسلمانوں کے آنے تک دکن میں مسلط رہے۔ جس زمانہ میں مسلمان دکن میں آئے ہیں چالوکیوں کی مجموعی سلطنت تو باقی نہ تھی بلکہ اسکی جگہ دولت آباد، ورنگل اور دوار سمدر کی تین راجدھانیاں قائم تھیں جو ایک دوسرے سے الگ تھیں۔

مسلمان تیرہویں صدی کے آخری عشرہ سے دکن میں آنے لگے اور یہیں سے دکن کا وسطی زمانہ شروع ہوتا ہے۔ ۱۳۴۵ء تک ابتدائی پچاس سال تو صرف توطن کے تھے۔ اُس زمانہ میں مسلمانوں کے کئی خاندان مختلف اوقات میں دکن میں

بس گئے اور دکن کے ماحول میں ایک نئی روح پھونک دی اور
جب ان کی تعداد کافی ہوگئی تو انہوں نے دہلی سے کنارہ کشی اختیار کرلی
اور دکن میں ایک اپنی جداگانہ سلطنت قائم کرلی جو سلطنت بہمنی کے نام سے موسوم
ہوئی۔ اس سلطنت نے دکن کی جسقدر عمرانی خدمت کی ہے اس کے اظہار کے لئے ایک مستقل مضمون
کی ضرورت ہے۔ یہاں اسقدر کہنا کافی ہے کہ اس سلطنت نے دکن کو دکن بنادیا اس کے کئی حکمراں ایسے ہیں جو اپنی
سیاسی اور تمدنی حیثیت میں دکن کے مشاہیر ہیں۔ انکو دنیا کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ دیکھنے کو تو یہ لوگ ہندوستان کے صرف ایک
خطہ کے حکمراں تھے لیکن ان کا عہد آخر میں اثر ہندوستان تو کیا ایران اور ترکستان پر بھی چھایا ہوا تھا جسطرح اس سلطنت کی تاسیس
خوش آیند تھی اس کا ٹوٹنا بھی دکن کیلئے بہت ہمت شکن تھا لیکن اسکے منتشر اجزا بیجاپور۔ احمد نگر۔ گولکنڈہ کی صورت میں تقریبًا دوسو
سال تک قایم رہے اور مقدور بھر پچھلی سلطنت کی روایت قائم رکھی اور دکن کی تمدنی خدمت کی۔ ان کے آثار قدیمہ اب بھی ان
سلطنتوں کی یاد تازہ کردیتے ہیں۔ یوں تو سولہویں صدی کے اواخر سے مغلوں کی یورشیں شروع ہوگئی تھیں لیکن سترہویں سے
مغلوں کا دکن میں اتنا سیلاب آنے لگا کہ بالاخر وہ ان سلطنتوں کو بہالے گیا۔ سترہویں صدی کے آخری عشرہ میں ان دکھنی سلطنتوں کا
بالکلیہ خاتمہ ہوگیا اور دکن کا سلطنت مغلیہ سے براہ راست الحاق ہوگیا۔ شہنشاہ اورنگ زیب کی زندگی تک تو یہ الحاق بہت امید افزا
معلوم ہوتا تھا لیکن شہنشاہ کے جانشین اس قابل نہ تھے کہ وہ اس عظیم الشان سلطنت کی طنابیں کھینچی رکھتے اس کے علاوہ دکن کی مرکز
گریز طاقتیں اپنا دامن چھڑانے لگیں۔ مرہٹوں نے اپنی طاقت سنبھالی اور سلطنت آصفیہ کے مقدس بانی حضرت مغفرت آب نظام الملک
آصفجاہ نے دکن میں خود مختاری حاصل کرلی اور سلطنت آصفیہ کی تاسیس ہوگئی۔

سلطنت آصفیہ کا آغاز

سلطنت آصفیہ کی تاسیس ایسے ماحول میں ہوئی تھی جو سیاسی اور تمدنی اعتبار سے منتشر تھا ۱۷۰۷ء عیسوی میں
شہنشاہ اورنگ زیب کا انتقال ہوا۔ شہنشاہ کا مرنا ہندوستان کی تمام ریاست کیلئے بہت مہلک ثابت ہوا
سلطنت اتنی پھیلی ہوئی تھی کہ اسکی سنبھال کیلئے اورنگ زیب جیسی شخصیتوں کی ضرورت تھی جو پھر نہیں پیدا ہوئیں۔ اس کے علاوہ ہندوستان
کے طول و عرض میں نئی نئی طاقتیں پیدا ہورہی تھیں انکی روک تھام اورنگ زیب کے کمزور جانشینوں کے بس کی بات نہ تھی۔ دس
پندرہ سال کی مدت میں سلطنت کے حصے بخرے ہونے لگے۔ خود شمالی ہند میں کئی عملداریاں ہونے لگیں چہ جائیکہ دکن جو مرکزی
حکومت سے بہت دور تھا یہاں سب سے زیادہ پریشان کن طاقت مرہٹوں کی تھی۔ خود شہنشاہ کو اس طاقت نے ستایا اور برسوں
تک پریشان رکھا۔ شہنشاہ کے جانشینوں کی غفلت اور ان کے ارباب سیاست کی خود غرضی نے انتظام سلطنت
میں خرابی پیدا کردی مرہٹہ پیشواؤں کی حکومت تمام دکن پر چھانے لگی اور حضرت مغفرت آب
نظام الملک آصفجاہ اپنی عملداری قایم نہ کرتے تو دکن میں سوائے مرہٹوں کے اور کچھ نہ
ہوتا۔ اورنگ زیب کے تسلط سے پہلے ہی یہاں مرہٹوں کا جال پھیلا
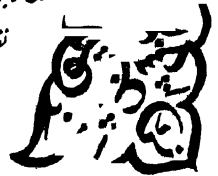
ہوا تھا۔ بیجا پور اور گولکنڈہ کی نیم جان سلطنتیں ان کے دام میں تھیں
اگر اورنگ زیب کا تسلط نہ ہوتا تب بھی بیجا پور اور گولکنڈہ کی سلطنتیں
آہستہ آہستہ مرہٹہ عملداری میں آجاتیں۔ اسطرح اورنگ زیب کا تسلط نہ صرف
دکن کے اسلامی تمدن کیلئے مفید ثابت ہوا بلکہ آیندہ سلطنت آصفیہ کی تاسیس کے لئے راستہ
صاف ہوگیا۔ حضرت مغفرت مآب نے دکن کو الگ کرکے شہنشاہ اورنگ زیب کے منصوبہ کی تکمیل کردی اور اسلامی تمدن
کی بڑی حد تک حفاظت کی۔

نظام الملک کے آبا و اجداد سمرقند کے رہنے والے تھے جو ترکستان کا مشہور مقام ہے یہ بہت ہی معزز اور مفتخر خاندان تھا جس کے افراد ترکستان کے بڑے عہدوں پر فائز تھے ترکستان کی قضا انہیں کے ہاتھ میں تھی۔ نظام الملک کے دادا خواجہ میر عابد اس وقت ہندوستان آئے تھے جب کہ اورنگ زیب کی فوجیں جنگ برادرانہ کے لئے دکن سے شمال جارہی تھیں اور اس کے چند روز کے بعد خواجہ میر عابد کے بیٹے شہاب الدین خاں بھی ہندوستان آگئے اور مستقل ملازمت اختیار کرلی۔ اورنگ زیب ان دونوں باپ بیٹوں کی علمی قابلیت اور پاکیزہ زندگی سے بہت متاثر تھے اور ان کے خاندانی اعزاز کے مطابق ان کو ترقی کرنے کا موقعہ دیا۔ خواجہ میر عابد کو مذہبی صدارت کی خدمت پر فائز کیا گیا۔ دکن کی تمام مہمات میں جو اورنگ زیب کے عہد میں ہوئی ہیں یہ دونوں باپ بیٹے برابر کے شریک تھے۔ یوں تو تمام مرہٹہ لڑائیاں قابل ذکر ہیں لیکن بیجا پور اور گولکنڈہ کا محاصرہ اور ان کی تسخیر خاص طور پر خواجہ میر عابد اور شہاب الدین کے نام سے وابستہ ہے۔ بیجا پور کے محاصرہ میں شہاب الدین خاں نے بڑے آڑے وقت رسد پہنچائی تھی جبکہ سارا کام اسی رسد پر منحصر تھا ورنہ شاہزادہ اعظم کی تمام فوج ہلاک ہوجاتی اور مغل سلطنت بہت رسوا ہوتی۔ نہ صرف شاہزادہ اعظم بلکہ خود شہنشاہ نے اسکی دل کھول کے داد دی شہنشاہ نے تو اس خدمت کے صلہ میں شہاب الدین خاں کو خلوص دل سے ان الفاظ میں دعا دی تھی "چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ از ترددِ خان فیروز جنگ شرم اولاد تیمور نگاہ داشت آبروئے اولاد او تا روز قیامت خدا نگاہ دارد" یہ دعا اب تک اس خاندان کے شامل حال ہے۔ خواجہ میر عابد گولکنڈہ کے محاصرہ میں کام آئے اور یہیں سرزمین دکن میں اس وقت مدفون ہوئے تھے جبکہ سلطنت آصفیہ کا سان وگمان نہ تھا لیکن قدرت نے خواجہ میر عابد کو سرزمین دکن میں مدفون کرکے سلطنت آصفیہ کا قبل از وقت علم نصب کو دیا تھا۔ شہاب الدین خاں اورنگ زیب کے انتقال کے بعد بھی زندہ رہے اور برار و گجرات کی صوبہ داری کی و اس طریقہ سے اورنگ زیب کا تمام عہد حکومت ان دو شخصیتوں کے کارناموں سے پر ہے اور عجیب اتفاق ہے کہ ان لوگوں کی اکثر خدمات دکن کیلئے وقف تھیں گویا یہ ترکستان سے دکن کیلئے آئے تھے۔

حضرت مغفرت مآب نواب نظام الملک آصفجاہ اول کا عہد حکومت

نظام الملک کا نام قمر الدین خاں تھا۔ یہ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ان کے باپ شہاب الدین خاں جنکا اوپر ذکر ہوا ٹھیٹ ترکمان تھے لیکن ان کی ماں ہندوستانی یعنے سعد اللہ خاں کی بیٹی تھیں۔ یہ بھی اتفاق کی بات ہے کہ نظام الملک کی تمام تر تعلیم و تربیت دکن کے ماحول میں ہوئی تھی کیونکہ شہنشاہ اورنگ زیب ۱۶۸۲ء سے مرہٹوں کے مقابلہ کیلئے دکن آگئے تھے اور ان کے ساتھ خواجہ عابد اور شہاب الدین خاں بھی دکن میں تھے اس لئے نظام الملک بھی یہیں رہے اور بچپن سے ان کو دکن سے ہی سابقہ پڑا۔ چونکہ یہ دکن کے

فرمانروا ہونے والے تھے اس لئے قدرت نے ان کی تمام تر نشو و نما دکن میں کی تھی تاکہ یہاں کے پورے ماحول سے یہ واقف ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ جب نظام الملک نے واقعی دکن کی عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی ہے اسوقت یہ دکن کی جغرافی اور سیاسی فضا سے اور یہاں کی مختلف قومیتوں سے اس قدر واقف تھے کہ گویا یہ خاندانی دیکھی تھے دکن کی بہت سی لڑائیاں ان کی آنکھوں کے سامنے ہوئی تہیں۔ اکثر ارباب سیاست جو دکن میں متعین تھے ان کے جان پہچان اور دیکھے بہالے تھے اور ان لوگوں کے ذریعہ نظام الملک کو معلومات کا بہت کچھ ذخیرہ فراہم ہوگیا تھا اور یہ سن شعور کو پہنچتے ہی کام پر لگادئے گئے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ شہنشاہ نے نوعمری میں ان کو منصب اور سوار عطا کئے تھے۔ جو اس عمر میں کسی مغل امیر کو نہیں ملتے تھے اس کا باعث کچھہ تو انکی ذاتی قابلیت اور کچھہ ان کے باپ دادا کی زرین خدمات تہیں جنکو سلطنت کبھی فراموش نہیں کرسکتی تھی اور بعد کو خطاب چین قلیج خاں ملگیا۔ اورنگ زیب کے انتقال کے وقت یہ بیجاپور کے گورنر تھے۔ فرخ سیر کے عہد میں ان کو نظام الملک کا خطاب ملا اور دکن کے گورنر بنائے گئے۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں جب کہ مرہٹوں کا چوطرف سے غلبہ ہو رہا تھا نظام الملک کا دکن میں رہنا بہت کچھہ قرین مصلحت تھا کیونکہ اس وقت یہی تنہا مرہٹوں کی طاقت کا جواب دیسکتے تھے۔ لیکن سادات بارہہ کی تنگ نظری اور خود غرضی نے تمام کام خراب کیا۔ سادات بارہہ اس ترکمان خاندان کے دشمن ہوگئے کیونکہ ان لوگوں کی ترقی سادات کیلئے مضر تھی۔ نظام الملک کو دکن میں آئے ہوئے مشکل سے دو سال ہوے ہونگے کہ ان کو یہاں سے معزول کردیا گیا اور حسین علیخاں خود دکن کا گورنر ہوگیا۔ یہ ۱۷۱۵ء کا واقعہ تھا جب کہ نظام الملک دکن سے شمال آگئے۔ یہاں یہ بہت دنوں تک خاموش رہے۔ کچھہ دنوں کے لئے ان کو مراد آباد کی گورنری دی گئی۔ لیکن تمام سیاسی حالات سادات بارہہ کے ہاتھہ میں تھے اور نظام الملک کو آگے بڑہنے کا کوئی موقعہ نہ تھا۔ سادات اسقدر چھاگئے تھے کہ تختِ دہلی ان کے ہاتھہ میں تھا جسکو چاہتے تخت نشین کرتے۔ فرخ سیر کو قتل کردیا رفیع الدولہ اور رفیع الدرجات کو تخت نشین کردیا اور جب یہ مرگئے تو ۱۷۲۰ء میں روشن اختر محمد شاہ کو تخت نشین کردیا۔ محمد شاہ کی تخت نشینی ہونا کچھہ زیادہ امید افزا نہ تھا کیونکہ یہ بھی دوسروں کیطرح غافل آدمی تھے۔ ان کی ماں کبھی کبھی ان کو خواب غفلت سے چونکاتی تھی اور نظام الملک اور ان کا وفادار خاندان شہنشاہ کی تائید کے لئے تیار تہا۔ حسین علی خاں اور قطب الملک بھی اس راز سے واقف تھے کہ ترکمان کس طرح تخت دہلی کے ہوا خواہ اور سادات کے دشمن ہیں۔ اس خطرہ کو دور کرنے کے لئے نظام الملک کو مرکزی حکومت سے دور رکھنا ضروری سمجھا گیا۔ پہلے ان کو پٹنہ کی گورنری پیش کی گئی لیکن نظام الملک بہت بیدار مغز آدمی تھے وہ سمجھتے تھے کہ پٹنہ ان کے لئے مفید مطلب نہ ہوگا اس لئے پٹنہ جانے سے انکار کردیا اس انکار کے بعد ان کو مالوہ جانے کے لئے کہا گیا مالوہ جنوب میں پڑتا تھا اور یہاں سے دکن جانے کے لئے راستہ صاف تہا اس لئے نظام الملک نے اس کو خوشی سے قبول کرلیا۔ اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ مالوہ چلے گئے لیکن شرط یہ تھی کہ ان کو وہاں سے معزول نہ کیا جائے مگر چند روز کے بعد ہی سادات نے محسوس کیا کہ نظام الملک کو مالوہ بہیجنا بڑی غلطی تھی کیونکہ اس طریقہ سے ان کو دکن کا راستہ دیدیا گیا۔ افسوس کرنا لاحاصل تہا۔ تاہم انہوں نے نظام الملک کو معزول کرنے کے لئے احکام بہیجدئے۔ لیکن نظام الملک نے دکن کا راستہ اختیار کرلیا۔ پہلے برہانپور اور قلعہ اسیر گڈہ میں مستحکم ہوگئے اور شمال کی فوج کو شکست دیدی جو دلاور علیخاں کے تحت آئی تھی۔ اس کے بعد

دکن کیطرف پیشقدمی کی۔ بالاپور میں عالم علی خاں نے مزاحمت کی تو
اسکا ڈٹ کے مقابلہ کیا اور اورنگ آباد پر قابض ہو گئے۔ اس طریقہ سے
نظام الملک نے سادات بارہہ کے تمام منصوبے خاک میں ملا دئے۔ حسین علی خاں نے
شہنشاہ کو ساتھ لیکر دکن پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن ابھی فوج راستہ میں ہی تھی کہ سازش کرکے
حسین علی خاں کو مار دیا گیا اور اس میں بھی نظام الملک کے اہل خاندان کا ہاتھ تھا۔ انہوں نے شاہی تخت و تاج کے
ساتھ انتہائی وفاداری کا ثبوت دیا۔

سنہ ۱۷۲۱ء میں نظام الملک اورنگ آباد پہنچے تھے اور ان کی یہ تگ و دو سادات بارہہ کی مخالفت میں ہوئی تھی۔ اور اس نقل و حرکت سے شہنشاہ بہت خوش تھے۔ جب سادات بارہہ کا خاتمہ ہو گیا تو محمد شاہ ذی اختیار ہو گئے اور سلطنت کی سنبھال کرنے لگے۔ لیکن اس وقت مرکزی حکومت میں کوئی شخصیت ایسی نہ تھی جو امور سلطنت انجام دیسکتی تھی۔ ناچار سب کی نظر نظام الملک پر پڑھنے لگی جو اس زمانہ میں تنہا مدبر تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ اورنگ زیب کے انتقال کے بعد ہندوستان کا سیاسی مطلع ایسا صاف ہو گیا کہ اس وقت نظام الملک کے سوا کوئی مدبر نہیں تھا۔ یہ اکیلے آدمی تھے جو اورنگ زیب کے عہد کو دیکھتے ہوئے آئے تھے اور مغلوں کی سیاست دانی کو جانتے تھے۔ مرکزی حکومت کی تمام کمزوریوں کا یہی علاج کر سکتے تھے۔ چنانچہ یہ سنہ ۱۷۲۲ء میں دہلی بلائے گئے۔ آصفجاہ کا خطاب دیا گیا اور وزارت کی خدمت جلیلہ سے سرفراز کیا گیا۔ نظام الملک اس خدمت کو اپنا عین فرض سمجھتے تھے اس لئے وہ فوراً اپنے فرائض میں مصروف ہو گئے۔ آیندہ اصلاح نظم و نسق کا ایک بڑا پیشنامہ مرتب کر لیا۔ پیشنامہ نہایت غور و خوض کے ساتھ مرتب کیا گیا تھا اگر اسکی پابندی ہوتی تو مغل سلطنت ہمیشہ کیلئے نہیں تو کم از کم اور ایک صدی کیلئے مستحکم ہو جاتی لیکن محمد شاہ اور ان کا نااہل دربار اس کی قدر کرنے سے قاصر تھا کہ قدم قدم پر نہ صرف مخالفت ہوتی تھی بلکہ ہنسی اڑائی جاتی تھی۔ بیچارے نظام الملک بہت پریشان تھے۔ وہ کام کرنا چاہتے تھے اور اپنی وفاشعاری کا ثبوت دینا چاہتے تھے مگر یہاں معاملہ الٹا ہوتا تھا۔ اس عالم مجبوری اور مایوسی میں انہوں نے دو سال گذارے اور بالآخر مجبور ہو کر چپکے سے دکن کی راہ لی۔ یوں تو مراد آباد جانے کا بہانہ کیا تھا کیونکہ شہنشاہ جانے کی اجازت نہ دیتے۔ لیکن شہنشاہ نے اس حرکت کو بھی بغاوت پر محمول کیا اور مبارز خاں صوبہ دار اورنگ آباد کو لکھا کہ نظام الملک کی مزاحمت کریں۔ چنانچہ سنہ ۱۷۲۳ء میں سکر کھیڑہ کے مقام پر مبارز خاں اور نظام الملک میں گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں مبارز خاں کھیت رہا۔ نظام الملک سنہ ۱۷۲۴ء میں کامیاب فاتح کی حیثیت سے اورنگ آباد میں داخل ہو گئے اور یہی سلطنت آصفیہ کی تاسیس کی مبارک تاریخ ہے۔ اسی تاریخ سے سلطنت آصفیہ کی ابتدا ہوتی ہے۔

نظام الملک کی عدیم المثال وفاداری
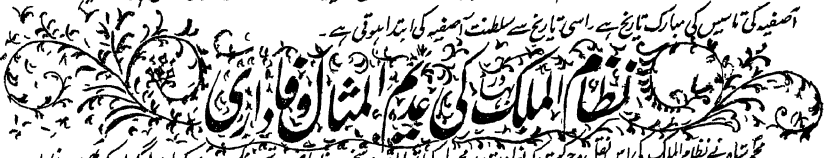
محمد شاہ نے نظام الملک کی اس نقل و حرکت کو بغاوت پر محمول کیا تھا اور وہ سخت ناراض تھے۔ ممکن ہے کہ اور لوگوں کو بھی یہ غلط فہمی ہو۔ لیکن پوست کندہ واقعات کو دیکھنے کے بعد صحیح حقیقت سامنے آجاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس نقل و حرکت سے بغاوت تو درکنار
نظام الملک نے مغل سلطنت اور ہندوستان کی سچی خدمت کی تھی مرکزی حالات سے واضح ہو گیا تھا کہ وہ روبراہ ہونے
والے نہ تھے اور وہاں نظام الملک بے بس تھے۔ ایسی صورت میں دکن کو مرہٹوں کے حرص و آز
کا شکار بنانا کہاں تک مناسب تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر نظام الملک دکن میں
خود مختار نہ ہوتے تو یہاں مرہٹوں کا تسلط یقینی تھا کیونکہ حسین علی خاں نے
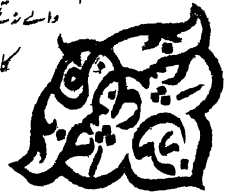
ان کو چوتھ اور سردیشمکھی کی سند لکھدی تھی اور قانوناً دکن ان کے ہاتھ میں تھا۔ نظام الملک کے خود مختار ہونے سے نہ صرف دکن کی حفاظت ہوگئی بلکہ مغل سلطنت کی صدہا روایتیں بچ گئیں جو آج بھی صاف نظر آتی ہیں اس کے علاوہ دکن کی تمدنی اور علمی بساط بھی ازسرنو بچھ گئی اور صدہا اہل علم و فن سلاطین آصفیہ کے اردگرد جمع ہونے لگے۔ کیونکہ تسخیر گولکنڈہ کے بعد سے علم و فن کی یہ شمع گل ہوگئی تھی۔ نیز یہ چیز بھی مدنظر رہنی چاہیئے کہ نظام الملک نے خودمختاری کا اعلان کبھی نہیں کیا تخت شاہی اور چتر نہیں استعمال کئے۔ مغلوں کا سکہ جوں کا توں رکھا۔ ان چیزوں کو وہ اپنی وفاداری کے خلاف سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ مغل سلطنت کی آئندہ ہر خدمت کے لئے تیار تھے شکرکھیڑہ کی جنگ کے بعد انہوں نے شہنشاہ کو نہایت وفادارانہ الفاظ میں مخاطب کیا تھا کہ میں حالت مجبوری میں دکن آیا ہوں کیونکہ شاہی دربار نے مجھ سے کوئی کام نہیں لیا اور وہاں میں اپنی وفاداری کا ثبوت نہیں دے سکتا تھا لیکن میں یہاں سے شہنشاہ اور مغل سلطنت کی ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ نظام الملک نے ان الفاظ کی پوری پابندی کی۔ جب ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ نے دہلی پر حملہ کیا تو شہنشاہ کے بلانے سے نظام الملک فوراً دہلی چلے گئے حالانکہ اس وقت وہ باجی راؤ پیشوا کے مقابلہ میں سخت لڑائی میں مصروف تھے اور اس میں ان کا بہت نقصان ہوا۔ مگر نادری حملہ کے مقابلہ میں شہنشاہ کی مدد بھی ضروری تھی جس طرح ان کے بس میں تھا ایرانی فوجوں کا مقابلہ کیا۔ عین قتل عام میں بھی نظام الملک کی تنہا شخصیت تھی جو جرارت کے ساتھ نادر شاہ سے شفاعت کی درخواست کرسکتی تھی۔ انتقال کے وقت بھی نظام الملک نے جو اپنی فطری وفاداری سے متاثر تھے۔ اپنے جانشین نواب ناصر جنگ کو جو وصیتیں فرمائی تھیں ان میں ایک وصیت اظہار وفاداری کی تھی کہ ان کے جانشین بھی تخت دہلی کے ساتھ وفادار رہیں۔ ان حالات میں نظام الملک کی نقل و حرکت کو بغاوت پر محمول کرنا بے معنی چیز ہوگی۔

نواب نظام الدولہ ناصر جنگ بہادر کا عہد حکومت

(سازش و قتل)

۱۷۴۸ء میں نظام الملک کا انتقال ہوا۔ چونکہ ان کے بڑے بیٹے غازی الدین خاں ثانی دہلی میں تھے اور وزارت پر فائز تھے اس لئے مغفرت مآب کی وصیت کے مطابق ناصر جنگ دکن میں ان کے جانشین ہوئے۔ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب ناصر جنگ اچھے سپاہی اور اچھے مدبر تھے اور دکن کے تمام سیاسی ماحول سے اچھی طرح واقف تھے اور ایسے خاص موقعہ پر جبکہ سلطنت حیدرآباد کو ہندوستانی اور غیر ہندوستانی مختلف طاقتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا یہی سلطنت کی کمان کرسکتے تھے۔ باہر کے دشمن تو تھے ہی لیکن خود گھر کے اندر ایسے دشمن تھے کہ ان کی بیخ کنی ضروری تھی۔ نظام الملک کے نواسے مظفر جنگ نے ایسی خودغرضی دکھائی کہ اس سے دکن کا سیاسی مطلع بحید غبار آلود ہوگیا۔ مظفر جنگ خود سلطنت حیدرآباد کے دعویدار ہوگئے اور اپنی طاقت بڑھانے کے لئے چنداصاحب اور ڈوپلے کو اپنے ساتھ شریک کرلیا۔ چنداصاحب کرناٹک کے پچھلے نواب کے خاندان سے تھا اور کرناٹک کی نوابی چاہتا تھا۔ ڈوپلے ہندوستان کی فرانسیسی عملداری کا رہنما تھا اور دکن کی سیاست اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا تھا۔ تین آدمیوں کا یہ

اتحاد پیچیدہ ضرور تھا لیکن ناصر جنگ کی فوجی طاقت اور سیاسی قابلیت
اس اتحاد کا پورا جواب دیسکتی تھی چنانچہ جب ناصر جنگ نے اپنی پوری
طاقت کیساتھ پانڈیچری پر یلغار کیا تو تمام متحدین کے چھکے چھوٹ گئے اور مظفر جنگ
گرفتار ہوگیا۔ ڈوپلے کے تمام منصوبے خاک میں مل رہے تھے۔ اس نے دیکھا کہ ناصر جنگ کے
مقابلہ میں اسکی تلوار بیکار ہے تو سازش کے ذریعہ نواب کا خاتمہ کرنا چاہا کرنول کے بیوفا نواب ہمت خاں کو مختلف ترغیبوں
سے نواب کو قتل کرنے پر آمادہ کیا۔ جب ناصر جنگ قلعہ جنجی کے محاصرہ کے لئے پہنچے تو ہمت خاں نے نواب کو گولی ماردی اور یہ عین
جوانی میں ڈوپلے کی سازش کا شکار ہوگئے۔ اب ڈوپلے کی بن آئی۔ اس نے ایکطرف مظفر جنگ کو حیدرآباد کا والی بنادیا تو
دوسری طرف چندا صاحب کو کرناٹک کا صوبہ دار مقرر کیا جو ڈوپلے کے ہواخواہ تھے اس طریقہ سے ڈوپلے تمام دکن کے سیاہ و سفید
کا مالک ہوگیا لیکن مظفر جنگ کی بادشاہی صرف چند دنوں کے لئے تھی ابھی راستہ میں تھا کہ رائچوٹی کے مقام پر ہمت خاں سے جھڑپ
ہوگئی اور اس کا راستہ ہی میں خاتمہ ہوگیا۔ پھر ابتری پیدا ہوگئی۔ اس وقت دو نوجیں ان کے رہنما حالات کے مالک تھے۔ حیدرآباد کی
فوج کے رہنما راجہ رگھناتھ داس صلابت جنگ اور نظام علی خاں تھے اور فرانسیسی فوج جو مظفر جنگ کی رہنمائی اور حفاظت کے لئے
ساتھ کردی گئی تھی وہ موسی بسی کی رہنمائی میں تھی۔ ان دونوں کے مشورہ سے صلابت جنگ کی بادشاہی کا اعلان کردیا گیا
اگرچہ بعض عمائد نظام علیخاں کی بادشاہی کے طرفدار تھے مگر نظام علیخاں نے اپنے بڑے بھائی کے ہوتے ہوئے عنان حکومت
اپنے ہاتھ میں لینے سے انکار کردیا۔

حضرت غفران مآب نواب امیر الممالک صلابت جنگ بہادر کا عہد حکومت

صلابت جنگ سنہ ۱۷۵۱ء میں دکن کے حکمراں بنائے گئے تھے اور تقریباً ۱۷۶۲ء تک بارہ سال انہوں نے حکومت کی۔ یہ بارہ
سال کا دور حیدرآباد کی تاریخ کا بہت تاریک زمانہ ہے۔ صلابت جنگ بہت کمزور آدمی تھے اور یہ آسانی سے لوگوں کے
اثر میں آجاتے تھے۔ اورنگ آباد پہنچنے کے چند ہی روز کے بعد فرانسیسی جنرل بسی نے ایسا اقتدار بڑھایا کہ خود ہی حاکم وقت بنگیا۔ اور
صلابت جنگ اس وجہ سے اس کے زیر اثر تھے کہ اس کو بادشاہ گر سمجھتے تھے اور یہ خیال تھا کہ بسی نے ان کو بادشاہ بنایا ہے حالانکہ
وہ اپنی کلانیت کی بنا پر تخت نشین ہوئے تھے۔ ایک طرف بسی نے اپنے فرانسیسی فوج کے گذارہ کے لئے شمالی دکن کے زرخیز
اضلاع جو شمالی سرکار کہلاتے ہیں دبالئے جو بالآخر انگریزوں کے ہاتھ میں چلے گئے دوسری طرف مرہٹوں کی یورشیں آئے دن حیدرآباد
کی نوخیز سلطنت کو دق کرتی تھیں سنہ ۱۷۶۰ء کی جنگ اودگیر میں جو مرہٹوں سے ہوئی تھی حیدرآباد کا بہت نقصان ہوا
حیدرآباد کو شکست ہوگئی اور مرہٹوں نے (۶۲) لاکھ روپے سالانہ آمدنی کے زرخیز علاقے حاصل کرلئے ان
علاقوں میں قلعہ دولت آباد، قلعہ بیجا پور، اسیر گڑھ ہرسول، ستارہ، احمد نگر، صوبہ اورنگ آباد کے بہت سے علاقے
صوبہ برہانپور اور صوبہ بیدر کے کچھ حصے شامل تھے۔ ان علاقوں کے نکل جانے کے
بعد سلطنت آصفیہ کے قبضہ میں صرف تھوڑا سا ملک باقی رہگیا تھا اور ان علاقوں
میں بھی مرہٹوں کو چوتھ وصول کرنے کا حق حاصل ہوگیا تھا۔ اور یہ سب

کچھ اس وجہ سے تھا کہ مرکزی حکومت صلابت جنگ کے ہاتھ میں تھی اور وہ سیاسی عقدہ کشائی کے کسی طرح اہل نہیں تھے تاہم خوش قسمتی کی بات تھی کہ ان حالات میں حضرت غفرانمآب نواب نظام علی خاں بھی سلطنت کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے اور انہوں نے بارہا مدد کی گو صلابت جنگ کی تنگ نظری اور برادرانہ رقابت سے کام خراب ہوتا تھا اور غفرانمآب کو کماحقہٗ کام کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ لیکن سلطنت آصفیہ کی جو شکل باقی رہی سب اسی وجہ سے تھا کہ وقتاً فوقتاً غفرانمآب نظم ونسق میں دخیل ہو جاتے تھے۔ غفرانمآب نے ہی بسی کے ہاتھ پیر توڑے اور جب پانی پت کی جنگ میں مرہٹوں کو بری ہزیمت اٹھانی پڑی تو اس سے فائدہ اٹھا کر ۱۷۶۱ء میں پونا پر حملہ کر دیا اور مرہٹوں سے جنگ ادگیر کا بدلہ لے لیا اور اس جنگ کے اکثر کھوئے ہوئے علاقے حاصل کر لئے یعنے اورنگ آباد اور بیدر کے علاقے جنکی آمدنی ۲۷ لاکھ تھی دوبارہ حاصل کر لیئے۔

حضرت غفرانمآب نواب میر نظام علیخاں بہادر آصفجاہ ثانی کا عہد حکومت

صلابت جنگ کے عہد حکومت کا یہ ایک نچوڑ تھا۔ اگر صلابت جنگ اس سے زیادہ برسر حکومت رہتے تو حیدرآباد کو برے دن دیکھنے پڑتے سنہ ۱۷۶۱ء میں سلطنت آصفیہ کے تمام ارباب حل وعقد اس بات پر متفق ہوئے کہ صلابت جنگ کو تخت سے علیحدہ کر کے نظام علی خاں کو تخت نشین کرنا چاہیئے کیونکہ صلابت جنگ کا اور زیادہ دنوں کیلئے برسر حکومت رہنا اس ملک کے لئے بیحد مضر تھا سلطنت آصفیہ پر آئے دن ناگوار گھٹائیں چھا رہی تھیں اور اسکو ان حالات میں ایک اچھے سیاسی رہنما کی ضرورت تھی اور ظاہر ہے کہ اس وقت حضرت غفرانمآب نواب نظام علیخاں والا سے بہتر آدمی نہیں تھا۔ اگر مظفر جنگ کے مارے جانے کے بعد ہی ان کو تخت نشین کر دیا جاتا تو حیدرآباد کے حالات اتنے خراب نہوتے جو صلابت جنگ کی وجہ سے ہوے اور غفران آب کی سیاسی قابلیت صلابت جنگ کے عہد میں ہر طرح ظاہر ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود کہ صلابت جنگ ان کے راستہ میں رکاوٹ پیدا کرتے تھے نظام علی خاں اپنے فرض سے نہیں چوکے بلکہ ہر آڑے وقت سلطنت کی مدد کی اور جہاں تک ہو سکا ملک کو بچایا۔ اس لئے سنہ ۱۷۶۱ء میں صلابت جنگ کو نظر بند کر کے حضرت غفرانمآب کو تخت نشین کیا گیا۔

حضرت غفرانمآب کا عہد حکومت بہت طویل ہے اس میں صدہا مسائل ملک کے سامنے درپیش ہے اور قدم قدم پر ان مسائل کو سلجھانا پڑتا تھا اور سچ پوچھو تو غفرانمآب کا عہد حکومت حیدرآباد کی تاریخ کا بنیادی زمانہ ہے۔ اس میں جو مسائل درپیش ہوے اور جسطرح ان کو سلجھایا گیا وہی بعد کے زمانہ کے لئے مستقل مسلک بنگیا۔ ہندوستان کی دیگر طاقتوں کے ساتھ جو تعلقات اسوقت پیدا کیئے گئے یا پیدا ہوے وہ ہمیشہ کے لئے مستقل ہو گئے اسوقت سلطنت آصفیہ کے اردگرد تین طاقتیں تھیں ایک انگریز کمپنی تھی جو فرانسیسوں کو مغلوب کر کے ہندوستان میں مقتدر ہو رہی تھی۔ کرناٹک میں محاصرہ ارکاٹ ۱۷۵۱ء اور ہنگامہ جنگ بکسر ۱۷۶۴ء جیتنے کے بعد انگریز کمپنی اتنی طاقتور ہو گئی تھی کہ اس کا کوئی مد مقابل نہ تھا۔
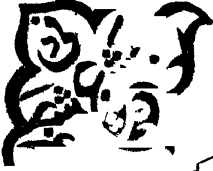
سلطنت آصفیہ کا سب سے زیادہ تعلق اسی سے تھا۔ اور اسکی
ابتدا شمالی سرکاروں سے ہوی۔ یہ صلابت جنگ کے عہد میں کمپنی
کو دئے گئے تھے۔ لیکن انگریزوں کی رقابت نے اسکی دوسری شکل کر دی
خود صلابت جنگ کے عہد میں کلائیو نے ان پر قبضہ کرلیا تھا کیونکہ ان کا فرانسیسیوں کے
قبضہ میں رہنا انگریزوں کے مفاد کے منافی تھا۔ لیکن جب سنہ ۱۷۶۵ میں شاہ عالم ثانی سے دیوانی بنگالہ کی سند لکھائی
گئی اس میں شمالی سرکاروں کا بھی ذکر تھا یعنی یہ علاقے سلطنت حیدرآباد سے نکال کر کمپنی کو دئے گئے۔ ظاہر ہے کہ اس سے حیدرآباد کا
بہت نقصان تھا اس لئے غفران مآب نے بنفس نفیس شمالی سرکاروں پر حملہ کرنا چاہا اور فوج کی نقل و حرکت کی لیکن اس زمانہ میں
کمپنی حیدرآباد کی سی بڑی سلطنت کے ساتھ آویزش کرنا نہیں چاہتی تھی لڑائی نہیں ہوی بلکہ کمپنی نے غفران مآب کے مطالبات منظور
کرلئے۔ طے ہوا کہ شمالی سرکار کے علاقے کمپنی کے تصرف میں رہیں گے لیکن ان کے معاوضہ میں ایک کثیر رقم سالانہ بطور پیشکش اور
ایک دستہ فوج کمپنی کی طرف سے حیدرآباد کو دئے جائینگے اس طرح معاملہ رفع دفع ہوا اور حیدرآباد کے اقتدار پر کوئی ضرب
نہیں لگی۔

مرہٹوں کا معاملہ بہت پیچیدہ تھا۔ نانا فرنویس کی رہنمائی میں مرہٹوں کی طاقت غیر معمولی طور پر بڑھی ہوی تھی اور یہ نہ صرف
دکن اور جنوب ہند بلکہ شمالی سلطنتوں کو بھی دق کرتے تھے۔ اور ان لوگوں کی یورشوں سے بچنے کے لئے اکثر دیسی رئیس کمپنی کی حمایت
اختیار کر رہے تھے سلطنت آصفیہ پر مرہٹوں کو چوتھ کا دعوے تھا اور بڑی رقم کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اعظم الامراء ارسطو جاہ نے
جو اس زمانہ میں حیدرآباد کے جلیل القدر وزیر تھے اس رقم کے دینے سے انکار کر دیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نانا فرنویس نے اپنی پوری
طاقت کے ساتھ حیدرآباد پر یلغار کر دیا۔ دربار حیدرآباد نے بھی مدافعت کا سامان کیا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ اس وقت حیدرآباد کو
صرف اپنے پیروں پر کھڑے ہونا پڑا کیونکہ کمپنی اپنے پچھلے معاہدہ کے خلاف مدد کے لئے آمادہ نہ ہوئی۔ سرجان شور گورنر جنرل
تھے۔ یہ عدم مداخلت کے اصول سے ایسے متاثر تھے کہ حیدرآباد کو انہوں نے اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ سنہ ۱۷۹۵ میں لڑائی ہوی جو
جنگ کھرڈلہ کے نام سے مشہور ہے۔ جنگ کا پہلا حصہ تو حیدرآباد کے موافق تھا۔ لیکن بعد کو پانسہ پلٹ گیا۔ بعض لوگوں کو اعظم الامراء
سے عداوت تھی۔ وقت پر کمک نہیں پہنچائی اور حیدرآباد کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی۔ سوائے صلح کے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ لیکن اس
وقت جو شرائط صلح طے ہوئے تھے وہ بہت سخت اور حیدرآباد کے لئے بہت دقت آمیز تھے۔ دولت آباد کا قلعہ اور دریائے تاپتی سے
لیکر پرینڈہ تک کا سارا علاقہ مرہٹوں کو دینا پڑا جسکی آمدنی ۳۵ لاکھ سالانہ تھی پچھلا بقایا اور تاوان جنگ کی بابت تین کروڑ کی
رقم قرار پائی۔ ایک کروڑ تو نقد دلائے گئے اور باقی دو کروڑ بہ احتیاط سالانہ دینے کا وعدہ ہوا۔ اس پر طرہ یہ کہ مرہٹوں نے اسکی
ضمانت طلب کی ان کے لئے ارسطو جاہ سے بہتر ضمانت نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ مرہٹے انہیں کو جنگ کا بانی مبانی سمجھتے تھے اور ان پر
خار کھائے بیٹھے تھے۔ ان کا مطالبہ کیا۔ اس وفادار وزیر نے حیدرآباد کو آئندہ مصائب سے بچانے کے لئے کسی ایثار سے دریغ نہیں کیا اور
اسی وقت مرہٹوں کی نظر بندی کے لئے تیار ہو گئے حالانکہ حضرت غفران مآب ارسطو جاہ جیسے مدبر سلطنت کو مرہٹوں کے
حوالہ کرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ اس مطالبہ سے آبدیدہ ہو گئے اور پھر لڑنے کے لئے تیار رہے تھے
لیکن آں نمکخوار خیر خواہ و خیر اندیش بممانعت پیش آمدہ عرض کرد کہ ملال خاطر نصیب
اعدا باشد غلام در عرصہ یک دو روز تصفیہ انشاں کردہ حاضر دربار میشود

ہرگز قصد دیگر نباید فرمود" اسطرح ارسطو جاہ حیدرآباد کو آئندہ مصیبتوں سے بچانے کے لئے فوراً مرہٹوں کے پاس چلے گئے اور انتہائی ایثار اور قربانی کا ثبوت دیا جو حیدرآباد کی تاریخ میں ہمیشہ یادرکھی جائیگی۔

ارسطو جاہ مرہٹوں کے ہاتھ میں دو سال نظربند رہے جو ملک و مالک دونوں کے لئے دردناک تھا۔ لیکن ان کے نظربند رہنے سے وہ فائدہ ہوا جو کسی دوسرے شخص سے نہ ہوتا۔ ان کی تمام زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑے فریس مدبر تھے۔ اپنی نظربندی میں انہوں نے ایسے جوڑ توڑ کئے کہ نہ صرف خود رہا ہوگئے بلکہ جنگ کھرڈلہ کی بڑی حد تک تلافی کردی۔ مادھو راؤ پیشوا کا انتقال ہوگیا تھا۔ پیشوا کی جانشینی زیر بحث تھی۔ نانا فرنویس رگھناتھ راؤ کے ایک چھوٹے بچے کو گدی نشین کرکے اپنا اقتدار قائم رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کے فیصلہ کے خلاف باجی راؤ دوم اور اس کے بعد جمناجی اپا پیشوا بنائے گئے۔ اس سے نانا فرنویس کی طاقت پر بڑی ضرب لگی۔ دولت راؤ سندھیا سے علحدہ رقابت تھی ارسطو جاہ نے اپنے باغ میں سے جہاں یہ نظربند تھے ایسے ڈورے ڈالے کہ نانا فرنویس اور دولت راؤ دونوں ایک دوسرے سے خائف ہوگئے اور نانا فرنویس کو بالاخر پونا چھوڑکر بھاگنا پڑا اور اس سے ایسا سیاسی انتشار پیدا ہوا کہ بالآخر پونا کے عمائد ارسطو جاہ کو پونا میں رکھنا خطرناک سمجھنے لگے اور ان کو رہا کردیا اور جب نانا فرنویس نے ان سے مدد چاہی تو انہوں نے اپنے مطالبات پیش کردیئے پونا کی مدد کیلئے حیدرآباد سے ایک فوج منگوائی اور اس کے معاوضہ میں جنگ کھرڈلہ کے کھوئے ہوئے علاقے اور قلعہ دولت آباد واپس لے لئے صوبہ بیدر کی چوتھ سے مرہٹوں کی دست برداری حاصل کرلی۔ ایک کروڑ روپئے نقد حاصل کئے اور تین کروڑ روپیوں کی سند لکھوادی اور اس طریقہ سے جنگ کھرڈلہ کی تمام رسوائیوں کی خاطر خواہ تلافی ہوگئی اور یہ کام صرف ارسطو جاہ کرسکتے تھے جب یہ اسطرح حیدرآباد کو ۱۷۹۷ء میں واپس آئے تو ملک میں انکا شاندار خیرمقدم ہوا اور ان کو غیر معمولی اعزازات عطا ہوئے تھے۔ تیسرا مسئلہ میسور کا تھا۔ دکن کی بڑی سلطنتوں میں ایک میسور کی سلطنت تھی جس کے حدود سلطنت آصفیہ سے ملتے تھے اور اس لئے میسور سے اچھے اور برے تعلقات ہونے ضروری تھے۔ مشکل یہ تھی کہ والیان میسور ہندوستان کے دیسی رئیسوں کے ساتھ اچھے تعلقات نہیں پیدا کرسکے اور یہ ان کی بہت بڑی غلطی تھی۔ ٹیپو سلطان نے فرانسیسیوں اور ان کے زبردست رہنما نپولین کے ساتھ تو روابط پیدا کرلئے تھے لیکن خود ہندوستان کی طاقتوں کے ساتھ ان کے تعلقات اچھے نہ تھے حالانکہ ان کو گھر والوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات پیدا کرنا چاہئے تھا۔ حیدرآباد کو بھی میسور سے بہت شکایتیں تھیں۔ کیونکہ جب یہ نئے والیان میسور میں خودمختار ہوئے تو انہوں نے پچھلے راجگان کیطرح حیدرآباد کی سیادت تسلیم نہیں کی اور حضرت غفرانمآب کے عہد میں تو یہ رشتہ کچھ بری طرح ٹوٹ گیا تھا اور یہ میسور کے لئے بہت برا ہوا کمپنی اس سلطنت سے بہت خائف تھی۔ اپنے مفاد کے لئے اس کا خاتمہ ضروری سمجھتی تھی اور حیدرآباد کو بھی اس زمانہ کے عام سیاسی رجحان کا ساتھ دینا پڑا۔

اِن تمام واقعات کا ایک سرسری مطالعہ ثابت کرتا ہے کہ حضرت غفرانمآب نے اپنی ان تھک کوششوں سے حیدرآباد کی ہستی قائم رکھی ورنہ حالات اسقدر تشویشناک تھے کہ قدم قدم پر ملک کو خطرہ محسوس ہوتا تھا۔ خود جنگ کھرڈلہ کے واقعات بتاتے ہیں کہ اس جنگ میں حیدرآباد کو کسقدر نقصان پہنچا تھا اگر اس زمانہ میں حضرت غفرانمآب اور ارسطو جاہ جیسی شخصیتیں نہ ہوتیں تو حیدرآباد کی تاریخ کچھ دوسری ہوتی۔ نیز غفرانمآب کی علم دوستی نے

ملک کی علمی خدمت بھی کی تھی علماء اور صوفیا کی بڑی قدر کی
اگرچہ علمی چہل پہل سب کچھ حضرت مغفرت مآب کے عہد سے شروع
ہوگئی تھی۔ اکثر علماء اورنگ آباد میں جمع ہونے لگے تھے تاہم اس عہد میں بھی
یہ سلسلہ جاری رہا شعر و سخن کی خدمت ہوئی اور اکثر تاریخیں لکھی گئیں

حضرت مغفرت منزل نواب سکندر جاہ بہادر آصفجاہ ثالث کا عہد حکومت

۱۸۰۳ء میں غفرانمآب کا انتقال ہوا۔ چونکہ غفرانمآب کے بڑے فرزند عالیجاہ کا پہلے انتقال ہوچکا تھا اس لیے دوسرے فرزند سکندر جاہ بہادر جانشین قرار پائے اس عہد میں ایسے واقعات اور لڑائیاں نہیں ہوئیں جیسے گذشتہ عہد میں ہوئی تھیں۔ صرف بعض رخ اندرونی نظم و نسق کے ایسے ہیں جن پر کچھ تبصرہ ہوسکتا ہے۔ حضرت مغفرت منزل سکندر جاہ بہادر غیر معمولی طور پر نیک نفس اور تمام برگزیدہ صفات کے مجسمے تھے۔ اتنے اچھے اخلاق تھے کہ اس کے بہت سے قصے اور فسانے اب بھی حیدرآباد میں بہت سوں کو یاد ہیں۔ ان اخلاق سے کچھ تو بیرونی حکومت نے بڑا فائدہ اٹھایا اور کچھ اندرونی وزرا نے کام خراب کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ مغفرت منزل کو اچھے وزرا نہیں ملے۔ غفرانمآب کے انتقال کے بعد میں ارسطو جاہ کا بھی انتقال ہوگیا تھا۔ ان کے مرنے کے بعد مدت تک حیدرآباد کو اچھا وزیر نہیں ملا یوں تو اس عہد کے اکثر وزرا سب قابل گرفت ہیں لیکن چندولال کی وزارت نے تو بہت کام خراب کیا۔ انہیں وزراء کی کمزوری سے انگریزی فوجوں میں زیادتی ہوگئی اور اس کا غیر معمولی بار سلطنت پر پڑنے لگا۔ نیز ان اخراجات کی پابجائی کی کوئی سبیل نہ تھی۔ کیونکہ سلطنت میں آمد و خرچ کا ایسا باضابطہ انتظام نہ تھا جس کو موازنہ کہتے ہیں فوجی اخراجات کی سالانہ پابجائی نہیں ہوسکتی تھی اور یہ رقم بڑھتے ہوئے خطرناک صورت اختیار کرلی گئی اور بالآخر جب اس کا مطالبہ ہوا تو اس کے لئے آگے چلکر برار انگریزی کمپنی کو دینا پڑا۔ خود اندرونی اخراجات کا انصرام بھی بے ڈھنگا تھا۔ وزراء اندھا دھند روپیہ لیتے تھے اور خرچ کرتے تھے۔ گھر کی آمدنی کافی نہ ہوتی تھی تو قرض لے لیتے تھے اور اس کے لئے حیدرآباد میں پامر کے نام سے ایک بڑا ساہوکارہ کھل گیا اور وہ حکومت کو حسب ضرورت قرض دینے لگا۔ یہ قرض اور اس کا سود ملا کر اتنا تشویشناک ہوگیا کہ اگر چارلس مٹکاف جو اس وقت کے رزیڈنٹ تھے۔ بیچ بچاؤ نہ کرتے تو اس سے سلطنت کو بڑا نقصان پہنچتا۔ رزیڈنٹ مذکور نے شمالی سرکاروں کی رقم سے جو سلطنت حیدرآباد کو آتی تھی قرضہ کی پابجائی کردی اور پامر اینڈ کو کا قصہ ختم کردیا جو سلطنت کو گھن کیطرح لگ رہا تھا۔

حضرت غفران منزل نواب ناصر الدولہ بہادر آصفجاہ رابع کا عہد حکومت

۱۸۲۹ء میں حضرت مغفرت منزل کا انتقال ہوا اور غفران منزل

ناصر الدولہ بہادر تخت نشین ہوئے۔ غفران منزل اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بیدار مغز حکمراں تھے۔ ان کی بیدار مغزی سے سلطنت آصفیہ کے بہت سے مفاد محفوظ ہوگئے۔ گذشتہ عہد حکومت کی کمزوریوں سے ملک کو جو نقصان پہنچ رہا تھا اس کا بڑی حد تک سدباب ہوسکا۔ غفران منزل نے اپنی خاص بیدار مغزی اور قوت فیصلہ سے کام لیکر مرکزی حکومت کو مضبوط کردیا۔ بیرونی حکومت کا دباؤ جو غیر معمولی طور پر بڑھ رہا تھا۔ اس کا راستہ بند کردیا۔ یہ کمزوریاں سب کچھ وزرا کی بیوفائی کی وجہ سے ہوئی تھیں جو اپنے ذاتی مفاد کو سلطنت کے مفاد پر ترجیح دیتے تھے۔ غفران منزل نے اچھے آدمیوں کا انتخاب کیا۔ ایسے لوگوں کو سلطنت کے کام پر لگایا کہ جو واقعی ملک کے وفادار تھے۔ ۱۸۵۳ء میں سراج الملک کا انتقال ہوا تو ان کی جگہ وزارت کا سوال درپیش تھا اور اچھے آدمی کی ضرورت تھی غفران منزل کی نظر تراب علی خاں سالار جنگ پر پڑی جو سراج الملک کے بھتیجے تھے۔ اگرچہ سالار جنگ کی عمر اس وقت بیس بائیس سال سے زیادہ نہ تھی اس نو عمری میں وزارت کے جلیل القدر عہدہ کی گرانباری بالعموم بے موقع ہوتی ہے لیکن غفران منزل نے یہ محسوس کیا کہ سالار جنگ سے بہتر آدمی ملک کو نہیں ملسکتا۔ چنانچہ تقرر کے وقت غفران منزل نے فرمایا تھا کہ میں گھوڑے میں سے ہیرا چنا ہوں اور واقعات بتاتے ہیں کہ یہ انتخاب کس قدر قابل قدر تھا یہی سالار جنگ جو اس قدر نو عمری میں وزیر اعظم حیدرآباد ہوئے تھے سرتاج وزرائے حیدرآباد ہیں جن کا یہ ملک ہمیشہ ممنون رہے گا۔ اگر ہم غفران منزل کے اور کام کو بھول جائیں تو کم از کم اس کارنامہ کو تو کبھی نہیں بھول سکتے کہ انھوں نے حیدرآباد کے مستقبل کا خیال کرکے ایک بہترین آدمی کا انتخاب کیا تھا۔ جو سلطنت آصفیہ کیلئے مبارک سے زیادہ کام کر گیا۔

حضرت مغفرت مکاں نواب افضل الدولہ بہادر آصفجاہ خامس کا عہد حکومت

یہ عجیب اتفاق ہے کہ ۱۸۵۷ء میں غفران منزل کا انتقال ہوا جس کے بعد ہی ہندوستان کے آسمان سیاست پر غدر کے مہیب بادل چھانے لگے۔ یہ انگریزی کمپنی کے لئے بہت نازک موقع تھا کیونکہ اس میں اہل غدر کی بڑی تعداد تھی۔ اگر اس موقع پر حیدرآباد کی امداد نہ ہوتی تو کمپنی کو اس دارو گیر میں سے صحیح سالم نکلنا بہت مشکل تھا۔ حضرت مغفرت مکاں افضل الدولہ بہادر اور ان کے وزیر سالار جنگ کا انگریزی حکومت پر بڑا احسان ہے۔ جو کبھی فراموش نہیں ہوسکتا۔ ان ارباب سیاست کی حسن تدبیر سے حیدرآباد نہ صرف غدر سے علیحدہ رہا بلکہ وقت پر کمپنی کی مدد بھی کی اور اس سے غدر کی آگ فرو ہوگئی۔ سچ تو یہ ہے کہ جنگ عظیم تک حیدرآباد نے متعدد مرتبہ انگریزی حکومت کی نازک موقعوں پر مدد کی ہے۔ اور خود غدر کے زمانہ میں اس کی چنگاریاں حیدرآباد میں بھی پہنچ گئی تھیں اور شعلے بھڑکنے کیلئے کچھ دیر نہ تھی۔ لیکن حسن تدبیر سے ان کو بہت جلد فرو کردیا گیا۔

حضرت مغفرت مکاں افضل الدولہ بہادر اپنے وقت کے بہت ہر دلعزیز حکمراں تھے۔ ان کی داد و دہش حیدرآباد تو کیا تمام ہندوستان میں ضرب المثل ہے، بیشمار اہل اللہ اور اہل علم کی مدد کی گئی اور ان کو معاشی جد و جہد سے

ناصر الدولہ بہادر تخت نشین ہوئے ۔ غفران منزل اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بیدار مغز حکمراں تھے ۔ ان کی بیدار مغزی سے سلطنت آصفیہ کے بہت سے مفاد محفوظ ہوگئے ۔ گذشتہ عہد حکومت کی کمزوریوں سے ملک کو جو نقصان پہنچ رہا تھا اس کا بڑی حد تک سد باب ہوسکا ۔ غفران منزل نے اپنی خاص بیدار مغزی اور قوت فیصلہ سے کام لیکر مرکزی حکومت کو مضبوط کردیا ۔ بیرونی حکومت کا دباؤ جو غیر معمولی طور پر بڑھ رہا تھا ۔ اس کا راستہ بند کردیا ۔ یہ کمزوریاں سب کچھ وزرا کی بیوفائی کی وجہ سے ہوئی تھیں جو اپنے ذاتی مفاد کو سلطنت کے مفاد پر ترجیح دیتے تھے ۔ غفران منزل نے اچھے آدمیوں کا انتخاب کیا ۔ ایسے لوگوں کو سلطنت کے کام پر لگایا کہ جو واقع میں ملک کے وفادار تھے ۔ ۱۸۵۳ء میں سراج الملک کا انتقال ہوا تو ان کی جگہ وزارت کا سوال درپیش تھا اور اچھے آدمی کی ضرورت تھی غفران منزل کی نظر انتخاب علی خاں سالار جنگ پر پڑی جو سراج الملک کے بھتیجے تھے ۔ اگرچہ سالار جنگ کی عمر اس وقت بیس بائیس سال سے زیادہ نہ تھا اسی نو عمری میں وزارت کے جلیل القدر عہدہ کی گرانباری بالعموم بے موقع ہوتی ہے ۔ لیکن غفران منزل نے یہ محسوس کیا کہ سالار جنگ سے بہتر آدمی ملک کو نہیں مل سکتا ۔ چنانچہ تقرر کے وقت غفران منزل نے فرمایا تھا کہ میں گھوڑے میں سے ہیرا چنا ہوں ۔“ اور واقعات بتاتے ہیں کہ یہ انتخاب کس قدر قابل قدر تھا ۔ یہی سالار جنگ جو اس قدر نو عمری میں وزیر اعظم حیدرآباد ہوئے تھے ۔ سر تاج وزرائے حیدرآباد ہیں جن کا یہ ملک ہمیشہ ممنون رہے گا ۔ اگر ہم غفران منزل کے اور کام کو بھول جائیں تو کم از کم اس کارنامہ کو تو کبھی نہیں بھول سکتے کہ انھوں نے حیدرآباد کے مستقبل کا خیال کرکے ایک بہترین آدمی کا انتخاب کیا تھا ۔ جو سلطنت آصفیہ کیلئے ایسا مبارک سے زیادہ کام کر گیا ۔

حضرت مغفرت مکاں نواب افضل الدولہ بہادر آصفجاہ خامس کا عہد حکومت

یہ عجیب اتفاق ہے کہ ۱۸۵۷ء میں غفران منزل کا انتقال ہوا جس کے بعد ہی ہندوستان کے آسمان سیاست پر غدر کے مہیب بادل چھانے لگے ۔ یہ انگریزی کمپنی کے لئے بہت نازک موقع تھا کیونکہ اس میں اہل غدر کی بڑی تعداد تھی ۔ اگر اس موقع پر حیدرآباد کی امداد نہ ہوتی تو کمپنی کو اس دار و گیر میں سے صحیح سالم نکلنا بہت مشکل تھا ۔ حضرت مغفرت مکان افضل الدولہ بہادر اور ان کے وزیر سالار جنگ کا انگریزی حکومت پر بڑا احسان ہے ۔ جو کبھی فراموش نہیں ہوسکتا ۔ ان ارباب سیاست کی حسن تدبیر سے حیدرآباد نہ صرف غدر سے علحدہ رہا بلکہ وقت پر کمپنی کی مدد بھی کی اور اس سے غدر کی آگ فرو ہوگئی ۔ سچ تو یہ ہے کہ جنگ عظیم تک حیدرآباد نے متعدد مرتبہ انگریزی حکومت کی نازک موقعوں پر مدد کی ہے ۔ اور خود غدر کے زمانہ میں اس کی چنگاریاں حیدرآباد میں بھی پہنچ گئی تھیں اور شعلے بھڑکنے کیلئے کچھ دیر نہ تھی ۔ لیکن حسن تدبیر سے ان کو بہت جلد فرو کردیا گیا ۔

حضرت مغفرت مکاں افضل الدولہ بہادر اپنے وقت کے بہت ہردلعزیز حکمراں تھے ۔ ان کی داد و دہش حیدرآباد تو کیا تمام ہندوستان میں ضرب المثل ہے ۔ بیشمار اہل اللہ اور اہل علم کی مدد کی گئی اور ان کو معاشی جد و جہد سے

تخت نشین کر دئیے گئے تھے ۔ اور ظاہر ہے کہ اس عمر میں پچھلے
حالات کا کیا احساس ہو سکتا ہے ۔ دربار کیسے ہونا چاہئیے اور بادشاہِ
وقت کو کس طرح جلوس کرنا چاہئیے ۔ لیکن یہ حیرت کی بات ہے کہ باوجود
اس لاعلمی اور عدم مشاہدہ کے عفرانمکاں نے پچھلی روایتوں کو اس خوبی سے جاری
کر دیا کہ گویا وہ پچھلے زمانہ سے بخوبی واقف تھے ۔ شاہی رعب و داب اور شاہی آداب کا اس قدر پاس و لحاظ
ہوتا تھا کہ قرونِ وسطیٰ کی شان و شکوہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتی تھی ۔ اور مغل شہنشاہیت کا رنگ جمتا تھا ۔ لوگ دور دور سے
یہ پُر رعب شاہی دربار اور شاہی جلوس دیکھنے کے لئے آتے تھے ۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت عفرانمکاں کا شاہی رکھ رکھاؤ
قرونِ وسطیٰ کی تنہا یادگار تھا جو اب ہندوستان میں کبھی نصیب نہیں ہوتا ۔ گذشتہ بیس پچیس سال سے معاشی سادگی کیساتھ
یورپ کا اثر اس قدر چھا رہا ہے کہ شاہی درباروں کے اثر پھیکے پڑ رہے ہیں ۔ وہ شان و شوکت کسی جگہ نہیں پائی جاتی ۔
چونکہ حضرت عفرانمکاں کو بچپن سے سیاسی تعلیم و تربیت دی گئی تھی ۔ اس لئے وہ اچھے خاصے ماہر سیاست تھے ۔ ان کو
امور سلطنت پر کافی مہارت حاصل تھی ۔ یوں دیکھنے کو بہت کم کام کرتے معلوم ہوتے تھے لیکن جب وہ کام کرنے بیٹھ جاتے تو اس قدر
دلچسپی کا اظہار فرماتے تھے کہ حیرت ہوتی تھی ۔ ہر امر جزئی و کلی سے کماحقہٗ واقف تھے ۔ سر سالار جنگ نے جو نظام حکومت
حیدرآباد کے لئے تجویز کیا تھا اس کا پورا پورا لحاظ رکھا اور حسب ضرورت اس میں اضافے کئے ۔ علم و فن کو بھی کافی ترقی دی گئی بیشمار
اہلِ علم و فضل کی مالی امداد اور حوصلہ افزائی کی گئی ۔ حقیقت یہ ہے کہ دہلی و لکھنؤ کے اُجڑنے کے بعد حیدرآباد ہی تنہا اہلِ علم کی
پناہ گاہ باقی رہ گئی ہے ۔ جو اپنی پچھلی روایتوں کے مطابق علم و فضل کی قدر کرتی ہے ۔ حضرت عفرانمکاں کے عہد میں صدہا عالم و
شاعر یہاں آئے ان کی تنخواہیں اور وظائف مقرر ہوئے ۔ ہندوستان کی اکثر درسگاہوں اور علمی حلقوں کی مالی اعانت کی گئی
اس کے علاوہ عفرانمکاں کی امتیازی خصوصیات ان کی رعایا پروری اور دلجوئی ہے جو حقیقت میں حیدرآباد کے لئے طغرائے
امتیاز ہے ۔ یہ تو تمام سلاطین آصفیہ کی خصوصیت ہے کہ اپنی رعایا کو اولاد کے برابر سمجھتے رہے ہیں ۔ لیکن عفرانمکاں نے اس میں
اس قدر دلچسپی دکھائی تھی جو ان کی خاص فطری چیز معلوم ہوتی تھی ۔ اس میں کسی مذہب و ملت کا امتیاز نہیں کیا گیا اس حقیقت کا
صحیح امتحان اس وقت ہوا ہے جبکہ ۱۹۰۸ء میں رودِ موسیٰ کی طغیانی ہوئی تھی ۔ رودِ موسیٰ کا یہ بڑا سیلاب تھا جس میں ہزاروں جانیں
تلف ہوئیں اور ہزارہا مکان ندی کے نذر ہو گئے ۔ طغیانی کے ان مصیبت زدگان کے ساتھ حکومت نے جس قدر سچی ہمدردی کی تھی
تاریخ میں اس کی بہت کم مثال ملے گی ۔ شاہراہوں پر ایسے بے خانماں افراد کا ٹھٹ لگا ہوتا تھا ۔ طغیانی کے دوسرے یا تیسرے
دن حضرت عفرانمکاں چار مینار کے پاس سے گزر رہے تھے ۔ سواری مبارک کو دیکھ کر ان لوگوں نے درد بھری آواز سے چلایا
کہ ہم بے خانماں ہو گئے ۔ اس پر اعلیٰحضرت آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ "غلام کا گھر حاضر ہے" ۔ یہ صرف الفاظ نہ تھے بلکہ ان
میں بہت بڑی حقیقت تھی ان مصیبت زدگان کے لئے محلات کے تمام دروازے کھول دئیے گئے تھے ۔ شاہی مہمانخانہ سے
ان کو کھانا ملتا تھا ۔ یہ انتظام برسوں تک ہوتا رہا اور اس میں ہندو اور مسلمان کا کوئی امتیاز نہیں تھا
جو گھر طغیانی میں بہے تھے ان سب کا سرکار سے معاوضہ دلایا گیا ۔ یہ ایسا واقعہ ہے کہ اس کو ہم بھلا
نہیں بھول سکتے ۔ اگر حضرت عفرانمکاں کی اور خصوصیات بھول جائیں تو کم از کم انکی بلا
امتیاز رعایا پروری کبھی فراموش نہیں ہو سکتی اب بھی بہت سے دردمند دل
اس یاد سے تڑپ کر رہ جاتے ہیں ۔

مرتبہ محمد فاضل

اعلیحضرت نواب میر عثمان علیخاں بہادر آصفجاہ سابع کا مبارک عہدِ حکومت

موجودہ اعلیحضرت قدر قدرت خلد اللہ ملکہ سنہ ۱۹۱۱ء میں سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ یہ عہد مسعود جس کے پچیس سال نہایت آب و تاب کیسا تھ ابھی ہماری آنکھوں کے سامنے گزرے بہت بڑی عظمت کا حامل ہے۔ اسی مبارک عہد میں حیدر آباد کی سلطنت پچھلی روایتوں کا پورا لحاظ کرتے ہوے ترقی کی اس شاہراہ پر پہنچ رہی ہے جو زمانہ حال کے لئے ضروری ہے۔ بات یہ ہے کہ ہر سلطنت مختلف ادوار میں سے گزرتی ہے اور ہر دور اپنی جداگانہ خصوصیات رکھتا ہے۔ اور سلطنت کی ترقی کا اصل راز یہ ہے کہ وہ ان تمام خصوصیات کا پورا جواب دے۔ زمانہ حال کی گوناگوں خصوصیات ہیں۔ انگریزی عملداری میں ہندوستان ایک عبوری دور سے گزر رہا تھا لیکن اب نظرِ غائر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبور ختم ہو گیا ہے۔ اور اب سیاست اور معاشرت کا ایک مستقل نصب العین قرار پا رہا ہے۔ حیدر آباد کو بھی پہلے عبوری دور سے نکال کر ایک مستقل نصب العین پر ڈالنا ضروری تھا اور یہ حیدر آباد کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ اس زمانہ میں سیاست کی باگ ایک بہت ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور روشن خیال حکمران کے ہاتھ میں ہے۔ یہ ہم سب جانتے ہیں کہ اعلیحضرت قدر قدرت کی تعلیم و تربیت کس وسیع پیمانہ پر ہوئی تھی۔ وسیع علم و فضل کے اعتبار سے ہندوستان کا کوئی رئیس اعلیحضرت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ زمانہ حال کی پیچیدہ سیاست میں امورِ مملکت کی گہرائیوں تک پہنچنا اور رعایا و برایا کے جملہ حقائق سے واقفیت پیدا کرنا وسیع علمیت کے بغیر نہیں ہو سکتا اور یہ علمیت ہم اعلیحضرت بندگانِ عالی میں بدرجۂ اتم پاتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ملک کو غیر معمولی ترقیاں حاصل ہوئیں اور ہر روز ترقی کا نیا دروازہ کھل رہا ہے۔

جہاں تک غور کیا جائے ہر مملکت کا صحیح مقصد ایک طرف یہ ہے کہ افرادِ مملکت کی کماحقہ ذہنی و جسمانی تربیت ہو تا کہ خود افراد اور بہ حیثیت مجموعی مملکت ان ترقی یافتہ جسمانی اور دماغی قویٰ سے پورا فائدہ اٹھا سکے۔ سچ تو یہ ہے کہ مملکت انہیں قویٰ سے بنتی ہے۔ اگر یہ قویٰ کمزور ہوں تو مملکت بھی کمزور ہوتی ہے اور اس کو آگے بڑھنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا اور جس مملکت کو ترقی کے یہ راستے نہیں ملتے اس کو مملکت کہنا بے معنی ہے۔ دوسری طرف مملکت کا کام یہ ہے کہ ملک کے تمام قدرتی ذرائع سے پورا فائدہ اٹھائے ملک کی زمین اور اس کے ذرائع پیدائش اہلِ ملک کے استفادہ کے لئے ہوتے ہیں۔ جو لوگ ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں اپنا دامنِ امید بھر لیتے ہیں۔ مزروعہ اراضی، جنگل، معدنیات اور پانی کی سوتیں اور چشمے صدہا چیزیں قدرت کی ودیعت ہیں اور وہ استفادہ کی طالب ہوتی ہیں ان سے پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ مملکت کا بڑا مقصد یہی ہوتا ہے۔ مملکت کی تمام طاقت اسی میں مضمر ہے۔ اس وقت یورپ کی تمام مملکتوں پر نظر ڈالنے سے

معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نصب العین میں یہ دو مقصد شامل ہیں اور ان کی تکمیل ہر مملکت کا بیش بہا دہمت ہے اور ان کی ترقی کا راز یہی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سلطنت حیدرآباد نے ان دو مقاصد کی کہاں تک تکمیل کی۔

ذہنی و جسمانی تربیت جو ہر مملکت کا اولین مقصد ہونا چاہئیے حیدرآباد کے ہمیشہ پیش نظر رہا ہے اور اس پچیس سال کے عہد مبارک میں اس کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ ظاہر ہے کہ ذہنی تربیت بلند پایہ درسگاہوں اور علمی حلقوں سے ہو سکتی ہے۔ جب سے سلطنت آصفیہ قایم ہوئی ہے اس مقصد کی تکمیل کے لئے صدہا علماء کو یہاں دعوت دی گئی اور علمی حلقے زندہ کئے گئے۔ سالار جنگ اول نے حیدرآباد کی مشہور درسگاہ دار العلوم کی بنیاد رکھی تھی۔ جو برسوں تک اس ملک کی علمی ضروریات پوری کرتی رہی۔ آج سے بیس سال پہلے اکثر ارباب سیاست جو چھوٹی بڑی خدمات پر نظر آتے تھے وہ سب اسی درسگاہ کے تعلیم یافتہ تھے۔ اس لئے دار العلوم نے ملک کی بڑی خدمت کی تھی۔ لیکن بیسویں صدی میں تعلیمی ضروریات بہت بڑھ گئیں اور ہر قسم کے علوم و فنون کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے حضرت بندگان عالی نے جامعہ عثمانیہ قایم کر دیا۔ اس وقت جامعہ عثمانیہ کو قایم ہوئے کم و بیش بیس سال ہوتے ہیں۔ اس مختصر دوران میں اس جامعہ نے ملک کی جس قدر علمی خدمت کی ہے وہ کسی تعریف کی محتاج نہیں۔ غالباً چند سال پہلے تک اس میں قیل و قال تھا اور بعض طبیعتیں اس کو مشتبہ نظر سے دیکھتی تھیں۔ لیکن اس کے اصول اب مسلمہ ہو چکے ہیں اور اس کا ذریعہ تعلیم حیدرآباد تو کیا ہندوستان کے دوسرے حصوں کو بھی قائل کر چکا ہے اسی اصول تعلیم کا نتیجہ ہے کہ اس قلیل مدت میں اس جامعہ نے اچھے عالم۔ ادیب اور انشا پرداز اور شاعر پیدا کر دئے جو کسی اور جامعہ سے نہیں پیدا ہوئے۔ جامعی تعلیم کے ساتھ زراعت اور صنعت و حرفت کے ذیلی شعبے بھی قائم کر دئے گئے۔ گو ان کی تعلیم جامعی نہیں ہوئی مگر اس سے ذیلی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ جامعہ عثمانیہ کا قیام عہد مسعود کا زرین کارنامہ ہے جس کو آیندہ نسلیں ہمیشہ یاد رکھیں کی ذہنی تربیت کا اس سے بڑھکر اور کیا انتظام ہو سکتا ہے۔

ذہنی تربیت میں اخلاقی و معاشرتی تعلیم بھی شامل ہے اور یہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس عہد مسعود نے اس خصوص میں بھی کافی اہتمام کیا۔ گذشتہ زمانہ کی بے ڈھنگی معاشرت درست کی گئی۔ اس کے جتنے برے مشاغل تھے سب بند کر دئے گئے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ حیدرآباد میں کھیل تماشے اور بے معنی لہو لعب کے ایسے بدنما مشاغل تھے کہ ان کو ایک زمانہ میں سرمایہ فخر و مباہات سمجھا جاتا تھا۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں نہ صرف عمر ضائع ہوتی تھی بلکہ روپیہ برباد جاتا تھا اور اس سے حال و مستقبل کا کوئی تعمیری کام نہیں ہو سکتا تھا۔ اعلیحضرت بندگان عالی نے متعدد فرمان کے ذریعہ یہ سب مشاغل بند کر دئیے اور اس اصلاح کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو دماغ ان بے نتیجہ مشاغل میں لگے ہوے تھے وہ آج تعمیری کام میں لگے ہوئے ہیں اور ملک کو غیر معمولی فائدہ پہنچ رہا ہے۔ جو روپیہ برباد جاتا تھا وہ پیدا آور ذرائع میں صرف ہو رہا ہے۔ نیز اعلیحضرت بندگان عالی نے اپنی بے نظیر مثال سے زندگی سادہ اور پاکیزہ بنانے کی ہر وقت کوشش فرمائی اور اس کے بیش بہا نتائج برآمد ہوئے۔ ظاہر ہے کہ لفظی تلقین سے اتنا گہرا اثر نہیں پڑتا جتنا عملی مثال سے ہوتا ہے۔ حضرت بندگان عالی کی سادہ زندگی نے برے رسم و رواج اور فضول خرچیوں کا ہمیشہ خاتمہ کر دیا اور ملک کو معاشرت کے
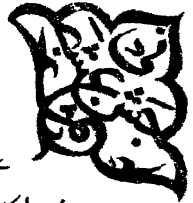
ایسے صحیح اسلوب پر ڈال دیا ہے کہ اس کو کوئی فراموش نہیں کرسکتا اور یہ بھی ملک کی بہت بڑی دینی خدمت ہے۔

جس طرح اوپر ذکر ہوا مملکت کا دوسرا مقصد ملک کے قدرتی ذرائع سے فائدہ اٹھانا ہے۔ اس پچیس سال کے عہد مسعود میں اس خصوص میں بھی غیر معمولی کام ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ دکن میں بیشمار قدرتی ذرائع آب مزارع۔ جنگلات اور معدنیات کی شکل میں موجود ہیں اور ان کو روبراہ کرنا اور ان سے فائدہ اٹھانا اس عہد کا کام ہے قدرتی دولت کے یہ سرچشمے معاشی جدوجہد کے محتاج تھے جن سے مزروعہ زمین کو ان سے خاطر خواہ فائدہ نہیں پہنچا تھا۔ اور غیر مزروعہ زمینوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس کے لئے پانی کے خزانوں کا انتظام کرنا تھا۔ سلطنت آصفیہ میں سوتوں کی کمی نہیں ہے۔ ان کا پانی بیکار جاتا تھا۔ لیکن پندرہ بیس سال کے دوران میں عثمان ساگر۔ حمایت ساگر اور نظام ساگر کی صورت میں پانی کے بند بنادئے گئے۔ نظام ساگر کا بند تو بہت بڑا ہے اور اس کے جیسے بند ہندوستان میں بہت کم ہیں۔ ان کی تعمیر میں لکھوکھا روپے صرف ہوئے اور غیر معمولی قابلیت کا اظہار ہوا لیکن اگر ان کے فائدوں کو دیکھا جائے تو غالباً ان کی اہمیت کا صحیح اندازہ ہوسکتا ہے۔ ان سے آبرسانی کی تمام مشکلات حل ہوگئیں اور ہزارہا ایکڑ زمینیں جو بنجر پڑی ہوئی تھیں سب پیداآور ہوگئیں جو اس وقت اور آئندہ ملک کی عام معاشی ترقیوں کی ضامن ہیں۔ بنجر اراضی کو پیداآور بنانے سے نہ صرف اراضی کی اصلاح ہوئی اور ملک کی معاشی دولت میں اضافہ ہوا بلکہ بے روزگاروں کے لئے روزگار پیدا ہوگیا۔ بے روزگاروں کیلئے ملازمت کے سوا اور ذرائع معاش بھی پیدا ہوگئے۔ چنانچہ نہر نظام ساگر کے اردگرد معاشی اور زراعتی جدوجہد کے خوشگوار مناظر دکھائی دے رہے ہیں۔ اور جو خوش آیند مستقبل کی پیشینگوئی کر رہے ہیں۔ اگر تنگبھدرا کا کام بھی چل پڑے تو اس سے بھی غیر معمولی اضافہ ہوسکتا ہے۔ اس کے ساتھ معدنیات کی صحیح دیکھ بھال اور صنعت و حرفت کی خاطر خواہ گرفت اور ترقی قابل ذکر ہے اور یہ روزافزوں ہیں۔ صنعت و حرفت کے مختلف شعبوں میں تعلیم دی جارہی ہے اور پیداوار خام خاطر خواہ استعمال ہورہی ہے۔ آمد و رفت کے وسائل میں توسیع اور ترقی ہورہی ہے۔ ان وسائل سے ملک کے طول و عرض کو آپس میں ملایا جارہا ہے اس سے نہ صرف ملک کی دولت میں اضافہ ہورہا ہے بلکہ تمام افراد مملکت کا ذہنی اور معاشرتی ربط و ضبط بڑھ رہا ہے جو تمدنی ترقی کا صحیح ضامن ہے اس سرسری خاکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مملکت کے دونوں مقصد نہ صرف پیش نظر ہیں بلکہ ان کو اسی طرح عملی جامہ پہنایا جارہا ہے جو دنیا کی بڑی مملکت کرتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مختصر خاکہ میں دور عثمانی کی تمام ترقیوں کا جو بجائے خود ایک کتاب کی طالب ہیں۔ حصر کرنا مشکل ہے۔ یہاں صرف اس خاکہ پر اکتفا کی جاتی ہے اور مضمون کو شہنشاہ اورنگ زیب کی اس دعا پر ختم کیا جاتا ہے جو شہنشاہ نے نظام الملک کے پدر بزرگوار غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کو دی تھی اور اس میں غازی الدین خاں کی تمام اولاد امجاد شامل ہے۔" چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ از تردد خان فیروز جنگ شرم اولاد تیموریہ نگاہ داشت آبروئے اولاد او تا روز قیامت نگاہ دارد" فقط
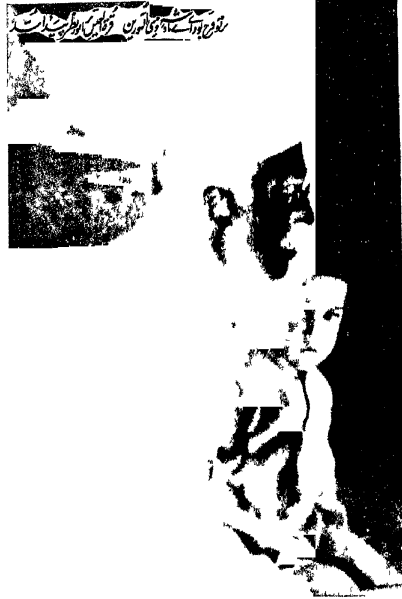
اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

کرنل نواب مکرم جاہ بہادر شہریار دادا جان کی آغوش میں

حیدرآباد پرنٹنگ پریس

ہز ہائینس پرنس آف برار و ولیعہد سلطنت آصفیہ

پرنسس حضرتہ درشہوار دردانہ بیگم صاحبہ

حضرت والاشان نواب معظم جاہ بہادر

حضرتہ نیلوفر فرحت بیگم صاحبہ

اسس گروپ میں امراء عظام اور عہدہ داروں کے لڑکے لڑکیاں موجود ہیں

ایوانات شاہی

ان عالیشان نواب اعظم جاہ بہادر والاشان (ملاویسٹا)

ایوان عالیشان شاہزادہ نواب معظم جاہ بہادر والاشان

حیدر آباد پرنٹنگ ورکس

والاشان نواب معظم جاہ بہادر مجلس آرائش کی صدارت کے حصول جائزہ کے بعد ارکان مجلس و خصوصی عہدہ داروں کے ساتھ

ایوانات شاہی

ہل فورٹ کا ایک رخ

ہل فورٹ کا دوسرا رخ

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس
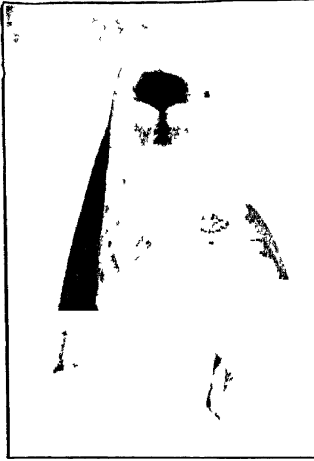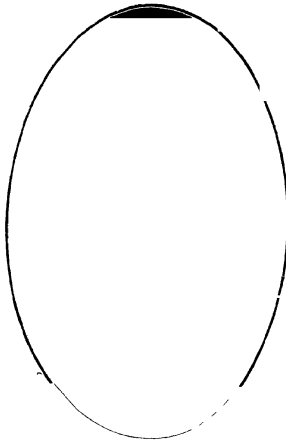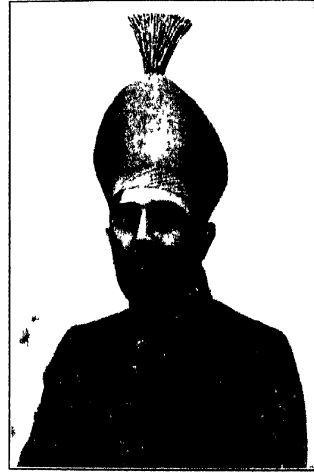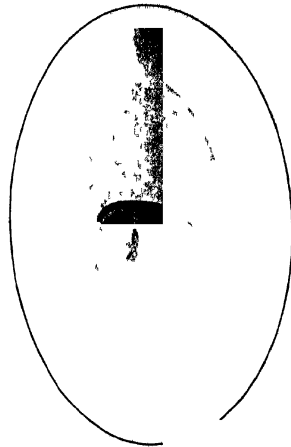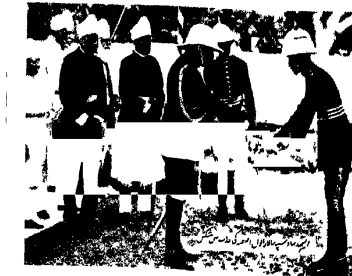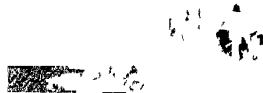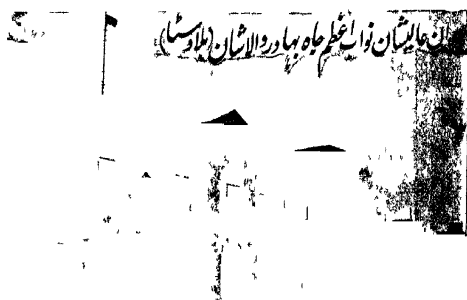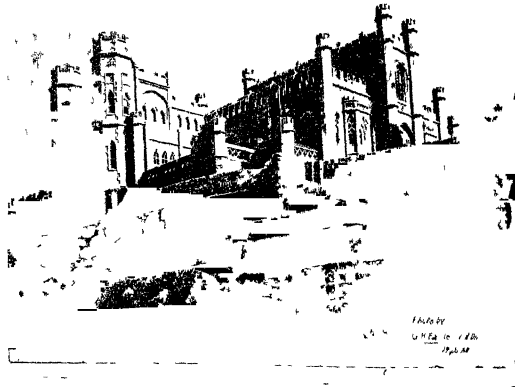
شہزادگانِ والاشان

شہزادہ نواب میر حمایت علیخاں میجر جنرل والاشان اعظم جاہ بہادر ہز ہائینس پرنس آف برار و ولیعہد سلطنت آصفیہ ۶ محرم ۱۳۲۵ھ کو بیک ساعت تولد ہوئے اور دس ماہ کے فرق سے شہزادہ نواب میر شجاعت علیخاں والاشان معظم جاہ بہادر کی ولادت باسعادت عمل میں آئی۔ شہزادگان والاشان کی تعلیم و تربیت خود بنفس نفیس اعلیٰحضرت بندگانعالی کی نگرانی میں خاص انتظام و اہتمام کے ساتھ منتخب و قابل علما و اردو، فارسی، عربی، انگریزی ہوئی۔ ہر دو شہزادگان والاتبار جو دولت آصفیہ کے چشم و چراغ ہیں اپنے قابل فخر خاندان اور نامدار تاجدار پدر کی شاندار روایات و سیرت کا صحیح صحیح نمونہ ہیں۔ بعد فراغ تعلیم حضرت اقدس اعلیٰ نے ریاست کے تمام شعبہ جات کا عملی تجربہ بھی لائق و ماہر عہدہ داران کے زیر نگرانی کروایا۔ ۱۹۳۱ء میں دونوں شہزادگان والاتبار یورپ تشریف لے گئے۔ اس مبارک سفر میں ہر دو شہزادگان والاشان کی شادی ۱۲ر نومبر ۱۹۳۱ء مطابق یکم رجب ۱۳۵۰ھ روز پنجشنبہ بمقام نیس (جو فرانس کے جنوبی حصہ میں واقع ہے) ہز ہائینس پرنس آف برار نواب میر حمایت علیخاں والاشان اعظم جاہ بہادر کی شادی جلالتمآب خلیفۃ المسلمین سلطان عبد المجید خاں بہادر سابق سلطان ترکی کی اکلوتی شہزادی حضرت درِّ شہوار المخاطب دُرِّ دانہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ اور نواب میر شجاعت علیخاں والاشان معظم جاہ بہادر کی شادی خلیفہ ممدوح الشان کی حقیقی بھانجی اور سلطان مراد خان دوم کی نواسی حضرت شہزادی نیلوفر المخاطب فرحت بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ یہ ہر دو شہزادیاں ترک، ترکی سلاطین کے اعلیٰ تمدن کا بہترین اور قابل فخر نمونہ ہیں۔ ہز ہائینس پرنس آف برار شہزادہ والاشان نواب اعظم جاہ بہادر کے مشکوئے معلی میں بمقام نیس ۵ جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ م ۶ر اکتوبر ۱۹۳۳ء م یکم آذر ۱۳۴۳ف یوم جمعہ صبح ساڑھے نو بجے نواب میر برکت علیخاں المخاطب نواب مکرم جاہ بہادر تولد ہوئے۔ آپکے محبوب نانا خلیفۃ المسلمین سلطان عبد المجید خاں بہادر نے اپنے نام کی رعایت کیساتھ آپکا عرف مجیدی پادشاہ رکھا جو نہایت پیار سے پکارا جاتا ہے۔ یکم ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ م ۸ر شہریور ۱۳۴۲ف کو اعلیٰحضرت بندگانعالی نے میجر جنرل حضرت والاشان نواب اعظم جاہ بہادر کو افواج آصفی کے جلیل القدر عہدہ کمانڈر ان چیف پر مامور فرماکر افواج آصفی کو مفتخر فرمایا اور اسی ماہ میں حضرت والاشان نواب معظم جاہ بہادر کو مجلس آرایش بلدہ کی صدر نشینی پر مامور فرماکر ارکان مجلس کو شرف افتخار بخشا۔ چنانچہ ان ہر دو جلیل القدر خدمات کو شہزادگان والاتبار اپنے موروثی آئین و دستور کے تحت قابل فخر فرائض کے ساتھ نہایت خوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ جب سے ہر دو شہزادگان والاشان نے ان اہم ذمہ دارانہ خدمات کا جائزہ حاصل فرمایا ہے اپنے عملی کامیاب فرایض سے متعلقہ شعبوں کو غیر معمولی ترقی دیکر تحت شعبہ جات کو چار چاند لگایا اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم کو حیات جاوید بخشی شہزادگان والاشان کے زیر نگیں ماتحت شعبوں کی ترقی سرعت کیساتھ بام اوج پر لہرا رہی ہے۔ شہزادگان والاشان کی خدمات جلیلہ وابستگی حضرت اقدس اعلیٰ کی میدا معز شاہیت کا بے بدل مظہر ہے نیز بقضیہ برار ۲۴ر اکتوبر ۱۹۳۶ء کے معاہدہ کی رو سے حضرت والاشان ولیعہد بہادر کو "ہز ہائینس دی پرنس آف برار" کا خطاب برٹش گورنمنٹ سے ملا ہے۔ اسبارے میں ۴ر رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ کو مصدرہ فرمان مبارک درج ذیل ہے۔

نقل فرمان مبارک

چونکہ میں نے برار کے جدید معاہدہ پر ۲۴ر اکتوبر ۱۹۳۶ء کو دستخط کیا ہے لہذا سال آئندہ سے بطور یادگار ہر سال علیوی کی ۲۴ر اکتوبر کو ممالک محروسہ سرکار عالی میں عام تعطیل قرار دیجائے

دیگر چونکہ اسی معاہدہ کی رو سے ولیعہد حیدرآباد کو "ہز ہائینس دی پرنس آف برار" کا لقب برٹش گورنمنٹ سے ملا ہے لہذا انکے نام کیساتھ لقب بھی استعمال ہو اور اسکے علاوہ صاحبزادی دردانہ بیگم صاحبہ ہمشیرہ پرنسس درِّ شہوار کے نام کے ساتھ "ہز ہائینس دی پرنسس آف برار" بھی استعمال ہو۔

پبلک کی اطلاع کی غرض سے یہ جریدہ غیر معمولی میں شائع کیا جائے۔

تبرک دستخط مبارک اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہم العالی

۴ر رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ

مرتبہ محمد فاضل

حیدرآباد دکن کا بیدار مغز شاہنشاہ

جہاں آفریں تا جہاں آفرید ٭ چنیں شہریارے نہ آمد پدید

یوں تو دنیا بڑے بڑے الوالعزم بادشاہوں اور زبردست شاہنشاہوں اور سلطنتوں کے وجود کیلئے شہرت تامہ رکھتی ہے ۔ چنانچہ شاہانِ الوالعزم و فرمانروایان باہمت و حوصلہ نے اپنی حکمرانی کے حدود کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہونچایا ۔ اور تاریخ میں ابدالآباد شہرت دوام چھوڑ گئے ۔ جہاں یہ سب کچھ ہے وہاں اس سے بھی کسی طرح انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سرزمین ہند میں دکن بھی دورِ اسلامی کی ایک سلف السنہ نامور یادگار ہے جو قابلِ فخر شہریاروں کا گہوارہ رہا اور ہے۔ دکن کی تاریخ سے دنیا کی مخلوق یوں تو واقف ہے ۔ اور یہاں کے شاہانِ آصفیہ سے بخوبی آشنا ۔ مگر دنیا کے شش جہت میں آج سرزمین دکن کو جو اوج و عروج نصیب ہے اور دنیا کے ہر ایک فرد کی زبان پر نام جاری و ساری ہے ۔ فی زمانہ دکن کا یہ طرۂ امتیاز محض اعلیٰحضرت نواب سرمیر عثمان علیخان بہادر تاجدار دکن کے قدوم میمنت لزوم کی برکت اور نقش وفا درخشاں دور حکمرانی کے کامیاب نتائج ہیں ۔

ہندوستان کی اسلامی تاریخیں بھری پڑی ہیں کہ سلطنتیں بڑھیں اور مٹ گئیں ۔ شاہنشاہیاں بام عروج تک پہونچیں اور فنا ہوگئیں مگر اون کے مستقل دیرپا اثرات و روایات کی اگر کوئی اس وقت یادگار ہے تو وہ سرزمین دکن اور نظام حیدرآباد ہے ۔ اور اب زمانہ کا ہر فرد بشر ان دو ناموں سے اچھی طرح واقف و آشنا ہے ۔ جس ہستی نے دکن کو دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کے مدِ مقابل کھڑا کیا ۔ اور دنیا کے نہ ماننے والوں کو قائل اور دنیا سے روشناس کرایا ۔ وہ اعلیٰحضرت آصفجاہ سابع ہی کی ذات فیضدرجت ہے ۔

دورِ عثمانی کی محیرالعقول ترقیاں اور دکن کا غیر معمولی ارتقاء و عروج اور ملک کے چپہ چپہ کے نقوش اس بیدار مغز شہنشاہ کی مدحت کے گیت گارہے ہیں ۔ اور اپنی ساکت زبان حال سے عثمانی شان و عظمت کے نواسنج ہو کر عوام سے دکن کی سطوت و برتری کا لوہا منوا رہے ہیں ۔ دنیا کا کونسا ایسا گوشہ ہے جہاں گمنام دکن شہرہ آفاق نہ ہوگیا ہو ۔ مدبران رہے ہیں ۔ دنیا بھال رہی ہے ۔ اور ہر نوع کاروبار میں حیدرآباد کی ترقی نمایاں نظر آرہی ہے ۔ یہ تمام فوق انتظارے محض کس کی بدولت اہل دکن کو نصیب ہیں ۔ جس کے ہم عاشق و شیدا ہیں ۔ جان نثار و مرید ہیں ۔ اور جس کے ایک اشارہ پر جان فدا کرنا اپنا مقصد زیست سمجھتے ہیں ۔ آج اسی ظل سبحانی کے ۲۵ سالہ مسعود دورِ حکومت کا جشن سیمیں منائے ہیں ۔ جوش عقیدت سے وفور راہ ہیں ۔ فقط

مرتبہ محمد فاضل

اللہ
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
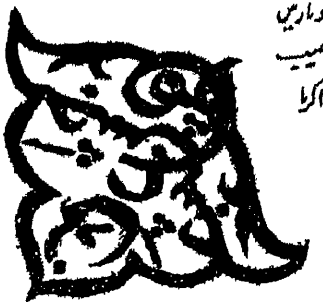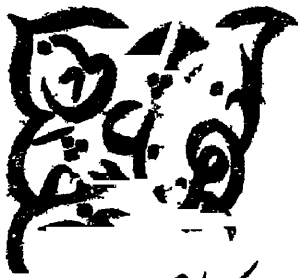
عہد عثمانی کا خصوصی و درخشاں کارنامہ برار

خطاب یافتگی ہز ہائینس اور پرنس آف برار بہ ولیعہد دربار سلطنت آصفیہ

چو محلہ مبارک میں خریطہ دربار

جمعہ ۹ ہر دی ۱۳۴۶ف کو پونے تین بجے چو محلہ مبارک میں خریطہ دربار منعقد ہوا۔ جس میں والاشان ولی عہد بہادر کو ملک معظم کے عطا کردہ خطاب "ہز ہائی نس اور پرنس آف برار" کا اعلان کیا گیا۔ اور برار کا معاہدہ (جو جریدہ میں شائع ہو چکا ہے) پڑھا گیا۔

دربار کے انتظامات صبح سے کئے جا رہے تھے۔ دو بجے سے قبل گارڈ آف آنر اور فوجی دستوں کی ایستادگی شروع ہوئی اور دو بجے سے اعلیٰ عہدہ دار جمع ہونا شروع ہوئے۔

سواری شاہانہ

۲/۳۵ کو سواری شاہانہ رونق افروز ہوئی پونے تین بجے تک والاشان ولیعہد بہادر و الاشان نواب معظم جاہ بہادر، دلہن شہزادیاں نواب بسالت جاہ بہادر تشریف فرما ہو چکے اس کے بعد آنریبل رزیڈنٹ مسٹر ڈی، جی، میکنزی اپنے اسٹاف کے ساتھ خریطہ لیکر تشریف لائے۔ گارڈ آف آنر نے سلامی دی۔ نواب مہدی یار جنگ بہادر نواب حامد یار جنگ بہادر، نواب ناصر نواز الدولہ بہادر وغیرہ نے خیر مقدم کیا۔

خریطہ کی خواندگی۔

تین بجے آنریبل رزیڈنٹ بہادر نے بارگاہ خسروی میں خریطہ پیش کیا جس کو نواب مہدی یار جنگ بہادر نے پڑھا ۳/۲۰ کو خریطہ کی خواندگی ختم ہوئی۔ اور شرکاء دربار کو عطر اور پان پیش کئے گئے رزیڈنٹ بہادر کی واپسی کے بعد سواری شاہانہ اور شہزادگان والاشان کی مراجعت عمل میں آئی۔ رزیڈنسی کے اسٹاف اور یوروپین فوجی عہدہ داروں کے علاوہ تمام عمائدین و امراء اور عہدہ داران خصوصی شریک دربار تھے۔

ہز ہائی نس پرنس آف برار

سررشتہ معلومات عامہ کا ایک "پریس نوٹ" مورخہ ۹ ہر دی ۱۳۴۶ف مظہر ہے۔ "ہز اکسلنسی وائسرائے بہادر و گورنر جنرل آف انڈیا نے ملک معظم کی طرف سے ایک جانب اور حضرت اقدس و اعلیٰ نے دوسری جانب ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو معاہدہ برار پر دستخط ثبت فرمائے ہیں۔ اور جریدہ غیر معمولی جس میں حضرت اقدس و اعلیٰ کا فرمان مبارک نیز معاہدہ و ہز اکسلنسی وائسرائے بہادر و گورنر جنرل آف انڈیا کے متعلقہ مکتوب کا متن درج ہے۔ آج پبلک کی اطلاع کے لئے شائع کر دیا گیا ہے۔

آج چو محلہ مبارک میں ایک خریطہ دربار تین بجے منعقد ہوا۔ اس موقع پر معاہدہ و متعلقہ مکتوب نیز اس امر کا اعلان کیا گیا کہ ملک معظم نے بندگان عالی کے برار پر اقتدار اعلیٰ کا مزید اعتراف فرماتے ہوئے اعلیٰحضرت اقدس و اعلیٰ کے موروثی لقب شاہی میں حیدرآباد کے ساتھ برار کو بھی شریک فرمایا ہے اور بندگان عالی کے

مرتبہ محمد فاضل
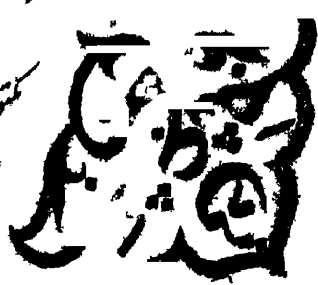
ولی عہد اور بندگانعالی کے جانشینوں کے ولی عہد کو ہز ہائی نس
دی پرنس آف برار" کا خطاب عطا فرمایا ہے"

جریدۂ غیر معمولی

جلد (۶۸) حیدرآباد دکن ۹ اردی ۱۳۴۶ف م ۲۷ ر شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ یوم جمعہ نمبر (۱)

بہ حکم عالیجناب مہاراجہ بہادر سر کشن پرشاد یمین السلطنت بالقابہم پیشکار و صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی

اعلیحضرت مظفر الملک والممالک فتح جنگ آصف جاہ سابع کے آستان شرف ورود لایا ہوا فرمان نصرت نشان مترشحہ ۲۷ ر شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ اطلاع عام کے لئے شائع کرنے کی عزت حاصل کی جاتی ہے فقط

حیدر نواز جنگ ۔ صدر المہام متعلقہ امور دستوری ۔

فرمان مبارک

مین نے اپنے فرمان مورخہ ۱۲ ر شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ میں لارڈ ولنگڈن کی حیدرآباد سے روانگی سے قبل اون انتظامات کے متعلق اپنا اطمینان ظاہر کیا تھا جو سرکار عظمت مدار کے ساتھ گفت وشنید کے نتیجہ کے طور پر ہندوستان میں نئے دستور قائم ہونے پر میرے ملک برار کے آئندہ نظم ونسق کی نسبت عمل میں آئیں گے ۔ اوسی فرمان میں میں نے یہ لکھا تھا کہ میری رعایا کو اون تدابیر کے تفصیلی اعلان کا سخت انتظار رہے گا ۔ جن کی رو سے میرے ملک برار کا نظم ونسق ملک معظم کے اس ملک کے ساتھ جو بنام ممالک متوسط موسوم ہے مثل ایک صوبہ واحد کے ہوگا ۔ جس کا نام "ممالک متوسط و برار" رہے گا اور برار پر میری سلطنت عملاً اس طرح مخیر ہو گی کہ اوس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے گی نیز یہ بھی ظاہر کیا تھا کہ برٹش گورنمنٹ اور میری گورنمنٹ دونوں کی امید ہے کہ ہندوستان کا دستوری نشو ونما بزودی حکمۂ اعلان مذکور کی اجازت دے گا ۔ تاکہ ابواب طے شدہ سے مجھے جو اطمینان حاصل ہوا اوس میں میری رعایا بھی شریک ہوسکے ۔

چونکہ گفت وشنید اب بحمد اللہ کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچ چکی ہے ۔ اور میں نے بتاریخ ۷ ر شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۴ ر اکتوبر ۱۹۳۶ء عہد نامہ برار پر جو ملک معظم کے ساتھ ہے دستخط بھی ثبت کر دئے ہیں ۔ اس لئے بفضلہ تعالیٰ اب وقت آگیا ہے جبکہ عہد نامہ کی دفعات اور نیز منسلکہ مکتوب جو منجانب ملک معظم بہ دستخط ہز اکسلنسی وائسرائے بہادر میرے نام وصول ہوا ہے عوام کی اطلاع کی غرض سے شائع کردئے جائیں موجودہ عہد نامہ اور اس کے منسلکہ مکتوب کے ذریعہ قدیم تصفیہ طلب مسائل جس طرح طے پائے ہیں نیز معاہدہ ۱۹۰۲ء کی تنسیخ سے مجھے کمال اطمینان ہوا ہے ۔ اور مجھے امید ہے کہ اس یادگار موقع پر میری عزیز رعایائے حیدرآباد و برار میرے اطمینان ومسرت میں شریک ہو گی ۔

میرا یہ فرمان مع منسلکات جریدۂ غیر معمولی کے ذریعہ بغرض اطلاع عام شائع کیا جائے ۔

۲۷ ر شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ

ثبت شد تحظ مبارک

معاہدہ جو آج بتاریخ ۲۴ ر ماہ اکتوبر سنہ عیسوی انیس سو چھتیس مابین ہز میجسٹی ملک معظم شہنشاہ کشور ہند عظمت جنرل ہز اگزالٹیڈ ہائینس آصف جاہ مظفر الملک والممالک نظام الملک نظام الدولہ نواب میر عثمان علی خاں بہادر فتح جنگ یار وفادار سلطنت برطانیہ جی سی ۔ ایس آئی ۔ جی ۔ بی ۔ ای نظام حیدرآباد دکن تکمیل پایا ۔

اور ہرگاہ اون ممالک محروسہ میں جو ہز اگزالٹیڈ ہائینس نظام حیدرآباد کے اقتدار اعلیٰ کے تحت ہیں ۔ چند علاقہ جات موسوم بنام برار شامل ہیں۔

اور ہرگاہ بذریعہ معاہدہ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۲ء یہ قرار پایا تھا کہ ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے علاقہ جات موسوم بنام برار میں، جن پر ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے اقتدار اعلیٰ کے متعلق اوس معاہدہ میں مکرر اقرار کیا گیا تھا، سرکار عظمت مدار جس طریق سے مناسب تصور کرے انتظام نظم و نسق عمل میں لائے گی ۔

اور ہرگاہ ایک ایسے وفاق ہند کے قیام سے متعلق تجاویز پر جو مشتمل ہو اون ریاستہائے ہند پر جو وفاق مذکور میں شرکت پر رضامند ہوں اور ان صوبہ جات برطانوی ہند پر جو بطور صوبجات خود مختار قائم ہیں نمایندگان حکومت ہز میجسٹی و پارلیمنٹ سلطنت متحدہ و برطانوی ہند و والیان ریاست ہائے ہند میں مباحث ہو چکے ہیں ۔

اور ہرگاہ وفاق ہند کے لئے پارلیمنٹ نے ایک دستور منظور کیا ہے اور وہ قانون حکومت ہند نافذہ ۱۹۳۵ء میں مدون کیا جا چکا ہے لیکن اوس میں اس امر کا انتظام کیا گیا ہے کہ قانون مذکور کے مختلف حصے مختلف تواریخ سے نافذ کئے جا سکیں گے ۔

اور ہرگاہ قانون مذکور کے کسی حکم کا ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے کسی علاقہ پر اون کی رضامندی و اتفاق کے بغیر اطلاق نہ ہوگا ۔

اور ہرگاہ قانون حکومت ہند نافذہ ۱۹۳۵ء میں اس امر کا انتظام کیا گیا ہے کہ مابین ہز میجسٹی و ہز اگزالٹیڈ ہائینس ایک معاہدہ بدیں غرض طے پانے کی صورت میں صوبہ جات متوسط اور برار کا نظم و نسق جبتک کہ ایسا معاہدہ نافذ العمل رہے بحت قانون مذکور بطور ایک گورنر کے صوبہ کے مشترکہ طور پر عمل میں آئے گا ۔

اور ہرگاہ ہز اگزالٹیڈ ہائینس اس امر کے خواہشمند ہیں کہ اون کے علاقہ جات موسوم بنام برار کا نظم و نسق بمعیت اون علاقہ جات ہز میجسٹی موسوم بہ صوبہ جات متوسط کے حسب احکام قانون مذکور عمل میں آئے اور وہ بمعیت علاقہ جات مذکور اوس وفاق کی جو تحت قانون مذکور قائم ہونے والا ہے ایک وحدت قرار دیئے جائیں اور بدیں غرض یہ قرین مصلحت سمجھا گیا ہے ۔ کہ بعوض معاہدہ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۲ء ایک نئے معاہدہ کی تکمیل ہو ۔ لہذا اب اس تحریر کے ذریعہ سے حسب ذیل قرارداد کی جاتی ہے ۔

فقرۂ اول | ہز میجسٹی برار پر ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم اور اوس کا مکرر اقرار فرماتے ہیں ۔

فقرۂ دوم | ہز اگزالٹیڈ ہائینس اپنی اور اپنے ورثاء اور جانشینوں کی جانب سے بذریعہ ہذا اس امر کا اظہار فرماتے ہیں کہ بمتابعت و مطابقت شرائط مندرجہ معاہدہ ہذا وہ اپنے اون علاقہ جات کے متعلق جو بنام برار موسوم اور آئندہ تحریر ہذا میں اوسی نام سے مذکور ہیں وفاق ہند میں جو تحت قانون حکومت ہند نافذہ ۱۹۳۵ء تجویز کیا گیا ہے شرکت پر رضامند ہیں اور ہز میجسٹی بذریعہ ہذا اوس رضامندی کی نسبت اپنی قبولیت کا اظہار فرماتے ہیں ۔

فقرۂ سوم | ہز اگزالٹیڈ ہائینس اپنی اور اپنے ورثاء اور جانشینوں کی جانب سے بذریعہ ہذا قانون مذکور کے اون احکام کے متعلق جن کا برار پر اطلاق ہو اس غرض سے اظہار قبولیت فرماتے ہیں کہ بمتابعت و مطابقت شرائط معاہدہ ہذا اور باوجود اس کے کہ برار پر ہز اگزالٹیڈ ہائینس کا اقتدار اعلیٰ برقرار رہیگا اور ہز میجسٹی کے وہ علاقہ جات جو صوبہ جات متوسط کے نام سے موسوم ہیں دونوں کا نظم و نسق اس طرح عمل میں آئے کہ گویا وہ ایک ہی صوبہ ہیں جو بنام صوبہ جات متوسط و برار موسوم ہوگا اور ہز میجسٹی اور جملہ وفاقی مرکزی و صوبجاتی ادارہ ہائے حکومت صوبہ جات متوسط و برار کی نسبت وہ تمام اختیارات و فرائض انجام دیں جن کے
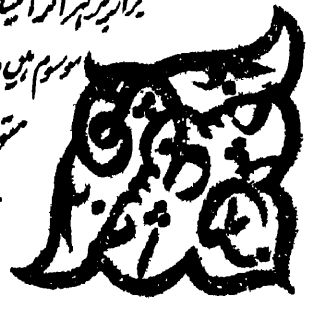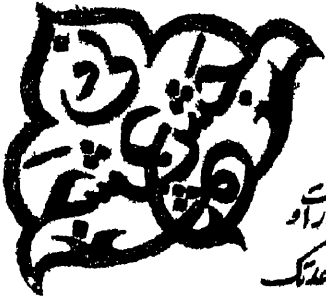
وہ قانون مذکور کی روسے یا اوس کے تحت حاصل ہیں ۔

فقرۂ چہارم | صوبہ جات متوسط و برار کے گورنر کا تقرر منجانب ہز مجسٹی بعد مشورہ ہز اگزالٹیڈ ہائینس عمل میں آئیگا۔ اور گورنر جو اختیارات او وظائف تحت قانون مذکور منجانب یا بہ نیابت ہز مجسٹی انجام دے سکیں گے وہ برار کی حد تک ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے اس معاہدہ کو منظور فرمانے کی بناء پر انجام دئے جائیں گے ۔

فقرۂ پنجم | برار میں جب کبھی اور جہاں کہیں گورنر صوبہ جات متوسط و برار کے احکام کی بناء پر برطانوی پرچم بلند کیا جائیگا تو اس کے پہلو بہ پہلو ہز اگزالٹیڈ ہائینس کا پرچم بھی بلند کیا جائے گا ۔

فقرۂ ششم | ہز اگزالٹیڈ ہائینس کا یہ حق بذریعہ ہذا تسلیم کیا جاتا ہے کہ حیدرآباد کے اعزازی خطابات باشندگان برار کو عطا فرمائیں بشرطیکہ ہز مجسٹی کے اوس قائم مقام کا اتفاق قبل از قبل حاصل کیا جائے جو ریاستہائے ہند سے تاج برطانیہ کے تعلقات کے ضمن میں تاج کے اختیارات و وظائف انجام دینے کا مجاز ہو ۔

فقرۂ ہفتم | ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے اس حق کو ہز مجسٹی تسلیم فرماتے ہیں کہ وہ برار میں دربار منعقد فرمائیں بشرطیکہ ہر مرتبہ ہز مجسٹی کے قائم مقام مذکور کا اتفاق حاصل کیا جائے ۔

فقرۂ ہشتم | ہز اگزالٹیڈ ہائینس کو اختیار ہوگا کہ ہز مجسٹی کے قایم مقام مذکور کے اتفاق سے گورنر صوبہ جات متوسط و برار کو موزوں تقاریب یا رسمی شرکت کیلئے حیدرآباد آنے کی دعوت دیں ۔

فقرۂ نہم | برار کی کسی مسجد میں ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے نام سے خطبہ پڑھے جانے پر ہز مجسٹی کو کوئی اعتراض نہ ہوگا ۔

فقرۂ دہم | باوجود اختتام معاہدہ مذکور مورخہ ۵ر نومبر ۱۹۰۲ء ہز مجسٹی سالانہ رقم پچیس لاکھ روپیہ جو برار کی بابتہ اس وقت تک ادا ہوتی رہی ہے ہز اگزالٹیڈ ہائینس کو ادا فرماتے رہیں گے ۔

فقرۂ یازدہم | ہز اگزالٹیڈ ہائینس کو یہ حق ہوگا کہ صوبہ جات متوسط و برار کے مستقر حکومت میں اپنا ایک ایجنٹ بدیں اغراض قایم رکھیں کہ وہ کسی ایسے معاملہ سے متعلق اپنی حکومت کے خیالات کی نمایندگی کرے جو صوبہ جات متوسط و برار اور حیدرآباد دونوں کے مشترکہ اغراض پر مشتمل ہو یا جو حیدرآباد کے اغراض پر بلا واسطہ موثر ہو۔ لیکن بجز صورت مصرحہ بالا ایجنٹ مذکور کو صوبہ جات متوسط و برار کے کسی داخلی معاملہ سے کوئی سروکار نہ ہوگا ۔

فقرۂ دوازدہم | گورنر صوبہ جات متوسط و برار نظم و نسق برار میں اپنی اوس خاص ذمہ داری کو ادا کرتے ہوے جو کسی ریاست ہند کے حقوق کی حفاظت سے متعلق ہو ریاست حیدرآباد کے تجارتی و معاشی اغراض کا لحاظ واجب رکھیں گے ۔

فقرۂ سیزدہم | گورنر جنرل کو لازم ہوگا کہ مجلس وضع قوانین صوبہ جات متوسط و برار کے کسی ایسے مسودہ قانون کی نسبت جس کا اطلاق برار پر ہوتا ہو اور جو اون کے غور کے لئے مختص کیا گیا ہو ہز مجسٹی کے نام سے اپنی منظوری کا اعلان کرتے ہوے اس امر کی صراحت کریں کہ جہاں تک اوس کا اطلاق برار پر ہوگا مسودہ قانون کو جو منظور کیا گیا وہ ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے اس معاہدہ کو منظور فرمانے کی بناء پر ہے ۔

فقرۂ چہاردہم | گورنر صوبہ جات برار کو لازم ہوگا کہ مجلس وضع قوانین صوبجات متوسط و برار کے کسی ایسے مسودہ قانون کی نسبت جسکا اطلاق برار پر ہوتا ہو ہز مجسٹی

کے نام سے اپنی منظوری کا اعلان کرتے ہوئے یا اس قسم کے کسی ایسے
مسودہ قانون کی نسبت جو ہز میجسٹی کے اظہار پسندیدگی کیلئے محفوظ کیا گیا ہو
ہز میجسٹی کی منظوری کا اظہار کرتے ہوئے اس امر کی صراحت کریں کہ جہاں تک
اوس کا اطلاق برار پر ہوگا مسودہ قانون کو جو منظور کیا گیا وہ ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے اس
معاہدہ کو منظور فرمانے کی بناء پر ہے۔

فقرۂ پانزدہم | معاہدہ ہذا میں کوئی امر کسی طرح اون فوجی کفالتوں پر موثر نہیں ہے اور نہ اون میں تخفیف کرتا ہے جن سے ہز اگزالٹیڈ ہائینس کسی موجودہ تہد نامہ یا معاہدہ کے تحت مستفید ہو رہے ہیں اور معاہدہ ہذا میں کسی امر کی ایسی تعبیر نہ کی جائے گی جس سے قومی جمعیت موسوم بنام حیدرآباد کنٹنجنٹ کو یا اوس کے جدید قائم مقام جمعیت کو برقرار رکھنے کیلئے ہز اگزالٹیڈ ہائینس پر آئندہ کوئی ایسی ذمہ داری جو تاریخ معاہدہ ہذا موجود نہ ہو عاید کیجائے۔

فقرۂ شانزدہم | مجلس وضع قوانین صوبہ جات متوسط برار کے انتخابات کے متعلق اور بعد قیام وفاق انتخاب کونسل اسٹیٹ کے متعلق احکام مندرجۂ ذیل کے بموجب عمل ہوگا۔

(الف) جس حد تک کہ رائے دہندوں کی قابلیت کسی امتحان کی کامیابی پر منحصر ہو حیدرآباد کے کسی مساوی درجہ کے امتحان کی کامیابی کا برار کے حلقہ ہائے انتخاب کی نسبت وہی اثر ہوگا جو کسی ایسے امتحان کی کامیابی کا ہوتا ہے جو عموماً صوبجات متوسط و برار میں فی الوقت رائے دہندوں کو رائے دہی کے قابل بناتی ہو۔

(ب) جس حد تک رائے دہندہ کی قابلیت کسی فوج یا قاعدہ یا کسی جمعیت پولیس میں اوس کی یا کسی اور شخص کی شرکت پر منحصر ہو ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے افواج باقاعدہ کی اور جمعیت پولیس ریاست حیدرآباد کی رکنیت برار کے حلقہ ہائے انتخاب کی نسبت ایسی ہی تصور کیجائے گی جیسی کہ علی الترتیب ہز میجسٹی کے افواج باقاعدہ کی اور کسی جمعیت پولیس برطانوی ہند کی رکنیت تصور کی جاتی ہو۔

فقرۂ ہفدہم | قانون حکومت ہند نافذہ ۱۹۳۵ء کے حوالہ جات مندرجہ معاہدہ ہذا کی یہ تعبیر کیجائے گی کہ اون حوالہ جات کا اطلاق قانون مذکورہ بشمول ایسی جملہ ترمیمات کے ہوگا جو معاہدہ کے کسی قانون کی روسے یا اوس کے تحت ہوئی ہوں لیکن اگر کوئی ایسی ترمیم عمل میں آئے جو اس معاہدہ کی کسی شرط کے متناقض ہو یا جس سے قانون مذکور کے کسی حکم مصرحۂ ضمیمہ معاہدہ ہذا کی ترمیم ہوئی ہو اور یہ ترمیم ایسی نہ ہو جس کا برار پر اطلاق ہونا ہز اگزالٹیڈ ہائینس نے منظور فرمایا ہو یا جس کا اطلاق صرف علاقہ جات ماسوائے برار پر ہوتا ہو تو ہز اگزالٹیڈ ہائینس کو اختیار ہوگا کہ تاریخ ترمیم مذکور سے چھ ماہ کے اندر کسی وقت اسبارہ میں اطلاع دیکر معاہدہ ہذا کو ختم فرمادیں۔

فقرۂ ہیجدہم | معاہدہ ہذا بعوض معاہدہ مورخہ ۵ رنومبر ۱۹۰۲ء نافذ العمل رہیگا اور اوس میں بجز رضامندی فریقین کوئی تغیر یا ترمیم نہ ہوسکے گی اور بہ رعایت شرائط مندرجہ آخر فقرہ ماسبق کسی ایک فریق کی جانب سے اوس وقت تک ختم نہ کیا جاسکے گا جب تک کہ اوس کے محفوظہ حقوق فریق ثانی کو پابندی کے ساتھ ملحوظ ہیں اور وہ اوس تاریخ سے نافذ ہوگا جو حصہ سوم قانون حکومت ہند نافذہ ۱۹۳۵ء کے نفاذ کے لئے مقرر کی گئی ہے لیکن اس کے باوجود تاریخ مذکور کے قبل قانون مذکور کو صوبجات متوسط برار میں نافذ کرنے کی غرض سے برار میں ایسے تدابیر اختیار کئے جاسکیں گے جن کا قانون مذکور کی روسے یا اوس کے تحت کسی آرڈر انکونسل کی روسے اختیار دیا جائے۔

فقرۂ نوزدہم | قانون حکومت ہند نافذہ ۱۹۳۵ء کی دفعہ (۶) کے

احکام کا معاہدہ ہذا پر اطلاق نہ ہوگا اور نہ وفاقی عدالت کا اختیار
سماعت کسی ایسی نزاع پر حاوی ہوگا جو اوس کے تحت پیدا ہو ۔

فقرہ بستم | معاہدہ ہذا کا کوئی امر ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے اون حقوق پر جو
اون کے علاقہ جات ماسوائے برار سے متعلق ہوں موثر نہ ہوگا او نیز نیز ا

اس امر کا اظہار کیا جاتا ہے کہ قانون حکومت ہند نافذہ ۱۹۳۵ء کے حصہ دوم کے احکام کی رو سے جس وفاق ہند کی
تجویز ہوئی ہے اوس میں شرکت کے متعلق خواہ ہز اگزالٹیڈ ہائینس دستاویز کی تکمیل فرمائیں یا نہ فرمائیں اور خواہ ہز مجسٹی ایسی دستاویز
قبول فرمائیں یا نہ فرمائیں بہر حال اقرار نامہ ہذا نافذ العمل رہے گا ۔

یہ توثیق امور مصرحہ صدر معاہدہ ہذا ہز اکسلنسی دی موسٹ آنریبل دی مارکوئیس آف لنلتھگو پی سی ۔ کے ۔ ٹی ۔ جی ۔ ایم ۔ ایس
آئی ۔ جی ۔ ایم ۔ آئی ۔ ای ۔ او ۔ بی ۔ ای ۔ ڈی ۔ ایل ۔ ٹی ۔ ڈی ۔ جو ہز مجسٹی کے وائسرائے اور گورنر جنرل کشور ہند ہیں بحیثیت ہز مجسٹی
اپنے دستخط ثبت فرمائے ہیں اور لفٹننٹ جنرل ہز اگزالٹیڈ ہائینس آصف جاہ مظفر الملک والممالک نظام الملک نظام الدولہ نواب سر
میر عثمان علی خاں بہادر فتح جنگ یار وفادار سلطنت برطانیہ جی سی ۔ ایس ۔ آئی ۔ جی ۔ بی ۔ ای ۔ نظام حیدر آباد دکن نے اپنے
دستخط ثبت فرمائے ہیں ۔

ضمیمہ

(ضمیمہ ہذا میں جہاں صوبہ اور گورنر کا ذکر آئے اوس سے صوبہ جات متوسط و برار اور وہاں کا گورنر مراد ہے)

قانون کے حصہ اول کا اوس قدر جزو جو ہز مجسٹی سے اور گورنر جنرل سے اور ہز مجسٹی کے اوس قایم مقام سے متعلق ہو جو بہ نیابت ہز مجسٹی
ہند سے تاج برطانیہ کے تعلقات کی ضمن میں تاج کے فرائض و اختیارات کے استعمال کرنے کا مجاز ہے ۔

حصہ جات دوم و سوم کے محولہ ذیل احکام ۔

دفعہ (۷) ضمن (۱) و ضمن (۲) دفعہ (۹) ضمن (۳) دفعہ (۱۲) ضمن (۲) دفعہ (۱۴) ضمن (۱) دفعات (۳۲) (۴۳) (۴۴) (۴۹)
دفعہ (۵۰) ضمن (۳) دفعہ (۵۲) ضمن (۳) دفعات (۵۴) (۵۷) (۷۶) (۷۷) (۸۹) (۹۰)

(جو عام احکام امور ذیل کے متعلق ہیں یعنے صوبہ میں وفاق کے انتظامی اختیار کا استعمال کارروائی منجانب گورنر جنرل
یا گورنر بہ لحاظ ان کے صوابدید کے یا باستعمال اون کی انفرادی قوت فیصلہ کے وزیر ہند کا گورنر جنرل پر اور گورنر جنرل کا گورنر پر
اختیار نگرانی، آرڈیننسز جو گورنر جنرل یا گورنر اپنے صوابدید سے نافذ کرے اور گورنر جنرل و گورنر کے نافذ کردہ قوانین)

دفعہ (۱۱) ضمن (۱) جس حد تک کہ اوس میں یہ حکم ہے کہ گورنر جنرل مدافعت کے معاملات میں اپنے حسب صوابدید عمل کریں ۔

دفعات (۱۲) و (۵۲) جس حد تک کہ اون کی رو سے دفعہ (۱۲) ضمن (۱) کے فقرات (اے) و (جی) کی متذکرہ خاص
ذمہ داریاں گورنر جنرل پر اور دفعہ (۵۲) ضمن (۱) کے فقرات (اے) (اف) اور (جی) کی متذکرہ خاص ذمہ داریاں
نیز وہ خاص ذمہ داری متعلقہ برار متذکرہ ضمن (۲) دفعہ مذکور جو گورنر پر عائد ہوتی ہے ۔

دفعہ (۴۸) ضمن (۱) اور دفعہ (۸۴) ضمن (۱) کی متعلقہ شرط کا اوس قدر
حصہ جس میں گورنر جنرل یا گورنر کے لئے یہ حکم ہے کہ اپنے صوابدید کے لحاظ سے
امور ذیل کے متعلق قواعد وضع کرے ۔

(الف) متذکرہ بالا خاص ذمہ داریوں کی ادائی سے متعلق وفاقی یا صوبہ جاتی مجلس وضع قوانین کے ضابطہ کارروائی اور طریق کار کو منضبط کرنا۔

(ب) اون امور پر جو رياستہائے ہند سے یا کسی والی ریاست یا ریاست کے حکمراں خاندان کے کسی فرد کی ذاتی روش سے متعلق ہوں بحث کرنے یا سوالات پیش کرنے کی تا بحد محکومہ شرط مذکورہ ممانعت۔

اور دفعہ (۳۸) کے مذکورہ ضمن (۱) کی شرط کا اوس قدر حصہ جس میں گورنر جنرل کیلئے یہ حکم ہے کہ اُن کے حسب صوابدید اس غرض سے قواعد وضع کریں کہ مدافعت سے متعلق وفاقی مجلس وضع قوانین کے ضابطہ کارروائی اور طریق کار کو منضبط کریں اور صوبہ کے معاملات سے متعلق کسی کارروائی پر جو وہ اپنے حسب صوابدید عمل میں لائیں بحث کرنے یا سوالات پیش کرنے کی تا بحد محکومہ شرط مذکور ممانعت کی جائے۔

دفعہ (۸۴) ضمن (۲) اور دفعہ (۸۶) ضمن (۲) جن کے تحت گورنر جنرل یا گورنر مجاز ہیں کہ وفاقی یا صوبہ جاتی مجلس وضع قوانین میں ایسے مباحث پر قیود عاید کریں جو دفعہ (۱۲) ضمن (۱) کے فقرہ (اے) اور دفعہ (۵۲) (۱) کے فقرہ (اے) کی متذکرہ خاص ذمہ داریوں کی آدائی پر موثر ہوتے ہوں۔ (دفعہ (۷۴) جو برار سے متعلق ہے)

دفعہ (۱۰۸) جس حد تک کہ اوس کی رو سے محکوم ہے کہ ایسے مسودات قوانین یا ترمیمات کی پیشی یا اون کے متعلق تحریک کرنے اولاً گورنر جنرل کی منظوری اون کے حسب صوابدید یا گورنر کی منظوری اون کے حسب صوابدید حاصل کی جائے جن سے گورنر جنرل یا گورنر کے قوانین یا آرڈیننسز کی جو انھوں نے اپنے حسب صوابدید مشتہر کرائے ہوں تنسیخ یا ترمیم ہوتی ہو یا جو قوانین یا آرڈیننسز مذکورہ کے مخالف ہوں یا جو مدافعت سے متعلق امور پر موثر ہوں۔

دفعہ (۱۱۰) باستثناء اون صورتوں کے جن میں وہ ایسے قوانین کے وضع کرنے سے متعلق ہوتی ہوں۔ جو لا آف برٹش نیشنلٹی، آرمی ایکٹ، ایرفورس ایکٹ، نیول ڈسپلین ایکٹ، لا آف پرائیز آر پرائیز کورٹس پر یا مرافعات مرجوعہ پریوی کونسل باجازت خاص پر موثر ہوں۔

باب اول حصہ نہم جو وفاقی عدالت سے متعلق ہے باستثناء دفعہ (۲۰۶) باب مذکور۔

دفعات (۴۲ و ۶۷) دفعہ (۲۲۰) ضمن (۴) دفعہ (۳۱۱) ضمن (۷) اور ضمیمہ چہارم جس حد تک کہ وہ اون حلفوں اور اقرارات صالح سے متعلق ہیں جو ایسے اشخاص کو اٹھانے یا کرنے ہوں جو برطانوی رعایا نہ ہوں شرح دستخط کتبا الملحق میر عثمان علی خاں بہادر

میرے مواجہ میں

شرح دستخط ڈی۔ جی میکنزی ریزیڈنٹ متعینہ حیدرآباد ۲۴ر اکتوبر ۱۹۳۶ء

شرح دستخط لنلتھگو

بخدمت

لفٹننٹ جنرل ہز اگزالٹیڈ ہائی نس آصفجاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ نواب میر عثمان علیخاں بہادر فتح جنگ وفادار سلطنت برطانیہ جی۔سی۔ایس۔آئی جی۔بی۔ای نظام حیدرآباد (دکن)

میرے معزز و ذی قدر دوست

ہز میجسٹی ملک معظم شہنشاہ کشور ہند کیجانب سے مجھے حکم ہوا ہے کہ دربارہ معاہدہ جدید مورخہ ۲۴ر ماہ اکتوبر ۱۹۳۶ء جو برار کے آیندہ نظم ونسق سے متعلق ہے میں یور اگزالٹیڈ ہائی نس کو اس غرض سے مخاطب کروں کہ صورت حال واضح اور اس طرح

آئندہ غلط فہمی کا سدِ باب ہوجائے
ہز میجسٹی نہیں چاہتے کہ معاہدہ میں کوئی ایسی چیز درج فرمائیں جس سے
اس کے اختتام کے امکان غالب کا تصور پیدا ہوسکے یا بطور اس کے لازمی نتیجہ کے
ایسے تجاویز شریک فرمائیں جو اوس صورت میں برار کے مابعد کے انتظام کے لئے ہوں۔ تاہم اس غرض سے
کہ شبہ کی گنجایش باقی نہ رہے ہز میجسٹی اس امر کی صراحت کردینا مناسب خیال فرماتے ہیں کہ وہ اس معاہدہ میں اس خاص پیچ کو جو تجویز میں شریک ہورہے ہیں کہ اگر آئندہ کسی امر کی وجہ سے معاہدہ کا بدقسمتی سے اختتام ہوجائے، تو ہز میجسٹی کو اختیار رہوگا کہ ایک نئے معاہدہ کی عدم تکمیل کی صورت میں یا اس کے تکمیل پالینے تک نظم و نسق برار کے لئے باوجود کسی امر کے جو تہ ناجات بابتہ ۱۸۵۳ء و ۱۸۶۰ء میں اس کے برخلاف ہو ایسے انتظامات جو وہ ضروری تصور فرمائیں قائم کریں اور وہاں بلا شرکت غیرے کامل اختیارات استعمال فرمائیں لیکن مجھے یہ واضح کردینے کا حکم ہوا ہے کہ اس سے نہ تو یور اگزالٹیڈ ہائی نس کے برابر پر اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کیا جانا نہ سالانہ رقم پچیس لاکھ روپیہ کی ادائی اور نہ کوئی فوجی کفایت جس سے اس وقت یور اگزالٹیڈ ہائی نس تحت عہدناجات موجودہ مستفید ہورہے ہیں کسی طرح متاثر ہوں گی۔ اور نہ ہز میجسٹی یور اگزالٹیڈ ہائی نس کی رضامندی کے بغیر اپنے کو اس کا مجاز تصور فرمائیں گے کہ نظم و نسق برار کیلئے کوئی انتظامات کسی ایسی بنیاد پر قائم کریں جو اوس بنیاد سے اصولاً مختلف ہو جو اس وقت قائم ہے۔

یور اگزالٹیڈ ہائی نس کی جو اعلیٰ وقعت میرے نزدیک ہے اوس کا میں اظہار کرنا چاہتا ہوں اور یور اگزالٹیڈ ہائی نس کے مخلص دوست کی حیثیت سے دستخط کرتا ہوں۔ لنلتھگو والسرائے وگورنر جنرل ہند (نئی دہلی) مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۶ء

جریدہ غیر معمولی جلد (۶۸) حیدرآباد دکن ۱۱ اردی بہشت ۱۳۴۶ف م ۲۹ شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ یوم یکشنبہ نمبر (۲)
بحکم عالیجناب مہاراجہ بہادر سرکشن پرشاد یمین السلطنت بالقابہم پیشکار و صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی۔

ہز اکسلنسی والسرائے بہادر و گورنر جنرل ہند نے اعلان شائع کیا ہے کہ ہز امپیریل مجسٹی ملک معظم شہنشاہ کشور ہند نے بکمال الطاف و مراحم یہ حکم صادر فرمایا ہے کہ باعتراف اس اقتدار اعلیٰ کے جو ہز اگزالٹیڈ ہائینس کو علاقہ برار پر حاصل ہے ہز اگزالٹیڈ ہائینس دی نظام آف حیدرآباد اور ان کے جانشینوں کا خاندانی لقب شاہی آئندہ سے ہز اگزالٹیڈ ہائینس دی نظام آف حیدرآباد اینڈ برار ہوگا۔ فقط

حیدر نواز جنگ۔ صدر المہام متعلقہ امور دستوری

جریدہ غیر معمولی جلد (۶۸) حیدرآباد دکن ۱۱ اردی بہشت ۱۳۴۶ف م ۲۹ شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ یوم یکشنبہ نمبر (۳)
بحکم عالیجناب مہاراجہ بہادر سرکشن پرشاد یمین السلطنت بالقابہم پیشکار و صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی

ہز اکسلنسی والسرائے بہادر و گورنر جنرل ہند نے اعلان شائع کیا ہے کہ ہز امپیریل مجسٹی ملک معظم و شہنشاہ کشور ہند نے بکمال الطاف و مراحم ہز اگزالٹیڈ ہائی نس دی نظام آف حیدرآباد اینڈ برار کے ولی عہد کو ہز ہائی نس دی پرنس آف برار کا لقب عطا فرمایا ہے جو ہز اگزالٹیڈ ہائی نس کے جانشینوں کے ولیعہد کا بھی لقب ہوگا۔ حیدر نواز جنگ صدر المہام متعلقہ امور دستوری۔

جریدہ غیر معمولی جلد (۶۸) حیدرآباد دکن ۲۲ اردی بہشت ۱۳۴۶ف م ۵ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ یوم جمعہ نمبر (۴)
بحکم عالیجناب مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت بالقابہم پیشکار و صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی

اعلیٰحضرت و اقدس بندگانعالی مدظلہ العالی کے پیشگاہ سطوت آستان سے ہز ہائینس میجر جنرل والا شان پرنس اعظم جاہ بہادر ولیعہد حکومت حیدرآباد و برار اور

ہز ہائینس علیا شہزادی دردانہ بیگم پرنسز درشہوار کے نئے اعزاز اور تعطیل یادگار حصول برار کی نسبت عز ورود لایا ہوا۔ عالی شان فرمان رفعت نشان مترشحہ ۱۴ رمضان اطلاع عام کیلئے شائع کرنے عزت حاصل کی جاتی ہے۔ سید محمد مہدی
معتمد صدر اعظم و باب حکومت

فرمان مبارک

چونکہ میں نے برار کے جدید معاہدہ پر ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو دستخط کیا ہے۔ لہذا سال آئندہ سے بطور یادگار ہر سال عیسوی کی ۲۴ اکتوبر کو ممالک محروسہ سرکار عالی میں عام تعطیل قرار دیجائے۔

دیگر چونکہ اسی معاہدہ کی رو سے ولیعہد حیدرآباد کو "ہز ہائینس دی پرنس آف برار" کا لقب برٹش گورنمنٹ سے ملا ہے لہذا ان کے نام کے ساتھ لقب بھی استعمال ہو اور اس کے علاوہ صاحبزادی دردانہ بیگم صاحبہ پرنسز درشہوار کے نام کے ساتھ "ہر ہائینس دی پرنسز آف برار" بھی استعمال ہو۔

پبلک کی اطلاع کی غرض سے یہ جریدہ غیر معمولی میں شائع کیا جائے۔

۱۴ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ

اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہم العالی
ثبت دستخط مبارک

نقل جریدہ غیر معمولی

جلد (۶۸) حیدرآباد دکن ۲۶ ر اسفندار ۱۳۴۶ ف م ۱۴ ر ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ یوم پنجشنبہ نمبر (۲۰)

بحکم عالیجناب مہاراجہ بہادر سر کشن پرشاد یمین السلطنۃ بالقابہم پیشکار و صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی

بہ تعمیل فرمان اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہم العالی مرقومہ ۷ ر ذیقعدۃ الحرام ۱۳۵۵ھ معاہدہ برار مورخہ ۲۴ ر اکتوبر ۱۹۳۶ء اور اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہم العالی کی خاندانی لقب شاہی میں لفظ "برار" کے اضافہ اور حضرت ولیعہد بہادر کو عطائے لقب "ہز ہائینس پرنس آف برار" کے متعلق جو مراسلت اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہم العالی و سابق ملک معظم و نیز ہز اکسلنسی وائسرائے و گورنر جنرل ہند کے مابین ہوئی اس کو مع ترجمہ پبلک کی اطلاع کے لئے شائع کرنے کی عزت حاصل کیجاتی ہے۔ (فقط) حیدر نواز جنگ

صدر المہام متعلقہ امور دستوری

بخدمت لیفٹننٹ جنرل ہز اگزالٹیڈ ہائینس آصفجاہ مظفر الملک والممالک نظام الملک نظام الدولہ نواب سر میر عثمان علی خان بہادر فتح جنگ یار وفادار سلطنت برطانیہ جی۔سی۔ایس۔آئی۔جی۔بی۔ای نظام حیدرآباد (دکن) میرے معزز و ذی قدر دوست۔

ہز میجسٹی ملک معظم شہنشاہ کشور ہند کی جانب سے مجھے حکم ہوا ہے کہ در بارہ معاہدہ جدید مورخہ ۲۴ ر ماہ اکتوبر ۱۹۳۶ء جو برار کے آئندہ نظم و نسق سے متعلق ہے میں یور اگزالٹیڈ ہائینس کو اس غرض سے مخاطب کروں کہ صورت حال واضح اور اس طرح آئندہ غلط فہمی کا سد باب ہو جائے۔ ہز میجسٹی نہیں چاہتے کہ معاہدہ میں کوئی ایسی چیز درج فرمائیں جس سے
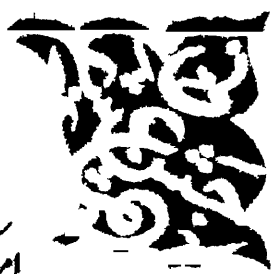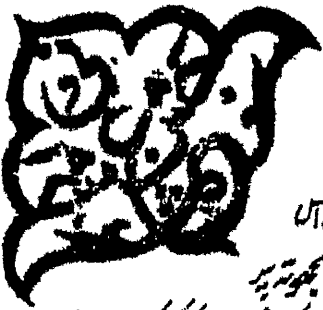
اوس کے اختتام کے امکان غالب کا تصور پیدا ہو سکے یا بطور اوس کے
لازمی نتیجہ کے ایسے تجاویز شریک فرمائیں جو اوس صورت میں برار کے مابعد کے
انتظام کیلئے ہوں تاہم اس غرض سے کہ شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے ہز میجسٹی اس
امر کی صراحت کردینا مناسب خیال فرماتے ہیں کہ وہ اس معاہدہ میں اس صاف و صحیح سمجھوتہ پر
شریک ہو رہے ہیں۔ کہ اگر آئندہ کسی امر کی وجہ سے معاہدہ کا بدقسمتی سے اختتام ہو جائے تو ہز میجسٹی کو اختیار ہوگا کہ ایک نئے معاہدہ کی
عدم تکمیل کی صورت میں اسکے تکمیل پا لینے تک نظم و نسق برار کے لئے باوجود کسی امر کے جو تہ نامجات بابتہ سنہ ۱۸۵۳ء و سنہ ۱۸۶۰ء میں اوس کے برخلاف ہو ایسے انتظامات
جو وہ ضروری تصور فرمائیں قائم کریں اور وہاں بلا شرکت غیرے کامل اختیارات استعمال فرمائیں لیکن مجھے یہ واضح کردینے کا حکم ہوا ہے کہ اس
سے نہ تو یور اگزالٹیڈ ہائینس کے برار پر اقتدار اعلیٰ کا تسلیم کیا جانا نہ سالانہ رقم پچیس لاکھ روپیہ کی ادائی اور نہ کوئی فوجی کفالتیں جن سے یور اگزالٹیڈ
یور اگزالٹیڈ ہائینس تحت عہد نامجات موجودہ مستفید ہو رہے ہیں۔ کسی طرح متاثر ہونگی اور نہ ہز میجسٹی یور اگزالٹیڈ ہائینس کی رضامندی
کے بغیر اپنے کو اس کا مجاز تصور فرمائیں گے کہ نظم و نسق برار کے لئے کوئی انتظام کسی ایسی بنیاد پر قائم کریں جو اوس بنیاد سے اصولاً مختلف ہو
جو اس وقت قائم ہے۔

یور اگزالٹیڈ ہائینس کی جو اعلیٰ وقعت میرے نزدیک ہے اوسکا میں اظہار کرنا چاہتا ہوں اور یور اگزالٹیڈ ہائینس کے مخلص دوست کی
حیثیت سے دستخط کرتا ہوں۔ (شرح دستخط) لنلتھگو

نئی دہلی مورخہ ۲۶ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۶ء
وائسرائے و گورنر جنرل ہند

یور اکسلنسی

میرے علاقہ برار کے بابت معاہدہ جدید آئندہ نظم و نسق کے متعلق یور اکسلنسی کے مکتوب مورخہ ۲۶ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۶ء کے وصول ہونے کا
میں شکریہ کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں۔

مجھے اس مرحمت آمیز لحاظ کا احساس ہے جسکی بنا پر ہز میجسٹی کنگ امپرر نے نہیں چاہا کہ معاہدہ میں کوئی ایسی چیز درج کی جائے جس سے
اس کے اختتام کے امکان غالب کا تصور پیدا ہو سکے یا بطور اس کے لازمی نتیجہ کے ایسے تجاویز شریک کئے جائیں جو اس صورت میں میرے علاقہ برار
کے مابعد کے انتظام کے لئے ہوں میں بخوبی واقف ہوں کہ ہز میجسٹی اس معاہدہ میں اس صاف و صحیح سمجھوتہ پر شریک ہوے ہیں کہ اگر آئندہ کسی امر کی
وجہ سے معاہدہ کا بدقسمتی سے اختتام ہو جائے تو ہز میجسٹی کو اختیار ہوگا۔ کہ ایک نئے معاہدہ کی عدم تکمیل کی صورت میں اس کے تکمیل پا لینے تک میرے
علاقہ برار کے نظم و نسق کے لئے باوجود کسی امر کے جو تہ نامجات بابتہ سنہ ۱۸۵۳ء و سنہ ۱۸۶۰ء میں اس کے برخلاف ہو ایسے انتظامات جو وہ ضروری تصور فرمائیں
قائم کریں اور وہاں بلا شرکت غیرے کامل اختیارات استعمال فرمائیں میں اس امر سے بھی واقف ہوں کہ اس سے نہ تو میرے علاقہ برار پر میرے
اقتدار اعلیٰ کا حق تسلیم کیا جانا سالانہ رقم پچیس لاکھ روپے کی ادائی اور نہ کوئی فوجی کفالتیں جن سے میں اس وقت تحت عہد نامجات موجودہ
مستفید ہو رہا ہوں کسی طرح متاثر ہونگی اور نہ ہز میجسٹی میری رضامندی کے بغیر اپنے کو اس کا مجاز تصور فرمائیں گے کہ میرے علاقہ برار
کے نظم و نسق کے لئے کوئی انتظام کسی ایسی بنیاد پر قائم کریں جو اس بنیاد سے اصولاً مختلف ہو جو
اس وقت قائم ہے۔ میں ہوں یور اکسلنسی کا مخلص دوست

۲۳ر نومبر سنہ ۱۹۳۶ء (شرح دستخط) میر عثمان علی خاں
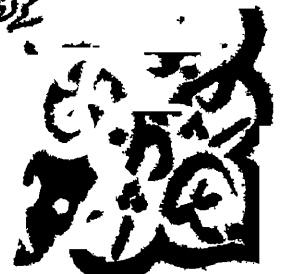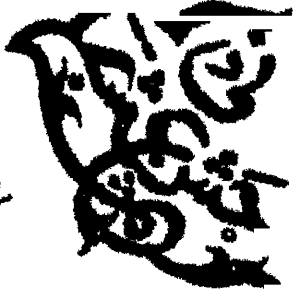
بخدمت لفٹننٹ جنرل ہز اگزالٹیڈ ہائینس آصف جاہ مظفر الملک الممالک
نظام الملک نظام الدولہ نواب سر میر عثمان علی خاں بہادر فتح جنگ یار وفادار
سلطنت برطانیہ جی سی ۔ یس ۔ آئی ۔ جی ۔ بی ۔ ای نظام آف حیدرآباد اینڈ برار ۔

میرے معزز و ذی قدر دوست ۔

میں بڑی مسرت کیساتھ یور اگزالٹیڈ ہائینس کی خدمت میں یور اگزالٹیڈ ہائینس کا موسومہ ہز امپیریل میجسٹی ملک معظم و شہنشاہ کشور ہند کا ملفوفہ خط ارسال کرتا ہوں جسمیں ہز امپیریل میجسٹی نے نہایت درجہ اطمینان اوس معاہدہ کی نسبت ظاہر فرمایا ہے جسکی رو سے علاقہ برار کا نظم و نسق باوجود اس کے علاقہ مذکور یور اگزالٹیڈ ہائینس کے اقتدار اعلیٰ ہی کے تحت رہے گا جس کی توثیق معاہدہ مذکور سے ہوئی ہے اوس طریقہ کے بموجب جو قانون حکومت ہند بابتہ ۱۹۳۵ء میں تجویز کیا گیا ہے ممالک متوسط کے ساتھ جاری رہے گا ہز امپیریل میجسٹی نے اس موقع سے استفادہ کرکے علاقہ برار پر یور اگزالٹیڈ ہائینس کے اقتدار اعلیٰ کا مزید اعتراف اس طرح فرمایا ہے کہ یور اگزالٹیڈ ہائینس کے خاندانی لقب شاہی میں حیدرآباد کے ساتھ برار کو شامل اور یور اگزالٹیڈ ہائینس کے ولیعہد کو ہز ہائینس دی پرنس آف برار کا لقب عطا فرمایا جو یور اگزالٹیڈ ہائینس کے جانشینوں کے ولیعہد کا بھی لقب ہوگا ۔

ہز امپیریل میجسٹی کا مکتوب اوس دوستی کی ایک نمایاں علامت ہے جو سلطنت برطانیہ اور یور اگزالٹیڈ ہائینس کے نامی گرامی خانوادہ کے مابین اس قدر عرصہ سے قائم ہے اور میں یور اگزالٹیڈ ہائینس کی خدمت میں نہایت گرمجوشی کے ساتھ ہز امپیریل میجسٹی کے اس نشان الطاف کی تہنیت پیش کرتا ہوں ۔

یور اگزالٹیڈ ہائینس کی بلحاظ یار وفادار سلطنت برطانیہ جو اعلیٰ وقعت میرے نزدیک ہے اوس کا میں اظہار کرنا چاہتا ہوں اور یور اگزالٹیڈ ہائینس کے مخلص دوست کی حیثیت سے دستخط کرتا ہوں ۔ (ترجمہ دستخط) لنلتھگو

نئی دہلی ۔ ۷ ۔ نومبر ۱۹۳۶ء
وائسرائے و گورنر جنرل ہند

بخدمت ۔ لفٹننٹ جنرل ہز اگزالٹیڈ ہائینس آصفجاہ مظفر الملک و الممالک نظام الملک نظام الدولہ نواب سر میر عثمان علی خاں بہادر فتح جنگ یار وفادار سلطنت برطانیہ جی ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی ۔ جی ۔ بی ۔ ای ۔ نظام آف حیدرآباد اینڈ برار ۔

یور اگزالٹیڈ ہائینس

مجھے یہ معلوم کرکے نہایت درجہ اطمینان ہوا ہے کہ ہز اکسلنسی دی وائسرائے اینڈ گورنر جنرل نے میری جانب سے اور خود یور اگزالٹیڈ ہائینس نے اوس معاہدہ پر دستخط ثبت کردیئے ہیں جس کی رو سے علاقہ برار کا نظم و نسق باوجود اس کے کہ علاقہ مذکور یور اگزالٹیڈ ہائینس کے اقتدار اعلیٰ ہی کے تحت رہے گا جس کی توثیق معاہدہ مذکور سے ہوئی ہے اوس طریقہ کے بموجب جو قانون حکومت ہند بابتہ ۱۹۳۵ء میں تجویز کیا گیا ہے ۔ ممالک متوسط کے ساتھ جاری رہے گا ۔

مجھے خوشی ہوئی کہ میں اس موقع سے استفادہ کرکے علاقہ برار پر یور اگزالٹیڈ ہائینس کے اقتدار اعلیٰ کا مزید اعتراف اس طرح کروں کہ یور اگزالٹیڈ ہائینس کے خاندانی لقب شاہی میں حیدرآباد کے ساتھ برار کو شامل کیا گیا اور یور اگزالٹیڈ ہائینس کے ولیعہد کو ہز ہائینس پرنس آف برار کا لقب عطا کیا گیا جو یور اگزالٹیڈ ہائینس کے جانشینوں کے ولیعہد کا بھی لقب ہوگا ۔

میں امید کرتا ہوں کہ یور اگزالٹیڈ ہائینس عرصہ دراز تک صحت و اقبال سے لطف اندوز ہونگے

اور میں آپکے مخلص دوست اور شہنشاہ کی حیثیت سے دستخط کرتا ہوں ۔

۲۷ ۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء (ترجمہ دستخط) ایڈورڈ ۔ آر ۔ آئی ۔
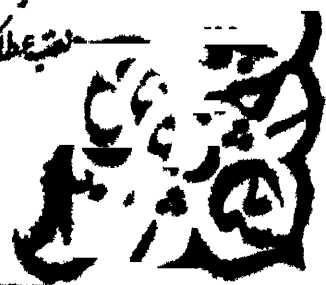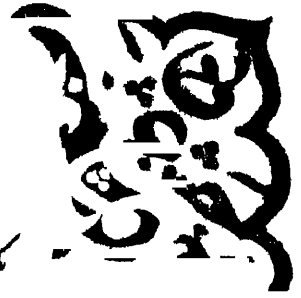
یور اکسلنسی

میں یور اکسلنسی کے خریطہ مورخہ ۷؍ نومبر ۱۹۳۶ء کے وصول ہونے کا بڑی مسرت کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں۔ جس کے ساتھ ہز امپریل مجسٹی کنگ امپرر کا مکتوب روانہ فرمایا گیا ہے۔

یہ امر میرے لئے دشوار ہے کہ میں کافی طور پر اس کا اظہار کروں کہ ہز امپریل مجسٹی کنگ امپرر کے اس مرحمت آمیز پیام سے جو اُن کے مکتوب میں درج ہے میں کس قدر مسرور ہوا ہوں۔ اور کس درجہ اس نمایاں اعزاز کی قدر کرتا ہوں۔ جو ہز مجسٹی نے میرے خانوادہ کو اس کے خاندانی لقب شاہی میں حیدر آباد کے ساتھ برار کو شامل کر کے اور میرے ولی عہد کو ہز ہائینس دی پرنس آف برار کا لقب دیکر جو میرے جانشینوں کے ولیعہد کا بھی لقب ہوگا عطا فرمایا ہے۔

میں یور اکسلنسی کو یقین دلا سکتا ہوں کہ میں کسی اور چیز کی اتنی قدر نہیں کرتا جتنی کہ اُس دوستی کی قدر کرتا ہوں۔ جو حکومت برطانیہ اور میرے خاندان کے مابین اس قدر عرصہ سے قائم ہے۔ اور جس کو اب دوبارہ اُس نشان الطاف کے ذریعہ سے نمایاں کیا گیا ہے۔ جو ہز مجسٹی کنگ امپرر نے میرے خانوادہ کو عطا فرمایا ہے۔

میں یور اکسلنسی کا بھی اس تہنیت کیلئے جو یور اکسلنسی کے مکتوب میں مرقوم ہے نہایت خلوص سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ و نیز اس ہمدردانہ طرز عمل کیلئے جو یور اکسلنسی اور یور اکسلنسی کی حکومت نے اختیار کیا جس کی وجہ سے برار کے متعلق گفت و شنید کا یہ خوشگوار نتیجہ برآمد ہوا ہے۔

میں ہوں یور اکسلنسی کا مخلص دوست

۲۳؍ نومبر ۱۹۳۶ء

(سرحد دستخط مبارک) اعلیحضرت میر عثمان علی خاں

یور امپیریل مجسٹی

میں یور امپیریل مجسٹی کے عنایت نامہ مورخہ ۲؍ اکٹوبر ۱۹۳۶ء کا جس کو ہز اکسلنسی وائسرائے بہادر نے میرے پاس روانہ فرمایا ہے وفادارانہ مخلصانہ شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ یہ امر میری انتہائی مسرت کا موجب ہے۔ کہ یور امپیریل مجسٹی نے میرے علاقہ برار پر میرے اقتدار اعلیٰ کا اس قدر بین طریقہ پر اعتراف اور اس کی کماحقہ توثیق اُس معاہدہ میں فرمائی ہے۔ جس پر حال میں ہز اکسلنسی وائسرائے و گورنر جنرل نے امپیریل مجسٹی کی جانب سے دستخط کئے ہیں۔ نیز یہ امر میرے اور میرے جانشینوں کے کمال اطمینان کا باعث ہوگا۔ کہ یور امپیریل مجسٹی نے یہ فرط الطاف و مراحم میرے خاندانی لقب شاہی میں حیدر آباد کے ساتھ برار کو شامل اور میرے ولیعہد کو ہز ہائینس دی پرنس آف برار کا لقب عطا کر کے جو میرے جانشینوں کے ولیعہد کا بھی لقب ہوگا میرے علاقہ برار پر میرے اقتدار اعلیٰ کا مزید اعتراف فرمایا ہے۔ یہ ایک اہم علامت اس رشتہ کی ہے۔ جو تاج برطانیہ نظام آف حیدر آباد کے مابین ایک زمانہ دراز سے قائم ہے۔ اور میں یور امپیریل مجسٹی کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ مجھے اس رشتہ کی بہت قدر ہے۔

میں یور امپیریل مجسٹی کے مخلص دوست اور یار وفادار سلطنت برطانیہ کی حیثیت سے دستخط کرتا ہوں۔

۲۳؍ نومبر ۱۹۳۶ء

(سرحد دستخط مبارک) اعلیحضرت میر عثمان علی خاں

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

امرائے پائگاہ

امیر کبیر عالیجناب نواب امانت جنگ معین الدولہ بہادر دام اقبالہ

امیر کبیر عالیجناب نواب ... الدولہ بہادر

امیر ... نواب ولی الدولہ مرحوم و مغفور
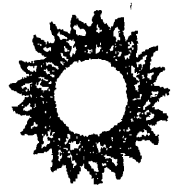
امیر اعظم حیدر آباد
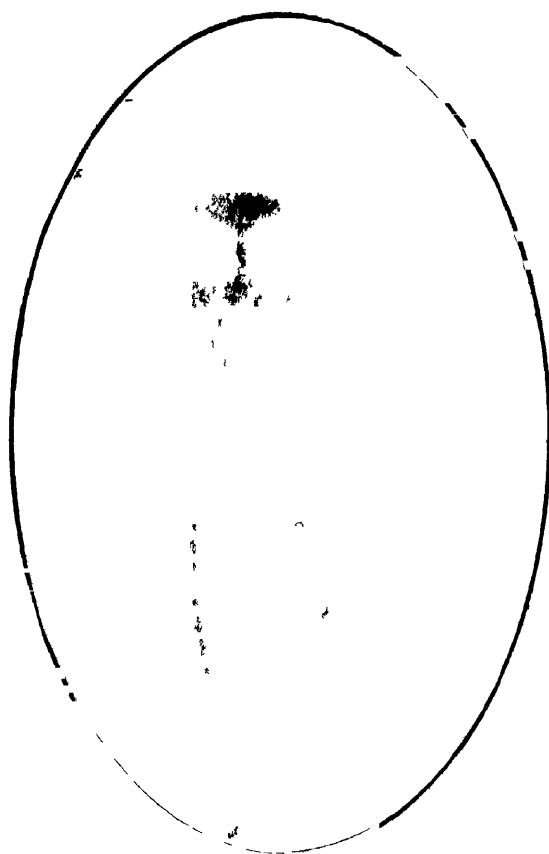
امیر کبیر نواب میر یوسف علیخاں بہادر سر سالار جنگ ثالث

حیدر آباد پرنٹنگ ورکس
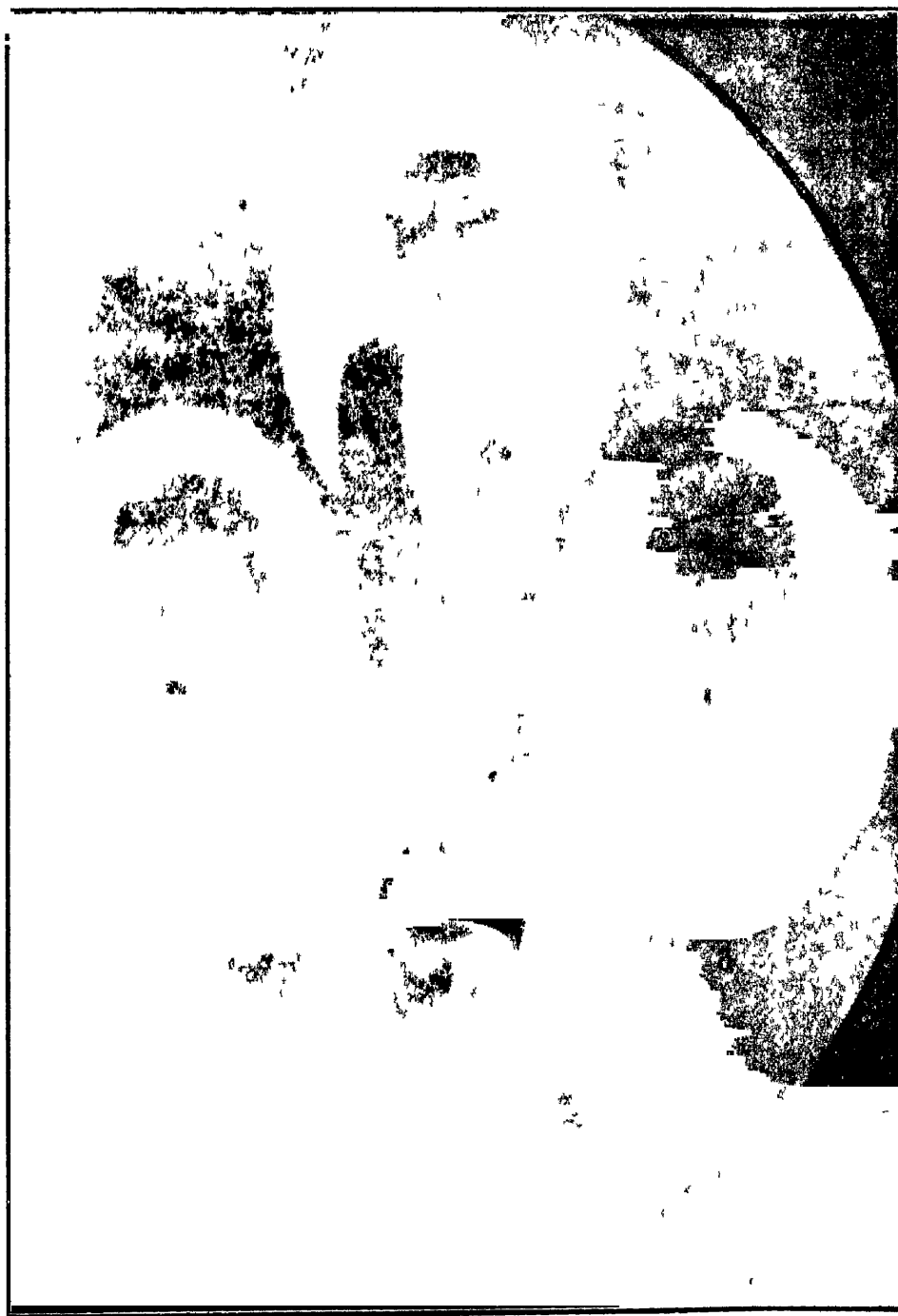
ما مداں سر سالار جنگ بہادر

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

جریدہ غیر معمولی

حلد (٦٨) حیدرآباد دکن ٦ اردی بہشت سنہ ١٣٤٦ف م ٢٦ ذیحجۃ الحرام سنہ ١٣٠٥ھ روز چہارشنبہ نمبر (١)

بحکم عالیجناب مہاراجہ بہادر سرکشن پرشاد یمین سلطنت بالقابہم پیشکار و صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی
پیشگاہ اعلحضرت واقدس سے عز ورود لایا ہوا فرمان عطوفت نشان مترشدۂ ٢٥ ذیحجۃ الحرام اطلاع
عام کے لئے شائع کرنیکی عزت حاصل کی جاتی ہے فقط

شرحد سبحط
مولوی سید محمد مہدی صاحب
معتمد صدر اعظم و باب حکومت سرکار عالی

(فرمان مبارک)

مہاراجہ یمین السلطنۃ نے جن وجوہ کی بناء پر خود کو اپنی مفوضہ خدمت صدر اعظمی سے سبکدوش
کرنے سے متعلق جو معروضہ میرے ہاں پیش کیا ہے۔ اسکی نقل منسلک ہے اور ان کی درخواست کو بادل
ناخواستہ منظور کرتا ہوں کہ انسان کے لئے ایک وقت اپنی عمر میں ایسا آتا ہے جبکہ بھاری ذمہ داریوں سے پیرانہ
سالی یا دوسرے اسباب کے تحت سبکدوشی اختیار کرنا پڑتا ہے بہر حال ان کے سابقہ وفادارانہ خدمات کی قدر
کرتے ہوئے (جس میں انہوں نے اپنی عمر کو صرف کیا ہے) ٢٩ ذیحجہ یوم شنبہ سے آرام لینے کی اجازت دیتا ہوں

ف ٢۔ چونکہ اراکین کونسل میں اس وقت سر اکبر حیدری نواب حیدر نواز جنگ سینیر ممبر ہیں۔ اور انہوں نے
اب تک جو خدمات ملک و مالک کے بجالائے ہیں۔ وہ قابل قدر ہیں لہذا اس کے مدنظر ان کو پانچ سال کے
لئے پریذیڈنٹ کونسل مقرر کرتا ہوں۔

ف ٣۔ سیاسی ممبر کی خالی شدہ خدمت پر لطف یار جنگ کا تقرر امتحاناً تین سال کے لئے کیا جاتا ہے۔ البتہ
لطف الدولہ کی واپسی تک (جو کہ رخصت پر یورپ گئے ہوئے ہیں) ان کو صیغہ عدالت کا کام بھی عارضی
طور پر کرنا ہوگا۔

پبلک کی اطلاع کی غرض سے جریدۂ غیر معمولی میں یہ طبع کردیا جائے۔
شرحد ستخط مبارک اعلحضرت بندگان عالی متعالی مدظلہم العالی
٢٥ ذیحجہ الحرام سنہ ١٣٠٥ھ

نواب مہدی یار جنگ بہادر صدر المہام سیاسیات اجلاس صدر المہامی پر

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

انٹرمیڈیٹ کالج اورنگ آباد کے جشن یوم کلیہ کے تقریب کے موقعہ پر زیر صدارت عالیجناب نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر پہلی مرتبہ "یوم حالی" منایا گیا تھا۔ جس میں مولانا مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے سکرٹری انجمن ترقی اردو تقریر کر رہے ہیں

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

وزرائے اعظم حیدرآباد

نمبر شمار	اسمائے گرامی	تاریخ سرفرازی	تاریخ علیحدگی	تاریخ وفات
۱	راجہ رگھوناتھ داس بہادر	•	۱۰ر محرم ۱۱۶۳ھ	۳ر جمادی الثانی ۱۱۶۶ھ
۲	سید لشکر خاں رکن الدولہ بہادر	۲۷ر جمادی الثانی ۱۱۶۵ھ	۲۵ر جمادی الثانی ۱۱۶۵ھ	[illegible]ر رجب ۱۱۸۱ھ
۳	سید شاہنواز خاں صمصام جنگ صمصام الدولہ بہادر	۲ر رجب ۱۱۶۷ھ	۷ر ذی الحجہ ۱۱۷۰ھ	۳ر رمضان ۱۱۷۱ھ
۴	نواب بسالت جنگ بہادر	۷ر ذی الحجہ ۱۱۷۰ھ	ذیقعدہ ۱۱۷۱ھ	ذی الحجہ ۱۱۹۶ھ
۵	راجہ پرتاپ ونت بہادر	ذیقعدہ ۱۱۷۳ھ	۱۱۷۷ھ	آخر ذی الحجہ ۱۱۷۷ھ
۶	احتشام جنگ رکن الدولہ بہادر	۷ر صفر ۱۱۷۷ھ	•	۲۶ر صفر [illegible]ھ
۷	نواب ارسطو جاہ بہادر	یکم شوال ۱۱۹۵ھ	•	۲۴ر محرم ۱۲۱۹ھ
۸	میر عالم سید ابوالقاسم بہادر	۴ر ربیع الثانی ۱۲۱۹ھ	•	۲۱ر شوال ۱۲۲۳ھ
۹	نواب میر سعادت علیخاں منیر جنگ شجاع الدولہ منیر الملک بہادر	۱۵ر رجب ۱۲۲۴ھ	•	۷ر شعبان ۱۲۴۸ھ
۱۰	راجہ چندو لعل بہادر	۷ر شعبان ۱۲۴۸ھ	۱۱ر شعبان ۱۲۵۹ھ	۸ر ربیع الثانی ۱۲۶۱ھ
۱۱	نواب سراج الدولہ سراج الملک بہادر	۱۷ر ذیقعدہ ۱۲۶۲ھ	۱۵ر ذیقعدہ ۱۲۶۴ھ	۱۸ر شعبان [illegible]ھ
۱۲	نواب امجد الملک بہادر	۱۱ر ذی الحجہ ۱۲۶۴ھ	محرم ۱۲۶۵ھ	•
۱۳	نواب شمس الامرا محمد فخر الدین خاں بہادر	۴ر ربیع الثانی ۱۲۶۵ھ	۱۰ر رمضان ۱۲۶۵ھ	۱۹ر شوال ۱۲۷۰ھ
۱۴	راجہ رام بخش بہادر	•	•	۳۰ر جمادی الثانی ۱۲۶۵ھ
۱۵	نواب سراج الملک بہادر	۲۸ر شوال ۱۲۶۷ھ	•	۱۸ر شعبان ۱۲۶۹ھ
۱۶	نواب سالار جنگ اعظم شجاع الدولہ مختار الملک بہادر	۲۲ر شعبان ۱۲۶۹ھ	•	۲۹ر ربیع الاول ۱۳۰۰ھ
۱۷	مہاراجہ نریندر پرشاد بہادر	۳۰ر ربیع الاول ۱۳۰۰ھ	۷ر ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ	۱۳ر شوال [illegible]ھ
۱۸	نواب میر لائق علیخاں سالار جنگ بہادر ثانی عماد السلطنۃ	۷ر ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ	۲۴ر رجب ۱۳۰۴ھ	۷ر ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ
۱۹	نواب بشیر الدولہ عمدۃ الملک اعظم الامراء امیر کبیر آسمانجاہ بہادر	[illegible]ر ذیقعدہ [illegible]ھ	۶ر جمادی الاول [illegible]ھ	۲۶ر [illegible]ھ
۲۰	نواب سر وقار الامراء بہادر	۶ر جمادی الاول [illegible]ھ	۱۰ر جمادی الاول ۱۳۱۹ھ	۶ر ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ
	عہد عثمانی کے وزراء			
۲۱	مہاراجہ سر کشن پرشاد یمین السلطنۃ بہادر	۱۰ر جمادی الاول ۱۳۱۹ھ	۲۵ر رجب ۱۳۳۰ھ	•
۲۲	میر یوسف علیخاں نواب سالار جنگ بہادر ثالث	۲۵ر رجب ۱۳۳۰ھ	۱۱ر محرم ۱۳۳۳ھ	•
۲۳	زیر نگرانی اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی آصف جاہ سابع	۱۱ر محرم ۱۳۳۳ھ	۲۷ر صفر ۱۳۳۸ھ	•
	تنظیم جدید باب حکومت			
۲۴	سر سید علی امام نواب مؤتمن الملک بہادر صدر اعظم	۲۷ر صفر ۱۳۳۸ھ	۱۲ر محرم ۱۳۴۱ھ	۲۹ر جمادی الثانی [illegible]ھ
۲۵	نواب فریدون الملک بہادر صدر اعظم	۱۲ر محرم ۱۳۴۱ھ	۲۵ر شعبان ۱۳۴۲ھ	۱۳ر جمادی الثانی [illegible]ھ
۲۶	نواب ولی الدولہ بہادر صدر اعظم	۲۵ر شعبان ۱۳۴۲ھ	[illegible]ر جمادی الاول [illegible]ھ	[illegible]
۲۷	مہاراجہ سر کشن پرشاد یمین السلطنۃ صدر اعظم بہادر	۱۷ر جمادی الاول ۱۳۴۵ھ	•	•

مرتبہ محمد باسل

از رائے گوبند داس صاحب سکینہ

پچھلی باتوں کو چھوڑیئے - اب اس موجودہ زمانے میں - راجاؤں اور نوابوں کا جو حال ہے اُن سے ہر شخص واقف ہے اور پھر اُن کے آئے دن کے حالات اخبارات میں شایع ہوتے رہتے ہیں - کوئی یورپ کی سیر و سیاحت میں معروف ہے تو کوئی محفل رقص و سرود میں منہمک - کوئی حسن و شباب کا دلدادہ ہو کر بھٹک رہا ہے تو کوئی ظلم و زیادتی کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہے۔

غرض ہندوستان میں جہاں ان ہی راجاؤں اور نوابوں کے اسلاف نے حکومت کی - جنہیں ملک کی خدمت - رعایا کے دکھ درد کا احساس تھا جو وضعداری کا پاس کرتے اور شرقی روایات پر مر مٹتے تھے - جنہوں نے میدان جنگ میں اپنے جوہر دکھلائے تھے - بڑی بڑی مہمات سر کی تھیں - آج یہاں ہی کی اولاد ہیں جو دنیا بھر کے لہو و لعب میں معروف ہیں جن کی عیش پرستی رعایا کا خون چوس رہی ہے اور یہ جن رعایا کے محافظ ہیں وہ نہ صرف ٹکڑے ٹکڑے کی محتاج ہے بلکہ آئے دن ان کے مظالم کا شکار ہو رہی ہے۔

خیر ہمیں اس وقت ان تمام باتوں سے بحث کرنیکی ضرورت نہیں اور نہ ہمارے اس مضمون کا یہ خاص عنوان ہے -

دور حاضر کے راجاؤں اور نوابوں کا تو یہ حال ہے لیکن خدا رکھے ہمارے بادشاہ سلامت شہریار دکن کی ذات ستودہ صفات کو جنکی رعایا پروری عدل گستری شہرۂ آفاق ہو چکی ہے کیا گھر کیا باہر سب شاہ دکن کے مداح اور ثنا خوان نظر آتے ہیں۔

یون تو حیدر آباد فرخندہ بنیاد ہندوستان جنت نشان کی سب سے بڑی ریاست ہونیکی فضیلت رکھتا ہے لیکن خوش بختی سے خدائے تعالیٰ نے اسکو ایسا بادشاہ عطا کیا ہے جسکی مثال تاریخ نہیں پیش کر سکتی۔

بندگانعالی میں جہاں اور صفات قدرت نے ودیعت کئے ہیں وہاں ظل اللہ کی سادگی بھی ایک خاص بات ہے جنہوں نے حضور پرنور کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کچھ وہی جانتے ہیں کہ ڈیڑھ کروڑ رعایا کا مالک کسطرح اپنی زندگی بسر کرتا ہے - نہ جھوٹا تکلف ہے اور نہ بیجا کر و فر - تمکنت اور غرور چھو نہیں گیا - انکساری اور سادہ دلی سیرت شاہانہ کے خصوصیات ہیں - بقول خواجہ حسن نظامی صاحب "عظمت خداداد کا یہ عالم ہے کہ بڑے بڑے قوی دل لوگ رعب شاہی سے مرعوب ہو جاتے ہیں"

جب وہ باریاب ہوئے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ بادشاہ سلامت جہاں تشریف رکھتے ہیں یعنی ایوان شاہی میں مختصر دو چار گز کا ایک حجرہ جس میں سادہ فرش کیا ہوا اور معمولی کرسیاں رکھی ہوئی ہیں - سب کو کیا چھوٹا کیا بڑا کیا اپنا کیا پرایا اسی مقام پر شرف باریابی بخشا جاتا ہے - ظل اللہ نہایت سادہ لباس زیب تن فرماتے ہیں - سیاہ ترکی ٹوپی جسکے پھندنا نہیں ہوتا سادہ شیروانی پائجامہ اور سلیم شاہی جوتیاں پہنے ہوتے ہیں۔

مرتبہ محمد فاضل
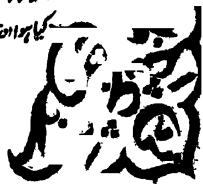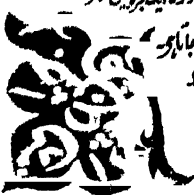
ذات شاہانہ کو بیجا اسراف سے سخت نفرت ہے۔ ہر بات میں کفایت شعاری ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ سرکار اپنی ذات پر اسقدر روپیہ اسلئے صرف نہیں فرماتے کہ عزیز رعایا کفایت شعاری کا سبق حاصل کرے۔ اخلاق سلطانی کا ذکر کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔

"سیرت شاہانہ کے خصوصیات" کے عنوان سے ہوش صاحب نے جو مضمون لکھا ہے اور جو صبح دکن کے سالگرہ نمبر میں شائع ہوا ہے ہم اسکا خلاصہ درج کئے دیتے ہیں۔ جہاں پناہ کسی کا دھوپ میں کھڑا رہنا گوارا نہیں فرماتے۔ برسات میں کسی کے بھیگنے کو جائز نہیں رکھتے۔ ملازمین سے اگر کوئی بیمار ہوتا ہے تو اسے فوراً آرام لینے کی اجازت مرحمت فرمائی جاتی ہے۔ سلطان دکن اپنی معمولی ضرورتوں کی تکمیل خود فرماتے ہیں۔ کاغذات کی رسید دست مبارک سے تحریر فرمائی جاتی ہے یہاں تک کہ لفافوں کو گوندسے خود بند فرماتے ہیں۔

شہزادگان بلند اقبال یا شہزادیاں فرخندہ فال میں خدانخواستہ کسی کے دشمنوں کی طبیعت ناساز ہوجائے تو تیمارداری ذات شاہانہ سے فرمائی جاتی ہے اور اسطرح فرمائی جاتی ہے کہ اپنی راحت و آرام کی بھی مطلق پروا نہیں ہوتی۔ دوا کا انتظام۔ غذا کی فراہمی غرض ہر چیز حکم و ہدایت شاہانہ سے ہوتی ہے۔ اولاد کی اور محلات مبارک کی تمام ضروریات سب حکم نگاہ سے پوری ہوتی رہتی ہیں۔ حضور پرنور کا خاصہ نہایت سادہ ہوتا ہے۔ جن لوگوں کو ہمطعامی کا شرف حاصل ہوا ہے وہ حیرت کرتے ہیں کہ ذات شاہانہ کی غذا اسقدر مختصر اور سادہ ہوتی ہے۔

انسانی ہمدردی تو آج کل مفقود ہی ہوگئی ہے لیکن خسرو دکن ایسا دردمند دل رکھتے ہیں کہ انسان تو انسان حیوان مطلق کی تکلیف بھی گوارا نہیں ہوسکتی۔ اہلیان دکن کے ذہن سے وہ واقعہ کبھی نکل نہ سکیگا کہ سواری مبارک کے گذرتے وقت موٹر کی زد میں ایک بکری آگئی تھی۔ ظل سبحانی نے بہ نفس نفیس اسکی تیمارداری کا حکم صادر فرمایا اور بعد علاج اس کی خبرگیری کے لئے دیوڑھی مبارک میں انتظام کرادیا گیا۔

الغرض ذات شاہانہ کی ہمدردیوں کی صراحت اور اس کو ضبط تحریر میں لانے سے زبان قلم عاجز ہے البتہ جن خوش نصیبوں کو مراعات شاہانہ سے مستفید ہونیکی عزت ملی ہے انکے قلوب شاہانہ الطاف کو اپنے اندر قیامت تک محفوظ رکھینگے۔

جس کسی کو سلطان دکن کی جناب میں باریابی کا شرف حاصل ہوتا ہے ممکن نہیں کہ وہ ظل اللہ کی سادگی سے متاثر ہو حیدرآباد ہی نہیں بلکہ سارا عالم بندۂ اخلاق ہے۔ ہندوستان کے اس سرے سے اس سرے تک جہاں جہاں حضور پرنور تشریف لیگئے اپنی سادگی اور وسیع الاخلاقی سے سب کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ ہندوستان کے طول و عرض میں تاجدار دکن کے ورود پر جو شاندار مظاہرے کئے گئے وہ رہتی دنیا تک یاد رہینگے۔ اب بھی لوگ یادگار سلطنت مغلیہ کو یکبار دیکھنے کے آرزومند ہیں۔ خدا کرے سب کی مراد بر لائے اور دنیا کے سب رہنے بسنے والے خسرو دکن کے دیدار کی عزت حاصل کریں۔

قادر مطلق سے دعا ہے کہ ہمارے بادشاہ ذیجاہ کو عمر جاودانی عطا کرے۔ دولت و اقبال میں ترقی دے اور ہم پر تا قیام شمس و قمر حکمراں رکھے۔

بحق حضرت خیرالورا یارب زمانے میں
ہمیشہ شادماں رکھ میر عثمان علی خاں خلد اللہ ملکہ کو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت جہاں پناہی کی عقیدت اولیاء اللہ سے

حضرت جہاں پناہی کو اولیاء اللہ سے جو مخلصانہ ارادت و عقیدت ہے اس کے مظاہرے زمانۂ تخت نشینی سے اس وقت تک مسلسل ہوچکے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں۔

ایسے اولیاء اللہ کی جن کی شان میں "لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون" وارد ہے سرزمین دکن میں کمی نہیں علی الخصوص سلطنت دکن کے صوبہ غربی کے شہرۂ آفاق خطے دولت آباد اور اس کے شہر خموشاں روضہ یا خلد آباد میں کثرت سے زندۂ جاوید اولیاء اللہ آسودہ ہیں اور اپنی روحانیت سے سرزمین دکن کو جو فیض پہنچا رہے ہیں اس سے دکن کا بچہ بچہ واقف ہے۔ اور جس کی تفصیل موجب طوالت سمجھی جائے گی۔

علیٰ ہذا گلبرگہ کا وہ پرشکوہ آستانہ جس میں سرتاج اولیائے حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ آسودہ ہیں اور جن کی نسبت کسی شاعر نے اس طرح اظہار عقیدت کیا ہے۔

؎ "نیست کعبہ در دکن جز در گہ گیسو دراز۔ بادشاہِ دین و دنیا خواجۂ بندہ نواز"

بلاشبہ بلاتخصیص مذہب و ملت جملہ باشندگان دکن کے لئے اخذ روحانیت کا سرچشمہ ہے۔ اسی طرح دکن میں روحانیت کے سب سے پہلے داعی حضرت بابا شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کی بزرگی کا اعتراف پائے تخت دکن کے ہر مسلم و غیر مسلم کو ہے اور جن کی مزار پرانوار پر ہمیشہ عقیدت کے پھول چڑھا کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا دکن کے دو روحانی شہنشاہ حضرت شاہ یوسف علیہ الرحمۃ و شاہ شریف علیہ الرحمۃ ہیں جن کا پرہیبت و جلال آستانہ اس کا مصداق ہے۔

؎ "بے ادب پا منہ اینجا کہ عجب درگاہ ہست ؎ سجدہ گاہ بشر و روضۂ شاہنشاہ ہست"

یہ سب وہ بابرکت فیض رساں آستانے ہیں جہاں تاجدار دکن کی جانب سے وقتاً فوقتاً حضوری کے ساتھ نذر عقیدت پیش ہوا کرتی اور کسب روحانیت کیا جاتا ہے۔

سرزمین دکن سے گزر کر حضرت جہاں پناہی کا مرکز ارادت و عقیدت سرتاج اولیائے ہند و دکن سلطان الہند غریب نواز حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ مبارک ہے جہاں ظل سبحانی متعدد مرتبہ حاضری دے چکے اور نذر عقیدت پیش کر چکے ہیں۔

؎ "خدایا بہ رحمت نظر کردۂ ؎ کہ ایں سایہ بر خلق گستردۂ"

حیدرآباد پرنٹنگ پریس
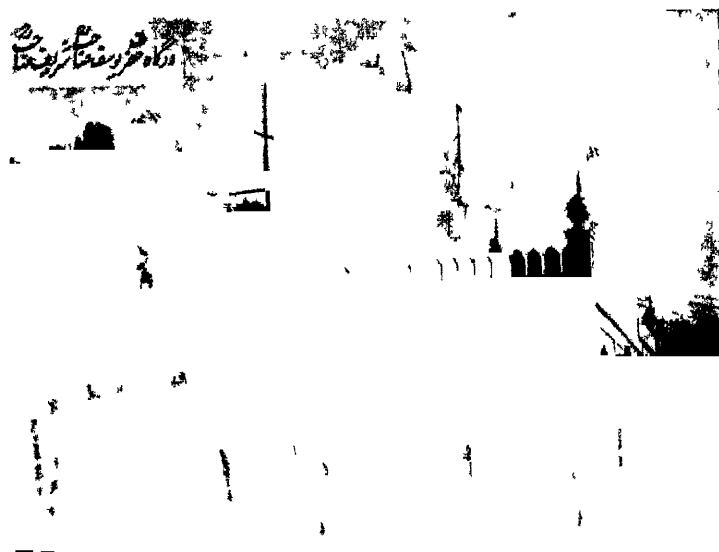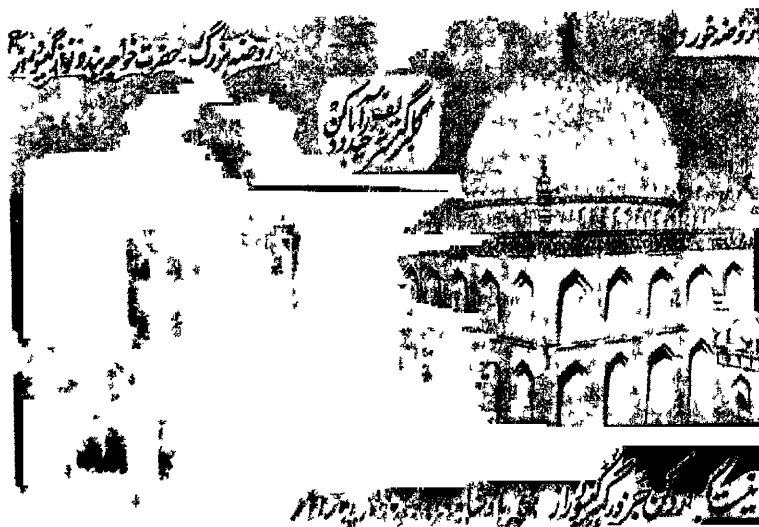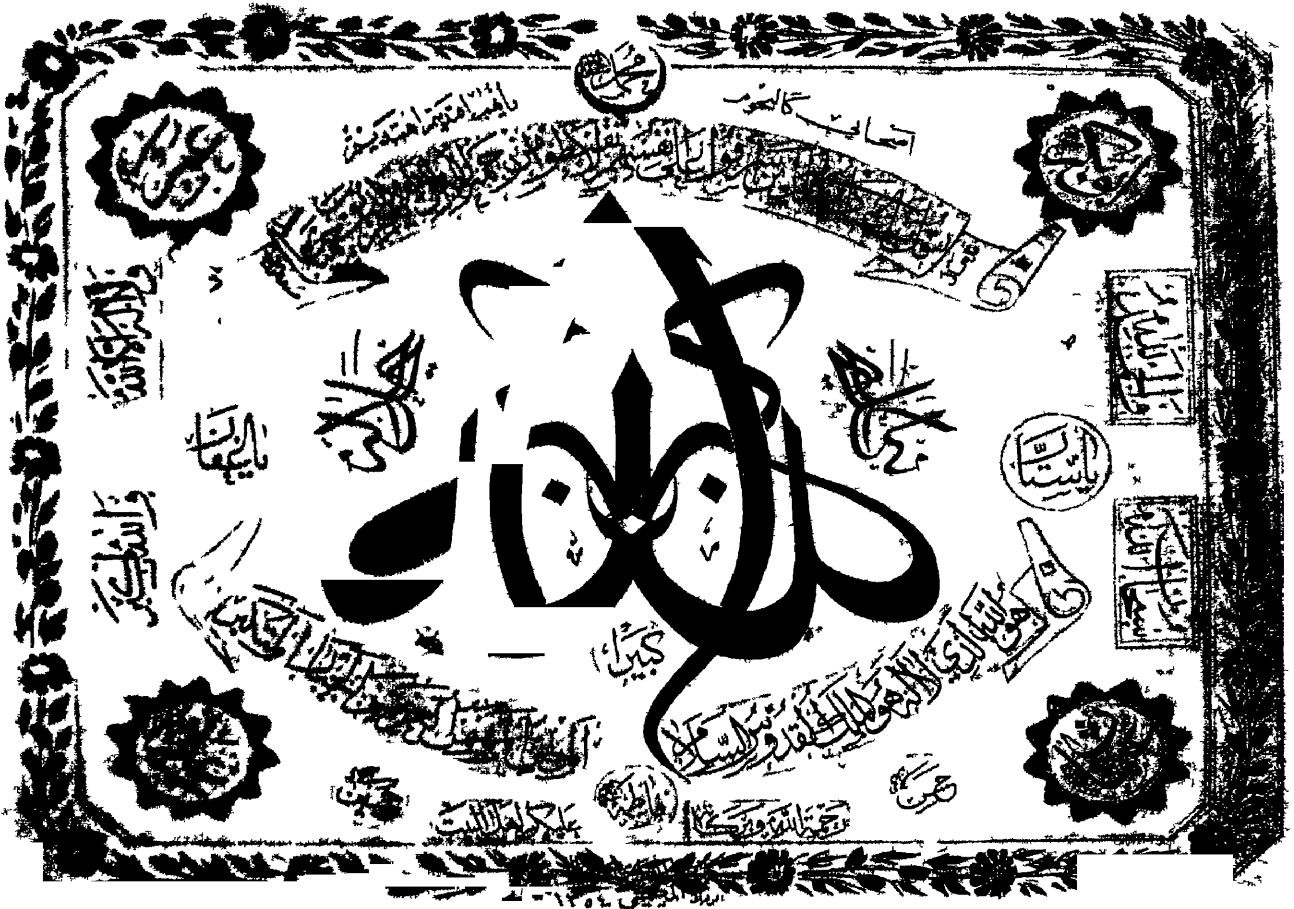
از مخدوم مولانا الحاج حضرت سید محمد بادشاہ حسینی صاحب قادری معتمد مجلس علمائے دکن

کائنات کا سارا نظام محبت کی زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے۔ محبت ہی وہ بلائے بے درماں ہے جو نہ ٹل سکتی ہے نہ ٹلائی جاسکتی ہے جس کو دوسرے الفاظ میں مرض لا علاج کہا گیا ہے۔ مریض محبت نہ اپنے شفا کی تدبیریں سوچتا ہے نہ اس سے رہائی چاہتا ہے دل بریاں۔ چشم گریاں۔ لبوں پر آہ سرد اس کے مختصر آثار و علائم ہیں۔ کوئی ہمدرد دعائے شفا دیتا ہے تو مریض اپنے حق میں اسکو دعائے بد جانتا ہے اور کہتا ہے کہ ؎ گرائے زاہد دعائے خیر میگوئی مرا ایں گو ؏ کہ ایں آوارۂ کوئے بتاں آوارہ تر بادا

لطف یہ ہے کہ از ماہ تا بماہی۔ از عرش تا بفرش سب کے اندر کچھ نہ کچھ اس جذبۂ محبت اس درد لا علاج کا اثر موجود ہے۔ یہ تو کائنات و ماسوا اللہ کا حال تھا۔ اب خلق سے گذر کر خالق الارض والسموات کی ذات سامی صفات کی طرف ہم نظر دوڑاتے ہیں تو خدائے لم یزل کا یہ ارشاد ہمیں اس کے محبوب یوں سناتے ہیں۔ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔ اس سے بھی حبِّ ذاتی کی جلوہ گری عیاں ہے۔ اعطائے وجود خلق میں اپنے کمالات کا اظہار مقصود ہے۔ جس ذاتِ گرامی پر خلعت محبوبیت کا جامہ راست آیا اس کا ارشاد بھی تکمیل ایمان کے لئے اسی متاع محبت کی طرف ایما فرماتا ہے۔ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهٖ وَوَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ آہ اے محبت! تیری تکمیل ہی تکمیل ایمان ہے۔ یا یوں کہو کہ ایمان کامل محبت رسول ہے اور محبت رسول ہی ایمانِ کامل!

محبت! او محبت! تو کیا پیاری چیز ہے۔ تیرے بغیر نظام عالم کا وجود ہی قائم نہیں رہ سکتا معیشت معاشرت۔ تعلق زن و شوہر تعلق پدری و مادری۔ تعلق رعایا و راعی۔ تعلق امت و رسالت حتیٰ کہ تعلق عبد و رب سب میں تیرا ہی جلوہ ہے۔ تیری ہی نمائش۔ تو ہی نے قیس عامری کو دیوانہ بنایا۔ فرہاد کو رسوائے زمانہ کیا۔ زلیخا کے سر بازار چرچے کئے۔ تو ہی نے عرب کے مشہور فصیح و بلیغ شاعر امرء القیس کو ایک عنیزہ کے لئے بدنام و رسوا کیا۔ بستی ام القریٰ میں ابن ابی قحافہ کو پروانۂ شمع نبوت کیا اور صادق و مصدوق سے صدیق کا خطاب دلایا۔ قلب ابن خطاب کو موم کیا اور انہیں کو اسلام کا مایۂ افتخار بنا دیا۔ فرزند عفان کی ساری دولت کو ایک ہاشمی (فداہ ابی و امی) کے قدموں پر نثار کرا دیا اور اسلام کا مایۂ ناز بنایا نجل علی ابی طالب کو سید ولد آدم کا قوت بازو بنایا اور سید العرب کا خطاب دلایا۔ اے محبت! تیری آتش عالمگیر نے نہ صرف عرب ہی کی خبر لی بلکہ بغداد کے گیلانیؒ اجمیر کے سنجریؒ کو بھی ایسا تپایا کہ شمس عرب کی ضیا باری عراق و عرب و ہند سے بدرجہ اتم نمایاں ہونے لگی۔ اور اب تک نمایاں ہے اور تا ابد نمایاں رہے گی۔ اے محبت! تیری نہ بجھنے والی آگ سے

آج تیرہ سو برس قبل جب تو اپنی پوری نمائش اور پوری شان و آن کے ساتھ عرب کی
بستی میں ایک عرب کے تاجدار کے روپ میں بدرجہ اتم جلوہ دکھا رہی تھی
اس وقت سے اب تک اس سہانے روپ والے پر کروڑوں قربان

ہو چکے اور ستر کروڑ قلوب تیرہ صدی بعد بھی قربان ہونے تیار ہیں ؎

یوسفؑ کی تو عاشق تھی فقط ایک زلیخا ٭ یوسفؑ سے ہزاروں ہیں خریدار تمہارے

اس نینان والے سنوریا پہ نہ صرف مجھ جیسے مور مسکین ہی قربان ہیں بلکہ سلطنت والے بھی قربان۔ تخت والے بھی قربان۔ تاج والے بھی قربان۔ شاہان ترک و ایران و توران سلاطین عرب و عجم قربان۔

خدا رکھے سلاطین مغلیہ کی یادگار۔ مسلمانوں کا سہارا۔ صدیقؓ کا ایک لخت جگر بھی ہے۔ جو خادم اسلام بھی ہے مسلمانوں کا ہمدرد بھی ہے۔ ہمارا رئیس بھی ہے۔ شاہ بھی ہے۔ صاحب تخت و تاج بھی ہے۔ سلطان بھی ہے۔ سلطان العلوم بھی ہے ہاں وہ بھی تو فدا ہے اور دل سے فدائے محبوب خدا ہے۔ کوئی آئے اور اس فدائی رسول کریمؐ کے جلوے دیکھے کہ ایک ابر کرم ہے جو ہر طرف برس رہا ہے۔ ہند ہو کہ یورپ۔ ایران ہو کہ توران۔ عرب ہو کہ عجم۔ ترکستان ہو کہ تاتار وہ کونسا ملک اور کونسا شہر ہے جو اس بحر کرم سے مستفیض و مستفید نہیں! فیوض کا دریا جاری ہے تو کرم کے چشمے رواں۔ کیوں نہ ہو وہ صدیقؓ کا جگر گوشہ ہے۔ اہلبیت رسولؐ کا دامن گرفتہ۔ جد امجدؓ نے رسول کریمؐ پر سب کچھ قربان کر دیا تھا تو یہ امتی رسولؐ سب کچھ قربان کرنے تیار ہے۔ برکات عہد عثمانی کو کون ہے جو گن سکے۔ اس کے لئے مستقل کتابیں لکھی جا رہی ہیں اور لکھی جائیں گی۔ سلطان العلوم نے اپنے آقا کے علوم کی وہ نشر و اشاعت کی ہے کہ اگر آج مامون کی روح بھی دیکھے تو رشک کرے۔ کیا آج ہمارا شہر حیدرآباد رشک مصر و قسطنطنیہ نہیں؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو یہ سب برکات محبت شاہ طیبہؐ (روحی فداہ) سے ہے ؎ بنام آن شہ لولاک صد جان و دلم قربان ٭ کہ عثماں از طفیلش بر مسلماناں امیر آمد

ادام اللہ سلطنتہ و وسع اللہ مملکتہ و خلد اللہ ملکہ و نصر اللہ اعوانہ و انصارہ۔

از مولوی میر احمد علیخاں صاحب

علم ادب اتنا وسیع علم ہے کہ ادیبوں کی عمریں صرف ہو جاتی ہیں مگر اس کا اور چھور ہاتھ نہیں آتا۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ ادب انسانی زندگی کے تقریباً ہر شعبے پر اپنا تھوڑا بہت اثر ڈالے بغیر نہیں رہتا۔ آج ہم اہل برطانیہ کو اوج کمال پر پاتے ہیں ان کی ترقی کو رشک کی نظروں سے دیکھتے اور سنتے ہیں کہ ان کے مقبوضہ ممالک کے اندر سورج کسی وقت غروب نہیں ہوتا اگر کسی وقت ٹھنڈے دل سے غور کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ انکی ساری ترقیوں کا راز انکی ادبیات میں مضمر ہے۔ ادب کو زبان سے چولی دامن کی طرح ساتھ ہے زبان جسقدر وسیع ہو گی اسی قدر ادب کی کائنات میں بھی وسعت پیدا ہو گی۔

ایک زمانہ تھا کہ ہندوستان میں سنسکرت کے راگ الاپے جاتے تھے عرب کا سکہ تمام اسلامی ممالک پر بیٹھا ہوا تھا۔ فارسی نے الگ ایک طرف اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا رکھی تھی لیکن آج دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک

انگریزی زبان نے جو تسلط حاصل کیا ہے وہ اظہر من الشمس ہے
اس کساد بازاری کے زمانہ میں بچاری اردو کا کیا ذکر؟ جو محض
شعر و شاعری اور قصّے کہانیوں تک محدود ہے۔ مگر میں بلا خوف تردید یہ
کہہ سکتا ہوں کہ اگرچہ آج دلی اور لکھنو کی گرم بازاری تقریباً مفقود ہو چکی ہے لیکن کل کی
بات ہے کہ دفعتہً ہمارے دقیقہ رس بادشاہ ذی جاہ ہز اگزالٹڈ ہائینس سلطان العلوم نواب میر عثمان علیخان بہادر
آصفجاہ سابع نے اپنے خاص ذوق علم سے اردو کی ایسی حمایت فرمائی کہ اب وہ بھی عالمگیر علمی زبان کہلانے کی مستحق ہو گئی ہے
چنانچہ اعلیٰ حضرت کا سب سے بڑا کارنامہ (جسکی بدولت اردو پنپی) وہ یہ ہے کہ حیدرآباد دکن میں اردو تعلیم کا ذریعہ قرار پائی۔
اسی ضمن میں ہمارے حکیم السیاست نے اردو کی توسیع و ترویج کی خاطر سررشتہ تالیف و ترجمہ کے قیام کی جو مفید ترین تجویز
فرمائی وہ ہرگز فراموش نہیں ہو سکتی اور اسی شعبہ کے طفیل میں دکن کی اردو میں یہ صلاحیت پیدا ہو گئی کہ وہ اب محض شعراء
ہی کے اظہار خیال کا ذریعہ نہیں رہی بلکہ فنون تاریخ فلسفہ منطق قانون طب کیمیا لسانیات ادبیات سیاسیات اخلاقیات،
دینیات، ریاضیات، نباتات، حیاتیات، طبعیات، معاشیات، عمرانیات، ارضیات و فلکیات وغیرہ کے خزانوں سے بھی مالا مال ہے
چنانچہ جو کتابیں ابتک ترجمہ ہوئیں ہیں انکی تعداد تین سو سے زیادہ ہے شعبۂ مذکور کے تحت میں ایک مجلس قائم ہوئی ہے
جس کا کام غیر زبان کی اصطلاحوں کو اپنی زبان میں منتقل کرنا ہے۔ یہ خصوصیت حیدرآباد ہی کو نصیب ہے۔ جرمنی اور امریکہ
ایسے ترقی یافتہ ممالک میں بھی محض فنون۔ جرمنی اور امریکن زبان میں منتقل کر لئے گئے ہیں لیکن اصطلاحیں بعینہ دوسری بانوں
سے لے لی گئی ہیں۔ مگر یہ حضرت اقدس و اعلیٰ کی نیک نیتی کی دلیل ہے کہ کل تک جو اردو کس مپرسی کے عالم میں پڑی ہوئی
تھی وہی آج ظل اللہ کے زیر سایۂ عاطفت حد کمال تک بردان کو پہونچ رہی ہے۔ کسی زبان کے سیکھنے کے لئے اس کے
لغات سے تھوڑی بہت واقفیت پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔ بدقسمتی سے اردو لغت نویسی کی طرف اہل ذوق نے
ابتک مطلق توجہ نہیں کی۔ لے دے کے ایک فرہنگ آصفیہ ہی کا وجود ہے اور بس اگرچہ یہ لغت مبتدیوں کے لئے بہت
سود مند اور مفید ہے لیکن منتہیوں اور محققوں کی تشنگی اس سے بھی نہیں بجھتی۔ منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی مرحوم
نے امیر اللغات کی جس خوبی سے داغ بیل ڈالی تھی اگر انکی زندگی کچھ اور دن وفا کرتی اور وہ انہیں خوبیوں سے تکمیل کو پہنچی تو
بیشک اردو ادب میں ایک قابل قدر اضافہ ہو جاتا۔ افسوس ہے کہ مرحوم کے انتقال کے بعد کسی کو اسکی تکمیل یا کسی دوسرے
لغت کی تدوین کا مطلق خیال نہیں ہوا۔ بالآخر شہریار دکن نے بہ نفس نفیس یہ ایثار فرمایا کہ اردو کی ایک جامع اور مستند
لغت کی ترتیب مولوی عبدالحق صاحب آنریری سکرٹری انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن کے تفویض فرمادی جس سے
حضرت اقدس و اعلیٰ کے حسن انتخاب اور علمی سرپرستی کا پتا چلتا ہے۔ اب وہ لغت صاحب موصوف کی نگرانی میں نہایت
اعلیٰ پیمانہ پر زیر ترتیب ہے۔ قوی امید ہے کہ عنقریب وہ لغت مدوّن ہو کر عوام سے خراج تحسین حاصل کرے اس کارنامہ سے
نہ صرف مذاق شاہانہ کا پتہ چلتا ہے بلکہ زبان کی شستگی و علم پروری کا بھی بخوبی اظہار ہوتا ہے۔
اب میں اپنے مضمون کو اپنے شاہ عالی جاہ کے مبارک کلام اور اس کے اجمالی
ذکر سے زینت دینا چاہتا ہوں۔ یوں تو حضور پُر نور کے جواہر نگار قلم سے
نکلی ہوئی ہر سطر اور ہر مصرع نورٌ علیٰ نور ہوتا ہے لیکن یہاں موضوع کے
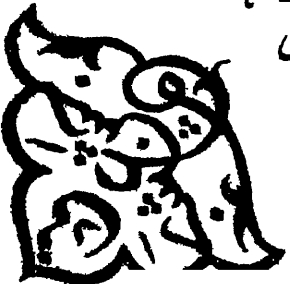
لحاظ سے بندگان عالی کے چند مختلف ایسے اشعار بطور نمونہ درج ذیل کئے جاتے ہیں جنکے مطالعہ سے اہل نظر بہروں زبان کے چٹخارے لیتے رہیں گے۔ ارشاد ہوتا ہے

پھیر کر آنکھ اُٹھ گئے پہلو سے وہ مثل نظر ✽ ہم رنگِ آرزو دے کے قسمیں رہ گئے
ہمدم اے عثماں جو تھے چلتے ہوئے دم کیطرح ✽ آپ کیوں الجھے ہوئے تا نفس میں رہ گئے

(مطبوعہ اخبار رہبر دکن مورخہ ۱ ربیع الثانی ۱۳۵۲ ہجری)

یا لا امید و بیم سے ناگاہ پڑ گیا ✽ دل کا بنا بنایا گھروندا اگڑ گیا
شربت کا گھونٹ جان کے پیتا ہوں خونِ دل ✽ غم کھاتے کھاتے منہ کا مزا تک بگڑ گیا

(مطبوعہ اخبار رہبر دکن مورخہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۲ ہجری)

شمع و پروانہ میں کیسی پھوٹ ڈالی آپ نے ✽ آگ دونوں میں لگا کر خود کنارے ہو گئے

(مطبوعہ اخبار رہبر دکن مورخہ ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۵۲ ہجری)

شیشہ و جام و سبو کا لطف اب عثماں کہاں ✽ میکشی کو اک زمانہ ہو گیا چھوٹے ہوئے

(مطبوعہ اخبار رہبر دکن مورخہ ۱۳ رجب المرجب ۱۳۵۲ ہجری)

جس طرح حضرت جہاں پناہی کے منظومات تراکیب کی شستگی بیان کی شگفتگی ادائے خیال کی دلنشینی اور زبان کی لطافت سے مملو ہیں اسی طرح نثر نگاری میں بھی بے ساختگی سلاست و روانی اور عام فہمی کے نمایاں عناصر پائے جاتے ہیں جیسا کہ متعدد جرائد غیر معمولی سے ظاہر ہے۔ آخر میں میں اہل حیدرآباد کی خدمت میں مخلصانہ اپیل کرونگا کہ وہ بھی اَلنَّاسُ عَلیٰ دِیْنِ مُلُوْکِہِمْ کی مصداق بن کر اردو کی حمایت و توسیع میں ممکنہ کوشش کریں۔ آجکل تعلیم یافتہ طبقے میں یہ بات اصلاح طلب ہے کہ اکثر و بیشتر مغرب زدہ نوجوان اپنی بول چال میں بلا تکلف انگریزی لفظوں کی اردو میں ٹھونس ٹھانس پیدا کر کے اردو کا ستیاناس کر دیتے ہیں۔ اور اس کے برعکس جو لوگ عربی و فارسی کے منتہی ہیں وہ اپنی ٹھوس علامگی جتلانے کے لئے نامانوس عربی لفظوں اور نادر ترکیبوں کی بوچھار سے اردو ایسی عام فہم زبان کو اسقدر مکروہ کر دیتے ہیں کہ وہ اپنی اصلی لوچ سے معرا ہو کر عوام کے حق میں گورکھ دھندا بن جاتی ہے۔ اگر اس سقم کو اہل ملک دور کر دیں تو وہ دن دور نہیں کہ اردو کے جویا حیدرآباد کے آگے لکھنؤ کو بھی بھول جائیں

نظیرِ عدل و رواداری

عابد شاپ کے سامنے نواب سر افسر الملک بہادر نے ایک مسجد کی تعمیر شروع کی تھی۔ اس کے قریب میں ایک چھوٹا سا مندر بھی تھا۔ جونہی اعلیٰحضرت کی توجہ اس دیول کیطرف معطوف ہوئی۔ باوجود اس کے کہ مسجد کی عمارت مکمل ہو چکی تھی اور کچھ حصہ باقی رہ گیا تھا فوراً اعلیٰحضرت نے امتناعی حکم شرف اصدار فرما کر مسجد کی تعمیر بند کرا دی جہیں اب چھوٹا سا مندر دیدنیہ ہے یہ آپ کی رواداری کی ایک زندہ مثال ہے اسی عدل و آئین کے تحت ہائیکورٹ کی فلک بوس شاندار عمارت کے ہر دو جانب کے دیول۔ اور چار مینار کے جنوب مشرقی گوشہ پر نصب شدہ پتھر کی بقار۔ رواداری عدل عثمانی کے ناقابل فراموش نشان ہیں فقط

مرتبہ محمد فاضل
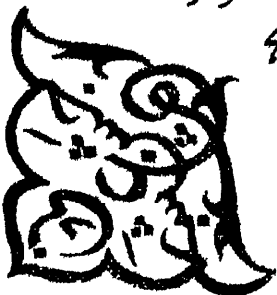
یادگار سلور جوبلی آصف سابع
چیف انجینیر و معتمد تعمیرات عامہ سرکار عالی
معتمد فینانس سرکار عالی
معتمد ہوم سکریٹری آفس
حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

مولوی سید محمد مہدی صاحب مہتاب [illegible]

نواب حسن نواز جنگ بہادر

معتمد سیاسیات سرکار عالی

معتمد فوج سرکار عالی

معتمد کارہائے ڈرینج
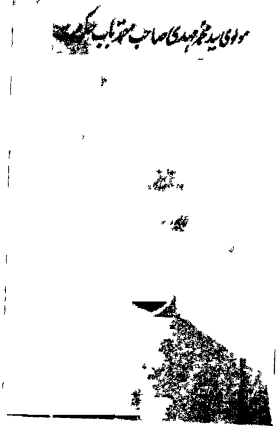
از جناب حاجی شیخ احمد علی صاحب (بمبئی)

اسلام کو غریبوں سے ایسا قریبی اور گہرا تعلق ہے کہ اگر یہ خیال کیا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ اسلام غریبوں کے لئے پیدا ہوا۔ اور غریب اسلام کیلئے۔ انتہا یہ ہے کہ اسلام کے بانی دونوں جہان کے سردار رسولِ عربی تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم غریبوں میں پیدا ہوئے۔ غریبوں میں رہے۔ اور غریبی کو پسند فرمایا۔ اور جب آپ نے دنیا کے سامنے اسلام کو پیش کیا ہے تو اُس کے قبول کرنے والوں میں زیادہ تر غریب نظر آتے ہیں۔ اور جن امیروں کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی انھوں نے بھی اپنا سب مال و متاع اسلام کے راستہ میں لٹا دیا۔ یہاں تک کہ خود غریب ہو گئے اور غریب کیوں مقبول و پسندیدہ نہ ہوں جب کہ ساری بڑائی اور بزرگی صرف خدا کے لئے ہے۔ ہمارے اس خیال کی تصدیق کے لئے اس اجتماع عظیم پر غور کیا جا سکتا ہے جو حج بیت اللہ کے موقع پر مکہ معظمہ میں اور زیارت روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مدینہ منورہ میں ہوتا ہے۔ اس مجمع میں زیادہ تر غرب ہوتے ہیں۔ دنیا کے طول و عرض سے اپنے پیدا کرنیوالے اور اس کے حبیب پاک صلعم کی سچی محبت دلوں میں لئے ہوئے ارضِ مقدس پر پے تا پا پہونچتے ہیں۔ اور چونکہ قدرت کو ان کی محبت اور خلوص دل کی آزمائش مقصود ہوتی ہے۔ اس لئے حج کے مبارک سفر میں ان کو جسمانی آرام و راحت کی بڑی بڑی قربانیاں پیش کرنی پڑتی ہیں۔ اس حال میں ہمارے آقائے ولی نعمت محی الملت والدین اعلحضرت سر میر عثمان علیخاں بہادر فرماں روائے مملکت آصفیہ خلد اللہ ملکہ و دولتہ کی طرف سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غریب مہمانوں کی جو امداد اور رہنمائی کی جاتی ہے۔ اُس کا مختصر اور اجمالی تذکرہ سُننے اور غور کرنے سے تعلق رکھتا ہے۔

مرتبہ محمد فاضل
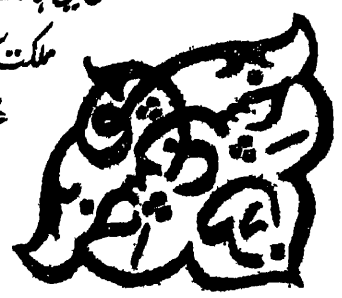
سب سے پہلے تو اُن ملازمین سرکاری کو جو حج کا ارادہ کرتے ہیں
خواہ امیر ہوں یا غریب اعلیٰ عہدہ دار ہوں یا معمولی عمال و ملازمین
چھ ماہ کی رخصت دی جاتی ہے۔ اور رخصت بھی اُس عنوان کی جس کا مدت ملازمت
اور استحقاق وظیفہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور اس پر لطف یہ کہ چھ مہینے کی پیشگی تنخواہ بھی عطا
فرمائی جاتی ہے۔

موجودہ زمانہ میں حکومت حجاز نے بہترین انتظامات کے ساتھ مقامی محصولات اور مصارف ضروری میں معتدبہ اضافے کر دئے ہیں جس کی وجہ سے درجۂ اوّل کا مسافر تقریباً دو ہزار ہیں۔ درجۂ دوم کا بارہ چودہ سو میں اور درجۂ سوم کا پانچ چھ سو میں اچھی طرح سے حرمین شریفین کا سفر کر سکتا ہے جس کے لئے ہمارے بادشاہ جم جاہ کی دریا دلی اور فیاضی کا یہ عالم ہے کہ سو ماہوار کا ملازم چھ سو۔ اور ایک ہزار مشاہرہ کا عہدہ دار چھ ہزار پاتا ہے۔ اسی حساب سے بیش مواجب عہدہ داروں کو ہزار ہا روپے یکمشت سفر حج کے لئے ملتے ہیں۔ اور ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق بڑی آسانی سے حرمین شریفین کا سفر کر کے حج و زیارت کی سعادت حاصل کر سکتا ہے۔

اس کے علاوہ غریب کم استطاعت اشخاص کو جو کرایہ جہاز کی امداد ملنے پر فریضہ حج ادا کر سکتے ہیں۔ جہاز کا ٹکٹ آمد و رفت کے لئے سرکار خرید کر دیتی ہے۔ اور اس غرض سے ایک کثیر رقم سرکار کا محکمۂ امور مذہبی سالانہ غریب حجاج پر خرچ کرتا ہے۔ یہ امداد غریب اور کم مواجب ملازمین سرکار کی حد تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ غیر ملازم سرکار بھی جو غریب اور مستحق ثابت ہوں مستفید ہوتے ہیں۔

ریاست ابدمدت کے عازمین حج کا قافلہ نہایت شان و شوکت اور ربط و ضبط کے ساتھ ملک سے روانہ ہوتا ہے۔ جو صرف اُن اشخاص ہی پر مشتمل نہیں ہوتا جو سرکار سے امداد ٹکٹ جہاز حاصل کرتے ہیں۔ بلکہ اس قافلہ میں ملک کے وہ تمام معزز مستطیع اور صاحب حیثیت افراد بھی شریک ہوتے ہیں جن کو سفر حج میں سرکار عالی کے دیگر انتظامات اور سہولتوں سے فائدہ اُٹھانا منظور ہوتا ہے۔

اس قافلہ کی سرپرستی کے لئے کسی معزز اور اعلیٰ عہدہ دار کو جو عازم حج ہو۔ قافلہ سالاری کی اعزازی خدمت خاص مراعات کے ساتھ دی جاتی ہے۔ اور وہ قافلہ کے تمام انتظامات اور سفر کے جملہ نشیب و فراز کے ذمہ دار گردانے جاتے ہیں نائب قافلہ سالار اور دیگر ضروری عملہ کے اعزازی عہدے بھی مقرر کئے جاتے ہیں نیز اہلِ قافلہ کی طبی امداد کے لئے کسی طبیب حاذق یا لایق ڈاکٹر کو مامور کیا جاتا ہے اور تمام ضروری اور قیمتی ادویہ اہلِ قافلہ کے استعمال کے لئے سرکاری صرفہ سے مہیا کی جاتی ہیں مناسک حج کے رسالے سرکاری طور پر مفت تقسیم کئے جاتے ہیں محکمۂ امور مذہبی کے خاص افسران و عمال قافلہ کی مشایعت اور جہاز پر سوار کرانے کے انتظامات کے لئے حیدرآباد سے بمبئی تک آتے ہیں۔ اور جب تک قافلہ بمبئی سے روانہ نہیں ہو جاتا بمبئی میں مقیم اور فرایض منصبی کی انجام دہی میں مصروف رہتے ہیں سفر حج میں ہر شخص کے پاس جو نقدی ہوتی ہے۔ اُس کی حفاظت بڑا مشکل کام ہے مگر اس کے لئے بھی سرکار سے یہ انتظام ہوتا ہے۔ کہ ہر شخص اگر چاہے تو اپنی رقم قافلہ سالار کے پاس جمع کر کے رسید حاصل کر سکتا ہے۔ اور جابجا بقدر ضرورت روپیہ ملتا ہے جس کا حساب ہر طرح پاک و صاف رہتا ہے۔

سفر حج کے لئے ہیضہ اور چیچک کا ٹیکہ از بس لازمی ہے جس کے لئے ہر ضلع کے سیول سرجن نہایت ہمدردی سے اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ اور اون کے صداقت نامہ کو بمبئی میں تسلیم کر لیا جاتا ہے
بمبئی پہونچ کر پاسپورٹ یعنی پروانۂ راہداری اور جہاز کا ٹکٹ حاصل کرنا
بڑا دقت طلب کام ہے خصوصاً اون لوگوں کو جو معمر اور کمزور نیز بمبئی
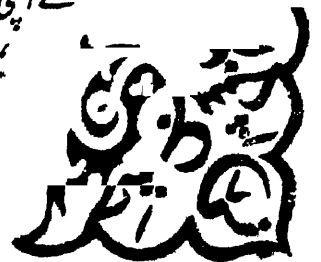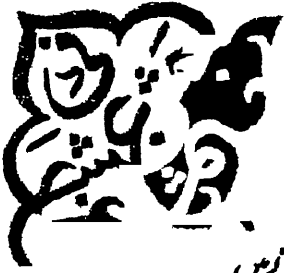
کے لئے اجنبی ہوتے ہیں۔ اور زبان انگریزی سے ناآشنا۔ بہت دشواری اُٹھانی پڑتی ہے مگر ہمارے اہلِ قافلہ اپنی قیامگاہ پر آرام سے بیٹھے رہتے ہیں۔ اور محکمۂ امورِ مذہبی کا عملہ زیرِ ہدایت قافلہ سالار تمام انتظامات کر دیتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کو بھی جو ذاتی صرفہ سے جہاز کا سفر کرتے ہیں ٹکٹ اور پاسپورٹ لا دیتا ہے۔

جہاز پر جہاں مختلف ریاستوں اور مقامات کے مسافر سوار ہوتے ہیں۔ اور کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہیں ہوتا۔ ریاست ابد مدت کے قافلہ والوں کی رہائش کا خاص انتظام قافلہ سالار کی کوشش سے عمل میں آتا ہے۔ اور عمدہ سے عمدہ جگہ انتخاب کیجاتی ہے۔

سفرِ حج میں معلم کی خدمات حاصل کرنا اور اُس کے اشارہ پر چلنا ہر حاجی کے لئے ضروری ہے۔ اور یہ دیکھا اور سُنا گیا ہے کہ ایسے معلموں کو درجہ اکثریت حاصل ہے۔ جن سے حجاج کو بجائے راحت کے تکلیف پہونچتی ہے۔ اور لوگ ان کے طرزِ عمل سے غیر مطمئن رہتے ہیں۔ مگر حیدرآبادی قافلہ کے لئے ایک ذمہ دار۔ قابل اُردو داں اور با اثر معلم مقرر ہے۔ جو اہلِ قافلہ کی راحت کا پورا بندوبست کرتا ہے۔ جدہ پہونچ کر عام حجاج کو بڑی کشاکش میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔ مگر اہلِ قافلہ کو کوئی دشواری لاحق نہیں ہوتی۔ ان کے ٹکٹ جہاز اور پاسپورٹ حاصل کر کے تا واپسی محفوظ کر دئے جاتے ہیں۔ تاکہ حفاظت میں دقت نہ ہو۔ اور سامان کے ساتھ جہاز سے اُتار کر آرام دہ مکانوں میں جو پہلے سے منتخب کر کے رکھے جاتے ہیں۔ سب کو خاطر و مدارات کے ساتھ ٹھرایا جاتا ہے۔ اور معلم و قافلہ سالار کے زیرِ اہتمام جدہ سے مکہ مکرمہ تک جو شخص جس قسم کی سواری میں جانا چاہے اُس کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اور ہر شخص کا ایسا فاضل سامان جس کی ضرورت صرف جہاز تک تھی۔ اور مکہ معظمہ لیجانا بیکار ہو۔ اطمینان بخش طریقہ پر امانتاً محفوظ کیا جاتا ہے اور واپسی کے وقت آسانی سے ملجاتا ہے۔

مکہ مکرمہ میں سرکارِ عالی کی دو عظیم الشان کئی منزلہ سرائیں جن کو رباط کہتے ہیں حرمِ محترم سے قریب واقع ہیں۔ ان میں روشنی، صفائی، حفاظتِ سامان، بیت الخلاء وغیرہ کا سرکار کی طرف سے پورا انتظام ہے۔ جس کے لئے ایک عملہ مقرر ہے۔ ریاست ابد مدت کے حجاج ان سراؤں میں بے فکری اور آرام سے ٹہرتے ہیں۔ اور سرکار کی طرف سے عمدہ پیمانے پر سب کی ضیافت ہوتی ہے۔

حجاز میں خطوط رسانی کا ایسا باقاعدہ انتظام نہیں ہے۔ جیسا کہ ہمارے یہاں ہے مگر اہلِ قافلہ کے خطوط کا یہ انتظام کیا جاتا ہے کہ معلم ڈاکخانہ سے تمام خطوط حاصل کر کے بڑی احتیاط کے ساتھ اہلِ قافلہ کو تقسیم کرتے ہیں۔ علالت ہو تو علاج معالجہ۔ موت واقع ہو جائے تو تجہیز و تکفین اور کوئی مشکل پیش آجائے تو پوری ہمدردی سرکار کے قافلہ سالار اور مقررہ معلم اس خوبی سے کرتے ہیں کہ غریب الوطنی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

طواف بیت اللہ اور سعی صفا مروہ وغیرہ کے مناسک ادا کرنے میں خاص سہولت بہم پہونچانے کی سعی کیجاتی ہے۔ حرمِ محترم کے صحن میں مصلی مالکی کے سامنے اہلِ قافلہ کی نشست کے لئے فرش بچھا دیا جاتا ہے۔ جہاں بیٹھ کر سب اوراد و وظایف میں مشغول رہتے ہیں۔ اور ایک شخص جس کو زمزمی کہتے ہیں۔ آبِ زمزم کی صراحی لئے ٹہلتا رہتا ہے۔ اور اہلِ قافلہ کو پانی پلاتا جاتا ہے۔

مناسکِ حج کی ادائی کے لئے جب مکہ سے منیٰ کو جاتے ہیں۔ تو سواری کا بہترین انتظام ہر شخص کی خواہش کے لحاظ سے کیا جاتا ہے۔ اور منیٰ میں کثیر رقم سرکار سے ادا کر کے اعلیٰ درجہ کا ایک وسیع مکان کرایہ پر لیا جاتا ہے۔ جس میں ریاست ابد مدت کے حجاج نہایت آرام اور اطمینان کے ساتھ ٹہرتے ہیں۔ یہاں سرکار کی طرف سے اہلِ قافلہ
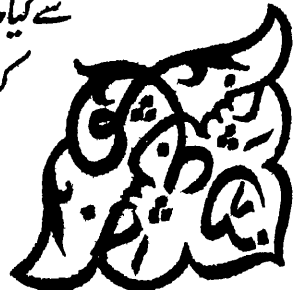
کی دعوت بھی ہوتی ہے۔ یہاں سے چل کر عرفات میں پہونچنے کا انتظام بھی بہت اطمینان بخش طریقہ پر ہوتا ہے۔ عرفات کے وسیع اور لق و دق میدان میں ہماری سرکار ابد قرار کی طرف سے بکثرت خیمہ نصب کئے جاتے ہیں۔ جن میں اہل قافلہ ٹھہرتے ہیں۔ یہاں بھی سرکاری ضیافت ہوتی ہے۔ واپسی میں مزدلفہ پہونچ کر رات کو وہیں ٹھہرنا پڑتا ہے۔ اس مقام پر بھی جہاں تمام دنیا کے ہزارہا انسان پڑے رہتے ہیں۔ اہل قافلہ کی پوری خبرگیری کی جاتی ہے۔ اس کے بعد پھر منیٰ آکر تین یوم کے زمانہ قیام میں اہل قافلہ کو ہر قسم کی سہولتیں بہم پہونچائی جاتی ہیں قربانی کے انتظام میں مدد ملتی ہے۔ طواف زیارت کیلئے مکہ مکرمہ جاکر پھر منیٰ آنا ضروری ہے جس کیلئے سواری وغیرہ کا انتظام کر دیا جاتا ہے۔ اور بعد ادائی فریضہ حج مکہ سے جدہ اور جدہ سے مدینہ طیبہ کے سفر کے تمام انتظامات نہایت حسن و خوبی کے ساتھ کئے جاتے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں بھی سرکار ابد پائیدار کی دو سرائیں موجود ہیں جن کی نگہداشت کیلئے ایک خاص عملہ مقرر ہے۔ اہل قافلہ انہیں رباطوں میں ٹھہرتے ہیں زمانہ قیام مدینہ منورہ میں بھی ہر قسم کی سہولتیں اہل قافلہ کو بہم پہونچائی جاتی ہیں اور ان کی پوری خبرگیری کی جاتی ہے اور زیارت آستانہ رسول الثقلین سے شرف اندوز ہو کر جب قافلہ مراجعت کرتا ہے تو اوسی انتظام و آسایش سے جدہ پہونچا کر جہاز میں سوار کرایا جاتا ہے، اور ریاست ابد مدت کے حجاج اپنے مالک حضور ظل سبحانی اعلیحضرت بندگانعالی نواب سر میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ کے لئے دعائے خیر کرتے ہوئے وطن واپس آتے ہیں۔

قطعہ دعائیہ (حکیم گلی)
شاد باد اے شاہ عثمان شاد باد — از غم و رنج و الم آزاد باد
از وجود پاک تو شاد دکن — حیدرآباد دکن آباد باد
(ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد)

از مولنا ابوالخیر محمد خیر اللہ صاحب موسوی القادری وکیل (ورنگل)

ظل بالکسر و تشدید لام عربی میں سایہ، پناہ، راحت، نعمت کو کہتے ہیں۔ ان معانی کے لحاظ سے خداوند کریم سے اس کو نسبت دیکر بادشاہ کی شان گرامی کا اس سے اظہار فرمایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شان بندہ پروری خدائے بزرگ و برتر کی ہے اس کی جھلک ایک بادشاہ کیلئے رعایا پروری میں بھی نمایاں ہوتی ہے۔ خدائے قدیر حقیقی مالک و ملک ہے تو بادشاہ بھی مجازاً اس خصوصیت سے اپنی مملکت میں بہرہ ور ہوتا اور مخلوق میں اسی کو سب سے اعلیٰ اقتدارات حاصل ہوتے ہیں اسی بنا پر اس کی ذات گرامی کو مالک رقاب امم کہا اور مانا گیا ہے خداوند جل و علیٰ کی سب سے بڑی صفت جسکی طرف بندوں کی نگاہیں لیلاً و نہاراً لگی رہتی ہیں وہ اس کا عمیم عفو و در گذر اور ہر ادنیٰ و اعلیٰ کی پرورش کا انتظام و قیام امن و امان ہے اس کے انہی صفات عالیہ کا مظاہرہ بادشاہوں کی بارگاہوں سے بھی ہوا کرتا ہے اسی لئے ارشاد ہوا ہے "السلطان ظل اللہ فی الارض و رحمۃ" رحم نیز سے کو کہتے ہیں جس سے اقتدار و تصرف ہو لہذا بادشاہ کو اس کی مملکت کے حدود اراضی میں اسکے مذکورۂ خصوصیات حکومت اور ان کے مفاد کے لحاظ سے اسکی ذات سامی کو ظل اللہ (خدا کا سایہ) کہا گیا ہے
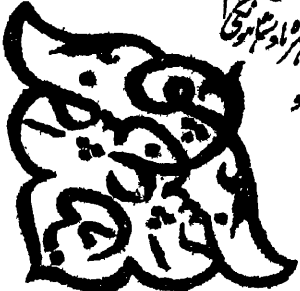
اسی سلسلہ میں یہ چیز بھی جاذب توجہ ہے کہ بادشاہ کے مالک تاج اتم اور صاحب اقتدارات اتم ہونیکی وجہ سے خود اس پر بھی خدا کا سایہ (فضل باری) رہتا ہے اور وہ خدا کے بندوں پر سایہ فرما — ع خدایت مہربان و تو بعالم مہرباں باشی۔ اس کی غایت اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ اس کے قلم اور اس کے حکم پر مالک حقیقی جل شانہٗ کی نگرانی رہے اور صاف الفاظ میں یہ کہ اس کی کارفرمائی منشاء ایزدی کی تابع رہکر خلق پر حکمراں رہے تا کہ اس طرح خدا کی مرضی مبارک سے مختلف ہو کر دنیا کے معاملات خراب نہو جائیں۔

اس بطونی نگرانی کے مد نظر یہ بھی باور کیا گیا ہے کہ مردان خدا ارواح طیبات یعنے اولیاء کرام بھی اسکی دیکھ بھال پر باطنًا مامور رہا کرتے ہیں اس حقیقت کا خلاصہ ایک دو لفظ میں دیکھنا چاہو تو یہ کہہ دینا کافی ہوگا کہ صور مختلف انتظامیہ میں باری تعالی کی توفیق رفیق حالِ ذات سلطانی رہا کرتی ہے، یا یوں کہو کہ بادشاہ کے قلب مدبّر میں صلاحیت اجرائے امن و اماں منجانب اللہ ودیعت ہوتی ہے الخلاصہ یہی وہ اصل ہے جس کی بنا ر پر بادشاہ کی ذات والا کو ظل اللہ دفے اللہ فرمایا گیا ہے (فَے بھی سایہ کے معنی میں آیا ہے)

ظل کے معنی نعمت کے بھی ہیں اس مناسبت سے کیا بادشاہ کا قایم کیا ہوا امن و اماں عدل و انتظام کچھ کم نعمت ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ اس کے بغیر دنیا کی کسی نعمت سے استفادہ ہی ممکن نہیں ہوسکتا۔ امن کے بعد ہی ہر دوسری نعمت کی قدر ہوسکتی ہے۔ اسی طرح امن کے بعد ہی سکون خاطر ایک حقیقی راحت مہیا کرسکتا ہے۔ اس لحاظ سے ظل کے معنی نعمت و راحت اور پھر اسکی نسبت بادشاہ حقیقی جل جلالہٗ سے ہو کر ظل اللہ کا مفہوم نعمت الہی اور ایک بڑا احسان باری واقع ہوا ہے۔

غرض اسی تعلیم کے تحت فرزندان اسلام اپنے مالک مجازی کا بدرجۂ اتم احترام کرتے اور اس سے کما حقہ خلوص و عقیدت و ارادت پیدا کرنے پر مذہبًا مجبور ہیں۔ اسکی خلاف ورزی کو گناہ قرار دیا گیا ہے اس کا مرتکب مورد نکبت و ذلت ہو جاتا ہے۔

"السلطان ظل اللہ من اکرمہ اکرمہ اللہ"

"ومن اہانہ اہانہ اللہ"

بادشاہ خدا کا سایہ ہے جو اس کا احترام و توقیر کرے گا خدا اس کو عزت عطا فرمائے گا۔ اور جو اسکی شان میں بدعقیدتی و بےادبی کرے گا خدا اسے ذلیل و خوار کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مذہب سے لگاؤ رکھنے والی قومیں بادشاہ کی صمیم قلب سے دعا گو ہوتی ہیں۔ قلب ہی مذہب کی جگہ اور اس کے اثر و نفوذ سے پرکیف رہتا ہے لہذا ایک مذہبی وجود ہی کافی حد تک وجود شاہانہ کا ظاہرًا و باطنًا قدر دان ہوسکتا ہے جیسا دشاہ کو خدا کا سایہ خدا کی نعمت ظل اللہ تسلیم کرنا حسب صراحت صدر ناگزیر ثابت ہوگیا تو خدا کے وجود کا سب سے اول تسلیم کرنا مقدم، پھر اس کے بعد اس کے سایہ کا احسان ماننا لازم ہوا۔ اس لئے ایک بادشاہ کی وفادار رعایا وہی ہوسکتی ہے جو خدا کو لیے دیکھے مان کر اس کی پرستار بھی ہو اور اپنے مالک مجازی میں اسی مالک حقیقی کے سلطان و نفوذ و تصرف کو عیاں و نہاں دیکھتی رہے۔ تاکہ ظل اللہ کی حقیقت واضح ہوتی جائے۔ ان ہی جذبات کے تحت آج رعایائے دکن اپنے لیل و نہار میں اپنے ہر دل عزیز محبوب خلائق شاہ ذیجاہ کی فرط عقیدت سے دہائی دیتی اور ہر آڑے وقت میں یا عثمان کہتی نظر آتی ہے۔ الحاصل انہی مادی و روحانی دونوں تعلقات و روابط عقیدت و نسبت کے لحاظ سے اس مسعود جشن سیمیں کے موقع پر فرزندان دکن جب خلوص و رجوع کے ساتھ بلا لحاظ اختلاف مذہب و ملت بارگاہ شہنشاہ حقیقی جل جلالہ میں اپنے مالک مجازی اور اس کی آل و اولاد و اعزہ و اقربا کی صحت و سلامتی کیلئے دست بہ دعا ہیں۔ وہ جذبات مشتاقانہ کا ایک مسرت آمود لائحہ ارادت ہے جو اپنی آپ ہی نظیر ہوسکتا ہے۔

اللہم ایدہم وانصرہم نصرًا مزیدًا ومجدًا اکیدًا وحسبنا عیدًا فضلًا جدیدًا ونعیم عدید ولدیک ما تشاء ومزیدا!

مرتبہ محمد فاضل
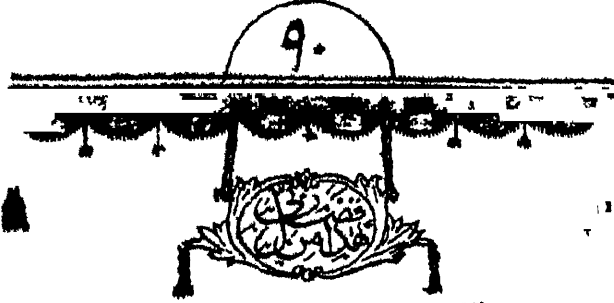
اے ز الطافِ تو لاشے شے شدہ ❊ ہمسر اقبالِ تو کے کے شدہ
ہم خجل از عدلِ تو نوشیرواں ❊ ہم بسباء حاتم طے طے شدہ

(۱) اعلیٰحضرت حکیم السیاست ہیں۔ آپ کی معروف سیاسی قابلیت۔ قوت فیصلہ و فراست صحیحہ۔ اور بالغ نظری واصابتِ رائے کو دنیا کے بڑے بڑے مدبر و ماہرانِ سیاست مان چکے ہیں۔

(۲) اعلیٰحضرت سلطان العلوم ہیں۔ اردو فارسی اور عربی کی مہارت میں تو آفتاب ہیں۔ انگریزی زبان میں اس طرح تکلم فرماتے ہیں کہ اہل زبان بھی ششدر رہ جاتے ہیں ۔ دیگر زبانوں پر بھی آپ کو کافی عبور حاصل ہے۔ علمی مذاقات وسائل سے بیحد و غایت خوش ہوتے ہیں اور اس کی ہر طرح معاونت و سرپرستی فرماتے ہیں۔ علوم سے آپ کو خاص شغف ہے۔

(۳) اعلیٰحضرت جامع الکمالات ہیں۔ قریب قریب ہر فن و شعبہ میں آپ کو دخل ہے۔ اطبا و ڈاکٹر۔ صناع۔ عالم قاری۔ حافظ۔ واعظ۔ شاعر وغیرہ الغرض تمام ماہران و پیشوایانِ فنون اس دربار میں بکمالِ ادب آتے ہیں اور حضور کے فنون و کمالات میں دخلیابی پر قائل و متعجب ہو کر جاتے ہیں۔

(۴) اعلیٰحضرت دنیا کے ممتاز دولتمند ہیں۔ حضور کے تمول کی نسبت ہم از خود کچھ کہنا نہیں چاہتے اس بارے میں ممالک ہائے مغرب کے اخبارات (لندن و فرانس وغیرہ) نے بارہا لکھا ہے۔ اور عوام اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں۔

(۵) اعلیٰحضرت انتہا درجہ کے فیاض ہیں۔ آپ کی فیاضی مستقل و بے پایاں ہے آپ مستحقین کی امداد فرماتے ہیں۔ اس باب میں آپ کا دستِ عطا بلا تفریقِ مذہب و ملت۔ ملک و بیرونِ ملک عام ہے۔ آپ کی داد و دہش کی اگر تفصیلی فہرست لکھی جائے

مرتبہ محمد واصل

تو ایک ضخیم جلد ہو جائے۔ صحیح مصرف کا مسلک آپ کی شاہراہ ہے
بنی نوع انسان کی ہمدردی اس صفت کی جزو اعظم ہے۔ مستحق
مساعی و محاذ کی حمایت فرماتے ہیں۔ بے محل اور ناجائز مصرف سے
آپ کو سخت نفرت ہے۔ ؎ تو وہ سخی ہے کہ در پر ترے غنی محتاج ٭ اے بادشاہ دکن ہے تری بڑی سرکار۔

(۶) اعلیحضرت ایک بیدار مغز تاجدار ہیں۔ استرداد برار کے مطالبات۔ مسائل کنٹجنٹ وسکندرآباد اور بازیافت طلب علاقہ جات مدراس و مچھلی پٹم وغیرہ کی کارروائیاں۔ گول میز کانفرنس لندن کے لئے احسن نمایندہ کا انتخاب اور معاملہ فہمی کا بے نظیر نظریہ۔ شاہزادگان بلند اقبال کی شہزادیان ترکی سے شادی۔ علاقہ رزیڈنسی کی واپسی۔ عالمگیر اقتصادی عسرت کے زمانہ میں بھی سلطنت کا حسن انتظام اور اس کی مرفع الحالی۔ ریاستی خوشگوار مالیہ اور اُس کا استحکام۔ تمام مذاہب کے ساتھ بے مثل رواداریاں۔ ریلوے کی خریدی۔ محکمہ جات رفاہ عامہ کی ترقیاں۔ اصلاح عامہ کا شوق۔ اصلاح معززین و جاگیرداران تحفظات کتب و آثار قدیمہ۔ زراعت و صنعت و حرفت کی ترقیاں۔ بہترین نظم و نسق اور دائمی امن و اماں۔ مساوات و رواداری۔ محنت سے شغف۔ بلند ہمتی۔ سادہ زندگی۔ اقتصادی ترقی۔ عدیم المثال علم دوستی۔ معارف پروری۔ عالمگیر محبوبیت و ہر دلعزیزی برطانیہ کا یار وفادار۔ تاجدار چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ۔

غرضکہ حیات عثمانی کا ایک ایک لمحہ اوراق تاریخ کا ایک ایک ورق عہد عثمانی کی شاندار برکات اور اعلیحضرت کی بیدار مغز عدیم النظیر شاہیت و فرماں روائی کے بین ثبوت و دلیل ہیں۔ ہر ایک صفت کی توضیح۔ ایک ضخیم کتاب کی حاجت رکھتی ہے۔

(۷) اعلیحضرت ہندوستان کی سب سے بڑی سلطنت حیدرآباد دکن کے مقتدر مالک ہیں۔ بحیثیت تقابل رقبہ۔ آبادی۔ محاصل وغیرہ دنیا کی بعض مشہور و معروف آزاد سلطنتوں پر بھی اس ریاست کو تفوق حاصل ہے۔ جہاں سکہ۔ نوٹ۔ اسٹامپ۔ ریلوے۔ ہوائی جہاز وغیرہ تمام نظام کے رائج ہیں۔ ہر سال یہاں خود مختاری کی تعطیل منائی جاتی ہے۔ اعلیحضرت بہ نفس نفیس خود مختارانہ حیثیت سے واحد ضامن و نگہبان اور با اختیار کل بادشاہ ہیں۔

(۸) اعلیحضرت خلیفۃ المسلمین ہیں۔ باوجود مقتدر شاہ اور فی زمانہ دنیا کی ممتاز ہستی ہونے کے اس روحانیت سے معدوم مادہ پرست زمانہ میں اعلیحضرت کا شغف دینی تمام صفات میں مابہ حیثیت رکھتا ہے۔ عشق رسولؐ۔ آل رسولؐ پر شیفتگی۔ سیرت نبوی پر فریفتگی۔ مشروعات اسلام کی حمایت۔ مذہبی عقیدت۔ قرآن مجید سے انتہائی محبت۔ تزکیۂ نفس اسلامی مساوات۔ سادہ طرز زندگی۔ یہ وہ نمایاں عنوانات ہیں۔ جن پر قلم فرسائی کرنا۔ رقت انگیز کیفیات سے مملو اہل دل کے لئے رموز شناسی کی حاجت رکھتا ہے۔ فی زمانہ موجودہ سلاطین اسلام پر انتخاب خلیفہ کے نقطۂ نظر سے مذہبی اوصاف اور دینی و دنیاوی خوبیوں پر نظر ڈالنے کے بعد زاویۂ نظر جس ہستی کو ترجیح دیگا وہ اعلیحضرت کی ذات ہمایوں ہوگی۔ اُس وقت بیساختہ کہنا پڑے گا کہ ؎ (سلاطین سلف سب ہوگئے نذر اجل عثماں ٭ مسلمانوں کا تیری سلطنت سے ہے نشاں باقی) تاجدار عاشق رسولؐ کے مقصد زیست کا اندازہ ذیل سے ملاحظہ ہو۔

(جو ہو جاؤں عثماں مدینہ میں خاک ٭ تو سمجھوں کہ مٹی ٹھکانے لگی)

(۹) اعلیحضرت ایک رفیع المرتبت بہت بڑے شاہی خانوادہ کے بزرگ خاندان ہیں۔ علاوہ کثیر اقربا کے کئی شاہزادگان بلند اقبال و شاہزادیان فرخ فال کے شفیق تاجدار پدر۔

اور ایک ذی اقبال منظر ہونے کے شہریار داد بھی۔

(۱۰) اعلیحضرت ایک ممتاز حقیقی شاعر ہیں۔ آپکے کلام فصاحت نظام میں وہ ساری خوبیاں اُجاگر نظر آتی ہیں جن سے شاعر حقیقی معنوں میں شاعر کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ ردیف و قافیہ کی پابندیوں کے ساتھ جذبات و احساسات کو مناسب الفاظ میں اس طرح موزوں کرنا کہ جس سے ہر دردِ دل کے بیمار کو یہ محسوس ہونے لگے کہ اسی کے مجروح دل کی کیفیت بیان کی گئی ہے! شاعر چونکہ طبعاً عوام سے زیادہ حساس دل رکھتا ہے اور اس کے اثرات خاص طور پر اثر انداز ہوا کرتے ہیں۔ یہ سارے محاسن و کمالات شاعری اور حقیقی شاعر میں جتنی خوبیاں قدرت کی جانب سے ودیعت کی جانی چاہئیں وہ سب اعلیحضرت کی ذاتِ گرامی اور کلامِ بلاغت نظام میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اردو، فارسی شاعری کے علاوہ عربی، ہندی زبانوں میں بھی شعر فرماتے ہیں۔ شاعری سے آپ کو فطری لگاؤ ہے۔ آپ کا کلام کلام الملوک ملوک الکلام کا صحیح مصداق ہے

اسم اقدس سے ظہور ہے عثمان علی۔ اسم مبارک کے حروف اول سے آصفی اور دوسرے حرف سے...

جلوہ گر چرخ پہ جبتک یہ خورشید رہے
شاہ کی جتنی مرادیں ہیں بر آئیں دلخواہ

شاد و آباد رہیں تا بہ ابد یا اللہ
خسرو ملک و کن بادشہ ظل اللہ

اعلیحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر

تاج کے لیئے، تخت کے لیے، ملک کے لیئے، اہل ملک کے لیے، ہند کے لیئے، اہل ہند کیلیئے، دوست کے لیئے، دشمن کے لیئے، جاہل کے لیئے، عاقل کے لیئے، عالم کے لیئے، غافل کے لیئے، امیر کے لیئے، فقیر کے لیئے، طالب کے لیے، مطلوب کے لیے، حکومتِ برطانیہ کے لیئے، تاج برطانیہ کے لیئے، دنیا کے ہر انسان کے لیئے، حتیٰ ساری جہان کے لیئے (ع)

نقشِ وفا ہو صفحۂ ہستی پہ شاہ تم

حضرت اقدس و اعلیٰ رات اور دن کے ۲۴ گھنٹوں میں سے دو ثلث وقت غیر معمولی انہماک کیساتھ اپنے ملک اور عزیز رعایا کی فلاح و بہبود کیلئے صرف فرماتے ہیں حضور بالذات ریاست کے تمام سررشتوں کے عملی کام اور قانون پر حاوی ہیں چنانچہ اعلیحضرت کی میر خاص پر کام حد اسکے انبار اور صبح سے شام تک کو بلا توقف کام کرتے ہوئے دیکھکر گورنمنٹ آف انڈیا کے بڑے بڑے مدبر وائسرائے اور مجتنی انگریز آفیسر بھی اعلیحضرت کی غیر معمولی مصروفیات کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ ملک کی خوشحالی میں سے ہی اور عہدی کی تمام المحصول دنیا بھی اعلیحضرت کی شبانہ روز محنت کے ممنون ہیں۔

(ممنون ہیں۔ نقشا)

مرتبہ محمد فاضل

مسلمانان

حیدرآباد کے مذہبی مرکزی ادارہ جات

(مرتبہ)

جناب مولوی پیر محمود صاحب مجددی مقیم خانقاہ مجددیہ پالماکول (محبوب نگر)

سلسلہ نشان	نام انجمن	اسماء سرپرست و معتمدین انجمن	دفتر کا پتہ	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
۱	اتحاد المسلمین حیدرآباد دکن	مولوی محمود نواز خانصاحب قلعدار	توحید منزل چوک لسپال شاہ علینڈ حیدرآباد	•
۲	مجلس علماء دکن	" سید محمد پاشاہ حسینی صاحب قادری	قاضی پورہ حیدرآباد	
۳	مجلس جمعیت المشایخ	" سید شاہ صابر حسینی صاحب چشتی	درگاہ حضرت شاہ خاموش صاحب نامپلی "	
۴	یتیم خانہ انیس الغربا د	" خواجہ بدرالدین صاحب	نامپلی حیدرآباد دکن	•
۵	خادم المسلمین	" سید قادر محی الدین صاحب قادری	کاچی گوڑہ " "	
۶	مجلس قرآن مجید	نواب بہادر یار جنگ بہادر	سیگم بازار " "	•
۷	مجلس دائرۃ المعارف	" مہدی یار جنگ بہادر	عثمان شاہی " "	•
۸	مدرسۂ نظامیہ	" فخر یار جنگ بہادر	شبلی گنج " "	•
۹	صدر مجلس اعانت اہل حجاز و اہل اسلام	" لیمین جنگ بہادر	ملک پیٹھ " "	
۱۰	بیت المعذورین	مولوی سید خورشید علی صاحب	دھول پیٹھ " "	اس ادارہ میں مسلمان ہندو عیسائی وغیرہ تمام اہل مذاہب شریک ہیں

نوٹ منجانب ادارہ یہ تمام اسلامی انجمنیں و ادارے اپنے اپنے موضوعہ و مفوضہ فرائض کی انجام دہی میں باحسن الوجوہ سرگرم کار ہیں۔ اور دن بدن ان میں ترقی ہو رہی ہے۔ جو قابل و نیک ہستیوں کی سرپرستی و نگرانی میں

مرتبہ محمد فاضل

اپنے کامیاب مقاصد کے ساتھ نیکنام وجود رکھتے ہیں یہ سب اعلیحضرت کے فیض بخش درخشاں دور کی زندہ جاوید یادگار ہیں جنکی تجدید اور احیاء تعلیمات اسلامیہ سے قوم میں جان افزاء قوت پیدا ہو رہی ہے وہ دن دور نہیں کہ یہ اور اس قسم کی آئندہ قائم ہونیوالی

سلسلہ نشان	نام انجمن	اسماء سرپرست و معتمدین انجمن	دفتر کا پتہ	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
۱۱	انجمن پارچہ بانی مدینہ منورہ	مولوی ڈاکٹر خواجہ معین الدین صاحب	عابد شاپ حیدر آباد دکن	•
۱۲	صدر انجمن اسلامیہ حیدر آباد	״ محمد عبد العزیز خان صاحب وکیل ہائیکورٹ	حسینی علم ״ ״	•
۱۳	انجمن ترقی عرب	״ حبیب حسین صاحب	مغل پورہ ״ ״	•
۱۴	انجمن افاغنہ	״ محمد نواز خاں صاحب	حویلی قدیم ״ ״	•
۱۵	انجمن محمدیہ	״ حکیم شفا صاحب	درگاہ حضرت پیر قیوم الدین شاہ صاحب حویلی قدیم	•
۱۶	انجمن اہل حدیث	״ محمد عبد السلام صاحب	دریچہ بھونرہ حیدر آباد دکن	•
۱۷	انجمن مہدویہ	״ سید یوسف صاحب تصور	چیچل گوڑہ ״ ״	•
۱۸	انجمن احمدیہ	״ سید بشارت احمد صاحب وکیل ہائیکورٹ	سعادت منزل چوک اسپال ״ ״	•
۱۹	انجمن تعانی عثمانیہ	״ حکیم ابو الفدا محمود احمد صاحب	جلال کوچہ ״ ״	•
۲۰	انجمن تحریک قرآنی	״ ابو محمد مصلح صاحب	تالاب حسین ساگر ״ ״	•
۲۱	انجمن احترام اوراق متبرکہ	״ غلام محمد صاحب	دروازہ چادرگھاٹ ״ ״	•
۲۲	مجلس اشاعت العلوم	״ حکیم غلام مرتضیٰ صاحب مہتمم	مدرسہ نظامیہ شبلی گنج ״ ״	•
۲۳	انجمن طلباء قدیم مدرسہ نظامیہ	״ حکیم سید شاہ حسین صاحب گنج نشین	سلطان پورہ ״ ״	•
۲۴	انجمن اسلامیہ	״ سید نصیر الدین ہاشمی صاحب	دھول پیٹھ ״ ״	•
۲۵	حلیۂ مجلس قراء	״ محمد اکبر علی صاحب مدیر صحیفہ	چادرگھاٹ ״ ״	•
۲۶	مدارس شبینہ	״ ثناء اللہ صاحب پانی پتی	کنگل منڈی ״ ״	•
۲۷	مدرسۂ انوار العلوم	״ جواہر خان صاحب بی۔ اے	نامپلی ״ ״	•
۲۸	مجلس اشاعت القرآن	״ الحاج عبد السلام صاحب صدیقی	مسجد خیریت آباد ״ ״	•

انجمنیں اسی طرح اپنی بے لوث خدمات اور صحیح قوت کیساتھ کارفرمائی کے بدولت کشتی ملت اسلامیہ کے رہن ولنگر بنکر گمراہی و ادبار کے دریا میں ڈوبتے ہوئے مسلمانوں کا سہارا اور ناخدا بنیں گی جبکہ وہ محی الملت والدین کے زیر عاطفت اسلامی شمعیں لئے اپنے حقیقی منزل مقصود کو ڈھونڈ رہی ہیں

مرتبہ محمد خان منزل

غیر مسلم اقوام کے ساتھ عدیم النظیر رواداری کے بارہ میں دیگر متعلقہ مضامین اور سالمیت عثمانی کا باب ملاحظہ ہو تاکہ تعلیمات اسلامیہ کے صحیح حامل شاہ ذیجاہ کی ناقابل فراموش نشانیوں کے نقوش آپ کے دل کی لوح پر اعتراف جمیل کے ساتھ قائم ہوں۔ فقط

سلسلہ نمبر	نام انجمن	اسماء سرپرست و معتمدین انجمن	دفتر کا پتہ	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
۲۹	دارالصناعت اسلامیہ	مولوی ناصر بن عبدالکریم صاحب	پل قدیم حیدرآباد دکن	•
۳۰	مجلس صوفیاء دکن	〃 مفتی سید شاہ احمد علی صاحب صوفی	بازار گھانسی 〃 〃	•
۳۱	انصار الصفہ	〃 عبدالمجید صاحب	مغل پورہ 〃 〃	•
۳۲	تنظیم المسلمین	〃 ریاض احمد صاحب	کاچی گوڑہ 〃 〃	•
۳۳	مجلس یادگار میلاد النبیؐ	•	عثمان پورہ 〃 〃	•
۳۴	انجمن نوجوانان اسلام	〃 محمد تاج الدین صاحب	مغل پورہ 〃 〃	•
۳۵	مجلس صفہ صوفیہ	〃 ابوالفیض سید سجاد علی صاحب صوفی	کبوتر خانہ قدیم 〃 〃	•
۳۶	انجمن خواتین معین الشرفا (مدینہ منورہ)	جنابہ عصمت النساء بیگم صاحبہ	خیریت آباد 〃 〃	•
۳۷	مجلس جشن میلاد النبیؐ	〃 محمد عارف صاحب	سکندرآباد 〃 〃	•
۳۸	انجمن فیض عام	〃 خان بہادر عبدالکریم صاحب	〃 〃 〃	•
۳۹	انجمن ترقی اسلام	سیٹھ عبداللہ علا دین	علاؤالدین بلڈنگ سکندرآباد	•
۴۰	یتیم خانہ انصار الصفہ گلبرگہ	•	گلبرگہ شریف	•
۴۱	اصلاح المسلمین	مولوی ابوالخیر خیر اللہ صاحب وکیل ہائیکورٹ	ضلع ورنگل	•
۴۲	اشرف المدارس	•	حیدرآباد دکن	•
۴۳	دیندار انجمن	مولوی صدیق دیندار چن بسویشور صاحب	آصف نگر حیدرآباد دکن	•
۴۴	انجمن اہل خدمات شرعیہ	〃 قاضی محمود الحسن صاحب	بازار نور خاں 〃 〃	•
۴۵	احمدیہ نیشنل لیگ	〃 محمد اعظم صاحب (عثمانیہ)	احمدیہ لکچر ہال بی بی بازار 〃 〃	•
۴۶	ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن	〃 علی محمد علاؤالدین صاحب بی اے (لندن)	احمدیہ جوبلی ہال افضل گنج 〃	•

جامع مسجد نظامیہ لندن

بمقام لندن۔ ہالینڈ پارک۔ اسٹیشن کے متصل بعد نظامیہ کے قیام لارڈ ہیڈلے اور سر عباس بیگ وغیرہ کی اسلامی تحریک و محنت کا نتیجہ ہے اور لندن میں یہ مسلمانوں کی واحد شاندار مسجد ہے جس کی تعمیر میں حضرت اقدس و اعلیٰ نے معتدبہ رقم دی ہے۔ اسی باعث اس کا نام مسجد نظامیہ رکھا گیا۔ فقط
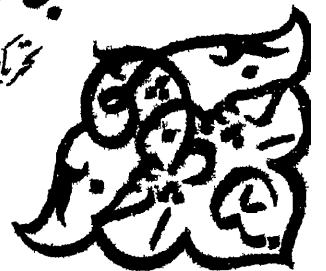
اعلیحضرت کے اصول تعلیمات اسلامیہ کی پابندی کے چند نمونے

مساوات اسلامی سے متعلق نصیحت آموز سیرت عثمانی کے جلوے

(۱) خدا کے گھر میں بادشاہ و فقیر برابر ہیں! پہلے بادشاہوں کے زمانہ سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ جب نماز کیلئے تشریف لاتے تو تمام لوگ تعظیم کیلئے اُٹھ کھڑے ہو جاتے تھے اعلیحضرت نے اپنے عہد میں اس دستور کو قطعاً رد کر دیا۔ کہ "یہ خدا کا دربار ہے (یعنی خانۂ خدا ہے) یہاں بادشاہ اور فقیر سب برابر ہیں" چنانچہ مسجد میں اعلیحضرت کی تشریف آوری پر تعظیم کی اجازت نہیں

(۲) یہ میرا دربار نہیں یا رسول اللہ کا دربار ہے! اکثر تبہ کا واقعہ ہے کہ اعلیحضرت وعظ کی مجلس میں تشریف لائے۔ ایک ملازم خاص جو پہلے سے وہاں بیٹھے تھے آپ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھکر فوراً بگلوس کمر سے باندھ لیا۔ جونہی آپکی نظر پڑی۔ دریافت فرمایا کہ "تم نے یہ کیوں باندھا ہے"۔ دست بستہ ملازم نے عرض کیا کہ حضور تشریف فرما ہیں اُسوقت اعلیحضرت نے ارشاد فرمایا کہ "یہ میرا دربار ہے یا رسول اللہ کا" اس ارشاد خاص کے ساتھ ہی وہ ملازم مو پر اندام ہوگئے۔ اور فوراً اپنی کمر سے بگلوس اُتار دیا۔

(۳) وعظ فرماتے ہوئے سلام کیوں کیا! اکثر تبہ اعلیحضرت ایک وعظ کی مجلس میں تشریف لائے۔ دوران وعظ میں آپکو دیکھکر واعظ صاحب نے سلام کیا۔ فوراً حضور پرنور نے فرمایا "مولوی صاحب! افسوس ہے کہ آپ وعظ فرما رہے ہیں یا سلام کر رہے ہیں۔ میں داخل ہوا ہوں مجھ پر سلام واجب تھا نہ کہ آپ پر۔ منبر رسول اللہ پر تشریف رکھتے ہوئے آپکو مجھ جیسے دنیا دار کی تعظیم ضروری نہ تھی۔ اس جلسہ میں جسقدر مسلمان آرہے ہیں کیا آپ سبکو سلام کر رہے ہیں"؟ ایک اولوالعزم مقتدر شاہ ہونیکے باوجود اعلیحضرت کی اسطرح کسر نفسی جو تعلیمات اسلامیہ کی پوری پوری حامل تھی اسکا حاضرین مجلس پر سینکڑوں وعظ اور ہزاروں پند و نصایح سے زیادہ اثر ہوا۔

(۴) مسجد میں بندہ کی عظمت کبھی بیان نہ ہونی چاہیئے! حین سفر دہلی ماہ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ جبکہ اعلیحضرت حضرت نظام الدین محبوب الٰہیؒ کی زیارت کے بعد بغرض ادائی نماز جمعہ مسجد میں تشریف لائے۔ اسوقت ایک صاحب نے قصیدہ سنانا چاہا تو ارشاد ہمایونی ہوا کہ "مسجد میں بندہ کی عظمت کبھی بیان نہ ہونی چاہئے۔ خانۂ خدا میں شاہ و گدا سب ایک ہیں۔ یہاں کوئی چھوٹا بڑا نہیں" اور پھر یہ فرما کر عقیدتمند کی تسکین بھی فرما دی کہ "البتہ مسجد کے باہر کچھ ہو تو مضائقہ نہیں"۔

(۵) ہم خود سلام کو آئے ہیں سلامی کی ضرورت نہیں! ماہ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ میں حضور پرنور حسب معمول بغرض شرکت عرس گلبرگہ شریف میں رونق افروزی کے بعد صندل شریف کے جلوس کیساتھ ساتھ پا پیادہ آستانۂ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ پر تشریف فرما ہوئے۔ اُس وقت سیڑھیوں کے پاس گارڈ آف آنر کی سلامی کا انتظام تھا لیکن اعلیحضرت نے یہ فرماتے ہوئے کہ "ہم خود یہاں سلام کو آئے ہیں سلامی کی ضرورت نہیں" سلامی کی ممانعت فرما دی۔

۷۸۶

حضرت اقدس و اعلیٰ کا ذوق قرآن

عاشقِ قرآن شاہِ عثمان

اعلیٰحضرت خلد اللہ ملکہ وسلطنتہٗ کی ذاتِ اقدس میں خدائے عزوجل نے جہاں اور بہتیرے اوصاف ودیعت فرمایا ہے اُن میں سب سے زیادہ اہم اور مبارک وصف۔ قرآن پاک کا شغف ہے۔ جن لوگوں کو کبھی قرأت کی ایسی مجلسوں میں شرکت کا موقع ملا ہے جس میں اعلیٰحضرت بھی تشریف فرما ہوئے ہوں تو اُن کی آنکھوں نے ایسے مبارک مناظر بالعموم دیکھا ہو گا کہ حضرت اقدس واعلیٰ تلاوتِ قرآن کے وقت۔ قرونِ اولیٰ کی یاد دلانے والے جلوؤں کے ساتھ۔ کن خاص حالات اور نورانی اثرات سے پرکیف و متاثر پائے جاتے ہیں۔ قرآن حکیم جو خداوند تبارک تعالیٰ کا کلام اور سب سے بڑا معجزہ و نادر تحفہ ہے۔ قدرت نے اپنے اس بے مثل اور پیارے عطیہ میں ایسی لذت بھر دی ہے کہ جسکی بہشتی چاشنی کی تعریف ناممکن ہے۔ لیکن اس لذت سے فی زمانہ اگر کوئی مبارک ہستی حقیقی معنوں میں مستفیض ہو رہی ہے تو وہ اعلیٰحضرت کی ذاتِ ہمایوں ہے۔ سب حاکموں کے حاکم اور سب بادشاہوں کے بادشاہ عزت و جلال والے خدا کا باعظمت کلام (جس کی شان میں لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعاً متصدعاً من خشیۃ اللہ ہے) تلاوت قرآن کے وقت حد درجہ شہنشاہِ دکن کو خاشع و متواضع بنا دیتا ہے آپ ہر جمعہ کو باغ عامہ کی مسجد میں بالکل سادگی اور اسلامی شان کے ساتھ مع شہزادگان بلند اقبال رونق افروز ہو کر بالالتزام بعد نماز جمعہ قرآن پاک کی تلاوت سماعت فرماتے ہیں معانی پر غور و فکر فرماتے ہوئے اُس وقت چہرہ کی رنگت کا اُتار چڑھاؤ۔ اور عالم وجد میں بار بار سبحان اللہ فرمانا۔ اور زانو پر وجدانی حالت میں ہاتھ پہ ہاتھ مارنا۔ ایسا رقت انگیز سماں ہوتا ہے۔ جو ہر قلبِ مومن پر خاص اثر پیدا کر دیتا ہے۔ اور بیساختہ اس آیۃ شریفہ کی یاد دلاتا ہے واذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم صرف یہی نہیں بلکہ قاری صاحب جس وقت کلام پاک کے بڑے بڑے سورے اور آیات کی تلاوت کرتے ہیں اعلیٰحضرت اُس کے مطلب و مفہوم کے بامعنی استغراق و کیفیات کے ساتھ والہانہ شیفتگی کے عالم میں۔ حین قرأت غیر ادا شدہ جملوں اور آیۃ کے ٹکڑوں کو قاری سے پہلے ہی تقدیماً بیساختہ خود فرما دیتے ہیں۔ جس سے حضور کے حفظِ کلام پاک کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

سرکاری کاروبار میں اکثر افتتاح وغیرہ کی شاہی رسم کے موقع پر پہلے ہی سے وہاں قاری کی حضوری کا حکم دیتے ہیں تاکہ ہر کام کا آغاز اللہ کے کلام سے ہو اور بعد سماعت قرآن کریم رسم شاہی ادا فرماتے ہیں۔

(جیسے دوا خانہ عثمانیہ وغیرہ کا افتتاح) ہر ایسے وقت حضوری کے شرف یافتہ لوگ عاشقِ قرآن شاہِ عثمان کے کلام الٰہی سے غیر معمولی شغف کے بخوبی شاہد ہیں

مرتبہ محمد فاضل

باوجود انتہائی مقدرت و محتشم ہستی ہونے کے۔ اعلیحضرت کا قرآن پاک سے اس قدر شغف و عشق کے درجہ کو پہونچ جائے۔ صاحب بصیرت و اہل دل کے لئے رموز شناسی کی حاجت رکھتا ہے۔ کہ فنا فی القرآن عین فنا فی الحق ہے ع

حامیٔ دینِ مبیں عاشقِ قرآں تم ہو۔

مدرسہ حفاظ

اس مبینہ ذوقِ قرآن کا نتیجہ ہے۔ کہ آپ نے ایک مستقل یادگار مدرسہ حفاظ مکہ مسجد کے جنوب جانب تعمیر کروایا ہے۔ جہاں صدہا طلبہ قرآنی تعلیم اور حفظ و قرأت سے فارغ ہو کر تعلیمات اسلامی سے سیراب اور ضروریات اسلامی کے حامل بن رہے ہیں۔

مدرسہ نظامیہ

حیدرآباد کے ایک قابل فخر دینی مدرسہ نظامیہ کی روز افزوں سرپرستی اور ترقی محض اعلیحضرت کی جبلی و عملی توجہ کا نتیجہ ہے جس کے انتظامات کو بیدار مغز شاہ ذیجاہ نے قابل علماء کی ایک کمیٹی کے تحت مقرر فرمایا ہے۔ جہاں کی تعلیم کا مقصد صرف حقیقی تعلیمات اسلام ہے۔ جس کو صحیح معنوں میں کامیاب منزل پر دیکھنا اعلیحضرت کا عین منشاء ہے۔

خلعت نوازی

مدرسہ نظامیہ اور مدرسہ حفاظ کے فارغ التحصیل اور نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ کو حسب سفارش کمیٹی و ناظم صاحب امور مذہبی۔ خلعت اور دیگر ضروری الطاف سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

نیاز شریف اور دعوت

اعلیحضرت کے پاس تمام نیازیں ہوتی ہیں جس کے لئے صرف خاص مبارک میں ایک مستقل دفتر نیازات قائم ہے جہاں لاکھوں روپیہ کا خرچ معین ہے۔ اکثر خاص نیازات کے وقت اعلیحضرت مشائخین و طلباء حفاظ وغیرہ کو مدعو فرماتے ہیں دیگر نیازات کے وقت مستحقین کے لئے بالعموم دسترخوان نیازاتِ آصفی ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔

حضرت اقدس و اعلیٰ کی بے نظیر شاہانہ فیاضیوں۔ علمی سرپرستیوں اور اہم اسلامی خدمات کو پیش نظر رکھکر ہندوستان کے تمام مسلمانوں نے متفقہ طور پر ایک عظیم الشان جلسہ ۲۹ ستمبر ۱۹۱۸ء کو منعقد کرکے جسمیں تمام فرقوں کے پیشوا سردار اور نمائندے شریک تھے عامۃ المسلمین کے بیشمار ہزارہا مجمع میں بہ یک زبان و یک دل یہ مجوزہ تحریک پاس کی کہ "اعلیحضرت حضور نظام کی خدمت میں

کا معزز قومی لقب، بذریعہ خاص وفد پیش کیا جائے" چنانچہ اس قومی پیشکش کو حضور ممدوح نے قبول و منظور فرماکر۔ وفد کو موقع امتنان و تشکر بخشا۔

تاجدار عاشق رسول کے فرامین مبارک

متعلق برقی روشنی حرمین شریفین

(۱) ارشاد ملوکانہ - جو تجویز اس بارہ میں نظامت جنگ کی ہے - وہ بہت ہی ضروری و مناسب معلوم ہوتی ہے چنانچہ اس مسئلہ پر ریاست حیدر آباد غور کر رہی ہے کہ منجملہ اور امور خیرات و مبرات یہ مذہبی کام بھی بتقریب جوبلی سرانجام پائے۔ بشرطیکہ کوئی ممانعات منجانب سعودی گورنمنٹ حائل نہ ہوں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ کام ہم خرما و ہم ثواب ثابت ہوگا۔ جس صورت میں کہ تکمیل کو پہونچ جائے بقول۔ السعی منی والاتمام من اللہ -

(مطبوعہ اخبار رہبر دکن مورخہ ۸ شعبان المعظم ۱۳۵۴ھ)

(۲) فرمان مبارک - مژدہ برائے مسلمانانِ عالم

میں نے اپنے سلور جوبلی کے چندہ میں سے مبلغ ؎ خاص طور پر مدینۂ طیّبہ میں برقی روشنی اور دوسرے جزوی متعلقہ امور کی سربراہی کیلئے علحدہ رکھنے سے متعلق حکم دیدیا ہے اور اُمید ہے کہ قریب میں یہ مبارک و مذہبی کام انجام پائیگا (ایک کمیٹی کے توسط جو کہ گورنمنٹ کی مرتب کردہ ہوگی) تاکہ سعادت دارین کا موجب ہوسکے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

(مطبوعہ اخبار رہبر دکن مورخہ ۲ رشوال المکرم ۱۳۵۴ھ)

(۳) فرمان مبارک - قندِ مکرّر

میری سلور جوبلی کی تقریب میں صرف خاص کی حد تک جسقدر عام چندہ جمع ہوگا۔ اس میں سے کم از کم یعنے پچیس (۲۵) ہزار تک علحدہ اُٹھا رکھنے کیلئے صرفخاص کے نام حکم دیدیا ہے۔ تاکہ حرمین شریفین زاد اللہ شرفاً و تعظیماً کے ضروری ابواب کی تکمیل اس رقم سے کیجا سکے۔ تاکہ نجاتِ اُخروی کا باعث ہو۔ بایں خیال کہ یہ ہر دو مرکز پیروانِ اسلام کے قبلہ گاہ ہیں۔ اس مقدس کام کی تکمیل اُوسی کمیٹی کے توسط سے عمل میں آئے گی۔ جسکو گورنمنٹ مقرر کرے گی۔ جس کے صدر نشین نظامت جنگ ہونگے اور اراکین خواجہ معین الدین و یٰسین خاں (معتمد صرفخاص) اور اُمید ہے کہ کام بروقت اطمینان بخش طریقہ پر انجام پائیگا جسکی سعی ابھی سے کیجا رہی ہے۔

(مطبوعہ اخبار رہبر دکن مورخہ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ)
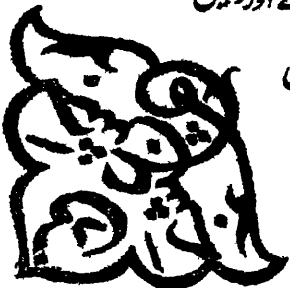
مرتبہ محمد فاضل

دنیا نے

اعلیٰحضرت کی غیر معمولی فہم و فراست کا لوہا مان لیا

ہز اکسلنسی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی تحریر فرماتے ہیں

”جب سے اس مشرق الانوار خسرو دکن نے اپنی حکومت کی بسم اللہ کی اور اس میں جشن شاہانہ کی رسوم ادا ہوئیں۔ دکن کے نصیب جاگے۔ بہار سلطنت نے پھول برسائے۔ اور چرخ نیلی نے تارے اتارے۔ ظل اللہ کا اقبال چتر بنکر سایہ فگن ہوا۔ عزت و اجلال کے جلو میں ترقی کی رفتار نے برق خرامی کی بخت آصف کا شہباز ہوائے ملک رانی میں بلند پرواز ہوا۔ زمام سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیکر ثابت کر دیا کہ۔

بالائے سرش ز ہوشمندی ؎ می تافت ستارہ بلندی

حضرت اقدس و اعلیٰ نے جو کچھ چاہا کیا۔ اور تمام نظم و نسق نگینہ کیطرح جڑ گئے۔ جو کچھ حضور پر نور نے کیا۔ اور جو کچھ ہوا۔ پبلک سے پوشیدہ نہیں ہے۔ امید قوی ہے کہ بعونہٖ تعالیٰ ایک روز یہ حکومت اپنے مرکز پر نہایت حسن اور مزید کامیابی کے ساتھ دائرہ کی گردش کو طے کر کے اپنے نقطۂ کمال پر پہونچیگی الحمد للہ۔ ملک کا نصیبا چمکا۔ صاحب جوہر فولاد بازو نے ہر جیسا اپنے قبضہ میں لی۔ اور عقل و دانش کے پتلے نے اسطرح دوست و دشمن کو ایک گھاٹ پانی پلایا۔ کہ دور اندیش تجربہ کاروں نے اکثر آپ کی فراست و فہم کا لوہا مان لیا۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ کام میں شہریار کی ذاتی دلچسپی اور شغف نے سلطنت کی تمام گتھیوں کو یک قلم سلجھا دیا۔ یار و اغیار نے سمجھ لیا کہ اب حیدرآباد میں مفت خوروں کا گزارہ نہیں۔ حضور بذات خود ہر کام کے بڑے ماہر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے عہد میں حیدرآباد کی آمدنی نے ہمیشہ سے زیادہ ترقی کی۔ اور کر رہی ہے“۔ فقط۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بے نقاب حقیقت

از نواب میر خورشید علی خاں صاحب ایم۔ آئی۔ سی۔ سی (ڈیرہ دون دوم تعلقدار آصف آباد)

اللہ تعالیٰ جل شانہ و ضاعف افضالہٗ کا لاکھ لاکھ احسان اور اس کا شکریہ دائرہ امکان سے خارج ہے کہ رب جلیل نے ہم کو اپنی حکمت بالغہ و رحمت کاملہ سے ایک ایسا بادشاہ عنایت فرمایا ہے جس کے ارادت افزا اوصاف کی پرستش غائبانہ عقیدتمندی بھی اپنا فرض سمجھتی ہے۔ مشرق ہمیشہ سے بادشاہ پرست رہا ہے۔ اس نے دنیا میں بادشاہوں کو خدا کا نائب سمجھا اور اس کی شاہ پرستی نے اس حدتک ترقی کی کہ جب اس نے خدا کا تصور کرنا چاہا تو اس کے ذہن نے خدا کی جو بہتر سے بہتر تصویر اس کے پردۂ فکر پر کھینچی وہ ایک بادشاہ کی تصویر سے زیادہ نہ تھی۔ کیا اسی جذبہ کا اثر نہ تھا کہ جس نے آج بھی اکثر شہنشاہوں کو مافوق الانسان درجہ دے رکھا ہے مگر ہم ان اکابرین کے ممنون ہیں جنھوں نے ہم کو اللہ اور ظل اللہ میں فرق بتلا کر شرک سے بچا لیا۔

جب ہم کسی اندھی عقیدت کی بنا پر نہیں بلکہ اصلی واقعات کی روشنی میں اپنے بادشاہ جہاں پناہ کی اعلیٰ شخصیت پر غور کرتے ہیں تو اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ایسے ہی بادشاہ ہونگے جنھوں نے اپنے عیش و راحت کی قربانی کے ساتھ رعایا کے قلوب پر اپنی محبت کا سکہ جمایا ہوگا اور ظلوم و جہول و ہمہ تن طغیان و عدوان انسان کی گردن عقیدت کو بجبر و اکراہ نہیں برضا و رغبت اپنے سامنے جھکایا ہوگا۔

بادشاہ کے دو ہی تو فرض ہیں۔ ایک یہ کہ خود کو سنوارے اور اپنی رعایا کے سامنے حسن سیرت و خوبیٔ فطرت کا ایک ایسا نمونہ بنا کر پیش کرے کہ سب اسے مشعل راہ بنائیں اور اس کی پر تنویر شعاعوں میں منزل سعادت تلاش کریں کیونکہ زمانہ نے ابتک (الناس علےٰ دین ملوکھم) کے اصول کو نہیں جھٹلایا ہے۔ دوسرے راعی کی حیثیت سے ان کی زندگی کو زیادہ سے زیادہ خوش گوار بنانے کی فکر میں لگا رہے۔ جن کی قسمت کو قدرت یا اتفاق نے اس کی نصیب کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ جن بادشاہوں نے اپنے فرائض کے ان دونوں پہلوؤں کو ملحوظ رکھا وہ دنیا کے کامیاب بادشاہ ہوئے، اور جنھوں نے ان سے غفلت برتی اپنی قدر و منزلت کھو بیٹھے۔

ہمارے آقا نے بادشاہ ہی کی حیثیت میں نہیں بلکہ انسان کی

حیثیت میں اپنے آپ کو اہل ملک کے لئے ایک اچھا نمونہ بنا کر پیش فرمایا۔ جو ان کے حالات سے واقف ہے وہ جانتا ہے اور کون نہیں جانتا کہ ایک بادشاہ کے لئے جتنے صفات کی ضرورت ہے خود بدولت اُن سب کے جامع ہیں۔

علم و فضل

بادشاہِ بے علم کو الماس بے آب سمجھو یا تیغ بلا جوہر۔ الحمدللہ کہ ہم ایک آبدار الماس اور جوہردار تلوار رکھتے ہیں۔ ہمارے بادشاہ ظل اللہ بحض علم پرور بلکہ علوم مشرق و مغرب کے جامع اور حقیقی معنوں میں سُلطان العُلوم ہیں۔ عربی و فارسی میں ہمارے سرکار کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ اُردو ان کے گھر کی ہے تو انگریزی بڑے بڑوں کے مسلمات سے ہے۔ چنانچہ اکثر یوروپین نژاد کو اس کا اعتراف ہے۔ سرکار کے کلام فصاحت التیام نے شعرائے عصریہ میں ہلچل مچادی ہے لاریب ہر اعتبار سے آپ ایک بلند پایہ شاعر ہیں۔ یہ مسلّم ہے کہ جب تک کوئی خود عالم نہ ہو اس سے وہ ذوقِ علم جو گذشتہ پچیس سال میں اعلحضرت کی ذات خجستہ صفات سے آئینہ ظہور پر منعکس ہوا ہے ظاہر نہیں ہو سکتا۔ کیا یہ غلط ہے کہ موجودہ رؤسا ہند پر سرکار ہی کو ترجیح فاضلہ حاصل ہے؟ آپکے مجیر القول داعی الکشافات نے جامعہ اسلامیہ علیگڈھ کو چانسلری یعنے امیر جامعہ کے باعزت عہدہ کے پیش کرنے پر اصرار کیا جسکو حضور نے باوجود گوناگوں مصروفیات و نہایت عدیم الفرصتی کے نہایت خندہ پیشانی و جوشِ انبساط سے قبول فرما کر نہ صرف ارباب جامعہ ملیہ کو بلکہ اس کے جمیع خیر سگالوں کی سرپرستی و عزت افزائی فرمائی۔ ہمارے سرکار کے عہد میمنت مہد میں جتنے فرامین عزو رو ولائے شرف اشاعت پائے ہیں۔ اگر دکن کے سارے سلاطین باتمکین کو اکٹھا کر لیا جائے تو اُن کے مجموعی دور میں بھی شاید عہد عثمانی کے مماثل تعداد نہ ہوگی۔

فرامین کے مضامین کیا ہیں طلسم ادب ہیں اور انشا بدیع کی دنیا میں سرکار کی رقم طرازی و جواہر نگاری اختراعات فائقہ جدّت اسلوب و نوائے تراکیب کا ایسا دل نواز مرقع ہوتی ہے کہ بڑے بڑے سورما ادیب بھی یہاں اپنے قلمی ہتھیار ڈالدیتے ہیں۔ یہ معجز نما ادبی قابلیت کچھ تو اکتسابی اور کچھ اللہ کی دین ہے اور اقبال شاہی ان سب کو لیئے ہوئے اس فخر روزگار تاجدار کو ایک کامل انسان کی حیثیت میں دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے۔

سچ ہے "فَضَّلْنَا بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ" اور حق ہے "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ"۔

حُسنِ خُلق

حضرت کے اخلاق گرویدہ کُن سے کون واقف نہیں۔ جن کو باریابی کا شرف حاصل ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ ایک مرتبہ قدمبوسی کی عزت حاصل کرنے والا کبھی اس مسکراہٹ کو جو لطف و کرم کی ضامن ہے اس خوش گفتاری کو جو ادبیت کی سرمایہ دار ہوتی ہے اور اس بے تکلفی کو جس سے دامنِ وقار نہ چھوٹے بھول نہیں سکتا۔ حضرت اقدس کی زندگی کا کوئی پہلو راز نہیں ہے وہ جیسے اپنی ڈیڑھ کروڑ رعایا کی کھُلی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ کنگ کوٹھی کی بلند دیواریں اپنے سایہ میں آپ کو اس سے کچھ مختلف نہیں پاتیں وہی سادگی، وہی انکساری۔ وہی تیز اور ہر چیز کے

راجہ رائے [illegible] صاحب بی اے ایل ایل بی بار ایٹ لا

علامہ عبدالعمادی رکن و ناظر دارالترجمہ سرکارعالی

مولوی محمد عبدالرزاق صاحب راشد
مددگار معتمد فینانس

حیدرآباد پرنٹنگ پریس
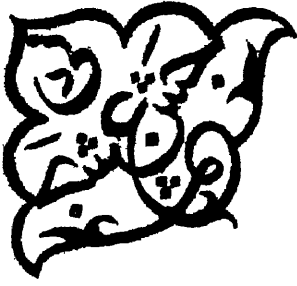
باطن کو ٹٹولنے والی نگاہیں وہاں بھی ہیں۔ عہد حاضرہ کے کسی بادشاہ
کی مثال پیش کیجئے جو ان کی طرح رعایا کی مذہبی تقریبوں میں بے تکلفی
کے ساتھ شریک ہوتا ہو اور اپنے لئے کسی قسم کا امتیاز دیکھنا بھی گوارا نہ کرے
مجالس میلاد میں عام فرش پر آپ کے لئے ایک سوزنی یا قالین بچھایا گیا تو بار خاطر
متکدر رہا۔ اور اس وقت تک تشریف فرما۔ ہوتے جب تک اسے اٹھوا نہ لیتے۔ اس زمانہ میں
جبکہ مسلمان خصوصاً اور سارا ہندوستان عموماً سخت مشکل اقتصادی دور سے گذر رہا ہے۔ حضرت نے باوجود انتہائی
مقدرت کے اپنی سادہ زندگی سے ان کے سامنے کامیاب زندگی کی ایک قابل تقلید مثال پیش کی۔

رواداری اور بے تعصبی

بادشاہ کی مثال حکماء نے چرواہے سے دی ہے جس کی لاٹھی کے اشارہ پر لاکھوں کروڑوں بھیڑیں چل پھر رہی ہوں۔ اگر وہ صرف اچھی موٹی تازہ بھیڑوں کو اپنا بنائے اور دبلی پتلی لاغر اندام کو اپنی نہ سمجھے تو نہ صرف ان بھیڑوں کو بے سہارا بنا دیگا بلکہ اپنی دولت کو بھی متاثر کرلیگا۔ باوصف ایک سنی مسلمان ہونے کے اپنی گذشتہ پچیس سالہ حکمرانی کے لمحوں میں اس تعصب کا وہم بھی پیدا نہ ہونے دیا جو ہماری اصطلاح میں اپنے اصلی معنی کو کھو چکا ہے۔ خود مسلمانوں کے دوسرے فرقے اہل تشیع کیساتھ برادرانہ محبت برتی۔ ان کی محافل و مجالس میں بہ نفس نفیس شرکت فرمائی اور ایسے ایام میں جو مسلمانوں کے لئے زیادہ قابل احترام ہیں تعطیلیں عطا فرمائیں یہی سلوک اپنی ہندو رعایا کے ساتھ ہے۔ ان کے چھوٹے سے چھوٹے تہوار کے لیے تعطیلیں مقرر ہیں۔ بعض اہم مواقع پر خود بدولت بہ نفس نفیس شرکت فرماتے ہیں۔ منادر و معابد کے لیے انعامات عطا ہیں اور اس کی طرف خاص نظر ہے کہ رعایا کے کسی طبقہ کو یہ وہم بھی نہ ہونے پائے کہ وہ ایک دوسرے سے غیر ہے۔ دنیا میں ہر جگہ اقلیتیں مصیبت میں رہتی ہیں اور جب تک انھوں نے جد و جہد نہ کی اپنے حقوق نہ پاسکے لیکن حضرت کی دقیقہ سنجی نے ہمارے مانگنے سے پہلے ان کا خیال رکھا۔ پارسیوں کو نوروز کی اور عیسائیوں کو کرسمس و جنوری کی تعطیلیں دیں اور جب مجلس بلدیہ کی نوبت آئی تو ان کی نمائندگیاں منجانب سرکار محفوظ کرائی گئیں۔ اس عنوان کے تحت بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے لیکن بخوف طوالت پیوستہ سال کے اس فرمان مبارک کی یاد کافی ہے جس میں ایک پکے مسلمان بادشاہ نے غیر مسلم جماعتوں کو اطمینان دلایا کہ جہاں تک تمہارے معاملات کا تعلق ہے ہم کو لا مذہب سمجھو اور یقین رکھو کہ تمہارے ساتھ وہی برتاؤ ہوگا جو ہم مسلمانوں کے ساتھ کرینگے۔ آج دنیا شاہد عادل ہے کہ سرکار کا اس پر عمل ہے۔

سیاست و تدبر

بادشاہ کے لئے تمام صفات اضافی اور اس کی اصلی صفت تدبیر و فراست ہے اس جوہر کی کمی و زیادتی اس کی کامیاب و ناکام بادشاہت کی دلیل ہوتی ہے اگر اس موضوع پر کماحقہ نہ سہی کما ینبغی ہی ہم کچھ کہنا چاہیں تو ظاہر ہے کہ اس کے لیے ایک مستقل صحبت کی ضرورت ہو اور ویسے ایک جلد ضخیم کی بر سہیم میری دانست میں اس کا حق ادا نہ ہوگا۔ ہم مختصراً یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس مادہ میں
حضرت ظل سبحانی مظہر انوار رحمانی نواب سر میر عثمان علی خاں بہادر
آصف سابع خلد اللہ ملکہ دودمان آصفی کے طلائی سلسلہ کی مرصع کڑی
ہیں جو ہر زاویہ نگاہ سے عیاں اور یوں اس گھر کے لئے

نعمت عظمیٰ و باعث فخر و مباہات ہیں - اس زمانہ میں جبکہ موجود کا
سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے مفقود کا حاصل کرنا انتہائی کمال ہے
لیکن آقائے دکن حکیم السیاست نے بائیس سال کے افکار گہربار کا
نتیجہ تین سال ہوتے ہیں بے نقاب فرمایا - حدود رزیڈنسی کا واقعہ آج تک
تازہ ہے - انسان بلندی پر پہنچ کر گہرائی کے تموج کو بھول جاتا ہے - لیکن اعلیحضرت کی نظر کیمیا اثر
ملک کے ہر پست و بلند پر ہے -

وہ "حال" میں مست نہیں ہیں بلکہ ماضی کو نگاہوں سے اوجھل کیے بغیر مستقبل کی فکر میں لگے رہتے ہیں جسے درخشاں دیکھنے ان کی تڑپ ہر وقت چشم براہ رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ حیدرآباد اپنے ہر موجود کو معدوم سے بہتر اور ہر امید کو حاصل سے زیادہ مسرت آگیں پاتا ہے -

چنانچہ ہمارے حضور کی دور بینی و نکتہ رسی نے شاہزادگان والاتبار کو سیاحت یورپ کے لیئے بھیجا جہاں سے وہ کافی انبار تجارب کے ساتھ واپس ہوئے آج بافضال الٰہی ایک سالار اعظم عساکر آصفی اور دوسرے صدر نشین مجلس آرائش ہیں اور دونوں بہتر عنوان سے اپنے ان فرائض کو انجام دے رہے ہیں - جشن سیمین کی حسب دلخواہ کامیابی میں دونوں شہزادوں کی عرق ریز مساعی و مشورت جمیلہ اپنی آرا رکاری میں نمایاں خصوصیت سے مزین ہیں -

بذل و نوال

بادشاہ دریا ہے جس کا حسن بہتے رہنے میں ہے اگر وہ رک گیا تو خود بھی مکدر ہوا اور دنیا بھی خشک و برباد ہوگی - الحمد للہ کہ حیدرآباد کے دریاء بذل و نوال کا بہاؤ روز افزوں ہے اور اس کا سرچشمہ ماحول عالم کو سیراب کر رہا ہے - اس فیض عام بقاء دوام کے باوجود (صفاء) کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا اور (کدر) کی جانب گمان نے رُخ بھی نہ کیا -

عام فیاضی

مخفی خیرات و مبرات مستحقین اور نامور اداروں کی امداد ہمارے سرکار عالی وقار کا شعار خصوصی رہا ہے، اور اس وقت تک ان فیوض سے متوسل و متوکل یکسر فیض یاب ہو رہے ہیں - یہ ایک ایسا فضل ربانی خلیفہ رحمانی ہے کہ اس کی مثال دنیا کی ساری تاریخ میں بھی نہیں مل سکتی -

سالانہ ہزاروں حجاج بصرف خطیر حج بیت اللہ کے لیئے بھیجے جاتے ہیں اور بیسیوں ذکی الطبع غیر مستطیع طلبا کو تعلیم کے لیئے بیش قرار وظائف عطا ہیں اور انگنت بیرونی دعاگو وظائف و مناصب سے سرفراز - دسترخوان آصفی دسترخوان عالم ہے - ریاست حیدرآباد کو مختلف الاقوام و المذاہب افراد کی مہمان نوازی کا حق بجانب ادعا ہے اور یہ وہ فضیلت تامہ ہے جس کا سلاطین سلف سے لیکر آج تک کوئی مدعی نہ ہو سکا -

یہاں تک فرمانروائے دکن کی ذاتی صفات تھیں اب خاص ان کاموں کی طرف نگاہ پھیرئے جو رعایا، اور فقط رعایا کے لیے ہوئے ہیں - اپنی دوسری صفت میں اگر اعلیحضرت ابر باراں ہیں -
جو اپنا سب کچھ دوسروں پر چھڑک دیتا اور اپنے لیے کچھ نہیں رکھتا تو یہ
سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ اوّل الذکر صفات صرف ان کی ذات کو فائدہ
پہنچا کر رہ گئیں - سورج کی روشنی صفت ذاتی ہے - لیکن
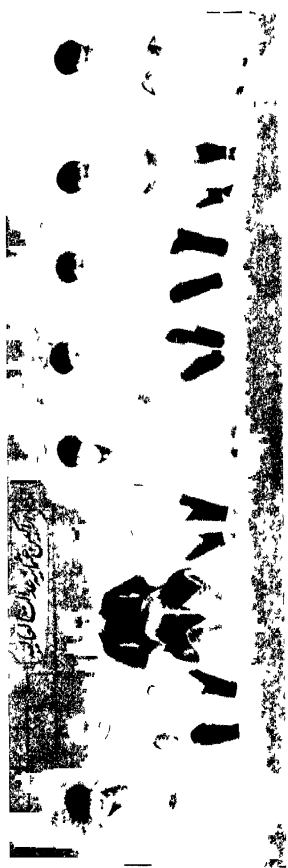
نواب مرزا یار جنگ بہادر معہ مجلس عدالت العالیہ سرکار عالی

حیدرآباد پریسنگ پریس

یادگار سلور جوبلی آصف سابع

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس
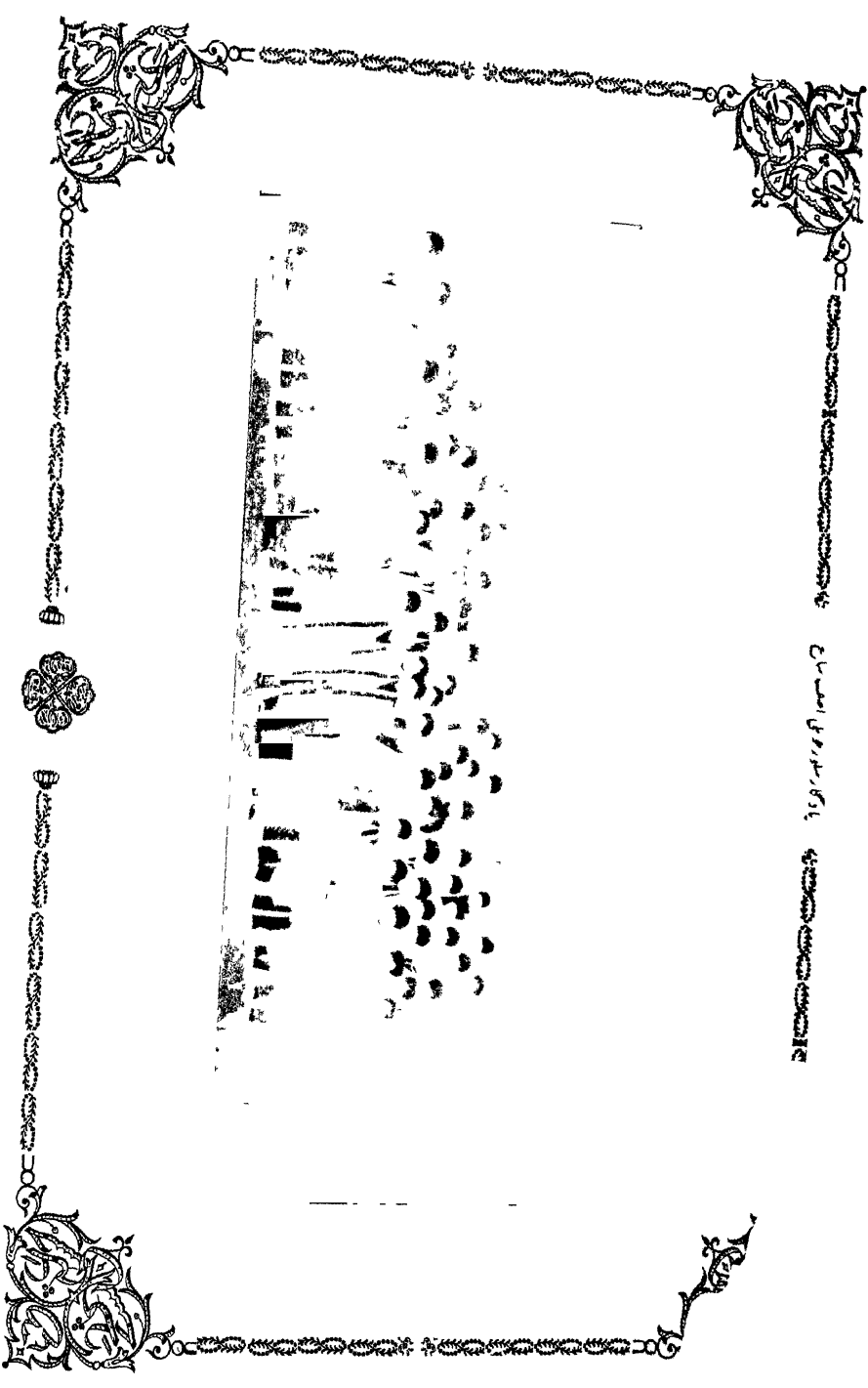
جب اس کی کرنیں پھیلتی ہیں تو محض کرۂ آفتاب ہی منور نہیں ہوتا بلکہ سارا نظام شمسی بہرہ اندوز ہوجاتا ہے۔ خوشبو گل کی صفت ذاتی ہے لیکن جب نسیم روح پرور کے جانفزا جھونکے اُسے منتشر کرتے ہیں تو کون سا مشام ہے جو معطر نہیں ہوجاتا۔ اب ابر کرم کی بارش دیکھئے۔

کوتوالی و عدلیہ

ملک کی ساری ترقیوں کا دارومدار امن واماں پر ہے۔ اگر اطمینان خاطر ہی نصیب نہ ہو تو کوئی آگے کیا بڑھے۔ بے چین دل غور و فکر کی سمت راغب ہی نہیں ہوسکتا۔ امن واماں کے ذمہ دار صرف دو ادارے ہیں۔ ایک وہ جو امن عامہ میں خلل ڈالنے والوں کا پتہ لگائے اور دوسرا وہ جو ان کو سزا دیکر ملک کو ان کی مجرمانہ کارستانیوں و مفاسد سے مصئون رکھے۔ کیا یہ مسلم نہیں ہے کہ ہماری کوتوالی کسی طرح مغربی ممالک کی پولیس سے کچھ کم ترقی یافتہ نہیں ہے بلکہ ہماری خفیہ پولیس نے تو فتنہ پردازوں کو مکائد کے سوچنے تک سے باز رکھا ہے۔ عدلیہ و عاملہ کی تفریق عہد عثمانی کا شاندار کارنامہ ہے جس کو مورخ اپنے سرمایہ کا حاصل تصور کریگا۔

تعلیمات

امن واماں کے بعد بادشاہ رعایا کی تربیت و پرورش کا ذمہ دار اور اپنی غایت فرض شناسی سے کام لیکر رعایا کی اصلاح کی جانب متوجہ ہوجاتا ہے۔

محکمہ تعلیمات۔ دار الترجمہ محکمۂ زراعت و انجمن امداد باہمی وغیرہ کی ترقیوں کو گنانا ایک مشہور و معروف تفصیل میں پڑھ کر وقت صرف کرنا ہے۔ کیونکہ عیاں راچہ بیاں۔ لیکن اس محل پر یہ امر بالتخصیص قابل ذکر ہے کہ تعلیمات کی ترقیات عامہ کو بالعموم اور ملک بالخصوص اسانت پہ ناز اں ہے کہ شجر تعلیمات کا ثمر بیش رس کلیہ جامعہ عثمانیہ نے اردو (ملکی زبان) میں جنم لیکر اپنے کو نامراد ثابت کر دکھایا۔ جس پر سارا ہندوستان بھی فخر کرے تو بجا ہے

تعمیرات و آبپاشی

حیدرآباد کو ایک زمانہ میں قحط و تہی دستی سے دوچار ہونا پڑا۔ اگر اس وقت شہریار دکن کی خداداد فراست نے فاقہ کش غریبوں کے لیے خزانہ کا دروازہ نہ کھول دیا ہوتا تو ملک قحط کی یہ آگ نہ جانے کیا سے کیا کردیتی۔ روپیہ مفت میں بہایا جاتا تو رعایا کے اخلاق و اطوار پر بُری طرح اثر انداز ہوتا اور مفت خوری و بیکاری ان میں عادات قبیحہ کی پرورش کرتی اس لیے بڑے بڑے کام ان کی شغلہ آفرینی کے باعث قرار پائے۔ ایک طرف ہائیکورٹ، عثمانیہ دواخانہ، سٹی کالج و ٹاؤن ہال کی عمارتوں کو رشک دہلی و آگرہ بنادیا گیا تو دوسری جانب عثمان ساگر، حمایت ساگر و نظام ساگر کی آبیاری سے دکن کی سرزمین غالب کے الفاظ میں روکش سطح چرخ مینائی بن گئی۔

عام ارتقاء

دور عثمانی کا عام ارتقاء مغرب بھی رشک کی نگاہوں سے دیکھتا ہے اور دکن کے اکثر ترقی یافتہ شعبوں کے قلم ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ یورپ و امریکہ وغیرہ میں دکھلائے جاتے ہیں۔

انڈین ڈیلی میل کے نامہ نگار نے ۱۹۲۹ء میں کسی یوروپی اخبار کے ایک مضمون کا اقتباس اس بہت آگین تخیل کے ساتھ
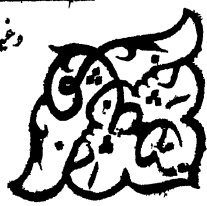
ہدیۂ ناظرین کیا تھا کہ اگر یورپ میں کوئی بے تاج سلطنت محتاج وجود شاہی ہوتی اور میر عثمان علیخاں جیسے دل و دماغ کا انسان اس سرزمین پر ہوتا تو اُس علاقہ کی رعایا آنکھ مونچ کر ان کے حق میں قرعہ اندازی کرتی کہ یہی سریرآرا اور نگ شاہی ہوں"۔ گویا آپ کا فوراً ہی بلا محنسہ انتخاب کرلیا جاتا۔ جب یورپ جیسے شہرۂ آفاق متمدن خطہ عالم کو سرکار جیسی ہستی کی ارمان اور ضرورت ہے تو ایشیا یا ہندوستان کے حق میں آپ کے ارمعان قدست و آیۂ رحمت ہونے میں کیا کلام ہوسکتا ہے۔

حیدرآباد کو آرائش بلدہ نے جدید حیدرآباد کردیا ہے۔ اس ملک سے جس شخص کی بغیر حاضری دس پندرہ برس رہی ہو وہ بہ کہہ سکتا ہے کہ یہ وہ شہر نہیں ہے جس کو اس سے پہلے اس کی آنکھوں نے دیکھا تھا۔

اس نواح دنیا کے نفاست پسند صفائی دوست شہریوں کی وجہ سے لطافت و پاکیزگی میں حیدرآباد کو مدارج عالیہ حاصل ہیں اور اس باب میں یہ ہندوستان کا اولین شہر ہے۔ ممالک محروسہ و بلدیہ کی قدیم تاریخی و روایتی جدید دلکش و نظر فریب عمارتوں کے ساتھ مل کر حسن و زیبائش میں دوبالا و ممتاز ہوگئیں اور اپنی صناعی کے مدنگاہ لاثانی ہیں۔

غرض سلطان دکن کے ان پچیس سالہ ایام حکمرانی نے سوتوں کو جگایا اور جاگتوں کے مضمحل قالب میں روح احیا پھونکدی۔ اور یہی وہ مسعود عہد ہے جس نے اس سلطنت کے اکثر شعبوں میں صحیح قسم و معیار کا انسانی مادہ تقسیم کرکے ملک کو شاہراہ ارتقاء پر گامزن کر دیا اور ملکیوں کو بیدار کرکے انہیں جذبۂ خودداری بخشا۔ ملکیوں کے اس سلیقہ احساس پر کہ ان کا موقف ان کی سمجھ میں آنے لگا ہے زمانہ کا موئی ان کو خراج تحسین کا مستحق اور قابل مبارکباد گردانتا ہے اور ہم حضرت اقدس و اعلیٰ کی پیشگاہ فلک پایۂ گاہ میں ملک کی اس بیداری پر جس کی فتح و نصرت کا تاج عالم پناہ کے سر ہے۔ نہایت ادب سے دست بستہ ہدیہ تبریک و تہنیت گذرانے کی عزت حاصل کرتے ہیں۔ آقائے ابتدائے تخت نشینی سے آج تک تالیف قلوب سے کام لے کر دلوں پر حکومت فرمائی ہے اور ہم اپنی خوش طالعی پر جس قدر مسرور ہوں و مفتخر سمجھیں کم ہے۔

عروج عثمانی کی ضیا پاشیوں کو لکھنے کی تاب و سکت اس عاجز کے غریب قلم میں کہاں جو اس کا صحیح نقشہ کھینچ سکے۔ اس لیے اجمالی خاکہ پر اکتفا کیا گیا۔

الحاصل نظام لاسلکی سے متعلق نشر و تکبیر الصوت کی سحر افزا و صنعت و حرفت کی معرکہ آرائیاں، طیاروں کی بلند پروازیاں جدید آلات زرعی و باغبانی و مرغبانی کی نمائش آثار قدیمہ کی حفاظت، تعلیم و تربیت کی نظامت بائیسکوٹ و رضاکاروں کی جلوہ نمائی اور سب سے بڑھکر مالیے کا توازن نہ معلوم اور کئے عنوان ہیں جو یکے بعد دیگرے خسرو دکن کی حیات جامع البرکات پر غور کرنے والے کے سامنے آتے رہتے ہیں اور وہ سراسیمہ ہو کر چیخ اٹھتا ہے

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین جمال تو ز داماں گلہ دارد

مذکورہ بالا واقعات ڈھارس دلاتے ہیں کہ
حال خوش تر مستقبل کا پیش خیمہ اور عظیم الشان انقلاب کا
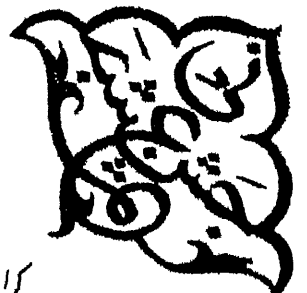
ضامن ہے اور ہم صمیم قلب سے بارگاہ لم یزلی میں سر بسجود دعاگو ہیں کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے جس طرح آج ہمارے آقائے عدل گستر شفیق رعایا نواز ورعیت پرست بادشاہ کو جشن سیمین کا یوم سعید کرامت فرمایا جس کو ہر دل کی زبان قومی جشن کہتی ہے اسی طرح ترقی عمر و اقبال سازگاری و کامرانی کے ساتھ طلائی جشن یاقوتی منانا نصیب فرمائے۔ آج ملک کے چھوٹے بڑے ملکہ بچے بچے کی باچھیں کھل گئی ہیں اور اُن کے دل کی گہرائیوں سے فرط شادمانی کے ساتھ بیساختہ دعائیں نکل رہی ہیں کہ

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

مبارک عہد اقدس و اعلیٰ میں خرافات کا انسداد

بہ اتباع ارشادات ظل سبحانی حسب ذیل خرافات کا انسداد عمل میں آیا جسکی سختی سے نگرانی ذریعہ پولیس عمل میں آتی ہے۔

(۱) محرم الحرام کے خرافات کا انسداد اور بہ تعمیل فرمان مبارک مترشدہ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ کہ عشرہ شریف میں ہر قسم کے رنگوں اور سوگ کی ممانعت جو امنتاہوں یا غیرتی
(۲) حیدرآباد میں فاحشہ عورتوں کے داخلہ پر قیود
(۳) قرب مساجد، معابد و مندر اور شارع عام سے پیشہ ور عورتوں کی علحدگی۔
(۴) محلہ جات شرفاء اور شہر کے آباد علاقوں سے دوکانات سیندھی شراب وغیرہ کی برخاستی
(۵) گنجن خانہ جات، مدک خانہ جات، معجون خانہ جات کی برخاستی۔
(۶) ایام متبرکہ میں طبقہ اسلام کیلئے سیندھی و شراب نوشی کی ممانعت۔
(۷) مخنث ہیجڑوں پر قیود اور آیندہ کیلئے امتناع
(۸) مینا بازاروں کی قطعاً مسدودی
(۹) اعراس میں رنڈیوں کے اجتماع اور دیگر خرافات کی ممانعت
(۱۰) پیشہ ور دلالوں کی بیخ کنی
(۱۱) آسمانی آتشبازی مثلاً تارہ منڈل۔ غبارہ۔ ڈھیلا وغیرہ کی ممانعت
(۱۲) مرلیوں کا انسداد۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلطنت عثمانیہ میں مذہبی آزادی کے خوشگوار نتائج

ہندوستان کی سب سے بڑی سلطنت حیدرآباد میں۔ ہندو۔ مسلم۔ عیسائی۔ پارسی۔ سکھ وغیرہ تمام مذہب کے لوگ رہتے بستے ہیں۔ اعلحضرت خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے اپنے خاندانی دستور کے موافق نہ صرف ان تماموں کو مذہبی آزادی دے رکھی ہے۔ بلکہ ہر قسم کی سہولت بخش دی ہیں اور مذہبی رسوم وغیرہ کے فرائض کی ادائی میں معقول اہتمام کر دیا ہے۔ اور بیش قرار امداد دی جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب کے لوگ مابین اتحاد و محبت نہایت امن و سکون، خوشحالی و فارغ البالی کے ساتھ شادان و فرحان اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور اپنے شاہ ذیجاہ کے سچے وفادار و جاں نثار ہیں۔ حضرت اقدس و اعلیٰ اپنی رعایا کو جیسے عزیز رکھتے ہیں اس کی نظیر دنیا کی تاریخ نہیں پیش کر سکتی جسکی ایک گونہ تصدیق مسالمت عثمانی کے خاص باب کے ملاحظہ سے بخوبی ہو سکتی ہے اعلحضرت کی بے تعصبی انسانی ہمدردی حق شناسی علم پروری۔ معارف پروری اور مقتضیات مملکت کی دلیل بیّن طور پر واضح اور چار دانگ عالم میں شہرۂ آفاق ہے۔ یہاں کی رعایا شاہ پرست ہے۔ اور ظل اللہ کو عقیدتاً اپنا مرکز مجازی تصور کرتی ہے۔ اطاعت دیانت، امانت، پاس نمکخواری، جاں نثاری، وفاداری یہاں کے بسنے والوں کا سچا شیوہ و شعار رہے۔ اسلام کا طریقہ ہمیشہ فضائل اخلاق کے اظہار کا رہا ہے۔ اس نظریہ کے تحت اعلحضرت کی بیدار مغزی و اولو العزمی صفات مذہبی سے متصف ہو کر نقش وفا کا مصدق و موثر و دستور اساسی بنجاتی ہے۔ اس خصوص میں راعی و رعایائے دکن کے باہمی خوشگوار تعلقات و مظاہرات و واقعات کا زمانہ کے دوربین مدبر فرسیوں نے مشاہدہ کرکے جن الفاظ میں اقرار کیا ہے وہ جہاں پر روشن ہے۔ جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حیدرآباد نہ صرف یہاں کے رہنے بسنے والوں کے لئے دار الامان و دار السلام ہے بلکہ غیر ممالک کے حق میں بھی ایسے برکات کا ضوفشاں مرکز بنا ہوا ہے۔ جس کا نتیجہ ہے کہ بلا تفریق مذہب و ملت، ملکی و غیر ملکی تمام نمکخوار و جاں کیش، عقیدتمند۔ نہ صرف محدود دکن بلکہ ہر خطہ ملک کے تمام عالم میں لوگ اعلحضرت حضور نظام نواب میر عثمان علیخاں بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی سلور جوبلی منانے میں مسرور و فرحاں رہے ہیں۔ یہ ہے وہ بادشاہت جو خدا کے تمام بندوں پہ کی جاتی ہے۔ اور یہی منشائے الٰہی ہے فقط

حکومت نظام کی رواداری اچھوت اقوام کیساتھ

حیدرآباد میں اچھوت و ہندوؤں کی بہت زیادہ تعداد ہے۔ اگر ان میں سے معتدبہ اقوام اچھوت کو علحدہ کر دیا جائے تو ہنود صرف (۱۱) فیصدی باقی رہجاتے ہیں۔ اچھوت اقوام ہند نے اپنے انسانی و سیاسی حقوق پر

غور و خوض کرنے کے بعد اکٹوبر ۱۹۳۱ء میں دس ہزار نمائندوں کا ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا۔ اور ڈاکٹر امبیڈکر کو اپنا خصوصی نمائندہ مقرر کرکے بغرض شرکت گول میز کانفرنس لندن روانہ کیا۔ اس اجتماعی عظیم الشان جلسہ میں

اچھوت اقوام نے اپنے حقوق کی تائید و تصدیق میں جو رزولیوشن
کہ پاس کئے از انجملہ ایک رزولیوشن اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
کی حکومت کے نام بھی تشکریہ کے طور پر روانہ کیا جسکی بجنسہ ذیل میں نقل کیجاتی ہے:-
"یہ جلسہ حضور نظام کی حکومت کا شکر گذار ہے کہ وہ اچھوتوں کی تعلیمی پستی کو دور کرنے کیلئے
پوری دلچسپی کا اظہار کر رہی ہے۔ اور حکومت نظام نے اچھوتوں کی تعلیم کے لئے خاص طور پر ایسی درسگاہیں
قایم کی ہیں کہ جس کی مثال ہندوستان میں موجود نہیں۔ یہ جلسہ دیگر والیان ریاست سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اعلیحضرت کے
ان شریفانہ جذبات کی تقلید کریں۔"

اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ اعلیحضرت کو بنی نوع انسان کے حقوق کی حفاظت و رواداری کا کس حد تک عملی احساس و خیال ہے
صرف یہی نہیں بلکہ اور بہت سے امور ہیں جنکا اظہار ایک طوالت رکھتا ہے۔ اور ہم اس کا تفصیلی اظہار اپنی جانب سے
اسوقت بے محل سمجھتے ہیں۔ حضرت اقدس و اعلیٰ اور ارباب حکومت سرکار عالی کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا اور ہے کہ یہاں
تمام بنی نوع انسان کے حقوق کی مساویانہ (و عادلانہ طریق پر صیانت اور حفاظت کا انتظام کیا جاتا ہے۔ کیونکہ بندہ
کی خدمت خدا کی بندگی ہے۔ یہی حکومت سرکار عالی کا نصب العین ہے مص

اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی دولتمندی کی نسبت

ولایتی اور فرانسیسی اخبارات کے تبصرے

حضرت اقدس و اعلیٰ کے تمول کا دنیا میں جو شہرہ کہ عام ہے اس بارے میں لندن کے اخبارات ڈیلی ٹیلیگراف و ڈیلی
اکسپریس نے بارہا قلم فرسائی کی ہے۔ لیکن یہاں ہم صرف ایک فرانسیسی اخبار کی روایت نقل کرتے ہیں کیونکہ فرانسیسی
اخبار والوں کا خیال اعلیحضرت کی دولت کی نسبت ایک سو ملین یعنی دس کروڑ پونڈ ہے جو تخمیناً ایک ارب تیس
کروڑ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اخبار مذکور لکھتا ہے کہ ہمارے نامہ نگار نے حضور نظام سے شرف ملاقات حاصل کرکے سوال کیا کہ
نامہ نگار۔ کیا یہ سچ ہے کہ اعلیحضرت کی دولت ایکسو ملین پونڈ ہے۔
اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ "اگر سچ پوچھو تو خود مجھے بھی اپنی دولت کا اندازہ نہیں۔ ممکن ہے سو ملین پونڈ ہو ممکن ہے اس سے
بھی زیادہ ہو ممکن ہے کم ہو یقین سے کچھ نہیں بتا سکتا کیونکہ مجھے صحیح اندازہ نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا کوئی عہدہ دار
بھی میری دولت کا صحیح اندازہ نہیں رکھتا۔"
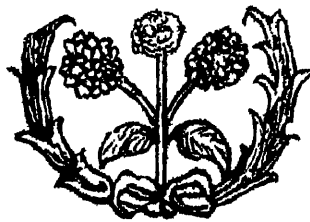
بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکومت نظام کا برتاؤ سکھ قوم کے ساتھ
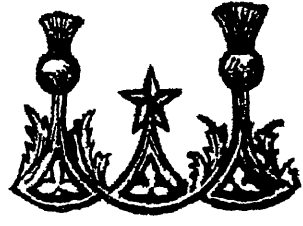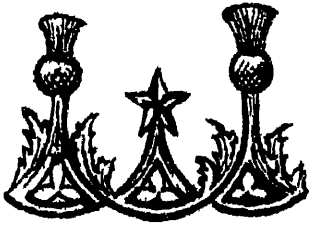
حیدرآباد میں سکھ قوم کی تعداد قلیل ہے مگر حضرت اقدس و اعلیٰ نے اس قوم کے ساتھ بھی جو مربیانہ سلوک و رواداری ملحوظ رکھا ہے۔ اس کی نظیر شاذ ہی کہیں مل سکے۔ مثل دیگر اقوام کے ان کے لیے بھی ترقی کی تمام شاہراہیں کھلی ہوئی ہیں۔ ان کے شعائر۔ جذبات اور حقوق کو کامل آزادی کے ساتھ روا رکھا گیا ہے۔ یہاں کے سکھ شریف طبع اور مطیع مزاج واقع ہوئے ہیں جو محض اعلیٰحضرت کے نیک و مربیانہ برتاؤ و عدیم النظیر رواداری کا اثر و سبب ہے۔ اور اقوام کی طرح یہ خوشحالی و فارغ البالی کے ساتھ نہایت امن و سکون سے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔

ضلع ناندیڑ میں سکھ قوم کا ایک عظیم الشان گردوارہ ہے۔ دارالسلطنت میں بھی ایک نیا گردوارہ بمقام گولیگوڑہ تعمیر کیا گیا ہے۔

سکھ قوم سے متعلق ہم یہاں اعلیٰحضرت خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کے صرف ایک فرمان مبارک کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں۔ جس سے بہتر مذہبی بے تعصبی۔ فراخ دلی و معدلت گستری کی عدیم النظیر تا بناک تصدیق نہیں ہو سکتی۔ جو قضیۂ مال ٹیکری ناندیڑ کے موقع پر شرف صدور لایا تھا۔

آئین حکومت عالیہ عثمانیہ

بحکم عالیجناب سرکشن پرشاد یمین السلطنت مہاراجہ بہادر بالقابہم پیشکار و صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی

پیشگاہ معدلت آسمان سے روایات ریاست ابد مدت اور خود حضرت جہاں پناہی خلد اللہ ملکہٗ کی بلا لحاظ قوم و ملت رعایا پروری اور یکساں بندہ نوازی کی صلح کل عام پالیسی اور خصوصاً و فا شعار طبقہ سکھ کے

مقدس گردوارہ ناندیڑ کی حفاظت سے متعلق شرف ورود لایا ہوا فرمان نصفت نشان اطلاع عام وخاص کے لیے شایع کرنیکی عزت حاصل کی جاتی ہے۔

سید محمد مہدی معتمد صدر اعظم باب حکومت

فرمان مبارک

کچھ عرصہ قبل مسلمان اور سکھوں کے مابین ناندیڑ میں مال ٹیکری کا قصیہ نامرضیہ پیش آگیا تھا جس کے تصفیہ کی طرف میری گورنمنٹ متوجہ تھی اور گورنمنٹ چاہتی تھی کہ فریقین کے درمیاں سمجھوتہ ہوجائے تاکہ یہ معاملہ آگے بڑھنے نہ پائے مگر افسوس ہے کہ بعض امور کی وجہ جس کی صراحت یہاں ضروری نہیں ہے۔ یہ قصیہ جیسا کہ چاہیئے تصفیہ نہ پاسکا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ یہ ایک معمولی بات اہم چیز بن گئی اس کے سوا حال میں بقرعید کے موقع پر مابین فریقین جو ہنگامہ پیش آیا وہ حالت موجودہ کو سنگین بنا دیا۔ چنانچہ ان امور پر غور کر کے میری کونسل نے جو تجویز میری منظوری کے لیے پیش کی تھی اس سے میں نے بھی اتفاق کرلیا وہ یہ ہے کہ ان ہر دو قصیہ کا تصفیہ غیر جانب داری اور انصاف کے ساتھ عمل میں آئے یعنی مال ٹیکری کے مقدمہ کے تصفیہ کی غرض سے ایک یورپین جج کے خدمات برٹش انڈیا کے کسی علاقہ سے توسط گورنمنٹ آف انڈیا مستعار لئے جائیں جو کہ فریقین کے بیانات اور گواہوں کے اظہارات درءاصل موقع ومحل تنازع کو بچشم خود دیکھ کر فیصلہ کرے کہ اس بارے میں کیا انتظام ہونا مناسب ہوگا اور یہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ جو کچھ فیصلہ یہ جج کریگا اس کا مرافعہ کوئی فریق نہ کرسکیگا۔ اور میری گورنمنٹ پر لازم ہوگا کہ بغیر دست اندازی فیصلہ کی تعمیل کرائے اور تعمیل فیصلہ میں کسی فریق کی طرف سے شورش برپا ہو۔ تو میری گورنمنٹ کا فرض ہوگا کہ اس کو اپنی قوت کے ساتھ دفع کرے تاکہ نقض امن کی شکل نہ پیدا ہو۔

اب رہا ناندیڑ کا دوسرا قصیہ جو کہ بقرعید کے موقع پر پیش آیا اس کے متعلق قرار پایا کہ اس کا تصفیہ عدالت کے ذریعہ سے ہو (جو کہ بالذات ایک عدالتی کارروائی ہوگی جس میں انتظامی امور دخیل نہیں ہوسکتے) اور فریقین باضابطہ عدالت میں رجوع ہوجائیں اور جو کچھ فیصلہ کہ عدالت مجاز کرے وہ فریقین پر تعمیل کی حد تک واجبی ہوجائیگا۔

الحاصل یہ انتظام جو کہ میری گورنمنٹ کر رہی ہے وہ ایسا باضابطہ اور ایسا مبنی بر انصاف وبغیر کسی فریق کی جانب داری لئے ہوئے ہے کہ جس پر کوئی ذی شعور فرد بشر اعتراض نہیں کرسکتا۔ چنانچہ اس کے متعلق ضروری کارروائی شروع کردی گئی ہے اور مجھے امید ہے کہ بغیر مزید تعویق ان ہر دو قضیہ کا تصفیہ اچھی طرح انجام پائیگا جس کی صراحت میں نے اوپر کردی ہے چنانچہ گورنمنٹ کی اجازت سے سکھوں کی طرف سے سردار سر سندر سنگھ مجیٹھیا معائنہ موقع وحالات متعلقہ ناندیڑ بچشم خود دیکھنے کی غرض سے جو یہاں آئے ہوئے تھے اور جو اپنے قیام حیدرآباد میں میری گورنمنٹ کے مہمان بھی تھے ان سے بھی میری گورنمنٹ کے معزز ارکان نے کونسل کے اجلاس میں بالمشافہ مل کر جو کہنا تھا کہدیا۔ اور مختلف پہلوؤں پر تبادلۂ خیالات کیا جس سے سر سردار سندر سنگھ کو بھی غالباً اختلاف نہ تھا یعنی ان طریقوں پر جس کے ذریعہ میری گورنمنٹ ان ہر دو امور کا تصفیہ کرنا چاہتی ہے اسی سلسلہ میں جب کہ سردار مذکور نے مجھ سے ملاقات کرنے کے متمنی
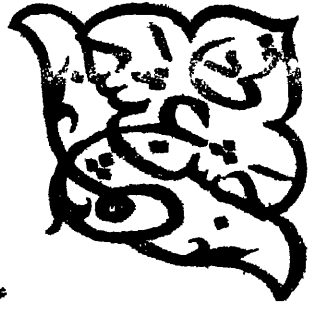
ہوئے تھے تو ان سے بھی مل کر امور مذکورہ صدر پر دیر تک گفتگو
کرتا رہا ان کو اپنے خیالات وغیرہ میں معتدل پایا اور اس امر سے
محظوظ ہوا کہ وہ حالات موجودہ کو اچھی طرح سمجھ گئے ہیں اور میری گورنمنٹ کو
عندالموقع خاص اس بارے میں اگر ضرورت پیش آئے تو مدد دینے کے لیے اپنے
خدمات کو پیش کیا ہے۔

سردار ندکور کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا کہ آجکل غلط افواہ جو نانڈیڑ کے گردوارہ سے متعلق مشہور ہو گئی ہے (معلوم نہیں کہ اس کے بانی مبانی کون اشخاص ہیں) کہ گردوارہ پر حملہ ہونے والا ہے جس کی وجہ پنجاب و امرتسر کے سکھوں میں بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ چنانچہ چند سکھ سبھا گردوارہ کی حفاظت کی غرض سے ایک جتھا نانڈیڑ بھجوانا چاہتے ہیں۔ وغیرہ اس پر سے جو کچھ جواب دینا تھا میں نے ان کو دیدیا ہے تاکہ سکھوں کی تسلی ہو جائے مگر پھر اس کا اعادہ اس جگہ کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ ہر گورنمنٹ کا فرض ہے کہ اپنے زیر سایہ جس قدر مذاہب کے لوگ بودوباش کرتے ہیں ان کے معابد و جان و مال کی حفاظت کرے۔ چنانچہ یہی وطیرہ میرے بزرگان سلف کا تھا اور چونکہ میں بھی اسی کا خوشہ چین ہوں۔ لہذا میرا بھی طریقہ کار وہی ہے جو کہ ان کا تھا یعنے حکمراں قوم نے ہمیشہ اپنے مذہب کو (اس سے بحث نہیں کہ وہ کس مذہب و عقائد کے تھے) صلح کل قرار دیا تھا۔ چنانچہ اسی خیال کو پیش نظر رکھ کر میں نے اپنی گورنمنٹ کو حکم دے رکھا ہے کہ نہ صرف گردوارہ

بلکہ دوسرے معابد کی دیکھ بھال کرنا بھی اس کا فرض ہوگا تاکہ بلاوجہ اغیار کے دست برد سے وہ محفوظ رہیں اور خصوص معاملہ زیر بحث میں تو میں نے تاکیدی احکامات جاری کیئے ہیں کہ گردوارہ کی حفاظت مقامی پولیس کے ذریعہ کرائی جائے نہ صرف امور متنازعہ فیہ کے تصفیہ تک بلکہ ہمیشہ کے لئے تاکہ پھر زمانہ آئندہ میں اس قسم کے خلفشار وقوع میں نہ آئیں جو کہ ایک طرف گورنمنٹ کی دردسری کا باعث ہوں اور دوسری طرف مختلف مذاہب کے فرقوں کی دل آزاری کا باعث نہیں جو کہ ایک صدی سے زائد زیر سایۂ عاطفت سلطنت آصفیہ امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور اسی زریں اصول حکمرانی کی وجہ میری سلطنت آبائی کا نام روشن ہے اور امید قوی ہے کہ آئندہ بھی رہیگا کیونکہ ہم حکمراں قوم کا مسلک یہی ہے کہ "مرنج و مرنجان"

نوٹ:۔ میرا یہ فرمان جریدۂ غیر معمولی میں پبلک کی اطلاع کی غرض سے طبع کردیا جائے اور اس کی نقل چند معتبر اردو اخبارات میں طبع کرنے کی غرض سے بھجوادی جائے۔ اور اس کا انگریزی ترجمہ جو ہوا ہے وہ معتبر انگریزی اخبارات کو دیا جائے تاکہ یہ مسئلہ جو کسی قدر پیچیدہ ہو گیا تھا اور جس کی وجہ چوطرف غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں اس کا ازالہ ہو جائے۔

مسلم غیر مسلم بھائی چارہ

حیدرآباد میں مسلم غیر مسلم بھائی چارہ کو دیکھکر غیر ممالک کے لوگ متحیر رہجاتے ہیں کہ یہاں کے باشندوں میں باہمی اتحاد و اتفاق کی کڑیاں اور اس کے شیرازہ کے تار و پود کسطرح آپس میں منسلک اور تعلقات برادرانہ وابستہ ہیں۔ ہندو اعراس میں اور مسلمان جاتراؤں میں جاتے ہیں اور تمام اقوام ایک دوسرے کے غم و تقاریب میں شریک ہوتے ہیں۔ ایک نل سے پانی پیتے ہیں۔ یکجا اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ باہمی مدد و دستگیری کیوقت شیوۂ انسانیت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ یہاں ہندو مسلم محلے علحدہ علحدہ نہیں ہیں۔ بلکہ مخلوط طور پر رہتے بستے ہیں جو انسانی بھائی چارہ کی کھلی علامتیں ہیں فقط
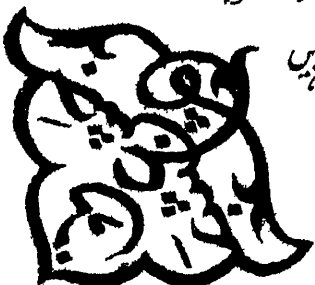
اُصولِ سیاست

رائٹ آنریبل نواب حیدر نواز جنگ بہادر کے خطبہ کا ضروری اقتباس جو ۱۹۳۳ء کے جلسہ طیلسانین عثمانیہ میں پڑھا گیا تھا

"میں آپ سے مختصر طور پر ان معاملات کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں جو ہمارے حیدرآباد کے لئے نہایت اہمیت رکھتے ہیں۔"

"آپ کو یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ جو لوگ آپ کے پیشرو اور آپ کے امین ہیں اپنا فرض امانت کس طرح پورا کرتے ہیں اور آپ کے لئے کیا میراث چھوڑ جائیں گے۔"

"میرا مطلب یہ ہے کہ آپ اِس سے باخبر رہیں کہ خود آپ کے زمانے میں کیا ہو رہا ہے۔ بغیر اس کے کہ آپ سیاست میں دخل دیں، آپ کو اپنے زمانے کے سیاسی نظام اور سیاسی تحریکوں کا مطالعہ کرنا چاہئیے۔"

قبل اس کے کہ میں اندرون ملک کے معاملات کا ذکر کروں میں اس کی تشریح کر دینا چاہتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ ہمارے لئے سب سے مقدم یہ بات ہے کہ ہم حیدرآبادی ہیں، اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہٗ ہمارے فرمانروا ہیں۔ اور حضور پر نور کے سوا ہم کسی کی فرمانروائی کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ مگر اس کے ساتھ ہم ایک بڑی کل کے اجزا ہیں جس سے جغرافی حالات اور نسلی تعلقات کی بدولت ہمارا رشتہ اتحاد قائم ہے اس کل سے مراد "ہندوستان" ہے۔ اس خیال کو دل میں لے کر اعلیٰحضرت کے منشائے مبارک کے مطابق حیدرآباد گول میز کانفرنس کے دستور اساسی کے مباحثوں میں شریک ہوا جو انجام کو پہنچ چکے ہیں۔

وہ اِن دو بنیادی اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے، یعنی اعلیٰحضرت خلد اللہ ملکہٗ کی فرمانروائی کا بدستور قائم رہنا، اور حضور پرنور کا اتحاد ملک معظم کے ساتھ اسی شان سے باقی رہنا۔ ہم نے اپنے ہندوستانی بھائیوں کو جہاں تک ممکن تھا اس بات میں پوری پوری مدد دی کہ وہ دستور اساسی کے معاملے میں جس طرح چاہتے ہیں ترقی کر سکیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہم نے اس شرط کیا تھا کہ ہماری مستقل ہستی اور ہمارے اور ملک معظم کے باہمی تعلقات برقرار رہیں، بعض معاملات میں برطانوی ہند کے ساتھ شرکت عمل بھی منظور کر لی۔

جو کام اِس طور سے انجام پایا ہے اُس کے جانچنے اور ناپنے کے لئے
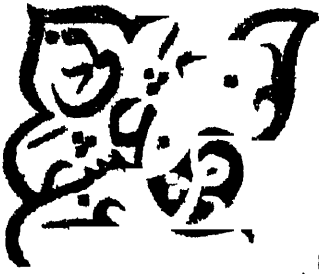
بہت بڑا پیمانہ درکار ہے۔ وہ ہندوستان جو میرے خیال میں اس
وقت تین برس کی کوشش میں معرض وجود میں آرہا ہے گویا ایک درخت
ہے اور برطانوی ہند کے صوبے اور ہندوستانی ریاستیں اس کی شاخیں ہیں۔
جنھیں ایک ہی تنے سے زندگی کا رس چوسنا ہے۔ اس درخت کے نصب کرنے میں اعلیٰحضرت

نظام دکن کی دوراندیشی اور تدبر کی بدولت حیدرآباد نے نمایاں طور پر حصہ لیا ہے۔ اور حضور پرنور کی رعایا کو اس بات پر فخر کرنا چاہیئے کہ مصالحت باہمی اور تعمیر جدید کے اس عظیم الشان کام میں جو کچھ ہم نے کر دکھایا ہے وہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ تاہم اس کے زعم میں ہمیں خانگی مسائل کی طرف سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ ہمیں معلوم کرنا چاہیئے کہ ہمارے یہاں کن چیزوں کی کمی ہے اور کون سی چیزیں ناقابلِ اطمینان حالت میں ہیں۔ ہماری بہت سی کارگزاریاں ایسی ہیں جن پر ہم فخر کرسکتے ہیں۔ ہمارے محصول کی شرح بہت کم ہے ہماری مالیات یعنی (فینانس) کی حالت برطانوی ہند کے لئے قابلِ رشک ہے۔ ہمارے انتظامی وعدالتی صیغے جن پر ریاست کی حکومت کا انحصار ہے زیادہ منظم اور بہتر ہوتے جاتے ہیں ہمارے ذرائع آمد و رفت میں جن میں ریلیں اور شاہراہیں دونوں شامل ہیں، سال بسال توسیع ہو رہی ہے۔ ہمارے حفظانِ صحت، تعلیمات، زراعت، و آبپاشی کے محکمے روز بروز ترقی کر رہے ہیں۔

مختصر یہ کہ نظم و نسق ریاست کے ہر شعبہ میں نشو و نما کے آثار نمایاں ہیں۔ ابھی تک فرقہ وارانہ نزاع کا زہر ہمارے یہاں نہیں پھیلنے پایا ہے۔ مگر ہمیں اپنے دل میں سوچنا چاہیئے کہ کیا ہمارے یہاں مطلق کسی چیز کی کسر نہیں ہے؟ کیا اور کوئی تدبیر ایسی نہیں ہوسکتی جس سے مملکت محروسہ کے باشندوں کے دائرہ زندگی میں مزید وسعت پیدا ہو اور وہ بلند تر مدارج پر پہونچ سکیں۔ کیا ہم ان کے زاویۂ نظر کو محدود ہی رہنے دیں یا انہیں ترغیب دیں کہ آنکھ اٹھا کر دیکھیں اور دور تک نظر دوڑائیں کہ یہ وقت نظر خطرے کا گھر ہے یا توت کا خزانہ؟"

یہ سوال میرے دل میں بار بار اٹھتے ہیں اور مجھ پر کیا موقوف ہے، ہر شخص جسے اس ملک کے لوگوں سے محبت ہے اور سوچنے کی عادت ہے، اسی اُدھیڑبن میں رہتا ہوگا: اس کی کیا تدبیر ہے کہ لوگوں کے دلوں میں ایک قوم ہونے کا احساس پیدا کیا جائے ہم لوگ ایک اعتبار سے سلطنت مغلیہ کی تہذیب و تمدن کے وارث ہیں اور یہ تہذیب تغیر و تبدل کے بعد دکنی قومی تہذیب بن گئی ہے۔ یہ تہذیب نہ ہندوانی ہے نہ اسلامی، بلکہ دونوں کے امتزاج سے بنی ہے اور اس میں جنوب کا کچھ مخصوص رنگ بھی شامل ہے۔ تہذیب کسی مذہب سے وابستہ نہیں، مثلاً ہم یورپ کی تہذیب کو عیسوی نہیں بلکہ مغربی تہذیب کہتے ہیں......"

حیدرآباد کے پہلے فرمانرواؤں کے زمانے میں دربار کی زبان فارسی تھی۔ رفتہ رفتہ فارسی ترک کردی گئی اور اس کی جگہ اُردو نے جو دکنی اردو کہلاتی تھی لے لی۔ یہی اصل میں ممالک محروسہ کی اپنی تہذیبی زبان ہے، یہ ایک فرقے یا طبقے کی ملک نہیں بلکہ سب کی مشترک میراث ہے۔ اس لئے ہماری زبان ملک کے مختلف عناصر میں اتحاد پیدا کرنے کی بہت بڑی قوت بن سکتی ہے۔"

غرض ہمیں اپنے اہل ملک کے دل میں بدنیت کا احساس پیدا کرنا چاہیئے۔ سب سے
اول تو یہ کہ انہیں گاؤں یا قصبے یا ضلع کے معاملات میں حصہ لینے کا موقع
دیا جائے۔ دوسرے اس امر کی کوشش کی جائے کہ وہ حکومت
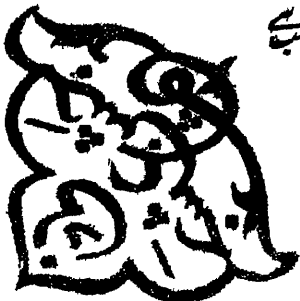
کے کاروبار سے دلچسپی کا اظہار کریں ،
پہلے ایسے تدابیر عمل میں لائی جائیں کہ رائے عامہ وجود میں آئے
اور پھر اس کا انتظام ہو کہ وہ صحیح طریقے پر ترتیب پائے اور حکومت اس سے
متاثر ہو اس وقت بھی ہماری حکومت اس ذمہ داری کے احساس سے خالی نہیں ہے ابھی
کچھ رائے عامہ اس وقت موجود ہے اس سے حکومت فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتی ہے مگر جو چیز رائے عامہ
کے روپ میں ظاہر ہوتی ہے وہ اکثر اوقات کسی طبقے کی رائے نہیں بلکہ ایک چھوٹی سی جماعت کی رائے ہوتی ہے جس میں ذاتی اغراض
کا شائبہ ہوتا ہے ،

(لہذا) میں جو چیز چاہتا ہوں وہ مختلف طبقوں کی منظم رائے عامہ ہے ، مثلاً اس محکمہ میں جو میرے سپرد ہے اگر میں مالیات
کے متعلق کوئی تجویز عمل میں لاؤں تو اس بات کے معلوم کرنے کے ذرائع ہونے چاہئیں کہ ملک کے سرمایہ داروں اور تاجروں کا اس
کے متعلق کیا خیال ہے تاکہ ان کی تنقید پر غور کیا جاسکے اور محکمہ کا نقطۂ نظر سمجھا یا جاسکے ؛
گزشتہ سال اندرون ملک قرضے کے اجرا کرنے سے قبل اس کی کوشش کی گئی کہ سب سے پہلے اپنے ہاں کے سرمایہ داروں
کو بلا کر ان سے اس معاملے میں گفتگو کی جائے - چنانچہ ان سے بہت بڑی مدد ملی اور اس کام میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی ؛
اس کامیابی کی بناء تبادلۂ خیالات اور باہمی ہمدردی تھی اور یہ ہمدردی تبادلۂ خیالات کا نتیجہ تھی - میری ذاتی خواہش ہے کہ
ایسی تدابیر اختیار کی جائیں کہ اس طرح کے مشوروں کا رواج حکومت میں ہو جائے اور اس کے پاس ایسے ذرائع ہوں کہ اہم معاملات
میں اُسے معلوم ہو سکے کہ جو نئی پالیسی وہ اختیار کرنے والی ہے ، اس کے متعلق اُن لوگوں کا کیا خیال ہے جن پر اس کا سب سے
زیادہ اثر پڑے گا - وہ اُس کے متعلق کیا تجویز پیش کرتے ہیں اور اس پر کیا تنقید کرتے ہیں - دوسری طرف یہ مفاد عامہ کے تحفظ کی بڑی
اچھی صورت ہوگی کہ خاص خاص طبقوں کے نمائندوں سے یہ دریافت کیا جاسکے کہ فلاں قانون کا کیا اثر پڑ رہا ہے اُنہیں کے عمل درآمد
میں کیا نقص نظر آتے ہیں اور اُن کے نزدیک اُن نقائص کے دور کرنے کی کیا تدبیریں ہو سکتی ہیں - اس سے اعلیٰ حضرت کے اقتدار شاہی
کو بڑی تقویت پہنچے گی اور اعلیٰ حضرت کے اقتدار پر اس سے کوئی پابندی عائد نہیں ہوگی ؛
میں .. نے ذاتی حیثیت سے آپ کے سامنے وہ خاکہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس کے مطابق میرے خیال میں حیدرآباد
کی نشو و نماء عصر جدید کا عمل میں آنا مناسب ہوگا - یہ کسی تخیل پرست کا خواب نہیں ، یہ اُس تجربہ کے نتائج ہیں جو مجھے ممالک محروسہ
سرکار عالی میں پچیس برس کی خدمت سے حاصل ہوا اور اُس سابقہ کے ثمرات ہیں جو مجھے بیرونی دنیا اور اُن تحریکات اور قوتوں
سے پڑتا رہا جو دنیا پر حکومت کر رہی ہیں میرے مد نظر سوائے اس کے اور کوئی مقصد نہیں کہ اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہٗ اور دودمانِ آصفیہ
کی عظمت و شوکت میں ترقی ہو اور اُن لوگوں کی فلاح و راحت میں اضافہ ہو جن کی حکومت قضا و قدر نے اعلیٰحضرت کے دست
قدرت میں سونپی ہے اور ممالک محروسہ کے مخصوص مسائل کے چوتھائی صدی کے تجربے اور سالہا سال کے غور و فکر کے بعد
میں وثوق کے ساتھ اس نتیجے پر پہونچا ہوں کہ مذکورۂ بالا مقاصد کے حاصل کرنے کا یہی ایک ذریعہ
ہے کہ ممالک محروسہ کے ہر متنفس کے دل میں یہ جذبہ پیدا کر دیا جائے کہ جب اپنے ملک
کی شاہراہوں پر چلے تو اُسے یہ محسوس ہو کہ اس کی تشکیل و تعمیر میں میرا
بھی حصہ ہے .. ،
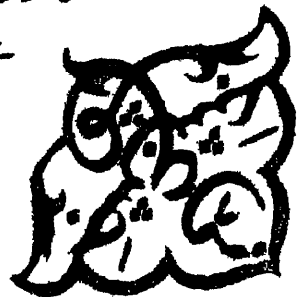
یہ ہے وہ تعمیری نقب العین جس کو اعلیحضرت سلطان العلوم کے بذل ونوال اور سیاسی تدبیر و فرزانہ حکمت عملی کی صدائے بازگشت کہا جاسکتا ہے انہیں عاقلانہ اصول کو بہ طریق احسن قوت سے فعل میں لانے کے لئے جس طرح مجالس لوکلفنڈ کی بنا، اضلاع میں ڈالی گئی تھی۔ اسی طرح جدید قانون کے تحت بلدیہ کا قیام دارالسلطنت میں عمل میں لایا گیا ہے درحقیقت یہ وہ درس گاہیں ہیں جہاں نہ صرف تنظیم اور اشتراک عمل کا سبق پڑھایا جاتا ہے بلکہ رعایائے ملک کو عملی طور پر اپنے افعال کی ذمہ داری سکھائی جاتی ہے اور باہمی صلاح و فلاح کی صلاحیت پیدا کیجاتی ہے ملک کے ہونہار نوجوانوں کو چاہیئے کہ ان بیش قیمت خیالات کو اپنا لائحہ عمل بنائیں، نسلی، قومی، و مذہبی امتیاز کو دور کرکے ایک قومیت میں منسلک ہوجائیں اور سب ملکر اپنے بادشاہ و جہاہ کی حکومت کی قوت اور سلطنت کی وسعت میں سعی کریں؛

ہندوستان کی تعلیمی و سیاسی رہنمائی کریں اور اقوام عالم میں اپنی قوم کے لئے بھی عزت و وقار کی جگہ محفوظ کرائیں ان تمام ترقیات کے ذکر سے جو ممالک محروسہ سرکار عالی کے ہر شعبے اور ہر ادارہ میں رونما ہیں دو مقاصد پیش نظر ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم اپنے ترقی یافتہ موقف کا علم حاصل کرکے آگے بڑھنے کی شاہراہ متعین کریں، دوسرے یہ کہ اعلیحضرت بندگانعالی کی اس عظمت و اقتدار فراست و تدبیر کے شکر گزار ہوں جو رہتی دنیا تک حیدرآباد و جامعہ کی تمام آئندہ ترقیوں پر آسمان کی طرح سایہ فگن رہیں گی فقط

سرفرازی بہ انعام تلوار

ماہ مئی ۱۹۳۶ء میں نواب حیدر نواز جنگ بہادر صدر المہام فینانس (رائٹ آنریبل سر) کے اعزازی خطابات کے اوارہ میں منجانب حکومت سرکار عالی یہ انعام تلوار قیمتی سوا لاکھ روپیہ عنایت سے سرفراز فرمائے گئے

اس سال ایسٹر کی تعطیلات میں حکومت سرکار عالی کی ریلوے کا رعایتی اعلان شایع ہوا ہے۔ کہ ایام تعطیلات کی مدت تک صرف (صہ) روپیہ کا ٹکٹ خرید کر ہر شخص ممالک محروسہ سرکار عالی کی وسیع ریلوں کے ذریعہ جہاں چاہے ملک سرکار عالی میں سفر کرسکتا ہے۔ یہ غیر معمولی رعایت اس لئے عدیم النظیر و مستحسن ہے کہ ایک جانب ریلوے کی آمدنی میں اضافہ ہوگا تو دوسری طرف رعایا سرکار عالی ایسے موقع کے استفادہ سے اپنے مقاصد میں ہر طرح فلاح و بہبود نتائج حاصل کرسکتی ہے۔ چنانچہ ہزاروں اشخاص نے اس موقع کو غنیمت جانکر سفر کیا۔ اور متمتع ہوئے۔

یوں تو اکثر تقاریب (مثلاً جنوری۔ اعراس۔ وجاتراؤں) کے مواقع پر ریلوے کا رعایتی اعلان ہوتا رہتا ہے۔ لیکن اس طرح کے غیر معمولی رعایتی اعلان کا یہ پہلا موقع ہے۔ جو محض اعلیحضرت کے فیض بخش درخشاں دور کی امتیازی خصوصیت ہے

خطابیافتگان عہد ہمایون حضرت اقدس و اعلی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ

سلسلہ	نام	خطاب
۱	شاہزادہ نواب میر حمایت علیخاں بہادر	اعظم جاہ والاشان
۲	شاہزادہ نواب میر شجاعت علیخاں بہادر	معظم جاہ والاشان
۳	شہزادی صاحبہ درشہوار	دردانہ بیگم
۴	شہزادی صاحبہ نیلوفر	فرحت بیگم
۵	مرشد زادہ نواب میر محمد محی الدین علیخاں بہادر	بسالت جاہ
۶	صاحبزادہ نواب میر کاظم علیخاں بہادر	کاظم جاہ
۷	صاحبزادہ نواب میر عابد علیخاں بہادر	عابد جاہ
۸	صاحبزادہ نواب میر حشمت علیخاں بہادر	حشمت جاہ
۹	صاحبزادہ نواب میر ہاشم علیخاں بہادر	ہاشم جاہ
۱۰	صاحبزادہ نواب میر تقی علیخاں بہادر	تقی جاہ
۱۱	صاحبزادہ نواب میر بشارت علیخاں بہادر	بشارت جاہ
۱۲	صاحبزادہ نواب میر رجب علیخاں بہادر	رجب جاہ
۱۳	صاحبزادہ نواب میر سعادت علیخاں بہادر	سعادت جاہ
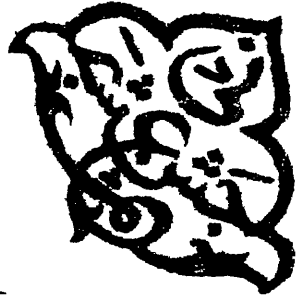
سلسلہ	نام	خطاب
۱۴	صاحبزادہ نواب میر جواد علی خاں بہادر	جواد جاہ
۱۵	صاحبزادہ نواب میر برکت علی خاں بہادر	مکرم جاہ
۱۶	محمد رحیم الدین خاں صاحب	رحیم نواز جنگ بہادر
۱۷	محمد سکندر الدین خاں صاحب	سکندر نواز جنگ بہادر
۱۸	محمد مظفر الدین خاں صاحب	مظفر نواز جنگ بہادر
۱۹	محمد فرید الدین خاں صاحب	فرید نواز جنگ بہادر
۲۰	محمد مدیر الدین خاں صاحب	مدیر نواز جنگ بہادر
۲۱	میر قدرت علی خاں صاحب	قدرت نواز جنگ بہادر
۲۲	میر تلاوت علی خاں صاحب	تلاوت جنگ بہادر
۲۳	سر احمد حسین صاحب	امین جنگ بہادر
۲۴	مرزا نذیر بیگ صاحب	نذیر جنگ بہادر
۲۵	ڈاکٹر شاہ میر خاں صاحب	شاہ میر جنگ بہادر
۲۶	آغا نصر اللہ خاں صاحب	ناصر یار جنگ بہادر
۲۷	حافظ جلیل حسن صاحب جلیل	فصاحت جنگ بہادر
۲۸	منظور احمد صاحب	منظور جنگ بہادر
۲۹	میجر حبیب ابوبکر صاحب	حبیب یار جنگ بہادر
۳۰	سید عقیل صاحب	عقیل جنگ بہادر
۳۱	حکیم احمد علی صاحب	حکمت جنگ بہادر
۳۲	لطف الدین خاں صاحب	لطافت جنگ لطف الدولہ بہادر
۳۳	معین الدین خاں صاحب	اعانت جنگ معین الدولہ بہادر

یادگار سلور جوبلی آصف سابع

جاگیردار

شمشیر دار جنگ مرحوم و مغفور سابق سلطان مکلہ

موجودہ سلطان مکلہ - و جمعدار و جاگیردار
سلطنت حیدرآباد دکن

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

جاگیرداران

نواب مہدی جنگ بہادر

نواب کمال یار جنگ بہادر

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

نواب آغا یار جنگ بہادر

نواب لطیف یار جنگ بہادر

نواب اصغر نواز جنگ بہادر جاگیردار

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس
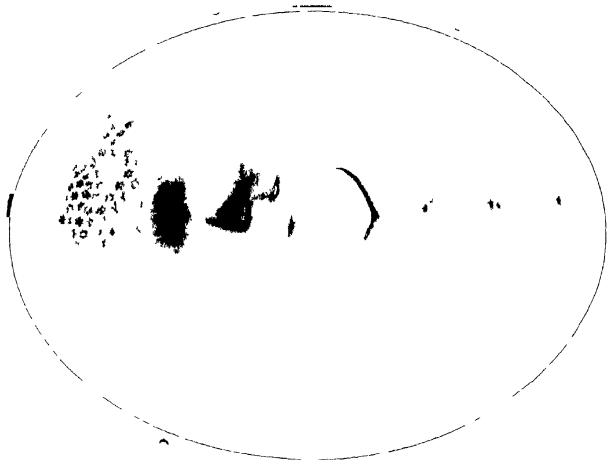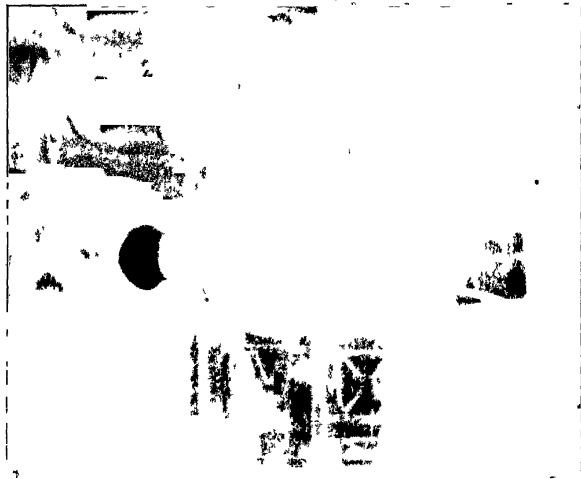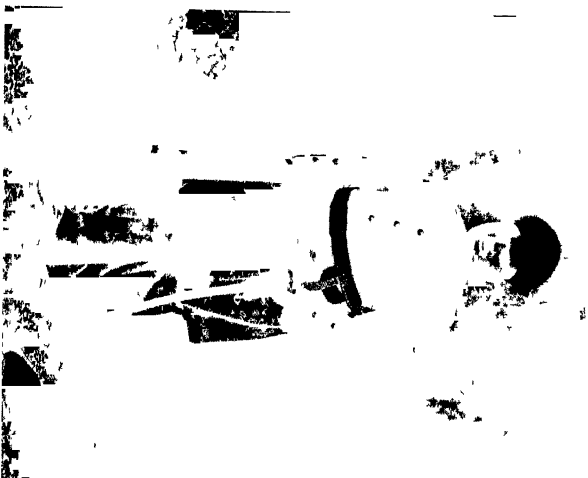
سلسلہ	نام	خطاب
۳۴	سید مہدی حسن صاحب بلگرامی	مہدی یار جنگ بہادر
۳۵	رحیم الدین خاں صاحب	رحیم یار جنگ بہادر
۳۶	سید محی الدین علی خاں صاحب	محی الدین یار جنگ بہادر
۳۷	سید سردار علی خاں صاحب	سردار نواز جنگ بہادر
۳۸	سعادت خاں صاحب	سعادت جنگ بہادر
۳۹	غلام محمد صاحب	محمد یار جنگ بہادر
۴۰	زین العابدین صاحب بلگرامی	عابد نواز جنگ بہادر
۴۱	سر محمد اکبر نذر علی حیدری	حیدر نواز جنگ بہادر
۴۲	مولوی حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی	صدر یار جنگ بہادر
۴۳	مرزا سمیع اللہ بیگ صاحب	مرزا یار جنگ بہادر
۴۴	آغا شاہ رخ شاہ صاحب	شاہ رخ یار جنگ بہادر
۴۵	فخر الدین احمد خاں صاحب	فخر یار جنگ بہادر
۴۶	محمد علی صاحب	محمد نواز جنگ بہادر
۴۷	سید راس مسعود صاحب	مسعود جنگ بہادر
۴۸	غلام اکبر خاں صاحب	اکبر یار جنگ بہادر
۴۹	احمد علی صاحب	علی نواز جنگ بہادر
۵۰	سید احمد اللہ صاحب	احمد نواز جنگ بہادر
۵۱	سید نور الضیاء الدین صاحب	ضیاء یار جنگ بہادر
۵۲	حیدر جیون بیگ صاحب	جیون یار جنگ بہادر

سلسلہ	نام	خطاب
۵۳	محمد ابراہیم فاروقی صاحب	فاروق یار جنگ بہادر
۵۴	ڈاکٹر سراج الحسن صاحب	سراج یار جنگ بہادر
۵۵	عبداللطیف خاں صاحب	لطیف یار جنگ بہادر
۵۶	عبدالصمد خاں صاحب	صمد یار جنگ بہادر
۵۷	لطیف احمد مینائی صاحب اختر	اختر یار جنگ بہادر
۵۸	حبیب اللہ صاحب ادیب	ادیب یار جنگ بہادر
۵۹	سید جعفر حسین صاحب	جعفر یار جنگ بہادر
۶۰	وحید الدین صاحب	وحید جنگ بہادر
۶۱	حسن الدین خاں صاحب	حسن یار جنگ بہادر
۶۲	وحید الدین خاں صاحب	وحید یار جنگ بہادر
۶۳	ہاشم معز الدین صاحب	ہاشم یار جنگ بہادر
۶۴	ڈاکٹر ناظر الدین حسن صاحب	ناظر یار جنگ بہادر
۶۵	میر عنایت حسین خاں صاحب	عنایت جنگ بہادر
۶۶	دیوان بہادر کشتما چاری	راجہ بہادر
۶۷	عبداللہ رضوی صاحب	معبود نواز جنگ بہادر
۶۸	یوسف حسین خاں صاحب	یوسف جنگ بہادر
۶۹	آغا محمد علی خاں صاحب	آغا یار جنگ بہادر
۷۰	معشوق حسین خاں صاحب	معشوق یار جنگ بہادر
۷۱	نثار احمد صاحب	نثار یار جنگ بہادر
۷۲	معین الدین حسین صاحب	معین یار جنگ بہادر
۷۳	سخاوت حسین صاحب	سخاوت جنگ بہادر
۷۴	میر سردار علی خاں صاحب	سردار جنگ بہادر
۷۵	میر قادر علی خاں صاحب	قادر جنگ بہادر

سلسلہ	نام	خطاب
۷۶	مرزا خسرو بیگ صاحب	خسرو یار جنگ بہادر
۷۷	مرزا انور بیگ صاحب	انور یار جنگ بہادر
۷۸	مسٹر رستم جی فریدو جی	رستم جنگ بہادر
۷۹	حافظ محمد یلین صاحب	یلین جنگ بہادر
۸۰	محمد اصغر صاحب	اصغر یار جنگ بہادر
۸۱	وینکٹ راما ریڈی صاحب	راجہ بہادر
۸۲	راجہ شامراج صاحب	راج ونت بہادر
۸۳	رام دیو صاحب	راجہ بہادر
۸۴	پنڈت کیر راؤ صاحب	راجہ بہادر
۸۵	محمد بہادر خاں صاحب	بہادر یار جنگ بہادر
۸۶	اصغر حسین صاحب	اصغر نواز جنگ بہادر
۸۷	تراب علی خاں صاحب	تراب یار جنگ بہادر
۸۸	کمال الدین حسین خاں صاحب	کمال یار جنگ بہادر
۸۹	محمد علی خاں صاحب	علی یار جنگ بہادر
۹۰	کاظم حسین صاحب	کاظم یار جنگ بہادر
۹۱	زین الدین حسین صاحب	زین یار جنگ بہادر
۹۲	ڈاکٹر رستم جی کورلا والا	رستم یار جنگ بہادر
۹۳	ڈاکٹر شاوک شاہ تاراپور	شاوک یار جنگ بہادر
۹۴	مسٹر کیقباد	کیقباد جنگ بہادر
۹۵	میر مصاحب علی صاحب	مصاحب جنگ بہادر
۹۶	محمد رحمت اللہ صاحب	رحمت یار جنگ بہادر
۹۷	میر مہدی علی خاں صاحب	مہدی جنگ بہادر
۹۸	علی محمد خاں صاحب	فخر نواز جنگ بہادر
۹۹	مرزا ابوالحسن صاحب	حسن نواز جنگ بہادر
۱۰۰	رائے بشیشور ناتھ صاحب	راجہ بہادر
۱۰۱	کندن لعل صاحب	راجہ بہادر
۱۰۲	سید زین العابدین صاحب	ساجد یار جنگ بہادر
۱۰۳	مرزا عبد اللطیف خاں صاحب	لطیف نواز جنگ بہادر

سلسلہ	نام	خطاب
۱۰۴	امیر سلطان صاحب	سلطان یار جنگ بہادر
۱۰۵	میر اصغر علی صاحب	اصغر جنگ بہادر
۱۰۶	مہدی علی صاحب مستعید	رشید یار جنگ بہادر
۱۰۷	میر بہادر علی صاحب	بہادر نواز جنگ بہادر
۱۰۸	خواجہ پرشاد صاحب	راجہ بہادر
۱۰۹	دھونڈے راج صاحب	راجہ بہادر
۱۱۰	ترمبک راج صاحب	راجہ بہادر
۱۱۱	ڈاکٹر ٹی - ایس - راج	راجہ بہادر
۱۱۲	رشید الدین خاں صاحب	رشید نواز جنگ بہادر
۱۱۳	غازی الدین احمد صاحب	غازی یار جنگ بہادر
۱۱۴	احسن الزماں صاحب	احسن یار جنگ بہادر
۱۱۵	مسٹر داراب جی چینائی	داراب جنگ بہادر
۱۱۶	مرزا داؤد علی خاں صاحب	داؤد جنگ بہادر

گول میز کانفرنس

موقوعہ لندن

مابین ماہ نومبر ۱۹۳۱ء تا فروری ۱۹۳۳ء تین سال کے درمیان بمقام لندن گول میز کانفرنس کے تین عظیم الشان اجلاس منعقد ہوئے جہاں فرقہ واری کی دشواری
ہندوستان و دیسی ریاستوں کی ریاستوں کے خاص مسائل کا حل تھا۔ حیدرآباد کی جانب سے علیم البیات اعلیٰحضرت بندگان عالی نے نواب
سر حیدر نواز جنگ بہادر کو نمائندہ خصوصی منتخب کرکے روانہ فرمایا تھا آپ نے گول میز کانفرنس کی تینوں نشستوں میں شرکت کی اور اعلیٰحضرت خلد اللہ ملکہ
کی ہدایات و رہنمائی کی صحیح تعمیل میں نمائندگی کا پورا پورا حق ادا کیا۔ بعض اجلاسوں میں دیگر ارکان کونسل یعنی نواب مہدی یار جنگ بہادر
نواب سر امین جنگ بہادر، کرنل شو کس (پرنٹ وغیرہ) بھی روانہ کئے گئے تھے۔ ان ارباب حکومت نے بھی صدر نمائندہ کو قیمتی مشوروں سے مدد دی۔
تمام دیسی ریاستوں کے نمائندوں میں حیدرآباد کی نمائندگی کو ہر طرح تفوق حاصل رہا۔ اس مہتم بالشان کام کی
تفصیل ہنوز خوشگوار نتائج پر مبنی ہوگی جس کے آثار ہویدا ہیں۔

یادگار سلور جوبلی آصف سابع
نواب داؤد جنگ بہادر جاگیردار
حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

داؤد منزل میں نزول اجلال حضرت اقدس اعلیٰ و خاندان شاہی کا یادگاری گروپ

حیدرآباد میں رزیڈنسی کا قیام

اور
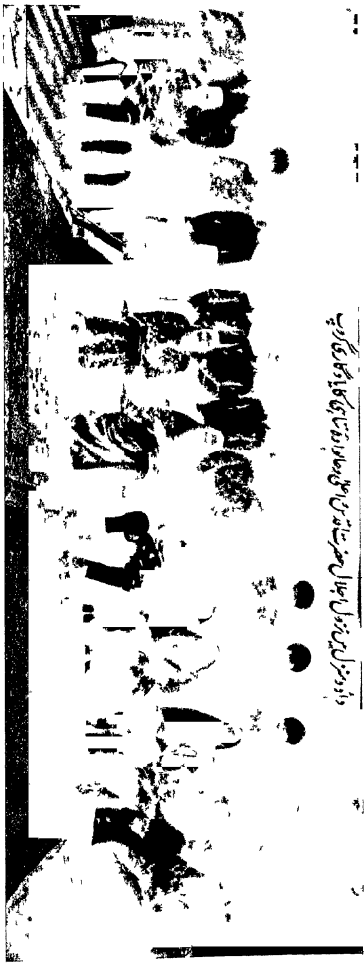
حیدرآباد کے رزیڈنٹ

آج سے (۱۵۷) سال قبل سنہ ۱۷۷۹ء میں حیدرآباد میں رزیڈنسی کا قیام عمل میں آیا۔ سب سے پہلے رزیڈنٹ مسٹر ہالینڈ ۶ر اپریل سنہ ۱۷۷۹ء میں حیدرآباد کے رزیڈنٹ مقرر ہوئے جو سنہ ۱۷۸۰ء تک اپنی خدمت پر مامور رہے۔

دوسرا رزیڈنٹ مسٹر گرانٹ سنہ ۱۷۸۰ء تا سنہ ۱۷۸۴ء

تیسرا۔ رزیڈنٹ مسٹر آر جولنس سنہ ۱۷۸۴ء تا سنہ ۱۷۸۷ء

چوتھا رزیڈنٹ مسٹر کیپٹن کنوے سنہ ۱۷۸۸ء تا سنہ ۱۷۹۴ء

پانچواں رزیڈنٹ مسٹر کیپٹن ڈبلیو اے کرک پیٹرک سنہ ۱۷۹۴ء تا سنہ ۱۷۹۷ء

چھٹا رزیڈنٹ مسٹر کیپٹن جے۔ اے کرک پیٹرک سنہ ۱۷۹۸ء تا سنہ ۱۸۰۵ء

اس چھٹے رزیڈنٹ کو حکومت سرکار عالی کی جانب سے حشمت جنگ کا خطاب سرفراز ہوا تھا جن کے نام سے اب تک حشمت گنج موسوم ہے۔ جو علاقہ رزیڈنسی حال موسوم سلطان بازار میں واقع ہے اس رزیڈنٹ نے حیدرآباد کے ایک رئیس کی لڑکی خیرالنساء بیگم کے ساتھ جو میر عالم کے خاندان سے تھی ہندوستانی رسم و رواج کے مطابق شادی کی تھی اور اس بیگم کے لئے رزیڈنسی میں ایک محل تعمیر کرایا تھا جس کا نام رنگین محل ہے۔ اس رزیڈنٹ کا انتقال حیدرآباد ہی میں ہوا جو احاطہ کوٹھی کے اندر مدفون ہے ان کے دو لڑکے جو خیرالنساء بیگم کے بطن سے تھے انگلستان روانہ کردئے گئے۔

ساتواں رزیڈنٹ مسٹر ایچ رسل سنہ ۱۸۰۵ء تا سنہ ۱۸۰۶ء۔

اٹھواں رزیڈنٹ مسٹر کیپٹن ٹی سڈہم سنہ ۱۸۰۶ء تا سنہ ۱۸۱۰ء

نواں رزیڈنٹ مسٹر لفٹننٹ سی رسل سنہ ۱۸۱۰ء تا سنہ ۱۸۱۱ء

دسواں رزیڈنٹ مسٹر سر تھری سیلس سنہ ۱۸۱۱ء تا سنہ ۱۸۲۰ء

گیارہواں رزیڈنٹ مسٹر سر چارلس مٹکاف سنہ ۱۸۲۰ء تا سنہ ۱۸۲۵ء

بارہواں رزیڈنٹ مسٹر کیپٹن ایچ سی بیارٹ اگسٹ تا سپٹمبر سنہ ۱۸۲۵ء

تیرہواں رزیڈنٹ مسٹر ڈبلیو۔ بی۔ بارٹن سنہ ۱۸۲۵ء تا سنہ ۱۸۳۰ء

چودہواں رزیڈنٹ مسٹر ای۔ سی۔ اونسا اگسٹ تا نومبر سنہ ۱۸۳۰ء

پندرہواں رزیڈنٹ مسٹر کرنل جے۔ رسٹورٹ سنہ ۱۸۳۰ء تا سنہ ۱۸۳۸ء

سولہواں رزیڈنٹ مسٹر میجر جے۔ سی کیامرن جنوری تا جون سنہ ۱۸۳۸ء

سترہواں رزیڈنٹ مسٹر بریگیڈیر جے دیب سی بی جون تا جولائی سنہ ۱۸۳۸ء

اٹھارواں رزیڈنٹ مسٹر میجر پی ٹاکنس جولائی تا سپٹمبر سنہ ۱۸۳۸ء

انیسواں رزیڈنٹ مسٹر میجر جنرل جے۔ ایس فریزر سنہ ۱۸۳۸ء تا سنہ ۱۸۵۲ء

بیسواں رزیڈنٹ مسٹر میجر ڈیوڈسن سنہ ۱۸۵۲ء تا سنہ ۱۸۵۳ء

اکیسواں رزیڈنٹ مسٹر جنرل لو۔ سی۔ بی۔ مارچ تا سپٹمبر سنہ ۱۸۵۳ء۔

بائیسواں رزیڈنٹ مسٹر میجر آر ڈیوڈسن سپٹمبر تا نومبر سنہ ۱۸۵۳ء

تیئسواں رزیڈنٹ مسٹر میجر جے
ایس۔ ایس۔ بی سنہ ۱۸۵۳ء تا سنہ ۱۸۵۶ء
چوبیسواں رزیڈنٹ مسٹر کپتان اے
آر تھارن ہل سنہ ۱۸۵۶ء تا سنہ ۱۸۵۷ء
پچیسواں رزیڈنٹ مسٹر کرنل آر ڈیوڈسن سنہ ۱۸۵۷ء
تا سنہ ۱۸۶۲ء۔
چھبیسواں رزیڈنٹ مسٹر سر جارج یول جنوری تا اپریل سنہ ۱۸۶۳ء
ستائیسواں رزیڈنٹ مسٹر سر رچرڈ ٹمپل سنہ ۱۸۶۳ء تا سنہ ۱۸۶۸ء
اٹھائیسواں رزیڈنٹ مسٹر جے۔ جی کارڈری جنوری تا
مارچ سنہ ۱۸۶۸ء۔
انتیسواں رزیڈنٹ مسٹر ایچ۔ اے۔ راٹیرسن مارچ تا مئی سنہ ۱۸۶۸ء
تیسواں رزیڈنٹ مسٹر جے۔ جی کارڈری مئی تا جون سنہ ۱۸۶۸ء
اکتیسواں رزیڈنٹ مسٹر سی۔ بی سانڈرس سنہ ۱۸۶۸ء تا سنہ ۱۸۷۲ء
بتیسواں رزیڈنٹ مسٹر کرنل پی۔ ایس ییمڈن جولائی تا دسمبر سنہ ۱۸۷۲ء
تینتیسواں رزیڈنٹ مسٹر سی۔ بی سانڈرس سنہ ۱۸۷۲ء تا سنہ ۱۸۷۵ء
چونتیسواں رزیڈنٹ مسٹر سر رچارڈ میڈ سنہ ۱۸۷۵ء تا سنہ ۱۸۸۱ء
پینتیسواں رزیڈنٹ مسٹر سر اسٹیورٹ بیلے سنہ ۱۸۸۱ء تا سنہ ۱۸۸۲ء
چھتیسواں رزیڈنٹ مسٹر میجر جی۔ ایچ ٹربور جون سنہ ۱۸۸۲ء
سینتیسواں رزیڈنٹ مسٹر ڈبلیو بی جونس سنہ ۱۸۸۳ء
اڑتیسواں رزیڈنٹ مسٹر جے۔ جی کارڈری سنہ ۱۸۸۳ء تا سنہ ۱۸۸۴ء
انتالیسواں رزیڈنٹ مسٹر سر ابور سینٹ جان سنہ ۱۸۸۴ء تا سنہ ۱۸۸۶ء
چالیسواں رزیڈنٹ مسٹر کرنل وی۔ سی راس اپریل تا اکتوبر سنہ ۱۸۸۶ء
اکتالیسواں رزیڈنٹ مسٹر جے۔ جی کارڈری اکتوبر سنہ ۱۸۸۶ء
بیالیسواں رزیڈنٹ مسٹر ڈی رابرٹسن سنہ ۱۸۸۶ء تا سنہ ۱۸۸۸ء
تینتالیسواں رزیڈنٹ مسٹر اے۔ پی۔ ہول سنہ ۱۸۸۸ء تا سنہ ۱۸۸۹ء
چوالیسواں رزیڈنٹ مسٹر سر ڈینس فٹزپیٹرک
اگسٹ تا نومبر سنہ ۱۸۸۹ء
پینتالیسواں رزیڈنٹ مسٹر سر ٹی
پلوڈن سنہ ۱۸۹۱ء تا سنہ ۱۹۰۰ء

چھیالیسواں رزیڈنٹ مسٹر سر ڈیوک
پارک سنہ ۱۹۰۰ء تا سنہ ۱۹۰۵ء
سینتالیسواں رزیڈنٹ مسٹر سر چارلس
بیلی سنہ ۱۹۰۵ء تا سنہ ۱۹۰۸ء
اڑتالیسواں رزیڈنٹ مسٹر سر سجل اڈویر سنہ ۱۹۰۸ء
تا سنہ ۱۹۱۱ء۔
انچاسواں رزیڈنٹ مسٹر سر الگزنڈر پنھے سنہ ۱۹۱۱ء تا سنہ ۱۹۱۴ء
پچاسواں رزیڈنٹ مسٹر ایس۔ یم فریزر اپریل سنہ ۱۹۱۴ء
اکاونواں رزیڈنٹ مسٹر سر الگزنڈر پنھے سنہ ۱۹۱۴ء تا
سنہ ۱۹۱۶ء۔
باونواں رزیڈنٹ مسٹر سر اسٹیورٹ فریزر سنہ ۱۹۱۶ء تا سنہ ۱۹۱۹ء
ترپنواں رزیڈنٹ مسٹر سی۔ ایس رسیل سنہ ۱۹۱۹ء تا سنہ ۱۹۲۴ء
چوپنواں رزیڈنٹ مسٹر ڈبلیو پی بارٹن سنہ ۱۹۲۴ء تا سنہ ۱۹۳۰ء
ان کے کچھ عرصہ رخصت کے زمانہ میں مسٹر ہل۔ یم کرمپ
منصرم رزیڈنٹ بھی تھے۔
پچپنواں رزیڈنٹ مسٹر ٹی۔ ایچ کینر سنہ ۱۹۳۰ء تا یکم جولائی سنہ ۱۹۳۳ء
چھپنواں رزیڈنٹ مسٹر میکنزی یکم جولائی سنہ ۱۹۳۳ء سے
تاحال
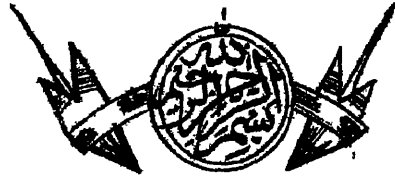
ہز مجسٹی جارج پنجم کا خاص خط

اعلیٰحضرت حضور نظام آصف سابع خلد اللہ ملکہ کے نام

جس میں اعزازی لقب و خاص خطاب "یار وفادار حکومت برطانیہ" سے مخاطب فرمایا گیا ہے جس کا اعادہ گول میز کانفرنس موقوعہ لندن میں بھی اثناء تقریرات سر اکبر حیدری نمایندۂ حیدرآباد دکن و سر سیموئیل ہور وزیر ہند ہوچکا ہے جو بجنسہٖ درج ذیل ہے۔

قصر بکنگھم ۲۴ جنوری ۱۹۱۸ء ان زبردست خدمات کے لیے جو آپ نے دورانِ جنگ میں میری سلطنت کی خاص انجام دی ہیں اپنے جذبۂ پسندیدگی و ستایش کے اظہار میں آپ کو ہز اگزالٹڈ ہائنس کا خاص خطاب اور رسماً "یار وفادار حکومت برطانیہ" کا اعزازی لقب عطا کرکے جس کے ذریعہ یور اگزالٹڈ ہائنس اور آپ کے اجداد نے میرے اجداد اور میرے ساتھ اپنی وفاکیشی پر ایک عرصہ سے دولت برطانیہ اور ریاستِ حیدرآباد کے ابتدائی معاہدات پر دستخط ثبت کیے اور بعد میں ہندوستان کے غدر کے وقت بھی زور دیتے رہے ہیں مجھے بڑی طمانیت حاصل ہورہی ہے یور اگزالٹڈ ہائنس نے پھر بذاتِ خود اہم وقت میں جس سے ہندوستان کے ایک فائدہ سلامتی فرمانروا کی حیثیت سے یور اگزالٹڈ ہائنس لطف اندوز ہیں اس تاریخی لقب کو حاصل کرنے کا صاف صاف ثبوت دیدیا ہے۔ آپ کی وفاکیشی اس جنگ کے ابتدائی مہینوں ہی میں اس اعلان کے ذریعہ حاصل ہوگئی جس میں آپ کی رعایا اور سارے ہندوستان کے اہم مذہبوں کو آپ نے یہ فریضہ سکھایا تھا کہ میرے تخت و سلطنت سے مضبوط و مستقل عقیدت

رکھیں جنگ سے متعلقہ اغراض کے لیئے وقتاً فوقتاً
یور اکزالٹڈ ہائنس نے جو مفید فیاضیاں دکھائی ہیں ان سے
اِس پائدار رشتہ کی مضبوطی کی پائیدار اور عام شہادت مل رہی ہے
جو برطانیہ عظمیٰ اور حیدرآباد کی قسمتوں کو متحد کرتی ہے۔

اس تمنا کے ساتھ کہ یور اکزالٹڈ ہائنس صحت اور خوش حالی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے آپ ایک عرصۂ دراز تک سلامت رہیں۔ میں اپنے دستخط کرتا ہوں۔

آپ کا مخلص دوست اور شاہنشاہ جارج پنجم

یار وفادار کا خطاب خالی خولی نہیں ہے

برطانیہ "نظام حیدرآباد" کی دوستی میں یکا رہیگا

سر اکبر اور وزیر ہند کی تقریر

سر اکبر حیدری کی تقریر

لندن ۱۴ر اکتوبر ۱۹۳۱ء حیدرآبادی وفد گول میز نے سر سموئیل ہور اور لیڈی ہور کے اعزاز میں ہائیڈ پارک ہوٹل میں ایک ضیافت ترتیب دی۔

ایک سوتیس سے زیادہ مہمان مدعو تھے جن میں حضرت ولیعہد بہادر و برادر معظم جاہ بہادر بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ مہمانوں میں لارڈ ہیڈلے، سر جاپرکس اور لیڈی وڈ، سر روڈرک جونس سر اسپورٹ اور لیڈی فریزر، سر آغا خاں، و بیگم آغا خاں کے علاوہ گول میز کے ارکین کی ایک بڑی تعداد تھی۔

سر اکبر نے "جام وفاداری" تجویز کیا اور سر سموئیل ہور وزیر ہند نے حضرت اقدس و اعلیٰ کا جام صحت تجویز کیا۔

مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے سر اکبر نے کہا کہ حکومت انگلستان کی

حکومت میں تغیر ہوا تو ہندوستان کے لیئے ایک اہم سوال یہ تھا
کہ وزیر ہند کون ہوگا کیونکہ بہت کچھ انحصار وزیر ہند کی شخصیت
ہمدردی اور قابل رسائی ہونے پر ہے۔ سر سیموئیل ہور ہندوستان کے لیے
کوئی اجنبی نہیں ہیں۔ سب کو یاد ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ جدید دہلی کو
پرواز کی تھی۔ گول میز کے نمایندوں کو سر سیموئیل ہور کی ہندوستان کے ساتھ دلچسپی کا کافی ثبوت مل چکا ہے اور
وہ جانتے ہیں کہ ہندوستان کے بہت سے مسائل کے صحیح حل تک پہنچنے کے وہ کس قدر متمنی ہیں اور وہ صورتِ حال کے
حقایق سے کس قدر باخبر ہیں۔

سر اکبر حیدری نے سلسلۂ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اکثر ان کو یہ الزام دیا گیا ہے کہ وہ سیاسیات میں قدامت
پرست ہیں کیونکہ وہ قومی جدوجہد کی ترقی میں پُرامن ترقی اور جماعت سیاسیہ کے استحکام کے متمنی رہے ہیں۔ حیدرآباد نے
اسی جذبہ کے تحت گول میز میں حصہ لیا ہے اور وفاقیہ کا ساتھ دیا ہے اپنے کسی خاص مقصد کے لیے نہیں بلکہ عام
تصفیہ میں مدد دینے کی غرض سے۔

حیدرآباد کوئی فصل دور نہیں کرنا چاہتا اور نہ گول میز میں کسی خود غرضی کو لے کر شریک ہوا ہے اور وہ وفاق میں
شرکت سے پہلے کسی صلہ کا بطور شرط کے متمنی نہیں ہے۔ سرکار عالی کی پالسی کا ہمیشہ سے مقصد یہ رہا ہے کہ استحکام
حاصل کیا جائے تاکہ معاشی اور دیگر صیغہ جات میں مسلسل ترقی کو یقینی طور پر حاصل کیا جائے۔ تقریر کرتے ہوئے
سر اکبر حیدری نے کہا کہ حیدرآباد برطانیہ عظمیٰ کے ساتھ اپنی دوستی کو پالسی کا اہم جزو قرار دیا ہے خواہ حالت جنگ ہو
یا حالتِ امن۔ حیدرآباد نے کبھی اپنے وفادارانہ تعلقات کو متزلزل نہیں کیا اس کے جواب میں حیدرآباد نے استحکام
اور اپنی پالسی میں آزادی کی خواہش کی تاکہ وہ ایسی پالسی اختیار کر سکے جو ممالک محروسہ کے باشندوں کی ضروریات کے
مناسب ہو۔

سر سیموئیل ہور کی تقریر

سر سیموئیل ہور نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ جب میں نے ہندوستان کو پرواز کی تھی تو اس وقت مجھے یہ مشکل
یہ خیال آسکتا تھا کہ ہمارے اُفق پر ہندوستان اِس قدر نمایاں ہو جائے گا افسوس ہے کہ مجھے حیدرآباد جانے کا موقع نہیں ملا
میرے اور میری بیوی کی دوسری پرواز کے وقت اِس کو بھی مسرت حاصل ہوگی۔

میں حضور نظام کو ان کے فیصلہ کی دانشمندی پر مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ نے ایک ایسے شخص کو حیدرآباد کا
نمایندہ بنا کر بھیجا جو ہماری کارروائیوں کی نمایاں شخصیتوں میں سے ہے۔

سر اکبر حیدری نے ہمیشہ دوستانہ لیکن صاف صاف حیدرآباد کی نمایندگی
کی ہے میں نے دیکھا ہے کہ جب گول میز کے نمایندے حیدرآباد سے
سوئیل دور جا پڑتے ہیں تو وہ صرف سر اکبر حیدری ہی تھے جو

اس ردِ عمل کی طرف توجہ دلاتے تھے جو گول میز کے فیصلوں کی وجہ سے حیدرآباد پر پڑتا تھا اس قدر عمدہ طریقے پر انہوں نے نمایندگی کی۔

تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ کانفرنس کے عمومی نقطۂ نظر سے ہمارے درمیان ایک ایسی شخصیت کا وجود بہت بیش قیمت ہے جو نہ صرف ریاست کے مفاد کی نمایندگی کرتی ہے بلکہ سارے ہندوستان کے وفاق کے عام کام میں (جس کی تعمیر میں ہم مصروف ہیں) دور اندیشانہ اور ہمدردانہ دلچسپی لیتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ لندن میں حیدرآباد کے دو شہزادگان کا وجود ایک مہتم بالشان واقعہ ہے توقع ہے کہ وہ اپنے درود کی خوشگوار یاد لیتے جائیں گے جو ایشیا اور یورپ کے باہمی تعلقات کا ایک اہم واقعہ ہے۔ نظام حیدرآباد کو ملک معظم کے یار وفادار کا لقب حاصل ہے جس کی یورپ میں نظیر نہیں ملتی۔ یہ لقب کوئی خالی خولی نہیں ہے۔ نظام حیدرآباد تاریخ میں برطانوی حکومت کے نازک وقت میں ہمیشہ برطانیہ کا سیدھا ہاتھ رہے ہیں۔ جس طرح حضور نظام حیدرآباد برطانیہ عظمیٰ کی دوستی میں وفادار ہے۔ اِس طرح برطانیہ کا بھی یہ مصمم ارادہ ہے کہ وہ اپنی دوستی میں راسخ و مستحکم رہے۔

سر سیموئیل ہور نے تقریر ختم کرتے ہوئے کہا کہ مشرق و مغرب کے باہمی تعلقات میں خواہ کوئی تغیر ہو اگر کوئی چیز برقرار رہے گی تو وہ برطانیۂ عظمیٰ کا باہمی وفادارانہ رشتۂ دوستی اور حضور نظام کی ملک معظم کے ساتھ غیر متزلزل وفاداری ہے

جنگِ عظیم یورپ میں اعلیحضرت کی امداد سلطنتِ برطانیہ کو

سنہ ۱۹۱۴ء میں جبکہ یورپ میں جنگ عظیم چھڑ گئی تھی اس وقت سلطنت برطانیہ کے موت و حیات کا سوال درپیش ہو گیا تھا اسی باعث یہ سوال دنیا کی تاریخ میں نہایت اہم نظروں سے دیکھا جاتا ہے ایسے نازک وقت میں اعلیحضرت نواب سر میر عثمان علیخان بہادر نے سلطنت برطانیہ کے ساتھ جو وفاداری اور عملی دوستی کا ثبوت دیا ہے اسکی نظیر دنیا کی تاریخیں نہیں پیش کر سکتیں۔

چنانچہ حضرت اقدس و اعلیٰ نے اپنے دستور و خاندانی روایات کو پیش نظر رکھ کر اس وقت اپنی آمدنی کے ذرائع دولت برطانیہ کے لیے وقف کر دیئے۔ اپنی پرل پردین ڈویژن کو مصر روانہ فرما کر فوجی مدد دی۔ ایک کروڑ چھ لاکھ روپیہ کا گرانقدر عطیہ مرحمت فرمایا۔ اور پندرہ لاکھ روپیہ محکمہ بحریہ کی آبدوزی کے انتظامات کے لیے دیئے۔ اسکے علاوہ جنگ کے ختم ہونے تک ہر قسم کے سامانِ حرب کی امداد کے ساتھ ساتھ مزید نو لاکھ روپیہ سے بھی برطانیہ عظمیٰ کی مدد فرمائی۔ اور اپنی عزیز رعایا کو ہزاروں کی تعداد میں بھرتی کر کے میدان کارزار میں روانہ فرمایا۔ آغاز سے اختتام جنگ تک باضابطہ مالی و فوجی امداد کے ساتھ ساتھ ان کا تمام خرچ بھی اعلیحضرت نے اپنے خزانہ سے ادا کیا حکومت ہند کی مالی مشکلات کے زمانہ میں چالیس لاکھ روپیہ کی چاندی کی اینٹیں متعدد دیں اور بیش قیمت تحفہ و تحائف کا سلسلہ دوستانہ اعانتوں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ جاری رکھا۔

حضور کی عدیم النظیر رواداری وفاداری اور بیدار مغزی سے متاثر ہو کر احسان شناسی و اعتراف جمیل کے طور پر ۱۹۱۸ء میں اعلیحضرت کو "ہز اگزالٹڈ ہائی نس" کے لقب کے ساتھ "یار وفادار سلطنت برطانیہ" کے خطاب سے ملک معظم نے اپنے ایک تحفلی مکتوب کے ذریعہ مخاطب فرمایا۔

عہد عثمانی میں حیدرآباد وارد ہونے والے وائسرائے

از تخت نشینی مبارک تا جوبلی ہمایوں
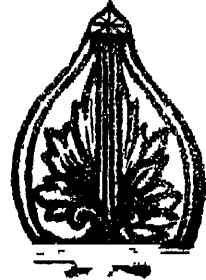
سلسلہ نشان	تاریخ وسنہ ورود حیدرآباد	نام وائسرائے معہ لیڈی	مختصر کیفیت
۱	۲	۳	۴
۱	۲۴ آذر ۱۳۲۳ ف ۲۲ شوال ۱۳۳۱ھ م ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۳ء	ویر ایکسلنسی لارڈ و لیڈی ہارڈنج	ہز مجسٹی جارج پنجم کے مراسم تخت نشینی وجلوس کے وقت دہلی میں بعض ناعاقبت اندیش افراد کیجانب سے جو ناگوار حادثہ کو گذرا تھا اُسکے مدنظر حیدرآباد میں وائسرائے بہادر کی آمد کے انتظامات خاص اہمیت رکھتے تھے لیکن حیدرآباد میں پرامن طریق پر حسب دستور شان شایاں انتظامات عمل میں لائے گئے۔ اور بافضال الٰہی وباقبال خداوندی یہ معزز مہمان جملہ تقاریب و تفریحات میں شرکت کے بعد خیر خوبی سے مراجعت فرما ہوئے۔
۲	۲۲ - اردی بہشت ۱۳۲۸ ف م ۲۴ - جمادی الثانی ۱۳۳۷ھ م ۲۷ - مارچ ۱۹۱۹ء	ویر ایکسلنسی لارڈ و لیڈی چیمسفورڈ	اس زمانہ میں ہندوستان کی عام اقتصادی حالت بالکل خراب تھی قحط وگرانی کے عذاب میں لوگ مبتلا و پریشان حال تھے۔ اکثر بلاد ہند میں لوٹ و غارتگری کی اطلاعیں عام تھیں ہندوستان کا سیاسی مطلع مکدر رہتا۔ ایسے پرآشوب زمانہ میں وائسرائے بہادر کی حیدرآباد میں آمد سررشتہ پولس کے لئے بڑی اہم تھی۔ لیکن پولس کے حسن انتظامات اور ملک کے دستوری امن واماں کے تحت حین قیام وائسرائے بہادر کوئی ناگوار بات رونما نہیں ہوئی۔ حکومت کے یہ معزز مہمان شاداں و فرحاں تمام تقاریب و رسوم میں شرکت کے بعد۔ بصد اطمینان وخیر واپس ہوگئے۔
۳	۲۸ - دی ۱۳۳۳ ف م ۲۱ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ م ۲۲ نومبر ۱۹۲۳ء	ویر ایکسلنسی لارڈ و لیڈی ریڈنگ	یہ زمانہ بھی ہندوستان میں سیاسی انقلابات اور خلافت کی سرگرم جدوجہد کا تھا باایں ہمہ حیدرآباد کی پرسکون فضا حین قیام وائسرائے بہادر نہایت خوشگوار رہی اور وائسرائے بہادر بعد فراغ تقاریب شاہی۔ خیر خوبی سے واپس ہوگئے۔

سلسلہ نشان	تاریخ	نام وائسرائے	
۴	۱۳ بہمن ۱۳۳۹ ف م ۱۴ رجب ۱۳۴۸ھ م ۱۴ دسمبر ۱۹۲۹ء	ویر ایکسلنسی لارڈ و لیڈی ارون	اس زمانہ میں ہندوستان کی حالت نہایت خراب و ناگفتہ بہ تھی۔ کانگریس کا تشدد۔ جدوجہد کے تحت عام گرفتاریاں

انقلاب پسندوں کی روک تھام حکومت برطانیہ کیلئے پریشان کن تھی۔
چنانچہ عام حالات کے تحت گول میز کانفرنس لندن میں نمایندوں
کی شرکت نتیجہ کی ناکامی فضائے ہند کو خوف وخطار سے پُر کردی تھی۔ ایسے
وقت میں بھی اس وایسرائے کی آمد پر حیدرآباد نے اپنے کامل امن وامان کا ثبوت دیا
حکومت کے یہ مہماں بفضلہ خیر انجام سے واپس ہوگئے۔

۵	۲۵ دی ماہ ۱۳۴۳ف ۲۹ نومبر ۱۹۳۳ء	ویسرائے لارڈ و لیڈی ولنگڈن	اسوقت بھی کانگریس کی انقلاب پسند فضاء کا دور دورہ تھا۔ وائسرائے بہادر کی ملائم پالیسی نے آخر میں فضائے گرم کو نرم کیا۔ بزمانہ قیام حیدرآباد مختلف مقامات کا معائنہ فرمایا۔ عہد عثمانی میں حیدرآباد کی شاندار ترقی پر خوشنودی کا اظہار کیا۔ اعلحضرت کو شاہزادوں کی شادی اور کرنل نواب مکرم جاہ بہادر کی ولادت با سعادت کی مبارکبادی جملہ تقاریب ورسوم میں باحسن الوجوہ شرکت کے بعد بخیروعافیت نہایت شاداں وفرحاں اس ریاست سے متعلق اپنے اچھے خیالات لیکر مراجعت فرما ہوئے۔ فقط۔
۶	•	ویسرائے لارڈ و لیڈی لن لتھگو	۱۷ اپریل ۱۹۳۶ء کو ذریعہ جہاز بحری ساحل ہند بمبئی پر فائز ہوکر اسی دن شام کے ساتھ چار بجے عازم دہلی ہوئے اور اپنی خدمت وائسرائی کا جائزہ حاصل فرمایا۔ ۱۸ اپریل ۱۹۳۶ء کو لارڈ و لیڈی ولنگڈن بمبئی سے انگلستان روانہ ہوئے۔

جنگ عظیم یورپ کے خیر انجام پر اعلیحضرت نظام اور ملک معظم کے درمیان مبارکبادی کے خوشگوار پیغامات

تار منجانب حضور پرنور نواب میر عثمان علیخان بہادر آصفجاہ سابع شہریار دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ "حکومت برطانیہ کے یار وفادار کی حیثیت سے یورا میریل مجسٹی کی خدمت میں برطانیہ عظمی اور اس کے حلیفوں کی نمایاں فتح پر۔ نیز تمام دنیا پر چھائی ہوئی جنگ عظیم کے خاطر خواہ خاتمہ پر گرمجوشی کیساتھ اپنی عقیدتمندانہ ومخلصانہ مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ خدا کرے کہ سارے عالم میں غیر متزلزل امن قائم ہوجائے۔ اور ان برکات میں اضافہ ہوجائے۔ جن سے ساری سلطنت برطانیہ آپکی درخشاں فرمانروائی میں مستفید ہورہی ہے۔"

جوابی تار منجانب ملک معظم قیصر ہند جارج پنجم شاہ انگلستان

"اس ہولناک جنگ کے انجام پر آپ نے جو مہر آمیز اور موثر پیام روانہ فرمایا ہے۔ آسکی میں بڑی قدر کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ امپائر کو آئندہ بتوفیق الٰہی دیرپا امن نصیب ہو۔ مجھے اس پر فخرو ناز ہے کہ جنگ میں میری ہندوستانی افواج نے شاندار خدمات انجام دیں۔ اور یور اگزالٹیڈ ہائنس اور دیگر والیان وسرداران ہند نے ہمیشہ بڑے غیر متزلزل اور موثر طور پر امداد دی۔ ہندوستان کے رؤسا اور اس کے اقوام کی شجاعت کی یاد امپائر میں تاابد تازہ رہے گی۔ میری تمنا ہے کہ افواج حیدرآباد کی گراں بہا خدمات پر آپکو بذات خود مبارکباد دوں۔"

موجودہ شاہِ انگلستان ۱۹۲۲ء میں شاہِ دکن کے مہمان

ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلز حال ایڈورڈ ہشتم کا سفر سعید

قیصر موصوف زمانہ پرنس حیدرآباد میں

۱۹۲۲ء میں جب کہ ملک معظم جارج پنجم نے اپنے اس جانشین لخت جگر شہزادہ کے سفر ہند کا پروگرام مرتب فرمایا۔ پرنس موصوف کو سفر ہند کے عزم میں مستقل وشاداں پاکر۔اس نظام العمل کو شان شایاں انتظامات سے تزئین بخشی ۔اس سفر کا مقصد انگلشیہ اصول و دستور کے تحت سیر تفریح کے علاوہ شہزادہ کو دنیا کے ممالک سے واقفیت حاصل کرانا۔ اور سیاسی معلومات میں وسعت بہم پہونچانا تھا۔چنانچہ شہزادہ موصوف نے جب دریائی مسافت طے کرکے ساحل بمبئی پر قدم رکھا اس وقت برٹش انڈیا کی عام فضاء اسقدر مکدر تھی کہ ہڑتال کا بازار گرم اور ہڑتال بائیکاٹ کی صدائیں گونجتی تھیں۔سیاسی حالت نہایت نازک ۔اور حکومت برطانیہ ہند۔غیر قابو مظاہرات سے سخت سراسیمہ و پریشان حال تھی

ایک باپ اپنے بیٹے کیلئے کیا چاہتا ہے ۔محتاج اظہار نہیں۔ ہر صاحبِ اولاد اپنے دل سے اس کیفیت کہ بخوبی محسوس کر سکتا ہے اسی جذبۂ محبت پدری کے تحت ۔ ملک معظم جارج پنجم نے بھی اپنے اس نور العین شہزادہ کی مفارقت کے عدم تحمل و برداشت اثر سے تسکین کے لئے ایک ایک لمحہ کی کیفیت کے ملنے کا انتظام فرمایا تھا۔شہزادہ کی آمد کے موقع پر ناروا مظاہرات سے جو باشندگان برٹش انڈیا نے کیا ۔ ملک معظم کو دلی صدمہ پہونچا۔کیونکہ اسباب و علل عین صدمہ رس تھے۔ اللہ رے عزم و استقلال ۔باایں پرخوف فضائے ہند۔پرنس موصوف کو واپس نہیں بلوا لیا جاتا۔ بلکہ حسب پروگرام سفر کی پوری پوری تکمیل کرائی جاتی ہے۔

ایسے پرآشوب خوفناک زمانہ میں پرنس آف ویلز کی حیدرآباد میں آمد سیاسی حالات کے مدنظر خاص اہمیت رکھتی تھی ۔احتمال تھا کہ بیرونی اثرات کی چنگاریاں کہیں یہاں کے خرمنِ امن میں نہ گر جائیں۔اور کوئی ناعاقبت اندیش فتنہ پرداز یہاں بھی مذموم حرکت نہ کر بیٹھے منجانب پولس خاص انتظامات عمل میں لائے گئے ۔جو موقع محل کے لحاظ سے نہایت ضروری اور بہت مناسب تھے۔کمیٹی استقبالیہ نے بھی پرتپاک خیر مقدم کے نہایت شاندار انتظامات کئے۔حتیٰ اسٹیشن سے مہمان سرا تک حیدرآباد کو آرائش پیرائش اور بیرقوں سے سجاکر برقی روشنی سے بقعہ نور بنا دیا گیا تھا۔جس پر کئی لاکھ روپیہ کا صرفہ عاید ہوا

۲۶۔جمادی الاول ۱۳۴۰ھ م ۲۳ اسفندار ۱۳۳۱ف م ۲۰ جنوری ۱۹۲۲ء کو ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلز معہ پارٹی دن کے ٹھیک ۱۰ بجے ذریعہ اسپیشل گاڑی ملو فائر اسٹیشن نامپلی ہوئے۔پرشکوہ استقبال عمل میں لایا گیا۔اسٹیشن سے ایوان فلک نما تک

پبلک کا اسقدر ہجوم تہا کہ تِل دھرنے جگہ نہ تھی۔ جسوقت سواری بادبہاری
چہ گھوڑوں کی مرصع بگی میں جو نگاہ کو چکا چوند کردینے والی تھی جس کے سامنے
میجر جنرل نواب سرافسرالملک بہادر بیٹھے ہوے تھے اور جس میں صرف اعلیحضرت اور ہِز رائل ہائینس
جناب پرنس آف ویلز رونق افروز تھے۔ جتر دیکھے کی دلفریب فضاء اور راستہ کے دو رویہ مشتاق

مجامع کی تالیوں اور جوش کے نعروں کی گونج میں۔ قیام گاہ کو روانہ ہوئی۔ شہزادہ موصوف نے بیحد دلچسپی اور اطمینان کیساتھ یہاں قیام فرمایا۔ حیدرآباد کے حسنِ انتظامات و شاندار استقبال سے بیحد وعایت مسرور ہوئے۔ بلا خوف و خطر ہر قسم کے تفریحات و کھیلوں میں حصہ لیا۔ اور تمام رسوم و تقاریب شاہی سے تمام تر محظوظ ہوئے۔

چنانچہ پرنس ممدوح نے بنکوٹ کے موقع پر اعلیحضرت کی تقریر کے جواب میں جو تقریر کہ فرمائی وہ درج ذیل ہے۔ جس سے واضح ہوگا کسطرح حضرت اقدس و اعلی کے عظیم الشان کارہائے نمایاں اور ایثار کا سچے دل سے اعتراف کیا گیا ہے۔ (ترجمہ تقریر)

"یور اگزالٹیڈ ہائینس، لیڈیز و جنٹلمن! میں یور اگزالٹیڈ ہائینس کا ان پُر اثر الفاظ کیلئے جن سے میرا جام صحت تجویز کیا گیا ہے اور شاہانہ دعوت کیلئے جو آپ نے مجھے دی ہے نہایت شکر گزار ہوں۔ میں حیدرآباد آنے کا خواہشمند تھا کیونکہ میں چاہتا تھا کہ جو دوستی و رشتہ اتحاد ہمارے خاندان اور حیدرآباد کے حکمرانوں کے درمیان قائم ہے میرے ذاتی تعارف کی وجہ سے وہ مستحکم ہوجائے۔ تاریخ میں حیدرآباد اور حکومتِ برطانیہ کے باہمی رشتۂ اتحاد و دوستی کو صاف صاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ جب سے **ہندوستان** میں حکومت برطانیہ قائم ہوئی ہے حیدرآباد اور اس کے حکمرانوں نے یکساں طور پر ہمارے مفاد کے مطابق کام کیا ہے۔ ٹیپو سلطان، مرہٹوں اور پنڈاریوں کے برخلاف اٹھارویں [۱۸] اور انیسویں [۱۹] صدی کے ابتدائی معرکے اس رشتے کے استحکام کا بین ثبوت ہیں اور جن عہد ناموں اور اتحاد باہمی کی بنا پڑی وہ تاریخ ہند میں بہت اہم کے واقعات ہیں، زیادہ قریب کے واقعات اس مبارک ابتداء کا لازمی نتیجہ ہیں جو واقعات، یعنی **ہندوستان** کا غدر اور حالیہ جنگ عظیم حکومت برطانیہ پر اثر انداز ہوئے ہیں ان دونوں اہم واقعوں اور ان دونوں مشکل واقعات کے رونما ہونے پر اپنی قدیم روایات برقرار رکھتے ہوئے حیدرآباد نہایت ہی ثابت قدم رہا ہے۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں حیدرآباد کی مسلمہ وفاداری نے سلسلہ ست پڑا سے اقصائے جنوب تک سارے **ہندوستان** کو عالمگیر فسادات سے جس نے ہمارے اضلاع شمالی کو پریشان کر رکھا تہا۔ پاک و مامون رکھنے کے لئے بہت کچھ مدد کی۔ جنگ عظیم میں جو اب ختم ہو چکی ہے۔ (جس سے مجھ کو مسرت ہوئی ہے) موجودہ نیک نام حکمراں کے زیر حکومت حیدرآباد نے ایسی اخلاقی اور مادی امداد دی ہے جس سے بلاشبہ یہ پایا جاتا ہے کہ یور اگزالٹیڈ ہائینس نے وفادار دوست سلطنت برطانیہ، کے القاب کے مفہوم کو جسے حال ہی میں حضور ملک معظم نے باضابطہ طور پر تسلیم فرمایا ہے۔ بڑی ثابت قدمی کے ساتھ صحیح طور پر عملی جامہ پہنایا ہے۔ میرے دائرہ تقریر میں غالباً یہ ناممکن ہوگا کہ جو جو امداد یور اگزالٹیڈ ہائینس نے دی ہے اُن سب کا اعادہ یہاں کرسکوں میں صرف مشہور مشہور واقعات کا ذکر کروں گا سب سے اول تو یہ کہ امپیریل سروس لانسرز اور بیسویں دکن ہارس کو آغاز جنگ سے اُس کے ختم تک تقریباً ڈیڑھ کروڑ روپیہ کے ذاتی صرفہ سے میدان جنگ میں موجود اور تیار رکھا گیا۔

"**امپیریل سرویس لانسرز** کے قابل تعریف کارنامے یور اگزالٹیڈ ہائینس کے لئے باعث فخر ہیں۔ **دکن ہارس** کے متعلق میں صرف یہ کہوں گا کہ بلحاظ اسکی خدمات حسنہ کے ہز میجسٹی ملک معظم نے سال گذشتہ اس کے نام کے ساتھ رائل کا لقب ایزاد
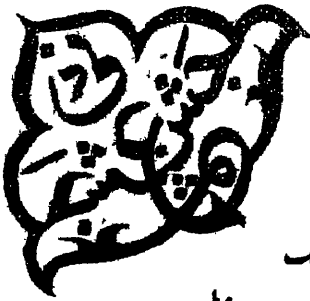
فرما دیا ہے۔ اس فوج کے کرنل ہونے کی حیثیت سے آپ نے ان کو جدید قسم کی تلواریں اور افسروں کو گھوڑے دے کر اپنی دلچسپی کا اظہار فرمایا ہے۔ مالی امداد غیر محدود طور پر دی ہے۔ منجملہ دیگر فتوحات کے میں ان چیزوں کا ذکر کروں گا۔ ایک کروڑ چونسٹھ لاکھ روپیہ بطور قرضۂ جنگ اور دو لاکھ پونڈ آبدوز لڑائی اور بہم رسانی حوض و ہوائی جہاز وغیرہ میں آپ نے دئے۔ ۲۵ ہزار پونڈ سلور ویڈنگ فنڈ میں برائے امداد پس ماندگان و ناکارگان ۴ ½ لاکھ روپے امپریل انڈیا ریلیف فنڈ کے لئے اور ایک لاکھ میرے اپنے فنڈ میں آپ نے اور عنایت کئے۔ کسی معاملہ میں یہی خفیف سے خفیف تعلق ہم سے کیوں نہ ہو اور خواہ کوئی ضرورت ہو مثلاً سرویا ریلیف فنڈ، بلجیم ریلیف فنڈ، یا جنگ کے آفت زدہ افسروں کا امدادی فنڈ ہو۔ یور اگزالٹیڈ ہائینس سے جو اپیل کیا گیا وہ کبھی خالی نہیں گیا۔ ان سپاہیوں کو جو جنگ میں شریک ہو کر اپاہج ہو گئے تھے اور ان لوگوں کے پس ماندگان کو جو جنگ میں کام آئے تھے۔ یور اگزالٹیڈ ہائینس نے بطور یادگار صلح ایک قطعہ اراضی عطا فرمایا اور ان کو وہاں آباد کر کے اس مقام کا نام صلح نگر رکھا۔

علاوہ ازیں اور معاملات میں بھی یور اگزالٹیڈ ہائینس نے ہمارے ساتھ اپنی گہری دلچسپی اور کم نہ ہونے والی دوستی کا اظہار فرمایا۔ یور اگزالٹیڈ ہائینس آپ کو ملک معظم کی جانب سے اعتراف کے طور پر بڑے بڑے امتیازات حاصل ہیں اور وہ معزز القاب جو یور اگزالٹیڈ ہائینس کو عطا ہوئے ہیں جو حیدرآباد کی تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے ان لاثانی کارناموں اور قابل فخر منزلت کو جو اس ریاست کے حکمران کو حاصل ہے دنیا کے روبرو ظاہر کرتے ہیں۔ آپ کی مہربانی اور عنایت کا میں بے حد ممنون ہوں اور اب میں حاضرین سے جس ریاست کے کارناموں کا معترف ہوں اس کے نامور حکمران کی درازیٔ عمر و اقبال کے لئے میرے ساتھ جام صحت پینے میں شریک ہونے کی تحریک کرتا ہوں۔

بہرحال پرنس آف ویلز و محترم پارٹی نے حین قیام حیدرآباد استقبالیہ کمیٹی اور پولس کے انتظامات کو بہ نظر استعجاب و استحسان دیکھا۔ اس طرح حکومت کے یہ معزز مہمان نہایت امن و سکون کے ساتھ بخیر و عافیت مراجعت فرما ہوئے۔ جس طرح ورود پر شاندار استقبال عمل میں آیا تھا۔ اسی طرح پر شکوہ طریق پر واپسی بھی عمل میں آئی گویا حیدرآباد نے اپنے دیرینہ روایات کی پابندی میں پرتپاک خیر مقدم و مہمان نوازی سے اپنی یار وفاداری کا ثبوت بہم پہنچایا جس سے شہزادہ بالقابہم و ملک معظم جارج پنجم کو دلی و روحی مسرت ہوئی۔

واپس ہوتے ہوئے خود شہزادۂ موصوف نے جو تار کہ اعلیحضرت کے نام روانہ فرمایا۔ اوس کی نقل درج ذیل ہے جس سے حقیقت الامر کی بالاستعیاب تصدیق و توثیق ہوتی ہے۔

نقل ترجمہ تار ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلز موسومہ اعلیحضرت بندگانعالی۔ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ

۲۸ جنوری ۱۹۲۲ء حیدرآباد سے رخصت ہوتے ہوئے میں یور اگزالٹیڈ ہائینس کا آپکی اس مہمانداری کیلئے جو میرے دوران قیام حیدرآباد میں آپنے ظاہر فرمایا ہے۔ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یور اگزالٹیڈ ہائینس کی ریاست میں آکر میں بیحد مسرت اندوز ہوا۔ اور یور اگزالٹیڈ ہائینس کی رعایا نے جسطرح میرا استقبال کیا۔ اسکو میں نے تہ دل سے پسند کیا۔" فقط

ایڈورڈ شاہزادہ

نقل ترجمہ تار معتمد خانگی منجانب اعلیٰحضرت بہادر موسومہ رزیڈنٹ بہادر حیدرآباد۔
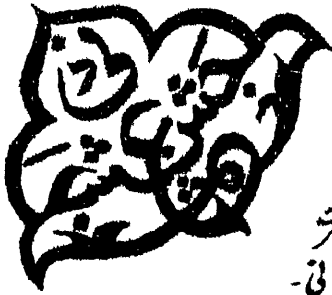
ٹلی گراف دہلی۔ مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۲۲ء۔ آپ کا تار دربارۂ تشریف آوری

ہز رائل ہائینس آف ویلز بہادر وصول ہوا۔ ہز اکسلنسی کو یہ سن کر بیحد مسرت

ہوئی کہ استقبال بیحد کامیاب رہا۔ اور تماشائی نہایت پرتپاک ہے۔ براہ مہربانی۔

ہز اکزالٹیڈ ہائینس کی خدمت میں ہز اکسلنسی کی مبارکباد پہونچا دیجئے۔ ممدوح الشان کو اور آپ کو نیز جملہ

اُن اصحاب کو جنھوں نے اس رونق افروزی کے کامیاب بنانے میں محنت شاقہ اُٹھائی ہے۔ بہت کچھ مسرت ہوئی ہوگی فقط

معتمد خانگی والیسرائے بہادر

حیدرآباد کے حسنِ انتظامات سے متعلق انگریزی اخبارات کے آراء

اخبار اسٹیٹس مین لکھتا ہے کہ ہندوستان کے درجہ اول کے والئی ریاست نظام حیدرآباد نے (جن کا قابل فخر و مباہات خطاب "وفادار سرکار عظمت مدار ہے") آج اپنے دار السلطنت میں شہزادۂ ولی عہد بہادر کا پراز خلوص خیر مقدم فرمایا۔ حیدرآباد کے آج والی روش سے کسی سیاسی فساد کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا تھا۔ ان بازاروں سے جہاں سے جلوس قصر فلک نما کو روانہ ہوا (لفظ بائیکاٹ) دبی زبان میں بھی بطور سرگوشی نہیں سنائی دیا۔ میں بشمول بمبئی مختلف مقامات کے جلوس شاہی کے مناظر کا معائنہ کرچکا ہوں۔ ان سب کے مقابلہ میں یہ جلوس نہایت ہی (شاندار) قابل دید تھا ہر ایک عمارت عامہ اقامت گاہ دوکان اور میدان (جو جلوس کے راستہ میں واقع تھے۔) دیسی لوگوں سے پر تھے جو خوش لباس میں ملبوس مجامع کا رنگارنگ لباس جو عمارت کے سفید دیواروں کے روبرو ایسا پر از مسرت استقبال کے لئے موجود تھا نہایت دلکش منظر پیش کرتا تھا۔ یہ نظارہ دوسری دیسی ریاستوں کے مناظر عام تر سے مختلف تھا۔

اخبار پائنیر کا خاص نامہ نگار تحریر کرتا ہے کہ اگرچہ کہ شہزادہ کے مقررہ تقریباً حیدرآباد زیادہ نہیں تھے لیکن صاحب ممدوح دوسرے اوقات میں بہت سارے مناظر کی دلچسپیوں سے لطف اندوز ہوتے رہے "

اقتباس مضمون اخبار بلیٹن مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۲۲ء حضور نظام کی ایک خانگی ضیافت سے شہزادہ بالقابہم کی مراجعت فرمائی کے موقع پر پھر شہر اور بازارات رزیڈنسی کی سڑکوں پر روشنی کی دل فریبیوں اور شہزادہ کے جلوس کی دلچسپیوں سے متمتع ہونے کے لئے جم غفیر ہوگیا تھا۔ کثیر التعداد موٹر کاریں مجامع سے پر سکندرآباد سے آرہی تھیں۔ تماشائیوں کی سواریوں کی اگرچہ کہ بعض اوقات عرصۂ طویل تک روک ٹوک ہوتی تھی جو ذرا بھی بار خاطر نہ تھی کیونکہ خود جم غفیر دلچسپیوں سے پر ہوتا تھا جو صرف اظہار مسرت و پر جلوس جوش کے لئے مجتمع ہوگیا تھا۔ لیکن بایں ہمہ یہ مجامع پر از قابو تھے۔ گزشتہ چند ایام سے کسی ذرا سی تکلیف کا شائبہ بھی نہیں ہے جو محیر العقول افسران کوتوالی کی حیرت خیز قوت انضباط کی تعجب خیز شہادت ہے۔ فقط
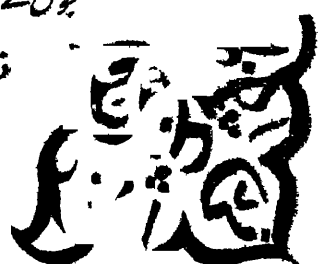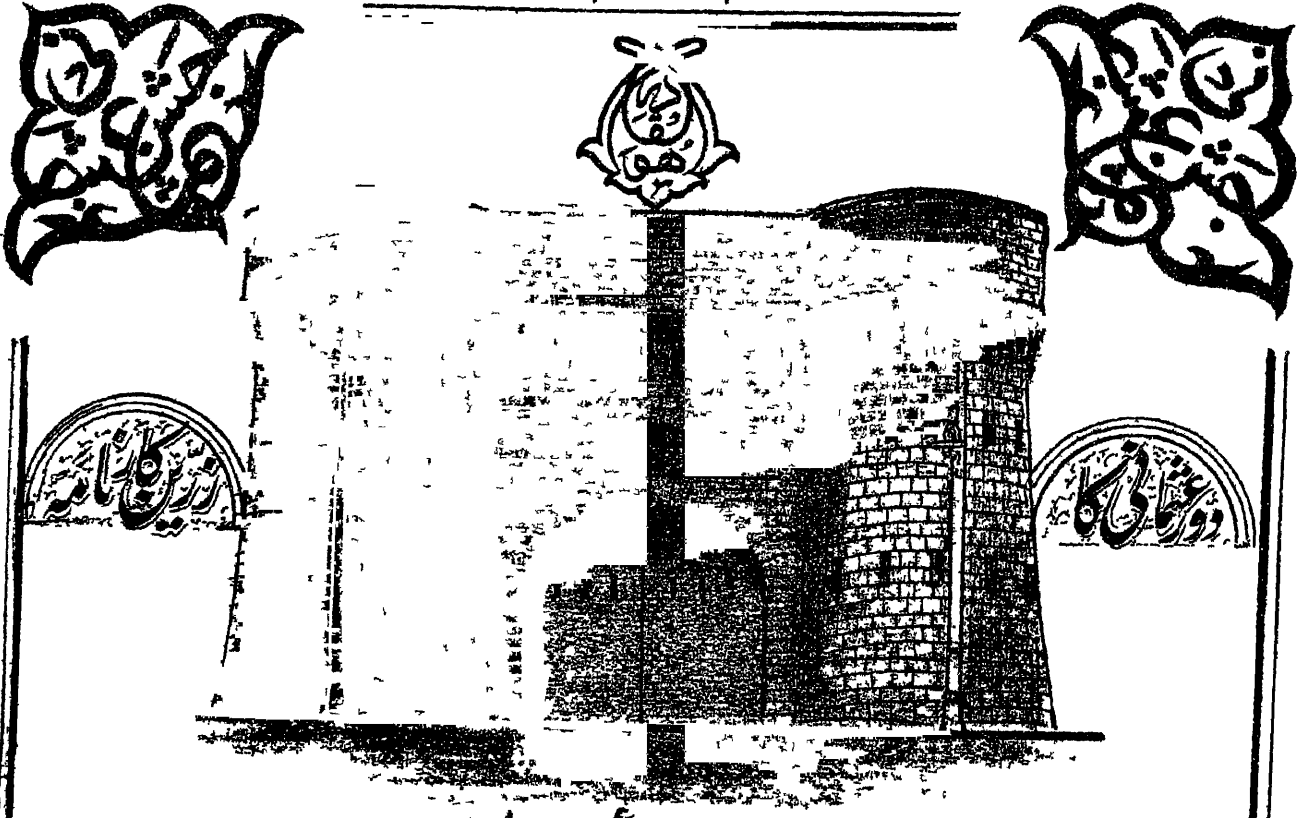
حضرت بندگانِ اقدس و اعلیٰ کی حکیمانہ سیاست اور تدبیر کی ایک دائمی تاریخی یادگار رقبہ رزیڈنسی کی واپسی ہے۔ جو عہدِ عثمانی کا جلیل الشان زرین کارنامہ ہے۔ یہ علاقہ تقریباً ایک صدی تک برضامندی سرکار عالی۔ برطانوی سفرا و یعنی رزیڈنٹوں کے زیرِ انتظام رہا۔ بالآخر ۱ر مئی ۱۹۳۳ء م ۹ر تیر ۱۳۴۲ ف م ۱۸ر محرم ۱۳۵۲ھ روز یکشنبہ دن کے بارہ بجے بزمانۂ چیفنوبیں رزیڈنٹ کرنل کیز حکومت سرکار عالی کے قبضہ میں واپس دیدیا گیا۔ ۴ر مئی کو ہز اکسلنسی مہاراجہ صدر اعظم بہادر نے سرکار عالی کے جملہ سررشتوں کے معتمدین کی ہمراہی میں۔ رزیڈنٹ بہادر وقت کیساتھ مستردہ علاقہ کا معائنہ فرمایا من بعد رسم حوالگی عمل میں آئی۔ رزیڈنسی روڈ اور رزیڈنسی بازار کا نام شاہ راہ عثمانی اور سلطان بازار رکھا گیا۔ متعلقہ عہدہ داران سرکار عالی نے متعلقہ دفاتر و کار و بار کا جائزہ حاصل کیا اس رقبہ کی واپسی کی ضمن میں ضوابط و نظم و نسق کا سرکاری اعلان ذریعہ جریدۂ غیر معمولی مورخہ ۹ر تیر ۱۳۴۲ ف شائع کیا گیا۔ جس میں انتظام و اختیارات ۔ تحفظات و مستثنیات ۔ تحفظ دستاویزات ۔ سنٹ جارج چرچ کی تولیت ۔ منتقل شدہ ملازمین کے بعض حقوق کا تحفظ ۔ بنک ۔ اور بنک کا پہرہ ۔ حدود اربعہ ۔ عمارات ۔ وغیرہ کی نسبت توضیح کی گئی ہے۔ نیز اس رقبہ کی واپسی جو ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی یاد تازہ رکھنے کے لئے ذریعہ جریدۂ غیر معمولی مورخہ ۱۶ر تیر ۱۳۴۲ ف م ۲۵ر محرم الحرام ۱۳۵۲ھ یوم یکشنبہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں ۴ر مئی کو ایک دن کی عام تعطیل قرار دی گئی۔ جو اس تہنیت کی یادگار میں ہر سال ہوتی ہے

یوم واپسی ۔ قدسی صفات شاہ ذیجاہ کی عزیز و پرستار رعایا نے

مرتبہ محمد فاضل
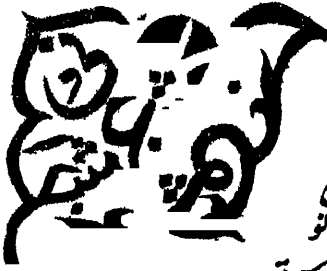
عام اظہارِ مسرت کے طور پر اس دن شاندار چہل پہل کے پرخلوص
نظارے پیش کئے۔ اس حصہ میں ایک میلہ کی طرح آدمیوں کی چہل پہل تھی
مقامی باشندوں نے جس میں ساہوکار بنکر وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اپنی اپنی دوکانوں
مکانوں اور شوارعِ عام کو برقی قمقموں اور رنگ برنگ کی جھنڈیوں سے آراستہ پیراستہ
کیا تھا۔ اور ایک خوش وضع کمان بھی بنائی گئی تھی۔ مبارک سلامت کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ اس طرح یہ مدتوں
سے بچھڑا ہوا علاقہ۔ بمصداق "حق بہ حقدار رسید" مل گیا۔ عام طور پر پیشگاہ ظل سبحانی میں استرداد رزیڈنسی پر تہنیت نامے
پیش کئے گئے۔ چنانچہ فرقہ ہائے اسلامی کی واحد نمایندہ مجلس نے بھی اعلیٰحضرت کی خدمت میں اہتم بالشان کامیابیوں کے
پیش خیمہ پر پرازخلوص دعاؤں کے ساتھ۔ تہنیت نامہ پیش کیا۔ اس رقبہ کے واپس مل جانے سے رعایا کو آمد ورفت اور ہر قسم کے
کاروبار میں سہولتیں حاصل ہوگئیں۔ اور دوعملی ہٹ گئی۔ واپس شدہ علاقہ کا حدود اربعہ حسب ذیل ہے۔

شمال ۔ شمال مشرقی گوشۂ املاک نواب خورشید جاہ بہادر سے۔ بشمول۔ یس۔ پی۔ جی۔ چرچ سڑک ورکشاپ تک پھر
بشمول بیوتات سب انسپکٹر مشرقی کنارہ ورکشاپ روڈ تا بمقام اتصال سڑک ہائے کنگ کوٹھی مبارک و امپیریل پوسٹ آفس۔ پھر
شمالی کنارۂ سڑک امپیریل پوسٹ آفس کے برابر بشمول لیڈیز کرہینس کلب۔ جنوبی دیوار احاطہ کنگ کوٹھی مبارک تک پھر گرجا گلی
کے شمالی کنارہ سے بشمول املاک سینٹ جارجز چرچ اور مشن اسکول دوکان جان کمپنی تک۔

جنوب ۔ جنوبی کنارہ سڑک رنگ محل سے مقام اتصال سڑک محبوب پورہ و افضل گنج۔ بجانب جنوب مشرق دروازہ بیرونی
دیوار رزیڈنسی تک پھر وہاں سے جنوبی کنارہ کرکٹ پارک پلے گراونڈ سے پل چادرگھاٹ تک۔

مشرق ۔ مغربی کنارۂ سڑک چیل بازار۔ شمالی کنارہ کوچہ مینار پیٹ۔ وہاں سے مشرقی کنارہ سڑک قطبی گوڑہ سے ٹامس چرچ تک پھر
مشرقی اور شمالی کنارہ ہائے املاک کریپا رام نزدیک کونڈواڑہ۔ رزیڈنسی بازار سے شرقی گوشہ املاک خورشید جاہ تک۔

مغرب ۔ مشرقی کنارہ سڑک بشیر باغ دوکان جان کمپنی سے ناکہ کوتوالی پتلی باؤلی تک اور ناکہ کوتوالی پتلی باؤلی سے کنارہ
رزیڈنسی روڈ امپیریل کارونیشن گارڈن تک۔

مقبول عام قطعات تاریخ بتقریب بازیابی رقبہ رزیڈنسی

از نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل

مبارک شاہِ عثماں کو زمانہ کامگاری کا — مسرت کا، طرب کا میمنت کا بختیاری کا
وہ دیرینہ علاقہ آگیا پھر آج قبضہ میں — جو تھا اک گوہرِ شہوارِ تاجِ شہریاری کا
ادائے شکر میں شاخِ گُلِ تر سر بسجدہ ہے — عنادل کی زباں پر ہے ترانہ حمدِ باری کا
چٹک کر ہر کلی مثلِ جرس آواز دیتی ہے — کہ اترا ہے دکن میں کارواں بادِ بہاری کا

جلیل اک مصرعِ تاریخ تو بھی نذر دے لکھکر

رزیڈنسی ملی اب در کھلا مقصد برآری کا

۱۳۵۲ ہجری
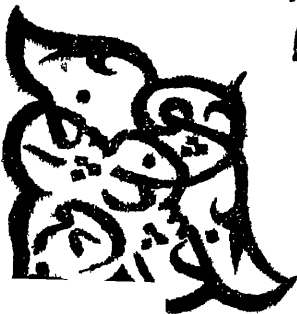
از الحاج مولانا ابوالخیر صاحب خیر

بازدرست رزیڈنسی آمد — شکر صد شکر گوییم بیزداں
باادب نذر تاریخ کن خیر — حق مبارک بہ حق دارعثماں

۱۳ ھ ۵۲

از مولوی شجاع الدین صاحب شجاع صیغہ دار محکمہ معتمدی تعمیرات عامہ

شہر یار دکن نے بالآخر — قبضہ حاصل کیا بحمد اللہ
گلشن حسن سے ملی تاریخ — رزیڈنسی تمھیں مبارک شاہ

۱۹ ۶ ۴۳

از مولوی محمد امام الدین صاحب امامی صیغہ دار معتمدی مال

اقبضہ شہ شد چہ سرافراز رزیڈنسی — با نام تو عثمان کند ناز رزیڈنسی
ایں مصرعہ سال است کند نذر امامی — عثمان ! مبارک بدکن باز رزیڈنسی

۶۶۱ ۲۲۳ ۶۷ ۱۰ ۳۴۱

۱۳ ھ ۵۲

از مولوی کمال الدین صاحب دوم تعلقدار وظیفہ یاب

الٰہی ملک میں وسعت ہو دولت میں فراوانی — شہ عثمان علیخاں کی رہے قایم جہاں بانی
سنہ فصلی میں یہ مصرع ہوا برجستہ تاریخی — رزیڈنسی ملی واپس بعہد عہد عثمانی

۱۳ ف ۴۲

قطعہ

رحمت ۔ مولوی رحمت اللہ صاحب

بات ھی کیا ہوئی نئی ایسی — جو ہوا قبضہ رزیڈنسی
ملک مالک کی مالک مالک کا — مل گئی اوس کو چیز تھی جس کی

حیدرآباد میں رزیڈنٹوں کی آمد اور رزیڈنسی کی مختصر تاریخ

ایسٹ انڈیا کمپنی اور فرانسیسی کمپنی کی باہمی رقابت اور ایک دوسرے کی قوت و اثر کو زائل کرنیوالی باہمی کشمکش میں موقع محل کو غنیمت پاکر حضور نظام کے دربار میں باریابی کے بعد جو نمایندگی کرتے تھے وہ اسوقت "وکیل" کھلاتے تھے۔ یہی موجودہ رزیڈنٹوں کے پیشرو تھے ان کی حیثیت ایک سفیر کی سی تھی سنہ ۱۷۶۶ء میں جب حکومت برطانیہ اور سلطنت آصفیہ میں مستقل تعلقات قایم ہوئے۔ اس وقت سے ان سفراء کا قیام حیدرآباد میں ہونے لگا ابتداءً ان کے قیام کیلئے کوئی خاص انتظام نہیں تھا۔ اکثر وہ وزیر وقت کے پاس ٹھیرا کرتے تھے چھٹے وکیل نے اپنے قیام کے لئے ایک مستقل مکان کی اجازت حاصل کی جبھیں موجودہ کوٹھی قیام کے لئے دی گئی ۔ سنہ ۱۸۵۷ء تک اس کوٹھی کو کوئی حصار نہ تھا ۔ غدر کے بعد اس کا حصار تعمیر ہوا ۔ اس کوٹھی میں مستقل سکونت نہیں ہوتی تھی ۔ بلکہ رزیڈنٹ اکثر بلارم میں رہا کرتے تھے ۔ جب کبھی حضور نظام سے ملنا مقصود ہوتا یا دربار میں حاضری دینی پڑتی تو بلارم سے یہاں آکر کوٹھی میں اطمینان لیا کرتے یا ٹھیر جاتے تھے رفتہ رفتہ یہ مقام رزیڈنٹ صاحبان کا مستقل مسکن بن گیا ۔ اب بھی رزیڈنٹ بہادر بلارم یا دارالسلطنت کی اسی عمارت (یعنی کوٹھی) میں مقیم رہا کرتے ہیں ۔ فقط

سررشتہ آثار قدیمہ سرکار عالی

از جناب مولوی محمد سردار علی صاحب اسسٹنٹ اڈیٹر مشیر دکن و سابق اڈیٹر رسالہ تجلی

دکن کو آثار قدیمہ کی حیثیت سے بھی بہت اہمیت حاصل ہے اور یہ اہمیت ہندوستان کے آثار تاریخی سے کسی طرح کم نہیں۔ ان آثار کا تعلق زمانہ حجریہ سے لیکر بیسویں صدی کی یادگاروں تک ہے۔ زمانہ تاریخی کے آثار میں راجہ اشوک کے کتبے اجنٹہ کی تصاویر، ہنمکنڈہ کا دیول ہزار کھم۔ تنجاپور کا مندر۔ پالم پیٹ وغیرہ میں چالکیہ طرز تعمیر کی عمارتیں اور دیگر مقامات کے مشہور منادر خاص اہمیت کی چیزیں ہیں۔

گلبرگہ کی عمارتیں۔ دولت آباد کا چار مینار، بیدر کے مقبرے۔ مکہ مسجد۔ چار مینار۔ اور سلاطین قطب شاہیہ کے مقبرے اسلامی تمدن کی لازوال یادگاریں ہیں۔ آثار قدیمہ "قومی میراث" کہلاتے ہیں۔ ان کی بقاء و استحکام اور ان کی حفاظت حکومت کی اہم ذمہ داریوں میں سے ہے۔

سررشتہ آثار قدیمہ کے قیام کے قبل تک ممالک محروسہ کے آثار محکمہ تعمیرات سرکار عالی کی غیر ماہرانہ نگرانی میں تھے جو گرے پڑے کی حد تک تعمیر و ترمیم کر دیا کرتا تھا۔ صدہا ایسے آثار تھے جن کی حالت نہایت خراب تھی اور بہت سے ایسے تھے جو گائے بیل، باندھنے کے کام آتے تھے اور ان کو عام طور پر اتنی اہمیت حاصل نہیں تھی کہ اب حاصل ہے۔

مبارک دور عثمانی ہزارہا فیوض و برکات کا حامل ہے۔ یہ دور آیا اور رعایائے دکن کے نصیب جاگ اٹھے۔ ملک کے گوشہ گوشہ میں جان پڑ گئی اور چاروں طرف ترقی و اصلاح کا دور شروع ہوگیا۔ قدیم محکمہ جات کو اصلاح و ترقی سے رونق دی گئی اور حسب ضرورت جدید سررشتہ جات قائم ہوئے۔ انہیں جدید سررشتوں میں سررشتہ آثار قدیمہ بھی ہے جس کے قیام نے قوم کی بھولی ہوئی عظمت کو زندہ کر دیا۔ اس کے لئے تاریخ کے اوراق میں مبارک عہد عثمانی آفتاب کی طرح تابناک و درخشاں رہے گا کیونکہ آثار قدیمہ کی حفاظت و صیانت اس ملک ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا کے لئے ایک قابل قدر اور بیش قیمت کام ہے

سنہ ۱۹۱۴ء (۱۳۲۳ فصلی) میں سررشتہ آثار قدیمہ کا قیام عمل میں آیا۔ حکومت نے سر جان مارشل صدر ناظم آثار قدیمہ ہند کے مشورہ سے مولوی غلام یزدانی صاحب ایم۔اے ماہر کتبات اسلامیہ کو جو اس وقت راج شاہی کالج میں پروفیسر تھے اس سررشتہ کا مہتمم مقرر فرمایا (بعد میں اس عہدہ کا لقب ناظم قرار دیا گیا) مولوی صاحب موصوف نے حیدرآباد آکر اس سررشتہ کا کام شروع کیا اور اس وقت سے اب تک اسی خدمت پر کارگزار ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ اس خدمت کے لئے ہندوستان میں آپ سے بہتر آدمی ملنا محال تھا۔

ابتدائے قیام سے اب تک اس سررشتہ کی سرگرمی اور کارگزاری بہت ہی قابل ستائش رہی ہے اس نے قدیم و کہنہ عمارات کے بقاء و استحکام میں لائق قدر خدمت انجام دی جس سے ان کے دائمی بقاء کی ضمانت ہوگئی۔ اس نے ہندو اور اسلامی تمدن کے بہت سے آثار دریافت کئے جو استداد ایام سے مٹی اور گھاس کے پردے میں مستور تھے اور کسی نے ان پر بھولے سے بھی نظر ڈالی تھی۔ اجنٹہ کی قدیم نقاشی کا لاقیمت خزانہ اس قدر عمدہ طریقہ سے مستحکم کیا گیا ہے کہ آئندہ نسلیں اس کو دیکھ کر اسلاف کے
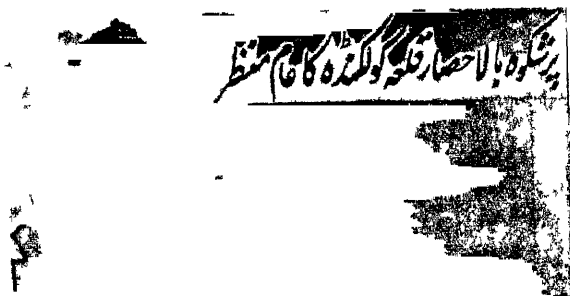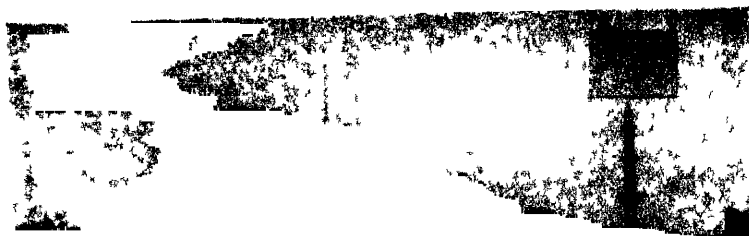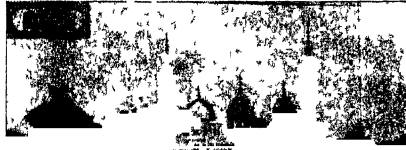
مرتبہ محمد فاضل
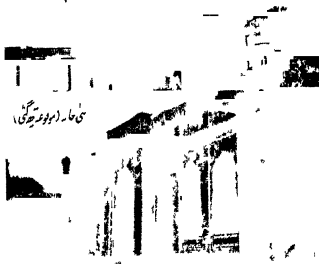
پرشکوہ بالا حصار قلعہ گولکنڈہ کا عام منظر

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس
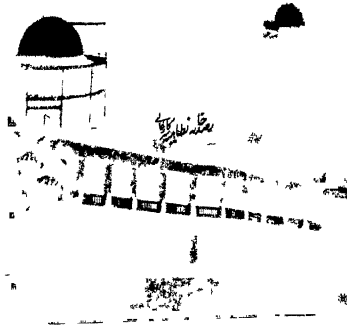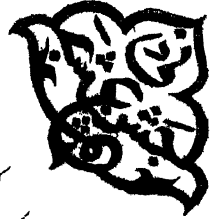
کارناموں پر ہمیشہ فخر کیا کریں گی۔ عمارتوں کی صفائی اور تحفظ کوئی معمولی کام رہتا اس کے متعلق ماہرین عالم سے مشورے کئے گئے اور اطالوی حسن کاروں کو بھاری تنخواہوں پر طلب کر کے ان سے کام لیا گیا۔ اجنٹہ کی تصاویر کی توضیح کے لئے اس سررشتہ نے کئی حصوں میں ایک ایسی کتاب شائع کی جو ماہرین فن کی نظر میں فضل و کمال کا ایک اعلیٰ کارنامہ قرار دیا گیا۔

اس سررشتہ کی طرف سے اب تک ملک کے آثار قدیمہ سے متعلق دو درجن کے قریب کتابیں اور رسالے شائع ہو چکے ہیں جو بیش از معلومات اور علمی نقطۂ نظر سے بہت گرانقدر ہیں۔

عجائب خانے متمدن ممالک کے نہایت ضروری جز ہوتے ہیں۔ اس سررشتہ کی کوشش اور سرکار کی فیاضی سے حیدرآباد میں بھی ایک عجائب خانہ (دماغ عامہ) کا قیام بڑے پیمانہ پر عمل میں آیا۔ اس کے لئے نہایت خوشنما اور وسیع عمارت جدید طریقہ و اصول پر تعمیر ہوئی۔ قدیم اسلحہ۔ بیدری صنعت کے اعلیٰ نمونے۔ قدیم تصاویر۔ قلمی کتابیں۔ سنگتراشی کے نمونے اور سکوں کا بہت ہی قابل قدر ذخیرہ فراہم کیا گیا۔ اور نایاب اشیاء کی فراہمی میں بڑی سرگرمی سے کام لیا جا رہا ہے۔

سررشتہ ہذا کی طرف سے سررشتہ کی کارگزاری کے متعلق اب تک جو رپورٹیں شائع ہوئی ہیں ان کی تعداد (۱۷) ہے۔ ان میں ملک کے آثار قدیمہ سے متعلق بے شمار معلومات اور کثیر التعداد نفیس ہاف ٹون بلاکس ہیں۔ کہنے کو تو یہ رپورٹیں ہیں لیکن علمی حیثیت سے ان کا پایہ بہت بلند ہے اور یہ مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتی ہیں۔ سررشتہ آثار قدیمہ کی مفصل کارگزاری ان رپورٹوں کے مطالعہ سے واضح ہو سکتی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ سررشتہ آثار قدیمہ نے گزشتہ ۲۲ سال میں اپنے قابل ناظم کی قیادت میں جو قابل تحسین و لائق ستائش خدمات انجام دی ہیں وہ اسی صورت میں ممکن ہوئیں کہ ذات ہمایونی نے اس پر بے دریغ و بے حساب روپیہ صرف کیا اور اتنی بڑی ملکی و قومی خدمت انجام دی کہ جس کی قدر دہر لت ابھی آئندہ آنیوالی نسلیں کرینگی اور ذات ہمایونی کا مبارک نام نہایت عظمت و شان اور محامد و مساعات سے لیں گی۔

غیر مسلم ادارات مذہبی

جو سرکار آصفیہ سے امداد پاتے ہیں

نام ضلع	تعداد غیر مسلم ادارات جن کی امداد کی جاتی ہے	نام ضلع	تعداد غیر مسلم ادارات جن کی امداد کی جاتی ہے
اورنگ آباد	۹۸۴	پربھنی	۵۰۵
بیڑ	۵۶۷	ناندیڑ	۶۵۳
گلبرگہ	۲۲۸۱	رائچور	۲۶۳۵
بیدر	۲۹۵	عثمان آباد	۲۷۲
ورنگل	۳۱۵	کریم نگر	۳۴۳
آصف آباد	۱۶۴	میدک	۳۶۴
نظام آباد	۸۱۴	محبوب نگر	۵۰۴
نلگنڈہ	۵۶۰		

صد میزان ۱۱۳۵۶۰۰۰

اس کے مقابلہ میں مسلم ادارات کی تعداد جن کو سرکاری امداد ملتی ہے۔ کل مملکت سرکار آصفیہ میں صرف (۴۸۹۸) ہے ۞

بلدہ حیدرآباد فرخندہ بنیاد میں سررشتہ ٹیلیفون کا آغاز ابتداءً ۱۲۹۴ف میں ہوا اس کے کاروبار فروری ۱۲۹۵ف تک بمبئی ٹیلیفون کمپنی کے ہاتھوں انجام پائے اس کے بعد ٹیلیفون کے جملہ کاروبار کو حکومت سرکار عالی نے اپنے ہاتھوں میں لیا۔ اور یہ سررشتہ محکمہ چیف انجنیئرنگ و معتمدی تعمیرات عامہ کی نگرانی میں اپنے فرائض انجام دینے لگا چنانچہ اسوقت تک اسی محکمہ کے تحت اپنی ترقی کے نمایاں مدارج طے کر رہا ہے اس اثنا میں ابتدائے ۱۳۲۶ف لغایت آخر ۱۳۲۷ف اس کے کاروبار کیالنڈر کیبل اینڈ کنٹراکشن کمپنی کے تفویض بھی رہے۔ اس کمپنی سے انتظامات علحدہ کرلئے جانے کے بعد مسٹر بالا پرشاد بی ایچ پی۔ یم اے۔ آئی۔ ای ای مہتمم کی کامل نگرانی میں یہ سررشتہ پھلتا پھولتا رہا۔

ابتداءً جب ٹیلیفون کا آغاز کیا گیا تو اندرون شہر بمقام بارہ دری صرف ایک اکسچینج تھا۔ لیکن ٹیلیفون کے مطالبوں کے اضافہ کی وجہ سے بعد میں دو اور اکسچینج کھولے گئے۔ ایک بمقام نارائن گوڑہ ۱۳۰۱ف میں دوسرا بمقام سکندرآباد ۱۳۲۲ف میں۔ ابتداء میں جو طریقہ جاری کیا گیا وہ یک خطی زمینی میگنیٹو نظام تھا تمام ربطے بالائی تار اسی خطوط کے ذریعہ کئے گئے تھے۔ لیکن برقی روشنی کے افتتاح کے بعد بالائی تار اسی برقی خطوط کی وجہ چونکہ ٹیلیفون میں دقت ہونے لگی اسلئے مزید اس میں توسیع نہ ہوسکی۔ اور یہ پرانا طریقہ فرسودہ اور ناقابل عمل قرار دیا گیا بالآخر یہ تجویز پیش کیگئی کہ سنٹرل بیاٹری ٹیلیفون قایم کیاجانا چاہئے جو ایک سنٹرل اکسچینج اور بارہ سو خطوط والے اسوچ بورڈ پر مشتمل ہو جس میں دو ہزار خطوط کی حد تک مزید وسعت کی گنجائش بھی رکھی گئی۔ اور یہ نظام ۱۳۳۳ف میں بروئے کار لایا گیا اور کیبل کیلئے زمین میں بیس میل تک بچھائے گئے۔ اور انہیں بالائی تار اسی خطوط سے مختلف موزوں مراکز پر ملحق کیا گیا اس نئے نظام کے مصارف تقریباً دس لاکھ روپیہ عائد ہوئے۔ اسکی ترویج کے بعد دیگر اکسچینج بھی نکالے گئے۔ مگر نارائن گوڑہ کا اکسچینج قدیم بھی قایم ہے جس کی خاص غایت یہ ہے کہ کنگ کوٹھی مبارک اور دیگر متصلہ محلات میں ٹیلیفون کا استعمال ہو۔ جب ٹیلیفون سرویس قایم کیگئی تو صرف سولہ ۱۶ ٹیلیفون ملحق تھے اسکے بعد تدریجاً ان کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ چنانچہ سنہ ۱۳۲۰ف میں انکی تعداد دو سو دو ۲۰۲ ہوگئی اور اب (آٹھ سو ۸۰۰) خاص ٹیلیفون ہیں جبکے ساتھ دو سو ۲۰۰ توسیعی خطوط بھی زیر عمل ہیں علاوہ ازیں مزید ایک سو ۱۰۰ توسیعی خطوط ایسے ہیں جنکا الحاق چھوٹے برانچ اکسچینج سے ہے جو مختلف دفاتر میں مختلف اوقات پر قائم کئے گئے یہ اکسچینج مختلف عہدہ داروں کے مابین باہمی تبادلہ خیالات کے تحت استعمال ہوتے ہیں۔ انکے ذریعہ مختلف مقامات سے بھی گفتگو کیجاسکتی ہے کیونکہ یہ تمام سنٹرل اکسچینج سے ربطی خطوط کے ذریعہ باہم ملے ہوئے ہیں نظامس اسٹیٹ ریلوے کے پاس بھی اپنا ذاتی ٹیلیفون نظام ہے یہ ریلوے ٹیلیفون سے ۱۳۳۲ف میں ربطی خطوط کے ذریعہ سنٹرل اکسچینج کے ساتھ ملحق ہے۔ پرانے ٹیلیفون اور سوچ بورڈس کی علحدگی کے بعد ۱۳۳۳ف میں چونکہ نئے ٹیلیفون سنٹرل بیاٹری کے نظام کی ترویج ہوئی اسلئے۔ اعلیحضرت حضور نظام نے بغرض آسایش از راہ رعیت نوازی بذریعہ فرمان مبارک مصدرہ ۲ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ یہ حکم اقدس صادر فرمایا کہ اورنگ آباد۔ جالنہ۔ ناندیڑ۔ گلبرگہ۔ رائچور۔ ورنگل۔ لاتور۔ پربھنی اور نظام آباد میں بھی ٹیلیفون قایم کئے جائیں۔ اس حکم مبارک کی تعمیل میں ۱۳۳۵ف و ۱۳۳۷ف کے دوران میں ٹیلیفون اورنگ آباد۔ جالنہ و ورنگل میں جاری کیا گیا۔ اور ایک ٹرافک ٹیلیفون سرویس بھی قایم کیگئی جس سے اورنگ آباد کو جالنہ سے اور حیدرآباد کو ورنگل سے ملحق کیا گیا۔ نیز دیگر اہم مراکز مثلاً بھونگیر اور آلیر اور جنگاؤں پر درمیانی اکسچینج قائم کئے گئے اضلاع پر ٹیلیفون کے قیام میں (چار لاکھ چھتیس ہزار سات سو) روپیہ کے مصارف ہوئے۔ نیز حیدرآباد کو آل انڈیا ٹرافک سسٹم سے ملحق کرنیکی تجاویز پیش ہیں۔ اسکے ساتھ مختلف کاروباری مراکز مثلاً محبوب نگر۔ مدر۔ پربھنی۔ ناندیڑ۔ نظام آباد۔ رائچور وغیرہ کو لائنس کے ذریعہ باہم ملانے کے تجاویز زیر غور ہیں۔ جب ان تماموں کو شرف منظوری حاصل ہوجائے گا۔ تو حیدرآباد اپنے ہر نوع کاروبار میں متمدنہ ممالک کے ہمعصر اس ریاست کے شایان شان ترقی یافتہ نظر آئیگا۔ سررشتہ ٹیلیفون کی موجودہ ترقی لائق ستایش اور کارکنان سررشتہ کی ترقی پذیر محنت قابل مبارکباد ہے۔ اور ہم اس بحث آگیں موقع پر متوقع ہیں کہ وہ اپنے زیر منظوری اسکیموں کو جلد از جلد کامیاب بناکر حیدرآباد کے مدارج ترقی کو چار چاند لگائیں گے فقط

مرتبہ محمد فاضل
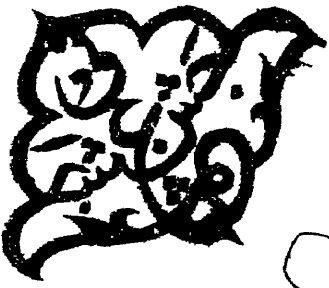
بسم اللہ الرحمن الرحیم

زراعت

زرعی نقطۂ نظر سے حیدرآباد کی اہمیت عہد عثمانی میں مستقل سررشتۂ زراعت کا قیام اور اُسکی کارگذاری و ترقی

از جناب مولوی نظام الدین حیدر صاحب ناظم زراعت سرکار عالی

ریاست حیدرآباد کی اہمیت

اکثر لوگ نہیں جانتے کہ زراعت کے معاملہ میں ریاست حیدرآباد کی اصلی حیثیت ہندوستان میں کیا ہے۔ ریاست حیدرآباد کو نہایت اہم حیثیت حاصل ہے مثلاً ہندوستان بھر کے کسی صوبہ یا ریاست میں ارنڈی کی کاشت اتنے وسیع رقبہ پر نہیں کی جاتی جتنی کہ ریاست حیدرآباد میں بلکہ دنیا بھر میں کسی ملک میں ریاست ہذا کے برابر وسیع رقبہ پر ارنڈی کی کاشت نہیں کی جاتی ہے اسی طرح ہندوستان بھر کے کسی صوبہ یا ریاست میں جوار کی بھی اتنے وسیع رقبہ پر کاشت نہیں کی جاتی جتنی کہ ریاست ہذا میں جہانتک ان دونوں فصلوں کا تعلق ہے حیدرآباد کا درجہ پہلا ہے مونگ پھلی کے لحاظ سے حیدرآباد کا درجہ دوسرا ہے کیونکہ صوبہ مدراس کو پہلا درجہ حاصل ہے کپاس کا جہاں تک تعلق ہے حیدرآباد کا تیسرا درجہ ہے اسلئے کہ پہلا درجہ صوبہ جات متوسط و برار کا ہے اور دوسرا صوبہ بمبئی اور سندھ کا اس قدر اہم حیثیت رکھتے ہوئے اگر ریاست حیدرآباد نے اپنی زراعت میں ترقی جاری رکھی تو ایک نہ ایک دن اسکا شمار دنیا بھر کے اہم ترین زرعی ملکوں میں یقیناً ہونے لگے گا یہ سمجھانے کے لئے کہ موجودہ طریقوں میں اصلاح کرکے کسقدر ترقی کی جاسکتی ہے ہم ایک واضح مثال پیش کرتے ہیں سررشتہ زراعت کی رائج کی ہوئی عمدہ قسم کی فصلیں ۱۳۴۴ف میں تقریباً اسی ہزار ایکڑ زمین پر پھیلی ہوئی تہیں ان عمدہ قسم کی فصلوں کی کاشت کی وجہہ سے کاشتکاروں کو جو خالص نفع حاصل ہوا اگر اسکا حساب کم سے کم شرح پر بھی لگایا جائے تب بھی چودہ لاکھ روپیہ سے کم نہ ہوگا یہ نفع اس رقم سے زائد حاصل ہوا ہے جو ان لوگوں کو اپنی معمولی قسم کی فصلوں کی کاشت سے ملتی اس رقمی مدد کی اہمیت اُس وقت بخوبی روشن ہوگی جب یہ معلوم ہوجائیگا کہ اوس سال کیلئے پورے سررشتہ کی منظورہ رقم موازنہ نو لاکھ روپئے سے کچھ ہی زیادہ تھی۔

سررشتہ کے قیام کا مقصد

ہر حکومت کی خوشحالی کا انحصار اس کے ملک کی خوشحالی پر ہے اور ملک کی خوشحالی منحصر ہے اسکی پیداوار کی بہتات پر اسی مقصد کے مدنظر تمام متمدن ممالک کی حکومتوں نے زراعت اور صنعت و حرفت کے محکمہ قائم کررکھے ہیں تاکہ ملک کو ماہرین کے مشوروں اور ان کی تحقیقات کے نتیجوں سے فائدہ حاصل کرکے پیداوار میں زیادتی کرنے کا موقع مل سکے حکومت سرکار عالی نے بھی اسی مقصد کے مدنظر زراعت اور صنعت و حرفت کے محکمے قائم فرمائے ہیں۔

کارگذاری

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ حیدرآباد کا سررشتہ زراعت اپنے فرائض کو کس طرح انجام دے رہا ہے سررشتہ کا مقصد اسطرح حاصل ہوسکتا ہے
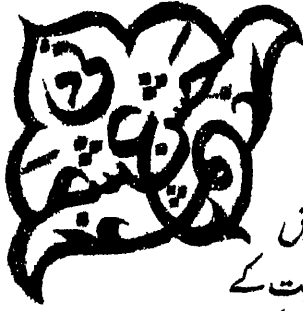
کہ اچھی سے اچھی پیداوار زیادہ سے زیادہ مقدار میں کم سے کم خرچ پر حاصل
ہو یعنے موجودہ چیزوں میں اصلاح و ترقی کی جائے پہلے بہتر چیزیں معلوم کیجائیں
اور اس کے بعد ملک میں رائج کی جائیں بہتر چیزیں معلوم کرنے کے لئے تجربہ یا آزمائش
ضروری ہے اور ان کو رائج کرنے کے لئے تبلیغ اور مظاہرہ کی ضرورت ہے اس طرح نوعیت کے
لحاظ سے سررشتہ زراعت کے کام کی تقسیم تین ذیلی مدات میں کی جاسکتی ہے (الف) تحقیقات (ب) آزمائش (ج) تبلیغ اب
ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ سررشتہ کے ان ذیلی مدات کے تحت کس طرح اور کیا کام انجام پارہا ہے۔

تحقیقات یہ نہایت سائنٹیفک قسم کا کام ہے جس خاص چیز کو ترقی دینا مقصود ہوتا ہے خواہ وہ پودا ہو خواہ حیوان خواہ زمین وغیرہ اس کا نہایت احتیاط اور غور کے ساتھ مطالعہ کیا جاتا ہے تاکہ ان رازوں کا پتہ لگایا جاسکے جن پر اس کا موجودہ وجود مبنی ہے ان رازوں کا پتہ لگا لینے کے بعد متعلقہ سائنٹیفک اصولوں کو منطبق کرکے اس کو بہتر بنانے کی کوشش کی جاتی ہے حیدرآباد کے سررشتہ زراعت میں فی الحال حسب ذیل شعبے ہیں جو اس نوعیت کا کام انجام دے رہے ہیں۔

(۱) نباتیات یہ شعبہ فی الحال چاول۔ ارنڈی۔ گیہوں۔ جوار و کپاس کو ترقی دینے کا کام کر رہا ہے۔ چاول اور ارنڈی سے متعلق کام۔ حمایت ساگر میں اور گیہوں جوار اور کپاس سے متعلق پربھنی میں انجام دیا جارہا ہے گذشتہ چند سالوں میں ان فصلوں کی بعض جدید قسمیں پیدا کی گئی ہیں چاول اور کپاس کی ایک ایک جدید قسم دیہات میں رائج کی جارہی ہے اور مقبول ہوگئی ہے جیسے جیسے زمانہ گذرتا جائیگا فصلوں کی اور عمدہ قسمیں نکلنے کی امید ہے۔

(۲) کیمیا یہ شعبہ حمایت ساگر میں قائم ہے اس شعبہ کی زیادہ تر توجہ فی الحال ارنڈی اور نیشکر کی ترقی کے کام میں صرف ہورہی ہے تاکہ ارنڈی کی ایسی قسمیں پیدا کی جاسکیں جن سے تیل کی زیادہ سے زیادہ مقدار حاصل ہو اور نیشکر کی ایسی قسمیں معلوم کی جاسکیں جن سے زیادہ سے زیادہ مقدار میں شکر حاصل ہو۔

(۳) افزائش نسل حیوانات یہ شعبہ مویشیوں میں خوبی پیدا کرنیکی کوشش میں لگا ہوا ہے حمایت ساگر میں ایک مزرعہ افزائش نسل مویشیان موجود ہے جہاں یہ کام انجام پارہا ہے۔ یہاں سے جو عمدہ سانڈ نکلینگے وہ مواضعات کی گایوں کے لئے تقسیم کئے جائینگے تاکہ انکی آئندہ نسلیں بہتر ہوں اس مزرعہ پر جو شیر خانہ ہے اسکا شمار ہندوستان کے بہترین شیر خانوں میں ہے خالص دودھ جو امراض کے جراثیم سے پاک ہوتا ہے اس شیر خانہ سے حیدرآباد کے رہنے والوں کو مہیا کیا جاتا ہے۔

آزمائش تحقیقات سے جو بہتر چیزیں معلوم کی جاتی ہیں خصوصاً وہ جنکا تعلق فصلوں زمین اور کھاد سے ہے یہ لازمی نہیں کہ وہ ملک کیلئے عام استعمال میں کم خرچ اور منفعت بخش ہی ثابت ہوں۔ اس لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ کاشتکاروں کو ان کے استعمال کا مشورہ دینے سے قبل ان کی کاشت کھیتوں پر کی جائے چنانچہ امید افزا اشیاء کے تجربات بڑے پیمانہ پر سررشتہ کے آزمایشی مزرعہ جات اور باغات میں کئے جاتے ہیں انہیں مزرعوں پر ان فصلوں کی کاشت کے طریقوں اور کھادوں کے بھی تجربے کئے جاتے ہیں جو دوسرے ممالک میں مفید ثابت ہوئے ہیں تاکہ ان میں سے جن کا اختیار کرنا ہمارے ملک کیلئے مفید ہو ان کا انتخاب کرلیا جائے فی الحال ایسے۔
آزمایشی مزرعہ جات حمایت ساگر۔ پربھنی۔ ورنگل۔ رائچور۔ سنگاریڈی۔ رودرور اور محبوب نگر میں موجود ہیں نیشکر۔ مونگ پھلی۔ باجرا۔ گیہوں۔
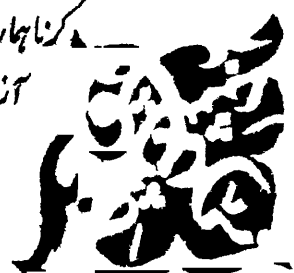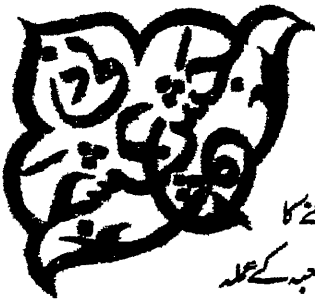
پپیائی اور کیلے کی عمدہ قسمیں اور انڈی کی پھلی کی کہاد جو اس قدر عام ہوگئی ہیں اور مواضعات میں بڑے رقبوں پر پھیل گئی ہیں انہی تجربات کا نتیجہ ہیں ۔

تبلیغ سررشتہ کا یہ وہ شعبہ ہے جس کے ذمہ مواضعات میں ترقیات رائج کرنے کا کام ہے اور جس کو کاشتکاروں سے براہ راست سابقہ رہتا ہے اس شعبہ کے عملہ کی تعیناتی اضلاع میں ہے اس کے فرائض یہ ہیں کہ مواضعات میں دورہ کرے ترقی یافتہ چیزوں کے متعلق کاشتکاروں کو تفصیل سے سمجھائے اور مظاہرہ کر کے ان کے ذہن نشین کردے کہ یہ چیزیں مفید ہیں کاشتکاروں کے لئے ان ترقی یافتہ چیزوں کی سربراہی کا انتظام کرنا بھی جو وہ خود حاصل نہ کر سکتے ہوں اسی عملہ کے ذمہ ہے مثلاً تخم ۔ کہاد وغیرہ ۔ پانی حاصل کرنے کے لئے سوراخ اندازی کہیتوں کے لئے بند تعمیر کرنے کی نسبت مشورہ وغیرہ دیا جاتا ہے اسلئے کہ کاشتکاروں کو یہ مشورہ انکو جب کبھی کسی عمدہ چیز یا مشورہ کی ضرورت ہو تو اُن کو چاہئے کہ اپنے ضلع کے عہدہ دار زراعت کے پاس رجوع ہوں اگر کوئی ایسا معاملہ ہو جس میں اس سے بڑے عہدہ دار کی مدد کی ضرورت ہو تو ان کو چاہئے کہ اپنی سمت کے نائب ناظم زراعت کے پاس رجوع ہوں ۔ ریاست ہذا میں چار اسمات اور چار نائب نظار ہیں جن نائب ناظم صاحب کے تحت اضلاع اطراف بلدہ ۔ میدک نظام آباد اور محبوب نگر ہیں ان کا مستقر حمایت ساگر ہے ۔ اضلاع ورنگل ۔ کریم نگر ۔ نلگنڈہ اور عادل آباد ان نائب ناظم صاحب کے تحت ہیں جن کا مستقر ورنگل ہے جن نائب ناظم صاحب کے تحت اضلاع اورنگ آباد ۔ پربھنی ۔ ناندیڑ اور بیڑ ہیں ان کا مستقر پربھنی ہے ۔ اضلاع رائچور ۔ گلبرگہ ۔ بیدر اور عثمان آباد ان نائب ناظم صاحب کے تحت ہیں جنکا مستقر رائچور ہے ۔ فقط

انجمن ہائے زرعی وغیر زرعی مملکت آصفیہ

زرعی	۱۰۸۹
غیر زرعی	۹۴
میزان	۱۱۸۳

گوشوارہ اراکین

مدارج	زرعی				غیر زرعی			
	ہندو	مسلمان	دیگر اقوام	جملہ	ہندو	مسلمان	دیگر اقوام	جملہ
جن انجمنوں کا سرمایہ زیر استعمال ۔۔۲۰ روپیہ ۔۔۶۰ روپیہ تک ہے	۱۹۰۸۳	۲۳۱۳	۴۱۰	۲۱۸۰۶	۲۱۰۱	۲۷۰۳	۱۱۸	۴۹۳۲
" " " ۶۰ " ۹۰ "	۱۸۶۵۶	۲۲۵۱	۲۲۹	۲۱۲۴۶	۱۹۴۹	۲۶۴۵	۱۱۶	۴۷۱۰
" " " ۹۰ " ۱۰۰۰ "	۱۸۱۳۱	۲۱۹۲	۳۳۹	۲۰۶۶۲	۱۸۹۳	۲۶۳۴	۱۱۶	۴۶۴۳
" " " ۱۰۰ " ۱۵۰۰ "	۱۶۹۷۷	۲۱۱۱	۳۲۹	۱۹۴۱۷	۱۸۶۲	۲۶۲۲	۱۱۳	۴۵۹۷
" " " ۱۵۰ " ۱۸۰ "	۱۵۶۶۷	۱۹۶۶	۳۲۴	۱۷۹۵۹	۱۷۴۱	۲۵۳۸	۱۱۰	۴۳۸۹
" " " ۱۸۰ " ۲۴۰ "	۱۴۰۵۲	۱۷۸۱	۳۰۷	۱۶۱۴۰	۱۶۶۷	۲۳۸۴	۱۰۸	۴۱۵۹
" " " ۲۴۰ " ۳۰۰۰ "	۱۰۹۲۹	۱۴۸۴	۲۹۰	۱۲۷۰۲	۱۴۶۳	۲۲۰۸	۱۰۵	۳۷۷۶
" " " ۳۰۰ " ۳۶۰۰ "	۷۷۱۸	۱۰۶۲	۲۵۴	۹۰۳۴	۱۳۲۵	۱۹۲۳	۹۶	۳۳۴۴
" " " ۳۶۰ " ۴۲۰ "	۵۸۴۰	۷۲۷	۲۳۹	۶۸۱۳	۱۲۳۷	۱۸۸۹	۹۶	۳۲۲۲
" " " ۴۲۰۰ " ۵۰۰۰ "	۴۲۷۹	۵۳۰	۲۲۹	۵۰۴۸	۱۱۹۴	۱۷۹۵	۹۲	۳۰۸۱
" " " ۵۰۰۰ سے اوپر ہے	۳۱۰۳	۳۸۱	۲۲۲	۳۷۰۶	۱۰۸۰	۱۶۱۲	۸۵	۳۷۷۷

دیہی رعایا کی مرفہ الحالی اور ترقی سے متعلق فرمان مبارک وارشاد شاہانہ بورڈ اور کندیدگی باؤلیات کے سررشتہ کا قیام اور اسکی تنظیم و ترقی کا گذارش.

حیدرآباد میں دیہی ترقیات کی ابتداء ۲۹ شعبان ۱۳۳۹ھ کے اس مشہور فرمان مبارک سے ہوئی ہے جس میں حضرت اقدس و اعلی کا یہ حکم شرف صدور لایا تھا۔

فرمان مبارک

میری عزیز رعایا کے آرام و آسائش کے ذرائع میں واجبی سہولیت پیدا کی جائیں پینے کے لئے صاف پانی کا مہیا کیا جانا اور ایسے ہی دوسری مقامی ضرورتیں جن کا مجھے اثنائے دورۂ ثانی مشاہدہ کی بناء پر علم ہوا ہے ان کی تکمیل کے واسطے مستقل انتظام ضروری ہے۔

بنابریں ۱۳۳۶ف میں معزز اراکین باب حکومت کی ایک کمیٹی موسومہ واٹر اینڈ ڈرینیج بورڈ بنائی گئی اس بورڈ کی رہنمائی اور نگرانی میں اورنگ آباد جالنہ اور رائچور جیسے مقامات پر چالیس لاکھ روپیہ کے صرفہ سے آبرسانی اور ڈرینیج کی اسکیمیں نافذ کی گئیں کندیدگی باؤلیات کے لئے جو خاص سررشتہ قائم کیا گیا اس کے تحت اکیس لاکھ روپیہ کے صرفہ سے (۱۱۶۷) دیہات میں (۱۵۵۰) باؤلیات کی تعمیر یا ان میں تبدیلی کی گئی۔

بارش کی کمی کی وجہ سے ضلع رائچور میں آب نوشیدنی کی قلت محسوس ہوتی تھی بسا اوقات ایک موسم باراں کی ناکامی سے گاؤں کے گاؤں خالی ہو جاتے تھے۔ مرض نارو کا ہر جگہ دور دورہ تھا اور اکثر مقامات پر خاص ارضی حالات کے باعث زمین دوز پانی کھارا ہوا کرتا تھا لیکن اب حالات بالکل بدل چکے ہیں۔ موزوں مقامات پر نئی باؤلیات تعمیر کی گئی ہیں جن کے کنارے سمنٹ کے چبوترے بنائے گئے ہیں دیہی آبادی کے لئے محفوظ آبرسانی کا انتظام کیا گیا ہے اور ضلع کے اندر مرض نارو میں ۹۰ فیصدی تخفیف ہو گئی ہے۔ اب تک جسقدر کام ہوا ہے اس کی تین قسمیں قرار دی جا سکتی ہیں۔

(الف) جہاں باؤلیاں موجود نہ تھیں وہاں نئی باؤلیوں کی کندیدگی۔

(ب) موجودہ باؤلیوں کی گہرائی میں اضافہ اور ان کی ترمیم۔

(ج) پرانی باؤلیوں کو بند کر کے حتی الوسع جدید قسم کی باؤلیوں میں ان کی
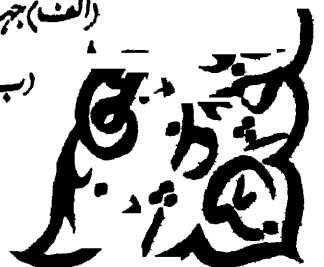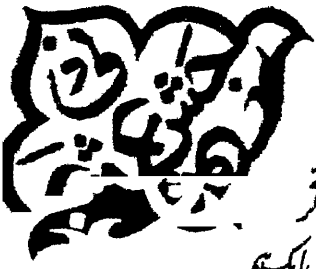
تبدیلی افراد پر ذات پات کی جو پابندیاں عائد ہوتی تھیں ان کی وجہ سے
ابتداً اکثر مشکلات کا سامنا ہوا جن کا حل ضروری تھا۔ ایک عجیب بات یہ
ہے کہ اونچی ذات والوں کی نسبت پست اقوام کے مطالبات زیادہ سخت ہوا کرتے
تھے چنانچہ دھیڑ بیگاروں کا معاملہ ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک صدی پہلے یہ دونوں ایک ہی
ذات رکھتے تھے لیکن آج بیگار دھیڑوں سے علحدہ ہوگئے ہیں اور انکے ساتھ کھانا پینا پسند نہیں کرتے نتیجہ یہ ہے کہ
انہوں نے علحدہ باؤلیاں کا مطالبہ پیش کیا۔ جن دیہات میں پست اقوام کے مختلف ذیلی فرقوں کی آبادی اس قدر کثیر تھی
کہ ان کے لئے ایک سے زیادہ باؤلیاں تعمیر کی جاسکتی تھیں وہاں ان کے مطالبات پورے کئے گئے جہاں معارف
کی معقول وجہ موجود نہ تھی وہاں مشترکہ باؤلیات بنا کر درمیانی اوٹ کے ذریعے ان کے ہر دو حصے بالکل علحدہ کردئے گئے
چونکہ رائچور کے کام اختتام پا چکے ہیں سررشتہ کندیدگی باؤلیات اب شمال کی طرف منتقل ہوا ہے تاکہ گلبرگہ۔ عثمان آباد اور شولاپور کے
مختص مسائل کو حل کرے۔ دیہی تنظیم کے سلسلے میں صرف کندیدگی باؤلیات ہی پر اکتفا نہیں کی گئی مجالس صفائی اضلاع اب پہلے
سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ کام کرنے لگے ہیں دیہی آبرسانی کی ترقی۔ دیہی سڑکوں کی تعمیر اور نگہداشت اور دیہی مواقع کی توسیع جیسے
مختلف رفاہی کاموں پر رقوم صرف کیجارہی ہیں بعض تعلقوں میں چیدہ چیدہ گاؤں قابل تقلید دیہات بنائے جارہے ہیں اور
بعض میں نئے مواقع پر باقاعدہ نقشوں کے مطابق دیہات آباد کئے جارہے ہیں۔ نظام ساگر اسکیم کے تحت جو وسیع رقبہ جات آباد
کئے جائینگے ان سے بھی استفادہ کیا گیا ہے ناواقف دیہاتیوں کو ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو اکثر وغیرہ وہ ذرائع صفائی اور آمد
رفت کے مبادی اصول پر بھی عمل نہیں کرتے لیکن جہاں ان کی خاطر خواہ رہنمائی کی گئی وہاں یہ کام ڈرینج اور سڑکوں وغیرہ کا پورا لحاظ
رکھتے ہوئے انجام دیا گیا۔ ضلع نظام آباد کے اکثر دیہات میں ویران فصیلوں اور خندقوں کے نشان باقی تھے جو کبھی کسی زمانہ میں
کارآمد ہونگی لیکن آج ان سے ہوا کی آمد و رفت کو روکنے اور مچھروں کی پرورش کے سوا کوئی اور مقصد حاصل نہیں ہوتا ایسے تمام گڑھے بھروا
دینا ضروری تھا علاوہ ازیں دیہات کے قرب و جوار میں اراضی حاصل کئے گئے ہیں تاکہ مکانات سے کسیقدر فاصلہ پر تری کی کاشت
منتقل کیجاسکے اور اس طرح سابقہ رقبہ پر باڑہ یا بازار کے لئے چبوترے اور نئے مکانات کے واسطے مواقع نکل سکیں۔

دیہی زندگی کو عام طور پر ترقی دینے کی غرض سے شہر حیدرآباد سے بیس میل کے فاصلہ پر موضع پٹنچرو میں ترقیات دیہی کا ایک مرکز قائم
کیا گیا ہے اس مشہور مرکز میں مرغبانی اور کاشتکاروں کے مظاہروں کے لئے شعبہ جات قائم کئے گئے ہیں اس مرکز کے زیر اثر
دستی پارچہ بافی رنگ سازی اور وارنش جیسی دیہی صنعتیں ابھر رہی ہیں دیہی ترقی کے کام میں خود دیہاتیوں کو تربیت دینے کی خاطر اکثر
مقامات پر دیہی ترقی کی انجمنیں قائم کی گئی ہیں بچوں کے لئے مدارس روزینہ اور بڑوں کے واسطے مدارس شبینہ چند دار المطالعہ اور
کتب خانہ بھی کھولے گئے ہیں دیہی تنظیم کے مرکزی بورڈ کا تذکرہ بھی اس وقت بے محل نہ ہوگا جس کے تفویض ممالک محروسہ
کے لئے ایک ایسے جامع اسکیم کی تیاری ہے جو سرکاری اور غیر سرکاری عناصر کے اشتراک عمل پر مبنی ہوگی اور جس کی روح رواں
گاؤں کا استاد ہوگا۔

موجودہ حالات اور آئندہ امکانات پر احتیاط کیساتھ غور کرنے کے بعد ایک اسکیم
مرتب کی گئی ہے مرکزی بورڈ کا متوقعہ کام تطبیق پیدا کرنا اور باہمی تبادلہ معلومات
کے لئے مرکز مہیا کرنا ہوگا۔

مرتبہ محمد فاضل
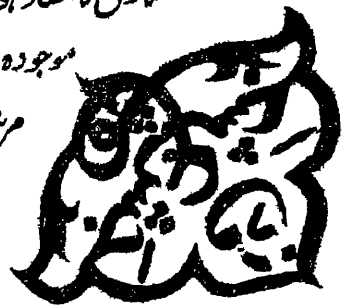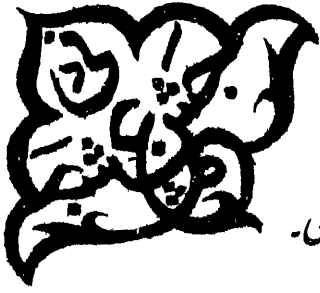
اضلاع اور تعلقوں کے بورڈ جو مقامی عہدہ داروں اور غیر سرکاری اراکین پر مشتمل ہونگے بحیثیت عاملہ اور نگرانکار اداروں کے لئے مفید ثابت ہونگے حتی الوسع منتخبہ دیہات کے تمام خاندانوں کو دیہی ترقی کے کام میں دلچسپی لینے کی ترغیب دیجائیگی اور یہ کام امداد باہمی کے اصول پر انجام دیا جائیگا۔

دیہی مدارس کے اساتذہ مقامی حالات سے واقف اور شائستہ ہونے کی وجہ سے دیہی تنظیمات کے سرپنچ قرار دیے جائینگے ان دیہی عہدہ داروں کی خدمات سے بھی جو پٹیل کہلاتے ہیں پہلے سے زیادہ استفادہ کیا جائیگا توقع ہے کہ اس تحریک کی بدولت ترقی یافتہ طریق کاشت جانوروں کی بہتر نگہداشت اور زیادہ نفع بخش دیہی صنعتوں کی ترویج کے ذریعہ دیہی تنظیم کی اسکیمیں نافذ ہوسکینگی اور یہ تحریک صحت اور رفاہ عام کے کاموں کو انجام دیتے ہوئے ایسی دیہی سرگرمیوں کی محرک ہوگی جو اخلاقی اور مادی ترقی کے لئے ناگزیر ہیں۔

حضرت اقدس و اعلیٰ کو دیہی آبادی کی فلاح میں جو گہری اور دائمی دلچسپی ہے اس کا اظہار پھر ایک دفعہ نہایت وضاحت اور تاکید کے ساتھ فرمایا گیا ہے مقامی کارہائے آبرسانی کے حالیہ افتتاح کے موقع پر رائچور میونسپلٹی کی طرف سے جو اڈریس پیش کیا گیا تھا اس کے جواب میں حضرت اقدس و اعلیٰ نے حسب ذیل ارشادات کو شرف تلفظ بخشا۔
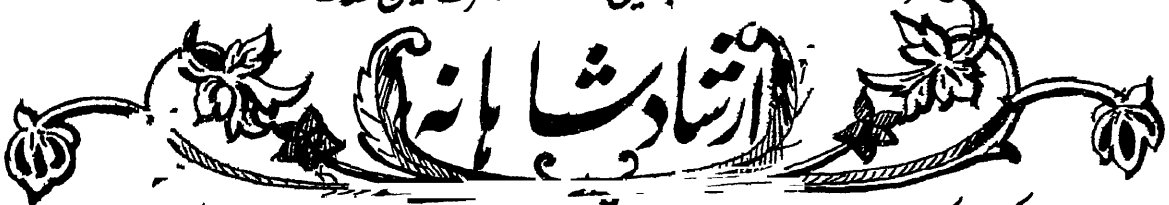
حکومت کی جانب سے جو سہولتیں بہم پہونچائی جاتی ہیں ان سے استفادہ تم کو مبارک ہو مگر تم خود بھی اپنی سود و بہبود کا خیال رکھو۔ زراعت و تجارت میں ترقی کرو، محنت و کفایت شعاری کا خود کو عادی بناؤ۔ قرض داری و فضول خرچی سے بچو۔ تم کو سبق سکھلانے کے لئے سررشتہ زراعت تجارت و حرفت انجمن اتحادی وغیرہ قائم ہیں ان سے فائدہ اٹھاؤ۔

دیہی ترقیات سے مجھے گہری دلچسپی ہے میری خواہش ہے کہ دیہی رعایا کی زندگی دن بدن مرفہ الحال ہوتی جائے"۔

تعداد محتسبین حیدرآباد

(۱) ضلع اورنگ آباد میں (۵) ہیں۔ (۲) ضلع بیڑ میں (۶) ہیں۔ (۳) ضلع پربھنی میں (۱۱) ہیں۔ (۴) ضلع گلبرگہ میں (۱) ہے

(۵) ضلع ورنگل میں (۲) ہیں۔ (۶) ضلع عادل میں (۷) ہیں۔ (۷) ضلع رائچور میں (۲۴) ہیں۔ (۸) ضلع عثمان آباد میں (۱۸) ہیں۔

(۹) ضلع بیدر شریف میں (۸) ہیں۔ (۱۰) ضلع کریم نگر میں (۴) ہیں۔ (۱۱) ضلع عادل آباد میں (۵) ہیں۔ (۱۲) ضلع میدک میں (۱۶) ہیں۔

(۱۳) ضلع محبوب نگر میں (۹) ہیں (۱۴) ضلع نلگنڈہ میں (۲) ہیں۔

(۱۵) ضلع اطراف بلدہ میں (۶) ہیں (۱۶) علاقہ فوج میں (۱۷) ہیں۔

حیدرآباد دکن ہمیشہ سے صنعت و حرفت اور دستکاری کا مرکز رہا ہے۔ یہاں تلنگانے کی روئی سے جو ململ تیار کی جاتی تھی اوس کی نفاست اور خوبصورتی ضرب المثل تھی انیسویں صدی کے اختتام پر میکرو پولو ایک وینس کا مشہور سیاح گولکنڈہ آیا تھا اس نے ورنگل کے متعلق لکھا ہے کہ اس ملک میں نہایت لاجواب بکرم تیار کی جاتی ہے اس کے تار کڑی کے جالے کی طرح نرم اور مہین ہوتے ہیں۔ یہ ایک ایسی شئے ہے کہ اگر اس کو دنیا کا بڑے سے بڑا بادشاہ بھی پہنے تو اس کو ایک خاص قسم کی مسرت ضرور حاصل ہوگی۔

اورنگ آباد اور پیٹن کارچوبی۔ سنہری روپیلی اور زردوزی فیتے اور لباس کے کام میں مشہور رہے۔ جامہ وار۔ ہمرو اور مشروع کے تھان اورنگ آباد میں اب بھی تیار کئے جاتے ہیں۔ جامہ وار کشمیری دوشالہ کی طرز کا ہوتا ہے۔ جس کی زمین اون کی اور گل بوٹے ریشم سے بنائے جاتے ہیں۔ ہمرو گویا جامہ وار کی نقل ہے۔ دونوں میں صرف فرق اس قدر ہوتا ہے کہ ایک میں زمین ریشم اور سوت کی ہوتی ہے۔ اور دوسرے میں اون کی۔ مشروع ریشم کی وضع کا ہوتا ہے۔ جس میں چمک ساٹن کی سی ہوتی ہے۔ اور اس پر بیل بوٹے یا کوئی اور خوبصورت جھاڑی۔ پشت ماہی، کھور جھیرٹ کے نمونے بنائے جاتے ہیں ورنگل میں شطرنجیاں کمبل اور قالین نہایت لاجواب بنائے جاتے ہیں گذشتہ نمائش میں یہاں سے جو نمونے یورپ بھیجے گئے تھے، وہ بے حد پسند کئے گئے اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوئے۔ اس طرح گلبرگہ جیل میں بھی دریاں شطرنجیاں ڈیرے اور قالین وغیرہ تیار کئے جاتے ہیں۔

اورنگ آباد اور کریم نگر میں سونے چاندی کے تار کا کام بہت عمدہ ہوتا ہے تاروں سے نہایت ہی نازک خوبصورت سبک اور نظر فریب سامان معاشرت و آرائش تیار کیا جاتا ہے۔ الائچی دان، پاندان، اگالدان، عطردان، اور چکنی ڈلی کی ڈبیوں پر تاروں کے جال دار نمونے بنا کر ان میں جو پھول پتے نکالے جاتے ہیں ان کا ڈزائن بڑا ہی دلفریب ہے بدری برتن تمام عالم میں مشہور ہیں۔ یہ شہر بیدر میں تیار کئے جاتے ہیں وہاں کی تیار شدہ مراحیاں۔ لوٹے۔ آفتابے۔ اگالدان۔ سیلاب چیپیاں۔ حقے پاندان۔ تلواروں کے قبضے وغیرہ اب تک قدیم امرار و سا کے محلوں کی رونق بڑھا رہے ہیں۔ اور دیدہ زیب گلدان اور شمع دان وغیرہ رونق بزم اور زینت محفل بنے ہوئے ہیں یہ جست۔ تانبے قلعی اور سیسے کو ملا کر ڈھالے جاتے ہیں پھر اس کی سطح پر سونے اور چاندی کے تار یا پتر سے پچی کاری کی جاتی ہے۔ اور آخر میں پھول پتوں پر کو کے ڈزائن کو سبک بنا دیتے ہیں یہ کام نہایت نازک اور خوبصورت ہوتا ہے واقعہ یہ ہے کہ عام افلاس بیرونی اشیاء کے مقابلے اور غیر ممالک سے آئے ہوئے سامان کی ارزانی نے اس سلطنت کے صنعتی اور تجارتی بازار کو سرد کر دیا تھا اور ہماری بے توجہی سے ملکی صنعتیں مردہ ہوگئیں تھیں۔

جنگ عظیم کے بعد اہل ہند کو ہوش آیا اور ملکی صنعتوں کو فروغ دینے کا عام خیال پیدا ہو گیا اعلیٰحضرت حضور نظام نے ۱۳۲۷ف میں محکمہ صنعت و حرفت قائم کیا تاکہ قدیم صنعتوں کے مردہ قالب میں ترقی کی روح دوڑ سکے اور صنعت قدیم کے تحفظ کے لئے ۱۳۲۹ف میں ایک کمیٹی کا قیام ہوا جس نے مقامی حالات کا اندازہ لگا کر تجارتی نقطۂ نظر سے یہاں کے جملہ پہلوؤں پر اچھی طرح نظر ڈالی اور ملکی صنعتوں کو ترقی دینے کے لئے ایک زبردست اسکیم مرتب کی۔ اور نئے ساز و سامان نو ایجاد مشینوں، سائنٹیفک طریقوں اور معاشیاتی اصول کے تحت کاروبار صنعت کا آغاز ہوگیا۔

مرتبہ محمد فاضل
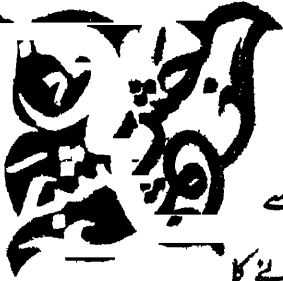
مقامی پیداوار اور خام مال کے استعمال سے ملکی کاریگروں اور تاجروں کو نفع بھی ہوا اور ساتھ ہی ان کے لئے بڑی آسانیاں مہیا ہوگئیں سب سے کرایہ اور کروڑگیری کے محصول کی بچت ہوگی چنانچہ سرکاری طور پر صابون بنانے کا کارخانہ کھولا گیا کاماریڈی میں گل معووسے اللحل بنانے کی فیکٹری قائم کی گئی چمڑے کے کارخانے۔ سریش اسپرٹ، لاکھ اور کاغذ بنانے کے کارخانے، سمنٹ فیکٹری، کپڑے کی گرنیاں، دیاسلائی کے کارخانے کھولے گئے، اجو کامیابی کے ساتھ اپنا کام نہایت اعلےٰ پیمانے پر انجام دے رہے ہیں ماہرین فن اور قابل اشخاص کی نگرانی کی بدولت شہروں اور قصبوں میں جابجا، ہزاروں کارخانے خانگی طور پر قائم ہوگئے چنانچہ بٹن فیکٹری، پورسلین اور ٹائل ورک فیکٹری گلاس مینو فیکچرنگ کمپنی چوبی سامان بنانے کے کارخانے لوہے کے خارخانے، تانبے چینی کے کارخانے، وارنش، پالش کے کارخانے سگریٹ سگار، اور جو مقام جس کام کے لئے مشہور تھے وہاں کے کارخانے کو سرکاری طور پر امداد دی جارہی ہے۔ صنعت وحرفت کے مدارس قائم کرکے مقامی صنعتوں کو خاص طور پر باقی رکھنے اور ترقی دینے کے انتظامات کئے جارہے ہیں تاکہ صنعت ایک مستقل دستکاری کی صورت اختیار کرلے۔ جو آئندہ ملک وقوم کے لئے بہبودی کا باعث ہو۔ محکمہ صنعت و حرفت جو ہمارے ملک کی فلاح وبہبودی کے لئے قائم کیا گیا ہے اس کے سالانہ اخرجات ایک لاکھ سے زیادہ ہیں۔

تعداد ساہوکاران ملک سرکار عالی

(جن کی آمدنی ۴۰۰۰ روپیہ سالانہ سے اوپر ہے)

مقام سکونت	ہندو	مسلمان	دیگر	جملہ
حیدرآباد	۸۸	۰	۰	۸۸
بیدر	۳۲	۱	۰	۳۳
ناندیڑ	۳۲	۱	۰	۳۳
نظام آباد	۵	۰	۰	۵
نلگنڈہ	۱۱	۰	۰	۱۱
کریم نگر	۳۷	۲	۰	۳۹
پربھنی	۷۱	۱	۱	۷۲
اورنگ آباد	۳۴	۰	۱	۳۵
بیڑ	۱۴۶	۸	۰	۱۵۴
ورنگل	۳۰	۲	۱	۳۳
گلبرگہ شریف	۲۱	۱	۰	۲۲
عثمان آباد	۴۶	۱		۴۷
رائچور	۲۵		۰	۲۵
محبوب نگر	۷	۳	۰	۱۰
میدک	۱۱	۱	۰	۱۲
میزان	۵۹۷	۲۱	۲	۶۲۰

قیام باب حکومت سرکار عالی

خطبۂ مبارک اعلیٰحضرت حضور پرنور

بہ دربار افتتاح باب حکومت

فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین

آج کا دربار ایک ایسے امر کو نمایاں کرنے کی غرض سے منعقد کیا گیا ہے جو اس مملکت کی تاریخ میں نہایت مہتم بالشان واقعہ ہے۔ سب کو معلوم ہوگا کہ اس مملکت کا قدیم طرز حکومت ذاتی حکمرانی رہا ہے جسمیں انصرام کار کا ذریعہ دیوان ہوتا رہا ہے اور یہی ایک تاریخی واقعہ ہے کہ باستثناء چند قابل قدر افراد کے وزراء سلف نے کن کن طریقوں سے اپنے آقا کی حکومت میں ضعف پیدا کرنے کی تدابیر پیش نظر رکھیں گو رعایا اور ملازم کی حیثیت سے وفاشعاری ان کا عین فرض تھا۔ دفاتر سرکاری میں وافر مواد موجود رہے جو حدود و اختیار سے تجاوز کرکے باہمی تعلقات میں بدمزگی۔ خوبی انتظام میں خلل۔ اور فلاح عامہ میں نقصان پیدا کرنے کی شہادت دیتا ہے۔ حکومت کی ہوس نے خواہ وہ حکومت کیسی ہی ناجائز یا خلاف ضابطہ کیوں نہو لازمی طور سے تدبیر و اصلاح کے سرچشمہ کو خشک کردیا یکے بعد دیگرے متعدد وزراء کے طرز عمل نے ان نقائص کو اور بھی واضح کردیا جو اس طریقہ حکومت میں موجود تھے۔ میرے والد مرحوم حضرت غفران مکان نے سالار جنگ اول کی وفات کے بعد ان کی مرتبہ نظم حکومت کی سکانی آزمایش کرکے ان نقائص کو محسوس فرمایا جو اس میں موجود تھے اور ۱۸۹۲ء میں "قانونچہ مبارک" نافذ فرمایا جس میں مدارالمہام اور معین المہاموں کے اختیارات و فرائض کے حدود معین کئے گئے۔ اس کے بعد اور ایک دفعہ اصلاح انتظام کی طرف ان کی توجہ مبذول ہوئی اور قواعد قانونچہ کی اشاعت عمل میں آئی جبکہ خود مابدولت نے اپنے تخت نشینی کے بعد ہی مسائل انتظام مملکت کا نظر غائر سے ملاحظہ شروع کیا تو یہ خیال یقین کے درجہ تک پہنچ گیا کہ موجودہ طریقہ حکومت کے نقائص کو دور کرنا ممکن نہیں ہے تاوقتیکہ اسکی ترکیبی حالت میں اصلاح نہ کی جائے۔ پس کامل غور و فکر کے بعد مابدولت نے انتظام مملکت کا بار گراں خود برداشت کرنا قبول فرمایا۔ اس پانچ سال کی مدت دراز تک انتظام کار کی سعی بلیغ کے ساتھ ساتھ اپنی عزیز رعایا کی فلاح و بہبود کے ذرائع کا قیام و استحکام مابدولت کے مطمح نظر رہا ہے کیونکہ انکی ترقی و خوشحالی اور فارغ البالی میں مابدولت کی شفقت آمیز دلچسپی لازوال ہے۔ اس وقت تک کے خاص ذاتی تجربہ نے مابدولت پر ظاہر کردیا کہ موجودہ انتظام میں تبدیل کی ضرورت ہے۔ انقلاب زمانہ حال کی زندگی کے پیچیدہ مسائل، مشرقی اقوام کے جدید سیاسی احساس اور خود اس ملک کے اندرونی و بیرونی تعلقات کے نازک مسائل نے ذاتی حکومت کے بار کو اسقدر گراں کردیا ہے کہ اس سے ایک حد تک سبکدوشی حاصل کرنے کے لئے پوری تدبیر کی ضرورت ہے۔

مولفہ محمد فاضل
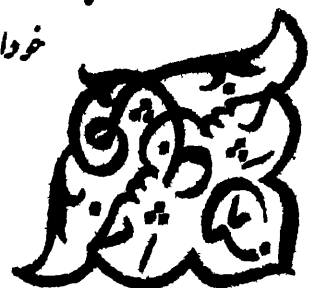
چونکہ یہ ناممکن تھا کہ پھر وہی طریقہ اختیار کیا جائے جسکی ناکامی اسکو
غیر مفید ثابت کر چکی تھی۔ لہذا ما بدولت نے غور و خوص کے بعد تنظیم
جدید کا مصمم ارادہ کیا تاکہ اس سے انتظام ریاست کی کافی اصلاح اور اس
قوت کے قیام کا جسپر ترقی منحصر ہے کافی تیقن ہو جائے۔ اور ممالک کے تجربہ نے یہ ثابت
کر دیا ہے کہ جو حکومت کونسل کے ذریعہ عمل میں آئے اسکو کئی وجوہ سے ایسی حکومت پر ترجیح ہے جو کسی ایک عہدہ دار
کے ہاتھ میں رہے خواہ وہ کیسا ہی لایق و سر برآوردہ کیوں نہو۔ پس ما بدولت کی دلی خواہش یہ ہے کہ اپنی رعایا کو اس
مرجح طرز حکومت کے فوائد سے مستفید ہونے کا موقعہ دیں نظر برآں ما بدولت نے بذریعہ فرمان امروزہ ایک اگزیکیٹو کونسل
(یعنے باب حکومت) قایم فرمایا ہے جو ایک صدر اعظم سات ارکان معمولی اور ایک رکن اختصاصی (جن سے کوئی صیغہ متعلق
نہ ہوگا) سے مرکب ہوگی۔ کافی غور کے ساتھ صدر اعظم اور ارکان باب حکومت کے اختیارات کے متعلق قواعد منضبط اور ان کے
مجموعی اور انفرادی ذمہ داریوں کے حدود معین کئے گئے ہیں۔ انتخاب ارکان میں نہایت احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔
اور ایسے اشخاص مقرر کئے گئے ہیں جن کا تجربہ اور قابلیت مسلم ہے۔ صدر اعظم سر علی امام ہیں جو تعارف کے محتاج نہیں کیونکہ
برٹش انڈیا میں انکے کارنامے سب پر روشن ہیں۔ ایسی کونسل کے قیام سے ہر شعبہ نظم مملکت کو تقویت ہوگی اور ان مسائل
کے حل کرنے میں جو اس ملک کے وسیع اور اہم اغراض سے متعلق ہیں (اور جن کا خاص ما بدولت کے حکم سے تصفیہ ہوگا)
کونسل کے مشورہ سے بیش بہا مدد مل سکیگی۔ اسکے اجتماعی عمل سے انتظام میں یکجہتی اور اس سے ایسے نتائج پیدا ہوں گے
جو رعایا کے حق میں مفید ثابت ہوں۔
اشاعت تعلیم۔ ذرائع معیشت کی ترقی۔ تجارت اور صنعت و حرفت کی ترغیب۔ حفظان صحت کے جدید اصول پھیلانے
کی تدابیر۔ ذرائع آمد و رفت کا قیام اور ان کی توسیع۔ اور ایسے ہی بہت سارے مسائل ابھی تصفیہ طلب ہیں۔ ان امور میں
جو اندرونی اصلاحات سے متعلق ہیں۔ کونسل کی کارگذاری اسی طرح قابل قدر ثابت ہوگی جس طرح امور سیاسی میں
ما بدولت اور سرکار عظمت مدار کے تعلقات کے لحاظ سے مفید ہو سکتی ہے۔ یہ تعلقات ہمیشہ دوستانہ رہے ہیں کیا زمانہ سلف
میں کیا آج۔ اقلیم ہند میں آغاز حکومت برطانیہ سے تا ایں وقت اس خاندان کے ساتھ دوستی اور اتحاد کا سلسلہ برابر
قائم رہا ہے۔ ایکسے زیادہ معرکوں میں سلطنت برطانیہ کی حرمت و بقا کے لئے شمشیر آصف جاہی نیام سے نکل چکی ہے۔
حال کے جنگ عظیم میں جس سے ابھی سلطنت برطانیہ فتحمندی کے ساتھ فارغ ہوئی ہے جو کچھ امداد ما بدولت کی جانب سے
کی گئی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ ان خاص حالات میں باب حکومت کو واپسی ملک برار کے اہم مسئلہ پر غور کرنے کا
ایسا نادر موقع ہمدست ہوگا جس کا مستقبل نہایت خوش آیند ہے۔ ما بدولت کی مملکت کے اس جزو لاینفک کا دعوے
انصاف اصلی پر مبنی ہے۔ اور اگر اس کی تنقیح بلا طرفداری کیجائے تو یہ امر خارج از قیاس ہے کہ وہ دعوے قابل تسلیم
نہ قرار پائے۔ پس اس اہم مسئلہ کی نسبت کونسل کے مشورہ کا ما بدولت کو خاص دلچسپی کے ساتھ انتظار رہے گا
ما بدولت اپنے تمام امراء و عہدہ داران اور عزیز رعایا کو اس جدید انتظام کی طرف متوجہ
و مائل کرا کے متوقع ہیں کہ وہ سب اپنی ارادت و عقیدت سے اسکو کامیاب بنانے میں
ہمیشہ ساعی رہیں گے۔ کیونکہ کوئی انتظام حکومت کامیاب نہیں ہو سکتا
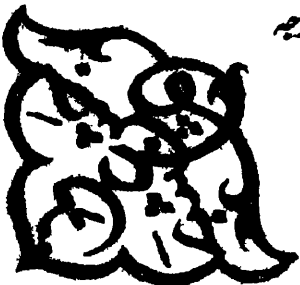
تاوقتیکہ اس کے عمل کی پابندی حزم و احتیاط کے ساتھ نہ کی جائے

اس اشارے کے ساتھ مابدولت کی دلی خواہش ہے کہ سر علی امام ۲۱ محرم ۱۳۳۸ھ ۱۷ اکتوبر ۱۹۱۹ء

و ارکان باب حکومت اپنے اہم فرایض کی انجام دہی میں سرگرم و کامیاب ہوسکتا

فرمان واجب الاذعان اعلیحضرت حضور پرنور

بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی

دربارۂ ترتیب نظم و تنظیم باب حکومت

مرقومہ ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۸ھ ہجری

فرمان مبارک

سنہ ۱۸۹۲ء میں غفران مکان حضرت والد مرحوم نے اس مملکت کے نظم کے لئے ایک جدید ضابطہ مرتب فرماکر بنام "قانونچہ مبارک" جاری فرمایا۔ اس تاریخی سرکاری کاغذ میں حضرت غفران مکاں نے ان اصول پر نظر ڈالی جو اس ملک کی نظم کا قدیم دستور تھا اور اس میں ان نقائص پر بھی غور فرمایا جو سالار جنگ اول کے انتظامی اصلاحات میں موجود تھے اور جنگی برائیاں دور فرماکر اپنے ارشادات کو الفاظ ذیل پر ختم فرمایا۔ "اس مملکت کا ابتدائی طرز حکومت محض شخصی حکمرانی تھا۔ سالار جنگ اولی نے اسے تقریباً سلطنت منضبطہ (کانسٹی ٹیوشنل مانرکی) سے مبدل کیا۔ سالار جنگ دوم کی پشت روی سے زمام اختیار چند غیر مستحق ہاتھوں میں آگئی اور آسمانجاہ کے نظم میں ان کے مددگار کی ذاتی حکومت اس خودسری تک پہنچی کہ مابدولت کو احساس ہوا کہ بلا تاخیر اس کا انسداد کیا جائے۔" پھر اس طرز حکومت کے مبین نقائص کی جو محتاج اصلاح تھے صراحت کی گئی۔ جدید طرز عمل میں بعض اصول تاکیداً واجب التعمیل قرار دیکر اپنی عزیز رعایا کے آرام و طمانیت اور خوشحالی کے لئے ایک بہتر سلسلہ نظم کی تجویز کا خیال ظاہر فرمایا۔ حضرت غفران مکاں کا یہ ارشاد ہوا کہ "امن عامہ۔ رعایا کی بہبودی۔ اور سرکاری خزانہ کا مکتفی رہنا حکومت کی قابلیت کے معیار ہیں۔ الغرض اسوقت انصرام نظم کے قواعد کی تدوین میں حضرت غفران مکاں کے متذکرہ صدر عالی خیالات کی کامل تقلید کی گئی اور ان کی تعمیل پر تہدید۔ (۲) اس جدید طرز حکومت میں جو نمایاں تبدیلیاں ہوئیں وہ یہ تھیں کہ قدیم کونسل آف اسٹیٹ (مجلس سلطنت) کی جگہ جو آخر بکار آمد ثابت نہ ہوئی۔ کیبنٹ کونسل (مجلس خاص) قایم کی گئی اور مجلس وضع قوانین کا انعقاد اس غرض سے کیا گیا کہ قوانین و ضوابط کی تدوین قابل و تجربہ کار ملازمین و غیر ملازمین کی مدد و مشورہ سے کی جائے اور ہر دو کونسل و نیز مدار المہام و وزراء صیغہ کے اختیارات و فرائض منصبی معین کیے گئے۔ (۳) سنہ ۱۸۹۵ء میں مرمہ قواعد بہ "قواعد قانونچہ" اس غرض سے شائع کیے گئے کہ اصل اصول قانونچہ مبارک کی بلحاظ تجربہ مابعد توضیح کیجائے۔ یہ توضیح شدہ نظم حضرت غفرانمکان کی پیش از وفات حسرت آیات تک اور نیز بعد تخت نشینی مابدولت تا یکم دسمبر سنہ ۱۹۱۳ء قائم رہی (۴) مابدولت نے اس وزیر بلاتوسط احد نظم حکومت کی ذمہ داریاں اختیار کیں اور جب سے ایک بغیر معاونت مدار المہام اینجانب بنفس نفیس کارفرماہیں انصرام کار حکومت میں اینجانب نے وہی روش برابر اختیار کی جو حضرت والد مرحوم غفران مکان

کی جلیل القدر رہنمائی نے بتائی۔ اور جن کا ذکر نہایت خوبی سے
قانونچہ مبارک کے ابتدائی حصہ میں آیا ہے۔ بااینہمہ سابق کے طرز
عمل سے اینجانب نے صرف ایک امر میں تجاوز کیا ہے۔ دفاتر کے معمولی
روزمرہ کام سے سبکدوشی حاصل کرنے کے لئے معین المہامان و صدر المہامان کے
اختیارات میں توسیع کی گئی۔ اس ملک کے نظم و نسق میں متعدد گوناگوں اصلاحات جو اس وقت تک
ہوئے ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دانشمندی و دور اندیشی نے قواعد قانونچہ مبارک میں کسقدر روح پھونکی ہے
اور سلطنت کی مالی حالت میں استحکام کا مادہ پیدا ہوگیا ہے۔ اور سکہ جو اس ملک کا طغرائے امتیاز کہا جا سکتا ہے اسکی
بنیاد بھی مستحکم ہوگئی ہے۔ غور کردہ تدابیر وقتاً فوقتاً عمل میں آئی ہیں۔ جدید صیغہ جات ادارۂ زراعت اور انجمن ہائے
قرضۂ امداد باہمی رعایا کی مادی و مالی حالت کی ترقی کی غرض سے قائم کر لئے گئے ہیں۔ (۵) حکومت کے کام کے ساتھ
ذاتی تجربہ نے اینجانب کو صحیح اندازہ کرنے کا موقع دیا۔ کہ تغیر زمانہ و حالات نے کیا کیا نئی ضرورتیں اور محتاجیاں پیدا کر دیں
اور ہر امر جو رعایا کی فلاح و بہبودی میں معین پایا گیا اس نے مابدولت کو مزید کوششوں کے طرف راغب کیا ساتھ ہی اینجانب
کو ان اہم مسائل کا بھی پورا احساس ہے جن کے حل و عقد کے لئے بڑی حکمت و دانائی درکار ہے اور ملک کے مادی ذرائع
میں ابتک خاطر خواہ ترقی نہیں ہوئی صنعت و حرفت کی توسیع اور عام تعلیم کی ترقی ہنوز کامل توجہ کے محتاج ہیں۔ وہ
حقیقی ہمدردی اور شفقت آمیز فکر جو اپنی رعایا کے فلاح و بہبود سے متعلق ہے ہمیشہ مابدولت کے مطمح نظر رہی اسکا صحیح
اندازہ ان کارروائیوں سے جو ابتک عمل میں آئی ہیں کافی طور پر نہیں ہو سکتا۔ مابدولت کو ہر وقت خیال رہا کہ جلد
کوئی ایسی صورت نکالی جائے جس سے مابدولت کی رعایا زیادہ خوشحال نظر آئے۔ اور نیز یہ کہ وقتاً فوقتاً قحط کے نمایاں
ہونے سے جن مصائب کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ حتی المقدور اس کا سدباب ہو جائے۔ جب کوئی اہم طرز عمل فوائد عامہ
کے لئے اختیار کیا جائے تو اول شرط کامیابی یہ ہے کہ اس خاص مقصد کے واسطے ایسے طریقے عمل میں لائے جائیں جو
اس کے حصول کے لئے ضروری ہوں کیونکہ اس حکومت کی بنیاد کا انحصار زیادہ تر سلسلہ سیاسیات پر ہے نہ کہ ذاتی
اوصاف حکمرانی پر۔ اس ستائیس برس کے مدید زمانہ میں یعنے جب سے کہ ۱۸۹۲ء کے کانسٹی ٹیوشن پر عمل ہونا شروع
ہوا اس میں بھی بہت سی خرابیاں جو ہر انسان کے اعمال کا خاصہ ہیں بتدریج داخل ہوکر نمو پا گئیں اور جس وقت سے کہ
فرائض مدار المہامی اینجانب خود انجام دے رہے ہیں متعدد اقسام کے نقائص اور کمزوریاں مابدولت پر آشکار ہوئیں
(۷) نظر غائر نے ان نقائص کو عیاں کر کے یہ بھی دکھا دیا کہ کہاں تک وہ اصل مقاصد حاصل نہ ہوئے جو حضرت مرحوم کے
مرکوز خاطر تھے۔ اور جنکے واسطے انھوں نے متعدد تاکیدی احکام جاری فرمائے تھے اولاً صیغہ جات کی باہمی مدد اور
امداد کی کمی ایک ایسا نقص ہے جس سے وقت و محنت کی بربادی اور جس کا لازمی نتیجہ احکام کی فضولی ہے ثانیاً یہ کہ
معمولی مقدمات کے انفصال میں بھی غیر معمولی تعویق ہوتی ہے اور یہ بھی کہ حکومت کے اصل فرائض کا
مفہوم بعض صیغوں میں ناکافی ہونے سے دوسرے صیغوں کے کام میں بیجا دست اندازی
ہوتی ہے جس کا نتیجہ کارروائی میں پیچیدگی و مراسلت میں طوالت ہے اور
یہی ایک سخت خرابی ہے کہ معین المہامان اور مدار المہامان کے کاموں کے

تختہ جات از روے قانونچہ مبارک وقت مقررہ پر پیش کرنا عادتاً
ترک کردیا گیا ہے۔ خرابیاں جو اس طرح منتج ہوئیں ان کا الزام موجودہ
طریقہ کار پر غالباً اسی قدر عائد ہوتا ہے جتنا کہ اور اسباب پر بہر صورت حاصل
یہ ہے کہ طریقہ مذکورہ درستی نظم کے لئے مضر ثابت ہوا صیغہ جات کے کام کی سہولت
اور ان کے باہمی تعلقات میں درستی پیدا کرنے کے لئے قانونچہ مبارک کے دسویں فقرہ کے دوسرے
حصہ میں قواعد کی تدوین کی ہدایت غالباً اس غرض سے کی گئی تھی کہ ان کا طریق عمل ترقی پاکر زمانہ حال کی ضروریات
کو پوری کرسکے لیکن بدقسمتی سے ان قواعد کی تدوین نظر انداز کی گئی اور نظم و نسق کا کام اسی قدیم طریقہ پر چلتا رہا حتیٰ کہ
امتداد زمانہ اور تجربہ نے غلط ثابت کردیا۔ اگرچہ بعض اوقات کیبنٹ کونسل میں روح پھونکنے کی کوشش کی گئی مگر نہ ہوسکا
حکومت کی مشین اپنا کام کرنے سے باز رہ گئی اس کے عملاً بیکار رہ جانے کی یہ وجہ پائی جاتی ہے کہ اس کی حیثیت صرف
ایک مجلس شوریٰ کی تھی۔ اس کو نہ تو اپنے احکام کی تعمیل کرانے کا اختیار تھا اور نہ وہ اپنے احکام کے عملی نتائج کی ذمہ دار تھی
اس کا بحیثیت جزو حکومت تقریباً محو ہو جانا کامیابی کی ان شرائط کی تکمیل میں حارج ہوا ہے ہر ایسی سیاسی تحریک کی بنیاد میں
ہیں جنکے استحکام سے رفاہ عام کی ترقی کے بڑے مقاصد فروغ پاتے ہیں اور اعلیٰ نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ (۸) موجودہ
طرز عمل کے نقائص اور ان کے استیصال کی بہترین تدابیر اور رعایا کی بہبودی کے واسطے نظام مملکت کی ترکیب موزونیت
کے مسائل نے ایک عرصہ سے بندگان عالی کے خیال و فکر کو اپنی طرف متوجہ رکھا ہے اور اب بندگان عالی کو یہ ضرورت محسوس
ہوئی ہے کہ فرائض مدار المہامی کا بڑا حصہ جو گذشتہ پانچسال سے ایجانب کے دست خاص سے انجام پا رہا ہے اب اس سے
بندگان عالی سبکدوش ہوجائیں۔ اور بندگان عالی نے تصفیہ کرلیا ہے کہ کیبنٹ کونسل برخاست کردیجائے اور بندگان عالی کے
قطعی و کامل اقتدار کے تحت حکومت کا کام اور اس کی ذمہ داریاں ایک مجلس کے سپرد کئے جائیں مملکت کے بہترین نظم
کے لئے بندگان عالی کا ارادہ ہے کہ وسعت کے ساتھ زیادہ اجتماعی نہ کہ شخصی اختیارات کا عمل درآمد ہو جیسا بندگان عالی کا
مصمم ارادہ ہے کہ ایک بڑا حصہ ان فرائض کا جسے مدار المہام نے انجام دیا ہے جلد سے جلد اکزیکٹیو کونسل یعنے باب حکومت
...... کے تفویض کیا جائے اس باب حکومت کے اراکین تجربہ کار عہدہ دار ہوں گے۔ اور صدر اعظم وہ ہوں گے
جو سلیقہ و وقعت رکھتے ہوں مزید اختیارات معین المہامان و صدر المہامان جو موقتی لحاظ سے تفویض ہوئے تھے
اور ایسے ہی مزید اختیارات جو معتمدین و مجلس وضع قوانین و صیغہ عدالت کے دفاتر کے متعلق دئے گئے تھے وہ فی الحال
منسوخ کئے گئے۔ اراکین باب حکومت کو جن کا ہر فرد بہ لقب صدر المہام ملقب ہوگا۔ اس وقت سے منفرداً وہی اختیارات
حاصل ہوں گے جو زمانہ مدار المہامی میں معین المہامان کو حاصل تھے۔ الا وہ اختیارات جن کی ترمیم واضح طور سے ضمیمہ جات
الف و ب و ج و دستور العمل باب حکومت منسلکہ فرمان ہذا میں کی گئی ہے مجلس وضع قوانین تا ترمیم مطابق اپنے موجودہ
قواعد پر معمل رہے گی (۹) باب حکومت علاوہ صدر اعظم کے آٹھ اراکین یعنے سات صدر المہامان
صیغہ جات اور ایک صدر المہام اختصاصی پر مشتمل ہوگا۔ اگر اراکین کی تعداد میں
اضافہ مناسب سمجھا جائے گا تو بندگان عالی متعاقب بخوشی اس پر غور کرینگے
ان اراکین میں سے "نائب صدر اعظم" جنکا تقرر بندگان عالی کریں گے۔

صدر اعظم کی غیر موجودگی میں اُن کے فرائض انجام دیگا۔ اور مقدمات کے امثلہ جن کا فیصلہ صدر المہام صیغہ ممبر انچارج کے اختیار سے باہر ہو معتمد اپنے صدر المہام کی رائے کے ساتھ صدر اعظم کے معائنہ کے واسطے ارسال کریگا۔ صدر اعظم حکم مناسب کے بعد ایسے امثلہ کو صدر المہام صیغہ کے توسط سے محکمہ متعلقہ کے معتمد کو واپس کردینگے۔ بپابندی قواعد نافذہ صدر اعظم اس کے مجاز ہوں گے کہ کل امور مندرجہ ضمیمہ الف کا فیصلہ خود کریں۔ اور ان کو اختیار ہوگا کہ ایسے امور میں اراکین باب حکومت کی رائے طلب کریں یا نہ کریں کسی امر محولہ ضمیمہ ب کو صدر اعظم جب باب حکومت میں پیش کریں اس کا فیصلہ بغلبۂ آرا ہوگا اور وہ فیصلہ حکم قطعی سرکار عالی سمجھا جائے گا اور فی الفور صدر اعظم باب حکومت کے نام سے جاری ہوگا۔ ایسی حالت میں کہ صدر اعظم کی طرف غلبۂ آرا نہ ہو وہ اس کے مجاز ہوں گے کہ بلا تاخیر اپنی رائے کے ساتھ مقدمہ مابدولت کے ملاحظہ میں بغرض حکم مناسب پیش کردیں۔ تا صدور حکم اینجانب باب حکومت کی رائے کی اجرائی ملتوی رکھیں صدر اعظم کا فرض ہوگا کہ امور مندرجہ ضمیمہ ج غور کے لئے باب حکومت میں پیش کریں اور مابعد نتائج مباحث آرا اراکین اور خود اپنی توجیہات کو حکم آخر کیلئے مابدولت کے ملاحظہ میں پیش کریں۔ (۱۰) تقررات کے معاملہ میں ہمیشہ یہ امر مابدولت کے مطمح نظر رہتا ہے کہ اس ملک کی رعایا کو غیر ملکیوں پر لازماً ہمیشہ ترجیح دی جائے کیونکہ یہ انکا واجبی حق ہے جسکو پوری طور سے ملحوظ رکھنا ضروری ہے بشرطیکہ وہ ادائی فرائض منصبی کی کافی لیاقت و قابلیت رکھتے ہوں۔ البتہ خاص صورتوں میں جبکہ خاص صفات کے اشخاص کی ضرورت محسوس ہو اس کلیہ سے اغماض ہوسکتا ہے اسلئے اگر آئندہ چل کر اس قسم کا معاملہ پیش آئے تو قبل تقرر مابدولت کی منظوری حاصل کرنا لابد ہوگا۔ (۱۱) کل ایسے قواعد و ضوابط جو اس وقت نافذ مگر قواعد متعلقہ فرمان ہذا کے متناقض ہیں بقدر تخالف منسوخ کئے گئے این جانب کے اقتدارات شاہی اور قطعی اختیارات تنسیخ (ویٹو) پر اس فرمان کا یا اس کے ذیلی قواعد کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اور ان اقتدارات و اختیارات کو این جانب جس وقت اور جس طرح مناسب سمجھیں گے استعمال فرمائیں گے۔ (۱۲) مابدولت کا منشاء اس فرمان کے اعلان سے یہ ہے کہ ان اختیارات و اقتدارات منتقلہ کے فوائد سے جو ایک اچھی گورنمنٹ کی ضروریات کے موافق ہوں حتی الوسع اپنی عزیز رعایا کو بہرہ اندوز کیا جائے اور سرکاری ملازمین کی انتظامی ذمہ داریوں کے دائرہ کی توسیع اور انکی نوعیت کی اصلاح کی جائے۔ اور مابدولت کے عہدہ دار اور غیر عہدہ داران کے مابین ارتباط کے زیادہ مواقع پیدا کئے جائیں تاکہ رعایا کے فلاح و بہبود کے مشترکہ کام میں سہولت اور اس قدیم حکومت کی کامیابی و نیک نامی ہو۔ مابدولت اپنے تمام ملازمین کو بطور خاص متنبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے مقررہ خدمات کی انجام دہی میں احساس فرائض و حب الوطنی اور نہایت دلچسپی و انہماک سے کام لیں۔ اور ہر فرد کو خواہ عہدہ دار سرکاری ہو یا نہ ہو سمجھ لینا چاہئے کہ مابدولت کی رعایا کے خوش و خرم رکھنے اور فارغ البال بنانے میں جہاں تک اُسے موقع ملے حصہ لے۔ فقط

دستخط مبارک ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۸ ہجری

شرح دستخط	شرح دستخط
فخر الدین احمد خان صاحب منصرم معتمد فینانس	امین جنگ بہادر صدر المہام پیشی

انتظام مملکت کے صیغہ جات کے تعین اور ان کے متعلقہ سررشتوں کی تقسیم کے بارہ میں ایک کمیٹی کی رائے جو میرے ملاحظہ میں گزرانی گئی ہے اس پر میں نے غور کیا ہر صیغہ کے کام کی نوعیت و کثرت کے مدنظر اسکے ماتحت سررشتہ جات کی تقسیم حسب ذیل منظور کیجاتی ہے:

(۱) صیغہ قانونی:- مجلس وضع قوانین (۲) مشورہ قانونی (۳) جوڈیشل کمیٹی۔

(۲) صیغہ فینانس:- (۱) فینانس (۲) محاسبی (۳) خزانہ جات (۴) دارالضرب و اسٹامپ سازی (۵) برقی کارخانہ (۶) ریلوے۔

(۳) صیغہ عدالت:- (۱) عدالت (۲) کوتوالی (۳) محابس (۴) طبابت (۵) تعلیمات (بشمول عثمانیہ یونیورسٹی و مدرسہ نظامیہ)

(۴) صیغہ فوج:- (۱) افواج باقاعدہ (۲) فوج بیقاعدہ (۳) علاج حیوانات (۴) طبابت۔

(۵) صیغہ مالی:- (۱) مالگزاری (۲) کورٹ آف وارڈز (۳) جاگیرات و انعامات (۴) نگرانی انتظام مالگزاری و قحط۔ (۵) پیمایش بندوبست (۶) جنگلات (۷) کروڑگیری۔

(۶) صیغہ تعمیرات:- (۱) سڑک و عمارات (۲) آبپاشی (۳) انسداد طغیانی (۴) آبرسانی (۵) ٹیلیفون (۶) آثار قدیمہ (۷) رجسٹریشن و اسٹامپ (۸) امور مذہبی۔

(۷) صیغہ سیاسیات:- (۱) پولیٹیکل امور (۲) مجلس صفائی اندرون و بیرون بلدہ (۳) مجلس آرائش بلدہ (۴) باغ عامہ

(۸) صیغہ تجارت و حرفت:- (۱) آبکاری (۲) معدنیات (۳) زراعت (۴) تجارت و حرفت (۵) قرضۂ امداد باہمی (۶) میونسپلٹی ہائے اضلاع و لوکلفنڈ۔

دستخط مبارک۔ ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۸ھ

شرحہ دستخط امین جنگ بہادر صدر المہامی دفتر پیشی

شرحہ دستخط فخرالدین احمد خان صاحب مصرم معتمد فینانس

شرحہ دستخط میر فیض الرحمان صاحب مددگار معتمد فینانس

قومی و ملکی ترقی کیا ہے؟

افراد قوم کی محنت و مشقت کی ایک اجتماعی حالت ہے، سرگرمی و راستبازی کے بغیر قوم کا زوال سے دوچار ہونا لابدی ہے جو قوم اپنے مستقبل کو پیش نظر نہیں رکھتی وہ جلد یا دیر میں زوال پذیر ہوگی۔ یہ ضروری ہے کہ ہر ایک قوم مستقبل میں عروج حاصل کرنے کی امید باندھے۔ اگر وہ اس قسم کی امید نہ باندھے گی تو اس کا حشر نہایت افسوسناک ہوگا کیونکہ دنیا امید پہ قائم ہے۔ ڈوبتے کے لئے ایک تنکہ کا سہارا بہت ہوتا ہے ہر ایک

مولفہ محمد فاضل

قوم کو اپنے افراد کی زندگی کی راہیں نکالنی چاہئیں۔ اگر کوئی قوم
یہ سمجھ کر ہاتھ پر ہاتھ باندھے بیٹھی رہے کہ وہ جس قدر ترقی کر سکتی تھی
کر چکی اور اس سے زیادہ اور کچھ ممکن نہیں ہے تو اس میں شبہ نہیں ہے کہ
اس قوم کا زوال قریب تر ہے۔ تواریخ میں اس کی بہت مثالیں موجود ہیں۔ بابل اور
رومتہ الکبریٰ اور یونان کی سلطنتوں کا کیا حشر ہوا انہوں نے تو نہایت تیزی کے ساتھ ترقی کی لیکن جب وہ
اس خیال میں مست ہو گئیں کہ انکو معراج ترقی حاصل ہو گیا تو انہوں نے عیش و عشرت میں پڑکر اپنے تئیں زیادہ تباہ وبرباد
کر دیا۔ جرمن کا جو حشر ہوا وہ بھی ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ جو قوم عروج حاصل کرنے کی خواہشمند ہو تو
اس کے ہر فرد کا محنت و مشقت سے گریز کرنا اس کے حق میں مہلک ثابت ہوگا۔ اور ملک کی تباہی کا باعث۔ پس قومی
اور ملکی ترقیوں کے دلدادہ حضرات کو چاہئے کہ وہ اپنے ملک کے مستقبل کو شاندار بنانے کے لئے ترقی زراعت و صنعت
و حرفت۔ اور تجارت میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں۔ بقول حضرت حالیؔ۔

آبرو اسمیں ہے شان اسمیں ہے عزت اس میں | فخر اسمیں ہے شرف اسمیں شرافت اس میں
پیشہ سیکھیں کوئی فن سیکھیں صناعت سیکھیں | کاشتکاری کریں آئین فلاحت سیکھیں
گھر سے نکلیں کہیں آداب ولیاقت سیکھیں | الغرض مرد بنیں جرأت و ہمت سیکھیں
کہیں تسلیم کریں جا کے نہ آداب کریں | خود وسیلہ بنیں اور اپنی مدد آپ کریں

(از مولوی محمد آحمد خانصاحب بر تر وکیل مصنف عظم اللغات (قانونی اردو) وغیرہ مؤسس مہتمم دار التصنیف حیدرآباد دکن)

عہد عثمانی میں سررشتہ انجمنہائے امداد باہمی کا قیام اور اسکے فوائد

دنیا کے اندر یورپ نے اتحاد و امداد باہمی کے ذریعہ زراعت و صنعت و حرفت و تجارت میں ہر اعتبار سے جو ترقی حاصل کی ہے وہ کسی
فرد بشر سے پوشیدہ نہیں ہے ایشیائی ممالک میں ہندوستان جیسا آباد ملک جسمیں دکن بھی شامل ہے ترقیوں کے نظر کرتے سب سے زیادہ
پیٹ کے بل چلنے والا یہی ایک ہے حالانکہ قدرت کی فیاضیوں نے جو نعمتیں اس کو بخشی ہیں وہ شاید ہی کسی ملک کو حاصل ہوں
لیکن اہل ملک ان نعمتوں سے مستفاد ہونے کے بجائے مستبعد ہو رہے ہیں جو ان کی بدقسمتی پر دلالت کرتا ہے۔ اب بھی ان غفلتوں سے
بیدار ہونے کے لئے وقت باقی ہے۔ اور اپنے پیروں کی خداداد طاقت پر اٹھکر میدان عمل میں گامزن ہونے کے واسطے کسی قسم
کی مزاحمت نہیں ہے خصوصاً اہل دکن کے لئے تو وہ سہولتیں اور شاہراہیں اپنے آقا و ولی نعمت اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مد ظلہ العالی کے
ظل عاطفت و حکومت کی بدولت نصیب ہیں جو ظاہر ہیں۔ اہل ملک کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اہل یورپ کو
جو ترقیات نصیب ہوئی ہیں وہ باوجود ان کے حضیض ادبار میں گرفتار ہونیکے بتدریج حاصل
ہوئی ہیں اگرچہ انکی تدریجی رفتار ترقی میں بہت کچھ وقتوں کا سامنا رہا ہے
لیکن انکی استقامت تدبر عزم بالجزم ثابت قدمی انکے ارادوں اور

مولفہ محمد فاضل
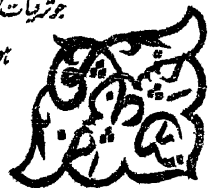
ترقیوں کی مویّد رہی ہے جس کی بدولت آج اہل یورپ کو
دنیا میں وہ تفوق حاصل ہے جو ایشیا میں کسی اہل ملک کو نہیں۔ میں
اسوقت نمونتاً اٹلی کے ان نازک حالات کا ذکر اس محل پر کردینا مناسب
خیال کرتا ہوں جو مسٹر جان کینی سابق ناظم زراعت ملک سرکار عالی نے اپنی کتاب
"انٹنسیو فارمنگ انڈیا" میں فرمایا ہے۔

"اٹلی کے مزارعین دیگر مغربی ممالک کے مزارعین سے بھی بدتر حالت میں تھے عوام کی یہ کیفیت تھی کہ غربت اور فلاکت کے مرض میں مبتلا تھے اور انقلاب سیاست سے اس کی جڑیں مضبوط ہوگئی تھیں۔ اس انقلاب کا بوجھ ملک کے ان مزارعین کی گردنوں پر تھا جو اکثر چھوٹی چھوٹی اراضیات کے مالک تھے۔ ان میں بعض اضلاع کے اکثر مالکان اراضی ایسے بھی تھے کہ فیصدی پچیس پاؤ پاؤ ایکر زمین پر قابض تھے یورپ میں اگر کوئی بربادی کی سرحد پر لگ چکا تھا تو وہ اٹلی ہی تھا۔ اگر کہیں زراعت کی حالت ناگفتہ بہ تھی تو وہ اسی اٹلی کی متحدہ جماعت مزارعین کی تھی تموّل نام کو بھی نہ تھا اہل تمول جنھوں نے داد و ستد جاری رکھی تھی یہودی تھے" اہل اٹلی ان کے سودی لین دین میں کچھ ایسے گرفتار تھے کہ ان کے چنگل سے نجات ہی نہیں ملتی تھی الغرض زراعتی تنزل کی حیثیت سے یا دیگر حیثیتوں سے یورپ کے اندر اٹلی ادبار مالی و ملکی کا اپنی آپ نظیر تھا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ تمول کا یہ حال ہے اور امریکہ کی جدید زمینات کی پیداوار کی درآمد بکثرت یورپ میں ہو رہی ہے تو انکو اپنے نقصانات کا خود بخود احساس ہونے لگا اور آنکھیں کھل گئیں اسوقت تک قومی اتفاق کا فخر اٹلی کو حاصل نہ تھا اپنے نقصانات کا علاج خود ان کو سوچنا پڑا انھوں نے اپنی فلاح متفقہ اور متحدہ مساعی میں دیکھی۔ چنانچہ انھوں نے بیدار مغزی سے زراعتی۔ اور صنعتی و حرفتی نوائد سے بہرہ اندوزی انجمن اتحاد امداد باہمی کے قیام میں سمجھی۔ اور ان کے قیام کو ایسا لابدی خیال کیا کہ بجز اسکے تلافی نقصانات اور ترقی ناممکن ہے۔ تو پس بلحاظ نوعیت زراعت کے انتظام کی انجمنوں کا انعقاد علحدہ کیا۔ اور اسی طرح صنعت و حرفت کی انجمنوں کا علحدہ۔ الحاصل ہر نوعیت کے اعتبار سے انجمن ہائے انتظامی علحدہ علحدہ قایم کی گئیں اور ان کے چلانے کے لئے روپیہ کی جیسی کچھ ضرورت تھی اس کا احساس بھی ان کو ہو چکا تھا۔ بجز امداد زر کے انتظامی انجمنیں چل نہ سکتی تھیں۔ ان کے ساتھ انجمن ہائے خزائن امداد باہمی کا قیام بھی منظور کرلیا جن میں ملک کے افراد ذی ثروت کو خواہ وہ چھوٹی حیثیت کے ہوں یا بڑی حیثیت کے باقاعدہ طریقہ سے شریک ہونے کا موقع حاصل ہوا گویا اس طریقہ عمل اتحاد باہمی سے اپنی کمزوریوں کا علاج اپنا آپ ہی اہل اٹلی نے کرلیا یہی ذرائع تھے جو اہل اٹلی کی مادی حالت کو تنزل سے ترقی کے زینہ پر پہونچا دیئے۔ چندسال پیشتر اٹلی میں (۷۵۶) بنک تھے اور ان کے کل اراکین کی تعداد (۳۸۱۰۰) تھی اور رقم سرمایہ ستانون لاکھ پندرہ ہزار روپیہ تھی۔ اسی طرح وہی خزائن امداد باہمی (۱۰۵۰) تھے اور ان کے اراکین بچانوے ہزار تھے۔ سرمایہ تین لاکھ پچھتر ہزار روپیہ کا تھا۔ انجمنہائے انتظامی اتحاد باہمی مزارعین کی تعداد (۱۹۲) تھی اور اراکین کی تعداد (۴۵۰۰) تھی۔" پس اب ہمکو غور کرنا چاہئے کہ اہل یورپ نے بھی جو ترقی اپنے اتحاد و امداد باہمی کے
ذریعہ کی ہے وہ اپنی جن مصائب خیز غفلتوں سے بیدار ہونے کے بعد کی ہے۔ انکا
انکشاف واقعات اٹلی میں کردیا گیا ہے۔ صرف اسی ایک سلطنت کے ایسے واقعات
ہیں۔ یورپ کی اور دیگر سلطنتوں کے واقعات بھی کم و بیش ان
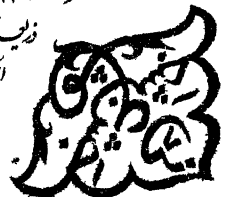
قبیل ہی ہیں جنھوں نے اس طریقہ کو کام میں لاکر اپنی مادی طاقتوں میں ترقیات حاصل کی ہیں۔ ہندوستان کے حالات موجودہ پر نظر ڈالی جائے یا دکن کے حالات پر لیکن بہ نسبت حالات سابقہ اہل یورپ کے بدرجہا غنیمت ہیں قدرت کی فیاضیوں نے ان کو کیا بلحاظ زراعت اور کیا باعتبار صنعت و حرفت غیر ممالک کی امداد کا محتاج نہیں رکھا ہے۔ لیکن انکی غفلت و لاپروائی ان پر ایسی طاری ہے کہ ابھی وہ اس سے چونک نہیں رہے ہیں۔ خداوند عالم انکو جلد ان غفلتوں اور لاپروائیوں سے بیدار فرمائے۔ اہل دکن خوش نصیب ہیں کہ انکی صلاح و فلاح کے ہر ممکن طریقہ کو عمل میں لانے کے لئے ایسے بادشاہ ظل اللہ کا سایۂ عاطفت نصیب ہوا ہے کہ لاکھوں اور کروڑہا روپیہ صرف ہو رہا ہے۔ اور ان کی مادی حالت میں ترقی ہونے کے لئے سررشتہ انجمن ہائے امداد باہمی کو قائم فرما دیا ہے اور اسکے جملہ انتظامات ہمدرد و ملک تعلیم یافتہ بیدار مغز اعلیٰ عہدہ داروں کے حیطۂ اقتدار میں دئے گئے ہیں جنکی ہمہ تن مصروفیت سے کافی انجمنوں کا قیام اضلاع اور تعلقات اور دیہات میں ہو چکا ہے جو نہایت کامیابی کے ساتھ طبقات مزارعین اہل پیشہ و دیگر صنعت و حرفت اور تجارت کی امداد میں اپنے اوقات و فرائض صرف کر رہے ہیں۔ اور انجمنوں کے فرائض کی نگرانی کے لئے تعلقات و اضلاع پر سب انسپکٹر و انسپکٹر اور اسسمات پر اسسٹنٹ مامور و کارگزار ہیں۔ سب انسپکٹر و انسپکٹر صاحبان ماہانہ دورہ کرتے ہیں اہل ملک کو ان کی زبان میں فوائد و قواعد اتحاد امداد باہمی کی اشاعت اور تفہیم اپنے دلچسپ اور دلآویز لکچرز اور تقاریر کے ساتھ جس خوش اسلوبی سے کرتے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ سررشتہ اتحاد امداد باہمی خوش اسلوبی اور عمدگی کے ساتھ ترقی کر رہا ہے ناظم صاحب سررشتہ اتحاد باہمی کی خدمات بلحاظ ان ترقیوں کے جو یوماً فیوماً ملک میں ہو رہی ہیں جنکی رفتار نہایت تیزی پر ہے جن میں آپ کی ہمہ تن مصروفیت اور اعلیٰ قابلیت کا بہت بڑا حصہ شامل ہے قابل ستائش ہے اور امید کی جاتی ہے کہ آپ کی حسن توجہ سے اہل ملک کی مادی ترقیات میں بہت سہولتیں حاصل ہوں گی جس کی وجہ ملک جلد ایک ممتاز قابلیت پیدا کرے گا۔ اور آپ کی نظامت کا زمانہ ان ترقیات کے نظر کرتے تاریخ دکن میں ایک یادگار قابل ہوگا۔

باغات کی کثرت سے میوہ جات کی فراوانی

اعلیحضرت کی تخت نشینی سے قبل حیدرآباد میں میوؤں کی قلت تھی جسقدر باغات یہاں تھے۔ ان کے اثمار مالکان باغات سے بچکر دوسروں کیلئے بالکل ناکافی تھے۔ اکثر بیرون ممالک سے میوہ یہاں آتا تھا۔ اور بہت گراں فروخت ہوتا تھا۔ جس سے عوام خاطر خواہ مستفید نہیں ہو سکتے تھے۔ مبارک عہد عثمانی میں اولاً وسیع ذرایع آبپاشی پیدا کئے گئے اور ان سے ہر سو نہریں نکالی گئیں۔ پھر محکمہ زراعت کی ترغیب و توجہ سے۔ (جو محکمہ عہد ہمایوں ہی میں قائم ہوا ہے) رعایا میں باغات کا شوق پیدا ہوا چنانچہ ملک کے طول و عرض میں باغات کی کثرت و میوہ جات کی فراوانی بسرعت ہوگئی۔ اب ہر قسم کا میوہ سستے دام بہا ملتا ہے۔ امیر غریب یکساں طور پر تمر ہوری کے مزہ لوٹتے ہیں۔ اگرچہ حیدرآباد پہلے سے ہندوستان میں باغات کیلئے مشہور ہے مگر اس میں دونا اضافہ ہو کر اب یک گونہ یہاں کی مرفع الحال رعایا کیلئے کفتی ہونا عیاں ہے۔ فقط
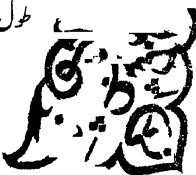
مرتبہ محمد فضل

چمن واقع افضل گنج

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

باغ عامہ قدیم کا دلفریب منظر

مقبرہ رابعہ دورانی (واقع اورنگ آباد)

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دکن کا عروج

از جناب مولوی محمد عبد الرزاق صاحب راشدؔ ایچ سی ایس مددگار معتمد فینانس سرکار عالی

آج ملک اپنے اوج پر جتنا فخر کرے ریبا ہے اور قوم اپنے بخت پر جس قدر ناز کرے بجا ہے کیونکہ آج اس جہانبان آسمان تمکین کا جشن سیمیں ہے جس کی سلطنت کا ذرہ ذرہ آفتاب آثار ہے جسکی مملکت اجتماعِ اہل علم وفضل وکمال کے باعث گویا اکبری دربار ہے جو عہد حاضرہ میں عظمتِ دیرینۂ ہند کی تنہا یادگار ہے۔ آج بلا تفریق مذہب وملت ریاست دکن کے تمام باشندوں کے دل غیر معمولی مسرت سے معمور ہیں۔ ہر جگہ اعلیٰ حضرت بندگان عالی کی ہر دلعزیز حکمرانی کے تذکرے اور نشاط افزا مبارک جشن کے چرچے ہو رہے ہیں۔ مسلح فوجیں صف بستہ تہنیت کو کھڑی ہیں۔ توپیں عظمت شاہی کا اعلان کرکے سرہو رہی ہیں۔ اعیان وارکانِ دولت کے قلوب میں غیر متزلزل عقیدتمندی اور وفا کیشی کے جذبات موجزن ہیں۔ ذرا دیکھئے کہ آخر ممالک محروسہ کی ساری رعایا کو بادشاہِ دکن کے ساتھ اس قدر ارادت کیوں ہے؟

یوں توجب سے نظام الملک آصفجاہ اول نے صوبۂ دکن کی عنانِ حکومت اپنے قوی ہاتھوں میں لی اس وقت سے آج تک ہر فرمانروائے دکن کا نصب العین یہ رہا ہے کہ "ملک آباد اور رعیت شاد رہے" لیکن واہب العطایا نے اس بلند وبزرگ نصب العین کی تکمیل آصف سابع اعلیحضرت نواب میر عثمان علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ کی ذات بابرکت کے ساتھ مخصوص کردی حیدرآباد دکن کو اس سے قبل ایسا عروج اور حکومت کو ایسا فروغ کبھی میسر نہ ہوا تھا۔ یہ چہل پہل۔ یہ لہر بہر۔ یہ اوج وموج جو آج دیدہ افروز ہے محض اعلیٰحضرت کی ذاتی اور بے نظیر قابلیت وخداداد حکمت کی بدولت ہے۔ حضرت سلطان العلوم کے جذبات وخیالات میں الہامی کیفیتیں نظر آرہی ہیں چنانچہ کلام دلنشیں نہ صرف دکن میں بلکہ سارے ہندوستان وافغانستان وایران میں زبان زد ہوکر اعجاز مسیحائی دکھا چکا ہے۔ ہر وہ لفظ جو زبان فیض ترجمان سے نکلتا ہے گنجینۂ معانی ہوتا ہے۔ اور وہ خیال جو قلب آئینہ تمثال میں آتا ہے عکسِ جمال بن کر خلق اللہ کے دلوں میں اتر تا ہے۔ یہ عکسِ جمیل تصویر مانی سے بہتر اور یہ نقشِ بدیع مرقع بہزاد سے خوشتر ہے۔ ہیچمداں راشدؔ کی زبان میں طاقت ہے اور نہ قلم میں قدرت کہ عہد ہمایوں کے تمام نقش ونگار صفحۂ قرطاس پر کھینچ سکے۔ ذات ہمایونی کی بیشمار خصوصیتوں کے منجملہ ایک آدھ خصوصیت کا بھی نقشہ اتر جائے تو ہیچمیرز کی خوش نصیبی ہے۔

حضور پرنور کی سب سے بڑی اور بیمثال صفت بیداری ہے اور پھر رواداری اس درجہ کمال پر پہونچی ہوئی ہے کہ۔

مسلکِ صلح کل سے جوڑے ہیں ✽ ایک رشتہ میں سبحہ وزنار
جس سے مربوط رشتۂ اقوام ✽ جس سے مضبوط سلطنت کا حصار

مرتبہ محمد افضل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دکن کا عروج

از جناب مولوی محمد عبدالرزاق صاحب راشد ایچ۔ سی۔ ایس مددگار معتمد فینانس سرکار عالی

آج ملک اپنے اوج پر جتنا فخر کرے زیبا ہے اور قوم اپنے بخت پر جس قدر ناز کرے بجا ہے کیونکہ آج اس جہانبان آسمان تمکین کا جشن سیمیں ہے جس کی سلطنت کا ذرہ ذرہ آفتاب آثار ہے جسکی مملکت اجتماعِ اہل علم و فضل و کمال کے باعث گویا اکبری دربار ہے جو عہد حاضرہ میں عظمتِ دیرینۂ ہند کی تنہا یادگار ہے۔ آج بلا تفریق مذہب و ملت ریاست دکن کے تمام باشندوں کے دل غیر معمولی مسرت سے معمور ہیں۔ ہر جگہ اعلیٰحضرت بندگان عالی کی ہر دلعزیز حکمرانی کے تذکرے اور نشاط افزا مبارک جشن کے چرچے ہو رہے ہیں۔ مسلح توپیں صف بستہ تہنیت کو کھڑی ہیں۔ توپیں عظمت شاہی کا اعلان کرکے سر ہو رہی ہیں۔ اعیان و ارکان دولت کے قلوب میں غیر متزلزل عقیدتمندی اور وفا کیشی کے جذبات موجزن ہیں۔ ذرا دیکھئے کہ آخر ممالک محروسہ کی ساری رعایا کو بادشاہ دکن کے ساتھ اس قدر ارادت کیوں ہے؟

یوں تو جب سے نظام الملک آصفجاہ اول نے صوبۂ دکن کی عنانِ حکومت اپنے قوی ہاتھوں میں لی اس وقت سے آج تک ہر فرمانروائے دکن کا نصب العین یہ رہا ہے کہ "ملک آباد اور رعیت شاد رہے" لیکن واہب العطایا نے اس بلند و بزرگ نصب العین کی تکمیل آصف سابع اعلیٰحضرت نواب میر عثمان علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ کی ذات بابرکت کے ساتھ مخصوص کردی حیدرآباد دکن کو اس سے قبل ایسا عروج اور حکومت کو ایسا فروغ کبھی میسر نہ ہوا تھا۔ یہ چہل پہل۔ یہ لہر بہر یہ اوج و موج جو آج دیدہ افروز ہے محض اعلیٰحضرت کی ذاتی اور بے نظیر قابلیت و خداداد حکمت کی بدولت ہے۔ حضرت سلطان العلوم کے جذبات و خیالات میں الہامی کیفیتیں نظر آ رہی ہیں چنانچہ کلام دلنشیں نہ صرف دکن میں بلکہ سارے ہندوستان و افغانستان و ایران میں زبان زد ہو کر اعجاز مسیحائی دکھا چکا ہے۔ ہر وہ لفظ جو زبان فیض ترجمان سے نکلتا ہے گنجینۂ معانی ہوتا ہے۔ اور وہ خیال جو قلب آئینہ تمثال میں آتا ہے عکسِ جمال بن کر خلق اللہ کے دلوں میں اترتا ہے۔ یہ عکسِ جمیل تصویر مانی سے بہتر اور یہ نقشِ بدیع مرقع بہزاد سے خوشتر ہے۔ ہیچمداں راشد کی زبان میں طاقت ہے اور نہ قلم میں قدرت کہ عہد ہمایوں کے تمام نقش و نگار صفحۂ قرطاس پر کھینچ سکے۔ ذات ہمایونی کی بیشمار خصوصیتوں کے منجملہ ایک آدھ خصوصیت کا بھی نقشہ اتر جائے تو ہیچمیرز کی خوش نصیبی ہے۔

حضور پر نور کی سب سے بڑی اور بے مثال صفت بیداری ہے اور پھر رواداری اس درجہ کمال پر پہونچی ہوئی ہے کہ۔

مسلکِ صلح کل سے جوڑے ہیں ✿ ایک رشتہ میں سبحہ و زنار
جس سے مربوط رشتۂ اقوام ✿ جس سے مضبوط سلطنت کا حصار

رقمہ محمد فاضل

Two Views

Banjara Hill

بنجارہ ہل کے دو مناظر جس کا نام جوبلی ہل رکھا گیا ہے

بنسی لعل سیٹ

حراہ آب سرکار عالی

شاہراہ پتھر گٹی بجانب چارمینار

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

قصر شاہی

راستہ گلزار حوض کالی کمان سے کمان سحر باطل کیجانب
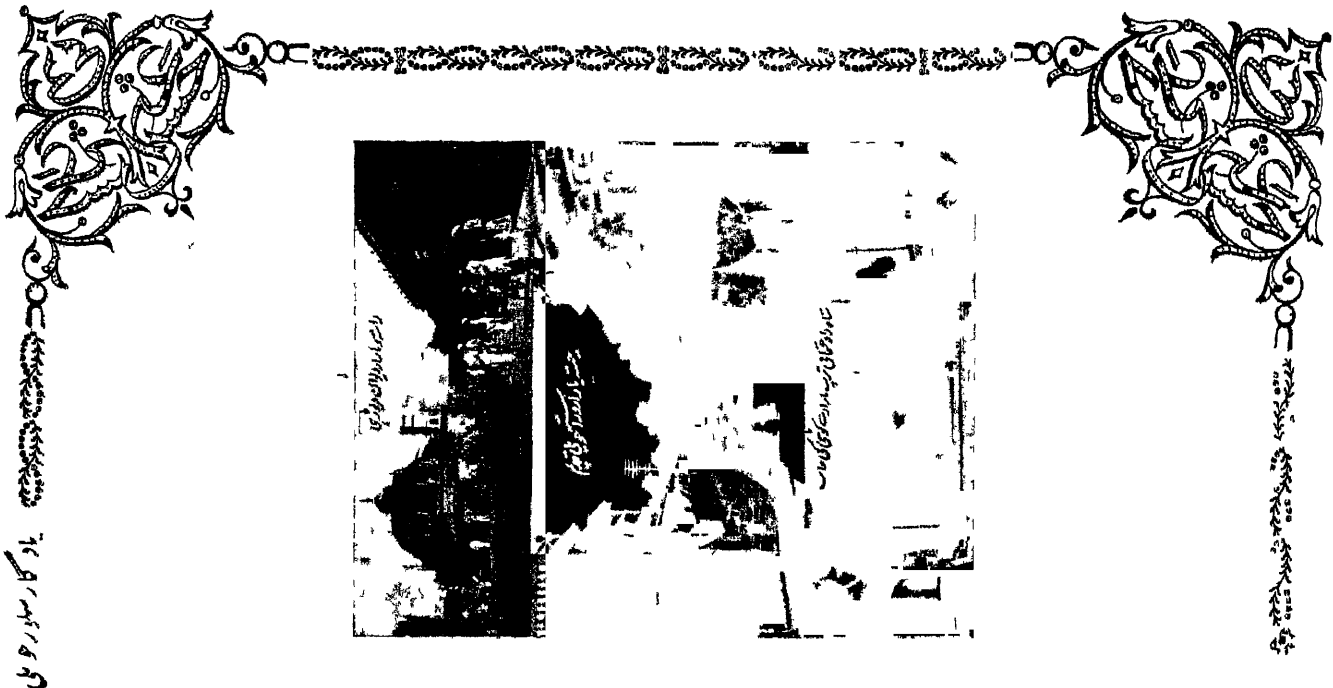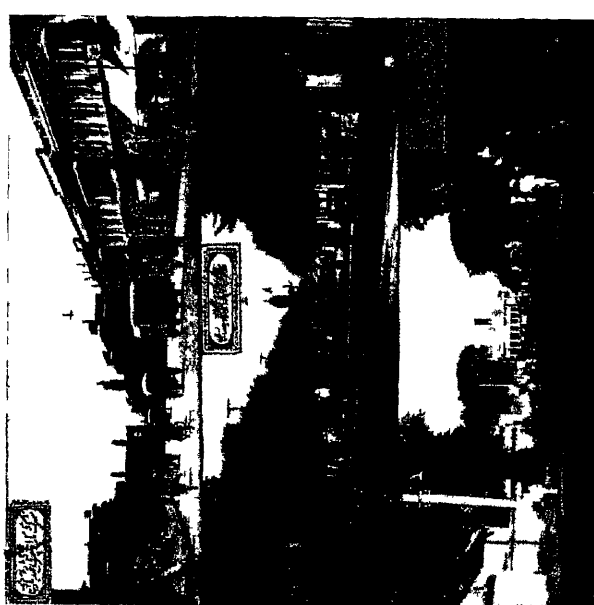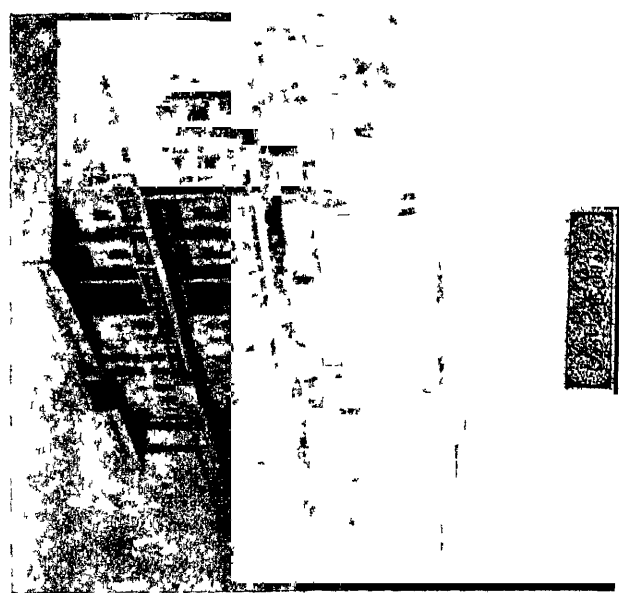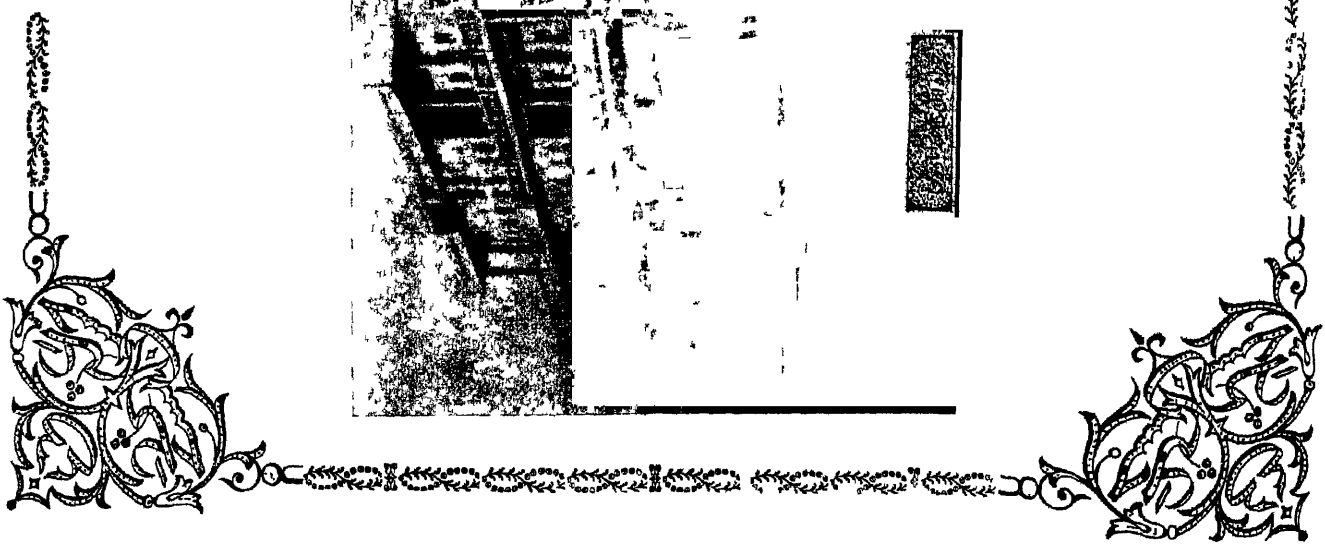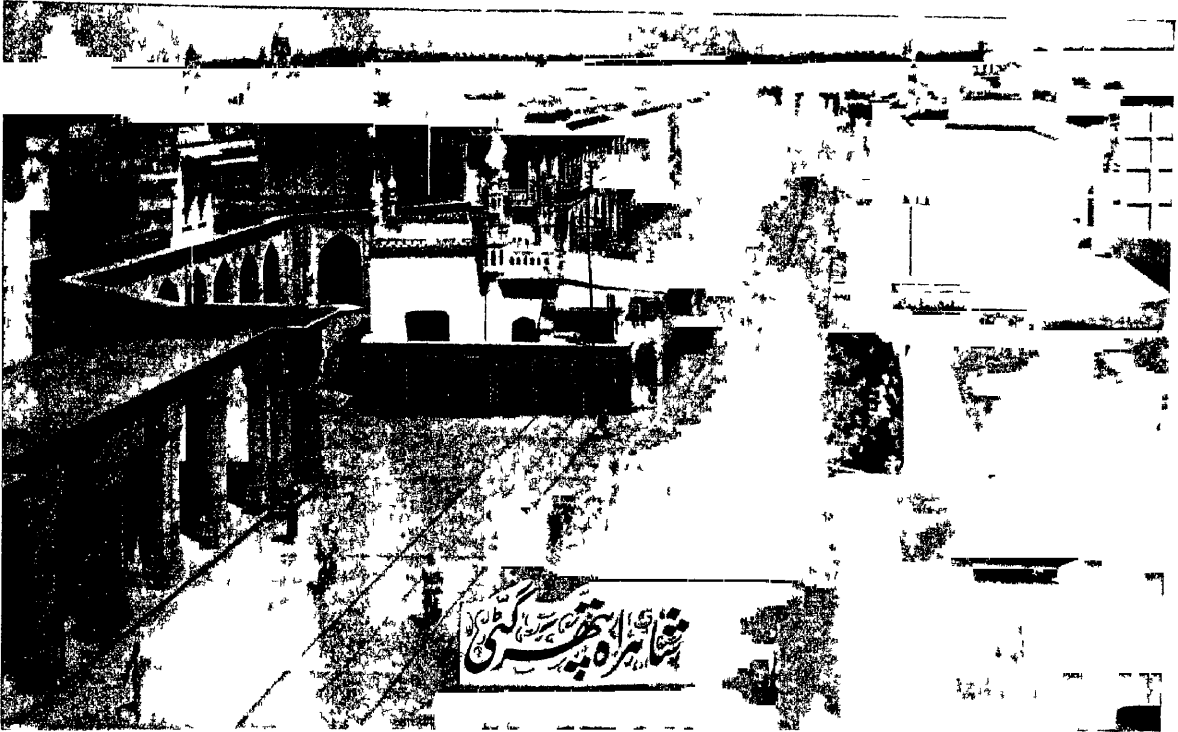
سلطنت اور حکومت

سلطنت (یعنی اسٹیٹ) اور حکومت (یعنی گورنمنٹ) میں کیا فرق ہے یہ جاننا نہایت ضروری ہے۔ سلطنت سے مقصود یہ ہے کہ کسی محدود قطعہ میں انسانی افراد کی کوئی جماعت آباد ہو اور اس پر کوئی حکمراں قوت موجود ہو۔ عام اس سے کہ حکمراں قوت اکثریت کے ہاتھ ہو یا اقلیت کے ہاتھ میں ہو یا فرد واحد کے ہاتھ میں۔ یہ قوت باقی تمام لوگوں پر غالب و حاوی ہے۔ سلطنت کے وجود کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں حکم۔ اور اطاعت۔ جہاں کہیں حکم کرنے والی قوت اور اطاعت کرنے والی جماعت موجود ہو کہا جائے گا کہ سلطنت موجود ہے یا یوں سمجھو کہ سلطنت حاکم اور محکوم کے مجموعہ کا نام ہے۔ رہی حکومت تو اس شخص یا جماعت کا نام ہے جس کے ہاتھ میں حکمران قوت رہتی ہے۔

حکومت اور افراد

حکومت کو افراد پر کس قسم کا اقتدار حاصل ہونا چاہئے اور افراد کو حکومت کے کیسے مطیع رہنا چاہئے اس کے سمجھنے کے لئے یہ معلوم کرلینا ضروری ہے کہ فرد اور سلطنت یا قوم کے درمیان کیا تعلق ہے علماء سیاست کا ایک گروہ کہتا ہے کہ فرد اور سلطنت کا باہمی تعلق ایک مضبوط طبعی زنجیر ہے یہ تعلق ویسا ہی ہے۔ جیسا مختلف اعضاء کا جسم سے ہوتا ہے۔ اس گروہ کا خیال ہے کہ سلطنت کا اوس وقت سے وجود ہے جب سے کہ انسان کی جماعتی زندگی کا آغاز ہوا۔ شروع میں جب انسان وحشت کی حالت میں تھا تو اس وقت سلطنت بھی ابتدائی حالت میں تھی جو قبیلہ اور گروہ میں تقسیم ہو کر قبیلہ وار سلطنت بنی ہوئی تھی کیونکہ سلطنت کی یہ تعریف کہ "حاکم و محکوم موجود ہوں" قبیلہ پر صادق آتی ہے۔ غرض کہ اس گروہ کا مذہب و کامل اعتقاد ہے کہ فرد اور سلطنت میں ہرگز تفریق نہیں ہوسکتی۔ جس کے بموجب سلطنت میں زندہ جسم کی طرح لگاتار نمو ہوتا رہتا ہے یہی دائمی نمو نظام اجتماعی کی ترقی کا باعث حقیقی ہے۔

آصف
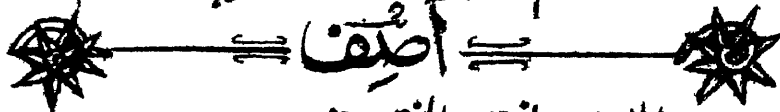
بہ اطاعت بہ دیانت بہ امانت ہر دم
چاہئے پاس نمک سارے نمکخواروں کو
مالک و ملک کا ہر حال میں رہتا ہے خیال
خیر اندیش ہوا خواہ وفاداروں کو

مرتبہ محمد فاضل
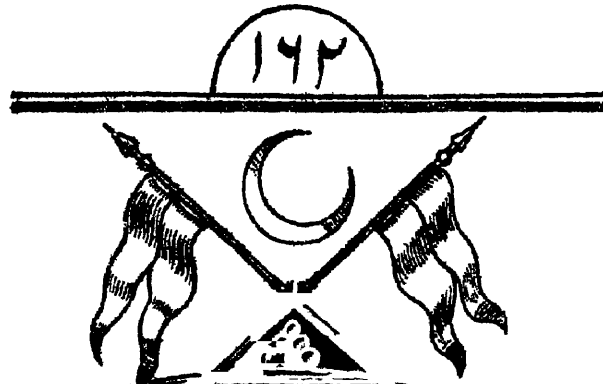
آصف جاہ اول کا اعلان خود مختاری نہ صرف تاریخ دکن بلکہ تاریخ ہند میں انقلاب آفریں واقعات سے ہے جنھوں نے اس ملک کی سیاست وتمدن پر گہرے اثرات سے داغ بیل ڈالی۔ اس کا نتیجہ ہے کہ آج اہل دکن تمدن کے شاندار آثار ومشاہد کے درمیان بیٹھے ہیں یہ اس اعلان خود مختاری کی برکت ہے کہ قابل فخر تہذیب کامل تباہی سے بچ گئی جو دکن میں ہندو مسلم اشتراک عمل سے کئی صدیوں کے اندر پیدا ہوئی تھی - اگر ایسا نہ ہوتا تو تہذیب برباد ہو جاتی اور تمدن مٹ جاتا۔ اور موجودہ حالت بالکل مختلف ہوتی جس کو ہر ایک متمدن تہذیب یافتہ بخوبی محسوس کر سکتا ہے - اس واقعہ کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں وہ محض یوروپین مورخین کے ناموافق نظریہ کی جس کو انھوں نے اپنی سیرت کے نقطۂ نظر سے دیکھا- اور جا بجا رنگ دیا۔ تاریخ کا صحیح مطالعہ تبلاتا ہے کہ جنوبی دکن کی اسوقت موجودہ فضاء کے مطمح نظر آصفجاہ اول نے حریفوں سے اہل دکن کو بچا کر ہمیشہ کے لئے امن کا پیام دیا - اور حکومت شاہی کو مقبولیت کا استحکام بخشا- جن کی سیدار مغز سیاست و وفاداری کی نظیر نہیں ملسکتی-

حیدرآباد سے جس قدر معاہدات ہیں وہ کسی نوع سے ایسے نہیں ہیں جن کی نسبت یہ کہا جا سکے کہ وہ کمتر مرتبہ ریاستوں میں عمل میں آئے ہیں حیدرآباد اپنے تمام داخلی امور ریاست میں کامل آزادی اور خود مختاری کا مالک اور اپنی ساورنٹی میں تمام قید و بند سے آزاد ہے چنانچہ ۲۳ جمادی الاول ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۸۰۰ء کے معاہدہ کی شرائط کو پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرکار عظمت مدار اور سرکار عالی نے ایک دوسرے کے مرتبہ میں کبھی کوئی فرق و امتیاز پیدا نہیں کیا اس معاہدہ کی شرط چہارم یہ ہے کہ سرکار کمپنی بذریعہ ہذا اقرار کرتی ہے کہ اس کو اعلیحضرت کے بچوں اور رشتہ داروں اور ملازمین سے جنکی نسبت اعلیحضرت کے اختیارات قطعی ہوں گے کوئی تعلق نہ ہوگا ۔ ۱۸۰۸ء تک حیدرآباد کا سفیر کلکتہ میں رہتا تھا
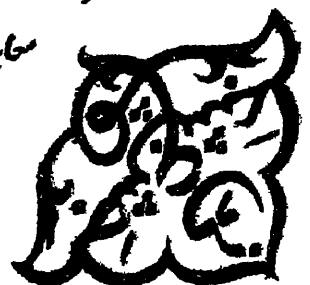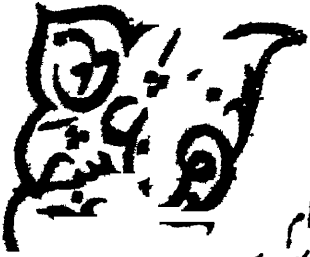
لیکن کرنل کرک پٹرک جس کی دستخط منجانب سرکار کمپنی معاہدہ پر
ہے مشترک طور پر سرکار انگریزی اور سرکار عالی کی نیابت کرنے لگے تھے
وجہ سے اس کے بعد سے کوئی سفیر حیدرآباد کا کلکتہ نہیں بھیجا گیا سنہ ۱۸۲۹ع تک تمام
سرکاری مراسلت میں اعلیحضرت حضور نظام اپنے آپ کو بادولت اور گورنر جنرل اپنے آپ کو
نیاز مند تحریر فرمایا کرتے تھے۔ نواب ناصر الدولہ بہادر کی تخت نشینی کے بعد سے یہ الفاظ دوستانہ اور مساویانہ طریقہ تحریر میں تبدیل
ہوئے۔ حضرت غفراں مکاں کی تخت نشینی تک رزیڈنٹ حضور میں برہنہ پا آتے اور فرش پر بیٹھا کرتے تھے یہ تمام مراسم بہ الفاظ
لارڈ کرزن۔ تاریخی اور موروثی دوستانہ تعلقات پر مبنی تھے جو باہمی عمل سرکار عالی اور سرکار عظمت مدار کے تعلقات کی بنیاد قانون پر
واقع ہیں۔ اس طرح کا دوستانہ کوئی معاہدہ جو حیدرآباد کی خصوصیات سے ہے۔ دوسری ریاستوں سے سرکار عالی اور سرکار عظمت مدار
کی باہمی روا داری کے ہم ذیل نہیں ہے۔

(قابل قدر و غور تاریخی تحفظات)
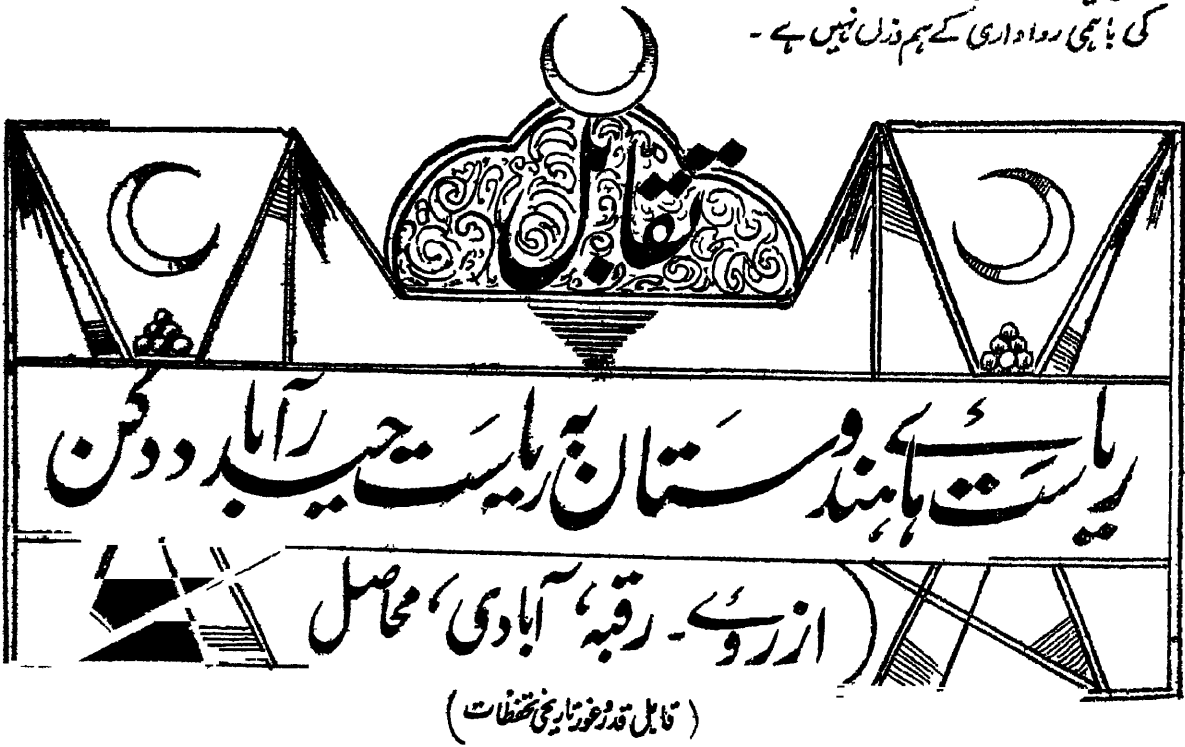
۲۳ ربیع الثانی ۱۳۵۲ف کو "اعلان یوم خود مختاری" کا جو عظیم الشان جلسہ ملک کی قابل فخر ہستی الحاج نواب بہادر یار جنگ بہادر کی صدارت
میں منعقد ہوا تھا۔ اس تاریخی یادگار جلسہ میں لائق مقررین نے جس کمال سعی و بالغ نظری سے عوام کے معلومات کے لئے اپنے عرق ریز
جواہر پارے بکھیرے تھے اور جن صداقت آگین والہانہ جذبات سے "یوم خود مختاری" منایا تھا۔ ان قیمتی تقاریر کے بعض ضروری
اقتباس کو جو بیدار عہد عثمانی کی تاریخی یادگار کے قابل قدر و غور تحفظات ہیں ہم ذیل میں اس خصوصی نمبر کے لئے محفوظ کرتے ہیں (خاقانی)
حیدرآباد ہندوستان کی مسلمہ ممتاز ریاست ہے جس کی اولوالعزمی و معارف پروری کا سکہ چار دانگ عالم میں
پھیلا ہوا ہے۔ حیدرآباد کا مرتبہ اور ریاستوں کے مقابل بہ آئین خاص حیثیت رکھتا ہے
جس کا پہلا نظریہ۔ اہم ابواب کے قطع نظر حیدرآباد اور دیگر ریاست ہائے ہند
کے رقبے، آبادی اور محاصل کے تقابل سے بخوبی قائم ہو سکتا ہے۔
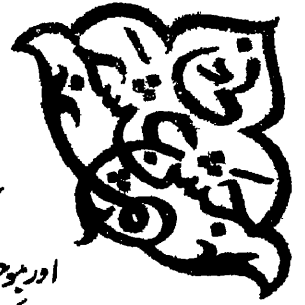
ہندوستان کا کل رقبہ برہما کو چھوڑ کر (۱۵۷۱۶۲۵) مربع میل ہے۔
اور ریاستوں کا کل رقبہ (۵۹۸۱۳۱) مربع میل ہے۔ ریاستوں کی تعداد بموجب
کتاب انڈین اسٹیٹس جو حکومت ہند کی جانب سے شائع ہوئی ہے (۵۶۰) ہے
اور بموجب رپورٹ اسٹاٹیوٹری کمیشن (۵۶۲) ہے۔ اور بموجب کتاب "ریاست ہائے ہند"
(۶۹۳) ہے ان کل ریاستوں کا رقبہ بموجب رپورٹ کمیٹی ریاست ہائے ہند۔ (۵۹۸۱۳۸) مربع میل ہے۔
یعنی ہندوستان کا کل رقبہ $\frac{1}{3}$ سے (۷۴۲۶۴) مربع میل زیادہ ہے۔ آبادی کل ریاستوں کی (۴۸۶۵۲۹۷۴) بموجب رپورٹ انڈین اسٹیٹس کمیٹی ہے۔ حالیہ مردم شماری میں اور بھی اضافہ ہوا ہے۔ اس آبادی کی تقسیم اس طرح کیجا سکتی ہے کہ صرف ۲۰ ریاستیں ایسی ہیں۔ جن کی آبادی ساٹھ لاکھ اور اس سے زیادہ کی ہے۔ باقی ریاستوں کی آبادی ساٹھ لاکھ سے کم ہے محاصل کے اعتبار سے ایسی ریاستیں جنکی آمدنی ۲۵ لاکھ سے زیادہ ہے۔ صرف ۳۲ ہیں۔ (۱۵ سے ۲۵ لاکھ) محاصل کی ریاستیں صرف (۱۴) اور (۵ سے ۱۵ لاکھ) محاصل کی ریاستیں (۶۲) (۱ سے ۵ لاکھ) تک محاصل کی ریاستیں (۷۲) اور ایک لاکھ سے کم محاصل پانے والی ریاستیں (۳۸۰) ہیں ان (۳۸۰) ریاستوں میں سے جو ایک لاکھ سے کم محاصل کی ہیں (۳۸) ریاستیں ایسی ہیں جنکی آمدنی ایک ہزار سے بھی کم ہے لیکن ان کا نام ریاستوں میں شریک ہے ان میں صرف (۴۰) ریاستیں ایسی ہیں جن کا معاہداتی تعلق سرکار عظمت مدار سے ہے یہ اعداد کتاب ریاست ہائے ہند سے اخذ کئے گئے ہیں جو حکومت ہند کی اجازت سے شایع ہوئی ہے۔

ریاست حیدرآباد کا رقبہ بشمول برار ایک لاکھ مربع میل ہے اور باخراج برار بیاسی ہزار چھ سو اٹھانوے (۸۲۶۹۸) مربع میل ہے بشمول برار اگر رقبہ کو دیکھا جائے تو جملہ ریاست ہائے ہند کے رقبہ کے ($\frac{1}{6}$) سے کچھ کم صرف ایک ریاست حیدرآباد کا رقبہ ہوتا ہے۔ موجودہ رقبہ (۸۲۶۹۸) مربع میل سے (۵۶۵۸) رقبہ اس وقت راست سرکار عالی کے نظم و نسق کے تحت ہے۔ تقریباً (۱۰) فیصدی رقبہ صرف خاص مبارک (۳۲) فیصدی رقبہ امرائے پائیگاہ، سمستانات اور جاگیرداروں کے قبضہ میں ہے۔ اور بقیہ رقبہ انعام ہے (۱۴۴۳۶۱۴۸) نفوس کی آبادی تمام ریاست ہند کی مجموعی آبادی کے ($\frac{1}{5}$) سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ ($8\frac{1}{2}$ سے ۹ کروڑ) تک محاصل صرف اُس رقبہ سے وصول ہوتا ہے۔ جو راست سرکار عالی کے نظم و نسق کے تحت ہے۔ انڈین اسٹیٹس کمیٹی کی رپورٹ میں ($6\frac{1}{2}$ کروڑ) محاصل بتلایا گیا ہے جو کم و بیش رقم متذکرہ صدر کی معادل کلدار رقم ہوتی ہے۔ اگر اس رقبہ کے محاصل کو شامل کرلیا جائے جو راست سرکار عالی کے نظم و نسق میں نہیں ہے تو اس کی مقدار تخمیناً (۱۳) کروڑ ہوتی ہے۔ اس طرح ریاست حیدرآباد نے صرف اپنی جاگیرات کے لئے جو حصہ محاصل چھوڑ رکھا ہے وہ انگریزی بڑی ریاستوں کے محاصل کے لگ بھگ ہے۔

ان مختصر مجمل اعداد سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ریاست حیدرآباد کو کیا تفوق حاصل ہے۔ اور بلحاظ اپنی سطوت و عظمت یہ ریاست کس قدر بلند پایہ درجہ رکھتی ہے۔

جریدۂ ترکی

ہمارے محترم ترک بھائیوں کے مشہور ترکی جریدہ نے ایک مضمون اعلیحضرت کی شان میں لکھا تھا۔ جس کا عنوان تھا "شیر ہندی کو عرض سلام" اس مضمون میں جریدۂ وقت نے حضرت اقدس اعلیٰ کی دلیری اور جرأت کی تعریف کی تھی۔ اُس خط سے متعلق جو مکتوب کہ اعلیحضرت نے مسئلہ برار کے بارے میں لارڈ ریڈنگ وائسرائے بہادر کی خدمت میں روانہ فرمایا تھا جس سے کہ اعلیحضرت کی صداقت آگیں ہمت جرأت اور شاہانہ جذبۂ عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

مترجمہ محمد فاضل
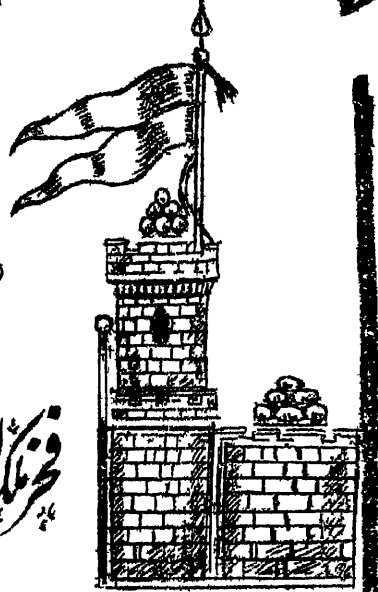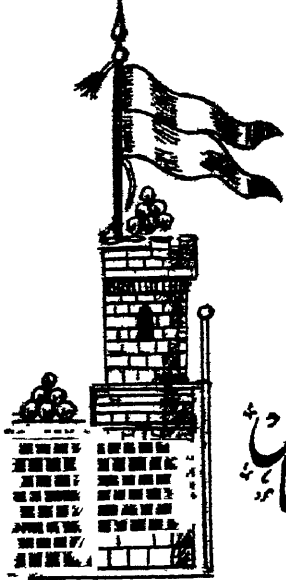
اعلان یوم خود مختاری کے جلسہ میں الحاج نواب بہادر یار جنگ بہادر نے حیدرآباد اور بعض خود مختار ممالک پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے آج کے اجتماع کا مقصد آپ سب کو معلوم ہے کہ ہم تقریباً ۲۰۰ سال کے بعد آج اس اعلان کی یاد منانے کے لئے جمع ہوئے ہیں جو اعلیٰحضرت نواب میر نظام علی خان بہادر آصف جاہ نے سلطنت دکن کی خود مختاری کی نسبت فرمایا تھا جس طرح انسان کی زندگی کے علامات میں ایک اہم چیز رنج و مسرت کا احساس بھی ہے اسی طرح وہ قومیں زندہ کہلانے کی زیادہ مستحق ہیں جو اپنی خوشی اور رنج کا احساس رکھتی ہیں اور ان اساسی تغیرات کو ہمیشہ یاد رکھتی ہیں جو ان کی تاریخ حیات کی ترتیب کا مواد بننے کے لئے اس ماہ نومبر کے مہینہ میں آپ اس لمحہ سے گزر چکے ہیں۔ جبکہ گزشتہ جنگ عظیم ایک فتحمندانہ صلح سے بدل گئی تھی وہ تاریخ وہ لمحہ آج بھی اتحادیوں کے نزدیک ایک یادگار دن ہے آپ نے دیکھا کہ اس اس یادگار کے منانے میں مارکیٹوں میں خرید و فروخت عدالتوں اور محکموں میں کاروبار میدانوں میں کھیل ہی نہیں بلکہ سمندروں میں جہاز اور فضاء میں طیارے ساکن و صامت ہو کر اس دن کی یاد مناتے ہیں۔ دنیا کے دوسرے ممالک کی طرح حیدرآباد کی تاریخ بھی ایسے اوراق پر ایسے واقعات رکھتی ہے۔ جن میں سے ہر ایک ملکی جشن اور ملکی عید کے لئے منتخب کیا جا سکتا ہے۔ لیکن کسی ملک کے لئے اس سے بڑھ کر مسرت خیز اور قابل یادگار کوئی اور دن نہیں ہو سکتا جبکہ اس کے بادشاہ نے ایک کمزور شہنشاہ کے بے جا انتداب اور تفوق سے نجات حاصل کر کے اپنی خود مختاریت اور استقلال کا اعلان فرمایا ہو اور اس ملک کو دنیا کے دوسرے آزاد خود مختار ممالک کے ساتھ دوش بدوش کھڑے ہونے کا امتیاز بخشے مشرق اور خصوصاً حیدرآباد کی غیر سیاست دانی نے گزشتہ ۲۰۰ سال سے اس یوم سعید کو اپنے طاق نسیاں کا سرمایہ بنا دیا تھا بالآخر وہ دن بھی آیا کہ حیدرآباد کی خوش نصیبی اس کے تخت پر ایک ایسے بیدار مغز بادشاہ کی رونق افروزی کی صورت میں نمایاں ہوگئی جو نہ صرف رعایا کی جسمانی و معاشرتی فلاح و بہبود کی فکر میں لگا رہتا ہے بلکہ اس نے اس کی روحانی اور اجتماعی

تربیت کا بھی بیڑا اٹھایا ہے تعطیل کے اعلان سے اس یوم سعید کی اہمیت
حضرت حکیم الیاست نے ہم کو بتا دی اگر ہم اس سے فائدہ نہیں اٹھار ہے ہیں۔
اور وہ بھی ہماری دوسری تعطیلوں کی طرح بیکاری میں گزر رہی ہے تو یہ ہماری بدبختی ہے آج
کے جلسہ کے قیام کا مقصد یہی ہے کہ ہم اس اعلان کی اہمیت کا اندازہ کریں اور اس کے تذکرہ سے اپنے

آپ کو اپنے ملک کو پہچانیں اور اپنی آپ قدر کرنے کے قابل ہوجائیں آپ نے اپنے ملک کی گزشتہ اور موجودہ تاریخ سے متعلق بہت کچھ سنا اور اپنی سلطنت اور ہندوستان کی دوسری ریاستوں کی طرح ایک دیسی ریاست کہنے کو آپ اپنی اور اپنے ملک کی ذلت تصور فرماتے ہیں آپ نے معلوم کر لیا کہ آپ ایک مستقل سلطنت ایک مکمل اور ایسے معاہدات کے ساتھ شہنشاہیت برطانیہ کے حلیف اور یار وفادار ہیں جو آپ کو سلطنت عالیہ برطانیہ کا ایک طاقتور اور خود مختار دوست ثابت کرتے ہیں اب میں یہ بتانے کیلئے سامنے کھڑا ہوا ہوں کہ دنیا کے آزاد خود مختار ممالک کی فہرست بنا کر جائے اور ان میں سے ایک ایک سے آپ کی حکومت و سلطنت کا مختلف نوعیتوں اور حیثیتوں سے مقابلہ کیا جائے تو آپ کسی سے کم ثابت نہ ہوں گے اور اکثروں سے بحیثیت مختلف آپ کا تفوق مسلم ہوگا۔ کسی سلطنت و مملکت کا جب ہم دوسری سلطنت یا مملکت سے مقابلہ کرتے ہیں تو اس تقابل میں چند ہی چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔ رقبہ مملکت آبادی (مردم شماری) رقبہ اور آبادی کا لحاظ سے فی مربع میل آبادی کا تناسب آمدنی اور اس کے ذرائع اور امکانات تعلیم و شائستگی وغیرہ اور اب بیسویں صدی میں فوجی و جنگی طاقت سب سے زیادہ قابل لحاظ چیز بن گئی ہے۔ دنیا کے جغرافیہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوجائے گا کہ اس وقت جو ممالک دنیا کی بساط پر سب سے اہم مہروں کا پارٹ ادا کر رہے ہیں ان میں بھی اکثروں سے حیدرآباد امتیازات خاص رکھتا ہے۔ رقبہ کی نسبت جب ہم کسی ملک کی عظمت و بزرگی کا تخیل کرنے لگتے ہیں تو سب سے پہلا اور اہم سوال جو کسی شخص کے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ اس کے رقبۂ حکومت کا خیال ہے اس کی بڑائی صرف اس میں تھی اور ہے کہ وہ ایشیا اور یورپ کے بہت بڑے رقبہ کا مالک ہے آج بھی سلطنت برطانیہ کی عظمت سب سے پہلے اس خیال سے پیدا کی جاتی ہے کہ اس کے حدود مملکت سے کہیں آفتاب کی روشنی دور نہیں ہوتی لیکن آپ کو یہ دیکھ کر حیرت ہوگی کہ دنیا میں بعض ایسے بھی آزاد و خود مختار ممالک ہیں جن میں سے بعض کا رقبہ حیدرآباد کے کسی صوبہ کے برابر بھی نہیں ہے۔ لیکن وہ آزادی اور خود مختاری کے دن تمام لوازم سے بہرہ اندوز ہیں جو ایک بڑی سے بڑی آزاد سلطنت رکھتی ہے۔ مثلاً یونان کا رقبہ (۴۹،۰۰۰) مربع میل ہے۔ بلغاریا کا (۴۰،۰۰۰) پرتگال کا (۳۵،۵۰۰) البانیا کا (۲۰،۰۰۰) ڈنمارک کا (۱۵،۰۰۰) ہالینڈ کا (۱۲،۷۶۰) بلجیم کا (۱۱،۰۰۰) مربع میل ہے ا ن سب کے مقابلہ میں حیدرآباد کا رقبہ اپنی موجودہ حالت میں (۸۲،۶۹۸) مربع میل یعنی (۵،۲۹،۷۲۰) ایکڑ ہے گویا جن آزاد بادشاہتوں اور جمہوریتوں کا ذکر کیا گیا ان میں سے بعض سے دگنا بعض سے چار گنا اور بعض سے چھ بلکہ سات گنا زیادہ ہے۔ لیکن اگر حیدرآباد سے اس موجودہ رقبہ میں آپ ہر دو کے رقبہ کو بھی شامل کرلیں جو بلا شبہ اور جائز طور پر مملکت حیدرآباد کا ایک جزو ہے تو بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ اس کا رقبہ مملکت یورپ کے درجہ اول کی سلطنتوں انگلستان جرمنی فرانس اٹلی اور ہسپانیہ سے زیادہ نہیں تو ان کے برابر ضرور ہو جائے گا۔ دوسری اہم وجہ امتیاز جو ایک مملکت کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے

وہ یہ ہے کہ اس کی حکومت کے زیر سایہ کتنے نفوس انسانی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بعض ایسے ملک بھی دنیا کے نقشہ
پر ملیں گے جن کا رقبہ ایک براعظم کے اس کنارہ سے اس کنارہ تک پھیلا ہوا ہے۔ لیکن آبادی
اس میں ایسی ہی ملے گی جیسے ایک صحرائے لق و دق میں سترہ دگیاہ کا نشان آبادی
کی کمی اور زیادتی کے اسباب مختلف ہوسکتے ہیں لیکن اراضی کے بڑے
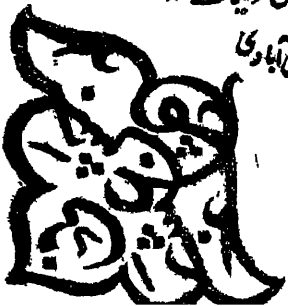
نواب بہادر یار جنگ بہادر جاگیردار و جمعدار
"عہد عثمانی کے مایہ ناز مقرر۔ جن کی تقریروں کی حدود حیدرآباد سے باہر بھی دھوم مچی ہوئی ہے"

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

عہدہ داران سرکار عالی

حصہ کا بنجر صحرا، پہاڑ اور اسی طرح دوسرے اسباب کی بناء پر نا قابل
کاشت ہونا، لیکن مملکتوں کا غلط نظام حکومت اور رعایا کا اس سے مطمئن
نہ ہونا کہیں اقتصادی معاشی حالت کی خرابی وغیرہ حیدرآباد کی آبادی گزشتہ مردم شماری
کی رو سے بلا شمول صوبہ برار (۱۴۴۳۶۱۴۸) ہے اگر اس کو رقبہ مملکت پر تقسیم کیا جائے
تو فی مربع میل (۱۷۵) کے نفوس کا اوسط آتا ہے برخلاف اس کے دنیا میں بہت سے ایسے خود مختار اور آزاد ممالک ملیں گے
جن کی آبادی کو حیدرآباد کی آبادی سے کوئی نسبت نہیں ۔ اس تناسب آبادی کے قرارداد میں ہم ان ممالک کو نظر انداز کرتے ہیں
جن کے رقبہ سے متعلق اوپر بحث ہوئی کیونکہ ظاہر ہے کہ ان کی آبادی بھی رقبہ کے تناسب سے کم ہوگی اور ہے مثلاً یونان جس کی آبادی
صرف (۷۰) لاکھ ہے اور فی مربع میل اس کی آبادی کا اوسط (۶۷) نفوس ہے ۔ بلغاریہ جس کی آبادی صرف (۵۵) لاکھ ہے اور فی
مربع میل (۳۷) نفوس ہے ۔ البانیہ جس کی آبادی صرف (۱۰) لاکھ ہے اور فی مربع میل (۵۰) نفوس ہے ۔ نیپال جس کی آبادی صرف
(۵۶) لاکھ ہے اور فی مربع میل (۱۰۰) نفوس ہے ۔ مذکورہ بالا ممالک کی آبادی کے اعداد و شمار پر غور کرتے ہوئے یہ امر بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ یہ
یورپ کے وہ ممالک ہیں کہ زرخیزی کے اعتبار سے مشہور اور ہر قسم کے اقتصادی اور معاشی تفوق سے سرفراز ہیں ان میں سے اکثروں کی اپنی
بندرگاہیں ہیں، زراعت، تجارت، صنعت، کسب معاش کے میوں ذرائع ان کو حاصل ہیں اور ان کا طریقہ حکومت بھی ترقی یافتہ کہا جاسکتا ہے
جو باوجود اس کے وہ حیدرآباد کی آبادی اور رقبہ کے ساتھ اس کے تناسب میں مقابلہ نہیں کر سکتے ۔ اب چند ان ممالک پر بھی نظر
ڈالتے ہیں جو گو رقبہ اراضی حیدرآباد سے دو چند سہ چند اور بعض صورتوں میں چہار چند رکھتے ہیں لیکن آبادی میں حیدرآباد کے ساتھ ان
کو کوئی نسبت نہیں دی جاسکتی ۔ مثلاً شہنشاہیت ایران جس کا رقبہ حیدرآباد سے تقریباً آٹھ گنا زیادہ ہے یعنی چھ لاکھ تیس ہزار مربع میل
حیدرآباد سے کم اور فی صرف ایک کروڑ ہے ۔ آبادی کا تناسب فی مربع میل صرف (۱۶) نفوس پر مشتمل ہے حکومت نجد و حجاز کا رقبہ گو حیدرآباد
سے بارہ گنا زیادہ یعنی دس لاکھ مربع میل ہے ۔ لیکن آبادی صرف پندرہ لاکھ اور تناسب ½ اکس فی مربع میل عراق کا رقبہ حیدرآباد
سے تقریباً دو گنا زیادہ یعنی ڈیڑھ لاکھ مربع میل لیکن آبادی صرف تیس لاکھ اور تناسب بیس کس فی مربع میل مصر کا رقبہ حیدرآباد سے
چار گنا زیادہ یعنی تین لاکھ ترسٹھ ہزار دو سو میل لیکن آبادی تقریباً برابر یعنی ایک کروڑ چالیس لاکھ اور تناسب آبادی (۳۸) ایشیائی ترکی کا رقبہ
تقریباً پانچ گنا زیادہ یعنی چار لاکھ مربع میل لیکن آبادی حیدرآباد سے کم یعنی صرف ایک کروڑ بیس لاکھ ہے اور تناسب صرف (۳۰) افغانستان
کا رقبہ بھی تقریباً تین گنا زیادہ یعنی دو لاکھ (۵۴) ہزار مربع میل ہے لیکن آبادی نصف سے زیادہ کم یعنی ترسٹھ لاکھ اسی ہزار تناسب صرف (۲۶)
اب اندازہ کیجئے حیدرآباد اپنی آبادی کے اعتبار سے نہ صرف یورپ کی چھوٹی چھوٹی حکومتوں بلجیم ہالینڈ البانیہ یونان پرتگال ڈنمارک
بلغاریہ وغیرہ سے بڑھ کر ہے بلکہ ایشیا کی بڑی بڑی سلطنتوں ایران، ترکیہ مصر، نجد، حجاز، عراق، افغانستان اور نیپال وغیرہ سے بھی
بڑھ کر ہے ۔

یہ تمام تقابل برار کو شامل کئے بغیر ہے جو مملکت آصفیہ کا ایک زرخیز اور آباد صوبہ ہے اگر اس کو شامل کر لیا جائے تو شاید یورپ
کی بڑی بڑی سلطنتیں بھی حیدرآباد کا آبادی کے لحاظ سے مقابلہ نہ کر سکیں آپ نے یہ بھی دیکھ لیا کہ ایشیا
کے بعض ممالک جو اپنے رقبہ میں زیادتی پر ناز کر سکتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے ان کے
رقبہ مملکت کا بیشتر حصہ غیر آباد ویران اور سنسان ہے اگر کوئی شخص ویرانوں
کھنڈروں اور غیر آباد مقامات میں کھڑا ہو کر دا ہن سن کر دسو کی طرح

صدا بلند کرسکتا ہے اور دنیا اس کو ایک باعظمت وجبروت بادشاہ مان سکتی ہے تو پھر غیر آباد ممالک بھی بیشک حیدر آباد کے مقابلہ میں اپنا تفوق جتا سکتے ہیں، لیکن اگر مملکت کے لئے آبادی شرط ہے اور وہ حیدر آباد کی مناسبت سے ان کے یہاں کچھ بھی نہیں تو ان کو حیدر آباد کے تفوق کو ماننا پڑے گا۔ برخلاف ان ممالک کے جہاں میلوں تک رقبہ اراضی صحرا یا پہاڑوں کی شکل میں بیکار ہیں۔ حیدر آباد میں اس وقت (۷۲½) فیصدی اراضی کاشت پر اٹھی ہوئی ہے۔ بقیہ (۲۷½) فیصدی رقبہ میں سے بھی (۲۰½) فیصدی جنگل اور کنچہ وغیرہ کی صورت میں ذرائع آمدنی ہے صرف چھ فیصدی رقبہ کو ناکارہ کیا جاسکتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں عظمت وجلال کی ایک بڑی علامت دولت اور آمدنی تصور کی گئی ہے۔ اور یہ ایک حد تک بجا بھی ہے زر کا ستار العیوب او قاضی الحاجات ہونا تو ایک حکیم مشرق کی زبان سے صدیوں پہلے تسلیم کرلیا گیا ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ جو ممالک دنیا میں آزاد اور ممتاز ہیں ان کے مقابلہ میں بلحاظ اپنی آمدنی اور دولت کے حیدر آباد کا کیا درجہ ہے اس وقت ایک بڑی دشواری ہم کو یہ درپیش ہے کہ ہم مغربی ومشرقی سکوں کے شرح تبادلہ سے واقف نہیں ہیں اسلئے نہیں کہا جاسکتا کہ اُن کی جو آمدنی ہم کو معلوم ہوئی ہے وہ کتنے پاونڈ یا کتنے روپیہ کے مساوی ہے۔ ہم کو یقین ہے کہ اگر تھوڑا وقت ملے اور ان سکوں کے شرح تبادلہ سے ہم واقف ہو جائیں تو آسانی سے ہم اس میدان میں بھی حیدر آباد کے تفوق کو ان دوسرے ممالک پر ثابت کرسکیں گے۔

فی الحال جن ممالک کے سکوں کا ہم کو علم ہے اور جن کی آمدنی پونڈز میں ہم کو معلوم ہوسکی ان سے حیدر آباد کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں نجد وحجاز کو چھوڑئیے کیونکہ وہ یوں بھی ایک بے آب وگیاہ ملک ہے جس کے ایک حصہ کو آسمانی زبان میں وادیٔ غیر ذرع کا لقب دیا گیا تھا اور جس کی بڑی آمدنی کا انحصار حجاج کی تعداد پر ہے۔ نیپال جو ہندوستان کے شمال اور ہمالیہ کے دامنوں میں دوسرے آزاد ممالک سے الگ کوس استقلال بجا رہا ہے اس کی سالانہ آمدنی صرف ایک ملین پونڈ یعنی (۱½) کروڑ روپیہ سکہ عثمانیہ ہے۔ ایران حیدر آباد سے چھ گنا زیادہ رقبہ مملکت رکھتا ہے اور عراق عرب کے کناروں سے لیکر بلوچستان کے حدود تک اور شمال میں تبریز، آزربائیجان کے علاقہ میں ایک وسیع سلسلہ بندر گاہوں کا رکھتا ہے اور خلیج فارس، بحر ہند خلیج قفقاز میں اس کی آزاد تجارت جاری ہے باوجود اس کے اس کا محاصل حیدر آباد کی آمدنی سے کچھ بہت زیادہ نہیں صرف (۷) ملین پونڈ یعنی ۱۰½ کروڑ روپیہ سکہ عثمانیہ ہے افغانستان کے رقبہ کو آپ نے سنا کہ حیدر آباد سے تقریباً (۳) گنا زیادہ ہے لیکن آمدنی کو آپ سنیں گے تو حیرت کریں گے کہ ایسے ممالک بھی دنیا میں آزاد اور خود مختار ہیں اور اپنی خود مختاری کو دنیا سے تسلیم کرا رہے ہیں۔ افغانستان کی موجودہ آمدنی چار کروڑ (۵۰) لاکھ روپیہ افغانی ہے جس کا شرح تبادلہ اس وقت جبکہ میں افغانستان میں تھا ۳ روپیہ کابلی اور ایک روپیہ کلدار تھا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ افغانستان کی موجودہ آمدنی صرف ڈیڑھ کروڑ روپیہ ہے۔ عراق کا رقبہ حیدر آباد سے دوگنا زیادہ ہے اور یہ وہ ملک ہے جس میں سے دجلہ وفرات جیسے دریا بہتے ہیں جس کو بصرہ جیسی بندرگاہ میسر ہے جو تین آزاد مملکتوں ایران، ترکیہ، اور نجد وحجاز سے اپنے حدود اور تجارت کو وابستہ رکھتی ہے لیکن باوجود اس کے اس کی آمدنی (۴) ملین پونڈ یعنی ۶ کروڑ سکہ عثمانیہ ہے جب ہم اپنے مملکت کی آمدنی کا دوسرے ممالک سے مقابلہ کررہے ہیں تو ایک روایت ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ حیدر آباد کی طرح اُن ممالک میں جاگیرات، انعامات اور دیولوں اور درگاہوں کی معاشیں مقرر نہیں ہیں نہ بادشاہ کے لئے ایک علحدہ رقبہ اراضی صرف خاص کی طرح الگ ہے بلکہ اُن کی آمدنی کی کائنات وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی۔ برخلاف اس کے صوبہ برار کو نظر انداز

کرنے اور جاگیرات ستان، پائیگاہ اور صرف خاص مبارک کو خارج
کرنے کے بعد جن کا اندازہ ایک ثلث سے بھی زیادہ کیا جاسکتا ہے۔ اور
کسی نیلگاہ کی عدم موجودگی میں کیونکہ حیدرآباد کی بندرگاہ میونی ٹیم کا سوال
ابھی زیر بحث ہے۔ حیدرآباد کی آمدنی (۹) کروڑ سکہ عثمانیہ یعنی (۶) ملین پونڈ ہے جس کا مطلب
یہ ہوا کہ حیدرآباد کی آمدنی عراق سے دو گنی افغانستان اور نیپال سے چھ گنی زیادہ ہے اور ایران کی آمدنی کے تقریباً
مادی ہے۔ ایک بات اور آپ کی توجہ کے قابل ہے وہ یہ کہ دنیا میں صرف وہی شخص مالدار نہیں کہلایا جاسکتا جس کی آمدنی زیادہ
ہو بلکہ اس کے تمول کے اندازہ کے لئے اس کے خرچ اور قرض کا اندازہ بھی ضروری ہے دنیا میں بہت سی ایسی عظیم المرتبت سلطنتیں
بلکہ شہنشاہتیں آپ کو ملیں گی جو حیدرآباد سے کہیں زیادہ آمدنی رکھتی ہیں۔ لیکن سال میں دو مرتبہ امریکہ کے قرضہ کے صرف سود کی ادائی
کا سوال ان کے لئے سوہان روح بن جاتا ہے گزشتہ جنگ عظیم نے ان کے خزانوں کو خالی اور ان کی جیبوں کو ہلکا کردیا۔ لیکن حیدرآباد
اپنی روز افزوں ترقیوں اور اخراجات کی زیادتیوں کے باوجود کسی حکومت اور سلطنت کے روبرو شرمندہ اور مجل نہیں ہے اس کا
موازنہ خود موجودہ زمانہ میں کماد بازار کا رعایا کے ساتھ عدیم المثال حسن سلوک کے باوجود اپنے توازن کو نہیں کھوتا بلکہ دنیا کے مختلف گوشوں
سے نگاہیں حسن طلب کے انداز میں ان کے خوان نعمت کی طرف اٹھتی رہیں، پھر ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ حیدرآباد کی
انتہائی آمدنی ہے اور اس نے اپنے تمام ذرایع آمدنی کو بہ تمام و کمال آزمالیا ہے۔ نہیں ابھی سیکڑوں اس کے معدن زمین کی
چادر اوڑھے گمنامی کی نیند سو رہے ہیں اس کی زراعتی ترقی کی پہلی کروٹ پوری بیداری کی شکل اختیار نہیں کرسکی ہے اس کی
صنعت و حرفت کی زندگی ایام طفولیت سے گزر کر عہد شباب میں قدم نہیں رکھنے پائی ہے۔ اس کی تجارت بندرگاہ کے فقدان اور
رعایا کی عدم رجحان طبع کی وجہ سے ابتدائی مدارج میں ہے اگر روئی اور تیل نکلنے والے اجناس کی کاشت میں محکمہ زراعت کی کوششیں
کامیاب ہوجائیں اور ہمارا محکمہ صنعت و حرفت اپنی تمام خام پیداوار کو بکار آمد بنانے کے قابل ہوجائے اور ہمارے ہنڈیاں
اپنے مال سے بے پرہو کر دوسرے مارکٹوں میں اپنی پیداوار بھیجنے لگیں تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کا ملک دنیا کے بڑے بڑے ممالک
کے روبرو گردن افتخار دراز کرسکے گا ان تمام نقاط نگاہ سے غور کیجئے اور اپنے آپ کو پہچانیے کہ دنیا کے ممالک میں آپ کا کیا
درجہ ہے یہ مقولہ کہ آپ اپنی قدر کرو صرف انفرادی زندگی ہی میں نہیں اس سے زیادہ اجتماعی زندگی میں آزمایا جانے کے قابل ہے
لیکن آپ اپنی قدر اسی وقت کرسکیں گے جب پہلے اپنے آپ کو پہچان لیں گے۔ تعلیم و شائستگی کے متعلق کہا کہ رقبہ آباد اور دولت
ہی کسی ملک کی قابل تعریف خصوصیات نہیں ہوسکتیں۔ اگر وہاں کے رہنے والوں میں اس رقبہ اور آبادی پر حکومت کرنے اور اس دولت
کو کام میں لانے کی صلاحیت نہ ہو حیدرآباد میں انتظامی معاملات سے اطمینان حاصل کرنے میں اپنی سب سے بڑی توجہ اپنے فرزندوں
کی تربیت و تعلیم کی طرف دی کیا آپ ہمارے ان نتائج تعلیمی کو یورپین ممالک کے مقابلہ میں رکھتے ہیں تو بےشک ہم ان سے ابھی پیچھے
ہیں لیکن اگر مشرقی آزاد و خود مختار ممالک سے ہمارا مقابلہ کیا جاتا ہے تو ہم بلا خوف و تردید کہہ سکتے ہیں کہ ان میں سے اکثروں کے لئے ہماری
مثال دن اور رات روشنی اور تاریکی کے مقابلہ کی مانند ہے ہماری خود مختار رعایا پرور حکومت نے
اپنی رعایا کی تعلیم ہی کا خیال نہیں کیا بلکہ اس کی تربیت پر بھی توجہ کی۔ برطانوی
ہند کے قابل اور تجربہ کار اشخاص کی خدمات بڑی بڑی بیش قرار اجرا ہوا ولیں
پر صرف اس لئے حاصل کی گئی کہ وہ ملک کے فرزندوں کو ملک کی

ضروریات کے مطابق تیار کریں تاکہ آئندہ حیدرآباد کسی دوسرے کی
امداد کے بغیر اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔ ہم اس غرض سے بلائے جانے
والوں اور ہمارے ملک کے خدمات انجام دینے والوں کی خدمات کا اعتراف کئے بغیر
نہیں رہ سکتے جنھوں نے اب حیدرآباد کے فرزندوں کو اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ اس کے سہارے
کے بغیر کھڑے ہی نہیں بلکہ میدان کارزار میں بلاخوف و خطر دوڑ سکتے ہیں۔

دنیا میں ہمیشہ اقوام و ممالک کی برتری و عظمت کا دارومدار ریاست، اسباب و علامات سے قطع نظر جن کا اوپر ذکر کیا گیا کسی ملک کے اکثریت اور طاقت جری کے اندازے پر رہا ہے اب ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ تم نے دوسرے ممالک آزاد پر رقبہ آبادی تمول، تعلیم، اور شائستگی کے اعتبار سے تو اپنا تفوق ثابت کیا۔ لیکن اس زمانہ میں چھوٹی سی چھوٹی مملکت بھی اپنا مکمل فوجی نظام رکھتی ہے۔ کیا تم اس حیثیت سے بھی اپنے امتیاز کو ثابت کر سکتے ہو۔ میرا جواب بلا تردد اس بات میں ہے۔ اعتراض کرنے والوں نے حیدرآباد پر بہت سی سرسری نظر ڈالی ہے، انھوں نے اس کے تاریخ اور جغرافیہ کا پورا مطالعہ نہیں کیا وہ صرف امپریل سروس ٹروپس گولکنڈہ لانسرز، کیاولری گارڈ، افسر ٹی توپ خانہ اور نظم جمعیت کو ہی حیدرآباد کا کل نظام عسکری خیال کرتے ہیں اور الوال، ترنگیری، ملازم کی افواج کو انھوں نے بالکل جداگانہ طاقت تصور کر رکھا ہے حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ فوجیں ابتدائی مگر انکار فوجیں نہیں بلکہ عسکر آصفی ہیں جو حیدرآباد کے خرچ پر حیدرآباد کے لئے اس کے قابل احترام حلیف سلطنت عالیہ برطانیہ نے تیار کیا اور تیار رکھا ہے۔ اب ان سب قوتوں کو یکجا کرو اور بتاؤ کہ کیا حیدرآباد کا نظام فوجی کسی اور نظام عسکری سے کم ہے۔ پھر جغرافی حیثیت کو بھی نظرانداز نہ کرنا چاہئے کہ دوسری حکومتیں اپنے اطراف و جانب اعتبار کا ہجوم رکھتی ہیں افغانستان کے ایک طرف انگریز ہیں جن سے اس کی کبھی نہیں بنتی دوسری طرف روس ہے جو اپنے موقع کو کبھی ہاتھ سے نہیں دینا چاہتا تیسری طرف ایران ہے جسے ایک حریف حکومت کہا جا سکتا ہے جو تاریخ قدیم میں بھی بستان اور اس کے مشرقی علاقوں سے ہمیشہ برسر پیکار رہے ہیں۔ یہی حال خود ایران، عراق، حجاز، ترکیہ اور تمام یورپ کے آزاد اور خود مختار مملکتوں کا ہے۔ برخلاف اس کے حیدرآباد اپنے اطراف صرف ایک مملکت رکھتا ہے جو اس کی دوست اور ایسی حلیف ہے کہ جس کے عہد میمنت کو سلاطین آصفیہ نے تاریخ کے ہر دور میں مضبوط رکھا ہے جنوب اور مغرب کی طاقتیں جن سے حیدرآباد کو آئے دن برسرپیکار رہنا پڑتا تھا تاریخ کے ابتدائی اس دور میں ختم ہوگئیں جبکہ وہ اعلان خود مختاری کیا گیا تھا جس کی ہم یادمنا رہے ہیں۔ اب حیدرآباد کو کسی سے لڑنا نہیں ہے بلکہ جو تیاری بھی اس نے کی ہے وہ اس لئے زیادہ ہے کہ وہ صرف اپنی طاقت اور حلیف کی وقتاً فوقتاً امداد کے لئے کی گئی ہے۔ اندرونی انتظام کے لئے وہ جمعیت کافی سے کچھ زیادہ ہی کہی جا سکتی ہے۔ کیونکہ حیدرآباد، افغانستان، ترکیہ، حجاز، و نجد کی طرح سازشوں کی آماجگاہ نہیں بلکہ یہاں امن و عافیت و اطمینان ہے غالباً ان تمام حالات کو سن کر اور اپنی مملکت کی عظمت کا تصور کر کے آپ کو حیرت ہوگی اور اس میں اضافہ اس حقیقت نے کیا کہ باوجود دنیا کے اکثر خود مختار اور آزاد
ممالک کا ہمسایہ بالکلیہ بلند پایہ ہونے کے حیدرآباد اس مرتبہ سیاسی (پولیٹیکل اسٹیٹس) سے محروم ہے
جو دوسروں کو حاصل ہے۔ آپ پوچھ سکتے ہیں کہ کیوں ہمارے آپ کے بادشاہ جمجاہ
اعلیٰ حضرت قدر قدرت نواب میر عثمان علی خان بہادر نظام الملک آصف جاہ
سابع خلد اللہ ملکہ کے اسم گرامی کے ساتھ ہز مجسٹی کا لقب شامل
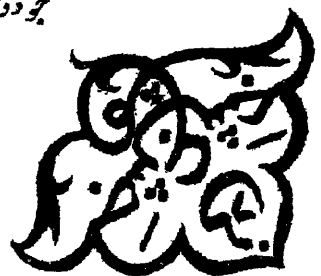
نہیں ہے۔ آپ بے چینی سے دریافت کر رہے ہیں اور آپ کو
کرنا چاہئے کہ کیوں آپ کا بٹہ کم از کم حدود ہندوستان میں نہیں چلتا حالانکہ
ہم سے نہایت کم حیثیت رکھنے والے ممالک کی ڈاک ان ہی کے بٹہ پر دنیا
کے طول و عرض کو طے کر رہی ہے کیوں آپ کے سکہ کی قیمت حیدرآباد سے باہر نکل کر
ٹھیکری اور ریت سے زیادہ نہیں رہ جاتی اور بمبئی مدراس کے مارکٹ میں اس کے لئے گنجائش تبادلہ نہیں ہے۔

آپ کا یہ سوال بھی ایک حد تک بجا ہے کہ کیوں لندن اور دہلی میں سفارت خانہ حیدرآباد کی کوئی عمارت نظر نہیں آتی میں حیران ہوں کہ آپ کے اس سوال کا کیا جواب دوں۔ اول تو مجھے کوئی جواب سوجھ نہیں رہا ہے۔ دوسرے تا مدحاب صدر بھی اس مقام پر مجھے اپنی حدول سے گزرا ہوا محسوس فرمائیں۔ اس لئے صرف یہ کہہ کر خاموش ہو جاتا ہوں۔ کل امر مرہون باوقاتہا اور شاید آپ کا احساس اور طلب صادق اس وقت کو جلد لادے۔

آخر میں میں آپ سے اپنی دعا میں شرکت کا امیدوار ہوں کہ خدا حیدرآباد دکن کی اس خود مختاری اور استقلال کو مدارج کی ترقیوں اور مراتب کی بلندیوں کے ساتھ برقرار رکھے۔ اعلیحضرت خسرو دکن خلد اللہ ملکہ کا سایہ ہما پایہ اس خود مختار سلطنت دکن پر تا ابد رہے اور سلطنت آصفیہ اور شہنشاہیت برطانیہ کی محبت و دوستی مستحکم تر اور پائندہ تر ہوتی جائے۔

آمین ثم آمین

۲۵ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ م ۲۷ تیر ۱۳۴۱ف م یکم جون ۱۹۳۲ء سے نظام اسٹیٹ ریلوے نے موٹر بس سروس جاری کی بس خوش وضع، تیز رفتار، آرام دہ اور نہایت شاندار ہیں جنکے انتظامات بلحاظ ماحول ملک بہت اچھے ہیں۔ نرخناموں میں ہر طرح سہولت اور اوقات کی پابندی حسن انتظام کی بہترین نظیر ہیں۔ اس سرویس کے جاری ہونے سے اہل ملک کو اپنے ہر نوع کے کاروبار میں بڑا آرام نصیب ہوا۔ اس سرویس کی دن بدن ترقی عوام الناس کو سہولت بخش و آرام رسانی کا سبب بن رہی ہے دارالسلطنت حیدرآباد سے اس کو وسعت دیکر اب اضلاع تک چلایا جا رہا ہے۔ ہر ہفتہ اس کے نظم و نسق اور جمع و خرچ کی روئداد شایع ہوتی ہے۔ جس کو دیکھنے سے اس سرویس کی روز افزوں ترقی کے خوشگوار نتائج نظر آتے ہیں مستقبل قریب میں اس سرویس کو ممالک محروسہ سرکارعالی کے گوشہ گوشہ تک چلانیکا انتظام ہماری شفیق حکومت کے زیر غور ہے یہ پُر آسائش سواری اہل ملک کے لئے بیحد مفید ثابت ہوگی مبارک عہد اقدس و اعلیٰ کے انگنت فلاح عامہ کاروبار کے منجملہ یہ بھی ایک ہے جسکو تاریخ عثمانی مکمل حالات کے ساتھ نقش کالحجر بنائیگی۔
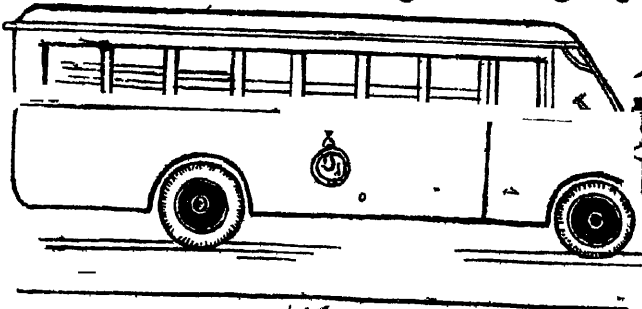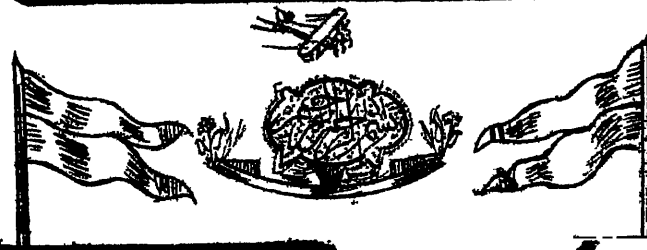
عہدِ عثمانی کا ایک سنہری باب

حیدرآباد میں ہوائی پرواز کلب کا قیام اور اسکی سرگرم ترقیاں

عہدِ عثمانی کے انگنت درخشاں کارناموں کے منجملہ ایک اہم باب عہد ہمایوں میں پرواز کلب کے قیام کا بھی ہے جس کا آغاز دکن کی تاریخ میں اسی عہد مسعود سے ہوتا ہے۔ آثار خوشگوار مستقبل نہایت شاندار ہے۔ آئندہ دکن کی نسلیں ارتقائی متمدنہ ممالک کے دوش بدوش بجا طور پر فخر کریں گی اور اس مبارک عہد کی یاد مثل عید کے منائیں گی۔

اس بارے میں حقیقت کے اظہار واقعات کی تصویر کے لئے ہم اپنی معلومات کے سوا کچھ اقتباس اخبار رہبر دکن سے بھی اخذ کر کے ذیل میں مختصر طور پر پیش کرتے ہیں جس سے ناظرین پر صورت پرواز کی جلوہ گری کا ایک گونہ انکشاف ہو جائے گا۔

بفضلہ حیدرآباد میں جبکہ سوائے طیاروں کے متمدنہ تہذیب و ترقیوں کے جملہ اسباب موجود تھے اور ہر شعبہ اپنی شاہراہ ترقی کی منزلوں کو نہایت سرعت کے ساتھ طے کر رہا تھا۔ ایسے وقت میں ہوائی پرواز کی کمی کو پورا کرنے کے لئے ملک سے ایک ایسے قابل قدر و باہمت سپوت کو قادر مطلق نے پیدا کر دیا جس کی بدولت ملک اس تشنگی سے سیراب ہو رہا ہے۔

مسٹر بابر مرزا خلف نواب منظور جنگ بہادر ہوائی پرواز سے فطری دلچسپیوں کے ساتھ میدانِ عمل میں آئے۔ اور یورپ سے فنِ پرواز کو سیکھ کر وطن واپس آنے کے بعد ایک ماہر ہوائی پرواز کے نام سے مشہور ہو گئے۔ اس کامیابی پر مسٹر موصوف لائق آفریں و قابلِ مبارکباد ہیں۔ آپ نے ضروریات وقت اور ملک کی اس کمی کو محسوس کر کے اپنے عزم راسخ و بلند ہمتی سے نہ خود اس کمی کو پورا کیا بلکہ حکومت سے حیدرآباد ی پرواز کلب کے قیام کی باضابطہ منظوری حاصل کر کے حبشی گوڑہ حکیم پیٹھ کے میدان میں اس کی مستقل بنیاد ڈالی اور اپنے تمام مطالب و مقاصد میں کامیاب ہو گئے۔ اہل ملک نے تعاون کیا حکومت نے قدر کی مشرقی روایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک کلب کے لئے جس قدر امور کی ضرورت تھی تفریح و تفنن کے پورے انتظامات عمل میں لائے۔ پروازی مظاہرات کے ساتھ مسافر سرویس اور ڈاک سرویس بھی قایم ہوئیں رفتہ رفتہ ترقی کر کے حبشی گوڑہ یعنی حکیم پیٹھ مستحکم سرکاری پرواز اسٹیشن بن گیا۔ یکم مارچ ۱۹۳۶ء سے ٹاٹا ہوائی میل سرویس بھی جاری ہوئی جو بمبئی، کراچی، بصرہ، بغداد، اسکندریہ، پیرس اور لندن تک جاتی ہے۔

حیدرآباد میں پرواز کلب کے قیام کا سہرا مسٹر بابر مرزا ہی کے سر ہے اس کلب کے قیام کا مقصد فن پرواز کو ترقی دینا اور اُن لوگوں کو سہولت بہم پہونچانا ہے جو اسپورٹنگ کے عملی پہلو سے دلچسپی رکھتے اور فن پرواز سیکھنا چاہتے ہیں۔ تفریح کے پورے اسباب کے ساتھ کلب میں ایک سوشیل کلب کے تمام مصری لوازم اور کاک ٹیل ڈیانس و ڈنر ڈیانس کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

نوٹ۔ بقیہ تکملہ حصہ مضمون صفحہ نمبر ۱۷۴ پر ملاحظہ ہو۔

مرتبہ محمد غازی

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

یدرآباد پرنٹنگ ورکس

کتب خانۂ آصفیہ سرکارِ عالی
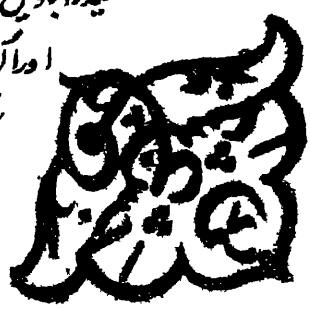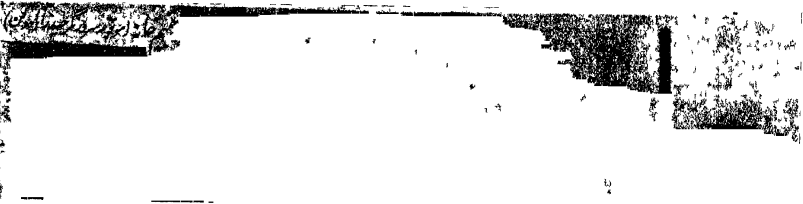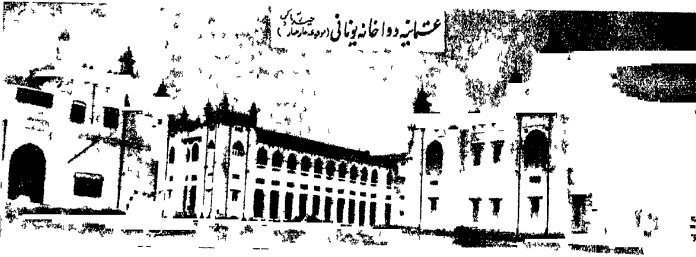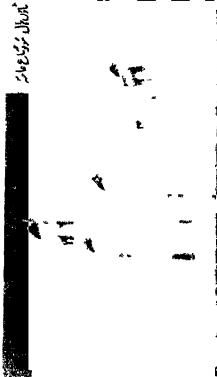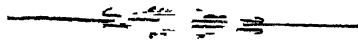
اِس ریاست ابدمدت میں بدوران حکومت اعلیحضرت بندگانعالی متعالی حضرت سلطان العلوم مدظلہ العالی ہر سررشتہ میں جو عدیم النظیر اصلاحات و ترقیاں ہوئی ہیں اُس سے ہر فرد بشر بخوبی واقف ہے۔ خصوصاً سررشتۂ تعلیمات میں علاوہ ان حضرت اقدس و اعلیٰ مدظلہ العالی نے ایسی غیر معمولی فیاضی فرمائی کہ حصول علم کے لیے بیحد شوق عام لوگوں میں پیدا ہوئی اور تقریباً بلدہ کے ہر بڑے بڑے محلہ میں اور اضلاع و تعلقات کے اہم مقامات میں مدارس قائم ہوئے اور کتبخانہ جات کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا۔

کتب خانۂ آصفیہ جو عام استفادہ کے لیے پہلے سے قائم تھا۔ اس سے عام لوگوں کو مستفید ہونے کا کما حقہٗ خیال نہیں ہوتا تھا لیکن اعلیحضرت سلطان العلوم حضرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی کی شاہانہ توجہ کے باعث عام طور پر لوگ کتب خانہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس چشمۂ فیض سے سیراب ہونے کی زیادہ کوشش ہونے لگی اور شائقین علم و ہنر کی روزانہ کتب خانہ میں زیادتی ہوتی چلی۔ اس کے بعد حضرت اقدس و اعلیٰ مدظلہ العالی کی توجہ مبارک اس کتب خانہ کی عمارت کی جانب ہوئی۔ چنانچہ فرمان واجب الاذعان شرف صدور لایا کہ ”کتب خانہ آصفیہ کے لیے ایک عالیشان عمارت تعمیر کی جائے۔ جو ریاست کے شایانِ شان ہو“ اِس فرمان فیض نشان کی بناء پر کتب خانۂ آصفیہ کے لیے ایک عالیشان عمارت کی تیاری شروع ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی کتب خانہ کی شہرت میں اور اضافہ ہوا طبقہ ذی علم کے علاوہ عوام اور کم علم اشخاص بھی بہت شوق سے اس عمارت کو دیکھنے لگے گویا اس چشمۂ فیض سے فیضیاب ہونے کے لیے کم علم طبقہ بھی اس طرف رجوع ہوا اور کتب خانہ میں شائقین علم و ہنر کی تعداد میں کثیر اضافہ ہونے لگا۔ چنانچہ ۲۵ سال پہلے ناظرین کی تعداد ۲۵ ہزار اور کتب مطالعہ کردہ کی تعداد تقریباً ۲۶ ہزار سالانہ ہوتی تھی اور اب مطالعہ کنندگان کی تعداد سالانہ تقریباً (۴۷) ہزار ہوتی ہے۔ ۱۳۴۴ف کی تعداد ناظرین و کتب مطالعہ کردہ ناظرین کی

تعداد حسب ذیل تھی

تعداد ناظرین (۶۴۸۴۷)= تعداد کتب مطالعہ کردہ

ناظرین (۳۱۷۷۷)= اخبارات و رسائل علمیہ کا مطالعہ
اس کے علاوہ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ تقریباً دو ثلث شائقین علم کی
تعداد میں اضافہ ہوا۔ اور پچیس سال پہلے کتب خانہ میں تقریباً (۱۹۰۰۰) کتب موجود تھے اور اس
مبارک زمانہ میں تقریباً سترہ ہزار کتب قلمیہ و مطبوعہ عربی فارسی انگریزی وغیرہ کا اضافہ ہوا ہے۔ خریداری کتب کے لیے
پہلے موازنہ میں سالانہ آٹھ ہزار روپیے شریک ہوا کرتے تھے۔ بلارمان حضرت اقدس و اعلیٰ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے اس میں
اور بارہ ہزار روپیہ کا اضافہ فرما کر سالانہ بیس ہزار روپیہ کی منظوری صادر فرمائی تاکہ عربی فارسی و دیگر زبان کی نایاب قلمی و مطبوعہ
کتب کے علاوہ انگریزی کتابوں کا ذخیرہ بھی زیادہ کیا جائے جو زمانۂ حال کی تعلیم کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اب کتب خانہ آصفیہ
کی پُرعظمت و شاں عمارت جدید بھی مکمل ہو چکی ہے۔ جس میں اب سابقہ کتب خانہ منتقلی عمل میں آ چکی ہے۔ جو کتب خانہ آصفیہ کے نام سے موسوم ہے۔
کتب خانہ آصفیہ کی جدید عمارت عربی وضع کی خوبصورت رودِ موسیٰ کے کنارے نہایت پرفضا مقام پر تعمیر ہو چکی ہے۔
جس کی تعمیر پر (   ) روپیہ صرف ہوا ہے جو آئندہ دکن کی بیش قیمت شاندار مستقبل یادگار ہے جس کا افتتاح حضرت
اقدس و اعلیٰ نے اپنے دست مبارک سے فرمایا۔

یہ کتب خانہ اپنی ممتاز نوعیت و خصوصیت کے ساتھ بلحاظ اپنے نوادراتِ کتب دنیا کے کتب خانوں سے کسی
طرح کم نہیں ہے۔

کتب خانہ آصفیہ کے علاوہ حیدرآباد میں بڑے بڑے بہت سے کتب خانے متفرق طور پر خانگی ایسے ہیں جن کو
دیکھنے دیگر ممالک کے لوگ یہاں آتے ہیں۔ یورپ و امریکہ کے قدردانوں نے روپیہ پیسہ کا معقول لالچ بتلا کر جب ان خانگی
کتب خانوں سے نوادراتِ عالم یعنی کتب تصاویر آثار قدیمہ وغیرہ کو حاصل کر لینا شروع کیا تو بندگانِ معزز شاہ ذیجاہ نے
فوراً اس نقص کو محسوس فرما لیا اور ایک فرمان مبارک نافذ فرما کر ان قیمتی خزانوں کی خریدی کا عام اعلان کروا دیا جس سے علمی
خزانوں کی حفاظت کا معقول انتظام ہو گیا

کتب خانہ آصفیہ کے جملہ کاروبار زیرِ نگرانی کمیٹی طے پاتے ہیں جس کے صدر ہز اکسلنسی مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ
و صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی اور نائب صدر علامہ نواب ضیا یار جنگ بہادر ہیں۔ یہ کتب خانہ دنیا کے عظیم الشان کتب خانوں
کے مماثل سلطنت حیدرآباد کا واحد علمی مرکزی خزانہ ہے۔ جس کے استفادہ سے اہل ملک کی مستقبلہ سنہری زندگی کی امید وابستہ ہے۔
من حیث الوجوہ ہر طرح مثل دیگر سررشتہ جات کتب خانہ آصفیہ میں بھی ہر امر میں ترقی ہوئی اور ہو رہی ہے، عمدہ اور کمیاب کتب کا
اضافہ ہو رہا ہے۔ شائقین مطالعہ کے شوق و شغف میں پہلے سے زیادہ مستفید ہو رہے ہیں اور علوم و فنون کی دلچسپی بڑھتی جا رہی ہے۔

بقیہ حصہ مضمون صفحہ ۱۷۳۔ کلب کی سرگرمیاں زیر انتظام کمیٹی روز افزوں ترقی پذیر ہیں کئی طیارے روزانہ آسمانی فضا میں
پرواز کرتے نظر آتے ہیں۔ بمبئی مدراس وغیرہ سے بھی ڈاک و مسافر سرویس کا مستقل سلسلہ
قائم ہو گیا ہے خدائے برتر سے قوی توقع ہے کہ حیدرآبادیوں کے یہ قوی دست و بازو
بھی پرواز میں بلند ہو کر اپنے شاندار مستقبل دور میں مغربی تہذیب و ترقیوں کو
بھی نیچا دکھائیں گے۔

مرتبہ محمد فاضل
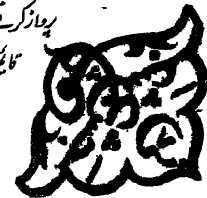
پولیس فتحمیدان میں رونق افروز ہو کر حضرت اقدس و اعلیٰ افواج آصفی کی سلامی لے رہے ہیں

ہز ہائینس پرنس آف برار ہز ہائینس جنرل سپہ سالار افواج آصفی ولیعہد بہادر سلطنت آصفیہ اعلیحضرت کو سلامی دے رہے ہیں

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

ہر حکومت و سلطنت کے قیام امن و امان اور اس کے تحفظ و حکمرانی کا دار و مدار چونکہ سیف و قلم کی مستحکم قوتوں پر موقوف ہے اس لئے ان کی غیر متزلزل بقاء انہی دو طاقتوں پر مبنی ہے۔ جو ایک ہی مرکز پر قایم اور اعلیٰ اقتدار ہستی کے تحت ہو چونکہ صاحبان سیف (یعنی افواج) سے متعلق اس وقت ہمیں مختصر طور پر کچھ عرض کرنا ہے۔ اس لئے ان کی تفصیل و تطویل کے قطع نظر ہم صرف یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ عہد عثمانی میں افواج آصفی نے تنظیماً کیا ترقی حاصل کی۔ اور وہ جانبازو وفادارانہ حیثیت سے کس حد تک مستعد و تیار رہے ہے۔

مملکت آصفیہ کی افواج از قسم سوار۔ پیادہ۔ توپ خانہ وغیرہ جملہ ضروریات جنگ سے مسلح اور منظم ہے۔ ہم اس کو حسب ذیل حصوں پر منقسم کرکے اس کا مختصراً خاکہ پیش کرتے ہیں۔

(۱) کنٹیجنٹ (۲) امپیریل سروس ٹروپس (فسٹ لانسر و سکنڈ لانسر) (۳) تہرڈ گولکنڈہ لانسرز۔ گولکنڈہ انفنٹری۔ کیاواری ٹرینگ اسکواڈرن۔ کیاولری برگیڈ۔ انفنٹری برگیڈ۔ اسٹرنگ بیانڈ۔ کیولری بیانڈ۔ توپخانہ اے بیاٹری۔ توپخانہ بی بیاٹری۔ فسٹ بٹالین انفنٹری۔ سکنڈ بٹالین انفنٹری۔ نظامس اون تھرڈ بٹالین انفنٹری۔ فورتھ بٹالین انفنٹری انفنٹری ٹرینگ کمپنی۔ پرنس باڈیگارڈ۔ باڈی گارڈ اسکوڈرن۔ جمعیت نظام محبوب وغیرہ۔ (۴) فوج بے قاعدہ (نظم جمعیت) (۵) افواج صرف خاص مبارک (۶) افواج امراد پائیگاہ و معزز جاگیرداران۔

(۱) کنٹیجنٹ۔ یہ فوج برطانیہ ہند کی اعانت کی غرض سے وزیر افواج ہند کی زیر نگرانی ہے جس کے اخراجات کی کفالت میں مملکت حیدر آباد کا ایک زرخیز وسیع صوبہ برار ا مانتاً تاحال گورنمنٹ ہند کے سپرد ہے۔

اس فوج سے قطع نظر کرنے کے بعد مابقی ۲۔۳۔۴ مذکرہ صدر

افواج راست اعلیحضرت بندگانعالی کے زیر اختیار واقتدار ہیں

(۵تا۴) یہ وہ فوج ہے جس کا تعلق خاص شاہی اسٹیٹ سے ہے جو سوار و پیادہ فوج کی شکل میں مسلح و منتظم ہے۔

(۶) یہ وہ فوج ہے جو حکومت سرکار عالی کے اشارہ پر امراء پائیگاہ و جاگیرداروں نے اپنی نمک حلالی و وفاکیشی کے ثبوت میں جاں نثاری کے لئے تیار کر رکھی ہے۔

نمبرا - ۵ - ۶ اِن معاونتی کثیر تعداد افواج کو نظرانداز کرتے ہوئے - اب ہم صرف راست زیرنگیں سرکار عالی افواج ۲ - ۳ - ۴ کے خصوصیات و اعداد کا ذکر کرتے ہیں۔

نمبرا تا ۶ - اگر جملہ افواج کا صحیح تخمینہ کیا جائے تو افواج آصفیہ کی تعداد یقیناً تحیر پذیر ثابت ہوگی جس کا خرچ دیوانی و صرف خاص مبارک سے برداشت کیا جاتا ہے - اس فوجی اعداد سے ہی دنیا کی بعض بڑی بڑی آزاد سلطنتوں کے مقابل ہر طرح حیدرآباد کے تفوق و ہمسری کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

تعداد فوج اور مصارف جس وقت اعلیحضرت سریر آرائے سلطنت ہوئے ہیں افواج آصفی کی جملہ تعداد تقریباً اکیس ہزار تھی جس میں (۶۹۸۵) فوج باقاعدہ اور (۱۳۳۰۲) فوج بے قاعدہ (نظم جمعیت) تھی جس کے مصارف تقریباً باون لاکھ روپے تھے۔

عہد ہمایوں میں جدید اصلاحات و ترقیوں کے مدنظر غیر معمولی تبدیلیاں عمل میں آکر فوج باقاعدہ میں کچھ اضافہ اور نظم جمعیت میں کچھ کمی ہو گئی - رپورٹ ۱۳۴۲ف سے ظاہر ہے کہ فوج باقاعدہ کی تعداد (۷۰۰۲) اور نظم جمعیت کی تعداد (۱۲۵۵۹) رہی اس طرح جملہ افواج کی تعداد (۱۹۷۹۵) قرار پائی - جس پر ۵۷ لاکھ روپے کے سالانہ مصارف ہوئے چنانچہ اس وقت افواج آصفی کا سالانہ جملہ خرچ بروئے موازنہ (...) ہے۔

تنظیم و اصلاحات افواج کے لئے باقاعدہ تعلیم کا انتظام کیا گیا - اور عثمانیہ ملٹری کالج کھولا گیا - ناکارہ ملازمین کو علیحدہ کر کے مستعد اشخاص کی بھرتی عمل میں لائی گئی - تمام افواج باقاعدہ کی تنظیم جدید اصول پر کی گئی۔ گھوڑوں کے لئے جدید اصول کے تحت اصطبل تیار کرائے گئے - نئے نئے ہتھیار و جدید اسلحہ جنگ خرید کر فوج کو اس میں ماہر کیا گیا - قانون و قواعد افواج کا باضابطہ نفاذ بہترین آئین کے تحت عمل میں آیا - فوج کے لئے راشن کا انتظام اور ان پر قواعد جدیدہ کا لزوم قرار دیا گیا - ہر سال جنگی مظاہروں کے لئے بہ قیام کیمپ آزمائش کی جاتی ہے - افواج انگلشیہ اور افواج آصفیہ کے مصنوعی مقابلے عمل میں آتے ہیں - ہر قسم کے فوجی سامان سے فوج کو آراستہ پیراستہ کیا گیا ہے بہر حال اس مبارک عہد میں افواج آصفی کو بیشمار اصلاحات و تنظیمات سے شائستہ کر کے محاذ جنگ کے لئے بالکل مستعد و قابل کارزار بنا دیا گیا ہے - اس فوج کے جملہ اصول و قواعد افواج انگلشیہ کے موافق ہیں۔

فوجی بارکسوں کی تعمیر دور جدید کے بہترین آئین کے تحت شہر کے اطراف کھلے ہوادار مقاموں میں ہر رسالہ و پلٹن کے لئے فوجی مسوال پر علحدہ علحدہ نئی بارکسیں تعمیر کی گئیں اور ان کے لئے ایک ایک فوجی پریڈ میدان مختص کیا گیا - ان فوجی بارکسوں کی
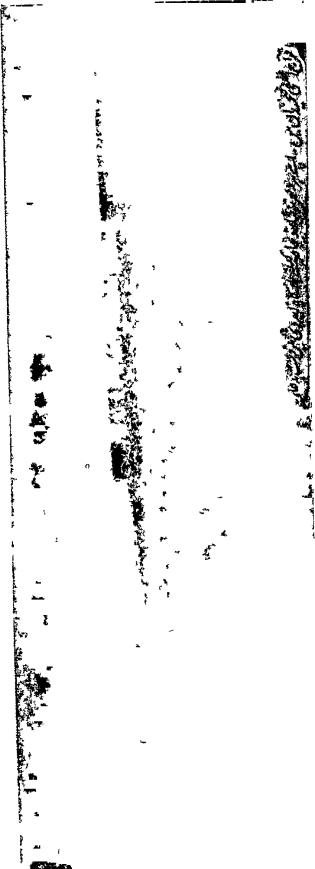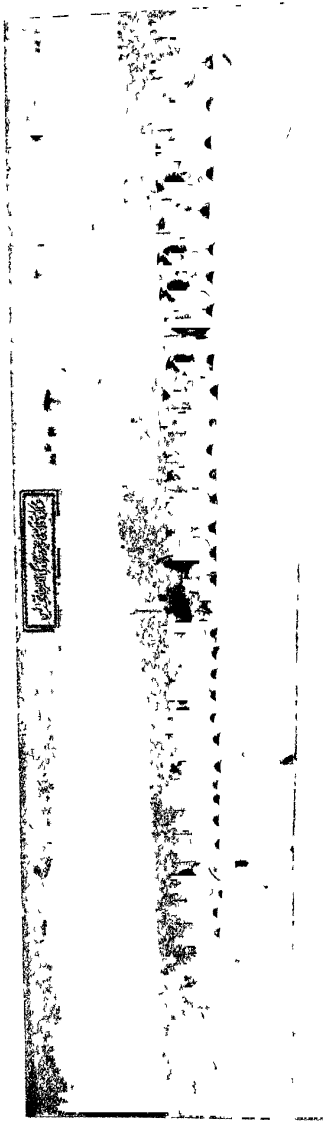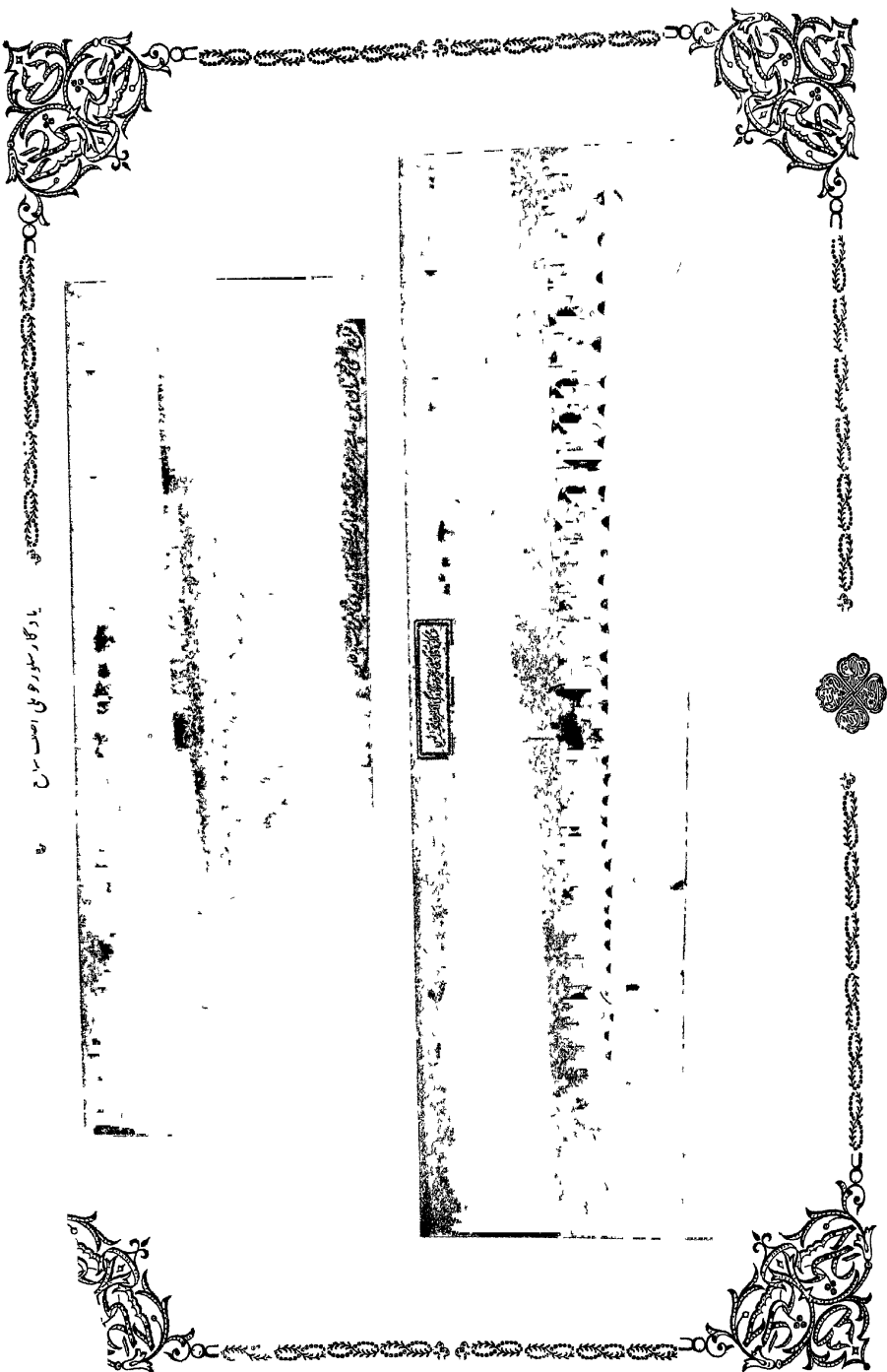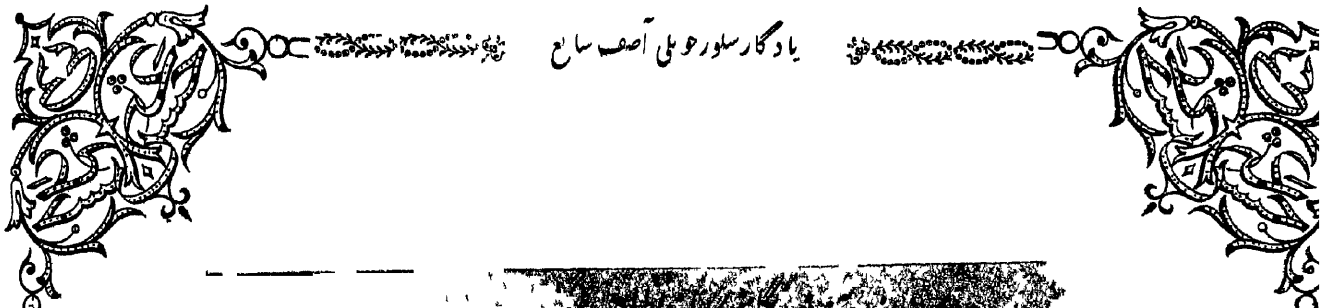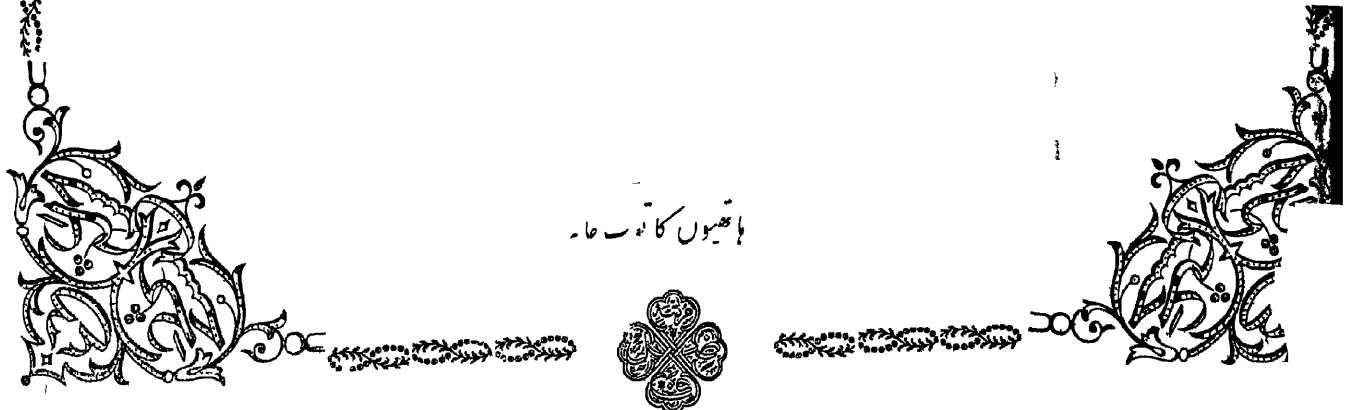
ہاتھیوں کا تھان
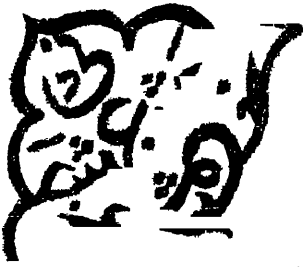
تعمیر پر لاکھوں روپے کا صرفہ کیا گیا۔ جس میں اب افواج آصفی اپنے روزانہ مفوضہ فرائض کو انجام دیتے ہوئے قیام پذیر ہے۔

افواج آصفی میں تمام اقوام کے لوگ ہیں | اچھوت، سکھ - ہندو عیسائی - پارسی - افغان عرب - حبشی وغیرہ اور عام مسلمانوں پر افواج آصفی مشتمل ہے۔ ہر ایک کے ساتھ اون کے مذہبی احکام کے مطابق عام رعایت و رواداری ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اور فوجی شرائط و حلف کی سب پر یکساں ذمہ داری عاید ہے

افواج آصفی کا نمایاں کارنامہ | سنہ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم یورپ میں جب حکومت ہند نے امپیریل سروس ٹروپس کی اعانت چاہی تو میدان جنگ میں دونوں ٹروپس بھیجے گئے۔ ایک رسالہ نے جنگ میں شرکت کی دوسرے کو آیندہ ضرورت کے لئے محفوظ رکھا گیا۔ تقریباً چھ سال بعد محاذ جنگ سے یہ فوجیں سنہ ۱۹۲۰ء میں حیدر آباد واپس ہوئیں۔ حیدر آبادی فوج نے جو نمایاں خدمات میدان جنگ میں انجام دیں ان سے متعلق خود ملک معظم اور اون کے ارباب حکومت نے ان لانسرز کی وفاداری - جانبازی اور بہادری کا پرزور الفاظ میں اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ ملک معظم کے حکم سے طبع شدہ تاریخ "پندرھویں امپیریل سروس کیولری بریگیڈ" اس امر کی بخوبی شاہد عادل ہے ازیں قبیل اور بھی بہت سے افواج آصفی کے درخشاں کارنامے ہیں جن پر ایک مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ لیکن عدم گنجایش کے مدنظر ہم صرف اسی حد پر اکتفاء کرتے ہیں۔

افواج آصفی غیروں کی نظر میں | افواج آصفی کا نظم و نسق و طریق قواعد اور اس کی مستعدی و کرتب کو دیکھکر اکثر غیر ممالک کے افسران فوج نے تعریفیں کیں اور اس فوج کو ہر فن میں ماہر و کامیاب پاکر ہمارے سررشتہ فوج کے قابل تحسین کارناموں پر اظہار مسرت کیا۔

زرد پرچم آصفی فوج کا نشان ہے | افواج آصفی اپنے پرچم کے زیر سایہ اس کے اشارہ پر اپنی فنا و بقاء ایک سمجھتی ہے۔ جو ملکی قومی نشان کے علاوہ ہر فوجی کے حق میں فوجی نشان بھی ہے۔ اس کا رنگ صبح صبا دو کے شفق کی زردی کا پتہ دیتا ہے۔ جس میں کمال عروج کی تقدیمی جھلک پنہاں ہے۔

افواج آصفی کے سپہ سالار | جس وقت اعلیحضرت جلوہ افروز تخت شاہی ہوئے۔ اس وقت اس فوج کے کمانڈر انچیف ملک و مالک کے سچے مونس و یاور اور حقیقی جاں نثار و وفادار نواب سر افسر الملک بہادر تھے۔ آپ کا دور سپہ سالاری بہت طویل عرصہ تک رہا۔ آپ کے انتقال پر ملال کے بعد آپ کے حقیقی جانشین و قابل فخر فرزند میجر نواب عثمان یار الدولہ بہادر نے بہ حیثیت کمانڈر اس فوج کی کمان کی۔ جب یہ بھی واصل حق ہوگئے تو کمانڈری کے عہدہ پر کرنل قادر یار جنگ بہادر کو مامور فرمایا گیا۔ حکیم السیاست اعلیحضرت قدر قدرت نے اس فوج کے ذمہ دارانہ اہتمام بالشان عہدہ جلیلہ کو حضرت والاشان ولیعہد بہادر سے رونق و تمکنت بخشی

یوں تو افواج آصفی کی بہتر سے بہتر تنظیم محض اعلیحضرت بندگانعالی کی حکمت آموز دور بین نظر و کمال کا نتیجہ ہے
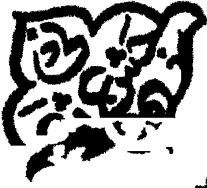
گذشتہ فوج کو بام عروج پر پہونچانے اور اُس کی
قدر و منزلت بڑھانے کے لئے فوجی تنظیم و نسق سے فطری
لگاؤ اور گہری دلچسپی رکھنے والے شہزادہ حضرت والاشان
نواب اعظم جاہ بہادر ولیعہد مملکت آصفیہ کو ذریعۂ فرمان مبارک
مشرفہ یکم ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م ۸ شہریور ۱۳۴۴ف افواج آصفی کی سپہ سالاری کا
جائزہ دلایا کر ایک نئے سرے سے عساکر آصفی میں حیات جاوید کی تازہ روح پھونکدی گذشتہ فوج پر اعلیحضرت کا
یہ احسان عظیم ہے۔

قطعۂ تاریخ

شکر حق سالار فوج ملک خود مختار شد ❊ یعنی اعظم جاہ والاشان گردوں اقتدار
ہاتف غیب از علیم شادماں سالش بہ گفت ❊ شد ولی عہد دکن سردار فوج نامدار
۱۳۵۳ ہجری بہادر

جب سے کہ حضرت والاشان نے اس جلیل القدر عہدہ کا جائزہ حاصل فرمایا ہے۔ زیر سرکردگی ممدوح الشان افواج آصفی کو چار چاند لگ گئے۔ چنانچہ یہ بہت سرعت کے ساتھ تنظیم و ترقی کے نمایاں مدارج طے کر رہی ہے۔ اس کی خوش نظمی و باقاعدگی۔ مستعدی و سرگرمی۔ اور فوجی بہترین انتظامات کے قابل ستائش کارنامے اُس کے فخر و مباہات کا معین سبب ہیں۔ فقط

فرمان مبارک متعلق ماموری عہدہ جات جلیلہ شاہزادگان والاشان

بفضلہ تعالیٰ ولی عہد اعظم جاہ والاشان نے آج افواج سرکار عالی کا جائزہ بحیثیت سپہ سالار افواج آصفی (یعنی کمانڈر انچیف آف دی اسٹیٹ فورسس) حاصل کیا جو کہ اون کا موروثی پیشہ تھا فن سپاہگری۔ بالفاظ دیگر یہ وہی خدمت تھی جسکو افضل الملک مرحوم انجام دیتے تھے۔ اور ان کو میجر جنرل کا رینک بھی دیا گیا ہے۔ اس کے سوا اس ماہ [illegible] سے چھوٹے بھائی بہادر معظم جاہ والاشان نے بھی آرایش بلدہ کا جائزہ حاصل کرنے والے ہیں بحیثیت صدر نشین [illegible] بلدہ دیہہ پبلک [illegible] اور دی سٹی امپرومنٹ بورڈ اور یہ بھی ان کا موروثی پیشہ ایک طرح سے ہے کہ ان کے مورث اعلیٰ [illegible] سلطنت مشہور رہتے ہیں الحاصل
مجھے امید ہے کہ یہ ہر دو برادر اپنے اپنے مفوضہ خدمات [illegible] انجام دے کر پبلک سے
خراج تحسین حاصل کریں گے کہ ان کا وجود بھی مثل [illegible] سلطنت حیدرآباد
میں ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے [illegible]
یکم ربیع الثانی [illegible]

از جناب مولوی محمد سید ہادی صاحب بی اے (کنٹب) ناظم اسکاؤٹس سرکار عالی
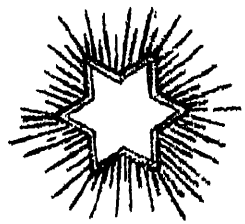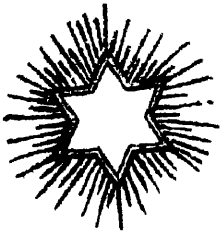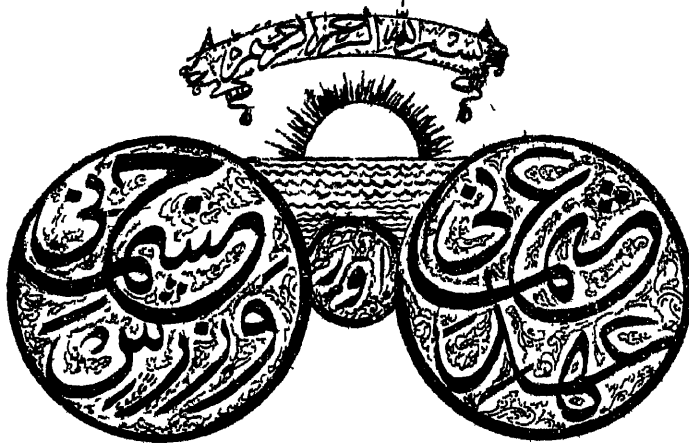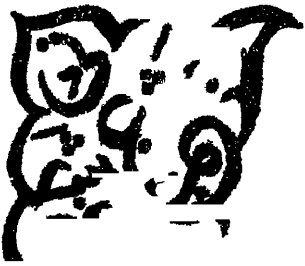
عہدِ عثمانی کا زرین دور جس میں ہر شعبہ نے ترقی کی اور افرادِ ملک کے نشو و نما میں ممکنہ کوششیں کی گئی ہیں کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو ان احسانات عمیم سے محروم رہا ہو۔ انہیں میں سے ایک ورزش جسمانی کا انتظام بھی ہے جو اس سے پہلے ملک کے ہونہار نسلوں کی بقاءِ صحت کے لئے اس وسیع سلطنت میں نہ تھا جوں جوں تعلیمی ترقیاں ہونے لگیں اوس کے ساتھ طلباء کے جسمانی نشو و نما کے لئے اس کا خیال پیدا ہوتا گیا کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ تا وقتیکہ کھیل کود اور جسمانی ورزش کا سامان فراہم نہ کیا جائے ہونہار طلبا کی صحت قایم نہیں رہ سکتی۔

چنانچہ ۱۹۱۸ء میں ابتداءً محکمہ ورزش جسمانی کا قیام عمل میں آیا اور یہ وائی۔ یم۔ سی۔ اے کی مدد سے چلتا رہا۔ جس کو سالانہ ڈھائی ہزار روپیہ حکومت کی جانب سے دیا جاتا تھا۔ جن کی ذمہ داری صرف اسی قدر تھی کہ ڈرل ماسٹر کی ٹریننگ وغیرہ کا معائنہ کیا جائے۔ چونکہ کام زیادہ تھا اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ اس کا بھی خاص محکمہ علیحدہ عمل میں آنا چاہئے چنانچہ حکومت نے مجھے جو اس وقت کیمبرج میں زیر تعلیم تھا۔ "ورزش جسمانی" کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حکم دیا جب میں ۱۳۳۵ف میں بعد ختم تعلیم انگلستان سے واپس ہوا تو محکمہ اسکولٹس اور ورزش جسمانی کا صیغہ بالکلیہ میرے زیر نگرانی دیدیا گیا۔ میں نے یوسف مرزا صاحب۔ اور مسٹر گڈون سے جس کا جائزہ حاصل کیا۔ باقاعدہ قیام محکمہ سے پہلے ڈرل ماسٹر عموماً فوجی وظیفہ خوار غیر تعلیم یافتہ ہوتے تھے جوں جوں محکمہ ترقی کرتا گیا ڈرل ماسٹر تعلیم یافتہ کو ترجیح دی جانے لگی جس کی وجہ سے روزانہ غیر معمولی ترقی ہوتی گئی اور کام نہایت عمدگی سے بروقت انجام پانے لگا اور محکمہ نے غیر معمولی ترقی کرنی شروع کی اس وقت (۱۲۵) ڈرل ماسٹر دار السلطنت حیدرآباد میں اپنے فرائض نہایت دلچسپی سے انجام دے رہے ہیں ورزش جسمانی تمام مدارس وسطانیہ میں لازمی قرار دیگئی ہے چنانچہ مدارس کے صدر صاحبان کے اتحاد عمل سے ہر مدرسہ میں کام انجام پا رہا ہے۔ گزشتہ دس سال کے عرصہ میں طلبا کی صحت پر اس کا نمایاں اثر ہوا ہے۔ چونکہ ڈرل ماسٹروں کو موجودہ عہد سائنس میں ڈرل کی تعلیم حاصل کرنے کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا جہاں وہ حالت حاضرہ سے واقف و آگاہ ہوتے اس لئے ان کی تعلیم کے لئے بھی خاص جماعتیں کھولی گئیں جہاں انہیں بالکل نئے طریقہ پر تیار کیا جاتا ہے تاکہ وہ آیندہ طلباء کی ذمہ داری اپنے دوش پر لیں تو اپنے فرائض و کافی ذمہ داری کا بخوبی احساس کرنے لگیں۔

کھیل کود سنہ ۱۹۲۰ء میں اس کا وجود عمل میں آیا۔ نواب مسعود جنگ بہادر سابق ناظم تعلیمات اس کے صدر مقرر ہوئے اور یہ کچھ نیم سرکاری حیثیت رکھتا تھا۔ طریقہ یہ تھا کہ ہر مدرسہ سے (عہ) روپیہ چندہ لیا جاتا تھا اور حکومت کی جانب سے تین ہزار سالانہ عطا کئے جاتے تھے اور مجلس انتظامی کے نو ارکین تمام کاروبار انجام دیا کرتے تھے چنانچہ ہر سال انجمن انتظامی کے ارکین منتخب کئے جاتے ہیں ابتداً ان کھیل کود میں صرف بلدہ کی حد تک مدارس کو حصہ لینے کی اجازت دیگئی بعد میں اس کو وسعت دیکر سکندرآباد کے مدارس کو بھی اس کا موقع دیا گیا۔ سالانہ اسپورٹس ہونے کے لئے ان کے علاوہ فٹبال۔ ہاکی۔ کرکٹ۔ ماس ڈرل کے باقاعدہ ٹورنمنٹ ہوتے ہیں۔ سال حال سے ٹینس ٹورنمنٹ کا بھی آغاز ہوچکا ہے۔ ٹورنمنٹس کے انتظامات کے لئے ہر مدرسہ کے مدرسین سے امداد لیجاتی ہے عنقریب محکمہ کی طرف سے (باکسنگ) اور کشتی کے ٹورنمنٹ بھی ہونے والے ہیں۔ چونکہ ایسے کھیل کود اور کاروبار کے لئے کوئی خاص میدان نہ تھا اس لئے اس کو ملتوی رکھا گیا تھا۔ اب یہ کوشش کی جارہی ہے کہ محکمہ کی جانب سے اسپورٹس کے لئے زمین حاصل کیجائے۔ چنانچہ ہماری درخواست حکومت کی خدمت میں پیش ہوچکی ہے اور توقع ہے کہ عنقریب اس مبارک تقریب کے سلسلہ میں اسکو شرف پذیرائی حاصل ہوجائیگا۔ پھر ہم اپنے اس خاص میدان پر نہایت منظم طور پر ان کی نمائش کرنے لگیں گے۔ محکمہ کا خیال ہے کہ اس کو وسعت دیکر آیندہ اسپورٹس میں اضلاع والوں کو بھی دعوت دیں کہ وہ آئیں اور اپنے بادشاہ کے نوازشات شاہانہ سے مستفیض و متمتع ہوں۔

محکمہ اسکوٹس سلطنت آصفیہ کی برکات میں ورزش جسمانی اور اسکوٹس بھی داخل ہیں اس محکمہ کی ابتداء اسی عہد زرین میں ہوئی ہے اور اس وقت بہت سرعت کیساتھ ترقی کے راستہ پر ہے چنانچہ حکومت نے جناب سید محمد اعظم صاحب پرنسپل سٹی کالج اور مسٹر تراکس سابق پرنسپل جاگیردار کالج کو کلکتہ اسکوٹس کانفرنس میں بہ حیثیت نمایندہ سلطنت بھیجا تھا ان کی واپسی پر حکومت نے سنہ ۱۳۳۰ف میں محکمہ اسکوٹس کے قیام کی منظوری صادر کی مسٹر سید محمد اعظم بہمن ۱۳۳۱ف میں ڈائرکٹر اسکوٹس مقرر ہوئے۔ آپنے نہایت خوش اسلوبی کیساتھ امرداد ۱۳۳۲ف تک اپنے فرائض انجام دئے اس کے بعد یوسف مرزا صاحب کے ذمہ یہ کام کیا گیا ۱۳۳۳ف میں ایک کمیٹی کا قیام عمل میں آیا اور حیدرآباد اسکوٹس کے قواعد و ضوابط ترتیب دئے گئے اساتذہ کو اس کی ٹریننگ کے لئے مدراس سے مسٹر کاسٹ کی خدمات حاصل کی گئیں آپنے ہر طرح سے ہماری اعانت کی۔ نیو اسکوٹس ہیڈ کوارٹر مقرر ہوا۔ پانچ ٹروپس قایم کئے گئے اس وقت جملہ اسکوٹس (۱۵۴) تھے۔

اس وقت حیدرآباد میں ایکسو دس ٹروپس اور تین ہزار اٹھاون اسکوٹس ہیں۔ اسکوٹس کے وجود نے ملک میں حب وطن اور ملک و مالک سے محبت کا ناقابل فراموش جذبہ پیدا کردیا ہے۔ یہ جذبۂ اطاعت اور وطن پرستی آنیوالی نسلوں میں بہترین اخلاق۔ حب وطن اور جانثاری پیدا کردیگا۔ چنانچہ ہر سال ٹروپس کا معائنہ کیا جاتا ہے کئی اسکوٹس نے غیر معمولی بہادرانہ کام انجام دئے ہیں جس کے صلہ میں دوسروں کو ترغیب اور تشویق دلانے اور ان کی ہمت بڑھانے کے لئے طلائی تمغے عطا کئے گئے ہیں ہر سال اسکوٹس ماسٹر کے لئے ایک کیمپ مقرر کیا جاتا ہے جہاں اسکوٹس ماسٹر کو ٹریننگ دیجاتی ہے چنانچہ ابتک اس قسم کے سالانہ دس کیمپس ہوچکے ہیں جب کسی اہم مسئلہ میں گفت و شنید کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کے لئے ایک کمیٹی ترتیب دیجاتی ہے اور مسئلہ مابہ البحث کا تصفیہ ہوتا ہے ورنہ عموماً میرے اور دو مددگار جناب علی موسیٰ رضا صاحب اور جناب دارا ناسی صاحب تمام کام انجام دیتے ہیں۔ اسطرح برکات عثمانیہ کے ظل عاطفت ہونہار نسلوں کی ارتقاء میں نمایاں کامیابی ہورہی ہے۔ اور یقین ہے کہ مستقبل قریب چمک اوٹھیگا۔ اور ملک کا ہر فرد جذبۂ وطن پرستی اور جان نثاری میں مشہور ہوجائیگا۔ فقط

مرتبہ محمد فاصل

مظاہرات اسکاوٹس
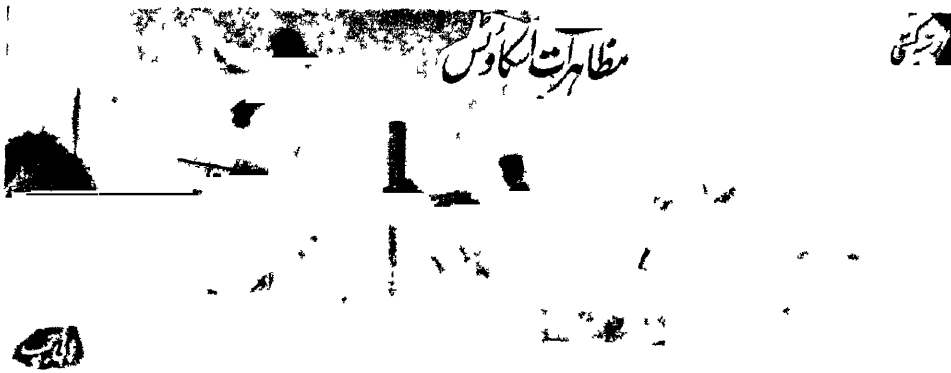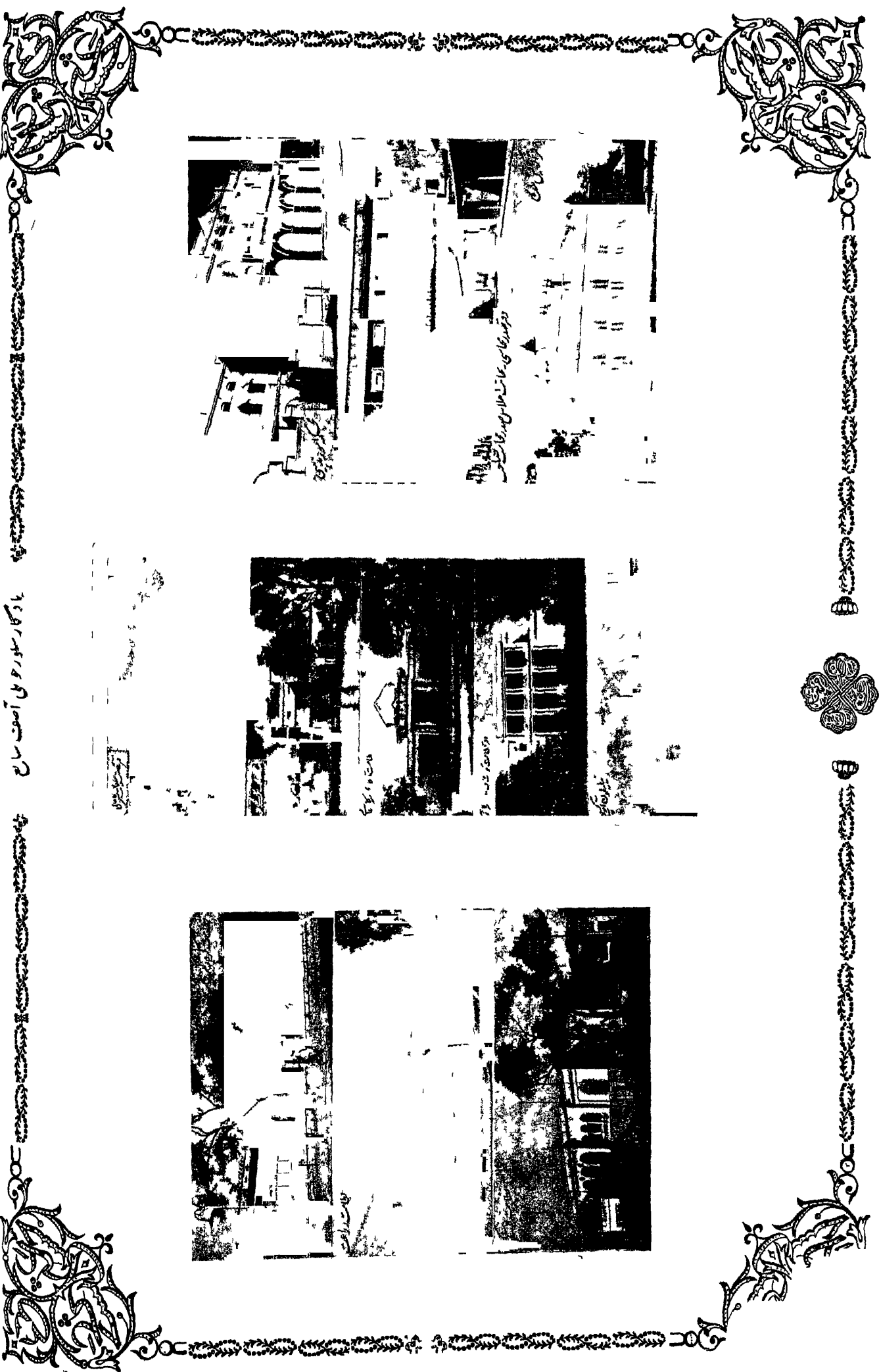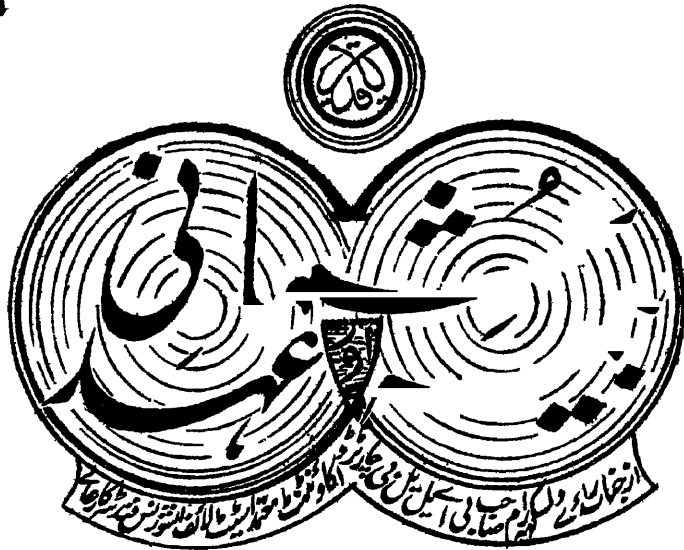
اس جشن سیمیں کے موقع پر ملک کے ہر شعبہ میں جو اصلاحات و ترقیاں کہ عمل میں آئی ہیں علوم و فنون جو اس دور میں نشونما پاچکے ہیں مختلف ادارہ جات جو عالم وجود میں آئے ہیں جب یہ ہر ایک اپنی اپنی ترقی کے کارنامے پیش کر رہے ہیں تو ان میں قیام بیمہ فنڈ سرکار عالی پر بھی اگر ایک نظر ڈالی جائے جو ملازمین سرکار عالی کے لئے اپنا فرض ادا کر رہا ہے تو ہرگز خالی از دلچسپی نہ ہوگا فی زمانہ کسی ملک کی معاشی زندگی میں بیمہ بھی ایک ضروری عنصر قرار دیا جاتا ہے جس سے اہل ملک کی خوش حالی اور انکی آسائش و ضروریات کا لحاظ کیا جاکر اسکو دیگر ضروریات کی طرح ہر فرد بشر کے لئے لازم گردانا گیا ہے۔

حیدرآباد اسٹیٹ فیملی پنشن فنڈ ابتداءً یکم خورداد ۱۳۱۶ف کو قایم ہوا اسکے قیام کی اصل غایت یہ تھی کہ ملازمین سرکار کو کفایت شعاری کی عادت ڈالی جائے اور یہ کہ جبراً انکے لئے ایک رقم بچانے کا ذریعہ پیدا کیا جائے تاکہ وقت ضرورت اگر ملازم سرکار کی موت واقع ہو جائے تو اسکے ارکان خاندان کیلئے معاشی مشکلات کا ایک گونہ سدباب ہو ورنہ ان ورثاء کیلئے بجز سرکار سے رعایتی وظیفہ کے خواہاں ہونے کے اور کوئی ذریعہ نہ تھا جسکے لئے بھی ایک کافی صبر آزما انتظار کی ضرورت ہوا کرتی تھی اس وظیفہ فنڈ کی حسب ذیل دو غایتیں تھیں۔

(۱) بمعاوضہ دو فیصدی لازمی وضعات جو ماہ بماہ ملازمین سرکار سے لیجاتی تھیں ایک وظیفہ ورثاء مرحوم کے نام بلحاظ چندہ ماہانہ ملتا تھا

(۲) مقررہ چندہ کے معاوضہ میں ایک وثیقہ عطا ہوتا تھا جسکی رقم چندہ دہندہ کے انتقال کے بعد اسکے ورثا کو واجب الادا قرار پاتی تھی۔

قواعد مذکورہ میں چند ایسی کمزوریاں اور سختیاں پائی گئیں کہ جسکے باعث عام طور پر یہ فنڈ ناپسند ہونے لگا۔ اسکے علاوہ پسماندگان کو جو وظیفہ کہ ملتا تھا وہ چونکہ بہت قلیل ہوا کرتا تھا جسکی وجہ سے مقبولیت عام میں کمی ہوتی رہی۔ اسلئے اسکو موقوف کیا جاکر اعلیٰحضرت خسرو دکن کی تخت نشینی کے دوسرے ہی سال بعد بذریعہ فرمان مبارک مترشحہ ۹ ذیحجہ ۱۳۳۰ھ ایک فنڈ بنام "حیدرآباد اسٹیٹ لائف انشورنس فنڈ" منظور فرمایا گیا جو یکم اسفندار ۱۳۲۲ف کو عالم وجود میں آیا۔ سابقہ چندہ دہندگان کو اس سے مستفید ہونے کی غرض سے جدید فنڈ میں منتقل کر لیا گیا جس سے معدودے چند دہندگان سابقہ فنڈ یعنے فیملی پنشن فنڈ میں باقی رہگئے۔

اس طرح موجودہ حیدرآباد اسٹیٹ بیمہ فنڈ اور پراویڈنٹ فنڈ بجائے فیملی پنشن قایم ہوا اور سابقہ دو فیصدی لازمی وضعات انہیں قایم رہی مگر بیمہ فنڈ کے قیام کا یہ طریقہ ہے کہ ماہانہ چندہ کے معاوضہ میں بلحاظ عمر بوقت شرکت بعد معاینہ طبی ایک پالیسی چندہ دہندہ کے
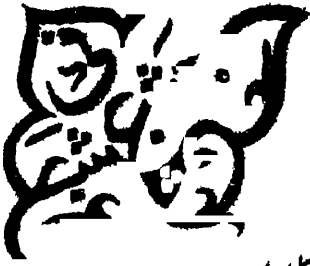
کے نام جاری کیجاتی ہے تاکہ پچپن سال کے قبل چندہ دہندہ انتقال کرے تو اسکے ورثاء کو کامل رقم پالیسی ادا ہو بشرطیکہ مرحوم ملازم سرکار ماہانہ اقساط چندہ تاریخ انتقال تک برابر ادا کرے۔

بلحاظ قواعد بیمہ فنڈ اسکے کاروبار ایک انتظامی کمیٹی کے تفویض ہیں جو حسب ذیل ارکان پر مشتمل ہے (۱) رائیٹ آنریبل نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر صدر المہام فینانس (۲) نواب فخر یار جنگ بہادر معتمد فینانس (۳) مولوی مرزا نصر اللہ خاں صاحب صدر محاسب سرکار عالی (۴) نواب علی نواز جنگ بہادر (۵) نواب اکبر یار جنگ بہادر (۶) نواب صدر یار جنگ بہادر (۷) نواب ہاشم یار جنگ بہادر (۸) کرنل جے نازمن واکر (۹) مولوی غلام علی محمدی صاحب (۱۰) پنڈت تا را این راؤ صاحب۔

صدر محاسب صاحب سرکار عالی کا وہ مددگار جو شاخ بیمہ پر متعین ہو کمیٹی بیمہ فنڈ کا معتمد کہلاتا ہے۔

تحت قواعد بیمہ فنڈ ہر ملازم سرکار کو جسکی پچیس روپیہ سے زاید یافت ہو اس کے لئے بیمہ کرانا لازمی کیا گیا ہے بشرطیکہ وہ مستقل ہو اور کسی غیر موروثی جائداد قابل وظیفہ پر اسکا تقرر عمل میں آیا ہو رقم چندہ بیمہ ماہانہ حیدرآباد اسٹیٹ بیمہ فنڈ میں جمع کیجاکر اسکے معاوضہ میں اسکو ایک پالیسی دیجاتی ہے۔ رقم پالیسی چندہ دہندہ کی ۵۵ سالہ عمر تکمیل پانے پر خود اسکو یا اسکے قبل انتقال ہونے کی صورت میں اسکے ورثاء کو قابل ایصال ہوتی ہے۔ شرح چندہ اگر (عہ) روپیہ سے زائد اور (ے) روپیہ سے کم یافت ہو تو (عہ) روپیہ ماہانہ اگر (ے) روپیہ سے زائد اور (ماعہ) روپیہ سے کم یافت ہو تو (عا) روپیہ چندہ ماہانہ اور ہر (ماعہ) یا ہر جز (ماعہ) کے لئے (عا) ماہانہ چندہ مقرر ہے۔

موجودہ قاعدہ کے تحت بلالحاظ تنخواہ (ے) روپیہ ماہانہ چندہ سے زیادہ چندہ ادا کرنے کی اجازت نہیں دیجاتی مثلاً اگر کسی ملازم سرکار عالی کی عمر ۱۲ سال ہو جو شرکت بیمہ فنڈ کے لئے ضروری ہے تو بمعاوضہ (ے) روپیہ ماہانہ چندہ انتہائی مبلغ (لہ عہ) روپیہ کی پالیسی دیجاتی ہے۔

سرکار عالی کے وہ ملازمین جنکی یافت (عہ) روپیہ سے کم ہو انکو بھی اس سے متمتع ہونے کا موقع ۱۳۳۸ف سے دیا گیا ہے۔ جنکی شرکت انکی مرضی پر منحصر ہے۔ عام طور پر یہ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ اسٹیٹ بیمہ فنڈ سے چندہ دہندگان بیمہ فنڈ کو رقم ادا شدہ سے کم رقم بوقت پالیسی ادا کیجاتی ہے۔ یہ غلط فہمی خصوصاً ناواقف و غیر ذمہ دار اشخاص کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ حالانکہ یہ بالکل خلاف اصلیت ہے۔

اول یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ سرکار عالی کا مقصد اس ادارہ کے قیام سے محض اپنی عزیز رعایا کی فلاح و بہبود ہے۔ دوم تقسیم منافعہ کا اعلان جس سے خود سارے شکوک جو گورنمنٹ بیمہ پالیسی کے خلاف پیدا کئے گئے ہیں رفع ہو جائینگے۔

شرکت بیمہ کیلئے درخواست تحت قاعدہ پیش ہونا ضروری ہے۔ درخواست گذار کی ملازمت اور عمر وغیرہ کی تصدیق ہونے پر معائنہ طبی کی اجازت دیجاتی ہے۔ ملازمین سرکار جو اضلاع پر ہوں وہ راست ضلع کے سیول سرجن کے پاس اپنی درخواست و کارنامہ کے ہمراہ پیش ہوتے ہیں معائنہ کی تکمیل کے بعد منظوری کی صورت میں صیغہ ہائے تنقیح متعلقہ کو وضعات کے احکام جاری کئے جاتے ہیں پہلی وضعات کی تصدیق ہوتے ہی شاخ بیمہ سے پالیسی اجرا کیجاتی ہے۔

حیدرآباد اسٹیٹ بیمہ فنڈ دو وجوہات سے دیگر بیمہ کمپنیوں کے مقابل منظم طریقہ کا خصوصیت رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ رقم کے نقد جمع کرنیکا قاعدہ رائج نہیں۔ اسوجہہ سے دفتر بیمہ فنڈ پر کوئی رقم جمع نہیں ہوتی بلکہ چندہ ماہانہ چندہ دہندگاں کی تنخواہوں سے وضع ہوتا ہے جسکی وجہ سے چندہ دہندگاں کو ماہانہ چندہ کی ادائی کی نہ کوئی فکر ہوتی ہے اور نہ پریشانی۔ اگر کسی خاص وجہ سے چندہ ماہانہ وضع نہ کیا گیا۔ مثلاً کسی سررشتہ میں اسکی خدمت مستعار لیگئی ہو تو چندہ دہندہ پر لازم گردانا گیا ہے کہ ہر سہ ماہ یا ششماہ یا سالانہ چندہ کسی قریب تر خزانہ یا بینک میں جمع کرائے۔ دوسرا یہ کہ جن چندہ دہندگاں کی شرکت بیمہ فنڈ میں منظور نہیں ہوتی ہے وہ پراویڈنٹ فنڈ میں شریک ہوسکتے ہیں۔

پراویڈنٹ فنڈ صرف ان چندہ دہندگاں کے لئے مخصوص ہے جنکی درخواستہائے شرکت بلحاظ معائنہ طبی نامنظور کیگئی ہوں یا عمر زائد از (۴۵) سال ہونے کی وجہ سے شریک بیمہ فنڈ نہ ہوسکتے ہوں بیمہ فنڈ کے حسابات کی تنقیح سالانہ کیجاتی ہے اور رپورٹ مجلس انتظامی میں پیش کی جاتی ہے۔

حیدرآباد میں بیمہ کے عام حالات کا اگر تذکرہ مختصراً کیا جائے تو نامناسب نہوگا۔ صحیح اعداد بیمہ کمپنیوں کے کاروبار کے متعلق فراہم نہیں کئے جاسکتے اور نہ ان کے فراہم ہونے کا کوئی معتبر ذریعہ ہے۔ بہرحال جو بیمہ کمپنیاں حیدرآباد میں اپنا کاروبار کررہی ہیں ان کے کاروبار کی مجموعی تعداد درج ذیل ہے جس سے موجودہ کاروبار بیمہ کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

	مقدار رقم پالیسی حاصل کردہ
غیر ہندوستانی بیمہ کمپنیاں	[illegible] کروڑ [illegible] لاکھ [illegible] ہزار
ہندوستانی بیمہ کمپنیاں	دو کروڑ [illegible] لاکھ [illegible] ہزار
	[illegible] کروڑ [illegible] لاکھ [illegible] ہزار

اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ مندرجہ بالا اعداد صحیح ہیں تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سال بسال جو رقم کہ ملک سے باہر جارہی ہے۔ اسکی مجموعی مقدار کا اندازہ تخمیناً ۱۸ لاکھ روپیہ سکہ کلدار ہے۔

بیمہ کنندگاں اکثر بغرض معلومات یہ سوال کرتے ہیں کہ کس بیمہ کمپنی میں بیمہ کرایا جائے جو ہر طرح محفوظ ہو خصوصاً جبکہ عام طور پر مختلف بیمہ کمپنیوں کے نمائندے ہر چند اپنی فصاحت سے اپنی کمپنی میں شرکت کی ترغیب دلاتے ہیں اور بسا اوقات ایسے نمایندوں کے ذاتی اثرات اسقدر کارگر ہوتے ہیں کہ بلا لحاظ اسکے کہ بیمہ کمپنی کی مالی حالت قابل تسلیم ہو کہ نہو شرکت کرلیجاتی ہے۔ قبل اسکے کہ کوئی مناسب جواب اسکے متعلق دیا جائے یہ بات قابل غور ہے کہ بیمہ مثل بانک۔ تجارت صنعت کے بہترین ذریعہ اہل ملک کو فروغ دینے کا ہے لہذا یہ امر توجہ طلب ہے کہ روپیہ جو بیمہ کے لئے ماہانہ و ششماہی و سالانہ دیا جاتا ہے کہاں جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ اقساط بیمہ کہاں اور کن اغراض کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ کمپنی جسمیں کہ بیمہ کرایا گیا ہو کسقدر آمدنی ہر سال اپنے اخراجات پر صرف کرتی ہے آیا کمپنی منافع سال بسال پیدا کرتی ہے یا نہیں۔ کسقدر منافع بیمہ شدہ لوگوں کے لئے مختص کیا جاتا ہے اور کہاں۔ اہم جز بیمہ کمپنیوں کا یہ بھی ہوتا ہے کہ
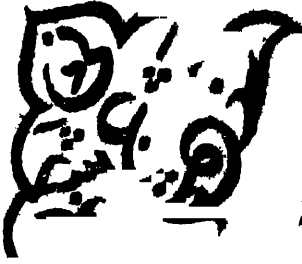
مجلس انتظامی جس پر کہ کمپنی کا دارومدار ہے کیسے افراد پر مشتمل ہے۔ ان ارکان
کی ذاتی قابلیت انکا تجربہ انکی دیانت انکی فراست اور انکا رتبہ
کمپنی کو اعلیٰ درجہ پر پہونچانے کا ذریعہ ہیں۔ اگر اس کے برعکس ہو تو یقین ہے
کہ کمپنی کے لئے غیر مفید ثابت ہونگے۔

کسی ملک کی خوش حالی اس بات پر منحصر ہے کہ جس قدر ایسے ادارے ملک میں نشو و نما پاتے ہیں ملک کے لوگ ان اداروں سے کیا دلچسپی رکھتے ہیں جس قدر روپیہ کہ ایسے کاروبار میں ملک سے باہر جاتا ہے وہ ملک اسی قدر مفلوک ہوتا ہے۔ لہذا ان تمام اجزاء پر صرف اسی قدر غور قابل لحاظ نہ ہوگا کہ محفوظ روپیہ سے معاوضہ بصورت منافعہ کیا حاصل ہو سکتا ہے؟ بلکہ یہ امر بھی قابل لحاظ و غور و طلب قرار پاتا ہے کہ ملک و اس کے افراد بھی آیا اس روپیہ اس ملک میں فائدہ اٹھا سکتے ہیں یا نہیں۔ جان کا بیمہ تحریک امداد باہمی ہے۔ جو انسان کو اپنے اور اپنے خاندان کے لئے ایک گونہ فارغ البال کرتا ہے۔ انسان اپنے حیات میں خود اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔ اور اگر زندہ نہ رہے تو اس کے منشاء کے موجب اس کے خاندان کے لئے بیمہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ بظاہر موجودہ حالت میں بیمہ کی قدر زیادہ نہ ہو مگر بتدریج اس سے انسانی ضروریات کا ایک سرچشمہ قایم ہوتا ہے۔

پس بلا شبہہ بلحاظ اس کے کہ اب بیمہ کمپنیوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا ہے اور حیدرآباد میں بھی لوگ بیمہ کے عادی ہو رہے ہیں مگر حیدرآباد کے دیہاتی رعایا کے لئے کوئی خاص لحاظ سے ترغیب کے اسباب خاطر خواہ نہیں ہیں جس سے لوگ اپنی محدود آمدنی سے بچت کا کوئی ذریعہ فراہم کر سکیں جسکا نتیجہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر مقروض پائے جاتے ہیں۔

بسا غنیمت کہ حیدرآباد کوآپریٹو انشورنس سوسائٹی محدود ایسے موقع پر اس طبقہ کے افراد کے خدمات کے لئے عالم وجود میں آئی ہے جس کا آیندہ زمانہ نہایت ہی پُر امید اور روشن معلوم ہوتا ہے۔ کارپردازان انجمن سے توقع ہے کہ ایسی انجمن جس نے ملک کی دیہی ترقی و خوشحالی میں قدم اٹھایا ہے اس کی خدمت نہایت احتیاط اور دیانت سے انجام دیکر اس کا مستقبل اور درخشاں بنائیں گے۔ لہذا جس ملک کی رعایا کے لئے ایسی سہولتیں موجود ہوں اور اہالیان ملک متحدہ طور پر اس کے لئے کوشاں ہوں کہ ملک کی خوشحالی میں اضافہ ہوتا رہے تو یہ ملک اپنے شاہ ذیجاہ کے زیر سایہ بیحد ترقی کر سکتا ہے۔ تمنا ہے کہ اہل ملک دیگر ممالک کے مفید اور ضروری تجربوں سے فائدہ اٹھا کر سرزمین دکن کو معاشی اور اخلاقی اور دیگر ترقیوں کا سرسبز و شاداب گہوارہ اور اہل وطن کو خوشحال دیکھیں جس میں ہر پہلو فلاح عامہ کا راز مضمر ہے اور دعا ہے کہ ظل عثمانی تمام بہی خواہان دولت ابد پائدار کے سروں پر قایم و دایم رہے۔

قدیم و **جدید** جشن آرایش شہر۔ دیول و مناور معابد و مساجد جو آرایشی راستوں کے درمیان آگئے تھے اعلیٰحضرت نے تمام مذاہب کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ۔ آرایش کے نقص کو منظور فرما لیا مگر ان کا انہدام قبول نہ فرمایا۔ جس کی نظیر دنیا نہیں پیش کر سکتی اور فی زمانہ کسی حکومت و سلطنت نے مذہبی احترام کو اس قدر ملحوظ رکھا ہے حیدرآباد کی شاندار آرایشی سڑکوں پر جس طرف نکل جائیں اکثر یہ مذہبی معابد یادگاریں درمیان راہ یا راستہ میں حائل نظر آئیں گی۔ جو اپنی زبان حال سے پاک باطن انسانوں کو نقش وفا شاہ ذیجاہ کی بے مثل رواداری کے منشاء حقیقی کا راز حافظ شیرازی رح کے شعر میں یوں سناتی ہیں کہ

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام ٭ با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

آج جس طرف دیکھو دنیا "نظر جدید" پر عامل نظر آتی ہے مگر حضرت اقدس و اعلیٰ اپنی آنکھوں سے ماضی و مستقبل کو نظر انداز کئے بغیر دور بین خوش انجام پالیسی پر "قدیم" "جدید" کے عامل نظر آتے ہیں

خداوند کرے عمر خضر کی عثماں ٭ کہ تیرے دم سے ہے آباد یہ دیار دکن

مرتبہ محمد فاضل

عثمانیہ جوبلی ہال بمقام باغ عام جشن سیمیں عثمانی کا عظیم الشان مرکز

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

رآباد پرنٹنگ ورکس
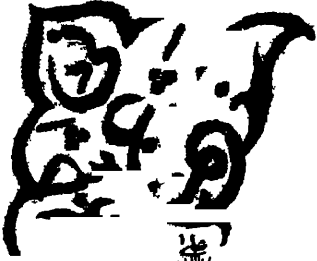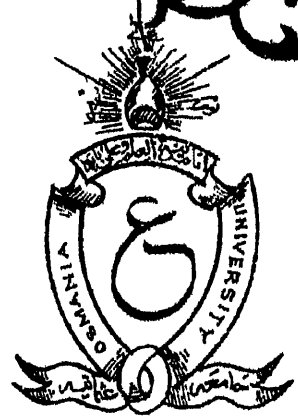
جامعۂ عثمانیہ کے قیام کے اسباب

اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی تخت نشینی کے ساتھ ہی جب ملک میں ہر جہتی صلاح و بہبود کا دور دورہ شروع ہوا اہل ملک کو گذشتہ تحریکات عہد مختار الملک۔ عہد عماد السلطنتہ۔ عہد وقار الامراء طلباء قدیم دار العلوم ایجوکیشنل کانفرنس وغیرہ کا بھولا ہوا خواب یاد آگیا۔ اور اس عہد مسعود کو کامرانی کا سبب جاننے لگے۔ انکے مایوس دل امید سے وابستہ ہوئے حسرت و ارمان کے حوصلے بلند ہو کر کامیابی کی جھلک محسوس کرنے لگے۔ علمی ادبی چہل پہل بڑھنے لگی تو قیام جامعہ عثمانیہ کے متعلق بھی سرگوشیاں شروع ہوئیں۔ چنانچہ ماہ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ میں طلباء قدیم دار العلوم نے ایک جگہ جمع ہو کر ایجوکیشنل کانفرنس کا خاکہ قایم کیا اہل ملک کے نام اپیل شائع کی جسمیں قیام جامعہ عثمانیہ سے متعلق خواہش ظاہر کی گئی تھی۔ اپیل نہایت کامیاب ثابت ہوئی۔ اہل ملک نے قدم بڑھایا۔ حامیان علم نے تعاون کیا حکومت نے قدر کی۔ اس گرما گرمی کے دوسرے سال ہی یعنے ۱۳۳۳ھ میں ایجوکیشنل کانفرنس کا پہلا اجلاس منعقد ہوا جو تاریخ دکن میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ کہ جامعہ عثمانیہ کا ظہور اسی اجلاس کی سرگرم چہل پہل اور پرجوش تقریروں کے باعث عمل میں آیا جسکی صدارت علم دوست نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر نے کی تھی۔ پھر ۱۳۳۴ھ میں اس کانفرنس کا دوسرا اجلاس بمقام اورنگ آباد مولوی حبیب الدین صاحب صدر محاسب سرکار عالی وقت کی صدارت میں عمل میں آیا۔ فاضل عصر صدر نے قیام جامعہ کی نسبت مدلل و ہمت افزا خیالات کے اظہار کے ساتھ مزید مفید معلومات بہم پہونچائے اور مستقبلہ خوشگوار آثار کا نقشہ دکھلایا محض اعلیحضرت کے خاص علمی شغف و سرپرستی سے عوام میں یہ جوش پیدا کر دیا تھا۔ آخر کار حامی علم و فن ہستی نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر نے جو اس وقت سررشتہ تعلیمات کے معتمد تھے بہ پیشگاہ اعلیحضرت ۱۹۱۷ء م ۱۳۳۶ھ میں قیام جامعہ سے متعلق عرضداشت پیش کی جسکو شرف ملاحظہ بخشنے کے بعد حضرت اقدس و اعلی نے فرمایا کہ۔

سلطان العلوم کا فرمان زبانِ اردو پر احسان

"اس یونیورسٹی کا اصل اصول یہ ہونا چاہئیے کہ اعلی تعلیم کا ذریعہ ہماری زبان اردو قرار دیجائے اور انگریزی زبان کی تعلیم بھی بہ حیثیت ایک زبان کے ہر طالب علم پر لازمی گردانی جائے۔ لہذا میں بہت خوشی کے ساتھ اجازت دیتا ہوں کہ میری تخت نشینی کی یادگار میں حسب مذکور اصول محولہ عرضداشت کے موافق ممالک محروسہ سرکار عالی کے لئے حیدرآباد میں یونیورسٹی قایم کرنے کی کارروائی شروع کی جائے۔ اس یونیورسٹی کا نام عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد ہوگا"

مرتبہ محمد فاضل
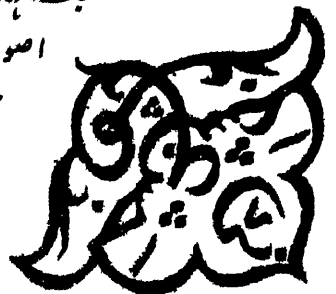
جامعۂ عثمانیہ کا قیام | یہ وہ فرمان فیض نشان ہے کہ اسکے شرف صدور کے ساتھ ہی زبان اردو پہ اعلیحضرت کا احسان عظیم نقش ہو جاتا ہے اسی فرمان مبارک کی تعمیل میں ارباب بست و کشاد نے بہت جلد تمام امور کا انتظام کرلیا۔ بالآخر ۱۹۱۸ء میں ایک منشور خسروی صادر ہوا جسکے ذریعہ حضور پر نور نے یونیورسٹی کی پوری تنظیم فرمادی منشور خسروی کے اہم اجزاء یہ ہیں۔

منشور خسروی کے اجزاء | "چونکہ مابدولت واقبال کو اپنی عزیز وفادار رعایا کی فلاح وبہبود بدرجہ اتم مدنظر ہے اور مقصد اعلی صرف اسی صورت میں بوجہ احسن حاصل ہو سکتا ہے جبکہ موجودہ انتظام تعلیم ممالک محروسہ سرکار عالی کو بیرونی جامعات سے مناسب حد تک آزاد و مستغنی کرکے اعلی انتظام ملکی خصوصیات وحالات کے اعتبار سے خود اندرون ملک کیا جائے اور مابدولت واقبال حکم صادر فرماتے ہیں کہ

(۱) حیدرآباد دکن میں ایک جامعہ (یونیورسٹی) بنام جامعہ عثمانیہ یکم محرم الحرام ۱۳۳۷ھ سے قایم کیجائے۔

(۲) جامعہ عثمانیہ کا مقصد یہ ہے کہ مذہبی، اخلاقی، ادبی، فلسفی، طبعی، تاریخی، طبی، قانونی، زراعتی، تجارتی، اعلی تعلیم کا اور دیگر مفید علوم وفنون وسودمند پیشوں اور صنعت وحرفت وغیرہ سکھانے اور ان سب میں تحقیقات وترقی کا انتظام کرے۔

(۳) جامعہ عثمانیہ کی خاص خصوصیت یہ ہوگی کہ جملہ علوم کی تعلیم زبان اردو میں دی جائے گی اور اسکے ساتھ انگریزی زبان وادب کی تعلیم لازمی ہوگی وغیرہ"

اعلیحضرت یونیورسٹی کے سرپرست اعلی | منشور خسروی میں تفصیل کے ساتھ جامعہ عثمانیہ کے اختیارات بیان کئے گئے ہیں۔ پھر اسکی ہیئت ترکیبی کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس میں اعلیحضرت نے اپنی علم پروری اور خاص دلچسپی کا ثبوت دیا ہے کہ "مابدولت واقبال جامعہ عثمانیہ کے سرپرست اعلی رہیں گے اور جامعہ عثمانیہ اپنے کاروبار میں اسی مہر کا استعمال کرتے جس کا نمونہ مابدولت واقبال سطور فرمائینگے"

جامعۂ عثمانیہ میں تعلیم کا آغاز | غرض منشور خسروی کے مطابق جامعہ عثمانیہ کا قیام یکم محرم ۱۳۳۷ھ سے عمل میں آیا۔ مگر اس کی باضابطہ تعلیم کا آغاز ماہ ذیحجہ ۱۳۳۷ھ م ۲۸ اگست ۱۹۱۹ء سے ہوا۔

جامعہ کے صدر | کلیہ کی صدارت کے فرائض ابتداء میں کچھ عرصہ تک نواب مہدی یار جنگ بہادر اور پھر نواب مسعود جنگ بہادر نے انجام دئے۔ من بعد ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی کا تقرر عمل میں آیا اور پھر مولوی محمد عبدالرحمن خانصاحب باحسن الوجوہ کام فرما رہے اسکے بعد کچھ عرصہ تک ڈاکٹر میکنزی صاحب نہایت عمدگی سے بحیثیت پرو وائس چانسلر فرائض انجام دیتے رہے اور اب مولوی قاضی محمد حسین خانصاحب بہت کامیابی سے ... [illegible]

کلیہ کے پروفیسر | کلیہ کیلئے جسقدر اساتذہ کا انتخاب عمل میں آیا ہے بفضلہ وہ سب اپنے شعبہ وفن میں خاص و یگانہ روزگار ہیں۔ چنانچہ اسقدر مدت میں جامعہ عثمانیہ نے نہایت اچھے سپوت پیدا کئے۔

دارالترجمہ | جامعہ عثمانیہ کے ساتھ دارالترجمہ کا قیام تشریح کے لئے ایک علیحدہ باب کی حاجت رکھتا ہے۔
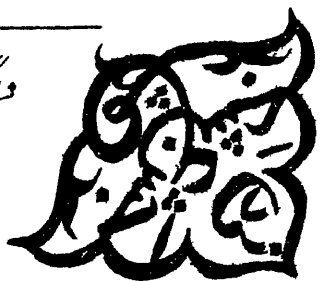
دیگر کالجوں کا قیام | جامعہ عثمانیہ کے تحت متعدد کالج قایم ہیں۔ چنانچہ ۱۹۲۶ء میں عثمانیہ میڈیکل کالج کا آغاز ہوا اور ۱۹۲۹ء میں عثمانیہ انجینرنگ کالج اور عثمانیہ ٹریننگ کالج کا افتتاح عمل میں آیا ان کے علاوہ انٹرمیڈیٹ کی تعلیم کے لئے اور
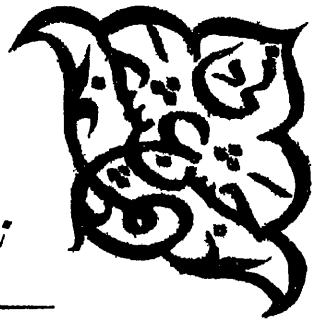
چار کالج کا انتظام کیا گیا۔ جنمیں سے ایک اندرون شہر سٹی کالج اور باقی کے تین صوبہ جات اورنگ آباد، گلبرگہ، ورنگل میں قایم ہوئے۔

زنانہ کالج لڑکیوں کی تعلیم کیلئے حیدرآباد کی تہذیب اور مذہبیات کا کامل لحاظ رکھتے ہوے ایک علیحدہ کلیۂ انات قایم ہوا۔ جس میں بی اے تک تعلیم دیجاتی ہے اس طرح صرف جامعہ عثمانیہ کی تعلیمات پر سالانہ (۲۹) لاکھ سے زیادہ رقم صرف ہوتی ہے۔

بزم اردو جامعہ عثمانیہ کلیہ جامعہ عثمانیہ کے تحت ایک مجلس بنام "بزم اردو" بھی قایم ہے۔ جس کے کارہائے نمایاں علمی چہل پہل میں معقول فراوانی اور زبان اردو کو چار چاند لگا رہے ہیں۔ اور بزم اردو کے اراکین کی اردو خدمات ہر آئین لایق تحسین و آفریں ہیں۔

جامعہ عثمانیہ کیلئے جدید عمارات کی تعمیر جامعہ عثمانیہ کی شایاں شان مستقل عمارات کے لئے شہر سے کچھ فاصلہ بر مقام اڈکمٹ چودہ سو ایکر[۱۴۰۰] کا وسیع رقبہ خرید لیا گیا ہے۔ جسپر تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے۔ چنانچہ ماہ شہریور ۱۳۴۳ف م جولائی ۱۹۳۴ء میں خود اعلیحضرت سلطان العلوم نے اپنے دست مبارک سے اس کا سنگ بنیاد رکھا۔ جسکی تعمیر کیلئے سر دست ایک کروڑ روپیہ کی منظوری صادر ہوئی ہے۔ لیکن اس سے زیادہ روپیہ اسپر صرف ہوگا۔ اس وسیع اسکیم کی منظوری اعلیحضرت کی علم دوستی و فیاضی کی بین ثبوت و دلیل ہے جسکی نظیر نہیں ملسکتی

جامعہ عثمانیہ کے مستقل عمارات کی تعمیر کے ختم تک جسکو چند سال درکار ہونگے۔ فی الحال ۵ لاکھ کے صرفہ سے عارضی تیار شدہ عمارتوں میں جامعہ کے جملہ ادارے منتقل ہو کر تعلیم جاری ہے۔

علمی شہر جب مستقل عمارات کی تعمیر ختم اور اسکی آرایش کے تمام انتظامات مکمل ہو جائینگے اسوقت جامعہ عثمانیہ اپنی پر شکوہ عظمت و شان کے ساتھ جلوہ گر ہوگی اور یہ خطۂ اڈکمٹ ایک شاندار علمی شہر نظر آئے گا۔

خوشگوار آثار جہاں کی فضاء ملک کے لئے فلاح و بہبود کی ضامن ہوگی۔ جہاں کے سپوت ملک کو سرعت کے ساتھ بام اوج پر پہونچانے والے ہونگے۔ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے دوش بدوش عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد بھی نہ صرف دکن بلکہ ہندوستان کے لئے مایۂ ناز اور اپنی آپ نظیر ہوگی۔

نقش وفا ایسے علم پرور شہنشاہ کے مکارم و احسانات کا کس زبان سے شکریہ ادا کیا جاسکے۔ زبان قاصر ہے قلم عاجز ہے صفحۂ ہستی کے نقش وفا کی باقیات الصالحات دنیا کی بقا تک قایم و دایم رہے گی۔ ایسے خداداد سلطان العلوم ظل اللہ کے زیر عاطفت اہل دکن جسقدر بھی فخر کریں بجا ہے کہ ہمارا بادشاہ ہمارے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔

سلطان العلوم کی ڈگری کی پیشکشی اراکین مجلس و رفقاء جامعہ عثمانیہ نے یونیورسٹی کے قیام کے بعد اعلیحضرت کی غیر معمولی علمی دلچسپیوں و سرپرستیوں، اور بالخصوص جامعہ عثمانیہ کے سرپرست اعلیٰ ہونے کی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوے ۱۹۲۳ء میں بکمال منت و حسن عقیدت "سلطان العلوم" کی ڈگری بارگاہ خسروی جہان پناہی میں پیش کرنیکی عزت حاصل کی۔

(شعر دعائیہ)

زندہ کردی چوں مسیحا علم و فن را در دکن
شاد باش اے حضرت عثمان علیخاں شاد باش

آمین ثم آمین
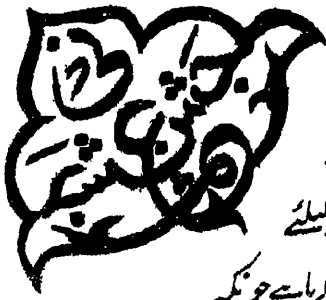
دار الترجمہ و تالیف کا قیام

جامعہ عثمانیہ کے قیام کے ساتھ ساتھ ۱۳۳۵ھ م ۱۹۱۶ء میں سررشتہ
تالیف و ترجمہ کی بھی تشکیل عمل میں آئی جسکی غرض تمام علوم و فنون کی تعلیم اردو میں دینے کیلئے
علوم مشرقیہ کو ترقی دینا اور ان کے و دیگر زبانوں کی کتب کے ماخذوں سے اردو میں ترجمہ و تالیف کرنا ہے چونکہ
جن اغراض و مقاصد کے تحت عثمانیہ یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا ہے اسکی تکمیل کیلئے دار التالیف و تراجم کا وجود از بس ضروری تھا اس محکمہ سے
متعلق دار الطبع جامعہ عثمانیہ ہے جسکے سالانہ اخراجات (۷۰۵۷۹) روپیہ ہیں اور محکمہ دار الترجمہ کا سالانہ خرچ ۲۶۱۴۱۵ روپئے ہے جن سے ظاہر ہے کہ
اعلیٰحضرت سلطان العلوم کی سرپرستی اردو زبان کو کس طرح سیراب کر رہی ہے اس وقت تک دار الترجمہ نے اپنی ۱۹ سالہ زندگی میں اردو کی ناقابل فروگذاشت خدمت کی ہے جسقدر اراکین
اس محکمہ میں کارگزار ہیں وہ اپنے متعلقہ علوم و فنون میں کافی مہارت رکھتے ہیں۔ اس محکمہ کا زبان اردو اور اردو داں اصحاب پر بڑا احسان ہے
اور یہ احسان محض اعلیٰحضرت سلطان العلوم کی فیض بخشی کا نتیجہ ہے۔

عہد عثمانی میں اردو کی ترقی کے اہم اسباب

(۱) اردو زبان سے اعلیٰحضرت کی دلچسپی، ذوق علم و فضل و مذاق شعر و سخن اور علم پروری و سرپرستی (۲) اردو و شاعر و انشا پردازوں کی
قدر دانی و سرفرازی (۳) انجمنوں اور اداروں کی قدر افزائی و امداد۔ (۴) جامعہ عثمانیہ و دار الترجمہ کا قیام (۵) اردو رسائل و اخبارات
کی امداد (۶) دکن کی مسلسل اردو خدمات و حمایت (۷) اعلیٰحضرت کی سرپرستی کے خاص اثرات اور اسکے خوشگوار نتایج (۸)
اردو زبان کی اصلاح کی پوری پوری کوششیں (۹) حیدرآباد میں اردو کی عام مقبولیت و عمومیت (۱۰) تمام ہی صرف خاص
جاگیرات تمام موقاتریں اردو کی عام ترویج

حیدرآباد کی وہ انجمنیں جو عہد عثمانی میں اردو ادب کی خدمات میں گرم کار ہیں

(۱) انجمن طلبہ قدیم دار العلوم (۲) انجمن جشن جوبلی دار العلوم (۳) حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس (۴) انجمن ثمرۃ الادب (۵) مجلس اشاعت العلوم
(۶) انجمن اسلامیہ (۷) انجمن ترقی اردو (۸) انجمن ارباب اردو (۹) مکتبۂ ابراہیمیہ (۱۰) مجلس علمیہ (۱۱) بزم اردو نظام کالج (۱۲)
بزم اردو کلیہ جامعہ عثمانیہ (۱۳) انجمن سلسلۂ ادبیات اردو (۱۴) لٹریری اکیڈیمی (۱۵) انجمن طیلسانین عثمانیہ (۱۶) انجمن ترقی ڈرامہ
(۱۷) انجمن طلبہ قدیم سٹی کالج (۱۸) بزم تمثیل

تعارف و شکریہ

جناب ڈاکٹر سید محی الدین صاحب قادری زورؔ ریڈر و فیسر جامعۂ عثمانیہ نے "عہد عثمانی میں اردو کی ترقی"
کے نام سے ایک مستقل و تاریخی یادگار کتاب لکھکر حامیان اردو کی بڑی حد تک خدمت انجام دی ہے جس کا
مطالعہ مفید معلومات سے بھرپور کرتا اور عہد عثمانی میں اردو کی ترقی کے احسانات گنواتا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کی لکھائی چھپائی
نہایت دیدہ زیب اور حسن ترتیب مصنف صاحب موصوف کی موزوں قابلیت سے مرصع ہے
ڈاکٹر صاحب نے اردو سے متعلق اور بھی بہت سی کتابیں تصنیف و تالیف کی ہیں عہد عثمانی میں
آپکے اردو خدمات قابل قدر اور لایق تحسین ہیں۔ ہم نے اس خصوصی نمبر کے لئے آپکی اسی
کتاب سے بعض اقتباسات اخذ کئے ہیں جسکا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

مرتبہ محمد فاضل

از علّامہ عبداللہ العمادی رکن و ناظر دار الترجمہ سرکار عالی

مصر کی جدید ادبی جماعت میں آجکل محمد آفندی لطفی جمعہ کا نام ہندوستان تک پہونچ چکا ہے اور اُن کی کتاب "تاریخ فلاسفۃ الاسلام فی المشرق والمغرب" کو شعبۂ فلسفہ کی تحریک پر دار الترجمہ جامعہ اردو میں منتقل کرنے کا سامان کر رہا ہے یہ ۲۲۰ صفحات کی کتاب ہے، اس کا نقش اول ایک مقالہ تھا جس کی بنا پر ۱۹۰۹ء میں فرانس سے پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی تھی بعد کو اٹھارہ برس کی مزید محنت سے یہ نقش ثانی مرتب ہوا جو دس برس ہوئے مصر کے مطبعۃ المعارف سے ۱۳۴۵ھ ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کتاب کے مقدمہ (ص ن س) میں اُس معروف دار الترجمہ کا تذکرہ ہے جو خلیفہ آل عباس (مامون) نے قائم کیا تھا، اس شیریں حکایت کا ہر پارہ ایک شکر پارہ ہے جس نے ذوق تاریخ کو شیریں کام کر رکھا ہے۔

آغاز ترجمہ

اسلام میں ترجمۂ علم و فن کی اولیت مولف نے خلیفۂ منصور سے مخصوص کی ہے لیکن رہبران اسلام و رہروان حکمت کے جو نقش قدم تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں اُس کی سر منزل ایک پایہ شناس کو صدر اوّل ہی میں ملتی ہے۔

۱۔ علم کی ابتداء

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیمات اور کلام اللہ کے آیات بیّنات نے علم و حکمت کی تخم ریزی کی، امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے خطبات نے اس خصوص میں تکمیل کی راہیں نکالیں حضرت ہی کی ہدایت سے آپ کے شاگردوں نے علم کی بنیاد ڈالی خود آپ کی ایک کتاب ہرن کی کھال پر لکھی ہوئی تھی جس میں بہت سے علوم تھے اور نوبت بنوبت ائمۂ اہل بیت علیہم السلام میں متوارث ہوتی چلی آئی تھی۔

۲۔ دار الترجمہ

ترجمہ کی ابتدا خلافت راشدہ کے کچھ ہی بعد ہوئی دمشق میں طب و نجوم کی کتابیں ترجمہ کی گئیں اور ایک تاریخ تالیف ہوئی جس کی ابن ہشام نے تلخیص کی اور کتاب التیجان کے نام سے دائرۃ المعارف سے شائع ہوئی ہے اس کا ماخذ بھی ناتمام شکل میں ہنوز موجود ہے۔

۳۔ دوسرا قدم

خالد بن یزید نے دوسرا دار الترجمہ قائم کیا تھا جس نے

زیادہ تر کیمیا و طب کی کتابیں عربی میں منتقل کیں۔ طب کی وہ مشہور کتاب
اسی دارالترجمہ کی تھی جس کی نسبت عمر بن عبدالعزیز کا استخارہ مشہور ہے۔

۴۔ بغداد کا اہتمام عہد بنی عباس میں اسلام کا تیسرا دارالترجمہ قائم ہوا جس کا بانی عباسیوں کا
دوسرا خلیفہ ابو جعفر منصور تھا۔ اس میں علم ہیأۃ و طب کی کتابیں ترجمہ ہوئیں۔

۵۔ ہارون کی دلچسپی منصور کے بعد مہدی و ہادی کا زمانہ خالی نظر آتا ہے مگر ان دونوں کی تلافی ہارون
رشید کے دارالترجمہ نے کر دی جس نے ریاضیات میں مجسطی شائع کر کے ایک نیا باب کھولا۔

۶۔ بیت الحکمہ ہارون کا دارالترجمہ ان سب کی ایک نہایت باقاعدہ و ترقی یافتہ شکل تھی جس کو بیت الحکمہ کہتے تھے، یہاں بیشتر
یونانی زبان اور دوسرے درجہ میں سریانی، عبرانی، نبطی، لاطینی، فارسی اور سنسکرت کی کتابیں ترجمہ ہوئیں۔ اس سے
پہلے منظم شکل میں کوئی ایسا محکمہ نہ تھا، تنظیم اسی بیت الحکمہ کی خصوصیت تھی۔ اس کے ایک رکن (سہل بن ہارون) کی تنخواہ جاحظ نے تین لاکھ بتائی ہے۔

افلاطون کے ترجمے فلسفہ و ادب میں افلاطون کی آٹھ کتابیں ترجمہ کی گئیں۔

ارسطو فلسفہ و منطق میں ارسطو کی انیس کتابیں۔

بقراط طب میں بقراط کی دس کتابیں۔

جالینوس طب میں جالینوس کی دس کتابیں۔

دوسرے حکمائے یونان اقلیدس، ارشمیدس اور بطلیموس وغیرہم کی بیس کتابیں جو زیادہ تر ریاضی و ہیأۃ کی تھیں
یونانی زبان سے ۶۷ کتابوں کا یہ علمی ذخیرہ عربی میں منتقل ہوا تھا، دوسری زبانوں کے تراجم دوسرے درجہ میں تھے۔

فارسی کے ترجمے۔ فارسی سے بیس کتابیں ترجمہ ہوئیں جو سب کی سب تاریخ و ادب کی تھیں، فارسی زبان کا سرمایہ
دوسرے فنون و علوم سے عربوں کو خالی نظر آیا، ناچار تاریخ و ادب ہی کے ترجمہ پر قناعت کرنی پڑی۔

سنسکرت ریاضی، طب، ہیأۃ۔ اور ادب میں سنسکرت کی تیس کتابیں ترجمہ ہوئیں۔

سریانی و نبطی فلاحت و زراعت و باغبانی و سحر و طلسم میں سریانی و نبطی زبانوں سے بیس کتابیں۔

لاطینی و عبرانی مختلف فنون میں لاطینی و عبرانی سے بیس کتابیں ان تمام تراجم کا مجموعہ ۱۵۷ ہوتا ہے، لیکن بہت سے
نام ضائع بھی ہو گئے ہونگے اس لئے ہم فرض کئے لیتے ہیں کہ اس دارالترجمہ سے دو سو یا اسی کے قریب
کتابیں ترجمہ ہوئی ہونگی۔

مترجمین اس عہد کے مشہور مترجمین کے نام بھی تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں۔
خاندان بخت یشوع، طب نبطی و عراق کے ماہر فن، بوخت بیٹے کو اور دوخت بیٹی کو کہتے تھے،
بخت یشوع، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیٹے۔ خاندان حنین جو نصرانی تھا اور اسلام کی رواداری
و منزلت شناسی نے اس کو شیخ المترجمین کا درجہ دیا تھا۔ حبیش اعسم۔ قسطا بن لوقا۔ بعلبک کا
نصرانی تھا، روغن نفطا اسی کی دریافت ہے جس کی پچکاری سے لڑائی میں آگ لگ
جاتی۔ خاندان ماسرجویہ یہودی خاندان ثابت، کلدانی صابی، متی بن یونس، یحیی بن عدی۔

اسطفان ۔ موسیٰ بن خالد و یوسف بن خالد ۔ ابن المقفع، ادب میں یگانۂ زمانہ کلیلہ و دمنہ کا مترجم یتیمہ کا مولف، اس کے رسائل کا ایک مجموعہ دمشق کے معہد علمی شائع ہو چکا ہے خاندان نوبخت متکلمین امامیہ کے سرگروہ کتاب فرق الشیعہ اسی خاندان کے ایک رکن رکین کی ہے جسے جرمن مستشرقین کی مجلس نے قسطنطنیہ سے شائع کیا ہے۔ علی بن زیاد التمیمی ۔ حسن بن سہل، وزیر خلافت عباسیہ، خلیفہ مامون رشید کے خسر احمد بن یحییٰ بلاذری، مشہور مورخ اسلام مولف فتوح البلدان اسحاق بن یزید، پنڈت منکہ، پنڈت ابن وصن، ابن وحشیہ جس کی کتاب الفلاحۃ کو ہماری سلطنت کے نہایت نامور ادیب مولوی سید محمد ہاشم صاحب ناظم دائرۃ المعارف نے اردو میں منتقل فرمایا ہے۔

۷۔ دار العلم | مصر کو بھی بغداد کا مقابلہ کرنا تھا، دولت فاطمیہ کے خلیفہ الحاکم بامر اللہ نے کہ جامع ازہر کا بانی تھا عباسیوں کے بیت الحکمۃ کے بالمقابل قاہرہ میں ایک دار الترجمہ کی طرح ڈالی جس کا نام دار العلم رکھا تھا، مقریزی کی خطط و آثار میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

۸۔ دار الترجمۂ عجم | سامانیوں کے لئے کہ تاریخ عرب میں "ملوک بیاطلہ" کے نام سے معروف ہیں عجمیت نے جب سامان حکومت بہم پہونچایا تو وہاں بھی ایک دار الترجمہ کی بنیاد پڑی جس نے فارسی میں کتابیں ترجمہ کیں، عربوں کی بہترین جغرافی کتابوں کا جو سلسلہ دانایان فرنگ نے شائع کیا ہے اس میں اصل عربی کتاب کے ساتھ ان فارسی ترجموں کے بعض اوراق بھی ثبت ہیں جو دار الترجمہ سلطنت سامانیہ نے کیے تھے، طبری کا فارسی خلاصہ بھی اسی کی یادگار ہے جو وزیر السلطنۃ "بلعمی" سے منسوب ہے۔

۹۔ دار الترجمۂ دہلی | ہندوستان میں سلطان فیروز شاہ باربک کے دار الترجمہ نے مہیا تو نجوم و طب میں سنسکرت کی کتابیں ترجمہ کیں تاتار خاں جو سالار سلطنت ہونے کے ساتھ ہی ایک فاضل مصنف بھی تھا اس نے خود بھی محنت کی اور علماء و فضلا کی قابلیت سے بھی فائدہ اٹھایا، اس سلسلہ کی کتابیں اسلامی ہیں اور تاتار خانی کے نام سے نامی ہیں کشف الظنون میں بھی نکالا ہے۔

۱۰۔ دار الترجمۂ کشمیر | اسلامی سلطنت نے کشمیر میں جو بڑے بڑے کام کئے ان میں ایک دار الترجمہ کا قیام بھی تھا جس نے تاریخ و نجوم و طب میں متعدد کتابیں فارسی میں ترجمہ کیں۔

۱۱۔ دار الترجمۂ اکبرآباد | اکبر شاہ کا دار الترجمہ شاہان سب عجمی افادہ گاہوں میں بڑا تھا اور ترجموں کی کمیت و کیفیت میں بھی سب سے بڑھا چڑھا تھا۔

۱۲۔ دار الترجمۂ شمس الامراء | دکن میں حضرت مغفرت منزل نواب ناصر الدولہ آصفجاہ رابع کے عہد حکومت میں نواب شمس الامراء امیر کبیر کا دار الترجمہ آج بھی شہرۂ آفاق ہے جس نے علم الماء، علم الہواء، علم المناظر، علم الفلک، علم الریاضہ، علم جر ثقیل وغیرہا میں فرانسیسی و انگریزی کے متعدد رسائل ترجمہ کیے، بنۂ شمسیہ کے رسائل شگفتہ اسی ذیل میں تھے۔ ہندوستان میں کچھ متفرق کوششیں بھی ہوئیں جن میں دہلی کالج اور سر سید احمد خاں مرحوم کی سائنٹفک سوسائٹی کے ترجمے بھولنے کے قابل نہیں۔

۱۳۔ محکمۂ علوم و فنون | حضور غفران مکاں کے عہد سلطنت میں بھی ایک دار الترجمہ قائم ہوا جس کا نام محکمۂ علوم و فنون تھا اور شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی اس کے ناظم تھے ابن خلکان اور ابن اثیر کی تاریخیں اسی محکمہ نے ترجمہ کی تھیں، صدر محاسبی سے جب روزانہ کارگزاری پر تقید ہوا تو ناظم اس کو برداشت نہ کر سکے اور ان کے استعفا کے
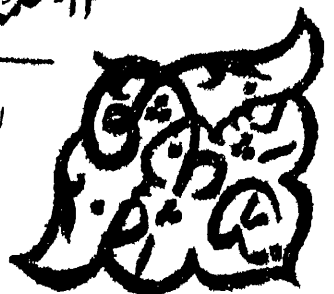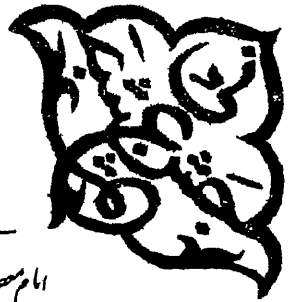
ساتھ ہی محکمہ بھی ٹوٹ گیا۔

۱۴ دار الترجمہ جامعۂ عثمانیہ

ہمارا دار الترجمہ اس سلسلہ کا چودھواں حلقہ ہے کہ غیبت و ظہور میں چودھویں امام معصوم کی یاد اس سے تازہ ہو رہی ہے۔ جتنے دار الترجمے اس سے پہلے تھے سب کی مجموعی کارگذاری چار سو کتابوں سے زائد نہ تھی، لیکن اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ سلطانہٗ کی نظر عاطفت سے دار الترجمۂ عثمانیہ پانسو سے زیادہ کتابوں کے تراجم کا انتظام کر چکا ہے۔
مامون نے کوئی یونیورسٹی قائم نہ کی تھی محض دار الترجمہ کے باعث علم و فن میں اُس کا نام روشن ہے، مشرق و مغرب کی تاریخیں ہزار سال سے اُس کی تعریف کرتی چلی آئی ہیں۔ اُس کے تراجم دو سو کے اندر تھے، اعلیحضرت کے دار الترجمے سے اس کو کیا نسبت ہے!

دار الترجمۂ عثمانیہ کا کام

اس ذیل میں نہایت احتیاط کے ساتھ ایک نقشہ پیش ہے جس کے لئے صیغۂ ترجمہ کے ذمہ دار (مسٹر جانکی پرشاد) کا شکرگزار ہوں جو خود بھی مولف ہیں اور مولفوں کے کام بھی آتے ہیں۔

نمبر سلسلہ	مضامین	تعداد کتب شائع شدہ	کتب زیر طبع	کتب زیر ترجمہ و تصنیف و تالیف	کتب تجویزہ	جملہ
۱	تاریخ ہند	۲۹	۱	۱۷	۶	۵۳
۲	تاریخ انگلستان	۶	۱	+	+	۷
۳	تاریخ یورپ	۹	۳	+	۱	۱۳
۴	تاریخ یونان	۷	۱	+	+	۸
۵	تاریخ روم	۸	+	+	+	۸
۶	تاریخ اسلام	۱۶	۳	۹	۶	۳۴
۷	جغرافیہ	۵	+	+	+	۵
۸	سیاسیات	۹	۲	۷	۲	۲۰
۹	دستور انگلستان	۳	+	۱	+	۴
۱۰	معاشیات	۸	۳	۹	۱۸	۳۸
۱۱	عمرانیات	۲	+	+	۴	۶
۱۲	فلسفہ	۱۲	۴	۸	۱۰	۳۴
۱۳	منطق	۴	+	+	۲	۶
۱۴	مابعد الطبیعی	۲	۱	+	+	۳
۱۵	نفسیات	۹	۱	۱	۱	۱۲
۱۶	اخلاقیات	۹	+	۱	۳	۱۳

نمبر سلسلہ	مضامین	تعداد کتب شائع شدہ	کتب زیر طبع	کتب زیر ترجمہ و تصنیف و تالیف	کتب تجویزہ	جملہ
۱۷	قانون	۱۰	۱	۲	۴	۱۷
۱۸	ریاضیات	۲۰	۵	۶	۲	۳۳
۱۹	طبیعیات	۱۹	۳	+	۷	۲۹
۲۰	کیمیا	۱۰	۳	۵	۵	۲۳
۲۱	نباتیات	+	۳	+	۵	۸
۲۲	حیوانیات	+	۳	+	۵	۸
۲۳	طب	۸	۱۶	۱۳	۳	۴۰
۲۴	ہندسہ (انجنیری)	۱۷	۱۷	۸	۴	۴۶
۲۵	تدریسیات	+	+	+	۳۰	۳۰
۲۶	متفرقات	۴	+	۱	+	۵
	میزان	۲۳۶	۷۱	۸۸	۱۱۸	۵۰۳

ارکان دار الترجمہ

جو علمی عہدہ دار اس وقت خدمتِ علم میں سرگرم ہیں ان کی فہرست ملاحظہ ہو۔ (۱)۔ قاضی تلمذ حسین، مشہور انشا پرداز، متعدد کتابوں کے مؤلف مدرسۃ العلوم کے ایم اے۔ (۲)۔ مولوی مسعود علی محوی، وظیفہ یاب سشن جج، مترجم قانون، ادب فارسی کے بہترین سخن سنج، علی گڈھ کے قدیم گریجویٹ۔
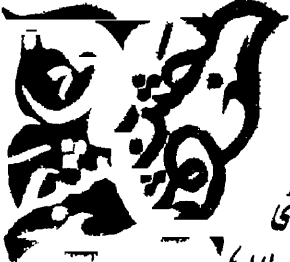
(۳) مولوی محمد ابراہیم، پنجاب یونی ورسٹی کے منشی فاضل، مولوی فاضل ایم اے، ندوۃ العلماء کے تعلیم یافتہ، خاندان حضرت خواجہ سید احمد بریلوی کے چشم و چراغ، مترجم تاریخ اسلام۔ (۴) سردار بلدیو سنگھ، پنجاب یونی ورسٹی کے بی اے۔ شعبۂ سائنس کے نگران کار کئی کتابوں کے مترجم ہیں۔ (۵) مولوی فدا علی طالب مدرسہ تعلقداران لکھنو کے استاذ، مولانا غلام امام شہید رکن محکمہ دیوانی بزرگ بلدہ کے خاندان میں ہیں، مترجم فارسی۔ (۶) مولوی احسان احمد، مسلم یونی ورسٹی علی گڈھ کے گریجویٹ، فلسفہ کے رکن، انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار ہیں (۷) مولوی عبدالستار جامعہ کے ایم اے، اسٹیٹ اسکالر سابق معتمد یونین، انگریزی سے تاریخ ہند کے جو ترجمے کئے ہیں فارسی تاریخوں سے بھی تطبیق دی ہے، ثاقب تخلص فرماتے ہیں (۸) مولوی سید ابوالخیر مودودی، عربی کے فاضل اردو کے ادیب نقد و نظر میں صائب الرائی، مترجم عربی (۹) مولوی رشید احمد، مسلم یونی ورسٹی کے بی اے، سٹی کالج کے خطیب، سول سروس کے لکچرار، مترجم معاشیات (۱۰) مولوی نذیر الدین، جامعہ کے ایم اے قابل کارگزار مترجم ریاضیات (۱۱) خواجہ عبدالقدوس جامعہ کے ایم اے، خواجگان بخارا کی یادگار، فلسفی نظریات کے لئے مشہور مترجم فلسفہ۔ (۱۲) ڈاکٹر محمد عثمان خاں طب کے فاضل ترین ماہر، عربی و فارسی سے خاص دلچسپی ہے، مترجم طب (۱۳) ڈاکٹر غلام دستگیر ماہرین فن طب ادب فارسی کے سخنور، مترجم طب (۱۴) ڈاکٹر محمد حسین صاحب فن، مترجم طب (۱۵) عبداللہ العمادی خاکسار مقالہ نگار ہیچ فنی، جس کے دائرہ ابجد میں بجز خدا و رسول کے اور کچھ نہیں۔

ناظمان دارالترجمہ (۱) مولوی عبدالحق بی اے صدر مہتمم تعلیمات، معتمد انجمن ترقی اردو، پروفیسر جامعہ (۲) مولوی سید محی الدین، ایم اے بار ایٹ لا، پرنسپل کلیۂ اورنگ آباد جو صاحب تحفۂ علماء یہ کے قابل فخر فرزند اقبال مند ہیں۔ (۳) مولوی حمید احمد انصاری بی اے، مسجل جامعہ، جن کا ذوق ادب نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے، دارالترجمہ کیلئے متعدد کتابیں ترجمہ فرمائیں اردو انگریزی دونوں زبانوں کے ادیب ہیں (۴) مولوی محمد عنایت اللہ بی اے، شمس العلماء منشی ذکاء اللہ خاں بہادر پروفیسر الہ آباد کے نامور فرزند، تاریخی جغرافیۂ اندلس جیسی محققانہ کتاب کے مولف ہیں۔ (۵) مولوی محمد الیاس برنی، ایم اے ایل ایل بی، پروفیسر جامعہ، جن کی بہترین کتابیں ادب اردو کی سرمایۂ ناز ہیں۔

مجالس مصطلحات فنون حیات، کیمیا، طبیعی، ریاضی، ہندسہ، معاش، قانون، تاریخ، اور تدریسیات کی اصلاحیں وضع کرنے اور اعلام کی تصحیح کے لئے علیحدہ علیحدہ مجلسیں قائم ہیں جن کے صبح و شام روزانہ اجلاس ہوا کرتے ہیں ہر مجلس میں پانچ رکن ہوتے ہیں جن میں اس حدیقہ کا ایک سبزۂ بیگانہ یہ خاکسار ہے۔

بازگشت نظر ۲۵۔ شوال ۱۳۳۵ کو قیام دارالترجمہ کے لئے فرمان مبارک علم افروز ہوا تھا، اس زمانہ سے آج تک دارالترجمہ نے جو علمی خدمتیں انجام دی ہیں ان سب کی تشریح ایک مستقل کتاب کی حاجتمند ہے، سر امین السلطنت بہادر صدر اعظم دولت علیۂ آصفیہ نے اعلیٰ حضرت اقدس و اشرف کی تقریب جشن جوبلی میں ایک مثنوی منظوم فرمائی تھی جو ۳ رجب ۱۳۲۵ھ کے رہبر دکن میں شائع ہوئی تھی، اس میں فرماتے ہیں

چو بینی علم دار الترجمہ را   تو پنداری بجوف کوزہ دریا
علوم کہنہ را نو ساختہ اند   بحسن ترجمہ پرداختہ اند

اس کے دوسرے دن کے صبح دکن میں اعلیٰحضرت پادشاہ اسلام خلد اللہ تعالیٰ کے حسن قبول نے اس نظم کی عظمت روشن کر دی تھی، دارالترجمہ کے لئے یہی شرف کافی ہے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ یہ جلوے ہمارے پادشاہ ایدہ اللہ کے ہیں جن کے لئے زبان سپاس بے اختیار عرض نیاز پر مجبور رہے۔

تختِ دکن ز تاج شہی افتخار یافت
اقبال حضرت یادگار یافت
شاہنشہ مدینہ معینش بود کز و
شاہنشہی قرار خلافت وقار یافت

ہنگام آں رسید کہ گویند بر ملا
اقلیم رفتہ را زتو اعتبار یافت
بار دگر ز نند کہ مسلم پتن گرفت
روزے ندا دہند کہ نظم برار یافت
ایام بے قراری ہفت آسمان گزشت
ہند ہو کن بہ آصفِ ہفتم قرار یافت

دست خرد کہ شعبۂ تالیف و ترجمہ
از دستگاہ آصف جم اقتدار یافت
ایں شعبہ راز کرمت مصطفیٰ شمر و
ایں حملہ را بہ حرمت کرہ گار یافت
بعد از ہزار سال چنیں بیت حکمتے
شہرے ز علم و فضل بہ دکن پایدار یافت
بنیان شہر علم ز تو استوار شد
نقش مدینہ سحر از تو نگار یافت
گیتی نہ دید آنچہ ز تو شہر علم دید
نامول نیافتہ آنچہ ز تو روزگار یافت

جویائے فن ز لطف عمیم تو در دکن
شیراز و اصفہاں بسر رہگذار یافت
دست تہی کہ بود و بالِ کنار دوش
بغداد و مصر و قرطبہ را در کنار یافت
بر روئے مہر و ماہ کلہ گوشہ بشکند
زاں روکہ شہر علم ترا شہریار یافت
جاوید باں بعرش خلافت کہ در جہاں
علمِ محمدِ عربی از تو بار یافت

سلور جوبلی ہمایونی کی ایک مبارک یادگار

حسنات الاخبار
۱۳۵۴ھ
نذرِ آصف جاہ سلطان دکن
۱۳۵۴ھ
میر عثمان آمر ملک نو زمن
۱۳۵۴ ف
بتقریب جشن سیمین جہاں پناہ
۱۳۵۴ھ

نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل نے
بر آمد فرمایا ہے مادۂ تاریخ
ہیں یہ نادر جواہر اخبار
۱۳۵۴ھ

اس کتاب کی تصنیف میں باوجود سخت محنت وجانکاہی کے فاضل مصنف نے حق تصنیف محفوظ رکھ کر حق الس کا صلہ پانے کے بجائے ہر مسلمان کو اس کتاب کے چھاپنے چھپوانے اور فروخت کرنے کا عام اختیار بھی دیدیا ہے یہ علمی ایثار مستحسن اور لائق قدر ہے مصنف موصوف کو خدا اس خیال و ہمت اور کام کی جزائے خیر دے حدیث کی تاریخ کا اردو میں یہ ایک اچھا مفید مجموعہ ہے طرز تحریر سلیس و عام فہم ہے احادیث اسلام کی صحیح عظمت جن مسلمانوں کے قلوب میں موجزن ہے اُن کے مطالعہ و معلومات کے لئے یہ کتاب نہایت ضروری ہے کتاب کا حجم ۳۰۰ صفحات پر مبنی مطبوعہ دہلی قیمت (عہ) روپیہ ہے فقط

یہ کتاب قاضی مولوی عبد الصمد صاحب صارم ہاشمی کی تصنیف کردہ ہے۔ مصنف صاحب موصوف نے اس کتاب کو اعلیٰحضرت خلد اللہ ملکہ سایہ ہما پایہ کی جوبلی مبارک سے معنون فرمایا ہے۔ کتاب کی ترتیب و تدوین سے مصنف کے کمال علمیت کا پتہ چلتا ہے اس مبارک نسخہ سے تاریخ الحدیث کی کمی کو پورا فرما کر آپ نے اہل اسلام پر بڑا احسان فرمایا ہے چنانچہ بعض علماء و اہل الرائے نے اس سے متعلق احسن آرا کا اظہار بھی فرمایا ہے جو کتاب کے ابتدائی حصہ میں درج ہیں اس کا مقدمہ فخر روزگار علامہ عبد اللہ العمادی رکن و ناظر دار الترجمہ سرکار عالی نے لکھا ہے اور اس کتاب کا مادۂ تاریخ امام الفن ہے

احقر العباد
محمد فاضل

۴۸۶
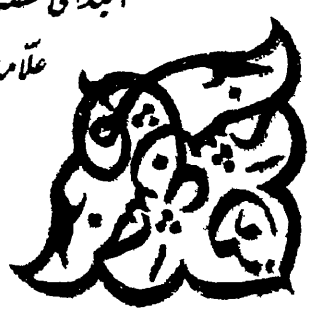
از
جناب مولوی غلام رسول صاحب حیدرآبادی

قرون وسطیٰ میں دولت عباسیہ و بنو اُمیہ (اندلس) کی علم پروری و علما نوازی کی بدولت دنیا کا تمام علمی ذخیرہ عربی زبان میں منتقل ہو چکا تھا۔ جس سے عربی کا ادب مالا مال ہو گیا تھا۔ لہذا اہل یورپ نے پہلے پہل عربی علوم و فنون کو بڑے شوق سے سیکھا۔ پھر جب انہیں ان علوم سے گہری دلچسپی پیدا ہوئی تو انھوں نے نہ صرف ان علوم کو اپنی زبانوں میں منتقل کرنے کی کوشش کی بلکہ علمی انجمنیں قایم کر کے طباعت و اشاعت کے ذریعہ عربی زبان میں محفوظ کر دیا۔ چنانچہ علوم مشرقیہ کی اشاعت کی خاطر سب سے پہلے ۱۷۸۱ء میں جزائر ہند مقبوضہ ہالستان کے شہر بیوتا (باتاویا) میں ایشیاٹک سوسائٹی قائم ہوئی۔ پھر رفتہ رفتہ یورپ کے مختلف ممالک یعنی فرانس، اٹلی، جرمنی اور انگلستان وغیرہ میں ایشیاٹک سوسائٹیاں قایم ہو گئیں جن کا کام قدیم علوم و فنون کی تحقیقات اور قلمیات کی نشر و اشاعت تھا۔

ہندوستان میں بھی سر ولیم جونس مشہور مستشرق کی کوشش سے ۱۷۸۴ء میں ایک مفید علمی انجمن یعنی ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کی بنیاد پڑی۔ جس کے ذریعہ عربی و فارسی مخطوطات کی تحقیق و تلاش اور اُن کی طباعت و اشاعت کا کام خوش اسلوبی سے انجام پاتا رہا اب اسی خدمت کو رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال انجام دے رہی ہے۔

دائرۃ المعارف کی ابتداء یورپ کی اسی تحقیقات علمیہ کا اثر ریاست حیدرآباد پر بھی پڑا۔ چنانچہ عہد حکومت حضرت غفراں مکان میں یہاں کے علما و فضلا کے دل میں عربی زبان کے علوم و فنون کی گرانمایہ تصانیف جو دستبرد زمانہ سے تلف ہو رہی تھیں۔ اُن کے تحفظ و بقا کا احساس پیدا ہوا لیکن اس کے لئے باقاعدہ ادارے کی ضرورت تھی۔ اس کی تشکیل کا خیال نواب عماد الملک بہادر مرحوم نے سمجھایا۔ جو علوم مغربیہ و مشرقیہ کے فاضل اجل تھے اور اس خیال کے قوی کرنے اور پایۂ تکمیل کو پہنچانے میں ملا عبد القیوم مرحوم سب سے پیش پیش تھے۔ جو حیدرآباد کے ایک بڑے عالم ہمدرد قوم اور آزاد خیال بزرگ تھے جن کے دل میں اسلامی علوم کی بڑی وقعت تھی۔ ان کے علاوہ ایک اور ہستی اس نیک خیال کی ہم نوا اور اس کے بقا و پرورش کے سامان مہیا کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوئی۔ اس سے ہماری مراد عالم متبحر نواب فضیلت جنگ بہادر مرحوم جن کی علم دوستی اور اسلامیات پرستی کی سچی یادگار مدرسہ نظامیہ حیدرآباد ہے۔ غرض ان قابل احترام بزرگوں کے خلوص و کوشش سے ۱۳۰۶ھ میں شہر حیدرآباد میں ایک مفید علمی ادارہ عالم وجود میں آیا۔
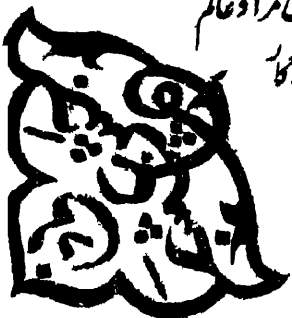
جس کا نام دائرۃ المعارف ہے۔
ابتدا میں اس ادارے کے کاروبار ملک کے علماء و مشائخین
کی امداد و دلچسپی سے چلتے رہے۔ بعد ازاں رفتہ رفتہ امرا و عمائد سلطنت
نے اس کی طرف توجہ کی چونکہ رقمی دشواریاں ادارے کے پیش نظر مقصد میں سنگ راہ
تھیں۔ لہذا ترقی کا قدم اٹھانے کے لئے بڑی شخصیت کی سرپرستی کی ضرورت تھی۔ پس بانیان ادارہ کی نظر
میں نواب سر وقار الامراء بہادر مرحوم سے بڑھ کر کوئی شخصیت سرپرستی کے قابل نہ سمجھی گئی۔ کیونکہ نواب صاحب ممدوح ایک تو بلحاظ
خدمت معین المہام عدالت و تعلیمات تھے دوسرے علوم اسلامیہ سے خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ جس وقت ملا عبد القیوم مرحوم
اور نواب عماد الملک بہادر مرحوم نے نواب صاحب ممدوح کی خدمت میں حاضر ہو کر دائرۃ المعارف اور اس کے مقاصد و اغراض
کی نسبت عرض کیا تو آپ نے ادارے اور اس کے خالص علمی مقصد سے اپنی ہمدردی و دلچسپی کا اظہار کیا اور بخوشی صدارت قبول
فرما کر ادارے کی عزت بخشی۔ آپ کی سرپرستی سے ادارے کی حیثیت بڑھ گئی۔ ارباب علم و اقتدار نے اس کی شرکت و اعانت کو
باعث فخر سمجھا۔ پھر آپ نے ادارے کی امداد کے لئے بحیثیت میر مجلس ایک عرضداشت جس میں دائرۃ المعارف کے مقاصد اور ضرورت کا
اظہار کر کے نواب سر آسمان جاہ بہادر مرحوم کے توسط سے جو اس وقت مدار المہام تھے حضرت غفران مکان نواب میر محبوب علی خاں بہادر
کی بارگاہ میں پیش کی۔ حضور نے بمراحم خسروانہ اس کو منظور فرما کر ماہانہ پانسو روپے کی امداد سے سرپرستی فرمائی۔ سرکاری امداد سے
ادارے کے کاروبار کو ایک گونہ تقویت حاصل ہوئی۔ ادارے کی تنظیم عمل میں آئی نواب صاحب معز اس کے میر مجلس اور ملا عبد القیوم مرحوم
معتمد قرار پائے۔ امراء اور حکام میں سے (۴۰) ارکان مقرر ہوئے۔ ادارے کے کاروبار کی نگرانی کے لئے (۴) قابل مہتمم اور تصانیف
کی تصحیح کے لئے (۹) جید عالم مامور کئے گئے اور قرار پایا کہ آٹھویں صدی کے قبل کی نادر الوجود تصانیف طبع کر کے شائع کی جائیں۔
نواب صاحب ممدوح کی میر مجلسی کے زمانے میں ادارے نے نادر الوجود مخطوطات کو تلاش و منتخب کر کے بڑی محنت و کاوش سے
مرتب کیا۔ اور پھر انہیں طبع و شائع کیا۔ ان میں کنز العمال (۸) جلد۔ تذکرۃ الحفاظ (۴) جلد۔ مسند ابی داؤد طیالسی اور استیعاب (۲) قابل ذکر ہیں۔

دورِ جدید اعلیٰحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خاں بہادر کا عہد ہمایوں تاریخ دکن میں ایک نئے باب کا اضافہ
کرتا ہے۔ منجملہ اور کارناموں کے سب سے درخشاں کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے جامعہ عثمانیہ قائم کر کے ہندوستان
کی مشترکہ زبان ہندوستانی کے ذریعہ علوم و فنون کا وہ سرچشمہ بہایا۔ جس سے ریاست حیدرآباد کے تشنگان علم سیراب ہو رہے ہیں
اور ملک کا ہر چپہ چپہ علم کی روشنی سے چمک اوٹھا۔ اور ساتھ ہی ساتھ دار الترجمہ و التالیف کے قیام نے مصر۔ بغداد۔ اسپین۔ اور قیروان
کے علمی کارناموں کو صفحہ تاریخ سے مٹا دیا۔ جہاں دورِ عثمانی کے اور برکات ہیں وہاں علوم اسلامیہ پر وہ احسانات ہیں۔
جن کی دنیائے اسلام ہمیشہ مرہون منت رہیگی۔ وہ یہ کہ دائرۃ المعارف جو حضرت غفران مکان کے زمانہ میں قایم ہوا تھا
اس کا دائرہ عمل بالکل محدود ہو گیا تھا۔ گو کہ سرکاری امداد مل رہی تھی لیکن اس کی مقدار قلیل تھی۔ جس سے ایک وسیع لائحہ عمل
کی تکمیل نہیں ہو سکتی تھی اس لئے اس علمی ادارے کی جانب نواب فضیلت جنگ بہادر مرحوم نے اعلیٰ حضرت کو توجہ
دلائی، حضور پر نور نے براہ معارف نوازی اس ادارے کو یکمشت پانچ لاکھ روپے کے بیش بہا
عطیہ سے سرفراز فرمایا اور اس کی تنظیم و توسیع کا حکم دیا۔ جس کی بنا پر نواب
سر حیدر نواز جنگ بہادر صدر المہام مالیات، نواب عماد الملک بہادر مرحوم

میر مجلس اور نواب مسعود جنگ بہادر معتمد دائرۃ المعارف نے دائرۃ المعارف کی توسیع و انتظامی امور کی نسبت غور و خوض کرکے یہ تجویز کیا کہ ادارۂ مذکور کو منظم اور باقاعدہ شکل میں لانے کے لئے ایک دارالتصحیح قایم کیا جائے اس کے لئے علما و فضلا کا انتخاب عمل میں آیا۔ قابل اشاعت قدیم کتب کی تحقیق و تلاش جاری ہوئی۔ اس کے لئے ایک قابل شخص کو بیرون ملک بھیج کر وہاں کے مختلف اداروں۔ خانگی اور سرکاری کتب خانوں کے نایاب اور کمیاب قابل اشاعت مخطوطات کا پتہ چلایا گیا۔ نیز غیر ممالک کے نامی گرامی اداروں اور کتب خانوں کی فہرستوں اور کیٹلاگز کی امداد سے اور نیز علما اور مستشرقین سے خط و کتابت کے ذریعہ قابل اشاعت کتب کی ایک باضابطہ فہرست مرتب کی گئی۔ اس کے مطابق متعدد قلمی نسخے فراہم کئے گئے۔ طباعت و اشاعت کے لئے۔ عملہ اور پریس کا انتظام کیا گیا بعد ازاں قابل اشاعت کتب کو مقابلہ و تصحیح کے بعد نہایت اہتمام سے طبع و شائع کیا گیا اور مطبوعات کی فروخت اور نکاسی کے لئے مختلف مقامات مثلاً بمبئی، سورت، لاہور، افغانستان، مکہ معظمہ، مصر، لندن اور جرمنی وغیرہ میں تاجران کتب کو ایجنٹ مقرر کیا گیا تاکہ شائقین کتب کے لئے سہولت کا باعث ہو۔ الحاصل دائرۃ المعارف کی ترقی و کامیابی اور اس کی علمی خدمات کی وسعت و شہرت سب کچھ عہد عثمانی کا زرین کارنامہ ہے۔

سنہ ۱۳۳۶ف میں نواب عماد الملک بہادر کا انتقال ہوا۔ آپ کے بعد دائرۃ المعارف کی میر مجلسی کی خدمت پر نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر کا انتخاب عمل میں آیا۔ نواب صاحب ممدوح نے اس ادارے کو جامعہ عثمانیہ کے ماتحت کر دینے کی تجویز پیش کی جو سرکار سے منظور ہوئی ادارے کے کاروبار کو چلانے کے لئے دو مجلسیں مقرر ہیں (۱) مجلس انتظامی (۲) مجلس علمی۔ مجلس انتظامی ادارے کے انتظامی امور کو طے کرتی ہے یہ چھ ارکان پر مشتمل ہے۔ (۱) جناب نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر میر مجلس (۲) نواب مہدی یار جنگ بہادر معتمد (۳) نواب ناظر یار جنگ بہادر رکن (۴) نواب محمد یار جنگ بہادر رکن (۵) خان فضل محمد خاں رکن (۶) مولوی حسین عبد المنعم رکن۔

مجلس علمی۔ کتب کے انتخاب و طباعت وغیرہ کے کام میں مجلس انتظامی کو مدد و مشورہ دیتی ہے۔ جس کے ارکان حسب ذیل ہیں۔ (۱) نواب محمد یار جنگ بہادر میر مجلس (۲) نواب مہدی یار جنگ بہادر معتمد (۳) نواب صدر یار جنگ بہادر رکن (۴) نواب ضیاء یار جنگ بہادر رکن (۵) علامہ محمود حسن خاں رکن (۶) مولانا عبد اللہ عمادی رکن (۷) مولانا مناظر احسن گیلانی رکن (۸) مولانا عبد القدیر صدیقی رکن (۹) مولوی سید عباس حسین مہتمم کتب خانہ آصفیہ رکن (۱۰) مولوی سید ہاشم ندوی رکن۔ ان مجلسوں کے زیر نگرانی و ہدایت تصحیح و طباعت کے کام کے لئے ایک عملہ بھی ہے۔ جو علما و فضلا پر مشتمل ہے۔

گو دائرۃ المعارف عثمانیہ کا تعلق حسب فرمان خسروی جامعہ عثمانیہ سے کر دیا گیا تھا لیکن اس پر جامعہ کو پورا قابو حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اس کی اصلاحات میں دشواریاں حائل تھیں۔ جن کا ارتفاع ضروری تھا۔ اس لئے ڈاکٹر نظام الدین پروفیسر فارسی جامعہ عثمانیہ کی تحریک پر مجلس رفقائے جامعہ عثمانیہ نے اس کا الحاق بالکلیہ جامعہ عثمانیہ سے کر دیا اور نیز اس کی اصلاح و ترقی کے لئے ایک کمیشن قایم کیا۔ جس نے ادارے کو مضبوط اساس پر قایم کرنے اور اس کو ترقی دینے کے لئے مفید مشورے دئے۔

اس ادارے سے اب تک مختلف علوم و فنون کی کتابیں جو شائع ہوئیں اُن کی مجموعی تعداد (۱۹۱) ہے۔ ان میں بعض کی آٹھ آٹھ اور بارہ بارہ جلدیں ہیں اس طرح کل مجلدات دو سو سے زائد ہوتے ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) ادب ۴ (۲) تفسیر ۲ (۳) حدیث ۱۴ (۴) فقہ ۳ (۵) ادعیہ ۲۰

(۶) رجال ۹ (۷) سیر ۶ (۸) تاریخ ۷ (۹) جغرافیہ ۱ (۱۰) حکمیات ۴
(۱۱) کلام و مناظرہ ۱۱ (۱۲) منطق و فلسفہ ۵ (۱۳) عمرانیات ۱ (۱۴) ہیئت ۱
(۱۵) تصوف ۲ (۱۶) طب ۲ (۱۷) موسیقی ۱ (۱۸) اسامی ۱ (۱۹) مرایا ۱
(۲۰) لغت ۳ (۲۱) متفرقات ۷ جملہ (۹۱)

ان مطبوعات میں بعض نادر اور اہم تصانیف ہیں۔ جن کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

(۱) **جمہرۃ اللغۃ** ۔ یہ علامہ ابن درید (المتوفی ۳۲۱ھ) کی جامع لغت تین جلدوں میں مع اشاریہ ہے اس کتاب کا مقابلہ ہندوستان پیرس اور انگلستان کے سات نسخوں سے کیا گیا ہے۔

(۲) **سنن کبریٰ** ۔ امام بیہقی (المتوفی ۴۵۸ھ) کی تصنیف ہے۔ حدیث کی دائرہ المعارف (انسائکلوپیڈیا ہے) جو محدثانہ اصول پر لکھی گئی ہے۔ مصر مدراس ۔ رامپور کے نسخوں سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ اس کی آٹھ جلدیں شائع ہوئی ہیں۔

(۳) **الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ** ۔ حافظ ابن حجر متوفی ۸۵۲ھ کی تصنیف ہے آٹھویں صدی کی جامع تاریخ ہے جس میں علما، فضلا، حکما، سلاطین امرا وغیرہ کے حالات درج ہیں اس میں مشاہیر خواتین کے حالات بھی ہیں۔ اس کی چار جلدیں ہیں۔

(۴) **نزہۃ الخواطر** ۔ مصنفہ حکیم مولانا عبدالحی مرحوم ۔ درر کامنہ میں ہندوستان کے مشاہیر کے حالات نہ ہوے تھے جس کی وجہ سے آٹھویں صدی کی تاریخ نامکمل رہ جاتی تھی ۔ اس لئے شائع کی گئی ۔

(۵) **معجم الامکنۃ** ۔ یہ ہندوستان کے قدیم شہروں اور مقامات کا جغرافیہ ہے۔

(۶) **کتاب التیجان** ۔ علامہ ابو محمد عبد الملک بن ہشام کی معتبر تصنیف ہے ۔ جو ملوک حمیر کی قدیم اور مستند تاریخ ہے جس پر حاشیہ ایک مستشرق نے چڑھایا۔

(۷) **اخبار عبید بن شریہ** ۔ عربوں کی افسانہ نگاری کی ابتدائی تاریخ ہے۔

(۸) **رسائل بو علی سینا** ۔ اس کا ایک مجموعہ مصر اور یورپ میں شائع ہوچکا ہے ان میں سے اہم رسائل طبع کئے گئے ہیں۔

(۹) **رسائل فارابی** ۔ اس کا ایک ایک صفحہ ارسطو کے ایک ایک مقالہ کے برابر ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے اہم ہیں۔

(۱۰) **تنقیح المناظر** ۔ کمال الدین ابوالحسن الفارسی کی تصنیف ہے اور علامہ ابن ہیثم کے متون کی شرح ہے۔ مناظر و مرایا میں اہم تصنیف ہے۔

(۱۱) **تذکرۃ السامع والمتکلم** ۔ علامہ بدر الدین بن جماعۃ المتوفی ۷۳۳ھ کی مایہ ناز تصنیف ہے جو اصول تعلیم قدیم پر ایک مستند اور جامع کتاب ہے۔

(۱۲) **صفۃ الصفوۃ** ۔ علامہ ابن جوزی (المتوفی ۵۹۷ھ) کی ایک اہم تصنیف ہے جس میں صحابہ تابعین اور تبع تابعین علماء متقین اور عابدین کے صحیح حالات درج ہیں۔ جس کے مطالعے سے اسلام اور تصوف پر کافی روشنی پڑتی ہے ۔ قدیم نسخوں سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ اس کی چار جلدیں ہیں۔
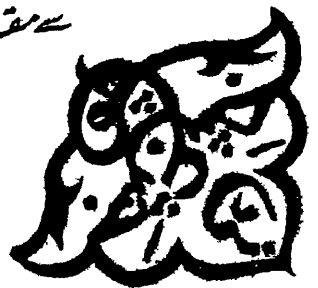
اس طرح دائرۃ المعارف عثمانیہ کی برکت سے علمائے اسلام کے نوادرات و جواہر ریزے جو دست برد زمانہ سے تلف ہو رہے تھے یا دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہوگئے تھے ۔ وہ محفوظ و منکشف ہو کر بقائے دوام کی سرحدیں بن گئے ۔ اس ادارے نے دنیائے اسلام میں دھوم مچادی اور اس کی سرپرستی اعلیٰ کو جس کی جود و سخا

سے عربی علوم و فنون کا احیا ہوا صحیح معنوں میں سلطان العلوم کے خطاب سے یاد کیا جائیگا ۔ غرض عہد عثمانی کا یہ ایسا علمی کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک تاریخ میں یادگار رہے گا ۔

رتبہ محمد فاضل

نقل سپاسنامہ متعلق پیشکشی اعزازی ڈگری سلطان العلوم

بہ بارگاہ ظل سبحانی شہریار دکن و برار خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

بہ بارگاہ لفٹنٹ جنرل ہز اگزالٹڈ ہائی نس رستم دوراں ارسطوئے زماں سپہ سالار آصفجاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ اعلیحضرت بندگانعالی متعالی

نواب میر سر عثمان علیخاں بہادر فتح جنگ مدظلہم العالی یار وفادار سلطنت برطانیہ جی-سی-ایس-آئی-جی-سی-بی-ئی خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

الحمد للہ کہ آج وہ مبارک دن ہے جو نہ صرف جامعہ عثمانیہ بلکہ جامعات عالم کی تاریخ میں یادگار رہیگا کہ خود فرمانروائے سلطنت نے جو اُس کے بانی اور سرپرست اعلیٰ ہیں اُس کی اعزازی ڈگری قبول فرمانے کے لئے مجلس رفقا کو عزت بخشی ہے

تاریخ عالم سے واضح ہے کہ سلاطین اسلام نے ہمیشہ علم کی سرپرستی میں خاص حصہ لیا ہے لیکن حضرت جہاں پناہی کو جو انہاک و دلچسپی ترویج علم سے ہے اور بندگان حضرت نے اپنی علم پروری اور ہنر گستری سے حصولِ علم کیلئے جو مناسب اور مفید طریقہ اس جامعہ کے قیام سے جاری فرمایا ہے اس کی مثال کہیں نہیں ملتی اور اس کے اعلیٰ نتائج اور فوائد محتاج بیان نہیں ہیں۔

اہلِ ملک کے فخر و مسرت کا اس سے بڑھ کر اور کیا موقع ہو سکتا ہے اور خود جامعہ کی اس سے زیادہ اور کیا خوش نصیبی ہو سکتی ہے کہ وہ ایسے سرپرست و حامی علم کے حضور عالی میں اپنی سب سے پہلی اور اعلیٰ ترین اعزازی ڈگری پیش کرے۔

لہذا

بکمالِ منت و حُسن عقیدت جامعہ عثمانیہ کی جانب سے اس کے اراکین مجلس رفقاء **سلطان العلوم** کی اعزازی ڈگری بارگاہ ملازمان خسروی جہاں پناہی میں پیش کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

معروضہ دوگزار

رفقائے جامعہ عثمانیہ

۱۷ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ

مرتبہ محمد فاضل

بعض معتبر کتب و رسائل کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حیدرآباد میں صحافت کا آغاز اوائل صدی ۱۸ع
سے ہوتا ہے۔ دور ماضیہ میں یہاں صحافت کی جو دشواریاں کہ تھی۔ اُن کا تفصیلی اظہار بجائے خود ایک مستقل باب کی حاجت رکھتا ہے اس لئے
ہم صرف اس کا سطحی پہلو دکھلاتے ہوے درخشاں عہد ہمایوں میں صحافتی یک گونہ ترقی پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ جو محض اعلیٰ حضرت کی ذاتی و
علمی دلچسپیوں و سرپرستیوں کے باعث اس کی ترقیوں کا موجب بنا۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ باوجود عام علمی چہل پہل کے اہل دکن میں ابھی اخبار و
رسائل وغیرہ کے مطالعہ کا جیسا کہ شوق چاہئے پیدا نہیں ہوا۔ برخلاف اس کے جب ہم دیگر متمدنہ ممالک مثلاً فرانس۔ جرمنی۔ لندن۔ امریکہ
چین۔ جاپان وغیرہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہماری حیرت کی انتہا نہیں ہوتی کہ وہاں کس قدر آبادی مطالعہ کی دلدادہ و شیدا ہے۔ اسیارے میں
ایڈیٹر صاحب الہلال نے اُن ممالک کے مطالعہ کا جو فیصد تو ازن اور تعداد و طریق اشاعت ظاہر کیا ہے وہ اپنی حقیقت کے ساتھ حیرت افزا ہے
قطع نظر اس کے ہندوستان ہی میں دیکھا جائے تو لاہور۔ کلکتہ۔ دہلی۔ بمبئی۔ اپنی اپنی نوعیت سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ جہاں طباعت و
اشاعت کی کافی سہولتیں بہم ہیں۔ مگر حیدرآباد میں طباعت و اشاعت کی دشواریاں ان کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہونے دیتی تھیں
جس کا یہی نتیجہ تھا کہ نہ یہاں کے مطابع کی حالت اچھی تھی اور نہ یہاں کا کام قابل اطمینان و دیدہ زیب ہوتا تھا۔

اکثر اخبار و رسائل نکلے اور بند ہو گئے۔ مگر عدم تحمل و برداشت کے اصل منبہ وجوہ واقعات صدہا ہیں۔

اعلیٰحضرت کی تخت نشینی کے وقت صرف معدودے اخبار و رسائل جو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں جاری تھے۔ لیکن مبارک
عہد اقدس و اعلیٰ میں یہاں کی حالت و فضا کو ملحوظ رکھتے ہوے حیدرآبادی صحافت نے جو کچھ بھی ترقی کی اگر اُن موقوفہ و موجودہ کو تفصیلوار
شمار کیا جائے تو قریب یکصد رسائل و اخبارات کی گنتی ملتی ہے۔ جن میں بعض ایسے بھی ہیں جو تھوڑی مدت کے لئے جنم لے کر بند ہو گئے۔ اور جو مستقل قائم
ہیں۔ ان میں سے بعض اپنی موزوں رفتار و نیک طریق عمل کے سبب صحافتی خدمت کے حامل ہیں۔ جس قدر ملکی ضروریات اور اسکے ماحول
و اسباب میں وسعت پیدا ہو گی یقین ہے کہ حیدرآباد کی صحافت بھی مستقبل قریب میں بام اوج پر نظر آئے گی۔ کیونکہ اعلیٰحضرت سلطان العلوم کی
خاص علمی دلچسپیوں و سرپرستیوں نے میدان علم میں وہ وہ فراوانیاں پیدا کر دی ہیں کہ اب حیدرآباد ہر قسم کے علوم و فنون کا مرکز بن گیا ہے
اکتساب علوم و فنون کے ساتھ اہل علم کیلئے متعلقہ اسباب بھی ترقی پذیر ہونگے۔ اگر یہاں کے ماحول کے مدنظر اعلیٰحضرت کی اس طرح علمی سرپرستی
و امداد نہ ہوتی تو صحافت کا پنپنا نہایت دشوار و کارے دارد بات تھی۔

محض اعلیٰحضرت کی علمی قدردانیوں کی وجہ سے اب ملک میں مطالعہ سے یک گونہ دلچسپی پیدا ہو گئی ہے اور اخبار و رسائل میں بھی کافی
اضافہ عمل میں آیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی ہر ممکنہ کامیابی کے منازل طے کر رہے ہیں۔ گزشتہ کے مقابل حیدرآباد کی صحافت بھی سرگرم ترقی ہے۔

اعلیٰحضرت کی مرحمت خاص اور دلچسپی اس کی مقبولیت و ترقی میں ممد و معاون ثابت ہو رہی ہے۔ عوام کی
خاطر خواہ دلچسپی و قدردانی اور مدیرین کی محنت و احساس ترقی سے کامل توقع ہے۔ کہ
حیدرآبادی صحافت بھی بہت جلد بام اوج پر دکھا دے گی۔

مرتبہ محمد فاضل

ازجناب مولوی عظمت الٰہی صاحب زبیری بی' اے' ایل' ایل' بی رجسٹرار مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

غدر ۱۸۵۷ء کے بعد سرسید نے حکومت اور حکومت سے زیادہ قوم کی جو خدمات انجام دیں۔ ان کی شہرت بہت جلد ہندوستان کے ہر حصہ میں پھیل گئی تھی ان کے رسائل "اسباب بغاوت ہند" لائل محمڈنز آف انڈیا (Loyal Mohamadans of India) اور ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب "اور انڈین مسلمانز" (Our Indian Mosalmans) کے ریویو اور تعلیمی مسائل نے مدبرین ملک اور اکابر قوم کو خصوصیت کے ساتھ اپنی طرف متوجہ کرلیا تھا۔

اسی زمانہ میں سرسالار جنگ اول اپنی خدمات زمانہ غدر اور مملکت آصفیہ کی جدید اصلاحات کی وجہ سے ایک عالی منزلت مدبر کی حیثیت سے تمام ہندوستان میں مشہور تھے۔

ان دونوں جلیل القدر کے ذاتی تعلق اور باہمی اعتماد کی ابتداء ۱۸۷۳ء میں ہوئی اور جہاں تک کہ علیگڈھ تحریک کا مطالعہ کیا جاتا ہے اس کے نشو و نما اور مسلمانان ہند کے تعلیمی ارتقا میں دولت آصفیہ کی فیض بخشی اور سرپرستی جو یوماً فیوماً ترقی پذیر ہے اسی تعلق و اعتماد پر مبنی ہے جس کی ابتداء ایک یادگار خط سے ہوتی ہے جو اس قابل ہے کہ اس مضمون کا زیب عنوان بنایا جائے:—

Hyderabad Deccan

27 June, 1878

To

Syed Ahmad Espr, C S I,

Secretary,

M A V.C Fund Committee,

Benares.

Dea

As I am aware you take great interest in the advance-ment of our native states. I do not apologise for troubling you on the subject of this letter I am in want of the services of a few thoroughly good and efficient native gentlemen for service in the Revenue, Judicial and Account Departments. I do not care to lace much reliance on certificates they may possess, but would like you to judge from your own knowledge and experience of them. They should be men of experienced character, judgement honesty and zeal and not of an apathetic nature, and only do what they are told, but be of such intelligence as to be able to suggest improvements

I would offer a salary of from Rs 400- to 600- per mensem, and promotion would depend on themselves Should the candidate have a knowledge of English it would be a great advantage and I am not at all particular as to caste, as long as the applicant is respectable.

Should you find such men and whom you can place confidence, prey let me hear all particulars regarding them, I will then let you know whether their services should be secured or not.

I have addressed another gentleman on the subject also

yours faithfully.

Sd. Salar Gung

مسجد مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

وکٹوریہ گیٹ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

عثمانیہ ہاسٹل مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

آفتاب ہاسٹل علیگڈھ

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس
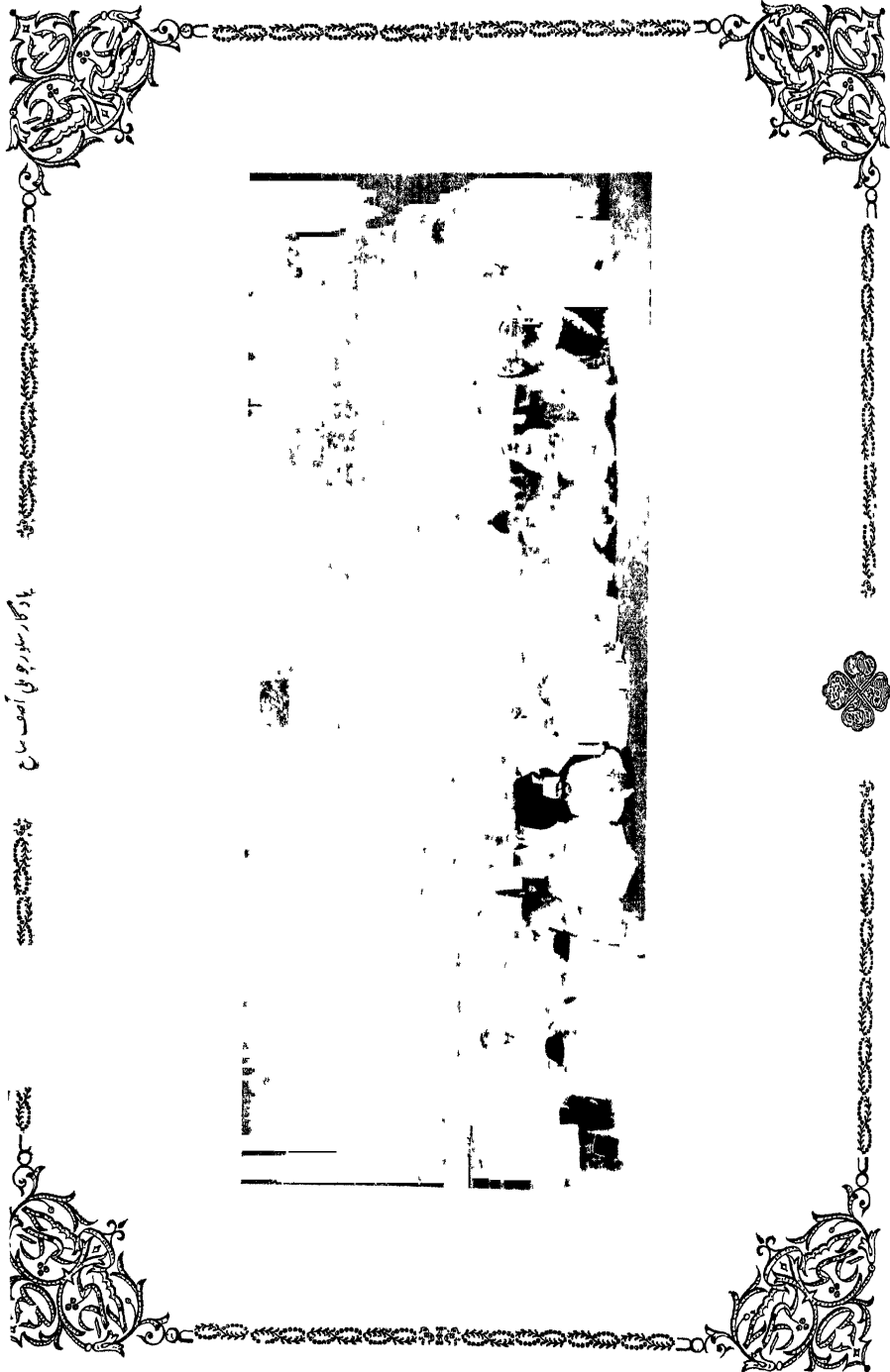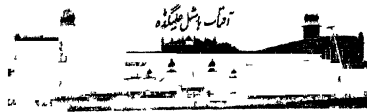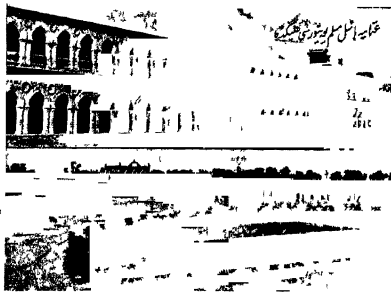
یہ وہ زمانہ ہے کہ سر سید کی تعلیمی تحریک یا ایم اے
او کالج (مدرسۃ العلوم) کے قائم کئے جانے کی تجاویز مکمل
ہو چکی ہیں، عملی تدابیر کا آغاز ہو رہا ہے اور ان کے لئے
پُرجوش اور سرگرم رفقا اور موئدین کی سخت ضرورت ہے لیکن سر سید نے
بلا تامل سر سالار جنگ کی اس خواہش کی تکمیل میں اپنے دست و بازو سید مہدی علی اور منشی مشتاق حسین
پیش کر دیے۔ جن کو جناب ممدوح نے نہایت مسرت کے ساتھ قبول کیا۔

اس کے دو سال بعد یعنی ۱۸۷۵ء میں جب کہ تعلیمی تحریک کا پہلا نتیجہ ایک ابتدائی مدرسہ کی شکل میں ظاہر ہونے والا تھا تو باوجود اس کے کہ حیدرآباد میں رکنیت قائم تھی۔ سر سالار جنگ اول نے ایم اے او کالج فنڈ کمیٹی کو دولت آصفیہ کے خزانہ عامرہ سے دس ہزار روپیہ نقد اور تین ہزار چھ سو روپیہ سال کا یومیہ عطا کیا، اور ساتھ ہی جیب خاص سے تیرہ ہزار نقد اور اپنی موروثی جاگیر میں سے بارہ سو روپیہ سال بطور یومیہ مقرر ہوئے۔

آج سے ساٹھ سال قبل جب کہ حقیقتہً آنے اور پائی بھی اشرفی اور روپیہ کے برابر تھے۔ اس امداد نے جو اس وقت کے عطیات میں سب سے گرانقدر تھی ارکین مجلس خزینۃ البضاعت یعنی کالج فنڈ کمیٹی کی ہمتیں بڑھا دیں اور مدرسۃ العلوم کی ابتدائی تجاویز کی کامیابی کے حق میں ابر رحمت بن گئی۔

اجرش دہد خدائے کہ کردہ است یاوری باآں کساں کہ ناصر و یاور نداشتند

کمیٹی کے ممبروں نے اظہار شکر گزاری اور اس احسان کی یاد تازہ و قائم رکھنے کے لئے دارالنوادر سالاریہ (نظام میوزیم) تعمیر کیے جانے کی تجویز کر کے اس مبارک تسمیہ کی باقاعدہ اجازت حاصل کی۔

۱۸۷۷ء میں دربار قیصری کے موقع پر جب کہ (غفران مکاں) اعلیٰحضرت آصف جاہ سادس نے گیارہ سال کی عمر میں بمقام دہلی نزول اجلال فرمایا تو ارکین مجلس نے بارگاہ خسروی میں حاضر ہو کر ایک سپاسنامہ پیش کیا اور نہایت حوصلہ افزا جواب سے سرفراز ہوئے۔

اس کے بعد ۱۸۸۲ء میں سر سالار جنگ اول نے اثنائے سفر میں پرائیوٹ طور پر چند گھنٹے علی گڈھ میں قیام کر کے جب سر سید کی ہشت سالہ مساعی یعنی مدرسۃ العلوم کو عملی شکل میں ملاحظہ کیا اور اس کی ضرورتیں معلوم کیں تو یومیہ میں دو ہزار چار سو روپیہ سال کا اضافہ فرمایا۔

اب وہ مبارک وقت آیا کہ (غفران مکاں) اعلیٰحضرت آصف جاہ سادس نے عنان حکومت و سلطنت اپنے ید قدرت میں لی اور ۱۸۸۵ء میں عماد السلطنت سالار جنگ ثانی مدار المہام سرکار عالی نے کالج کا باضابطہ معائنہ کرنے کے بعد
تین ہزار روپیہ سالانہ کی سفارش کی جو بارگاہ خسروی سے منظور ہوئی۔ چند ہی سال بعد ۱۸۸۸ء میں
نواب سر آسمان جاہ نے کالج کا پرائیوٹ معائنہ کرنے کے بعد منظوری خسروی یہ امداد
بارہ ہزار روپیہ سالانہ تک پہنچا دی۔

ابھی تک یہ امدادیں دولت آصفیہ کے وزرائے عظام کی وساطت
سے منظور و مقرر ہوئی تھیں۔ لیکن ۱۸۹۱ء میں خود سر سید نے

ایک وفد کے ساتھ (غفراں مکاں) اعلیحضرت کی بارگاہ اقدس میں شرف یاب ہوکر اڈریس میں کالج کی روز افزوں ضرورتیں گذارش کیں اور نہایت پرامید و حوصلہ افزا جواب سے مشرف ہوئے اور دوسرے ہی دن نواب سر آسمانجاہ نے سر سید کو اطلاع دی کہ:-

"ہز ہائی نس نے از راہ مہربانی اس ماہواری عطیہ کو جو کالج کو ملتا تھا۔ انگریزی سکہ ایک ہزار روپیہ سے انگریزی سکہ دو ہزار روپیہ تک اس تاریخ سے جبکہ اڈریس مذکور ہز ہائی نس کی خدمت میں پیش کی گئی اضافہ فرمایا ہے اور اس عطیہ کا روپیہ انگریزی سکہ دو ہزار روپیہ ماہواری کی شرح سے ادا کیا جاوے گا۔

نواب محسن الملک کو ہدایت کی جاوے گی کہ اس اضافہ شدہ عطیہ کی بابت ایک سند اس سند کے مطابق مرتب کریں جو سابق میں جاری کی گئی تھی۔"

یہ امداد یومیہ گورنمنٹ کی امداد معینہ سے بھی تقریباً المضاعف تھی، ان فیاضانہ اور شاہانہ توجہات نے ایم، اے او کالج کو برٹش انڈیا کے تعلیمی انسٹیٹیوشنوں کا ہم پلہ بنادیا۔

بعد ازیں ۱۹۱۰ء میں مسلم یونیورسٹی کی تحریک شروع کی گئی جو کمیٹی کا اولیں مطمح نظر تھا اور جب اعلیحضرت کے حضور اقدس میں اس کی امداد کے لئے عرضداشت پیش ہوئی تو نہایت توجہ و الطاف کے ساتھ گرانقدر امداد کا وعدہ فرمایا۔

ہنوز عملی کام کی نوبت نہ آئی تھی کہ ۱۹۱۱ء میں "اعلیحضرت سلطان العلوم محی الملۃ والدین ہز اگزالٹڈ ہائی نس سپہ سالار مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ نواب میر عثمان علیخاں بہادر فتح جنگ، جی، سی، آئی، ای، جی، سی، بی یار وفادار سلطنت برطانیہ، والی حیدرآباد دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ" تخت دکن پر جلوہ افروز ہوئے اور بندگان عالی نے ایم، اے، او کالج اور اپنی غریب قوم پر اپنے الطاف و اکرام میں اتنا اضافہ فرمایا کہ وہ اس ادارے کی تاریخ کا سب سے زیادہ درخشاں باب ہوگیا۔ اعلیحضرت بندگانعالی سلطان العلوم نے سب سے پہلی فیاضانہ عنایت اس طرح ظاہر فرمائی کہ یونیورسٹی کے مطلوبہ سرمایہ کا تقریباً ایک ربع حصہ یعنی پانچ لاکھ روپیہ نقد عطا فرمایا اور چارٹر ملنے پر بارہ ہزار روپیہ سالانہ کی مزید امداد منظور کی۔

۱۹۱۵ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کو ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ کا سرمایہ عطا فرماکر چھ ہزار روپیہ سالانہ کی مستقل آمدنی کا ذریعہ مقرر کردیا تاکہ اس مرکزی ادارہ سے قوم کی عام تعلیم کو ترقی حاصل ہو، درحقیقت اس امداد نے کانفرنس کی بنیاد مستحکم کردی۔ اور آج اس کا وجود اسی گرانقدر امداد کی بدولت قائم ہے۔

ابتدائے قیام سے ایم، اے، او کالج کی سرزمین کو جلیل القدر مہمانوں کے استقبال پر ہمیشہ افتخار رہا ہے۔ اس کو ولی عہد برطانیہ

شاہ افغانستان، ہندوستان کے ممتاز والیان ملک، وائسرائے اور گورنروں کے خیر مقدم کے مواقع حاصل ہوئے ہیں لیکن ۱۹۱۸ء میں ہز اگزالٹڈ ہائی نس سلطان العلوم آصف جاہ سابع کے استقبال و خیر مقدم میں وہ زبردست وولولہ انگیز خصوصیت تھی کہ جس سے ہر مسلمان کا قلب باغ باغ اور کالج کی زمین کا ذرہ ذرہ درخشاں ہو گیا۔

آنریری سکرٹری نواب محمد اسحاق خاں نے دہلی حاضر ہو کر بندگان عالی سے مدرستہ العلوم کے ملاحظہ کی درخواست کی جس کو شرف قبولیت حاصل ہوا۔ اور ۲۹/ جنوری کو بندگان عالی نے سہ پہر کے وقت اسپیشل ٹرین کے ذریعہ نزول اجلال فرمایا شاہزادگان اور شاہزادی بلند اقبال اور چند مصاحبان خاص ہمرکاب تھے۔ اسٹیشن پر پریسیڈنٹ ٹرسٹیز کمیٹی (نواب میر فیاض علیخاں) آنریری سکرٹری (نواب محمد اسحاق خاں) اور ٹرسٹیز، وپرنسپل کالج نے خیر مقدم کیا۔ اور بندگان عالی نے ٹرسٹیوں کی نذریں قبول فرمائیں۔

اسٹیشن سے نونہالان کالج کے رائڈنگ اسکوٹ کی معیت میں موکب شہریاری نے کالج کے احاطہ میں نزول اجلال فرمایا۔

بندگان عالی نے اول انگلش ہاؤس کا معائنہ کیا جہاں مختلف کلاسوں کے حیدر آبادی طلبا جمع تھے، جنہوں نے بندگان عالی کی وفادار رعایا اور آپکی مادر علمی کے فرزند کی حیثیت سے سپاسنامے اور قصائد پیش کئے، بندگان عالی بھی اپنی عزیز رعایا کے ان نونہالوں کو دیکھ کر ان کے جذبات عقیدت وسعادت سے نہایت محظوظ ومتاثر ہوئے۔

اس کے بعد منٹو سرکل سلطان جہاں منزل (صدر دفتر کانفرنس)، بکڈانل ہاؤس، ممتاز ہاؤس، اور ظہور وارڈ کو ملاحظہ فرماتے ہوئے سڈنس یونین کلب کے رام پور، حامد ہال میں جلوہ افروز ہوئے اور تھوڑی دیر توقف فرما کر یونین کلب کمیٹی اور انجمن الفرض کے ایڈریس قبول فرمائے۔ پھر لٹن لائبریری تشریف لائے جہاں اسٹاف نے خیر مقدم کیا۔ اور بندگان عالی نے کالج کی وزیٹر بک پر دستخط ثبت فرمائے۔ سائنس لیباریٹری میں جو قریب ہی تھی کچھ دیر سائنس کے چند تجربات بھی ملاحظہ کئے۔

اس کے بعد اسٹریچی ہال میں رونق افروز ہوئے۔ جہاں تمام طلبا، اسٹاف کے ممبر، ٹرسٹیز و دور ونزدیک کے مہمان چشم براہ تھے۔ بندگان عالی کرسی پر متمکن ہو گئے تو سپاسنامہ پیش ہوا۔ جس میں ذات شاہانہ کی برکات وفیوض اور دولت آصفیہ کے احسانات عظیم کا تذکرہ تھا اور "ہز اگزالٹڈ" کا ممتاز خطاب حاصل ہونے پر تہنیت پیش کی گئی تھی۔ ایڈریس کے ختم ہونے پر بندگان عالی نے برجستہ جواب ارشاد فرمایا۔

آپ صاحبوں نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں، مجھے اپنے ابنائے جنس سے مل کر اور اپنی قومی درسگاہ کو دیکھ کر نہایت خوشی ہوئی۔ آپ سب میرے ابنائے جنس بلکہ کرم فرما ہیں، خطاب کی مبارک باد کے جواب میں صرف اتنا کہنا
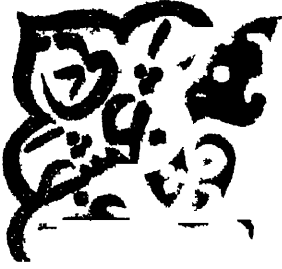
چاہتا ہوں کہ ع
احسانِ دوست در حقِ من بے نہایت است

بندگانِ عالی کا یہ مختصر جواب حقیقتاً ایک جہانِ معنی، قومی رواداری اور
مساوات کا نمونہ اور امیدوں کا جلوہ طراز تھا جس سے تمام حاضرین کے دل مسرت وامید سے لبریز
ہو گئے۔ نوازش ونمایش کے اسی ہمہمۂ کامرانی میں آنریری سکریٹری کالج نے بحکم بندگانِ عالی یہ اعلان کیا کہ "بارگاہ خسروی
سے ایک ہزار روپیہ سالانہ تعلیم عربی کے لئے اور پچاس ہزار روپیہ کچی بارگ کے پختہ کئے جانے کے لئے منظور ہوا ہے
اور اعلیحضرت خسرو دکن کی مسلمہ وموروثی شاہانہ فیاضی اسی قدر پر بس نہیں کرتی بلکہ آئندہ کے لئے حد لانہایت تک اپنی
پس افتادہ و درماندہ قوم کو متوقع کرتی ہے"۔

اعلان کے الفاظ ختم ہوتے ہی سامہال طنطنۂ مسرت سے گونج اٹھا عقیدت وشکرگزاری کی فضا محیط ہو گئی،
سر سید، محسن الملک، اور وقار الملک کی ارواح طیبات نغمہ سرا وسامعہ نواز ہوئیں۔

این کہ می بینی نتائج سحر است — کار کلی ہنوز در قدر است

اس ہنگامۂ امتنان وشادمانی میں اسٹریچی ہال سے بندگانِ عالی معائنۂ مسجد کے لئے تشریف لے گئے جہاں شعبۂ
دینیات کے سکریٹری اور ناظم وقاری صاحبان نے استقبال کیا مسجد کی زیب وزینت اور اس کا نقشہ بہت پسند فرمایا۔

پھر ٹرسٹیز کی درخواست پر گروپ فوٹو کے لئے نظام میوزیم کے سامنے جلوس فرمایا اور پھر اندر تشریف لائے
اور چند ممتاز اصحاب کو شرف باریابی عطا فرمایا۔ یہاں اعلیحضرت نے (غفران مکاں) آصف جاہ سادس کا قد آدم فوٹو
ملاحظہ کر کے اپنا فوٹو بھی عطا کرنے کا وعدہ فرمایا۔ اور خود ہی اس کے لئے جگہ بھی تجویز فرما دی۔

اس کے بعد اسٹیشن کو مراجعت فرماتے ہوئے اولڈ بوائز لاج میں وزیٹر بک پر دستخط ثبت فرمائے۔ اور شب کے
پونے آٹھ بجے جانب بمبئی نہضت افروز ہوئے۔

اعلیحضرت بندگانِ عالی نے مولانا حقی بغدادی کو اور دینیات کے اسٹاف میں سے ان صاحبوں کو جو مسجد میں
شریک خیر مقدم تھے پان پان سو روپے عطا کئے اور بالطاف خسروانہ آنریری سکریٹری صاحب کو ہدایت کی کہ کم از
کم سال میں ایک مرتبہ حاضر بارگاہ ہوتے رہیں۔ کالج کے گریجویٹوں کی درخواستیں افواج شاہی کے کمیشنڈ عہدوں
کے لئے طلب فرمائیں، کچی بارگ کو پختہ ہو جانے کے بعد عثمانیہ ہاسٹل سے موسوم کرنے کی اجازت
عطا کی۔ اور کچھ عرصہ بعد حسب منشاء وایمائے خسروی امرائے پائیگاہ کے آٹھ صاحبزادے تعلیم حاصل
کرنے کی غرض سے کالج میں داخل ہوئے۔

یونیورسٹی کی تاسیس کے بعد یومیہ معینہ میں بارہ ہزار روپیہ سالانہ کا
اضافہ فرما کر ۲۷ ہزار تک مقدار پہنچا دی۔

۱۹۲۹ء میں بسلسلہ انتظامات جدیدہ جب وائس چانسلر
کے عہدے پر کورٹ نے ڈاکٹر نواب سر مسعود جنگ کا
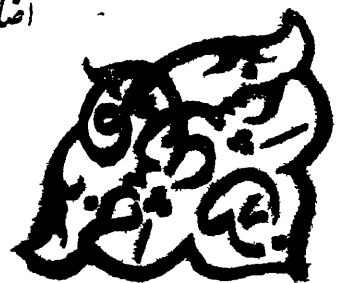
انتخاب کیا تو عین اسی زمانہ میں اعلیٰحضرت بندگان عالی نے دوبارہ دولت آصفیہ کی خدمات کے لئے ان کا تقرر منظور فرمایا تھا۔

لیکن مسلم یونیورسٹی کی ضروریات کو مقدم تصور فرما کر نواب صاحب موصوف کو وائس چانسلر کے فرائض ادا کرنے کی اجازت دی۔

عرصہ سے یونیورسٹی بجٹ میں خسارہ رہتا تھا اور ترقی تو کجا، یونیورسٹی کا معمولی حالت پر قائم رہنا بھی مشکل تھا، اراکین یونیورسٹی پر مایوسی چھائی ہوئی تھی، نواب سر مسعود جنگ نے بندگان عالی میں حاضر ہوکر تمام مشکلات عرض کیں، نتیجہ میں دس لاکھ نقد مرحمت ہوا اور چوبیس ہزار روپیہ سال کی مزید امداد عطا ہوئی۔ ان عطایا نے تمام مشکلیں حل کردیں اور پریشانی و مایوسی مسرت اور امیدوں سے مبدل ہوگئی۔

۱۹۳۵ء میں جب قوم نے چانسلر شپ منظور فرمائے جانے کی درخواست کی تو باوجودیکہ ذات شاہانہ ایسے عہدوں سے بہت اعلیٰ و ارفع ہے لیکن محض قومی دلجوئی کی خاطر قوم کی درخواست منظور فرمائی گئی اور اب قانونی طور پر یونیورسٹی بندگان عالی سلطان العلوم کے ظل عاطفت میں آگئی۔ ؎

"ز قدر و قیمت سلطاں نگشت چیزے کم کلاہ گوشۂ ملت بہ آفتاب رسید"

بندگان عالی کی یہ نوازش ہائے خسروانہ صرف ایم، اے، او، کالج یا یونیورسٹی تک محدود نہیں رہیں بلکہ علیگڈھ تحریک کے دوسرے ادارے بھی ابر کرم سے بہرہ یاب ہوتے ہیں۔

زنانہ انٹر کالج کو اٹھارہ سو روپیہ دربار خسروی سے عطا ہوتا ہے اور اسی طرح آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرنس کو بارہ سو روپیہ سال کی امداد مرحمت ہوئی ہے۔ ان عطیات کے علاوہ جب ۱۹۱۴ء میں نواب محمد اسحاق خاں آنریری سکرٹری نے حضرت امیر خسرو کے کلام کی اشاعت کے لئے خسرو فنڈ قائم کیا تو اعلیٰحضرت بندگان عالی نے اس کی سرپرستی فرمائی اور پندرہ ہزار روپیہ عطا کیا۔

غرض علیگڈھ تحریک کی تمام تر آبیاری، نشو و نما، اور بہار دولت آصفیہ اعلیٰحضرت بندگان عالی سلطان العلوم کے سحاب سخا اور بحر کرم سے ہے۔

۱۸۷۵ء سے آج ۱۹۳۶ء تک یعنی ۶۲ سال کے عرصہ میں امراء و عہدہ داران دولت آصفیہ نے بھی ہر موقع پر اس تعلیمی تحریک کی معاونت کی۔ سر سالار جنگ اول کی ذاتی امداد کے علاوہ نواب سر آسمان جاہ نے متعدد مرتبہ گراں قدر عطیات دیے اور جب تک کالج یونیورسٹی کے درجہ تک نہیں پہنچا تھا تمام مدار المہامان سلطنت نے اس کی وزیٹر شپ قبول کی اور سرکاری و غیر سرکاری طور پر معائنہ فرما کر حوصلہ افزائی فرماتے رہے ۱۸۸۲ء میں نواب سر سالار جنگ اول، ۱۸۸۴ء میں نواب عماد السلطنت سالار جنگ ثانی، ۱۸۸۶ء میں نواب سر آسمان جاہ، ۱۸۹۵ء میں نواب سر وقار الامرا تشریف لائے۔ موئد الملک سر علی امام کو تو مدت ہائے مدید سے قریبی تعلق تھا۔ البتہ سر یمین السلطنت مہاراجہ بہادر کا ہنوز انتظار ہے۔

مدار المہامان دولت آصفیہ کے علاوہ حیدرآباد کے اکثر عہدہ دار اور تقریباً ہر طبقہ کے اصحاب نے مختلف صورتوں اور ضرورتوں میں
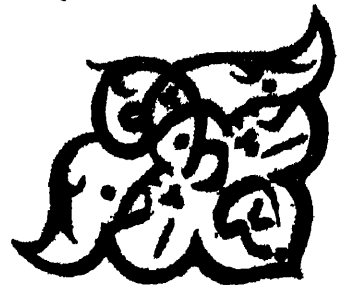
کم و بیش ہر قسم کی مالی و اخلاقی معاونت کی۔ ایک زمانہ تھا کہ جب پرائیوٹ وظیفوں اور اسکالرشپوں کی سخت ضرورت رہتی تھی۔ تو اس وقت حیدرآباد کے اکثر عہدہ داروں اور امیروں نے اس ضرورت کو فیاضی سے پورا کیا۔ اور اب بھی شاید ہی کوئی سال ایسا ہو کہ اس قسم کی کافی مدد نہ ملتی ہو۔ ایسے عہدہ داروں میں جن کی اخلاقی امداد اور صلاح و مشورہ سے بہت کچھ فائدے حاصل ہوئے اور مختلف مدات میں ان کی جیب خاص سے بھی ہر موقع پر زبردست مالی امداد ملتی رہی نواب عماد الملک مرحوم کا نام ہمیشہ احسان مندی کے ساتھ علیگڈھ تحریک کی تاریخ میں روشن رہیگا۔

سرسید کے بعد جب کہ کالج ایک نہایت نازک دور سے گذر رہا تھا اور تمام قوم میں انتشار برپا تھا حتیٰ کہ حکومت ہند بھی متردد تھی، اس وقت تمام امیدیں صرف دولت آصفیہ کے مشہور وظیفہ یاب معتمد نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی کی ذات سے وابستہ تھیں اور بلاشبہ انہوں نے ان مشکلات کا بڑی کامیابی سے مقابلہ کر کے کالج کو قابل رشک اوج و عروج پر پہنچادیا ان کے بعد یہ بار دوسرے وظیفہ یاب ممتاز معتمد نواب وقار الملک منشی مشتاق حسین کے شانوں پر رکھا گیا اور اُن کی سکرٹری شپ کے زمانہ میں کالج تمام قوم کا مرکز امید بن گیا، یونیورسٹی کی تحریک شروع ہوئی اور سنہ۱۸۷۲ء کے خواب کی تعبیر کا آغاز ہوا۔ سرمایہ مطلوبہ فراہم ہوگیا، اور قیام یونیورسٹی کی ابتدائی منزلیں طے ہوگئیں۔

یونیورسٹی کے معرض وجود میں آنے کے بعد سنہ ۱۹۲۹ء میں بعض پیچیدگیاں نمودار ہوئیں۔ اس وقت بھی دولت آصفیہ کے ہی وظیفہ یاب عہدہ دار نواب سر مسعود جنگ نے ان کو حل کیا۔ اور امرائے سلطنت، یمین السلطنت مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر، نواب لطف الدولہ بہادر، اور نواب معین الدولہ بہادر نے بھی دس دس ہزار کی گرانقدر امدادیں عطا فرمائیں۔

یوں تو یونیورسٹی کی زمین کے چپہ چپہ پر یادگاریں قائم ہیں لیکن بحیثیت مجموعی سب سے زیادہ یادگاریں دولت آصفیہ سے ہی نسبت رکھتی ہیں۔ ان میں:-

(۱) پہلی یادگار نظام میوزیم ہے۔ اس یادگار کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تعمیر کا تمام روپیہ ۱۸۹۱ء میں اہل دکن نے پیش کیا اور جہاں تک کہ عام پبلک کا تعلق ہے ورنگل کے جاگیرداروں اور باشندوں نے زیادہ حصہ لیا۔

(۲) دوسری یادگار ایک لیکچر ہال ہے جو نواب سر آسماں جاہ نے اپنے عم محترم نواب شمس الامرا کی یادگار میں دس ہزار روپیہ کے عطیہ سے تعمیر کرایا۔

(۳) تیسری یادگار سالار منزل ہے جو سر سالار جنگ اول کی تشریف آوری کی خوشی اور ان کی عنایتوں کی یادگار میں عام چندہ سے تعمیر ہوئی۔

(۴) چوتھی یادگار آسمان منزل ہے جس کی تعمیر کا سرمایہ اہل حیدرآباد نے مہیا کیا۔

(۵،۶) پانچویں اور چھٹی یادگاریں مہدی منزل اور مشتاق منزل ہیں جو نواب محسن الملک اور نواب وقار الملک کے ان احسانات کے شکریوں میں تعمیر ہوئیں جو ان دونوں محترم اصحاب نے خدمات حیدرآباد کے زمانہ میں اس ادارہ پر ارزانی فرمائے تھے۔

ترتیب محمد فاضل

ان سب یادگاروں کی بنیادیں خود بانی کالج نے رکھی تھیں جو مختلف زمانوں میں مکمل ہوئیں۔

(۷) ساتویں یادگار "عثمانیہ ہاسٹل" ایک خوشنما دومنزلہ عمارت ہے، جو یونیورسٹی کے زمانہ میں تعمیر ہوئی ہے۔

(۸) آٹھویں یادگار کرکٹ لان پر ایک شاندار نوتعمیر پویلین ہے جو نواب معین الدولہ کے دوسرے مخصوص عطیہ سہ ہزار روپیہ سے تعمیر ہوا ہے۔ عمارتی یادگاروں کے علاوہ بندگان عالی اعلیحضرت کے گرانقدر عطیہ کی آمدنی سے سائنس کی چیر قایم کی گئی ہے جو نظام پروفیسر کے نام سے موسوم ہے۔ مذکورہ بالا مستقل یادگاروں کے علاوہ اور بھی عمارتوں کی تعمیر میں امرائے حیدرآباد کی فیاضی شامل ہے۔

ان احسانات بیکراں کے سلسلہ میں ایک اور احسان بھی ہے جس کو نہایت شکرگزاری سے بیان کرنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ علاوہ ان طلبا کے جو دولت آصفیہ کی رعایا اور دکن کے باشندے تھے نظام گورنمنٹ نے ابتداء سے کالج کے طلبا کو ملکی و فوجی خدمات پر مامور فرمایا اور اس طرح کالج کی تعلیم و تربیت سے بہرہ مند بہترین و منتخب جوانوں کو حکومت نظام کی خدمات سے برومند ہونے کا موقع دیا گیا اور انھوں نے نمایاں خدمات انجام دیکر وظیفے حاصل کئے۔

آج بھی کالج کے اکثر طلبا جن کے نام کے ساتھ علیگ کا افتخار آمیز لقب شامل ہے اور جن کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے نظام گورنمنٹ کے متعدد اور ممتاز عہدوں پر مامور ہیں۔ جن میں نواب مہدی یار جنگ، نواب فخر یار جنگ، نواب صدیار جنگ بہادر، نواب ناظر یار جنگ بہادر، نواب حمت یار جنگ بہادر، برگیڈیر نواب قادر یار جنگ بہادر اور مولوی عبدالحق صاحب (پروفیسر جامعہ عثمانیہ) کے اسمائے گرامی نہایت ممتاز ہیں۔

اگرچہ یہ ادارہ مسلمانوں کی مخصوص ضروریات تعلیم و تربیت کے لئے قائم ہوا لیکن اس کا دروازہ ہر قوم و ملت کے لئے کشادہ ہے۔ افتتاح مدرسہ سے آج تک اس کے ڈے اسکالرز اور بورڈرز میں برادران ہنود کی معقول تعداد رہی ہے جن میں حیدرآبادی طلبا کا کافی تناسب نظر آتا ہے، اور شکرگزاری کے ساتھ یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ دولت آصفیہ کے ہندو امراء و عہدہ داروں نے بھی وقتاً فوقتاً مختلف مواقع پر اپنے عطیات و توجہات سے ممنون فرمایا۔

الغرض جملہ سروسامان ما
پرتو انوار آصف جاہی است

مسلم یونیورسٹی علیگڈھ میں بحیثیت چانسلر ورود شاہانہ

بضمن سفر دہلی بوقت مراجعت ۲۷ ذیحجہ ۱۳۵۴ھ کو حضرت اقدس و اعلےٰ نے معہ خانوادہ شاہی بحیثیت چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ میں نزول اجلال فرمایا۔ اعلیحضرت کا یہاں یہ دن بہت مصروفیتوں میں گذرا یعنی رفقاء و طلباء جامعہ نے اپنے تاجدار چانسلر کی خدمت میں سپاسنامے پیش کئے اعلیحضرت نے بصیرت افروز جوابی تقریریں فرمائیں۔ اور چانسلر کی حیثیت سے حضور پرنور نے ہر دلعزیز وائسرائے لارڈ ولنگڈن بہادر کو ڈاکٹر آف لا یعنی ایل۔ ایل۔ ڈی کی ڈگری اپنے دست خاص سے عطا فرمائی جسکو وائسرائے بہادر نے نہایت انکسار کے ساتھ کھڑا ہوکر قبول و حاصل فرمایا علیگڈھ یونیورسٹی" ہندوستان اور دکن کیلئے یہ ایک تاریخی یادگار دن تھا جو پہلی مرتبہ ایک ائسرائے کو ڈگری دی گئی اسیطرح ضیافتوں اور دیگر مصروفیات کے بعد ۲۸ ذیحجہ سنہ الیہ کی شام کو علیگڈھ سے مراجعت شاہانہ بجانب دارالسلطنت حیدرآباد دکن عمل میں آئی فقط

مرتبہ محمد فاضل

عہد عثمانی کے سکے اور نوٹ

(اور)

سلطنت آصفیہ کے سکوں کی مختصر تاریخ

خود مختار سلطنتوں کے باب میں سیاندان ماہرین سلطنت جانتے ہیں کہ سکے اور نوٹ کی ترویج۔ سیاسی ارتقا و یافتہ مستحکم و غیر متزلزل۔ خود مختار سلطنتوں کے لوازمات سے ہے بفضلہ حکومت آصفیہ اپنی خود مختار قلمرو میں اپنے سکے اور نوٹ خود چلاتی ہے۔ یہ خصوصیت ہندوستان کی دوسری کسی ریاست کو حاصل نہیں۔ جو اس ریاست کا طغرائے امتیاز ہے۔ تواریخ قدیمہ سے پتہ چلتا ہے کہ جس وقت ہندوستان میں شہنشاہ دہلی کے سکے رائج تھے۔ اس وقت دکن میں مختلف ٹکسالوں کے سکے مروج تھے۔ جس کو مختلف ٹھیکہ دار بنایا کرتے تھے جیسے پستی شاہی (بنام تعہد دار برار) گوبند بخش (بنام مدار المہام حیدر آباد) بہادر شاہی اکبری۔ عالمگیری۔ شاہ جہانی۔ سکندر چلنی۔ ناصر چلنی۔ اس کے علاوہ مختلف علامات کے بھی سکے مختلف مقامات پر چلتے تھے۔ یعنی سرتی سکہ۔ طرہ۔ توکا۔ زری سکہ۔ ترنال۔ صورتی۔ چہرہ شاہی۔ کلمہ۔ اکبری۔ تنتھنی۔ ترسولی۔ دوڈنڈی۔ چیل ناری۔ ذو الفقاری وغیرہ

سنہ ۱۸۵۷ء م سنہ ۱۲۷۵ھ کے غدر دہلی کے بعد جبکہ شہنشاہیت دہلی کا آفتاب غروب ہوگیا۔ حضرت آصفجاہ نظام الملک بہادر نے سکوں کا نقش تبدیل کرکے۔ ایک رخ اپنا نام اور دوسرے رخ پر جلوس میمنت مانوس ضرب فرخندہ بنیاد۔ حیدر آباد منقوش کرایا۔ جس کو سکہ حالی سے موسوم کیا گیا۔ حیدر آباد کے محلہ سلطان شاہی میں دار الضرب قائم تھا۔ جہاں قدیم آلات سے پرانے طرز پر کام ہوا کرتا تھا۔ اور یہ عمل بھی جاری تھا کہ عوام چاندی۔ سونا۔ تانبا داخل کرکے سکے بنوا لیتے تھے۔ سنہ ۱۲۶۵ ف میں دار الضرب کا باضابطہ قیام عمل میں آیا۔ سنہ ۱۳۰۲ ف میں مشین نصب کئے گئے سنہ ۱۳۱۳ ف میں سکہ کا ایک جدید مجوزہ نمونہ پاس کیا گیا۔ سنہ ۱۲۹۱ھ سے سکہ چلنی مسدود ہوا۔ صرف سکہ حالی کی داد و ستد کا عمل رہا۔ ۱۴ ذی الحجہ سنہ ۱۳۱۲ کو سکہ حالی کے عوض سکہ چرخی منتقلہ مقام دار الضرب متوعہ دار الشفاء

مرتبہ محمد فاضل
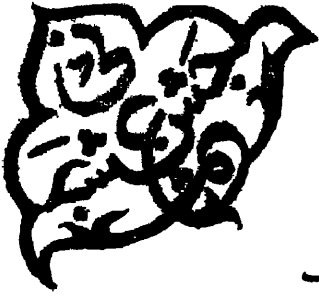
ڈھلنے لگا۔ ۲ جمادی الثانی ۱۳۲۲ھ کو یہاں سے منتقل ہوکر
حال مقام دار الضرب موقوعہ کنارہ تالاب حسین ساگر بننے لگا
مبارک عہد عثمانی میں دار الضرب کو اس قدر وسعت و
ترقی دی گئی کہ جس کا تفصیلی اظہار بجائے خود ایک ضخیم جلد کی حاجت
رکھتا ہے۔ عہد عثمانی میں سکہ محبوبیہ کا محبوب نقش بحال رکھکر عثمانیہ سکے اور نوٹ
رائج ہوئے۔ اعلیحضرت نے سکہ محبوبیہ اور سکہ عثمانیہ دونوں کی یکساں ترویج قرار دی۔ جو رائج الوقت ہیں
اس وقت سکہ مروجہ کی خاص و عام زبان سکہ عثمانیہ ہے اور سکہ محبوبیہ کو بھی سکہ ۶ کہا جاتا ہے۔

عثمانیہ سکے اور نوٹ مروجہ قلمرو سلطنت آصفیہ کی تفصیل

(۱) یک پائی (مسی) جس کو ادھیلی کہتے ہیں۔
(۲) دو پائی (") " پیسہ کہتے ہیں۔
(۳) نیم آنہ یا چھ پائی (") " ٹبا پیسہ یا آدہ آنہ
(۴) یک آنہ (نکل) " انی "
(۵) دو آنہ (نقرئی) " دوانی "
(۶) چہار آنہ (") " چوانی "
(۷) ہشت آنہ (") " اٹھنی "
(۸) یک روپیہ (") " روپیہ "

اشرفیاں (طلائی)

(۱) سدس اشرفی
(۲) ربع اشرفی
(۳) نیم اشرفی
(۴) اشرفی

سکۂ قرطاس یعنی کرنسی نوٹ

(۱) نوٹ پانچ روپیہ سکہ ۶
(۲) نوٹ دس روپیہ سکہ ۶
(۳) نوٹ یکصد روپیہ سکہ ۶
(۴) نوٹ یکہزار روپیہ سکہ ۶

پرامیسری نوٹس وغیرہ بھی رائج ہیں۔
ایک روپیہ کا نوٹ بھی عہد ہمایوں میں جاری ہوا تھا۔ کچھ عرصہ چلن کے بعد حکومت سرکار عالی اس کو مسدود کر دیا۔

نوٹ۔ غیر ممالک کے لوگ حیدر آباد کے سکہ اور نوٹ کو بڑی وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں بالعموم سکہ کو کلدار روپیہ کہتے ہیں۔ فرط عقیدت و محبت میں ان کا عالم یہ ہوتا ہے کہ وہ دو چند سکہ کلدار سے تبادلہ کے ساتھ حصول کے لئے آرزو مند نظر آتے ہیں۔ اور یہ مشاہدہ ہے۔

موجودہ سکہ کے سیدھے رخ پر بلدہ کی مشہور عمارت چار مینار کے نقش کیا تھا نظام الملک آصفجاہ بہادر بخط طغرا سکہ کے مینار کی کمان میں ع یام فرمانروا کے اسماء گرامی کے ابتدائی حروف مندرج ہیں ع سے عثمانیہ اور م سے محبوبیہ مراد ہے۔ سکہ کے دوسرے رخ پر ضرب فرخندہ بنیاد حیدرآباد جلوس میمنت مانوس اور درمیان میں یک روپیہ منقوش ہے۔

ٹپہ سرکار عالی

ٹپہ یہ ریاست حیدر آباد کی عظیم الشان امتیازی خصوصیات سے ہے۔ جو ہندوستان کی کسی دیسی ریاست کو نصیب نہیں۔

مرتبہ محمد فاضل
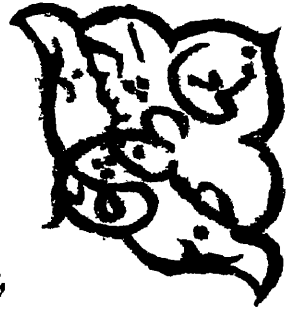
زمانہ سلف میں ٹپہ کا کام ٹھیکوں پر انجام پایا کرتا تھا۔
یہ عمل۔ بحکم حضور پرنور یکم ربیع المنور ۱۳۲۵ھ سے اٹھادیا گیا
ملک کی ضلع بندی کے بعد اس کے اصلاحی نظم ونسق کی جانب پوری
توجہ مبذول کی گئی۔ اور ایک خاص سررشتہ ٹپہ ۱۸۶۹ء میں قایم ہوا ۱۹۱۲ء
میں (۳۱۴) ٹپہ خانہ مقرر کئے گئے۔ ۱۹۲۲ء میں ان کی تعداد (۶۹۸) تک پہونچی۔ اور آمدنی
میں بھی خاطر خواہ ترقی ہوئی۔ یعنی (۴۸۱۳۶۴) روپیے ہوگئی۔ ۱۳۴۳ف کے مزانیہ سے ظاہر ہے کہ (۱۱۷۳۴۲)
روپیے معتدبہ مستقل آمدنی کا معیار رہا۔ یہ بیش بہا ترقی محض اعلیحضرت کے فیوض وبرکات اور قابل رشک خوشگوار نظم ونسق کا
مستحکم وبہبود نتیجہ ہے۔ اس باب میں ارباب سررشتہ ٹپہ لایق ستایش ہیں۔ جن کی مستعدانہ بہترین کارگزاری۔ اور بروقت
اصلاحی امور کے شغف نے سررشتہ ٹپہ کی مقبولیت کو عوام سے خراج تحسین کا مستحق بنایا۔ ملک سرکار عالی کے سررشتہ ٹپہ کے
بہترین آئین وطریقہ انتظام سے متعلق نہ صرف اہل ملک رطب اللسان ہیں بلکہ غیر ملک والوں نے بھی تمام ہندوستان کے ٹپہ کے انتظامات پر
یہاں کے انتظام کو ترجیح دی ہے۔

سلور جوبلی ٹکٹ ٹپہ

حضرت اقدس واعلیٰ کی سلور جوبلی کی مسرت میں سررشتہ ٹپہ نے مخصوص جوبلی ٹکٹ ٹپہ اور لفافے
جاری فرمایا ہے جو نہایت خوش وضع اور جاذب نظر ہیں۔ جس کو حضور کی پرستار رعایا بخواہ ترسیل
خط وکتابت کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔ مسرت افزوز جذبات وعقیدت کے ساتھ گرویدگی سے خرید رہی ہے۔ جس کا موقتی چلن
جشن سیمین کی ایک تاریخی یادگار ہے۔

نظمائے ٹپہ

سلسلہ نشان	نام	عہدہ	تنخواہ	تاریخ تقرر	سلسلہ نشان	نام	عہدہ	تنخواہ	تاریخ تقرر
۱	نواب شہسوار جنگ بہادر	صدر مہتمم	للعہ	۱۴ر مہر ۱۲۷۹ف	۸	مسٹر ناکس موہن	ناظم ٹپہ	الماۓ	۱۶ر بہمن ۱۳۱۶ف
۲	مسٹر چارلس	″	″	۳ر تیر ۱۲۸۱ف	۹	مسٹر رستم جی		السۓ	
۳	مسٹر ہری راک	″	″	یکم خورداد ۱۲۸۵ف	۱۰	محمد مظہر الدین خانصاحب		السۓ	
۴	سید محی الدین علوی صاحب	ناظم ٹپہ	الماۓ	۱۲ر آذر ۱۲۸۷ف	۱۱	سردار نواز جنگ بہادر		الحماۓ	
۵	محمد عبدالکریم صاحب	″	الماۓ	یکم مہر ۱۲۹ف	۱۲	مسٹر رستم جی		الماۓ	
۶	مسٹر سی لاڈر	″	الحماۓ	۹ر اردی بہشت ۱۳۰۶ف	۱۳	محمد احمد صاحب		الماۓ	موجود الوقت
۷	محمد صدیق صاحب	″	للعہ	۱۰ر مہر ۱۳۱۷ف					

POST CARD
پوسٹ کارڈ
WRITING SPACE
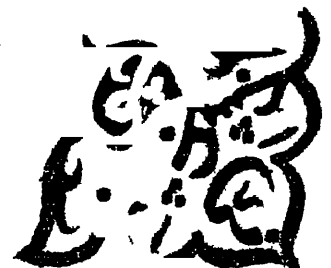
ورکشاپ حیدرآباد کا ایک ہال
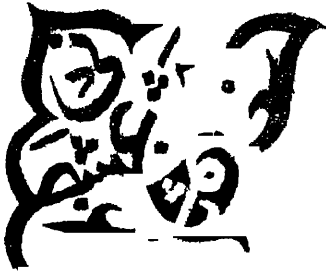
ریاست حیدرآباد کے ابواب آمدنی کا یہ پہلا سررشتہ ہے۔ سلطنت کا رقبہ (۸۲۶۹۸) مربع میل ہیں سے (۲۹۲۶۷۲۰) ایکڑ زمین اس سررشتہ کے تحت ہے جس کی تقسیم دو قسم پر ہے۔ مرہٹواڑی و تلنگانہ جو حسب ذیل مقبوضات کی تشکل میں قایم ہیں۔

مقبوضہ سرکار عالی	صرفخاص مبارک پائیگاہ و جاگیرات	انعام و مقطعہ جات
(۶۷۹۲۰۰۷۹۲) ایکڑ	(۹۸۷۹۴۳۳۲) ایکڑ	(۵۵۹۳۷۸) ایکڑ

صرف خاص مبارک، پائیگاہ، جاگیرات اور انعامی مقطعہ جات کو چھوڑ صرف دست مقبوضات سرکار عالی کے سررشتۂ مالگزاری کی سالانہ آمدنی ۳½ کروڑ ہے۔ اور اخراجات اس سررشتہ کے تقریباً ۶۷ لاکھ سالانہ ہیں۔

اعلیٰحضرت کے دور ہمایوں میں آبپاشی کے ذرائع آمدنی میں ہر طرح فراوانی پیدا کر کے بیشمار اصلاحات کے ذریعہ مالگزاری کی مستقل آمدنی میں اضافہ عمل میں لایا گیا۔ باوجود اس کے کہ یہاں خشکی و تری کے دھارے ہر طرح کم ہیں۔ بوقت جمعبندی رعایا کے ساتھ ہر قسم کی رو رعایت کو ملحوظ رکھا جا کر معافیاں دیجاتی ہیں۔ ایک نہیں متعدد بار اعلیٰحضرت نے کاشتکاروں کو عام طور پر معافیاں دیں۔ عند الضرورت کاشتکاروں کو ہر قسم کی تقاوی دی جاتی ہے۔ ان کے ہر معمولی سے معمولی جائز حقوق کا محافظ کیا جاتا ہے۔ اعلیٰحضرت کو اپنے ملک کے کاشتکاروں کا خاص خیال رہتا ہے اُن کی ہر آئین فلاح میں اپنی تسکین پاتے ہیں۔ ورنہ نادار۔ غریب و بیکس کاشتکاروں کی ذرا سی بھی آشفتہ حالی کی خبر پا کر رعایا کے مونس و غمخوار اور دل میں درد رکھنے والے شاہ ذیجاہ کا دل مضطرب و بےچین ہو جاتا ہے۔ جب تک کہ اُن کی مشکلات کا حل اور عسرت و درد کے نجات کے اسباب نہیں پا لیتے ہیں۔ یہ ہے وہ شاہی جو محلوں میں رہکر جنگلوں میں عُریاں تن اور کمبل پوش رہنے والی دور افتادہ رعایا کی زخم کا مرحم۔ اور ناامیدوں کی آس بن جاتی ہے۔ یہ وسیع محکمہ جس کے تحت علاوہ مالگزاری کے کئی زرخیز سررشتے یعنی جنگلات کروڑگیری۔ آبکاری
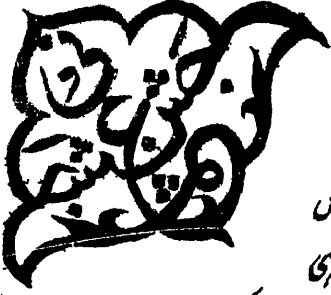
زراعت ۔ تجارت و حرفت ۔ عطیات ۔ بندوبست
و کلفنڈ ۔ کورٹ آف وارڈز ۔ کوتوالی ۔ تخمین وغیرہ
ہیں ۔ زیر نگین صدر المہام بہادر معتمد مالگزاری کی نگرانی میں ہیں ان میں سے
کے ہر باب کی آمدنی جدا جدا ہے ۔ چونکہ ہم صرف سررشتہ مالگزاری ہی
کے مختصر حالات قلم بند کر رہے ہیں ۔ اس لئے مالگزاری کی آمدنی کا ہی اوپر ہم نے اظہار کیا ہے

محکمہ معتمدی مالگزاری کے تحت ۴ صوبے ۱۶ اضلاع اور ۱۰۴ تعلقات ہیں ۔ صوبہ کے افسر اعلیٰ کو صوبہ دار اور ضلع کے افسر کو تعلقدار اور تعلقہ کے افسر کو تحصیلدار کہتے ہیں ۔ اس طرح (۴) صوبیدار (۱۶) اول تعلقدار اور (۱۰۴) تحصیلدار ہیں نیز جمعبندی افسر کو دوم تعلقدار کہتے ہیں جو اول تعلقدار کے تحت ہوتا ہے ۔

عہد عثمانی سے پہلے وصولیٔ مالگزاری کے لئے کوئی خاطر خواہ انتظامات تھے ۔ نہ رعایا کی صحیح معنوں میں جیسا کہ چاہیئے دادرسی ہوتی تھی اسی طرح کی بہت سی خامیوں کو محسوس فرماکر حضرت اقدس و اعلیٰ نے تخت نشینی کے بعد اس جانب اپنی احساس رس و فیض بخش توجہ مبذول فرمائی ۔ طور و طریق بدلا ۔ اس کا رنگ بدلا ۔ ڈھنگ بدلا ۔ نظم و نسق کو نئی زندگی بخشی ۔ جس کا سبب ہے کہ آج یہ محکمہ مستحکم و مبسوط احکام و ضوابط اور مفید نتائج کی روشنی میں گامزن پھل پھول رہا ہے ۔ رعایا خوش حالات و فضاء موافق اور تمام انتظامات آئین عثمانیہ کے زرین نقش و نگار ہیں ۔

سررشتہ جنگلات سرکار عالی

یہ سررشتہ سنہ ۱۸۶۷ء میں سب سے پہلے نواب سالار جنگ بہادر کے عہد وزارت میں قائم ہوا سنہ ۱۹۱۲ء میں اس کے تحت (۱۲۴۴۲) مربع میل رقبہ تھا ۔ اور آمدنی (۸۱۳۰۶۷) روپے تھی سنہ ۱۹۲۲ء کے بعد سے اصلاحات کا دور دورہ شروع ہوا آمدنی ترقی کرکے (۹۵۸۷۰۸) روپے ہوگئی سنہ ۱۳۴۳ف کی آمدنی (۱۳۱۲۴۲۱) رہی ہے اس محکمہ کے ناظم نواب جاہ مدیار جنگ بہادر ہیں ۔ جن کے زیر قیادت ہر آئینہ ترقی و اصلاحیں ہوئیں ۔ اور سرعت کے ساتھ اصلاحات و ترقیوں کا سلسلہ جاری ہے اس محکمہ کے تحت دو نائب نظامت حلقہ شرقی و غربی ہیں ۔ اور اضلاع پر بہ تعلق سررشتہ جنگلات ۔ سمرت واری فائز نظامت جنگلات ہیں ۔ یہ سررشتہ ریاستی مالیہ کے مدات آمدنی کے دوسرے زینہ پر ہے ۔

جنگلات اور دکن
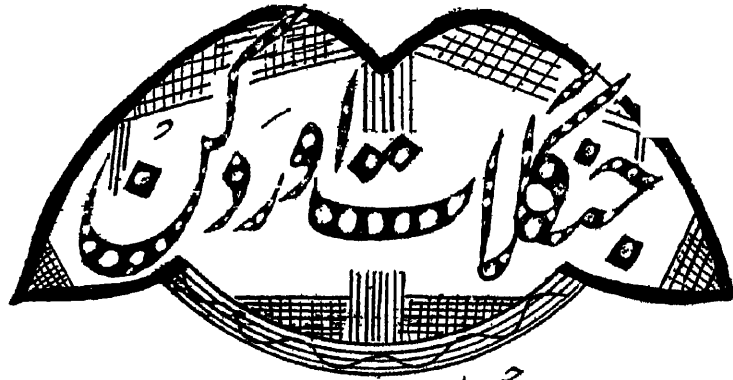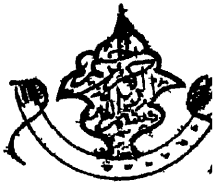
از نواب سید جلال الدین حسن صاحب بی-ایس سی (ویلز) ایف-آر-ایچ-ایس (لندن)
پرسنل مددگار ناظم جنگلات سرکار عالی

ع - چو مشک است بے قیمت اندر ختن

(۰۰۰)

ناتجربہ کاری کا بھلا ہو کہ فوائد صحرا سے عدم واقفیت اور مقاصد پرورش صحرا سے عام بے اعتنائی کا یہ نتیجہ ہے کہ لفظ جنگل کے تخیل کے ساتھ کلہاڑی ہر چشم حرص و آز میں شخصی منفعت کی غرض سے گھومنے لگتی ہے۔ ملک کے صاحبان دولت کو یہی تصور ہے کہ جہاں تک ممکن ہو درخت در درخت ہیں۔ ہزاروں ایکر کے لحاظ سے اس کی صفائی ہو اور یہ دولت کا خزانہ ان کے جیب خاص میں شامل ہو جائے۔ یہی حال صاحبان اقتدار کا ہے۔ کہ اگر خوش قسمتی سے ان کی تعیناتی کسی صحرائی مقام پر ہو جائے۔ تو انہیں آئے دن اس ملک کی دولت سے اپنی اور اپنے احباب کے فرمائشات کی منفرداً تکمیل کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ اور اگر اس میں مزاحمت کیجائے۔ تو وہ نت نئی سازشیں محافظین صحرا کے خلاف سوچتے رہتے ہیں۔

غریب دیہاتی رعایا کا یہ حال ہے کہ باوجودیکہ اس کی روزمرہ کی زندگی کا نود فیصد حصہ اسی صحرا کا ممنون منت ہے لیکن وہ آج اپنی سہولت کے لحاظ کرتے اس ملک کی دولت کی دوامی بقا کا کبھی بھولے سے بھی تصور نہیں کرتی۔ وہ کبھی اس پر غور نہیں کرتی کہ دراصل صحرا ملک کے لئے ابر رحمت ہے۔ اس کا وجود ہے جو مقدار بارش کو کثیر اور موسم باراں کو طویل کرتا ہے۔ ندی نالوں کی طغیانی کو اعتدال پر لاتا ہے اور ان کی روانی کو مدامی بناتا ہے۔ زمینی جھروں کو ابھارتا ہے اور ملک کو ہمیشہ شاداب رکھتا ہے۔
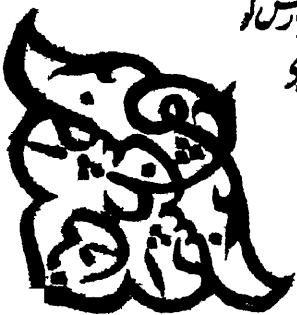
پتھریلی ٹیلے اور پہاڑوں کا استحکام اور مناظر قدرت کی سرسبزی اور شادابی اسی پر منحصر ہے ۔ غرض وہ یہ نہیں ۔ سونچتی کہ اس کے وجود سے بے حساب فوائد حاصل ہوتے ہیں ۔ کیا بچہ و کیا بوڑھا ۔ زندہ کیا مردہ ۔ ہر ایک اسی کی پیداوار کا محتاج ہے ۔

شیر خوار کا گہوارہ ۔ بچوں کا کھلونہ ۔ غریب کی جھونپڑی ۔ امیر کے محل کا فرنیچر ۔ ضعیف کا عصاء ۔ جوان کی لاٹھی مردہ کا جنازہ ۔ بیمار کی دوا ۔ سب اس کی پیداوار ہی پر منحصر ہے ۔ جس چیز سے انسان اس قدر متمتع ہو اس کی قدر نہ کرنی کیا عین انصاف و شیوہ احسان مندی ہے ؟

یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ ایک زرعی ملک کی خوشحالی کے لئے رقبہ صحرائی کی کم از کم مقدار (۲۵ فیصد) ہونی چاہئے اور یہ ہی تناسب تقریباً ہماری ہمسایہ برٹش انڈین صحارین کا ہے ۔ لیکن حیدرآباد میں یہ رقبہ اب صرف (۱۲ فیصد) کے قریب رہگیا ہے ۔ اور وہ دامن کوہ سے بھی ہٹا ہٹا کر بالائے کوہ کر دیا جا رہا ہے ۔ وہ (NATURAL HOME) زرخیز زمینات جس کو قدرت نے اس دولت کے لئے مخصوص کیا تھا شخصی اقتدار کے تحت زمانۂ سلف میں زمین داروں پٹہ داروں ۔ اجارہ داروں ۔ یا ایسے ہستیوں کے تفویض کر دی گئیں جو اس کو پرورش صحرا کی نیت سے نہیں بلکہ دولت صحرائی کے وقتی استفادہ کی غرض سے حاصل کئے تھے ۔ جو اب سنگلاخ میدانوں پر مشتمل ہیں ۔ جس کا احساس آج ایک صدی کے بعد رعایا کو خون کے آنسو رلا رہا ہے ۔ چنانچہ اضلاع اورنگ آباد و بیڑ عثمان آباد ورائچور میں لکڑی کی قلت نہایت درجہ تکلیف دہ ہو رہی ہے ۔

موجودہ صحرائی رقبہ کی حفاظت کا ضامن گزشتہ پچیس سال کا زمانہ ہی ہے ۔ چنانچہ اسی عہد میمنت عہد میں سررشتہ جنگلات نے (RESERVATION OF STATE FOREST) یعنے محصورہ جات سرکاری کا اعلان کرنا شروع کیا ۔ جو در اصل تحفظ حقوق و فوائد رعایا و سرکار پر مبنی ہے ۔ لیکن جب تک ملک کی جانب سے اس کی طرف توجہ نہ ہو اور ہر شخص اپنے فرائض اور اپنے آنے والی نسلوں کے حقوق سے اچھی طرح باخبر نہ ہو اس میں سرعت مشکل سے پیدا ہو سکتی ہے ۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

ہمارا اپنا چشم دید واقعہ ہے کہ یورپ میں جہاں کا صحرا ہمارے سے کہیں درجہ کم قیمت اور حیثیت کا ہے وہاں عام پبلک اس کے تحفظ اور اس کی نگہداشت کا اس درجہ خیال رکھتی ہے کہ اس کی مثال ہمارے ملک میں مشکل سے ملے گی ۔

ہم نے دیکھا ہے کہ (PICKNIC) کرنے والی پارٹیاں تک جس میں جوان ۔ بڈھے ۔ مرد و عورت سب ہی شامل ہوتے ہیں جب کسی جنگل میں ٹھیرتے ہیں ۔ تو سگریٹ کی خالی شدہ

ڈبیہ تک یا میوے کے چھلکے جو بالعموم استعمال کے بعد پھینک دیئے جاتے ہیں۔ ان کو آں باپ یا معمر حضرات ایک چھوٹا سا گڑھا کھود کر دفن کر دیتے ہیں۔ اور بیچے ایسا سارا کچرا جو بالعموم ان پارٹیوں کی وجہ سے ہو جایا کرتا ہے۔ چن چن کر لا کر اس گڑھے میں ڈال دیتے جاتے ہیں۔ اور جب یہ صاف ہو جاتا ہے تو معمر اشخاص اس گڑھے کو مٹی سے بھر دیا کرتے ہیں۔

اس طرح اس قومی دولت (NATIONAL WEALTH) کے تحفظ میں بچہ بوڑھا سب کے سب ممد و معاون رہتے ہیں۔ اور اپنے عمل سے یہ ثبوت دیتے ہیں کہ ہم ملک کے لئے ہیں۔ ملک ہمارے لئے ہے۔

(NORTH WALES) کے ایک متمول لارڈ صاحب کا (WOOD LAND) اور اس کا انتظام شعبہ جنگلات کے طالب علموں اور وہاں کے پروفیسروں کے مشورہ پر ہوا کرتا ہے۔

نہ وہاں لارڈ صاحب کو کبھی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس قدرتی خزانہ کا روپیہ بنایا جائے اور سٹنک وا جات نا مجات حاصل کئے جاکر متاجرین کے حوالہ یہ ملک کی دولت کر دی جائے۔ بلکہ ان کے ہاں قطع و برید فنی و سائنٹفک اصول پر صرف انہی اشجار کی ہوا کرتی ہے۔ جو اپنے عمر طبعی کو پہونچ جاکر اپنے اپنے جانشین چھوڑ دئے ہوں۔ اس خیال کے تحت انہیں مالی نفع و نقصان کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اور نہ انہیں ایک مقررہ مقدار سے زیادہ نقصان ہی اٹھانا پڑتا ہے۔ چنانچہ اسی جنگل میں سو سو برس کے معمر جھاڑ تنومند آج بھی دیکھ سکتے ہیں۔ جس پر یہ قوم ناز کرتی ہے۔

لیکن ہمارے ہاں کا ایک چھوٹا سا جاگیردار بھی جس کے پاس (۵ - ۶) سو ایکر کا جنگل ہے۔ اس کو اپنی فرصت اول میں بیچ کھاتا ہے۔ نہ اس کو ملکی دولت کا خیال ہے نہ فنی مشورہ سے غرض۔ البتہ سررشتہ جنگلات سے اس کو صرف اتنا تعلق ہے کہ کسی نوع سے اس کو سٹنک یعنی علامت ملکیت کا نشان یا وثیقہ قطع و برید مل جائے۔

(NEW FOREST ENGLAND) کے قریب ایک لارڈ صاحب کا انتقال ہوا۔ ان کے ورثہ کے ہاں اس قدر نقد روپیہ یا جائداد نہ تھی کہ وہ گورنمنٹ کو (DEATH DUTY) یا حق مالکانہ ادا کرکے صاحب اسٹیٹ بنتے۔ البتہ ان کے پاس موروثی پرورش کردہ ایک بیش قیمت جنگل موجود تھا۔ جس کا رقمی اندازہ (DEATH DUTY) سے کہیں دو گنا تھا۔ آپ یہ سن کر حیرت کریں گے کہ ایک ایسے تجارتی ملک میں جہاں زندگی کا ہر لمحہ (BUSINESS) اصول پر چلتا ہے۔ ورثہ لارڈ مرحوم نے کیا کیا۔ انھوں نے گورنمنٹ کے سررشتہ جنگلات سے درخواست کی کہ اگر سررشتہ مذکور اس بیش قیمت صحرا کی پرورش عام ملکی مفاد کے خاطر کرنے تیار ہے تو غریب ورثہ لارڈ اس کو اس کی مارکٹ ویالیو پر نہیں بلکہ صرف (DEATH DUTY) کی رقم کے معاوضہ پر فروخت کرنے تیار ہیں۔ لیکن قطع و برید صحرا انہیں محض مالی منفعت کی غرض مطلوب نہیں۔ یہ ہے ان کا قومی ایثار اور یہ ہے ان کا جذبہ وطن پرستی۔ اور ہم ہیں کہ اپنی خواہشات زندگی کے لئے اپنے بد انتظامیوں و غفلتوں کی بدولت آج رنگون کا (TEAK) اور میسور کا (ROSEWOOD یا SANDAL) کے محتاج ہیں۔

دکن کی نظیر کسی ملک کے باشندوں میں ڈھونڈھے نہ ملے گی

کہ اس درجہ اپنی ذمہ داری فرائض کا بوجھ بھی گورنمنٹ ہی پر

ڈالی ہوئی ہو۔
خدا آباد رکھے سلطنت آصف جاہی کو کہ یہاں اُن کی یہ
ناز برداری برابر برداشت کی جارہی ہے۔
اعلیحضرت کی نظر کیمیا اثر کے کرشمے جو دکن کی تاریخ میں زرین حروف سے
لکھے جائیں گے اور جن پر آنے والی نسلیں فخر و مباحات کریں گی۔ اس کی نہایت ہی مختصر
سی تفصیل ہر شعبہ سلطنت کی پچیس سالہ رپورٹ سنا رہی ہے۔ لیکن یہ ابر کرم کچھ دار السلطنت ہی کے لئے تھا نہ ممالک
محروسہ کی آباد و زرعی بستیوں کے لئے مخصوص بلکہ اس کا باران رحمت جہاں شہروں کی رونق بنا وہاں پرورش صحرا و عافیت
حیوانات کے لئے بھی ایک نوید جانفزا ثابت ہوا۔

جہاں پناہ کو سریر آرائے تخت شاہی ہوئے ہوا بھی کچھ عرصہ نہ ہوا تھا۔ اور ابھی دیگر اہم شعبہ جات حکومت کی
تنظیم کا مسئلہ بھی پیش نظر اعلیٰ تھا کہ اسی ذات جامع الصفات نے آرائش بلدہ کے تخیل کے ساتھ ساتھ بہبودیٔ رعایا کے لئے
پرورش صحرا و عافیت حیوانات کے مدنظر قانون صحرا ۱۳۲۶ ف کے نام سے ایک دستور العمل کارکنان سررشتہ کی رہبری
کے لئے نافذ فرمایا۔

قانون صحرا ۱۳۲۶ ف ہی وہ قانون ہے جو سررشتہ جنگلات کی منظم زندگی کے لئے تاریخ دکن میں سب سے پہلے جدید حالات کے
تحت ترقی یافتہ ممالک کے اصول پر جاری فرمایا گیا۔ خسرو دکن کی یہ دوراندیشی پالیسی زبان حال سے اس کی صداقت دے رہی ہے کہ۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

اور پھر جب کہ اس ادارہ کے قواعد و ضوابط منضبط فرما دئے گئے تو اس سررشتہ کی تنظیم بھی ہمسایہ حکومتوں کے برابر
اسی اسٹیٹس (STATES) پر قایم کی گئی۔ چنانچہ (62,07,000) ایکر رقبہ صحرائی کے تحفظ کے لئے ایک کنسرویٹر کے
بجائے دو کنسرویٹر علی الترتیب اضلاع مرہٹواڑی و تلنگانہ کے لئے مقرر ہوئے۔ اور اس مشنری کی اعلیٰ روانی و انتظام کے لئے
انسپکٹر جنرل کا عہدہ برٹش انڈیا کے مماثل یہاں بھی قایم ہوا۔ جو اس سررشتہ کی ترقی فلاح و بہبود کا واحد ذمہ دار گردانا گیا
جس پر ابتداً برٹش انڈیا کے ایک وظیفہ خوار اعلیٰ عہدہ دار جنگلات کی خدمات ملکی افراد کی تعلیم و تربیت اور فنی واقفیت کی
مدت تک ایک محدود وقت کے لئے عارضی حاصل کی گئیں۔ اس اثناء میں ملکی افراد ہی میں سے ایک ایسے عہدہ دار مال کا انتخاب
جو تعلیم یافتہ یورپ بھی تھا اس غرض کے لئے کیا گیا۔ اور پھر اس کو سررشتہ کی ضروریات اور عملی تجربہ کے لئے ڈیرہ ڈون بھیجا گیا۔ اس
تعلیم و ٹریننگ کے اختتام پر اس کو ناظم جنگلات کے ساتھ ایک عرصہ تک رکھکر فنی و انتظامی کاموں کا جب ماہر بنا دیا گیا اور
خود ناظم جنگلات وقت نے اس کو اپنی جانشینی کے موزوں و اہل پاکر گزارش پیش کی تو حسب ایک ملکی شخص کو یہ ذمہ دار
خدمت پر مامور کیا جانے فرمان مبارک صادر فرمایا گیا۔ اور جب سررشتہ کی اعلیٰ خدمت کو ملک
ہی کے لئے محفوظ فرما دیا گیا تو پھر اگزیکیٹو اسٹاف کی طرف توجہ عالی منعطف
ہوئی۔ اور ملک کے موزوں اشخاص کو منتخب کیا جاکر بہ عطائے وظائف
و امداد ممالک غیر میں اعلیٰ تعلیم و تجربہ حاصل کرنے کے لئے بیکے
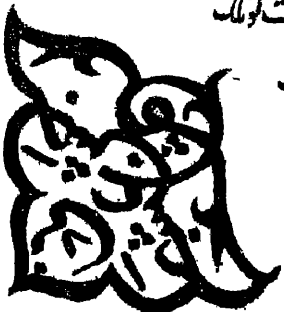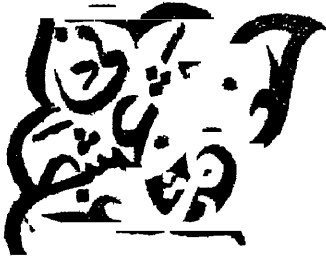
بعد دیگرے بھیجا جانے لگا۔

چنانچہ سررشتہ جنگلات میں اس وقت اعلیٰ تعلیم یافتہ یورپ (۱۲) اصحاب موجود ہیں۔ اور بقیہ معدودے چند پرانے اسکول کے اب بھی باقی رہ گئے ہیں۔

سلطان العلوم کی یہ علم پروری کچھ اعلیٰ خدمات کی حد تک ہی نہ تھی۔ بلکہ تمام ذیلی خدمات بھی اس سررشتہ کے فن داں اشخاص کے لئے مختص کئے گئے۔ اور بذریعہ عام انتخاب ملک کا ہر فرد بشر اس میں داخل ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ طبقہ امنائے جنگلات میں منجملہ (۶۸) کے اب اس وقت (۳۰) کامیاب امتحان کو مُتور ملکی افراد ہی خدمت صحرا میں منہمک ہیں۔

نہ صرف یہی بلکہ خدمت چوکیداری جو اس سررشتہ میں آخری خدمت ہے وہ بھی تعلیم یافتہ افراد سے معمور کی جاتی ہے۔ اور ان کی ٹریننگ کے لئے ایک مدرسہ اسی دور حکومت میں محبوب آباد میں قایم ہوا۔ اور اسی طرح سررشتہ کی اعلیٰ سے لے کر ادنیٰ خدمت حسب فرائض تعلیم یافتہ ملکی افراد پر مشتمل ہوگئی ہے۔

اور ہم رعایا حیدرآباد اس پر بجا ناز کر سکتے ہیں۔ کہ ہمارے ملک کے اس شعبہ حکومت کا معیار قابلیت و کارکردگی صدیوں کے تجربہ کار اور تعلیم یافتہ برٹش انڈین فارسٹ سروس سے کسی درجہ کم نہیں۔ اور یہ سب کچھ اس دور عثمانی کی برکات ہیں کہ اس کی ساری ترقی کی ضامن ذات شاہانہ کی وہ دور اندیش پالیسی رہی ہے۔ جس کو آج سے پچیس سال قبل ہماری فلاح و بہبود کے لئے مدون فرمایا گیا تھا۔

الغرض گورنمنٹ ہر طرح دہر آئینہ ہماری امداد کرنے اور ہماری معاشی اور اقتصادی صلاح و فلاح کے لئے بے دریغ رقم صرف کر کے صحرا کی پرورش فرما رہی ہے۔ اب یہ ہمارا اپنا فرض ہے کہ نوازش شاہانہ پر بصد جان و دل شکرگزار رہکر اس سررشتہ کی کامیابی اور دولت ملکی کی بقا میں ممد و معاون رہیں۔ اور **اعلیحضرت میر عثمان علی خان بہادر تاجدار دکن** اور ان کے **شہزادگان بلند اقبال و شہزادیان فرخ فال** کی درازی عمر و اقبال میں ست بدعا ہیں۔

اوزان و پیمانہ جات

پہلے حیدرآباد میں اوزان و پیمانہ جات کی حالت بہت ناگفتہ بہ تھی۔ مختلف علاقوں میں علحدہ علحدہ پیمانہ و تول رائج تھا۔ جو جس طرح چاہے اس کا عامل تھا۔ اس طرح ناجائز عمل سے پیشہ ور لوگ حسب منشاء نامناسب فائدہ حاصل کر رہے تھے۔ اضلاع۔ تعلقات۔ سمستان۔ جاگیرات ہر جگہ ایک نیا ناپ تول تھا۔ جس سے متعلق عام رعایا و شاکی تھی۔ عہد ہمایوں میں رعایا کی اس واجبی فریاد و شکایت کی دادرسی کیگئی کہ اس بدعنوانی کا قطعی سدباب کر دیا گیا۔ اور ایک قانون اوزان و پیمانہ جات مرتب کر کے ۱۳۴۸ف سے اوس کی تعمیل لازمی گردانی گئی۔ پولیس کی معقول نگرانی سے بفضلہ اب ممالک محروسہ سرکار عالی کے اوزان و پیمانہ جات کا ناپ بہ لحاظ نرخ ایک ہے۔ اس کی ذرا بھی خلاف ورزی کرنے والا فوری قابل تعزیر جرم ہوجاتا ہے۔ اب اس کا نام و نمود بھی باقی نہیں رہا۔ نفاذ قانون سے ابتک تقریباً (۳۱۰۰۰) ہزار روپیہ سے زاید کے اوزان و پیمانہ جات فروخت ہوچکے ہیں۔ فقط

دارالسلطنت حیدرآباد میں فری میسن لاج تقریباً دو سو سال سے قائم ہے اسوقت اسکاٹش و انگلش دونوں کانسٹیٹوشن کام کر رہے ہیں، ۱۰ر جون سنہ ۱۹۲۸ء میں یہ لاج حیدرآباد لاج کے نام سے قائم ہوا تھا اس لاج کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے تمام کاروبار اردو زبان میں ہوتے ہیں جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے تمام ہندوستان میں ملکی زبان کی واحد لاج ہے دنیا میں جسقدر لاجیں ہیں وہ اپنی زبان لاج یعنے انگریزی میں اسکو انجام دیرہے ہیں لیکن صرف حیدرآباد کو یہ فخر حاصل ہے کہ اوس نے اس پُر اسرار محفل کے کاروبار کو اردو زبان میں منتقل کرلیا جسکی نظیر دنیا میں نہیں۔ دنیا میں جسقدر لاج ہیں اونکے منجملہ صرف دو ملک یعنے مصر میں عربی زبان میں اور حیدرآباد میں اردو زبانیں اسکا رواج ایک خصوصی تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔

اسکاٹش کانسٹیٹوشن کے تحت یہ خصوصیت سارے ہندوستان میں صرف حیدرآباد ہی کو حاصل ہے اس محفل میں برادری کی تعداد اکسو سے زیادہ ہے جسکے پاسٹ ماسٹر ویکے چند اسماء حسب ذیل ہیں۔

(۱) نواب لطف الدولہ بہادر (۲) نواب معین الدولہ بہادر (۳) نواب وحید الدینخان بہادر (۴) رائٹ آنریبل سر اکبر حیدری نواز جنگ بہادر (۵) مولوی سید محمد حسن صاحب بلگرامی (۶) نواب سر امین جنگ بہادر (۷) نواب مشیر جنگ بہادر (۸) نواب عنایت جنگ بہادر (۹) ہز اکسلنسی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنت (۱۰) نواب مہدی یار جنگ بہادر وغیرہ۔

حیدرآباد - سورلینڈ دوکس لاجوں کی استدعا پر اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ نے دس ہزار روپیہ کی نقد امداد کیساتھ بارہ دری واقع گوسہ محل کی عظیم الشان قدیم تاریخی قیمتی عمارت کو اس لاج کیلئے عطا فرمایا اسکے افتتاح کیوقت تمام فری میسنوں کی خواہش پر حضور پرنور نے بنفس نفیس تشریف فرما ہوکر اسکے افتتاح کی رسم ادا فرمائی اعلیحضرت کے اس رسم کی ادائی کا شکریہ ادا کرنے کیلئے صدر فری میسن بمبئی سر تملجی نریمن اور صدر اس کے صدر سر آرچی بولڈ کیمبل اوسوقت موجود تھے ان دونوں صدر نے معہ برادری کے حضرت اقدس و اعلیٰ کی اعانت و امداد و عطائے عمارت شاہی و دست خاص سے رسم افتتاح کی ادائی کا بطیب خاطر شکریہ ادا کیا اور ایثار شاہانہ کے معترف ہوئے کیونکہ اعلیحضرت خود فری میسن نہ ہونے کے باوجود اس لاج کی غیر معمولی اعانت کیساتھ فری میسنوں کے خواہشات کی تکمیل کو جو شرف قبولیت بخشا وہ دنیا میں آپ اپنی نظیر ہے اگر حضرت اقدس و اعلیٰ خود فری میسن ہوکر اسطرح کا ایثار فرماتے تو کوئی ایسی خصوصیت کی بات نہ ہوتی یہی ایک مسئلہ فری میسن برادران اور عوام کو اعلیحضرت کے قابل قدر کارناموں کا معترف اور شیدا بناتا ہے۔

صدر محفل | محفل حیدرآباد کے صدر نواب سید محمد مظفر خاں بہادر۔ نواب جہانگیر یار جنگ مرحوم اتالیق شہزادگان والاشان کے بڑے فرزند ہیں۔ نواب جہانگیر یار جنگ مرحوم نواب رکن الملک خانِ دوران مرحوم کے بھتیجے اور داماد تھے۔ صدر محفل بی۔ اے تک علیگڈہ میں تعلیم پاکر بعد کامیابی مزید تحصیل علم کیلئے انگلستان گئے بیرسٹری میں (۵) سال تک زیر تعلیم رہے بعد فراغ تعلیم وطن واپس آنے کے بعد فوری ملک و مالک کی خدمات سے وابستہ ہوئے اسوقت نواب صاحب موصوف طبقہ جاگیرداران کی جانب سے مجلس بلدیہ کے رکن بھی ہیں پہلی مرتبہ جبوقت اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ و سلطانہ علیگڈہ کالج میں تشریف فرما ہوئے تھے اوسوقت طلبائے حیدرآباد کی جانب سے آپ ہی نے بارگاہ خسروی میں اڈریس پیش کیا تھا نواب صاحب معزز ملک کی قابل ہستی ہیں طبیعت متین مزاج خوش اخلاق پہلو متانت رفیقانہ ہمدردانہ علم سے شغف اور اہل علم سے خالص خلوص رکھتے ہیں منکسر المزاج اور ایثار کا مادہ قدرتاً آپ میں ودیعت ہے مدنی الطبع آپ بڑے نیک واقع ہوئے ہیں فقط۔
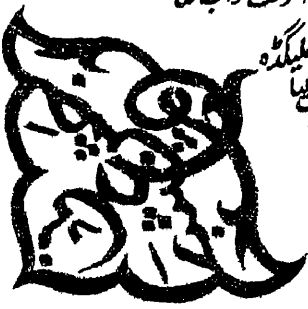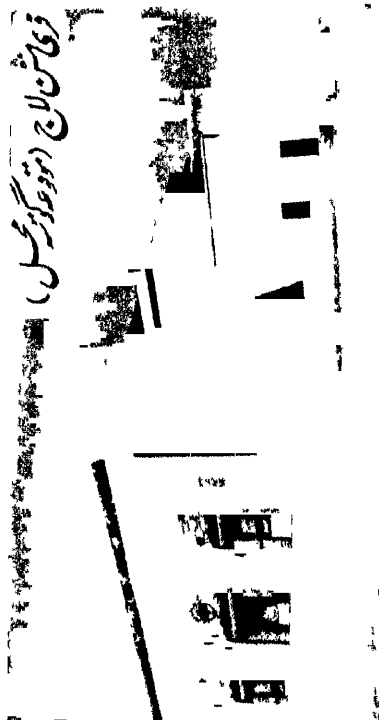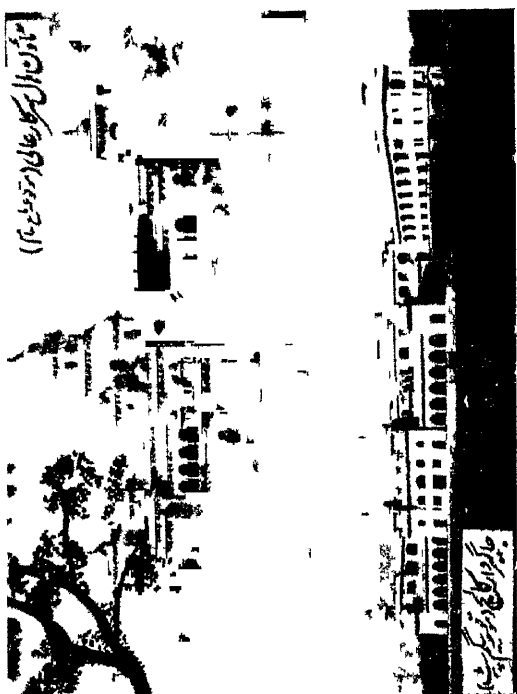
مرتبہ سید محمد فاضل

معاون المہام سرکار عالی

جاگیردار کالج (متوطنہ بیگم پیٹ)

فری میسن لاج (متوطنہ گورنر محل)

کوہ حفاظت (متوطنہ مکہ مسجد)

محبوبیہ گرلز اسکول

محمود سا گر کے آبشار کا
رحمت بخش منظر

محکمہ معتمدی افواج سرکار عالی

جشنِ عثمانی
یادگار سلور جوبلی آصف سابع
متفرقات
کاتب میر ریاست علی

عینیت و غیریت
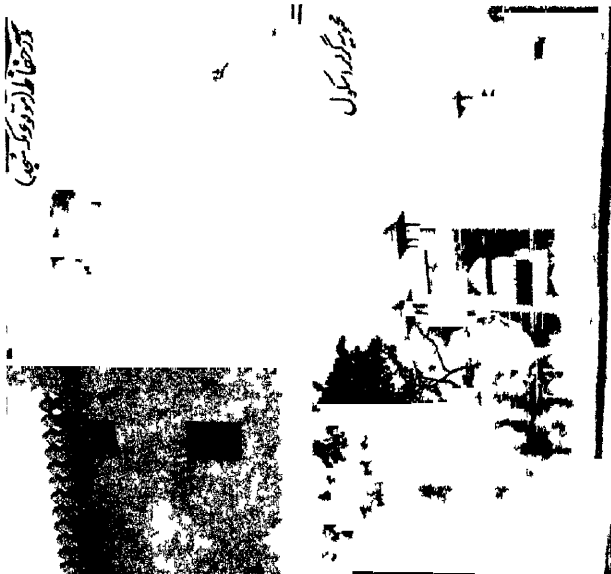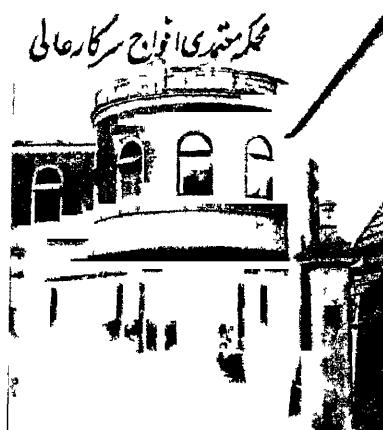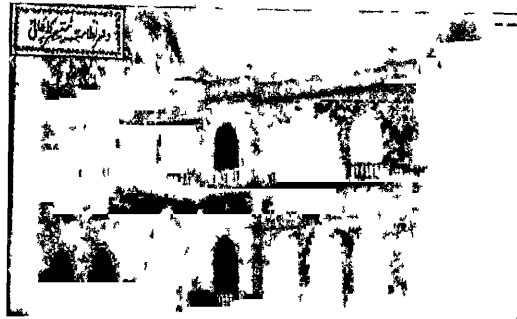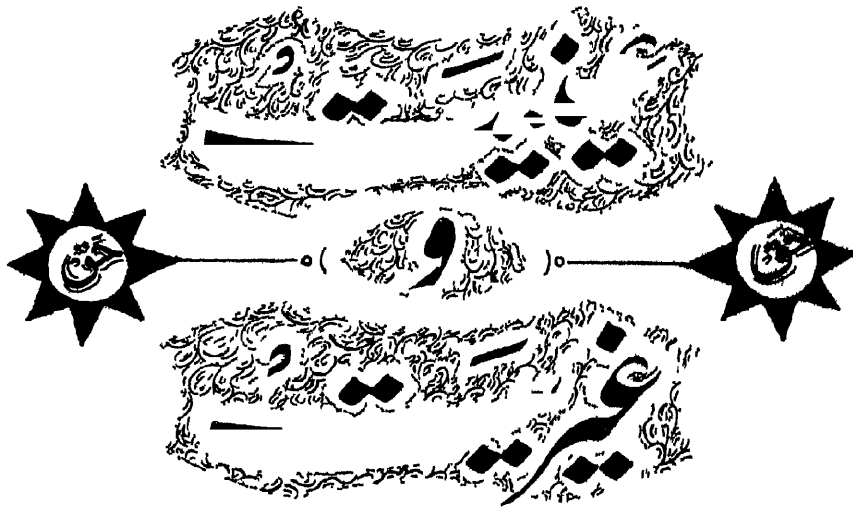
از الحاج مولانا عبدالقدیر صاحب حسرت حیدرآبادی، سابق پروفیسر حدیث جامعہ عثمانیہ

عینیتِ محض

کیا حق و باطل ۔ واجب و ممکن ۔ رب و عبد دونوں عین محض ہیں ؟ اگر دونوں عین محض ہیں اور کسی قسم کا باہم امتیاز نہیں ہے تو جو حکم ایک پر لگتا ہے وہی دوسرے پر بھی لگنا چاہیے ۔ مخلوقات میں جو عیوب و نقائص ثابت ہیں وہ خالق میں بھی ثابت ہونا چاہیے ۔ پھر چونکہ جس طرح ایک مخلوق عین خالق ہے، اسی طرح دوسرا مخلوق بھی عین خالق ہے تو جو حکم ایک مخلوق کا ہوگا وہی حکم دوسرے مخلوق کا بھی ہوگا اور یہ بداہت کا انکار اور حس کی مخالفت ہے کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۔ اس شخص کی بصیرت یا بصارت ہی ہوتی تو ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتا ۔ آگ جلاتی ہے ۔ برف سرد ہوتی ہے ۔ کل جزو سے بڑا ہوتا ہے ۔ انسان سمجھتا ہے، جانور بے عقل ہوتا ہے ۔ ہاتھ سے پکڑتے ہیں ۔ پاؤں سے چلتے ہیں ۔ بادشاہ حاکم ہوتا ہے اور رعایا محکوم ۔ یہ تمام حقائق ہیں اور ثابت و حق ہیں ۔ اس سے کوئی عاقل انکار نہیں کرسکتا ۔ اگر انکار کرے تو وہ عاقل نہیں، غافل ہے ۔ اس کا جہل، اس کی بدتمیزی نقطۂ کمال کو پہنچ گئی ۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۔ وہ نہ صرف احکام شریعت کو برباد کرتا ہے، بلکہ قوانین طبعیہ کی بھی مخالفت کرتا ہے ۔ چھوٹا کم سمجھ بچہ بھی خوش ذائقہ شیرینی پر دوڑتا ہے اور تلخ بدمزہ دوا سے بھاگتا ہے ۔ در اصل اس شخص کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۔ حق و باطل میں کچھ فرق نہیں کرسکتا ۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۔

تو جانِ پاکی سربسر نے آب و خاک اے نازنیں

واللہ ز جاں ہم بہتری روحی فداک اے نازنیں

جامی علیہ الرحمۃ
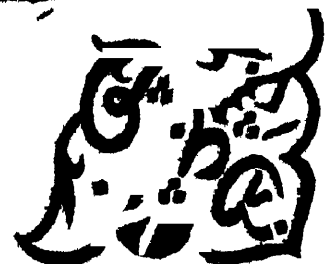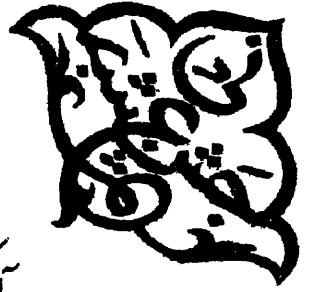
اس کو قوانین شرعیہ کی مخالفت سے پہلے قوانین سلطنت
و نوامیس طبیعت کی مزاحمت پر کمر مت باندھنی چاہیے
قانون سلطنت کی مخالفت اسکو خوب پٹوا کر اور قید سخت میں ڈال کر اسکی
آنکھوں سے اس بدتمیزی کا پردہ اٹھا دیگی اور ناموس طبیعت کی مزاحمت
اُسے پانی میں ڈبو کر مار ڈالیگی یا آگ میں جلا کر پھونک دیگی۔ یقین رکھو کہ وہ قوانین شرعیہ کی مخالفت کریگا تو خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃَ ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ۔ کا مصداق ہو جائیگا۔ ہر شئے کی ایک حقیقت ہے اور ہر حقیقت کے جدا آثار۔ ہر مرتبہ کا ایک حکم ہے اور مستحق کو اس کا حق نہ دینا ظلم۔ ظلم ظلمت ہے۔ اور تعدی ضلالت ہے

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی (جامی علیہ الرحمہ)

غیریت محضہ کیا بیچارے ممکن کو امکان ہے کہ ذاتِ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ کے مقابل اپنی ہستی کا دعویٰ کرے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اتنا بڑا جرم! اتنی بڑی جرأت؟ شرک! شرک!! شرک!!! کیا کسی باطل کو یارا ہے کہ حق کے سامنے کسی کمال کا ادعا کرے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اس قدر جہالت اور مایۂ ضلالت؟ ظلم! ظلم!! ظلم!!! لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ اے نیست ہست نما۔ اپنے گریبان میں سر ڈال کر دیکھ تو کہ تیرا حقیقۃً کچھ پتہ بھی ہے

ہے عجب رہِ حقیقت کہ نہیں نشانِ خلقت
یہ کہاں مجالِ باطل کہ وہاں دو چار ہوتا (حسرت حیدرآبادی)

کُلُّ شَیْئٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ، اَصْدَقُ کَلِمَۃٍ قَالَتْھَا الْعَرَبُ قَوْلُ لَبِیْدٍ اَلَا کُلُّ شَیْئٍ مَا خَلَا اللّٰہُ بَاطِلٌ۔

زعمِ باطل کی تجھ کو مستی کب تک نادان یہ ادعائے ہستی کب تک
تو بھی موجود اور حق بھی موجود ظالم یہ شرک خود پرستی کب تک (حسرت حیدرآبادی)

غیریت حقیقی و عینیت اعتباری جس صاحبِ فن سے پوچھو کہ تمہارا کمال کس امر میں ہے تو وہ کبھی نہ کہے گا کہ جہل مرکب اور خلاف واقعہ جاننے میں ہے۔ قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ بعض حضرات کے پاس کمال ہے، تو جہل مرکب میں۔ کیا کیا ریاضتیں کیں کیسی کیسی محنتیں اٹھائیں، قرب فنا کے لیئے۔ اس میں کیا ہوا؟ ایک غلط خیال پیدا ہوا۔ ایک جہل مرکب جائے گیر ہوا۔ یعنی لوہا آگ کے قرب کی وجہ سے اَنَا النَّار چلا اٹھا۔ وہ سمجھتے ہیں۔ لوہا لاکھ گرم
ہو کر سرخ انگارا ہو جائے۔ ہاتھ کو جلا کر خاک سیاہ بنا دے۔ مگر ہے
لوہا ہی۔ چاند بدرِ کامل بنکر ہزار چمک دمک دکھلائے مگر ہے
وہی تاریک جرم کا۔ ممکن واجب کے قرب کی وجہ سے
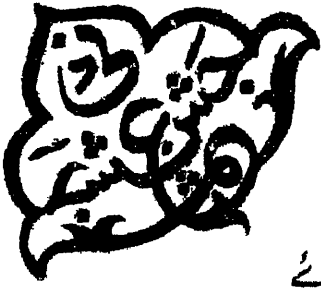
خود اپنی آنکھوں سے چھپ جائے اور انا الحق چلا اٹھے۔
مگر ممکن واجب نہیں ہو سکتا۔ بندہ خدا نہیں ہو سکتا۔ ممکن
پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے۔ مگر کوئی غور کر کے جواب دے۔ وہ پہلے ہی کیا
تھا؟ عدم۔ عدم پایا جائے تو۔ نابود، بود ہو جائے۔ انقلاب ماہیت ہو جائے
ممکن موجود ہو تو وجود میں خدا کا شریک ہو۔ اَللّٰہُ اَکْبَر۔

وجود اشرف صفات ہے۔ جب اس میں شرک کیا، اور دوسرے امور میں شرک سے احتراز تو اس سے کیا حاصل؟ بارش سے بھاگ کر میزاب کے نیچے پناہ لی تو کیا فائدہ؟ بچھو سے ڈر کر سانپ سے ڈسوایا تو کیا کوئی عاقلانہ کام کیا؟ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ تو کہا مگر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ نہ پڑھا، تو کیا نماز ہوئی۔ توبہ۔ توبہ ع

این خیال است ومحال است وجنوں

عینیتِ وجودی غیریتِ علمی

آخر یہ ہے کیا معمّٰی؟ عینیت میں زندقہ۔ غیریت میں شرک۔ ایک طرف بداہت کا انکار اور شریعت کی مخالفت۔ ایک طرف عقل سلیم کا خلاف اور ایمان سے مباینت۔ ایک طرف کھائی، ایک طرف خندق۔

بات یہ ہے کہ وجودِ حقیقی جزئی حقیقی ہے۔ ناقابل تکثر ہے۔ اس کے مقابل کوئی شئے نہیں۔ اگر کوئی شئے ہو سکتی ہے تو عدم محض۔ نیستی بحت۔ اور سلب بسیط۔ سلب بسیط اور ہونا؟ وہ سلب بسیط ہی کیا ہوا؟ سلب بسیط تو اسم بلا مسمّٰی ہے مفہوم بلا مصداق ہے۔ وجود ہی سب کچھ ہے۔ کوئی شئے دائرہ وجود سے خارج نہیں۔ وہی ذات ہے وہی موجود ہے وہی نور ہے۔ وہی حیات ہے۔ وہی علم ہے۔ قدیم اور بالذات موجود ہے۔ ذات وجود یا وجودِ بسیط ہونے کے تمام صفات متضادہ کا منشاء ہے۔ بعدِ انتزاع علم میں کثرت ہے اور اس کا منتزع عنہ محض وحدت ہے۔

دیکھو دائرہ ایک بسیط شکل ہے۔ اس سے نقطہ، محیط، قطر، قوس، وغیرہ انتزاع کیے جاتے ہیں۔ نقطہ کو نہ طول ہے نہ عرض۔ قطر کو طول ہے، عرض نہیں محیط قطر سے ۳ ۱/۷ حصے بڑا ہے۔ ذرا غور کرو کہ ایک بسیط شکل سے کتنے مختلف الاحکام امور انتزاع کیے گئے ہیں ؎

دائرے سے منترع ہیں مرکز و قطر و محیط
شانِ وحدت سے ہوئی ہے شانِ کثرت آشکار

حسرت حیدرآبادی

کیا یہ انتزاعی امور غلط ہیں؟ ہرگز نہیں۔ کیا یہ جہل مرکب۔ من گھڑت اور اختراعی امور ہیں؟ کبھی نہیں۔ کیا یہ ہمارے اعتبار کے تابع اور ہمارے خیال پر منحصر ہیں؟ کیا ہم قطر کو محیط سے بڑا خیال کر سکتے ہیں؟ کیا محیط کو خطِ مستقیم سمجھ سکتے ہیں؟ اور نقطہ کو تقسیم کر سکتے ہیں؟ ہرگز، ہرگز نہیں۔ منشاء ہی صحت و سقم۔ حق و باطل۔ صدق و کذب کا معیار ہے۔ گو منشاء واحدِ محض ہے۔ مگر اس میں مختلف الاحکام امور کے انتزاع کی قابلیت ہے اسی طرح وجودِ حقیقی سے حیات و علم و قدرت انتزاع ہوئے ہیں یہ صفات منشاء کے لحاظ سے عینِ ذات ہیں۔ اور انتزاعی ہونے کے اعتبار سے غیر ذات اور باہم بھی غیر۔

علم حق میں کیا شئے نہیں؟ سب کچھ ہے۔ کوئی حقیقت،

کوئی مفہوم، کوئی اعتبار دائرہ علم سے باہر نہیں۔ یہی اعتبارات،
یا اعیان، یا حقائق، یا ماہیات وہویات، ذاتِ حق سے منتشی و
پیدا ہوئے ہیں۔ یہ ظہور علمی فیضِ اقدس، جعل بسیط کہلاتا ہے۔ ہر حقیقت
کے جُدا جُدا آثار۔ اور مختلف احکام ہیں۔ ہر حقیقت و عین، ذواتِ ممکنہ میں سے
ایک ذات ہے۔ جو اس کے صفات کا مرجع ہے۔ نقائص و عیب، ذات و حقیقت ممکن کی طرف منسوب
ہوں گے۔ کہ ذاتِ حق کی طرف۔ گو ذاتِ حق وجود برحق ہے۔ ان حقائق و اعیان کو اس قابل بنائیگا کہ اس سے آثار نمایاں ہوں
ہر عین کو اپنے صفات و اسماء سے ملائیگا۔ اور اس عین کی استعداد کے موافق آثار و احکام ظہور کرینگے۔ اس کا نام فیض مقدس جعل مرکب
ہے۔ تماشا یہ کہ علم قدیم اسماء وصفات الہیہ قدیم۔ ان کے اجتماع سے ظہور معلومات حادث۔ دیکھو۔ تانبا سُرخ بسیط قدیم ہے جست
خاکستر گون بسیط قدیم۔ ان کے ملنے کے بعد پیتل پیدا۔ زاو د مرکب؟ حادث

ہیڈروجن غیر مرئی گیس قدیم۔ آکسیجن غیر مرئی گیس قدیم۔ ان کا مرکب پانی مرئی مائع حادث۔ ماہیئت، طبیعت، حقیقت، عین
شجر کو سمجھو تو وہ معانی ہیں سے ایک معنی ہے اور ایک خیالی بات ہے۔ مگر عناصر اس حقیقت کے ماتحت باہم اجتماع کرتے اور گرہ کھاتے
ہیں تو بیخ، بن، شاخ، برگ، گل، بار، سب کچھ نمایاں ہوجاتے ہیں۔ پھر ہم اس کے پھل کھاتے ہیں۔ پھول سونگھتے ہیں پتے، چھال،
جڑیں، دوائیں استعمال کرتے ہیں۔ درخت سوکھتا ہے تو کٹوا کر شہتیر، تختے، تخت، میز، کرسیاں بناتے ہیں۔ دیکھو! ہیں وہی عناصر
ان کے تعینات اور ظہور جدا جدا ہیں ہر تعین کا حکم جدا۔ اثر جدا ہوتا ہے۔ دور کیوں جائیں؟ ہم اپنے آپ کو کیوں نہ غور کریں۔ آدمی کو
میں جانتا ہوں۔ گھوڑا بھی میرے ذہن میں ہے۔ میں ان کو اپنے خیال میں پیدا کرتا ہوں۔ میرا ارادہ ہونا ہی تھا کہ آدمی بھی پیدا ہوگیا
گھوڑا بھی۔ کیا خوبصورت آدمی ہے؟ کیا رنگ و روپ ہے؟ کیا آنکھ ناک ہیں؟ کیسے درست ہاتھ پیر ہیں؟ اعضاء میں کتنا تناسب
ہے۔ کیا چست و چالاک ہے؟ کیا عمدہ لباس ہے؟ گھوڑا بھی اچھا ہے۔ چہرہ۔ مہرہ۔ جوڑ بند۔ کان کنوتی۔ دم ایال۔ بال بھونری
آگا پیچھا۔ سب کچھ درست ہے۔ اوہو! آدمی کس چستی سے گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ لگام پر ہاتھ، رکاب میں ایک پاؤں جانا ہی
تھا کہ گھوڑے کی پیٹھ پر تھا۔ ماشاءاللہ گھوڑا گردن اٹھائے۔ چھاتا تانے۔ دُم چنور کرتا۔ فراٹے بھرتا۔ ہوا سے باتیں کرتا چلا
جارہا ہے۔

ذرا غور کرو! آدمی اور گھوڑا کیا میری ذات سے جُدا قائم ہیں؟ ہرگز نہیں۔ میرا علم، میرا خیال مجھ سے جدا اور میرے بغیر
کیونکر قائم رہ سکتے ہیں۔

آدمی کی حقیقت بس کیا دُم ایال ہیں۔ نہیں وہ تو گھوڑے کے ہوتے ہیں۔ کیا آدمی کے چار پیر ہوتے ہیں؟ نہیں، آدمی کے دو ہاتھ
دو پیر ہوتے ہیں۔ گھوڑے کے چار پیر ہوتے ہیں۔ کیا آدمی زمین کی طرف جھکا ہوا۔ اس کا منہ لمبوترا ہوتا ہے؟ نہیں آدمی سیدھے قد کا
گول چہرہ کا ہوتا ہے۔ کیا آدمی گھوڑے پر حکومت کرتا ہے یا بالعکس؟ نہیں آدمی میں عقل ہے۔ علم ہے۔ حاکمانہ شان ہے۔ یہ آدمی اور
گھوڑے کے حقائق ہیں اور ان کے مختلف استعدادات ہیں اور گوناگوں اقتضاآت، جس کے
مطابق تمام ظہورات ہورہے ہیں۔ کیا آدمی او گھوڑا میرے ارادے کے بغیر
حرکت کرسکتے، یا دیکھ سکتے یا سمجھ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ مجھ سے بھاگ کر
باہر جاسکتے ہیں؟ کیا مقدور؟ کیا میں ان کو ہر طرح احاطہ کیا ہوا
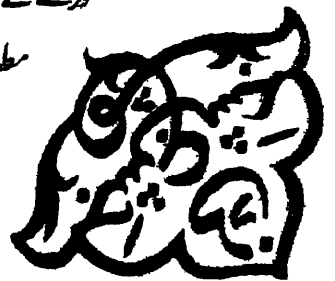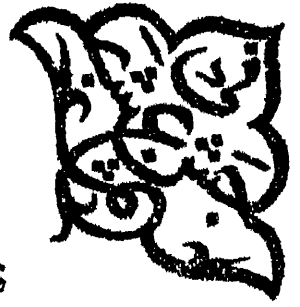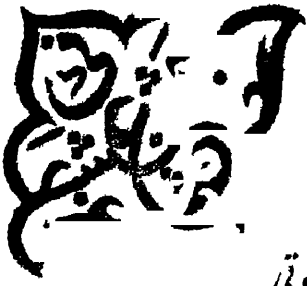
نہیں ہوں؟ کیوں نہیں! کیا ان کی بقا کے لیے میری مسلسل توجہ کی ضرورت نہیں؟ بے شک ہے۔ اگر میں سو جاؤں تو کیا ہوگا؟ آدمی نیست و نابود۔ گھوڑا مفقود۔ کیا ان کے فعل، ان کی صفت، ان کی ذات میں سے کوئی بھی بالذات و حقیقی ہے؟ خیالی پتلے کی کونسی چیز اصلی و بالذات ہوتی ہے؟ کوئی نہیں۔ وجود ہے تو بالذات میرا ہے۔ حیات ہے تو میری۔ علم ہے تو میرا۔ قدرت ہے تو میری اور یہ تمام کھیل میرا اور میرے علم کا ہے۔ کیا گھوڑا دوڑتا ہے تو میں دوڑتا ہوں؟ کیا گھوڑا گھاس کھاتا ہے تو میں گھاس کھاتا ہوں؟ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ۔ میں ہی تو بیٹھا سارا کھیل کھیل رہا ہوں۔ میں اور گھوڑا اور اس کے صفات؟ گھوڑا میرا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ چاہوں تو اس کو خیال میں پیدا کروں۔ چاہوں تو اس کو نیست و نابود کردوں۔ یہ کثرتِ خیال کس سے قائم ہے؟ مجھ سے۔ تو کیا میں کثیر ہوں؟ نہیں۔ میرے معلومات کثیر ہیں۔ میں تو محمد عبدالقدیر صدیقی ہوں اور ذاتِ واحد ہوں۔ کیا کثرتِ معلومات سے میری وحدتِ ذاتی میں کوئی فرق آسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ خیالات میں تغیر و تبدل ہوتا ہے اور میں اور میرے صفاتِ ذاتیہ جوں کے توں رہتے ہیں۔ ؎

سیکڑوں شکلیں بنائیں اور مٹا ڈالا اُنہیں
مشغلہ اچھا ملا ہے جی بہلنے کے لیے

حسرت حیدآبادی

اس امر پر بھی خوب غور کرو کہ خواب و تخیل میں تمہاری خیالی صورتوں کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ گو خواب میں بسا اوقات تم نے خود کو بھی دیکھا اور اپنے دوستوں کو بھی۔ اپنے دشمنوں کو بھی۔ ماہر ہے تو تمہارا دوست یا دشمن تمہارے دل و دماغ میں نہیں آگھسا؟ اصل یہ ہے کہ جس خیال کو غیریت کے اعتبار سے ملاحظہ کرو وہ غیر ہوگا۔ جس خیال کو محبت کے لحاظ سے دیکھو تو وہ دوست ہوگا۔ عینیت کے خیال سے تو عین۔

اسی طرح یہ حقائق و اعیانِ ممکنات اپنے صفات کے مرجع اور ذوات ہیں۔ یہ ذوات و حقائق و اعیان معلوماتِ واجب اور قایم بذاتِ حق ہیں۔ سمجھنے میں اور علم میں دو چیزیں ہیں: (۱) ذاتِ حق (۲) ذواتِ ممکن واقع، منشا، و خارج میں بالذات ایک ہی ایک ذات ہے۔ وہی وجود ہے وہی موجود ہے، وہی شاہد ہے وہی مشہود ہے۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُحِيْطٌ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ ؎

اک وہم خودی ہے جس پہ مغرور ہے تو — جُویا جس کا ہے اس سے کب دور ہے تو
اُٹھ جائے اگر بعدِ خیالی کا حجاب — آنکھیں جسے ڈھونڈتی ہیں وہ حور ہے تو

حسرت حیدآبادی

ریگِ روشن کا ایک دھوکا ہوں میں — خورشید جہاں تاب کا دھبا ہوں میں
میں ہوں بھی سہی اور نہیں ہوں بھی سہی — حسرت بخدا عجب تماشا ہوں میں

(حسرت حیدآبادی)

مہاراجہ چندو لعل کا اردو غیر مطبوعہ کلام
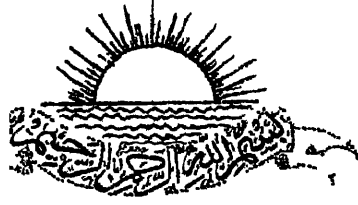
از ابن مظہر مولوی معین الدین صاحب رہبر فاروقی (منشی فاضل)

آج سے ایک عرصہ قبل، مہاراجہ چندو لعل بہادر شاداں بیکنٹھ باشی کے دواردو دیوان، ہز اکسلنسی یمین السلطنۃ راجۂ راجایان سر مہاراجہ کشن پرشاد بہادر شاد (مدظلہ) پیشکار و صدر اعظم باب حکومت دولت آصفیہ کے ایک دلچسپ مقدمہ کے ساتھ زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر ملک کے سامنے پیش ہو چکے تھے، جب کہ ملک میں اس قدر علمی سرگرمیوں کا فقدان تھا۔ اور آج تقریباً ہمارا جدید تعلیم یافتہ طبقہ "مہاراجہ بیکنٹھ باشی" کے نام نامی کو بہ حیثیت ایک شاعر کے بہت کم جانتا ہوگا۔ اور یہ کوئی تعجب نہیں، اس لیے کہ دواوین اس وقت "نادر الطبع" (Out of print) کی سی حیثیت رکھتے ہیں اور آسانی سے ان کا دستیاب ہونا بھی مشکل ہے۔ اس لیئے ضرورت اس امر کی ہے کہ کم از کم ملک کے سامنے ان کی شاعری سے متعلق ایک اجمالی خاکہ پیش کر دیا جائے تا کہ "مہاراجہ شاداں" کا یہ بے تصنع علمی کارنامہ چپکے چپکے اپنے گہرے ارتسامات سے، اُن کے دلوں کو متأثر و محظوظ کر کے اُن کی ذہنی قوتوں کو اُجاگر کر سکے۔ چناں چہ راقم الحروف نے اس موضوع پر تفصیلی کام تیار کر رکھا ہے، اور اپنی امکانی کوششیں صرف کر کے، ہزار تلاش و جستجو کے بعد "مہاراجہ آنجہانی" کا اردو غیر مطبوعہ کلام بھی جو کئی سو اشعار و متعدد غزلوں پر مشتمل ہے، حاصل کیا ہے۔ یہ سب کلام اور اُن کے حالات "مہاراجہ چندو لعل اور اُن کا اردو غیر مطبوعہ کلام" کے عنوان سے ایک بسیط مقالہ کی صورت میں زیر طبع ہے۔ جس کا صرف شاعری والا حصہ اس وقت پیش ہے۔

"مہاراجہ[1]" اگر ایک طرف فارسی زبان کے شاعر اور ایک زبردست انشا پرداز و بے نظیر منشی ہیں تو اُردو شعرا کی مجلس میں بھی ایک مخصوص حیثیت سے جلوہ گر ہیں۔ آپ نے ریختہ اور فارسی دونوں میں شاداں تخلص اختیار فرمایا تھا۔

راجہ چندو لعل کے کلام اور ان کی شاعری یا کلام کی غایت کے متعلق میں کچھ اظہار رائے کرنے سے پہلے یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت شاداں کے نواسے حضرت شاد مد ظلہٗ کے اس دیباچہ کی آغازی سطریں نقل کر دوں جو آپ نے "کلیاتِ شاداں" میں محض اظہار حقیقت کے طور پر تحریر فرمائی ہیں۔

"اللہ سبحانہٗ کا شکر ہے کہ میرے جدِ اعلیٰ مرحوم مہاراجہ چندو لعل شاداں وزیر اعظم سلطنت آصفیہ کا کلام اُردو طبع ہو کر آج شایع ہوا۔ اگرچہ ان کے اور کارناموں کے سامنے جو یادگار زمانہ ہیں، یہ شاعری کوئی وقعت نہیں رکھتی اور نہ اس کی حاجت ہے کہ مہاراجہ چندو لعل کا نام نامی بحیثیت ایک شاعر کے، ملک کے روبرو پیش کیا جائے"۔

"لیکن اشاعتِ کلام سے اتنا فائدہ ضرور ہے کہ ان کے مذاق طبیعت سے جو لوگ ناواقف ہیں، وہ واقف ہو جائیں گے اور جان لیں گے کہ مکدہ سخن کے جرعہ نوشوں میں مہاراجہ چندو لعل کس رنگ سے شامل ہوئے تھے۔ معہذا مجھ پر فرض تھا کہ میں اپنے جد مغفور کے کلام کی قدر کروں، میرا قدر کرنا یہی ہے کہ تقریباً ایک صدی اُدھر کی گویائی کو، جو مُردوں میں شامل تھی، میں آج نئے سرے سے زندہ کرتا ہوں، اور اس کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں"۔

یہ کلیات جو زیورِ طبع سے مزین ہو کر ملک کی نگاہوں میں جلوہ گر ہوا ہے۔ اصلی خیالات و جذبات کا درحقیقت ایک آئینہ ہے جو مہاراج کے مرکزاتِ دلی اور اغراض زندگی کو صاف طور سے ظاہر کرتا ہے۔ شاعرانہ محاسن، فصاحت و بلاغت پر ان کی نظر نہ تھی، مقصود محض اپنی ذاتی مذاقِ طبیعت کو ظاہر کرنا تھا۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے خیالات کو بہت سادہ طور سے موزوں کر دیا ہے، جو دل میں تھا وہ زبان پر آ گیا۔ الفاظ کیسے ہی ہوں، بندش چُست ہو یا نہ ہو مگر مرکوزِ خاطر ادا ہو جائے یہی اُنکی شاعری کی غایت ہے"۔

---

[1] چندو لعل بہادر ۱۱۸۰ھ کو برہان پور میں پیدا ہوئے ۱۲۱۲ھ میں "راجہ بہادر" کا خطاب عطا ہوا۔ ۱۲۱۴ھ میں جمیعت پائیگاہ شمس الامرائی کے عہدۂ پیشکاری سے کشنر کروڑگیری کے عہدہ پر فائز کیے گئے۔ ۲۲ صفر ۱۲۲۱ھ کو سکندر جاہ بہادر نے پیش کاری کے عہدہ پر مامور فرمایا۔ ۱۲۳۵ھ میں "مہاراجہ" کا اور ۱۲۳۸ھ میں "راجۂ راجایان" کا خطاب مرحمت ہوا۔ ۱۲۴۸ھ میں میر عالم بہادر کے انتقال کے بعد "وزارتِ عظمیٰ" سے افتخار پائے۔ ۱۱ شعبان ۱۲۵۹ھ کو ملازمت سے مستعفی ہوئے اس کے ایک سال بعد ۱۲۶۱ھ میں ۸ ربیع الثانی سہ شنبہ کو (۸۶) برس کی عمر میں انتقال کیا۔

"سچی وا تا گیا دنیا سے اب ہائے" ۱۲۶۱ھ مادہ تاریخ وفات ہے۔
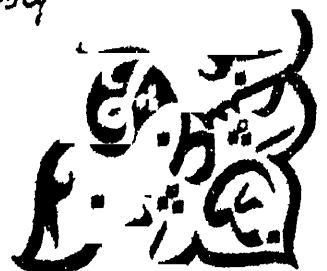
مہاراجہ چندولعل بہادر نے خود اپنی شاعری کے متعلق ایک مقطع میں فرمایا ہے ؎

ہمارا رہنما شاداںؔ سنا ہے تم نے حافظ ہے
ہمیں خطرہ ہی کب رستہ میں رہزن ہو تو رہزن ہو[1]

آپ کو لسان الغیب حضرت حافظؒ کا رنگ تغزل بے حد پسند تھا۔ فارسی دیوان میں آپ نے ان کی تتبع میں کئی غزلیں کہی ہیں۔

آپ کا یہ عقیدتمندانہ شعر ملاحظہ ہو، کس طرح کہا ہے ؎

بندہ ہوں دل و جان سے میں اپنے صنم کا
سایہ ہے میرے سر پہ تو اس ہی کے قدم کا

جاہ و ثروت کے باوجود "لکھ داتا" کا انکسار، اور جناب رب العزت میں یہ دعا کرنا کہ ؎

ہے تکبر برا اگر سمجھو یا الہٰی نہ دے غرور ہمیں

کس قدر بے نفسی اور انکسار طبعی کو ظاہر کرتا ہے۔ آپ اپنے لیئے دعا کرنے کے بعد، دوسروں کو بھی اس کی نصیحت یوں کرتے ہیں ؎

تکبر اور رعونت دور کر دے کہ جتنا لطف ہے سو ہے کرم میں

دیکھئے! مہاراجہ نے قناعت کے مضمون کو کس ڈھنگ سے ادا کیا ہے ؎

پاؤں پر میرے قناعت کی لگی ہے مہندی
تو جو کہتا ہے مجھے، اور تو میں جاؤں کہاں

مہاراجہ چندولعل نے دنیا میں اپنی قوت بازو سے ایک اعلیٰ مرتبہ پایا، اور ہزاروں دقتیں و مشقتیں اٹھا کر علم و ہنر حاصل کیا تھا، اس لیے وہ چاہتے تھے کہ ہر ایک شخص اسی جادہ پر چلے جس پر کہ ابھی ابھی وہ گامزن ہو چکے تھے اس لیئے کس حقیقت آمیز سچی تشبیہ سے اس ترقی کے رمز سے آگاہ کیا ہے ؎

تو مبتذل اپنے کو نہ کر چھوڑ کے گُن کو
بے کار پڑا رہتا ہے، لکڑا جو ہو گھُن کا

"لکڑا" یعنی لکڑی کا شہتیر وغیرہ۔ مطلب یہ کہ کیسی ہی عمدہ لکڑی ہو، اس کو بے کار زمین پر ڈال دیا جائے تو پڑے پڑے گرد و غبار سے خراب ہونے کے علاوہ اُسے گھُن اور دیمک لگ جائیگی، بالکل ناقص ہو کر کسی کام نہ آئیگی۔ اسی طرح انسان کے بیکار رہنے سے اس کے قوائے عملی معطل و بے حس ہو جائینگے، وہ بھی گھن لگی ہوئی لکڑی کی طرح دنیا میں کسی کام کا باقی نہ رہیگا ؎

دکھانا دل کا بری بات ہے سن اے شاداںؔ
نہ کہہ وہ بات کہ ہووے کسی کا من ٹھنڈا

[1] جب نواب معزز آب آصف جاہ اول نے میرزا عبدالقادر بیدل کو طلب فرمایا تو میرزا نے بھی عذر کرتے ہوئے اس کے جواب میں یہ شعر لکھ کر روانہ کیا تھا ؎

من بستہ ام حنائے قناعت بپائے خویش دنیا اگر دہند نہ جنبم ز جائے خویش

موجودہ رسم الخط میں "دُکھانا" کا املا واؤ سے نہیں ہے

مروّت والے مہاراج کے نزدیک دنیا میں سب سے بڑا

گناہ کسی کی دل شکنی کرنا تھا۔کسی شخص کا کلام اس کے کردار و

جذبات کا آئینہ ہوتا ہے' جس میں بلاکسی حجاب کے شاعر کی سیرت و اخلاق

کو دیکھا جاسکتا ہے۔ اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کس قدر انسانی قلوب کی دلجوئی

منظور تھی ؎

دنیا تے حیلہ جو' اور نکمّے لوگوں کو دعوتِ عمل دیتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

جو ہے پُرونا' وہی پُرو لے "اگر مگر" کو نکال جی سے

یہ چھوڑ دے یار اپنے دل سے' اگر پرویا مگر پرویا

ہمارے راجہ کو تزکیۂ نفس کا بڑا خیال تھا' اور ہونا بھی چاہیے تھا کیونکہ وہ جس جامۂ ہستی میں جن جن صفات کے ساتھ

پیدا ہوئے تھے' ان کا اقتضا یہی تھا۔ صوفیائے کرام کی نظر میں "اُمّ الخبائث" نفس امارہ ہوتا ہے' مہاراجہ ایک

صوفی مشرب ہونے کی حیثیت سے اس بھید سے واقف تھے' اس لیئے فرماتے ہیں ؎

جو سرکشی میں ہے مشہور نفسِ امّارہ   ترے ہی لطف سے بس پر ملے ظفر یاز

بے موقع بات کرنے والے کے متعلق کہا ہے ؎

مُرغ بے ہنگام کو کرتے ہیں رُد   بات ہوتی ہے بھلی' ہنگام پر

دُنیا کے بدخصلت' اور بد معاش لوگوں سے بچنے کے لیئے کس عمدہ پیرایہ میں تاکید کی ہے جو آبِ زر سے لکھنے کے

قابل ہے ؎

ماہی ہو اگر گندی تو پانی کرے گندہ   مجلس میں نہ رکھے اُسے جو ہووے شرر ناک

مہاراجہ کا رنگ تصوف دیکھئے ؎ (رباعی)

ترے ہی رنگ میں یکسر رنگا ہوں   ارے صاحب! بُرا ہوں یا بھلا ہوں

ہزاروں رنگ تیرے دیکھتا ہوں   نہ کر تو دُور' تیرا آشنا ہوں

ذاتِ باری کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے استفسار فرماتے ہیں ؎

نور تھا' یا شعلہ تھا' یا برق یا خورشید تھا

کچھ تو اے موسیٰ کہو کیا تھا وہ جلوہ طور کا؟

مہاراجہ کا عقیدہ دیکھئے فرماتے ہیں ؎

کرتا ہے کوئی خیر تو ایمان کے باعث   ایمان ملا اس کو یہ قرآن کے باعث

ایمان دیا جان بھی دی کیوں نہ ہوں ممنون   انسان ہوئے ہم ترے احسان کے باعث

عدم آباد جانے والوں کے ساتھ دیکھئے کیسی خوش مذاقی

کی ہے ؎

شاداں وہاں بھی کیا ہے حسینوں کی انجمن؟
جاتے ہیں لوگ کیوں عدم آباد کی طرف؟

جناب شاداں کو اپنے بادشاہِ وقت حضرت سکندر جاہ بہادر سے جس قدر محبت تھی، اس کا ثبوت ان کے دیوان کا تقریباً ہر صفحہ دے سکتا ہے۔ ایک مرتبہ عید صیام کے موقع پر بارگاہِ سلطانی میں یہ نذرانۂ عقیدت گزرانا ؎

عید صیام آئی شاہِ دکن کے گھر میں — مجرائی لے کے نذریں کیا بے عدد رہے ہیں
نوکر ہیں اس کے ادنیٰ دارا و جم سے اعلیٰ — اس کے رکاب میں سب اہلِ خرد رہے ہیں
جیسا "شہ سکندر" دورِ فلک میں ہے گا — دیکھا ہے ایسا کس نے، ہم شرط بد رہے ہیں
صاحب رکھے اسے نت قائم جہاں کے اندر — پیغمبر اسی کی کرتے ہر دم مدد رہے ہیں
شاداں وہ گھر میں آویں یہ مدعا ہے اپنا — پر جانے کو ہم اس کے کر جدّ و کد رہے ہیں

تقریب ہولی میں یہ اشعار پیش کش شاہی فرمائے تھے ؎

سدا بہار رہے یوں ہی رے شاہ کے گھر میں — کہ جیسے روشنی نت ہووے ماہ کے گھر میں
جہاں کا رنگ ہوا رنگ سے نشاط آمیز — مچی ہے ہولی یہ عالم پناہ کے گھر میں
نہ دیکھا چشمِ فلک نے تماشا ایسا کبھو — یہ جلوہ کیسا ہے ظلِ الٰہ کے گھر میں
خدا کے فضل سے تا دور مشتری رہوے — نشاط صاحبِ تخت و کلاہ کے گھر میں
تری جو عرض ہے شاداں قبول ہووے گی — کبھو تو آوینگے تجھ خیر خواہ کے گھر میں

"مشتے نمونہ از خروارے" ذرا اس سخت ترین زمین میں مہاراجہ کی یہ غزل ملاحظہ فرمائیے اور ان کے قدرت کلام کی داد دیجئے۔

رکھے جو خلق ہیں اپنا سدا چلن ٹھنڈا — اسے ہی کہتے ہیں سب لوگ جان من ٹھنڈا
امید موسم سرما میں ہم کو ہے اتنی — کہ تیرے وصل سے ہو جائے گرم تن ٹھنڈا
اوسی سے بخشی ہے تاثیر خلق اپنے کی — کہ پہلے آپ ہی ہوتا ہے باد زن ٹھنڈا
خصوص موسم گرما میں چاہیے ایسا — تو رکھ لے آنکھ پہ جو ہو گل سمن ٹھنڈا
اگرچہ کہتے ہیں سب گرم ہے بتِ کشمیر — نہ ہووے گرم وہ جس کا کہ ہو وطن ٹھنڈا
بغیر علم کے کب کوئی منزلت پاوے — پڑھے نہ "بید" سو ہوتا ہے برہمن ٹھنڈا

بڑا ہے معرکہ جو اس ردیف کا شاداں
زمیں پہ سردی سے بڑھ تو، نہ کہہ سخن ٹھنڈا
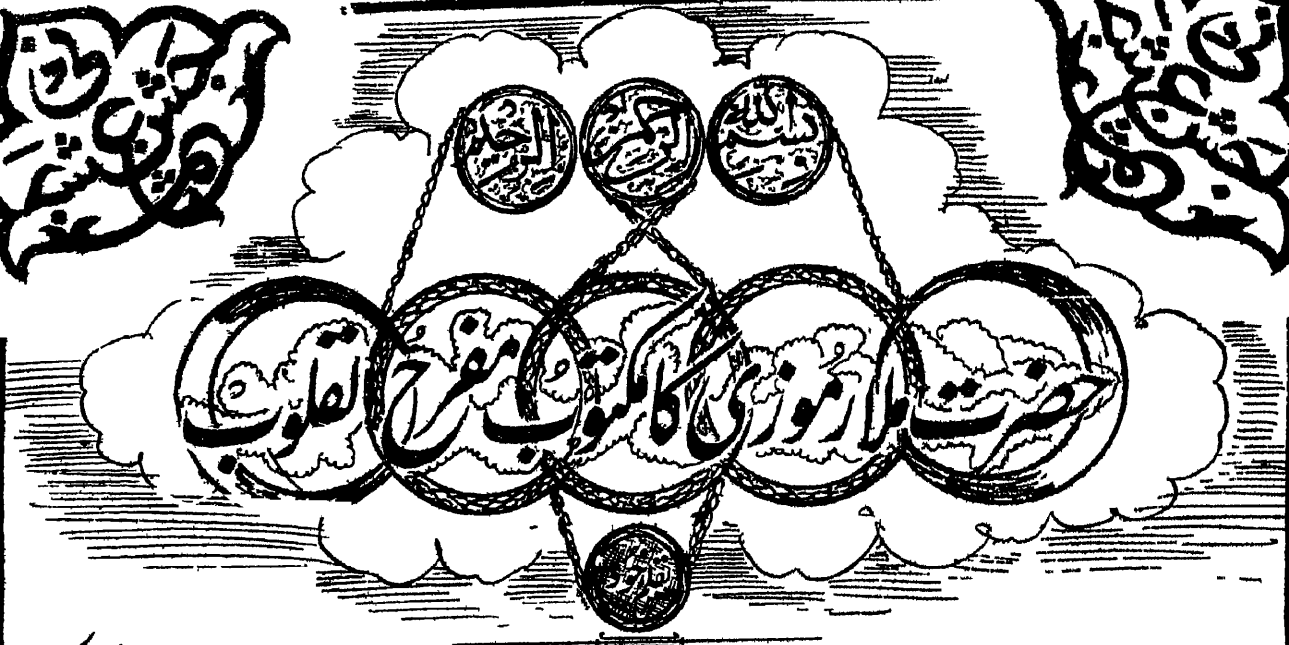
"جشن عثمانی" کے مدیر خصوصی مولوی محمد فاضل صاحب قادری چشتی بنگلہ نمبر (۳۱۹۱) دیوڑھی ماما جمیلہ حیدرآباد دکن کو معلوم ہو کہ۔

تمام دنیا کی تعریف و صفت اُس ذاتِ خداوندی کو زیبا ہے جو وحدۂ لاشریک ہے اور جو اپنے بندوں پر اُن کے ماں باپ سے سوا مہربان ہے۔

پھر تمام ثنا و مدحت اُس کے اُس محترم و معظم نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلّم کے لیے خاص ہے جس کی رسالت و شفاعت پر میرا اور آپ کا ایمان و اعتماد ہے۔

اما بعد۔ آپ کا "نامۂ نامی و لفافۂ گرامی" ڈاک خانہ کی نہایت درجہ مہربانی اور "غربا پروری" کے باعث مجھے بیرنگ وصول ہوا۔ کیونکہ آں جناب نے بہ کمالِ فیاضی اور بہ لحاظ غربا پروری میرے نام کے خط پر ایک پیسہ کا ٹکٹ زیادہ لگانے کے عوض کم لگا دیا تھا لہذا ڈاک خانے والے کا ہے کو چوکتے بس بیرنگ کر دیا' اِس لیے جناب سے بھی التماس ہے کہ آیندہ جناب بھی اُن ڈاک خانے والوں کے خلاف مخالفت سے دقیقہ اٹھا نہ رکھیں جو وی' پی' منی آرڈر اور پارسلوں کے فارم بجائے اردو کے انگریزی یا ہندی کے دیتے ہیں' مگر ہاں سچ فرمایا آپ نے کہ خطا ڈاک خانے والوں کی نہیں بلکہ اپنی ہی ہے کہ ہم لوگ بقلم خود اُن سے اُردو کے فارم طلب نہیں کرتے لہذا اس میں اُن غریبوں کی کیا خطا؟

وہ تو کہیے کہ خدا نے میری بیوی نمبر ۲ کو جو مجھ سے "درپردہ دلی محبت" دی ہے اور جو وہ نہ صرف امیرزادی ہے بلکہ انگریزی بھی زبان جانتی ہے سو اس نے مجھے بجمال فیاضی و عالی حوصلگی اور بجمال شوہر نوازی و شوہر پروری اجازت عطا فرمادی ہے کہ اگر خدانخواستہ تم ملا رموزی کے نام عید بقرعید کوئی ایک آدھ لفافہ بیرنگ آجایا کرے تو تم بغیر مجھ بیوی نمبر ۲ کی اجازت کے ایک پیسہ سے چار پیسہ تک خرچ کر کے اس لفافہ کو وصول کر لیا کرو' ادھر میں خود ایسی ہی بیوی کا قدرداں ہوں جو موٹر کار اور کوٹھی والے شوہر کے عوض علم و شہرت اور ہنرمند شوہر پر مرتی ہو' جان دیتی ہو' پروانہ ہو' عاشق ہو' قدرداں ہو اور ناز بردار' ورنہ آپ ہی فرمائیے کہ
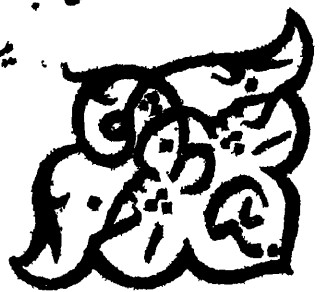
یہ بھی کوئی شوہرپن ہے کہ شوہر کے پاس موٹر ہو دولت ہو اور
بائیسکل تک ہو مگر لوگ اور لگائیاں اُس کی عزت دل سے نہ کرتے
ہوں اور صرف اُس سے منھ پر تنخواہ کے ڈر سے تعریف کرکے
گھر میں بیٹھ کر اُس کے عیب بیان کرتے ہوں تو لعنت ہے ایسے مشہور شوہر پر
اور پھٹکار ہے اُس کی بیوی پر، پس میری یہ بیوی نمبر ۲ جو اس درجہ علم و ہنر کی قدرداں ہے اور میری علمی و تحریری خدمات پر دل ہی دل میں جو مرتی ہے تو اپنی دولت مجھ پر یوں نثار کرتی ہے کہ واللہ میں ایک پیسہ سے چار پیسے نقد تک اُس کی اجازت کے بغیر خرچ کرکے لفافے وصول کرلیتا ہوں لہذا آپ کا لفافہ بھی وصول پایا، براہ کرم آیندہ ہر لفافے پر نہیں تو کم سے کم میرے نام کے لفافے پر جو ٹکٹ لگائیں اُنہیں دو تین مرتبہ غور سے پڑھ لیا کریں کہ وہ کتنے کے ہیں ورنہ آپ کے ایسے بیرنگ لفافوں کا کہیں ایک دن یہ نتیجہ نہ نکلے کہ بیوی نمبر ۲ بعض سفید رنگ کی یورپی بیویوں کی طرح مجھ سے بھی تمام مصارف کا باقاعدہ بل طلب کرے کیونکہ آخرکار وہ غریب بھی ہے تو اولاد ایک ہندوستانی ہی کی اور آپ جانتے ہیں کہ ایسے ہندوستانی دماغ اور عقل کے بے حد کمزور ہوتے ہیں اس لیئے وہ یورپ کی تہذیب اور ہر حماقت کی نقل کرنے کو اپنے باپ دادا کا کمال سمجھتے ہیں ادھر جو بیوی کہ نہاتے نہیں پڑتی ہیں اُس کی وفاداری کا قائل نہ اُس کی لیاقت کا قائل۔

حاصل کلام یہ کہ آپ نے کمال فرمایا کہ اس جاڑے کے شروع زمانے میں ایک شاندار رسالہ شایع فرمانے کا ارادہ اور اہتمام کیا اور پھر وہ بھی زبانِ اُردو میں جس کو تباہ کرنے اور بھول جانے کی قسم یہ بی اے، قوم کے مسلمان کھا چکے ہیں، یقین نہ ہو تو بی اے، قوم کے جس مسلمان کو چاہو دیکھ لو اس کی پوری زندگی میں انگریزی ہی انگریزی رچی ہوگی، رہے دولت مند مسلمان سو اُن کے ہاں بھی اُردو سے وہ نفرت ہے جو اللہ بخشے اپنے بڑے مولوی صاحب کو پتلون اور بوٹ جوتے سے تھی، یعنی خدا انہیں غریق رحمت فرمائے وہ مرہی گئے مگر انہوں نے نہ تو بوٹ جوتا پہنا نہ بانس بریلی کا لٹھ ہاتھ میں لیئے پھرنے سے باز رہے تو ایسے زمانے میں آپ کا اردو میں اتنا حسین اور شاندار رسالہ شایع کرنا کمال ہی ہے زوال تو کسی طرح بھی نہیں، کیونکہ ایک ملا رموزی ہی کو لے لیجے کہ وہ حال ہی میں جو ناگاہ شاعر بن گیا ہے اور اُس نے ایسی اچھوتی غزلوں کا مجموعہ تیار کرلیا ہے جن کے جواب اور مقابلہ سے ساڑھے تین سو برس کی اردو عاجز ہے مگر ہے یہ کہ وہ اس مجموعہ کو اُس وقت تک شایع نہیں کرسکتا جب تک کہ اُس کے نام ڈربی کی کوئی "ازغیبی لاٹری" نہ نکل آئے کیونکہ اب وہ زمانہ بھی گیا جب عورت ذات دنیا میں رحم دل بامروت اور ہمدرد ہوا کرتی تھی ورنہ جہیز کا زیور ہی میرے اس جدید دیوان کو چھپوا دیتا، اب تو زمانہ ہے "مساوات" اور "حقوق" کا لہذا اب تو بیوی اپنا زیور اُسی وقت دے گی جب میں بھی اُس کے دیوان کی لکھائی چھپائی کے لیے اپنا زیور اُسے دیدوں لیکن یہاں یہ مشکل ہے کہ وہ
اللہ کی بندی مرتی ہے انگریزی بولنے پر ادھر جو ایک مرتبہ اُس کو اپنے ساتھ یورپ سے گھماتا
ہوا ایشیائے کوچک میں انگورہ تک لے گیا تھا اور وہاں کمالی دور کی
کوئی سوا سو عورتوں سے ملا دیا تھا تو اب اُس کا یہ حال ہے کہ وہ
ہر کام۔ اے۔ ٹی۔ کیٹ سے کرنے پر مائل ہے اور یہ علامت ہے

مرتبہ محمد فاضل

اُس کے دماغ کی مرعوبیت اور کمزوری کی علامت یہ ہے کہ ہندوستان
کے باشندے قدرتاً اور فطرتاً ہی اتنے زیادہ کمزور دماغ کے ہوتے
ہیں کہ جہاں انہوں نے اپنے سے زیادہ کوئی حسین چیز دیکھی نہیں
کہ فوراً اُس کی نقل کی، جہاں وہ کسی نئے ملک میں گئے نہیں کہ انہوں نے فوراً اپنے
وطن اور اپنے باپ دادا کی تہذیب آداب اور اصول زندگی کو جھک کر سلام کیا اور اس نئے ملک کی
وضع و قطع کو اختیار کر لیا، مثال اور ثبوت چاہتے ہو تو اُن حاجی لوگوں کو دیکھو جو حج کر کے آتے ہیں تو عربوں اور
باؤں کا لباس پہن کر چند دن تک ہندوستان میں یوں پھرتے ہیں گویا ان کے والد نہیں تو یہ خود عربستان کے شیخ الاسلام
ہیں صرف تفریحاً ہندوستان میں آ گئے ہیں۔

اسی طرح ہندوستانی جہاں لنڈن گیا نہیں کہ واپسی پر خالص لیورپول یا مانچسٹر کا باشندہ بنکر ہندوستان یوں واپس
آتا ہے کہ گھر کی پرانی عورتیں پہلے دن اُسے شناخت بھی نہیں کر سکتی ہیں۔

مگر ان مرعوب فطرت اور نقال ہندوستانیوں کے مقابل ایک اپنے انگریز بہن بھائی بھی ہیں کہ یہ غریب بھی
ہندوستان میں آباد ہو چکے ہیں مگر کسی انگریز یا اس کی زوجہ کو آپ نے کبھی دہلی کا حسن ہی حسن جوتا استعمال کرتے دیکھا
ہو تو بتا دیجیے، اسی طرح بے شمار انگریز بھائی ہیں جو اچھی خاصی اُردو زبان جانتے ہیں مگر کسی ایک انگریز کو بتا دیجیے جو
جو آج تک اپنے مولوی عبدالحق صاحب ترقی اُردو کی طرح تحت اللفظ اردو بولتا ہوا نظر آیا ہو' یا اپنے حفیظ جالندھری کی
طرح لحن داؤدی میں اردو کے اشعار سناتا ہوا ملا ہو! یا ہندوستان میں رہنے کے باعث اُس نے لکھنؤ کا انگرکھا پہنا ہو یا پنجاب کا
تہمد اور حقہ اس کے جسم پر نظر آیا ہو! لہذا جب یورپ کا ہر باشندہ اپنے ملک کی وضع و قطع کو دنیا کے ہر حصہ میں پہنچکر بحال
رکھتا ہے تو ایشیا اور ہندوستان کے باشندوں اور باشندیوں سے دریافت کیجیے کہ آخر کار تم کیوں یورپ والوں کی نقل کرتے ہو
تو بجز شرم و ندامت کے ان کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا بس یہی حال آجکل میرے گھر والن کا ہے اس لیے میں نے تو اس سے اپنے دیوان کی
لکھائی چھپائی کے لیے کوئی رقم طلب نہیں کی مگر جناب نے کمال ہی کر دکھایا کہ اتنا بڑا رسالہ چھاپنے کا بندوبست فرمایا
خدا مبارک کرے۔

دیگر احوال یہ ہے کہ معلوم نہیں آپ اپنے رسالہ میں تصاویر بھی شائع فرمائیں گے یا نہیں؟ ورنہ میں جناب کو مشورہ دیتا
کہ ایسی تصاویر ضرور شائع کیجیے گا جن سے میرے ننھے میاں دیر تک کھیلتے رہیں اور میں اطمینان سے مضمون لکھتا رہوں
کیونکہ اب زمانہ ہے "مساوات" کا اس لیے جن گھرانوں میں ملازمہ نہیں اور ملازم نہیں وہاں اولاد کو اب والدہ صاحبہ کے ساتھ
ساتھ والد صاحب بھی کھلاتے پھرتے ہیں اور ایمان کی تو یہ ہے کہ ہونا بھی چاہیے۔ آخر کار ماں بھی ایک جاندار چیز ہے
وہ کوئی یتیم خانہ اسلامیہ تو ہے نہیں کہ دن رات بچوں کو کھلاتی رہے بہلاتی رہے پڑھاتی رہے مارتی رہے اور اُن پر چلاتی بھی رہے
مگر میں تو صرف مضمون نگاروں اور شاعروں کی بیویوں کا مخالف ہوں کیونکہ اول تو ہندوستان میں
شادی آدمی سے نہیں ہوتی بلکہ روپیہ، اشرفی، کوٹھی، موٹر کار، افسری نوابی
اور جاگیر سے ہوتی ہے پس جب آدمی کے پاس یہ چیزیں ہوتی ہیں۔
اچھی سے اچھی لڑکی کی شادی اُس سے کر دی جاتی ہے چاہے وہ مرد

کتنا ہی بوڑھا اور بیوقوف جاہل اور اُتو ہو، اسی طرح لڑکی میں حسب نسب قابلیت، حیا و حجاب، مذہبیت وغیرہ کے عوض صرف دولت تلاش کی جاتی ہے چاہے لڑکی کتنی ہی جاہل اور آپے سے باہر ہو، او آخرکار یہ میرے ہاں نمبر۲ میں بجز دولت کے اور دھرا ہی کیا ہے

بس اُس کے پاس موٹر کار کے چند پرزے ہیں اور باقی حیثیت مگر وہ تو یورپ کے یار لوگوں نے تعلیم کی کتابیں ہی ایسی رکھی ہیں کہ اُن کو پڑھ کر ہندوستانی کی عقل سلیم کا جبر و مقابلہ سے آپریشن ہو جاتا ہے اور وہ مذہب تک ترک کر کے روپیہ اور موٹر کار پر مرتا ہے اور مرتی ہے اسی لیے آپ ایسی تصاویر ضرور شایع کیجیے گا جن سے میرے ننھے میاں دیر تک کھیلتے رہیں کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ ملازمہ تو عرصہ ہوا فرار ہو چکی ہے اب ہم دونوں میاں بیوی ہیں جو اپنے حد سے سوا رونے مچلنے والے لڑکے کو سنبھالتے رہتے ہیں، ہاں اگر میں کسی دولت مند بیوی کا نوکر نما شوہر ہوتا تو میری بیوی کے جہیز میں دو چار ملازم عورتیں ضرور آجاتیں تو وہ ننھے میاں کو کھلاتیں اور میں مضمون لکھتا۔ رہیں بیوی نمبر۲ تو یہ مالدار ضرور ہیں مگر اس غریب میں انگریزی فیشن کے سوا انسان کے سمجھنے کی عقل آج کل نہیں ہے ممکن ہے کل کلاں کو گورنمنٹ کے ذریعہ مل جائے اس لیے وہ غریب میرے ننھے میاں تو ایک طرف خود مجھے بجائے ایک معقول انسان کے افغانستان کا اچھا خاصہ بھوت سمجھتی ہے اور رات دن اپنی سہیلیوں سے کہتی رہتی ہے کہ ملا رموزی صاحب سے دور ہی رہنا ورنہ وہ تمھارے خلاف کچھ نہ کچھ مضمون لکھدیں گے گویا ملا رموزی جس سے بات کرتا ہے بس اُس کے خلاف قلم دوات ہی لیے پھرتا ہے اس لیے ایسی کم سمجھ عورتیں میرے ننھے میاں کو کیا خاک سنبھال سکتی ہیں وہ پہلے اپنی عقل ہی سنبھال لیں۔

اچھا ایک تصویر ایسی چھاپ دیجیے گا جو نظر پڑتے ہی اُفوہ کہنے کے قابل ہو۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس پر نظر پڑے تو اپنے کپڑے پھاڑ ڈالنے کو جی چاہے۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جو اگر خواب میں نظر آجائے تو آدمی "ہائے رے کھا لیا" کہہ کر چارپائی سے نیچے نظر آئے۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس کو گھر والوں کی نظر بچا کر ہر وقت دیکھنے کو جی چاہے۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس کو دیکھ کر انسان پر کھانا پینا حرام ہو جائے۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس کو دیکھتے ہی یقین آجائے کہ آج نہیں تو کل قیامت ضرور آئیگی۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے کہ جس کے مکان میں لگائی جائے شریف لوگ اُس کے گھر جانا ترک کردیں اور برادری میں اُس کا حقہ پانی بند رہے۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس کو دیکھ کر کہا جائے کہ آپ کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں!

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس کو دیکھ کر بانس بریلی کا لٹھ یاد آجائے۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس کو دیکھ کر کالج کے ایسے سفارشی پروفیسر یاد آجائیں جن کی جان کو طلبہ چھٹے گھنٹے روزانہ روتے رہتے ہیں۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس کو دیکھ کر یقین آجائے کہ ابھی مسلمانوں میں ایسے منافق حکام اور افسر بھی موجود ہیں جو مظلوم مسلمانوں کو سفارش کے

جھوٹے خطوط بہت جلد لکھ دیتے ہیں۔
ایک ایسی بھی چھاپ دیجیے جس سے معلوم ہو کہ ایسے۔
امیر لوگ ابھی تک زندہ ہیں جو روپیہ دینے کا حکم دیتے ہیں اور خفیہ
طور پر اپنے ملازمین کو روپیہ دینے سے منع کردیتے ہیں۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس سے معلوم ہو کہ دولت مندوں میں کم علم اور جاہل ملازمین کی قدر کیوں ہوتی ہے؟

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس سے ثابت ہوسکے کہ دنیا میں ابھی بیوی سے ڈرنے والے شوہر بھی موجود ہیں۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس سے معلوم ہو کہ دولت مندوں میں رمضان شریف میں کیا ہوتا ہے؟

ایک ایسی چھاپ دیجیے کہ جہاں جائیں پولیس چالان کیے بغیر معاف ہی نہ کرے۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جسے دیکھتے ہی حج کرنے کو جی چاہے۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس سے پتہ چل جائے کہ جدید تہذیب کے باعث، مسلمان دولت مند غریب مسلمانوں سے کٹ کر علاحدہ ہو گئے ہیں اور پہاڑوں پر بنگلے بنوا کر رہتے ہیں گویا مسلمان امیروں کے اچھوت اور غریب مسلمان ہیں۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس سے ثابت ہو کہ مسلمان نوجوان مرد کی صورت ہو کر اب مارے فیشن کے عورت ہوتے چلے جارہے ہیں محض اس لیے کہ ایسے نوجوانوں کے اُستاد اور والد صاحب بھی "فینسی مساۃ" بنے رہتے ہیں۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس سے پولیس والوں کو معلوم ہو کہ امیروں کی اولاد اُن کے غلاموں نوکروں اور خدمتگاروں کے قبضے اور تحویل میں رہتی ہے اسی لیے ایسوں کی اولاد کے خواص و اطوار میں کمینہ پن، چھچھورا پن، اور بے غیرتی حد سے سوا نظر آتی ہے۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس سے معلوم ہو کہ مسلمان زادے ہی اردو کے خالص ہندوستانی ذخیرہ الفاظ میں ۹۹ فیصدی انگریزی کے الفاظ ٹھونس کر اس کے ادبی ذخیرہ کو تباہ کر رہے ہیں جن میں ہندوستانی تاجروں کو بڑا دخل ہے جن کے ۹۹ فیصدی اُردو کے اشتہاروں میں بے ضرورت انگریزی کے الفاظ ہوا کرتے ہیں۔

اچھا تو براہ کرم یہ بتائیے کہ اس سال جناب نے عید کے لیے شیروانی کس رنگ کی بنوائی ہے؟

بیشک مالی حیثیت سے گویا عید مسلمانوں کی جائداد کی قرقی کا دن ہوتی ہے۔

امید ہے کہ آں جناب مع خورد و کلاں کے بعافیت ہوں گے، اور اپنی خیر و عافیت سے "بوالپسی ڈاک" مجھے شاد فرمائیں گے، مگر یہ تو بتائیے کہ آپ کی طرف مشاعرہ کب تک ہوگا تاکہ میں غزل کہوں اور آپ اُس کو تحت اللفظ پڑھ دیں کیونکہ میری طرح تو آپ اُس کو گا کر نہیں پڑھ سکتے۔

حاضرین اور پرسان حال کی خدمت میں سلام، دعا
مکرر آنکہ!
اگر جناب کے ہاں اچھے قسم کے اونی دستے تیے ہوں

تو براہ کرم ایک دھسّہ میرے لیے اور ایک بیوی نمبر (۱) کے لیے
جلد بھیج دیجئے کیونکہ بیوی نمبر (۲) تو دوپٹہ کے اوپر بھی
جیسٹر نام کا گرم کوٹ ہی اوڑھتی ہے وہ غریب دیسی روئی کی
صدری یا مرزئی کو کیا جانے اور ایمان کی تو یہ ہے کہ میں اس کی مخالفت
بھی نہیں کرتا کیونکہ میری رائے میں مرد کی شان تو یہ ہے کہ وہ اٹلی کے توپ خانوں کا مقابلہ کرے
مگر عورت کا مقابلہ نہ کرے خواہ عورت کسی کارخانے کی بنی ہوئی کیوں نہ ہو بس روزہ نماز کی پابند ہو۔ زیادہ حد ادب فقط
المرقوم دو اور بیس نومبر ۱۹۳۶ء

دنیا و مافیہا سے بے خبر کردینے والی سیج کا مزہ

ایک ذی ثروت و پر شوکت نوابصاحب کے کمرہ میں مالن کھڑی ہوئی اپنے جی میں کہہ رہی تھی کہ گلاب۔ چنبیلی۔ نرگس۔ سوسن وغیرہ کے خوشنما و خوشرنگ پھول معطر و عنبر بار پھول۔ دلفریب و روح افزا پھول سبحان اللہ کیسی لطیف خوشبو دار تاثیر رکھتے ہیں کہ انکی مہک و بو میرے مشام میں پہونچ کر دل کو خورسند اور مدہوش کرتی ہے لیکن وہ نواب جس کے لئے میں روزمرہ تازہ بتازہ سرسبز و شاداب پھولوں کی سیج لگاتی ہوں۔ کیا کچھ لطف نہ اوٹھاتا ہوگا۔ ہر شب میں گو میں ہی پھولوں کی سیج تیار کرتی ہوں مگر اب تک اس سیج کی راحت و عشرت سے نہ آشنا ہوں۔ آج تو کچھ ہی ہو ایک گھڑی کے لئے میں بھی ان پھولوں کی سیج کی کیفیت دیکھونگی مگر میں ایک سیج بنانے و بچھانے والی کنیز۔ اور یہ سیج پُر لطف نواب کی۔ اگر نواب کو میری اس گستاخی کی کیفیت معلوم ہوگی۔ تو پھر خیر نہیں اچھا ہر چہ بادا باد۔ بنانے والی تو میں ہی ہوں۔ پھر بنا دونگی۔ اسی محو خیال میں سیج پر لیٹ ناتھا کہ سیج کی تری نے تمام جسم کو شاداب اور اوس کو مست کردیا۔ پھولوں کی مہک سے دماغ معطر ہوگیا۔ عالم غنودگی طاری ہوگیا۔ آن واحد میں ایسی دالا و خود رفتہ ہوگئی۔ کہ جیسے دنیا میں ہے ہی نہیں۔ اس کیف خواب کو کچھ عرصہ نہ ہوا تھا کہ نواب ذی شان اپنی پر لطف آرام گاہ میں آپہونچے۔ دیکھا تو لونڈی سیج پر دراز ہے۔ آنکھ کا پڑنا تھا کہ آگ بگولا ہوگئے۔ اور چابک ہاتھ میں لے لونڈی کو بے رحمی سے مارنا شروع کیا کوڑے کھاتے کھاتے اس کے دماغ کی بے ہوشی نکلنی شروع ہوئی اور وہ سیج سے نیچے آپڑی حتیٰ کہ نوابنے اوسکو مارتے مارتے بیدم کردیا۔ اوسکا تمام بدن نیلا ہوگیا۔ جب وہ بالکل مضمحل ہوگئی۔ تب نوابنے اپنا ہاتھ روکا اور گستاخی کا سبب دریافت کیا۔ ہاتھ باندھکر کہنے لگی حضور۔ بیشک میں نے بے ادبی کی۔ میں مدت سے اس سیج کی طلسمی راحت معلوم کرنیکی مشتاق تھی۔ اگرچہ اس کو خود بناتی تھی۔ آج دل سے مجبور ہوکر لیٹ ہی گئی۔ لیٹنا تھا کہ بیہوش ہوگئی مگر کیا حضور۔ (سسکیاں لیتے ہوے) کچھ اور کہنے کی بھی اجازت دیں گے۔ نوابنے کہا۔ ہاں۔ اجازت ہے۔ کہہ۔ مالن دبی آواز میں سسکتی ہوئی بولی) اس لونڈی کیلئے تو یہ سیج خار مغیلاں سے بھی بدتر ثابت ہوئی ایکگھڑی بھر اس پر لیٹنے کی لونڈی کو اتنی سزا ملی کہ حضور نے نیمجاں کرکے چھوڑا۔ لیکن دنیا و مافیہا سے بے خبر کردینے والی اس سیج میں آرام فرماتے فرماتے حضور کی عمر گزر گئی۔ کیا وہ شہنشاہ رب العالمین آپ سے بھی اس کا جواب طلب نہیں کریگا؟ کیونکہ یہ سیج دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر کردینے والی ہے

خیر۔ توفیق طلب نواب۔ لونڈی کے اس جواب سے دم بخود ہوکر خوف الٰہی سے لرزاں و ہراساں ہوا۔ کنیز سے معافی چاہی۔ اور اوس دن سے سیج پر استراحت کرنا ترک کردیا فقط
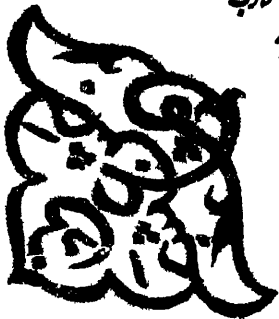
مرتبہ محمد فاضل

دو منزلہ مسجد جامع عثمانیہ سلطان بازار کے

تفصیلی حالات

مسجد جامع عثمانیہ جو بلدۂ فرخندہ بنیاد حیدرآباد کے سلطان بازار میں واقع ہے۔ آراستگی، خوشنمائی اور حسن انتظامات کے لحاظ سے مسجد باغ عامہ کے بعد واحد نظیر اور تمام ممالک محروسہ سرکار عالی میں مشہور و معروف ہے اس کے تاریخی واقعات بالاختصار درج ذیل ہیں۔

تقریباً ایک صدی پیشتر اس مسجد کی اصل عمارت میر فدا علی صاحب مرحوم نے تعمیر کرائی تھی اور اس کا سنگِ بنیاد مولنا محمد ولی الدین صاحب مرحوم کے مبارک ہاتھوں سے رکھوایا تھا جس کے بعد میر صاحب مرحوم فوت ہوگئے۔ اس کے بعد انقلابات سے اس کی آبادی بیحد متاثر و تغیر پذیر ہوئی اور عرصۂ دراز تک اس کی یہی حالت رہی۔ اوائل سنہ ۱۳۱۰ف میں مولنا قاری حکیم غلام محمود صاحب چشتی مرحوم خطیب و متولی مسجد ہذا نے اپنے مخلص احباب اور خاص تلامذہ کی استدعا پر اس مسجد کی امامت کو قبول فرماکر عنانِ انتظامات اپنے ہاتھ میں لی اور نیابت کیلئے اپنے بھائی غلام حسن چشتی کا انتخاب فرمایا۔

جب مولنا مرحوم اپنی سعی جمیل میں بفضلہ تعالیٰ کامیاب ہوگئے اور جماعت کثرت پذیر ہوکر مسجد آباد ہوگئی تو حسب تفصیل ذیل اس کی تعمیری ضروریات کی جانب توجہ مبذول فرماکر یکے بعد دیگرے ان کی تکمیل کا انتظام فرمایا۔

(۱)۔ اس مسجد کے ساتھ ایک چھوٹا سا تنگ و تاریک کہنہ مکان تھا جو بوجہ تنگی و فرسودگی ناقابل سکونت تھا مولنا مرحوم نے سنہ ۱۳۱۴ف میں اس کو منہدم کرکے بحصول اراضی مزید تاحد گنجائش زمین وسعت میں اضافہ کرکے بشرکت و امداد احباب و ارادتمندان دو منزلہ سکونتی مکان تعمیر کرایا اس مکان کی تعمیر میں جناب ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب مرحوم کی دلچسپی قابل قدر ہے۔

(۲)۔ اندرون مسجد اور صحن میں گچ کا فرش تھا جو بالکل بوسیدہ ہوگیا تھا

مولنا مرحوم نے اپنی جماعت کے ایک معزز رکن سیٹھ حاجی ولی محمد عرف نتھا
اسٹیشنری مرچنٹ چار مینار کے والد ماجد سیٹھ حاجی گل محمد صاحب مرحوم کو
سنگ سیلو کے فرش کیلئے توجہ دلائی اور سیٹھ صاحب مرحوم نے ۱۳۱۵ف
میں ایک سال مسجد کی سالم عمارت میں اور دوسرے سال پورے صحن میں سنگ سیلو کا
فرش بچھوادیا۔ سیٹھ صاحب مرحوم بڑے خوبیوں کے آدمی تھے شب و روز مسجد کے ضروریات اور مسافروں کی خبرگیری میں منہمک رہتے تھے بفضلہ تعالیٰ مرحوم کے فرزند ارجمند بھی بفحوائے الولد سر لابیہ مرحوم کے حقیقی جانشین ہیں اور ذیل کے مضمون سے ان کے بہترین کارنامے واضح رائے عالی ہوں گے۔

(۳) مسجد کے چبوترے پر حصار کی دیوار نہ تھی جناب الحاج مولوی محمد شمشیر خاں صاحب مرحوم مہتمم آبکاری اور جناب مولوی محمد محسن سعید صاحب مددگار ناظم جمعیت نے پہلے دیوار حصار بنوائی پھر پیٹرکی ڈھلی ہوئی خوشنما جالی نصب کرائی جو چند سال کے بعد بوقت تیاری حوض نکالدی گئی لیکن بفحوائے انما الاعمال بالنیات و ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین اس کا اجر و ثواب بدستور باقی اور محفوظ ہے

(۴) جانمازیں رکھنے کے لئے اندرون مسجد ایک مختصر سا سنگ بستہ تہ خانہ بنوایا۔

(۵) موذن کی سکونت کے لئے مسجد کے خارجی صحن کے ایک گوشہ میں ایک پختہ حجرہ بنوایا۔

(۶) مسجد کا بیرونی دروازہ داخلہ اتنا چھوٹا اور پست تھا کہ بلند قامت حضرات کو آنے جانے میں تکلف ہوا کرتا تقاضا للہ مرحوم نے نواب کرامت جنگ بہادر کو اس کی وسعت و رفعت کے لئے توجہ دلائی اور نواب صاحب مرحوم نے حسب نقشۂ مرتبہ مولوی محمد نظام الدین صاحب انجنیر مالک ریاض الاسلام فیکٹری ۱۳۱۷ف میں پانچ چھ سو روپے کے ذاتی صرفہ سے پختہ کمان و خوشنما دروازہ اور ممبر بنوادیا اور مسجد کے پردوں کی تیاری میں بھی نواب صاحب مرحوم نے معتدبہ حصہ لیا اور نمازیوں کے جوتوں کی حفاظت کے لئے چھ چوبی صندوقے بھی بنوائے (۷) اور جناب مولوی سید ظہور علی صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی مرحوم پرنسپل و مہتمم تعلیمات نے ۱۳۱۷ف میں اپنی والدہ ماجدہ مرحومہ کی یادگار میں انسو نیا امریکن کارخانے کی ایک عمدہ دیواری گھڑی دلوادی۔

(۸) ۱۳۱۸ف میں مسجد کے شمال جانب بحصول اراضی مزید ایک برآمدہ بنوایا۔

(۹) جماعت کثیرہ کے لئے مسجد کی موجودہ عمارت ناکافی ہونے پر بارش و دھوپ میں تکلیف کا سامنا محسوس کر کے الحاج مولوی محمد عبدالرحیم صاحب مرحوم وکیل و مختار رسمتان پالونچہ نے ۱۳۱۹ف میں (اللہ مالک ۱۲) کے صرفہ سے ایک خوشنما سائبان بنوادیا اس کی تیاری میں نواب احسن یار جنگ بہادر نے بھی امداد فرمائی من بعد نواب صاحب ممدوح نے وضو کرنیوالوں کی نشست کے لئے خوشنما مربع سنگین چوکیاں اور دروازوں کی تنصیب کے وقت پالش دار دبیز پتھروں وغیرہ کی بھی سربراہی فرمائی۔

(۱۰) جماعت کی کثرت کے مدنظر وضو میں سہولت پیدا کرنے کی غرض سے نل کی
توسیع ٹونٹیوں کی تعداد میں اضافے اور حمام بیت الخلا اور طہارت خانجات
کی تجدید و اصطلاحات کے کام انجام پائے۔

مرتبہ محمد فاضل
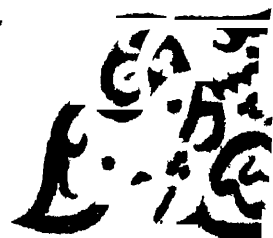
(۱۱) صحن کے جس خارجی گوشہ میں حجرۂ سکونتی موذن بنایا گیا تھا وہ گوشہ داخلی صحن میں شریک کرنے کی ضرورت لاحق ہونے پر اس کو منہدم کر کے مسجد کے جنوبی جانب حمام و طہارت خانجات کے اوپر ایک پختہ چھت اور اس کے اوپر اس مقصد کے لئے ایک سفالپوش جدید حجرہ بنوایا۔

(۱۲) برقی روشنی کے تار رزیڈنسی کوٹھی میں آتے ہی جملہ مساجد سے پہلے اس مسجد میں برقی طاقت لیکر برقی گولے اور پنکھے نصب کرائے گئے جس میں جناب سیٹھ حاجی ولی محمدؐ صاحب۔ مولوی حاجی محمدؐ نادر شاہ خاں صاحب نواب محمدؐ کریم الدین صاحب مرحوم اور صابر کمپنی نے اس کام میں کافی حصّہ لیا۔ اس طرح مولٰنا مرحوم کی سالہا سال کی مسلسل کوششوں کے بعد یہ مسجد از سرنو آباد ہو کر ضروریات کی تکمیل سے آراستہ و پیراستہ ہوئی۔ اب وہ اسباب عرض کئے جاتے ہیں جو مسبب الاسباب نے اس کی معاش کی اجرائی کا انتظام فرمایا۔ اس کے بعد مزید ترقیات کا سلسلہ عرض کیا جائے گا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ فخر سلاطین دکن مظفر الممالک اعلیحضرت قدر قدرت سلطان العلوم السلطان میر عثمان علیخان نظام الملک آصفجاہ بہادر مدظلہ العالی کی تخت نشینی عمل میں آچکی تھی اور مبارک دور عثمانی شروع ہو کر حضرت اقدس و اعلیٰ کی شہرۂ آفاق فیاضیوں سے عرب و عجم فیضیاب ہو رہے تھے اُن دنوں عالیجناب محمدؐ اکبر نذر علی حیدری صاحب بی۔ اے (جو اُس وقت سررشتۂ عدالت و کوتوالی و امور عامہ (امور مذہبی و بلدیہ وغیرہ) کی معتمدی کے منصب جلیلہ پر فائز تھے اور جو اس وقت سررشتۂ فینانس کی وزارت کی کرسی پر متمکن اور معجانب سرکار عالی رائٹ آنریبل نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر کے خطابات سے ممتاز و سرفراز ہیں) رمضان شریف میں شریک نماز تراویح ہو کر قرآن کریم اور اس کا خلاصہ سن کر اور اس غیر مسلم محلہ کی شاندار مسجد میں مقامات بعیدہ کے برادران اسلام کی جماعت کثیرہ کو دیکھ کر بیحد محظوظ و مسرور ہوئے اور مولٰنا مرحوم سے ملاقات کے بعد دریافت فرمایا کہ منجانب سرکار اس مسجد کے نام کوئی معاش ہے یا نہیں مولٰنا مرحوم نے فرمایا کہ منجانب سرکار اس مسجد کے نام کوئی معاش نہیں ہے اور اس کے جملہ انتظامات توکل پر مبنی ہیں یہ سُن کر نواب صاحب ممدوح نے فرمایا کہ اس مسجد کی غیر معمولی آبادی و آراستگی اور اس کے محل وقوع کے مد نظر اس کے نام سرکاری معاش کا ہونا ضروری ہے میرے پاس ایک محضر بھیجا جائے میں اس کی نسبت سرکار میں تحریک پیش کر دوں گا۔

(۱۳) نواب صاحب ممدوح نے شایان شان معاش کی اجرائی کی نسبت تحریک فرمائی علاوہ بریں نواب حاکم الدولہ مرحوم الحاج نواب نظامت جنگ بہادر اور نواب عسلی نواز جنگ بہادر نے بھی بالمشافہہ و بذریعہ مکتوبات نواب صاحب ممدوح کو معقول معاش کی اجرائی کی کارروائی کے لئے توجہ دلائی منجانب جماعت ایک محضر معہ فوٹو مسجد بحسن توسط استاذ السلطان حضرت مولٰنا الحاج محمدؐ انوار اللہ خاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ (جو اس وقت سررشتۂ امور مذہبی کے ناظم و صدر الصدور تھے اور بعد میں سررشتۂ مذکور کی معین المہامی کے عظیم الشان عہدے پر فائز اور نواب فضیلت جنگ بہادر کے خطاب سے مخاطب و ممتاز تھے) پیش کیا گیا۔ پھر یہ مسجد بہ منظوری حضرت اقدس و اعلیٰ بنام "مسجد جامع عثمانیہ" موسوم ہو کر ممالک محروسہ سرکار عالی میں مشہور ہوئی تمام معاونین کی مساعی جمیلہ بار آور ہو کر امام۔ موذن۔ فراش وغیرہ خدام مسجد پیشگاہ خسروی سے منظور فرمائے گئے۔ اب مزید ترقیات کا سلسلہ عرض کیا جاتا ہے۔ مسجد کے اندرونی بڑے ہال میں جانمازوں کے نیچے بچھانے کے لئے ایک بڑی شطرنجی کی ضرورت محسوس ہوتے پر مولوی صوفی محمدؐ حسین صاحب ناظم سمستان ونپرتی نے ایک قیمتی بڑی اور دبیز شطرنجی بچھوا دی جو اب تک رمضان شریف عیدین اور جاڑوں کے پورے موسم میں نہایت کارآمد و آرام دہ ثابت ہو رہی ہے۔ (۱۴) متذکرۂ بالا توسیعات کے باوجود مسجد کی عمارت بارش کے موقع پر جماعت کثیرہ کے لئے ناکافی محسوس ہوئی آس پاس اس کی توسیع کی کوئی صورت نہ تھی اس لئے موجودہ عمارت کے اوپر دوسری پختہ منزل بنوانے کی سعی کی گئی سنہ ۱۳۲۲ف سے سنہ ۱۳۲۷ف تک مسلسل پیروی کے بعد اس کی

مرتبہ محمدؐ فاضل
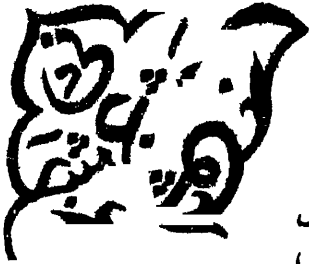
تعمیر کے لئے سرکار سے بدفعات مبلغ (معہ ۷۵/۱/ لعہ) کی منظوری حاصل ہوئی جو باستصواب الحاج نواب سر نظامت جنگ بہادر جناب مسٹر بی۔ آبھاونا نی سپرنٹنڈنگ انجنیئر، جناب مولوی محمد عبد الصمد صاحب سابق اسسٹنٹ سپرنٹنڈنگ انجنیئر حال ڈویژنل انجنیئر اور مسٹر چندولال ڈویژنل انجنیئر آرائش بلدہ کی نگرانی میں فوقانی منزل اور اس کے زینہ کی تعمیر کا کام انجام پایا۔ فوقانی منزل کی تعمیر کے وقت ماہران فن تعمیرات نے تحتانی منزل کے قدیم سقف کو ناکارہ و مخدوش قرار دیکر بگنجایش رقم متذکرۂ بالا از سر نو جدید پختہ سقف بنوایا۔ (۱۵) جماعت کثیرہ کے وضو میں سہولت پیدا کرنے کی غرض سے حوض کی شدید ضرورت تھی صحن میں مطلق گنجایش نہ تھی نواب سر نظامت جنگ بہادر کی مساعی جمیلہ سے حوض کی تیاری کے لئے معزز حکام ریزیڈنسی سے سڑک کا حاشیہ حاصل ہوا۔ مولوی محمد عبد الرشید صاحب نے ۱۳۳۸ف میں اپنے محل محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ کی یادگار کے طور پر زیر نگرانی جناب مولوی محمد عبد الصمد صاحب ڈویژنل انجنیئر آرائش بلدہ تخمیناً پانچ چھ ہزار کے ذاتی صرفہ سے سڑک کے حاشیہ پر مسجد کے چبوترے کی بلندی کی مناسبت سے بہ نصیب ہشت پہلو ستونہائے سنگ تراشیدہ سیمنٹ کا برآمدہ بنواکر اس پر ایک نہایت خوشنما معلق حوض بنوادیا جس کے شمال و جنوب ہر دو جانب سنگ مرمر کی تختیاں بہ ثبت کتبۂ ذیل نصب ہیں۔

صدقۂ جاریہ کی ہے یہ بِنا — یادگارِ محمدی بگم

سنہ ۱۳۳۸ ہجری

(۱۶) پارے اور قرآن مجید رکھنے کے لئے مسجد کے اندرونی ہال میں چار طاقچے پرانی وضع قطع کے تھے جن کے دروازے اس ترقی یافتہ اور خوشنما مسجد کے لئے غیر موزوں معلوم ہوتے تھے۔ نواب مسعود جنگ بہادر سابق ناظم سررشتۂ تعلیمات نے اپنے ذاتی صرفہ سے بتوسط دار الضرب علاقۂ سرکار عالی نہایت قیمتی اور خوشنما چوکھٹیں اور دروازے بنوادئے۔ (۱۷) مسجد کے شمالی حصہ کو منہدم کرکے ۱۳۳۸ف میں بتوسط سررشتۂ تعمیرات ایک چھوٹے سے تہ خانہ کے اضافہ کے ساتھ از سر نو جدید پختہ برآمدہ تعمیر کرایا گیا۔ (۱۸) سردیوں میں جاڑے اور دوسرے دنوں میں گرد و غبار سے بچنے کے لئے مسجد کی بیرونی کمانوں میں مولوی محمد عبد الستار صاحب مرحوم مالک گولکنڈہ سگریٹ فیکٹری حیدرآباد نے ۱۳۳۹ف میں ایکہزار روپئے کے ذاتی صرفہ سے نہایت خوشنما دروازے بنوادئے۔ اس عرصہ دراز میں مولانا مرحوم کو اقسام کی پریشان کن انتظامی صعوبتیں پیش آئیں لیکن مولانا مرحوم نے نہایت صبر و استقلال کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا اور بمصداق (الحق یعلو ولا یعلی) بفضلہ تعالیٰ ہر موقع پر کامیاب رہے۔ بعض انتظامی مہمات سلجھانا بے تشکیل جماعت ضروری تھا ان کے سلجھانے میں دوامی جماعت کے علاوہ الحاج نواب صدر یار جنگ بہادر نواب اختر یار جنگ بہادر مولوی خان فضل محمد خان صاحب ناظم تعلیمات الحاج مولوی سید عطا حسین صاحب سابق ناظم تعمیرات مولوی محمد احمد صاحب ناظم ٹپہ الحاج مولوی سید عنایت اللہ صاحب مہتمم کارخانجات صرفخاص مبارک الحاج مولوی سید ظہور الحق صاحب مہتمم دائرۃ المعارف مولوی محمد مظہر اللہ صاحب مددگار معتمد مجلس جامعہ عثمانیہ مولوی سید ظہور علی صاحب مرحوم الحاج مولوی محمد علی صاحب منتظم پیشی صدارت جناب رائے سری کشن صاحب بیرسٹر اور مولوی سید عسکری حسن صاحب بیرسٹر وغیرہ حضرات نے قابل قدر دلچسپی لی۔ ان کے انتقال کے بعد اس خدمت کی جانشینی کا مسئلہ زیر غور جماعت ہوا۔ کامل غور و خوض کے بعد مرحوم کے حقیقی بھائی مولوی غلام حسن صاحب چشتی کا انتخاب ہوا۔ مولوی غلام حسن صاحب چشتی نے بھی اپنے بھائی کے نقش قدم پر اس مسجد کی خوشنمائی میں معتدبہ اضافہ کیا۔ مسجد کے برقی پنکھوں کے منجملہ اندرونی ہال کے دو پنکھے جو جماعت کثیرہ کیلئے ناکافی تھے ایک مزید برقی پنکھے کی ضرورت کو جناب مولوی سید خیر علی صاحب ناظم دفتر دیوانی نے اور بطور تکملہ جناب مولوی سید عمر صاحب منتظم ڈویژن ایوانات شاہی نے پورا فرمادیا۔ ۱۳۴۰ف میں مبلغ (۹۹۸ لعہ) کے صرفہ سے بذریعہ سررشتۂ تعمیرات

تحتانی حصہ میں زمین دوز پختہ سنگ بستہ بڑی بدررو اس کے بازو سنگ بستہ مضبوط پلیٹ فارم تیار کرکے ان پر آہنی ٹائیں دلوا کر فوقانی حجرہ نہایت مضبوط و مستحکم بنوایا گیا سنہ ۱۳۴۲ف میں مبلغ (ا ۲۹۹۳ روپئے) کے صرفہ سے بذریعہ سررشتہ تعمیرات تہ خانہ سکونتی مکان کے ایک ضروری جزو اور مسجد کے گودام کے علاوہ مقامات بعیدہ کے سیکل سوار مہاجر مصلیوں کی سیکلوں کی حفاظت کے کارہائے تعمیر انجام پائے سیٹھ محمد عبدالستار صاحب مرحوم نے مسجد کے بیرونی ہال۔ کمانوں اور سائبان میں بڑی اور دبیز شطرنجیاں بچھوا کر مسجد کی سالم عمارت میں دوہیرے فرش کی تکمیل کرائی ۔ اور ایک مسی ہموار کلاں ۔ بہ تعداد وافر جستی لوٹے حسب ضرورت متعدد اُگالدان اور نئے جا نمازوں کی سربراہی کا انتظام کردیا مرحوم نے مسجد کے مناروں کے لئے سنہری کلسوں کی تیاری سنگ مرمر کے فرش اور تین ہزار روپئے کے صرفہ سے مسجد کے ساتھ ایک دینی مدرسہ کی تعمیر اور مدرسہ کے اخراجات کے لئے بنوضبط جائداد مناسب دوامی انتظام کا وعدہ بھی فرمایا تھا لیکن ناگہانی رحلت کا وقت آگیا اور وہ ان تمناؤں کو اپنے ساتھ لے کر دنیا سے رخصت ہو گئے اللہ عزوجل انہیں غریق رحمت فرمائے اور ان کے پسماندوں کو صحیح و سالم رکھکر مرحوم کے قدم بقدم چلنے اور ان کے نیک وعدوں کے ایفاء کی توفیق عطا فرمائے ۔

حوض پر ایک پختہ جالدار سائبان کی تعمیر کی ضرورت لاحق ہونے پر سررشتہ تعمیرات سے سنہ ۱۳۴۳ف میں مبلغ (۳۵۶۷ روپئے) کے صرفہ سے ایک نہایت خوشنما آرام دہ اور پختہ جالدار سائبان بشمول زینہ وغیرہ تعمیر ہوا سیٹھ حاجی ولی محمد صاحب نے مسجد کے اندرونی اور بیرونی ہر دو ہال میں ۱۳۵۲ھ میں سنگ مرمر کا نہایت خوشنما فرش بچھوا دیا جس سے متعلق نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل کا حسب ذیل قطعہ نصب ہے ۔

محل حاجی ولی پائیں جہاں ہیں لعل و گوہر کا ❋ بڑھایا حسن جنکی سعی نے اللہ کے گھر کا

جلیل اس حسن خدمت کی لکھو تاریخ ہجری یں ❋ سجھایا اک محمد کے ولی نے فرش مرمر کا

اس کے بعد سیٹھ صاحب موصوف نے مسجد کے سائبان میں پورا فرش اور سامنے کی دیوار کے ساتھ درمیانی کارنس کی حد تک بشمول کارنس کمانوں کے پلروں اور چھت تک میناروں کے پلروں کے ساتھ بھی سنگ مرمر کی نصب کا کام انجام دلوایا اس طرح سیٹھ صاحب موصوف نے ہزارہا روپئے کے صرفہ سے اس خانۂ خدا کی خوشنمائی میں قابل قدر اضافہ فرمایا ۔ بہرحال عہد عثمانی کی یہ شاندار مسجد نیک بندگان خدا کے کثیر سرمایہ اور حکومت کی مناسب امداد سے تعمیر پائی ہے جو تاریخی حیثیت سے دور عثمانی کی یادگار رہے گی خدا کی راہ میں دینا ہے گھر کا بھر لینا جن جن لوگوں نے اس میں حصہ لیا ہے خدا انہیں جزائے خیر دے خدا ایسے نیک کاموں کی توفیق صاحب ثروت مسلمانوں کو بخشے ۔ ! بمصداق

مردے از غیب بروں آمد و کارے کرد اَست

فاضل

(۱) والاشان (۲) جاہ (۳) سلطنۃ (۴) خانِ دوراں (۵) خانخاناں (۶) امیر الامراء (۷) امراء (۸) ممالک (۹) امیر کبیر (۱۰) دَولہ (۱۱) رائے رایاں (۱۲) جنگ ۔ یار جنگ ۔ نواز جنگ ۔ (۱۳) خان (۱۴) بہادر (۱۵) علماء (۱۶) حکماء (۱۷) راجہ ۔ راجہ بہادر ۔ مہاراجہ ۔ (۱۸) ونت (۱۹) پال (۲۰) رائی ۔

سلطنت دکن اور وفاداری

از جناب مولوی محمد عبد الرزاق صاحب رشید پیوپلین گارڈ فنانس کارعالی

ایک رہ نوردِ حقیقت نے کیا خوب کہا ہے کہ اگر مجھے کشف عطا ہو اور یہ ایمان بایقین ہو جائے کہ میری ایک دعائے نیم شب بارگاہِ ایزدی میں شرف قبول کو پہونچیگی تو میں یہی التجا کروں گا کہ باری تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمارے شاہ عادل آقائے ولی نعمت نواب میر عثمان علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کو تا ابد دکن کا حکمران شادماں اور دودمان آصفی کے گلشن کو سدا بہار رکھ۔ اس وقت بھی جب کہ جمہوریت کا تسلط دنیا کی تمام سلطنتوں پر اثبات و استقامت کو پہونچ گیا ہے۔ اور چار دانگ عالم میں اسی کی فضیلت و برتری کی نغمہ سنجی ہو رہی ہے۔ شاہان عالم کا ستارۂ اقبال اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جگمگا رہا ہے اور گو اس کی اصلی اور حقیقی روشنی سے ہمارے توہمات کی مبالغہ افروز تاریکی ہٹ گئی ہے تاہم روزمرہ زندگی میں ہم اب بھی بادشاہ ظل اللہ کی پوجا کرتے ہیں اس کی نصفت پسندی کو خدا کی معدلت جانتے ہیں اسی کی کرم گستری کو خدا کی رحمت مانتے ہیں اور اس کے غیظ و غضب کو قہر الٰہی سمجھتے ہیں۔

ہم تو اس کے شیدائیوں میں ہیں ہی مگر غیر ممالک میں بھی ساتوں سمندر پار وہاں جہاں عروج ناچ رہا ہے اور بخت چمک رہا ہے جہاں دولت کھیل رہی ہے اور اقبال ہنس رہا ہے۔ جہاں رنج و الم قلیل اور عیش و راحت کثیر ہے وہاں بھی شہنشاہی کا طوطی بول رہا ہے۔

بادشاہ بہرحال بادشاہ ہے وہ خیر و برکت کا منبع اور عزت و وقار کا سرچشمہ ہے اس کی شان و شوکت قائم و دائم ہے بزم قوم کا وہ چراغ ہے انجمن ملک کا وہ صدر ہے حکومت اس سے ہے اور اسی کی ہے اور اب بھی بدستور وہ اپنی ایک نہیں سے اساسِ حکومت کو درہم و برہم کر سکتا ہے۔

بادشاہت کے اقتدار اس کے فرائض اس کے آئین اور اس کے نظریہ کا ماحصل یہ ہے کہ آبادی خوش حال اور ملک مالا مال رہے۔

اقتدارات سلطنت یہی نہیں ہیں کہ جنگ و آویزش کی جائے یا امن و امان قائم کیا جائے دبدبہ و طنطنہ تعمیر کیا جائے یا رعب و ہیبت تصنیف کی جائے یا سیاست کے لئے ریاست کا قشار بگاڑ دیا جائے بلکہ آرٹ، سائنس، اخلاق اور ادب کی پرورش بھی سلطنت کی اہم ترین کارپردازی ہے اور اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ملک اپنی حکومت کے اصول اور مقاصد سے آگاہ رہے تاکہ ہر شخص موقع سے اس کی مدد کر سکے حکومت کی سب سے بڑی مدد ہم یہی کر سکتے ہیں کہ اس کی طرف سے ہم اپنے دل کو صاف رکھیں اور اپنے طرز معاشرت کو قابل اعتماد بنائیں۔ اپنے تمدن کو اس قدر فروغ دیں کہ دوسری قومیں ہماری تقلید پر مجبور ہو جائیں۔

معاشرت کو اعتماد کے قابل بنانا وفاداری کے مترادف ہے۔

مرتبہ محمد فاضل
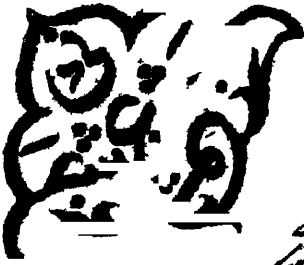
وفاداری کے بہت سے اقسام ہیں مگر اس کی تقسیم بالخصوص
دو طرح کی جاتی ہے۔ نمائشی وفا - زبانی جمع وخرچ کی وفاداری عموماً
ان لوگوں میں پائی جاتی ہے جو صبح وشام حیران وپریشان مارے مارے
پھرتے ہیں اور ارکانِ حکومت کی برسبیل شکایت برائیاں بیان کیا کرتے ہیں حتیٰ کہ
وہ تمام بدعلتیں جو خود ان میں ہوتی ہیں اپنی حکومت کے سر تھوپتے ہیں۔

مثلاً اگر ملک میں کوئی بیماری پھیلتی ہے تو حکومت پر الزام لگایا جاتا ہے اور جب اس کے تدارک کے لئے عام حفظانِ صحت سے چارہ جوئی کی جاتی ہے تب بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ فلاں تدبیر عمل میں نہیں لائی گئی۔ اگر کوئی شخص کسی عہدہ پر مامور کیا جاتا ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ حکومت نے اس کے ساتھ خاص مہربانی کی اگر نئی ریلوے لائین کھولی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس سے ملک کی صنعت کو نقصان پہونچتا ہے اگر کوئی لائن نہیں کھولی جاتی تب بھی باور کیا جاتا ہے کہ تجارت کی ترقی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

ایسی ہی بے شمار مثالیں ہیں جہاں خواہ مخواہ کو شکایات کے طومار باندھ دیئے جاتے ہیں جن کی اصلیت کچھ نہیں ہوتی۔

حقیقی وفا - یہ عملی شکل میں نمودار ہوتی ہے۔ قوم اپنی حکومت کو فروغ دینے کے لئے جان توڑ کوشش کرتی ہے - اور ہر شخص اپنی بہتری کے لئے حکومت کو ملک رانی میں مدد دیتا ہے۔

جب حکومت ملک کی بھلائی کے لئے کوئی تدبیر نکالتی ہے تو حقیقی وفاشعار لوگ بجائے اس کے کہ اس پر الزام لگائیں اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ صحیح طور پر اس تدبیر کو کارگر بنایا جائے اور لوگوں کو اس کے فوائد بتائیں۔ سچی وفاشعاری یہی ہے کہ حکومت میں اور رعایا میں صفائی اور یک جہتی پیدا کی جائے۔

نظم ونسق کے امور پر بحث کرتے وقت ہمیں بھولنا نہیں چاہئیے جو کہ حکومت نے ہمیں بے شمار تعلیمی، مذہبی، اخلاقی، طبی اور تجارتی سہولتیں بہم پہنچائی ہیں - علاوہ بریں اُن نقصانات کی تلافی کی ہے جنہیں ہم محسوس کرتے تھے۔

بالعموم دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات ہم ان مفاد کو نظر انداز کر جاتے ہیں اور ہر چیز کو اپنا حق پیدائش تصور کرتے ہیں ہمارا یہ سلوک نہ صرف اپنی حکومت کے ساتھ ہے بلکہ ہم اکثر وبیشتر اپنے آفریدگار کے ساتھ بھی یہی کرتے ہیں ایک لاابالی شاکی اپنے خدا کو بھی اسی طرح برا بھلا کہتا ہے جس طرح اپنے ہمسایہ اور حکومت کو۔

ہمیں اپنے بادشاہ اور حکومت کو نہ صرف اس امر کا بین ثبوت دینا چاہئیے کہ اس کی مہربانیوں کے ہم منت کش ہیں بلکہ ہمارا اور اس کا تعلق اس سے بھی قوی ہے اور ہم میں اور اس میں محبت احترام اور کمال عقیدت کا وہ رشتہ ہے جو وفاکیشی نیازمندی اور اطاعت کے لئے ضروری ہے۔

اور یہ سچی اطاعت ہمیں اپنے بادشاہ اور حکومت کے قدموں پر نثار کرنی چاہئیے - جو ہماری اور ہماری آئندہ نسل کی پرورش کرنے کے لئے ہم کو اپنے برکات سے فیضیاب کر رہی ہے۔

اگر آج ہمارے ملک کے امرا مرحوم ومغفور جو شہر خموشاں میں آسودہ ہیں یکایک جاگ اٹھیں
اور چار مینار کی فلک بوس عمارت سے سارے شہر کا جائزہ لیں تو ان کی نظر مشرق
حیران وششدر رہے بغیر نہیں رہ سکتی کیونکہ اب ان کی آنکھوں کے سامنے
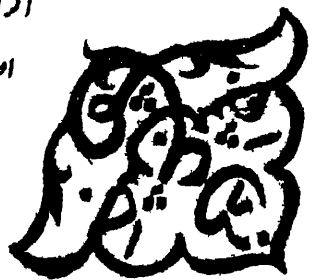
بجائے ویران کھنڈر غیر آباد مقامات اور چند جھونپڑیوں کے ہر طرف
آباد ایوانات خوبصورت عمارتیں خوشنما باغ اور نئے طرز کی ہموار سڑکیں
ہونگی جن میں اُمنڈتی ہوئی آبادی اُبلتا ہوا تمدن اور اُچھلتی ہوئی معاشرت
نظر آئے گی وہ جھاڑیوں کو ڈاکوؤں کی کمین گاہ جنگلوں کو رہزنوں کی رزمگاہ خانقاہوں
کو اہل کید کی معصیت گاہ نہیں پائیں گے تلواروں کی جھنکار خنجروں کی صدائے دلفگار ان کی سمع خراشی
نہیں کرے گی اور خون کے دریا بہا کر اِن کو چار آنسو نہیں رلائے گی۔ کیونکہ اب وہ پرانے خیالات کے گھروندے ڈھائے گئے ہیں اور قدیم
خرخشے مٹادئے گئے ہیں ۔ آرام و اطمینان اور امن و امان کے قلعے تعمیر کئے گئے ہیں غفلت کا پردہ اٹھا دیا گیا ہے ملک و قوم کی آنکھیں
کھولدی گئی ہیں اور اخلاق و تمدن ہر ایک کی آنکھوں میں سما گیا ہے ۔

ذرا پوچھو تو سہی کس کے روشن دل و دماغ کا یہ نتیجہ ہے کس کی عیسےٰ نفسی ہے کہ دکن کا خطہ خطہ آبادی، زندگی، سرسبزی اور
شادابی سے لہلہا رہا ہے ذرّہ ذرّہ آفتاب عالمتاب بن کر چمک رہا ہے۔ بچہ بچہ کا ذہن و دماغ گرمی علم سے دہک رہا ہے۔ یہ فیوض
و برکاتِ عثمانی ہیں یہ اس شاہ ذیجاہ کی بدولت ہے جس کی عظمت کا ترانہ سمندر کی زبان پر ہے۔ جس کی سطوت کا نغمہ بلبلانِ فرنگ
کے لحن سے نکل رہا ہے ہماری سرکار ہم میں ہی سے ہے اور ہماری ہی رہے گی کوئی نہیں جانتا کہ مستقبل میں ہمارے لئے کیا ہوگا مگر ہم
وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری عافیت و عاقبت اسی حکومت کے ساتھ وابستہ ہے کچھ حبِ وطن کا بھی تقاضا ہے کہ ہم دولت آصفیہ
کے ہو کر رہیں اور اپنی جان و مال دھن دولت سب ارضِ دکن پر نچھاور کردیں ۔ نفاق کو ہمارا دور ہی سے سلام کیونکہ جو کچھ ہماری دلی
تمنا ہوسکتی تھی وہ ہمیں بدرجہ اتم حاصل ہے باشندگانِ دکن کا باہمی وفاق ہمار اصلِ نظر ہے ۔ تمام فرقوں کا اتحاد ہمارے دل کا
مدعا ہے، ہماری حکومت محکم و مستقل ہمارا بادشاہ منصف و عادل اور ہم وفاداری و اطاعت میں کامل ۔

ہیچمدان راشد تمام رعایائے دکن کے ساتھ دست بدعا ہے کہ ۔

جہاں را بسے شادمانی ازوست ║ زماں را ہمہ کامرانی ازوست
ازو ملک و ملت ازو تاج و تخت ║ ازو فرِ گیتی ازو سبز بخت
بجائے کہ مارا رسید است کار ║ زہے فیض آں شاہِ عالی وقار
بیاید بجا باہمی سر ز بیم ║ بصدق و عقیدت دعائے کنیم
کہ یارب تو ایں شاہ را زندہ دار
بہ اقبال و افضال پائندہ دار

شاہ دکن زندہ باد
ملکِ دکن پائندہ باد

ریاستی ملکی فصلی سنہ کا آغاز اور اسکے مختصر تاریخی واقعات

ابتداءً سنہ فصلی کا آغاز اکبر بادشاہ کے عہد میں ہوا رفتہ رفتہ حیدرآباد میں بھی رائج ہوا اس وقت سال سنہ فصلی ماہِ مہر سے ختم ماہ شہریور تک تھا ۱۲۷۱ف میں بعہد مدار المہامی نواب سر سالار جنگ بہادر اول ماہ تیر سے ختم ماہِ خورداد تک قرار پایا۔ ۱۲۷۲ و ۱۲۷۳ف میں یہی عمل رہا پھر ۱۲۷۴ف میں بحکم سالار جنگ بہادر ۱۳ ماہ کا سال قرار دیا گیا۔ اور ۱۲۷۵ف سے ماہِ امرداد سے ختم ماہ تیر تک مقرر ہوا ۱۲۸۰ف میں امرداد و شہریور کو مکرر شمار کرکے ۱۴ ماہ کا سال کیا گیا ماہِ مہر سے ختم ماہ شہریور تک اسکا شمار رہا ۱۲۹۳ف میں بعہد سالار جنگ ثانی ماہِ مہر و آبان آغاز و اختتام سال قرار پائے ۱۲۹۴ف میں ماہ آذر تا ماہ آبان سال فصلی قرار پایا۔ پھر ۱۳۱۶ف میں مہینوں کے مقررہ دنوں میں تبدیلی کی گئی جس کا ظہور عمل میں آیا جو سنہ فصلی کے نام سے تا حال موسوم ہے جس کے مہینوں کے موجودہ مقررہ ایام یہ ہیں۔ ماہ آذر (۳۰) دن۔ ماہ دی (۲۹) دن۔ ماہ بہمن (۳۰) دن ماہ اسفندار (۳۰) دن ماہ فروردی (۳۱) دن ماہ اردی بہشت (۳۱) دن۔ ماہ خورداد (۳۱) دن۔ ماہ تیر (۳۱) دن۔ ماہِ امرداد (۳۱) دن ماہ شہریور (۳۱) دن۔ ماہ مہر (۳۰) دن ماہ آبان (۳۰) دن۔

مرتبہ محمد فاضل

ڈرینج

آج سے ۲۵ سال قبل حیدرآباد میں موروم کی سڑکیں تھیں۔ بارش کے موسم میں عام طور پر کیچڑ ہو جاتی تھی جس سے راستہ چلنے والوں کو دقتیں واقع ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ گھروں کا غلیظ پانی کھلی ہوئی نالیوں میں سے بہتا رہتا تھا جس سے بعض مقامات پر کراہیت انگیز عفونت سی پائی جاتی تھی۔ ان تمام کمزوریوں کو رفع کرنے کے لئے ڈرینج کا محکمہ قائم کیا گیا۔ اس محکمہ نے سب سے پہلے بلدہ اور مضافات میں بدرروؤں کو پختہ کرنے اور حفظان صحت کے لحاظ سے فضلہ کے اخراج کے لئے ڈرینج اسکیم تیار کی جسے حکومت نے ایک کروڑ ستائیس لاکھ روپیہ کی منظوری عطا فرمائی اور اس اسکیم کے عملی کاروبار ۱۳۲۵ف کے آخر میں آغاز ہوئے۔

شہر میں ایک زبردست زمین دوز بدررو نکال کر ہر محلہ سے اس کی شاخیں ملا دی ہیں اور ان شاخوں سے تمام امکنہ شاخ در شاخ الحاق کئے جا رہے ہیں۔ سرکاری مکانات کے علاوہ ہر خانگی مکان جس کی مالیت (سے) روپیہ ماہانہ سے زائد ہے اس کا سرکاری بدررو سے الحاق لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اور اس قسم کے انتظام کئے جا رہے ہیں کہ عوام کو فلش سسٹم کے جانب رجحان ہو چنانچہ آٹھ نو سال کے اندر اندر صدر بدررو صفائی فضلہ کے حوض اور شہر میں چھوٹی بڑی بدررو کی شاخیں طول میں ۱۲۱ میل تک تکمیل پا چکی ہیں جس پر تقریباً نو لاکھ سے زیادہ صرفہ عائد ہوا ہے۔ شہر کا غلیظ پانی اور فضلہ بدررو کے اخراجی سے بہ کر حوضوں میں جمع ہوتا ہے جو شہر سے تقریباً ۵ میل فاصلہ پر عنبر پیٹھ کے قریب بنائے گئے ہیں یہاں خمیر دیا جاتا ہے جب وہ غلیظ پانی حوضوں میں چکر لگا کر فضلے میں اچھی طرح مل جاتا ہے تو اس میں آب مصفا ملا کر" میشکر اور دیگر اشیا رلی کاشت کے لئے دوسری نہر میں چھوڑ دیتے ہیں یہ پانی کاشت کے لئے مفید ثابت ہوا ہے چنانچہ اس وقت ایک ہزار ایکر سے زیادہ رقبہ زیر کاشت ہے۔ اور اس کی مالگزاری میں تقریباً سہ چند اضافہ ہو گیا ہے۔

عام لوگوں مفلس اور ناداروں کے لئے جگہ جگہ فلیشنگ بیت الخلاء اور پیشاب خانے تعمیر کئے گئے ہیں۔ ڈرینج اسکیم کے دوش بدوش بدررو آب باراں کی تعمیر اور اصلاح ہونی بھی نہایت ضروری تھی جس کی تکمیل کے لئے تیس لاکھ روپیہ منظور ہوئے ہیں اس میں سے اب تک تیراسی ہزار روپیہ خرچ ہوئے اور تقریباً ۲۰ میل سے زائد بدررو آب باراں تعمیر ہو چکی ہیں مردم شماری کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ہندوستان میں شہر حیدرآباد کا چوتھا درجہ ہے۔ اور دیگر متمدن ممالک کی طرح یہاں بھی موٹروں اور تیز رفتار سواریوں کا روزانہ اضافہ ہوا چلا جاتا ہے موروم کی سڑکوں پر گرمی اور جاڑے میں گرد وغبار اڑتا رہتا تھا اور بارش میں کیچڑ کا زور رہتا تھا ایک طرف تو راہگیروں کو چلنے پھرنے کی دقتیں ہوتی تھیں اور دوسری طرف گرد وغبار سے صحت عامہ پر مضر اثرات ہو رہے تھے۔

اس وجہ سے شہر کے اہم سڑکوں اور شاہ راہوں کو سمنٹ کانکریٹ سے پختہ کرنے کے لئے اکتیس لاکھ روپیہ کی منظوری عطا فرمائی گئی اس محکمہ نے یہ کام بھی نہایت حسن وخوبی سے انجام دیا چنانچہ اس وقت طول میں تقریباً ۲۰ میل سڑکیں تیار ہو چکی ہیں جس کی تیاری میں (۲۸) لاکھ روپیہ سے زائد صرف ہوا ہے۔ یوں تو فلش سسٹم۔ اور اسی قسم کے دیگر انتظامات مختلف شہروں میں عام طور پر پائے جاتے ہیں۔ مگر یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہندوستان بھر میں صرف حیدرآباد کو یہ امتیاز اور فخر حاصل ہے کہ جہاں اس قدر طویل صاف وسعات اور عمدہ سیمنٹ کانکریٹ کی سڑکیں موجود ہیں۔ ان سڑکوں سے نہ صرف شہر کی رونق دوبالا ہوگئی ہے۔ بلکہ گرد وغبار سے پاک رہنے کے سبب سے صحت عامہ پر نہایت اچھا اثر پڑا ہے۔ اور متفرق اتفاقیاتی رپورٹوں سے واضح ہے کہ یہاں امراض سل وغیرہ میں معتدبہ کمی واقع ہوگئی ہے۔ فقط

نوٹ۔ تعمیرات اور آبپاشی کی مکمل مصور تاریخ جلد دوم جشن عثمانی میں ملاحظہ ہو
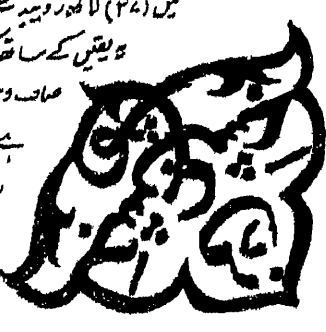
حیدرآباد اور سِوِل سروس

از جناب مولوی محمد عبدالرزاق صاحب ایچ سی ایس مددگار معتمد فینانس سرکار عالی

ابتداءً مصنف موصوف نے اس مضمون کو انگریزی زبان میں رقم فرمایا تھا اُس کا ترجمہ یہ ہے

حیدرآباد فرخندہ بنیاد کی تاریخ میں سیول سروس کلاس کا افتتاح نہایت عظیم الشان واقعہ ہے گذشتہ بیس سال کے اندر دکن کے نظم و نسق میں جو اصلاحات نافذ ہوئیں، ان میں سِول سروس کے قیام کا درجہ سب سے بلند ہے کیونکہ اس کے موجودہ کارنامے اور آئندہ توقعات از بس شاندار ہیں۔

۱۸۵۵ء میں جبکہ سر چارج ٹریولین نے برطانیہ عظمےٰ میں مختلف ملازمتوں کے مطلق العنان اور غیر منظم طریق سترکت کے بُرے نتائج کو بتا کر امتحان مقابلہ کی سفارش کی تو دُوررس اس طریق کے نفاذ کو صرف برطانیہ عظمیٰ کے واسطے ضروری نہیں سمجھ رہے تھے بلکہ ایسے ممالک میں بھی لازمی جانتے تھے جہاں اسکے وسعت پذیر ہونے کا انہیں بہت کم گمان تھا۔ اس زمانے میں دُنیا کے ہر حصہ میں نا اہلوں کی بے محل سرپرستی جاری تھی لیکن اسکے بدترین پہلو کا ظہور کسی دُوسرے ملک میں اس قدر نمایاں نہیں ہوا جس قدر کہ ہماری ریاست ابد مدت میں اسلئے کہ یہاں جہالت اور بدنظمی کا چولی دامن کا ساتھ ہونے کے باعث حیدرآباد کے تسیم پر کشت زاروں اور جھومتے ہوئے مزرعوں میں تباہی برپا ہو گئی تھی اس وقت کے طریق انتخاب نے جہالت کی عمارت کو مزید استحکام پہونچایا۔ اور چونکہ تعلیم کی غایت صرف ملازمت سرکاری تصور کیجاتی تھی اور حصول علم ملازمت کو پیش نظر رکھنے والے اصحاب کیلئے کوئی مزید سہولت بہم پہونچانے سے قاصر تھا اس لئے تعلیم کا چشمہ اپنے منبع پر ہی خشک ہو گیا اور جب جہالت پر اور علم سے معرّا اشخاص نے سرکاری ملازمت میں جگہ پائی حرص و آز روا جائز حصولِ دولت کے بے لگام جذبات اُمنڈ پڑے انتظامِ مملکت میں ابتری نہ صرف ان نامناسب جذبات کے بے نیام نظام سے پھیل گئی بلکہ اس عدم میلان اور فقدان قابلیت کے سبب سے بھی جو کم علمی اور جہالت میں مضمر ہیں چونکہ یہ خرابیاں بہت ہی بُری طرح صفحہ عمل پر آگئی تھیں اسلئے سیول سروس کے آغاز کا مسئلہ جاذب نظر ہوا۔ پہلے ۱۸۸۴ء میں جدید سول سروس کلاس کھولی گئی اور ۱۸۹۱ء میں بند کر دی گئی پھر ۱۹۱۳ء میں دوبارہ کھلی اور ۱۹۲۰ء میں بند ہوئی ۱۹۲۶ء میں سہ بارہ قائم کی گئی اور اس وقت تک بحمد اللہ قائم ہے لیکن بہم میں اس تبدیلی اور بے تعلقی کے ساتھ کام نہیں کی گئی جس طرح کہ اسکے ابتدائی بانیوں نے کی تھی اس کے موجودہ بانی اپنے ایقان و جوش عمل سے اس چشمۂ جاریہ کو سیراب کرتے رہے ہیں شکر ہے کہ حضرت اقدس و اعلیٰ کی بدولت یہ اہم ترین اصلاح عمل میں آئی جو ملک کے حق میں آب حیات کا کام کر رہی ہے اگرچہ اس کا وجود حالیہ اور اسکے لئے مواقع بہت محدود ہیں لیکن میں یہ تصور کرنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ اس نے باوجود اس امر کے اپنی معیار کارگذاری نے کوئی مستحکم روایات کی شکل ابھی اختیار نہیں کی ہے تاہم اُس نے میدان عمل میں اپنی یکتائی کو ثابت کر دکھایا ہے اور اسکی ترقی کے آثار نمایاں ہو چکے ہیں ان آثار کو ہر شخص ناکس اس اعتماد کلی میں دیکھ سکتا ہے جسکی بنا پر اس طبقہ کا ہر محکمہ میں خیر مقدم کیا جاتا ہے، یہ نمایاں ہے اس جوش عمل و سرگرمی میں جو کہ اسکے ارکان کی جانب سے ملکی اقتصادی گتھیوں کو سلجھانے میں ظہور پذیر ہوئی ہے یہ بدولت از بام ہوتے ہیں اس ایقان و صداقت ہی کی جو کہ رعیت کے دلوں میں اس طبقہ نے پیدا کی ہے در حقیقت اس طبقہ کو بڑے اعتبارات حاصل ہیں لیکن ان کے نتائج منتہی دیا یا کچھ کم ہیں سا ہیں ان کا کام کہ ابھی اس تھک کو شستوں اور غیر متزلزل عزم سے سروس کے مقصد اور روایات کی تعمیر میں مصروف ہیں ان کو آزمائش طبع کی پر پیادرگاہی منزل سے گزرنا پڑا ان کے حصہ میں ایسے مقامات پر کام کرنا ہے جہاں کی تہذیب و تمدن نے ابھی ابتدائی ... ہی کی ان کو بعض دفعہ ایسے دور افتادہ مقامات پر زندگی بسر کرنا ہے جہاں ضروریات زندگی میسر نہیں ہوسکتے یہی ہیں وہ اکثر تابیں کی تسانہ ملکی پیروا کا مقصد پہنچتا ہے اگر یہ ارکان ان خطرات اور مشکلات سے جو ان کی ملازمت کے راستے میں حائل ہوتی ہیں اپنی ہمت مردانہ کو متاثر ہونے نہ دیں اپنے جوش عمل کو ماند پڑنے نہ دیں تو شاندار روایات کا تعمیر میں یا حصہ لیں گے جسکو آئندہ آنے والی نسلیں اپنے عزیز ترین اور شریف ترین جذبات کی طرح حرز جاں بنا رکھنے کی فقط

عہدہ داران سرکار عالی

شبیہ مولوی الٰہ داد صاحب ناظم کروڑگیری ممالک محروسہ سرکار عالی

مولوی قاضی محمد حسین صاحب صدر کلیہ جامعہ عثمانیہ

مولوی غلام یزدانی صاحب ناظم آثار قدیمہ

سررشتہ کروڑگیری سرکار عالی
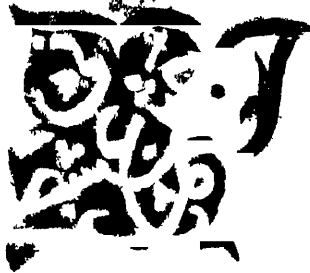
ہر ملک میں سررشتہ کروڑگیری آمدنی کا نہایت اہم سررشتہ ہوتا ہے مبارک عہد عثمانی میں جن قدیم سررشتوں میں ترقی و اصلاح عمل میں آئی ہے، ان میں سررشتہ کروڑگیری بھی شامل ہے اس مبارک دور میں اس کی جدید تنظیم عمل میں آئی اور اس کی آمدنی میں معتدبہ اضافہ ہوا۔

حیدرآباد میں قیام سررشتہ کروڑگیری کے بعد اس کا کام راجہ نانک بخش کے سپرد کیا گیا تھا لیکن ۱۲۷۰ھ میں نانک بخش اس کام سے علیحدہ کئے گئے اور سررشتہ مذکور بالمکند کے زیر نگرانی دیا گیا۔ پھر ۱۲۸۰ھ میں یہ سررشتہ نانک بخش کے سپرد ہوا۔ ۱۲۸۲ھ میں کروڑگیری کی آمدنی کا ٹھیکہ دیدیا گیا اور تقریباً (۴) سال تک اس کا کام ٹھیکہ دار کے زیر نگرانی انجام پاتا رہا لیکن ۱۲۸۶ھ میں کاشتکاروں نے پھر اس سررشتہ کو امانی میں لے لیا۔ اور افسر سررشتہ کا عہدہ تعلقدار قرار پایا۔

بابوجی پہلے تعلقدار کروڑگیری مقرر ہوئے ان کے بعد داراب جی کا تقرر عمل میں آیا ۱۲۹۹ف میں تعلقدار کا نام بدلکر افسر کروڑگیری کا لقب کمشنر اور مددگار کا عہدہ ڈپٹی کمشنر قرار پایا داراب جی کے بعد سپنسر جی، نواب عماد نواز جنگ، نواب فخر جنگ، نواب اقتدار جنگ وغیرہ یکے بعد دیگرے کمشنران کروڑگیری مقرر ہوئے اور اپنی خدمات کو عمدگی کے ساتھ انجام دیا ۱۳۱۲ف میں حبیب خان بہادر عبدالکریم معروف لعل خان کا تقرر سررشتہ کروڑگیری عمل میں آیا تو ۱۳۲۲ف میں اس عہدہ کا نام ”ناظم“ قرار دیا گیا۔

لعل خان کے بعد آغا حیدر حسن بہادر، نواب بہرام الدولہ جنگ، نواب محی الدین وغیرہ اس سررشتہ کے مشہور ناظم گذرے ہیں اسوقت اس سررشتہ کے ناظم مولوی محی الدین احمد صاحب ہیں۔

آپ اس سررشتہ کے دیرینہ ملازم ہیں اور ربع صدی سے زیادہ اس سررشتہ کے کام کا تجربہ رکھتے ہیں ۱۳۱۵ف میں آپ اس سررشتہ میں ابتداً ملازم ہوئے اور اسوقت سے اب تک درجہ بدرجہ ترقی کرتے ہوئے ناظم کی معزز خدمت تک پہنچے ہیں آپ نے عالمی سفر کیا ہے۔ اور متمدن ممالک کے کسٹمس کا مشاہدہ کرکے خاصا تجربہ حاصل کیا ہے، سرکار میں آپ کی خدمات بنظر قدردانی دیکھی جاتی ہیں۔

عہد عثمانی میں سررشتہ کروڑگیری کے انتظامات دنیا کے متمدن ممالک کی طرح نہایت باقاعدہ و منظم ہیں سرکار عالی کے حقوق صیغہ کروڑگیری پورے طور پر حاصل ہو رہے ہیں نیز رعایا اور ملازمین کی اخلاقی حالت بھی جہاں تک اس سررشتہ کا تعلق ہے۔ درست اور راہِ راست پر آگئی ہے۔ سال ۱۳۴۲ف میں اس سررشتہ کی آمدنی ایک کروڑ (۱۲) لاکھ روپیہ سے زیادہ رہی۔ آمدنی میں کمی و بیشی ہوتی رہتی ہے اس کا حصر ملک کی زرعی و اقتصادی حالت پر ہے۔

اس وقت اس سررشتہ کا کام تین ڈویژن پر منقسم ہے جس کی ذیلی تقسیم حسب ذیل ہے۔

محصول خانجات ریلوے و سرحدی۔	بیٹھہ جات۔	حلقہ جات۔	چوکیات۔	فیصل ناکہ جات
(۱۱)	(۳۱)	(۵۶)	(۱۷۲)	(۲۰۳)

ریلوے ناکہ جات۔	ٹپہ خانجات	ٹیپ ناکہ جات
(۲۱۶)	(۴۵)	(۱۲۵)

جوان ناکہ جات
(۴۹۳)

نمبر	نام دفتر	نمبر	نام دفتر	نمبر	نام دفتر	نمبر	نام دفتر
۱	سررشتۂ برقی	۱۱	جامعہ عثمانیہ	۲۱	بیمہ		قیام صوبہ داریاں اسمات
۲	آرایش بلدہ	۱۲	نظامت اعداد و شمار	۲۲	بس سرویس ریلوے		بندوبست
۳	زراعت	۱۳	ریلوے	۲۳	ورزش جسمانی		معلومات عامہ
۴	انجمن ہائے امداد باہمی	۱۴	نظامت لوکل فنڈ	۲۴	مہتممی تعلیمات نسوانی		ضلع باغات
۵	کوآپریٹیو کریڈٹ سوسائٹی	۱۵	مال حکومت	۲۵	چیف انسپکٹر کارخانہ جات بائیلرز		نظامت عدالت مطالبات خفیفہ
۶	آثار قدیمہ	۱۶	سررشتۂ عطیات	۲۶	دار الضرب		نشرگاہ لاسلکی
۷	رصد گاہ نظامیہ	۱۷	قیام مدرسہ جاگیرداراں	۲۷	نظامت تجارت و حرفت		ہوائی پرواز
۸	صنعت و حرفت	۱۸	ٹیلیفون	۲۸	نظامت علاج حیوانات		تعمیرات عامہ
۹	دار الترجمہ	۱۹	نظامت طباعت	۲۹	نظامت حفظان صحت		معدنیات
۱۰	نظامت ڈاکولات	۲	ڈرینج	۳۰	ایوانات شاہی		نظامت بلدیہ

نوٹ — ان جدید قایم شدہ دفاتر و محکمہ جات میں بلحاظ ضرورت متعدد دفاتر قایم ہیں ایسکے علاوہ سابقہ اور حالیہ تمام سررشتہ جات میں عظیم ترین بیشمار اصلاحات کئے مدنظر کئی ذیلی دفاتر وغیرہ کا بھی قیام عمل میں آیا ہے

تختۂ تعمیر پل ہائے جدید

نمبر سلسلہ	نام دریا	مقام	اندازہ لاگت
۱	مانیر	کریم نگر	[illegible]
۲	رود موسیٰ	سوریا پیٹھ ٹیک مٹلہ برج	[illegible]
۳	مانجرا	بنجرپلی	[illegible]
۴	رود مانجرا		[illegible]
۵	رود بھیما	یادگیر	[illegible]
۶	گوداوری	ناندیڑ	[illegible]
۷	کڈم	عادل آباد	[illegible]
۸	شاہ گڑھ گنگا	قریب گیوائی	[illegible]
۹	مانیرو	کھم سریاپیٹھ روڈ	[illegible]

رعایا و برایا کی سہولت و آسایش و حمل و نقل کے لئے مندرجہ بالا پل حسب فرمان خسروی تعمیر کئے گئے ۱۲ رمضان سنہ ۱۳۲۶ھ
رود موسیٰ کو طغیانی ہونے کے سبب بلدہ حیدرآباد کے تینوں پلوں کو کم و بیش نقصان پہونچا تھا خصوصاً پل افضل گنج و پل چادر گھاٹ کے چند کمانیں شکست ہوگئی تھیں جن کی تعمیر و ترمیم میں حسب ذیل مصارف عاید ہوئے۔

(۱) پل افضل گنج مع فوٹ پاتھ وکٹیرا آہنی ([illegible])
(۲) پل چادر گھاٹ " " " ([illegible])
(۳) پل مسلم جنگ اسمیں مزید دو کمانوں کا اضافہ کیا گیا ([illegible])

مرتبہ محمد فاضل

شہر حیدر آباد کے چار پل رود موسیٰ پر

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس پریس
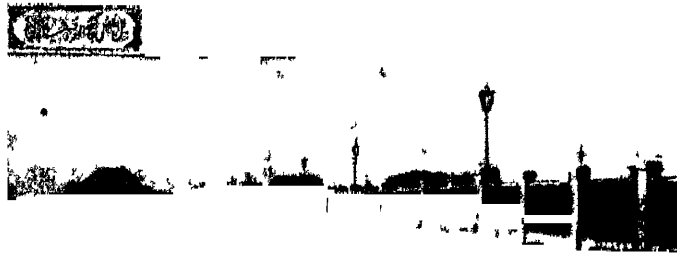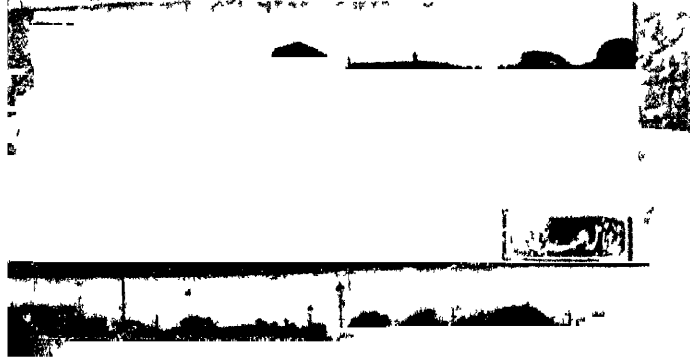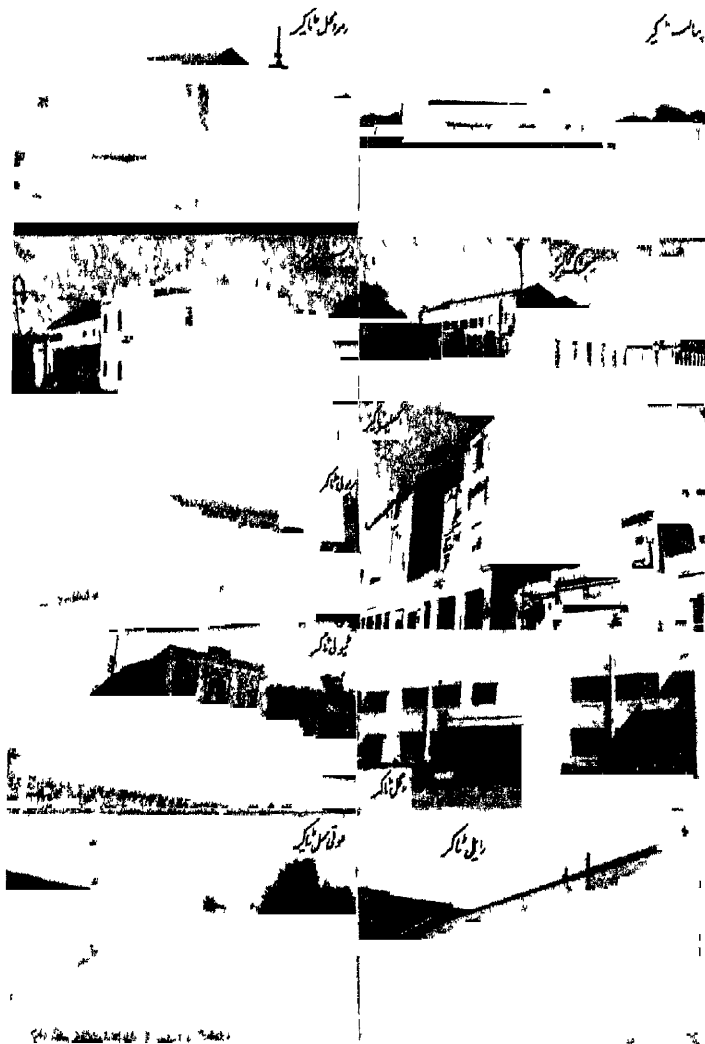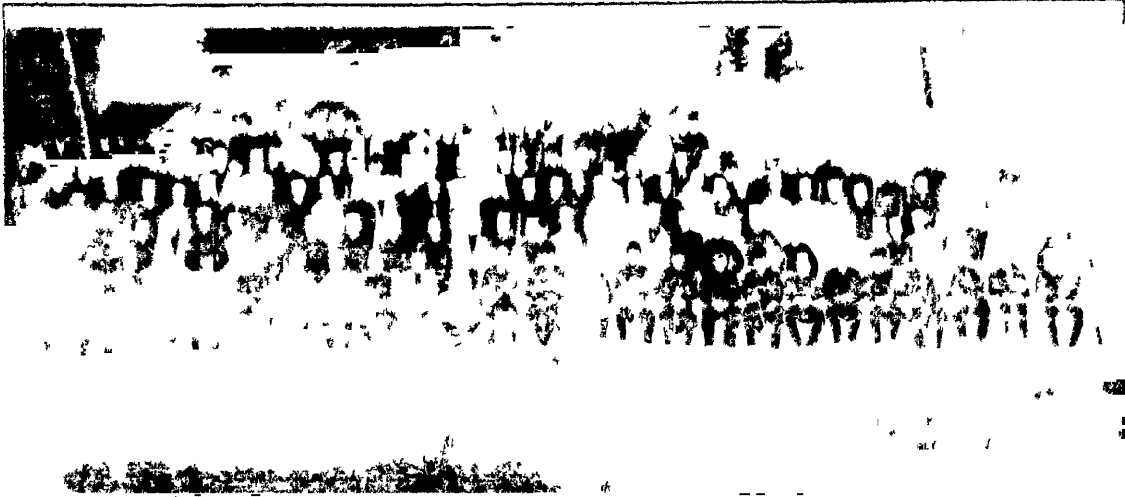
صدر محاسب سرکار عالی

نائب صدر محاسب سرکار عالی

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

میر مجلس نواب مہدی یار جنگ بہادر اور جمیع ارکان مدرسہ

بلدیہ

از مولوی محمد شاہ عالم خاں صاحب وکیل ہائیکورٹ و رکن مجلس بلدیہ

مجلس بلدیہ مجلس بلدیہ حیدرآباد کے ۳۶ ارکان ہیں جن میں سے ۱۳ منتخب کردہ، ۲۳ حکومت کے نامزد کردہ اور اوس مختلف علاقہ جات کے نمایندے ہوتے ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ نامزد کردہ اراکین میں سے ایک عیسائی، ایک پارسی اور ایک پست اقوام کا قائم مقام ہو۔ وہ علاقہ جات جن میں سے دس ارکان مقرر ہونگے حسب ذیل ہیں۔ علاقہ صرف خاص مبارک، علاقہ پائیگاہ علاقہ اسٹیٹ نواب سالار جنگ بہادر۔ اسٹیٹ پیشکاری۔ طبقہ جاگیرداراں۔ طبقہ طیلسانین و طبقہ ساہوکاراں و تجار۔ میر مجلس کا تقرر حکومت کی جانب سے تین سال کے لئے کیا جاتا ہے۔ اور نائب میر مجلس کو اراکین مجلس بلدیہ ہی ایک سال کے لئے منتخب کرتے ہیں۔ مجلس بلدیہ کی مدت رکنیت تین سال ہے۔

طریقہ رائے دہی انتخاب کے نقطہ نظر سے پورا شہر حیدرآباد تیرہ حلقہ جات انتخاب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اندرون بلدہ سات اور بیرون بلدہ چھ حلقہ جات انتخاب میں منقسم ہے۔ اور حلقہ سے ایک رکن خفیہ رائے دہی کے ذریعہ منتخب کیا جاتا ہے۔ خفیہ رائے دہی سے مراد یہ ہے کہ طریقہ انتخاب ایسا اختیار کیا گیا ہے کہ کسی دوسرے شخص کو اس امر کا علم نہ ہو کہ رائے دہندہ نے کس امیدوار کے لئے رائے دی۔ پرچہ جات انتخاب رائے دہی کے مقررہ مقام پر رائے دہندہ کو مہیا کئے جاتے ہیں جس پر امیدوار کا نام مع نشان امتیازی چھپا ہوتا ہے۔ اور رائے دہندہ کا فرض صرف اس قدر ہے کہ وہ معینہ تنہائی کے مقام پر اس امیدوار کے نام و نشان کے محاذی چلیپہ یا صاد یا کوئی اور مقررہ نشان جس کی ہدایت پرچہ رائے دہی میں درج ہوتی ہے بنادے جس سے یہ سمجھا جائیگا کہ رائے دہندہ اس شخص کو اپنا نمایندہ بنانا چاہتا ہے۔ ان پرچہ جات رائے دہی پر نام لکھنے کی ضرورت نہیں اور چونکہ رائے دہندہ نہ کسی قسم کی تحریر ہی لکھتا ہے۔ اسلئے کسی شخص کیلئے بھی ممکن نہیں کہ وہ اس امر کا علم حاصل کرسکے کہ کس خاص رائے دہندہ نے کسی امیدوار کیلئے رائے دی۔ نتیجتاً انتخاب کا آزادہونا ممکن ہوجاتا ہے۔

معیار رائے دہی حق رائے دہی استعمال کرنے کیلئے دو شرائط ہیں (۱) مقررہ عمر کا حاصل کرلینا اور (۲) مالی یا تعلیمی معیار کی تکمیل یقیناً ایسی پابندیوں کا عائد کرنا قرین عقل ہے تاکہ رائے دہندہ میں بہ لحاظ سن و سال اس قدر پختگی پیدا ہوگئی ہو کہ وہ اپنے عمل کی اہمیت کو سمجھ سکے اور علاوہ بریں شہر کے انتظام میں بلحاظ اپنی ملکیت یا تعلیمی دلچسپی لینے کا اہل ہو آخر الذکر شرط کی حد تک عام طور پر کم سے کم نہ کہ زیادہ سے زیادہ پابندی عائد کی جاتی ہے۔ موجودہ قانون کے مطابق ہر اس شخص کو حق رائے دہی حاصل ہے جو ۲۱ سال کی عمر کا ہو چکا ہو اور اس حلقہ انتخاب میں کم از کم یا ہو مالک یا کرایہ دار کی حیثیت سے کسی ایسی عمارت یا اس کے کسی حصہ پر جداگانہ طور پر قابض ہو جس کا ماہانہ کرایہ ۷ روپیہ سے کم نہ ہو یا کہ وہ کسی مسلمہ جامعہ کا گرانجویٹ ہو یا کسی ایسے امتحان میں کامیاب ہو جو بی اے کے مساوی ہو۔ اس کے ساتھ یہ پابندی بھی عائد کردی گئی ہے کہ اگر کسی شخص نے رائے دینے کی ایک سے زیادہ قابلیتیں جمع ہوگئی ہوں تو وہ ایک سے زیادہ رائے نہیں دے سکتا۔

تدوین رجسٹر انتخاب قانوناً ناظم بلدیہ کا فرض ہے کہ وہ ہر سال یکم خورداد کو یا اس سے قبل ان اشخاص کی حلقہ واری فہرست مرتب کرے جو بہ حیثیت رائے دہندہ
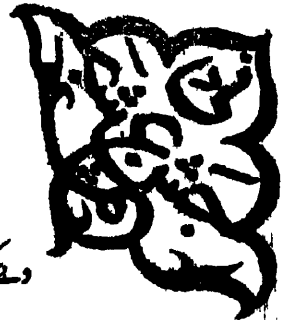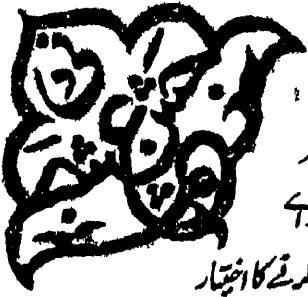
رجسٹر انتخاب میں درج کئے جانیکے قابل ہوں۔ اگر کم خورداد تک رجسٹر تیار نہ ہوگا تو جدید رجسٹر کے مرتب ہونے تک وہی رجسٹر نافذ رہے گا جو اس کے عین قبل نافذ تھا اس رجسٹر یا حلقہ واری فہرست کو اس لئے اہمیت حاصل ہے کہ صرف وہی شخص انتخاب بلدیہ میں رائے دے سکتا ہے جس کا نام اس رجسٹر میں درج ہے چونکہ حق رائے دہی یعنی اپنا نمایندہ منتخب کرنے کا اختیار ایک ایسا حق ہے جس کی قدر ہم کو کرنی چاہئے اس لئے ہر شہری کا یہ فرض ہے کہ وہ اس امر کی نگرانی کرے کہ اگر وہ رائے دینے کا اہل ہے تو اس کا نام بہ حیثیت رائے دہندہ درج رجسٹر کیا جائے اس مقصد کے تحت قانون نے ایسی گنجایش رکھی ہے کہ اگر سہواً یا عمداً کسی شہری کا نام درج نہ ہو تو اس کی اصلاح بروقت ہوسکے

چنانچہ ناظم بلدیہ کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ ۱۵ خورداد یا اس سے پہلے فہرست رائے دہندگان کی مطبوعہ نقل دفتر بلدیہ کے کسی منظر عام پر چسپاں کردے اور ماہ خورداد کے بقیہ دنوں تک اس کو اسی طرح چسپاں رہنے دے اور ساتھ ہی مقامی روزناموں میں اس کا اعلان کردے کہ فہرست مشتہرہ کی نقل کہاں اور کس قیمت پر مل سکتی ہے اگر کسی ایسے شخص کا نام جو اس کا دعویدار ہے کہ اس کا نام فہرست رائے دہندگان میں ہونا چاہئے تھا نہ ہو یا کہ کسی ایسے شخص کا نام فہرست رائے دہندگان میں ہو جس کا نام درج نہ ہونا چاہئے تھا تو اس شخص کو یہ اختیار ہے کہ یکم تیر تک ایسے دعویٰ کی تحریری اطلاع ناظم بلدیہ کو دے اور ناظم بلدیہ کا فرض ہوگا کہ ماہ تیر کے عشرہ ثانی میں فہرست کی نظرثانی کرے اور دعوے کی تحریری اطلاع ناظم بلدیہ کو اور ناظم بلدیہ کا فرض ہوگا کہ ماہ تیر کے عشرہ ثانی میں فہرست کی نظرثانی کرے اور دعاوی و اعتراضات کی سماعت کرے۔ اگر کوئی دعویدار یا اعتراض کنندہ ناظم بلدیہ کے فیصلہ سے مطمئن نہ ہو تو وہ تاریخ نامنظوری سے پانچ یوم کے اندر اس کا مرافعہ کرے۔ ناظم عدالت مطالبات خفیفہ کے روبرو کردے اور اس کا فرض ہوگا کہ بیس یوم کے اندر اس کا فیصلہ کردے جو قطعی اور آخری ہوگا۔

امیدواران

بلدیہ کے منتخبہ نشستوں کے لئے ہر وہ شخص خود کو بطور امیدوار کے پیش کرسکتا ہے جس کا نام کسی حلقہ سے بہ حیثیت رائے دہندہ رجسٹر انتخاب میں درج ہو البتہ چند اشخاص مستثنیٰ ہیں مثلاً جن کو عدالت سے قید یا تازیانہ کی سزا ملی ہو اور ایسی سزا عدالت مرافعہ سے منسوخ نہ ہوئی ہو دفتر بلدیہ کا کوئی عہدہ دار یا ملازم یا کوئی اور شخص جو بلدیہ کی اجازت سے بلدیہ کا کوئی کام اجرت سے کرتا ہو۔ ایسا شخص بھی بطور امیدوار کھڑا نہیں ہوسکتا جو بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی ایسے ٹھیکہ یا معاملے میں حق یا حصہ رکھتا ہو جو بلدیہ نے دیا ہو یا اس کی جانب سے دیا گیا ہو۔ ناظم عدالت مطالبات خفیفہ بھی رکن منتخب نہیں ہوسکتا۔

مجلس قائمہ

مجلس بلدیہ کا اجلاس معمولاً مہینہ میں ایک مرتبہ ہوتا ہے اسی مجلس کو تمام بلدی اعلیٰ اختیارات حاصل ہیں لیکن بلدیہ کے تفصیلی کاروبار اور انتظامات کی انجام دہی کیلئے ایک دوسری مجلس بھی قائم کی گئی ہے جو مجلس قائمہ کے نام سے موسوم ہے۔ مجلس قائمہ گویا ایک عاملانہ جماعت یا مجلس انتظامی ہے۔

مجلس بلدیہ عام انتخاب کے بعد بھی اپنے اجلاس اول منعقدہ ماہ آذر میں مجلس قائمہ کو منتخب کرتی ہے۔ مجلس قائمہ کے اراکین کی تعداد چھ ہے جن میں سے دو کا سرکاری ملازم ہونا ضروری ہے۔ مجلس قائمہ اپنا صدر نشین اپنے پہلے اجلاس میں منتخب کرلیتی ہے۔ اس کا نصاب تین ہے اور اس کا اجلاس معمولاً ہفتہ میں اور ضرورتاً دیگر اوقات میں اور ناظم بلدیہ کی تحریری درخواست پر چوبیس گھنٹہ کے اندر غیر معمولی اجلاس بھی منعقد ہوسکتا ہے۔ ناظم بلدیہ مجلس قائمہ کے اجلاسوں میں ہوسکتا ہے۔ البتہ رائے نہیں دے سکتا۔ مجلس قائمہ اپنے فرائض کی انجام دہی کیلئے ہر حلقے میں ذیلی کمیٹی بھی مقرر کرسکتی ہے جو ایک رکن مجلس بلدیہ اور دو دیگر اہالیان
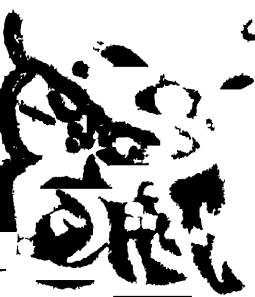
مولوی محمد شاہ عالم خاں صاحب معمر رکن بلدیہ سمت چہارم اندروں

شبیہ امیر خواجہ بہاء الدین

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس
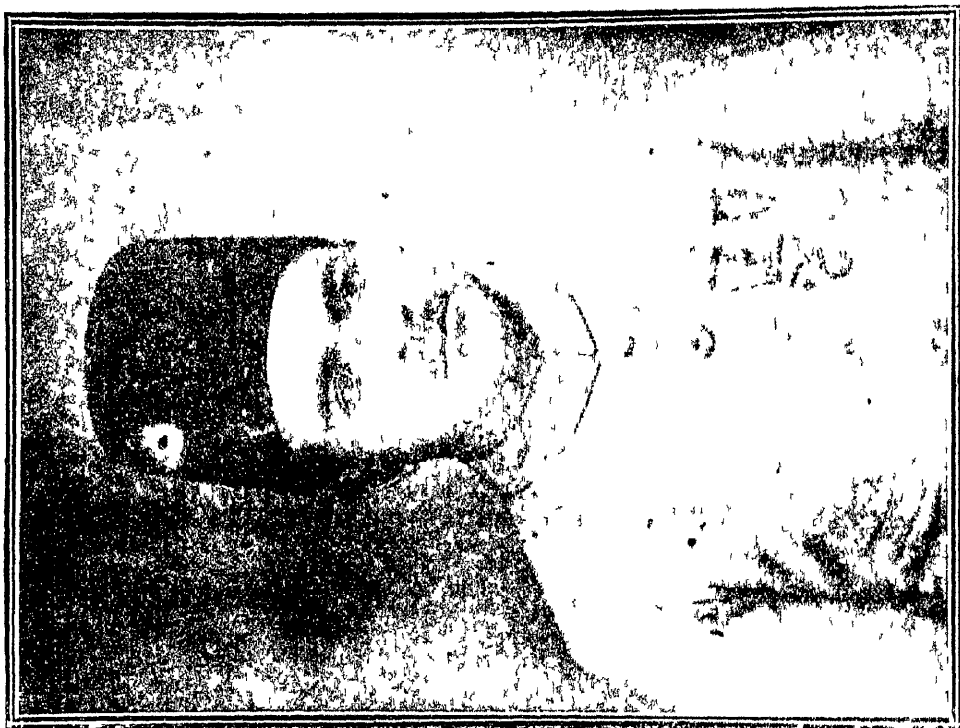
اعزازی ہاتھ میں مشتمل ہوگی۔ مجلس قائمہ کا ہر رکن ہر ایسے اجلاس کی شرکت کی بابتہ
جس میں نصاب کامل رہا ہو اور کام انجام دیا گیا ہو جس میں وہ ابتدا سے
انتہا تک حاضر رہا ہو دس روپیہ زیادہ پانے کا مستحق ہے گو اس کے ساتھ یہ شرط بھی
ہے کہ ایک ہفتہ میں دس روپیہ سے زیادہ معاوضہ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ ناظم بلدیہ کے
تخمینوں اور تجویزوں پر غور کرکے موازنہ بنانا بھی اسی کا کام ہے۔ جو غرض منظوری بلدیہ میں پیش کیا جائیگا۔

ناظم بلدیہ ناظم بلدیہ سرکار عالی کا مقرر کردہ عہدہ دار ہے وہ پانچ سال کی قابل تجدید مدت کے لئے مقرر کیا جاتا ہے اور کل وقت کا ملازم ہے گو یہ صحیح ہے کہ بیش ارکین کی رائے کی بنا پر اس کی علحدگی کی نسبت سرکار عالی میں تحریک کی جاسکتی ہے۔ لیکن بہت بڑی حد تک وہ مجلس بلدیہ سے آزاد اور خود مختار عہدہ دار ہے۔ اس کے اختیارات نہایت کثیر اور اعلیٰ ہیں اور یہ کہنا خلاف واقعہ نہ ہوگا۔ کہ وہ بلدیہ حیدرآباد کا مرکز ثقل ہے یہاں تک کہ وہ اپنے اختیار تمیزی کی بنا پر کسی مثل مراسلت نقشہ دستاویز تختہ کیفیت، حساب اور اعداد وشمار کو مجلس بلدیہ میں پیش کرنے سے انکار کرسکتا ہے۔ ایسی صورت میں مجلس بلدیہ زیادہ سے زیادہ ایک معینہ ترکیب کی کمیٹی مقرر کرسکتی ہے۔ جس کے فیصلے کے پابند مجلس بلدیہ و ناظم بلدیہ دونوں ہونگے۔ بہرحال ناظم بلدیہ سب سے بڑا انتظامی عہدہ دار ہے۔ یہ استثنائے معتمد بلدیہ تمام افسران صیغہ مثلاً۔ اگزیکیٹو انجنیر، بلدہ افسر، اسیسر اور مشیر قانونی بلدیہ اس کے ماتحت ہیں۔ تمام ماتحت عہدہ داران اور ملازمین کے فرائض کا تعین اور نگرانی اسی کا کام ہے۔ انتخاب کا پورا سلسلہ اسی کے ساتھ وابستہ ہے۔

فرائض مجلس بلدیہ بلدیہ حیدرآباد کے فرائض دو قسم کے ہیں۔ چند امور ایسے ہیں جن کا مناسب ومعقول انتظام کرنا اس پر ضروری ہے مثلاً بدروں نالیوں اور دیگر کارہائے رفاہ عام کی تعمیر نگہداشت وصفائی عام اور خانگی اغراض کے لئے کارہائے آبرسانی تعمیر کرنا اور قائم رکھنا، کثیف مادوں کا صاف کرانا اور ان کو ٹھکانے لگادینا مضر صحت مقامات کی اصلاح ولادت واموات کا درج رجسٹر کرنا فائر بریگیڈ کا قائم کرانا شوارع عام اور بڑے چھوٹے پلوں اور راستوں کی تعمیر، نگہداشت۔ تبدیلی۔ اصلاح اور ترقی۔

شوارع پر روشنی چھڑکاؤ اور ان کی صفائی کا انتظام کرنا وغیرہ وغیرہ۔ چند امور ایسے ہیں جن کا انصرام مجلس بلدیہ اپنے صوابدید پر کرسکتی ہے مثلاً ابتدائی تعلیم کے متعلق کارروائی کرنا باغات اور سبزہ زاروں کا قائم کرنا نامی اور معزز اشخاص کے لئے اڈریس تیار کرانا اور پیش کرانا کوئی ایسی تدبیر کرنا جو بہ گمان غالب عامہ خلائق کی صحت، عافیت، سہولت یا تعلیم کی ترقی دینے والی ہو۔

آمدنی بلدیہ حیدرآباد کو آمدنی کے حصول کے لئے چند ٹیکس بہ منظوری سرکار عالی وصول کرنے کا اختیار حاصل ہے جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) جائداد ٹیکس (۲) گاڑیوں اور چوپایوں کا ٹیکس (۳) آبرسانی کا ٹیکس

قابل ادائی ٹیکس جائداد کی قیمت کے مشخص کرنے کے دو طریقے ہیں اگر جائداد کرایہ پر دی گئی ہو تو اس کے سالانہ کرایہ پر یا اگر جائداد کرایہ پر نہ دیگئی ہو لیکن اس کے سال بہ سال کرایہ پر دئے جانے کی معقول توقع ہوسکتی ہو تو رقم متوقع سالانہ پر۔

مگر جو قیمت اس طرح قرار پائیگی اس میں سے فیصدی دس وضعات

بغرض ترمیمات اور دوسرے تمام امور متعلقہ جائیداد کی جائے گی۔
جائیداد کی قیمت قابل ادائی پر دو طرح کے ٹیکس ہوتے ہیں (۱) عام ٹیکس
جو پانچ فیصدی سالانہ سے کم اور دس فیصدی سالانہ سے زیادہ نہ ہوگا (۲) خاکروبی کا ٹیکس
جو اس شرح سے عاید کیا جائیگا کہ دو فیصدی سالانہ سے زائد نہ ہو آخر الذکر ٹیکس صرف چند شرائط
وحالات کے تحت عائد کیا جاسکتا ہے۔ جائداد کے ٹیکس سے چند مکانات یا عمارات مستثنی بھی ہیں مثلاً وہ عمارات ومکانات
جو کلیتاً خیراتی کاموں کیلئے مخصوص ہوں یا وہ جن کے مجموعی کرایہ کی تعداد چھ بیس روپیہ سالانہ سے کم ہو ان تمام گاڑیوں اور چوپایوں پر
جو حدود بلدیہ کے اندر رکھے جائیں۔ بہ شرح معین جس کا تعین بلحاظ مدت کیا جاتا ہے ٹیکس وصول کیا جاسکتا ہے۔ ان میں بھی چند
مستثنیات ہیں مثلاً ایسا گھوڑا جس کا رکھنا کسی شخص پر بموجب اس کے شرائط ملازمت سرکار عالی کے لازم ہو۔ مجلس بلدیہ ان کے علاوہ دیگر
ٹیکس بھی بہ منظوری سرکار عالی عاید کرسکتی ہے۔

قانوناً مجلس قائمہ پر پابندی عاید کی گئی ہے کہ موازنہ میں ایسی گنجایش رکھے کہ سال کے اختتام پر کم از کم دس ہزار نقد کی بچت
رہے۔ بنا برایں مجلس بلدیہ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ اگر اندرون سال کسی وقت موازنہ کی گنجایش میں باوجود رقوم منظورہ کی ایک مد کی
گنجایش کو کلاً یا جزاً دوسری مد میں منتقل کرنے کے یا کسی میشی کے اسی سال کی آمدنی اس سال کی منظور شدہ رقم کے پورا کرنے اور ختم
سال پر دس ہزار کے پس انداز کرنے کے لئے کافی نہ ہو تو وہ غیر منقضی مدت کے لئے مدت میں اضافہ بھی کرسکتی ہے۔

اختیار قرضہ بلدیہ کو سرکار عالی یا دوسرے اشخاص سے بہ منظوری سرکار عالی چند شرائط کے تحت قرضہ حاصل کرنے کا
بھی اختیار ہے۔ اور وہ بطریق ضمانت کل ٹیکس یا کوئی خاص ٹیکس یا اپنی مملوکہ جائداد غیر منقولہ بھی رہن کرسکتی ہے

تحت تعمیر تالاب و نہر

سلسلہ	نام تالاب	ضلع	لاگت	سلسلہ	نام تالاب	ضلع	لاگت
۱	حمایت ساگر	نواح حیدرآباد	[illegible]	۱۰	نظام ساگر	نظام آباد	[illegible] کروڑ [illegible]
۲	خزانہ آب پالیر	ورنگل	[illegible]	۱۱	نہر نظام ساگر		
۳	فتح نہر	میدک	[illegible]	۱۲	نہر نظام ساگر مع شاخیں		
۴	محبوب نہر	نظام آباد میدک	[illegible]	۱۳	اجرائی آب نظام ساگر		
۵	تالاب رائن پلی	میدک	[illegible]	۱۴	پینڈلی پا کلیر پراجکٹ	دیور کنڈہ ملگنڈہ	زیر تعمیر
۶	تالاب بائل مرجڈ	رائچور	[illegible]	۱۵	تنگبھدرا پراجکٹ		زیر تجویز
۷	خزانہ آب دیرا	ورنگل	[illegible]	۱۶	اتھم پراجکٹ	سرسلہ	
۸	عثمان ساگر	نواح حیدرآباد	یک کروڑ [illegible]	۱۷	پوڈن بلل تالاب	سمت نظام آباد	
۹	تالاب سنگو سوپالم	ورنگل	[illegible]				

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

نظام ساگر (حیدرآباد دکن)
کنٹہ تالاب حسین ساگر حیدرآباد دکن

مشن و چرچ اضلاع ممالک سرکار عالی

نشان سلسلہ	نام موضع و تعلقہ ضلع	تعداد مشن	اسٹیشن مقام مشن	نام مشنری
۱	۲	۳	۴	۵
۱	تعلقہ ہنگولی	۳	اسٹیشن ہنگولی	پریسٹنٹ رومن کیتھلک ہمبری گرینڈ
۲	گلبرگہ	۱	اسٹیشن گلبرگہ	چرچ
۳	تحصیل شاہ آباد	۱	ریشاہ آباد	قبرستان عیسائی
۴	تعلقہ بیدر	۱	رر دہارور	امریکن چرچ
۵	ضلع کریم نگر	۲	اسٹیشن قاضی پیٹھ	ویسلین مشن گرجا
۶	رر رائچور	۱	رر رائچور	سنٹ فرنسس اسزلس چرچ
۷	رر	۱	تہہ میل	امریکن تہورنسٹ مشن
۸	تعلقہ لنگسگور	۱	قصبہ گل	پادری گرجا
۹	ضلع نظام آباد	۱	اسٹیشن نظام آباد	مشن
۱۰	ڈچپلی	۱	رر ڈچپلی	مشن
۱۱	اورنگ آباد چہاونی	۲	رر اورنگ آباد	دیسی کرستان و یوروپین نو مسیحی یوروپین
۱۲	جالنہ	۳	اسٹیشن جالنہ	رومن کیتھلک
۱۳	موضع کیلی گواہان	۲	رر بلناپور	رر رر
۱۴	رر ہیٹلم	۲	جالنہ	رر رر
۱۵	رر صاحی تعلقہ عنبڑ	۱	رر	دیسی کرستان
۱۶	موضع	۱	اورنگ آباد	رر رر
	راپٹ گاؤن تعلقہ بیٹر			
۱۷	گھوگرگاؤن تعلقہ دیجاپور	۱	باسرڈولاسو	رومن کیتھلک
۱۸	مورسر تعلقہ دیجاپور	۱	رر	رر

نشان سلسلہ	نام موضع و تعلقہ ضلع	تعداد مشن	اسٹیشن مقام مشن	نام مشنری
۱	۲	۳	۴	۵
۱۹	تعلقہ محبوب نگر	۱	محبوب نگر	دیسی کرستان
۲۰	موضع ماناجی پیٹھ تعلقہ محبوب نگر	۱	رر	امریکن بیاٹسٹ مشن
۲۱	نواب پیٹھ تعلقہ محبوب نگر	۱	رر	رر رر رر
۲۲	دیورکدرہ رر	۱	رر	رر رر رر
۲۳	ناگرکرنول رر	۱	ناگرکرنول	امریکن مشن
۲۴	امرآباد رر	۱		امریکن براٹسٹ
۲۵	قصبہ میدک	۱	اکنا پیٹھ	چرچ وعبادت گاہ
۲۶	قصبہ راماین پیٹھ	۱	رر	رر رر
۲۷	سنگاریڈی	۱	شنکرپلی	رر رر
۲۸	موضع مروہنہ	۱	اکنا پیٹھ	رر رر
۲۹	سدی پیٹھ	۱	آلیر	رر رر
۳۰	ہیرپیٹھ ضلع نلگنڈہ	۲	کہمم پیٹھ	چرچ یاٹ سنٹ مشن
۳۱	موضع مشتیال رر	۲	رر	رر رر رر
۳۲	تعلقہ حضور نگر	۱	رر	ڈیسی گراسمی میڈنگ علاقہ اپلی
۳۳	مرلہ چیرڈو شم پلی تعلقہ حضور نگر	۱		رر رر رر
۳۴	ڈنڈہ پہاڑ رر	۱		رر رر رر
۳۵	نبگوڑ رر	۱		رر رر رر
۳۶	رگھوناتھ پالم رر	۱		رر

نمبر	نام	تعداد	مقام	کیفیت
۳۷	ضلع نلگنڈہ	۲		امریکن بیاپٹسٹ مشن
۳۸	تعلقہ بھونگیر	۱	آلیر	مشنری جماعت کرسچین
۳۹	جنگاؤں	۱	جنگاؤں	امریکن مشن
۴۰	موضع نرسٹھہ	۱		گرجا
۴۱	تعلقہ بھناباد واطراف ملدہ	۱	بھناباد	الوارنیڈلونائی شاہ من جیب فنادیبی یادری
۴۲	کم ہٹانہ ہمناباد	۱		مسٹر دراسوامی
۴۳	ہنگنڈہ	۱	قاضی پیٹھ	مشن
۴۴	اورنگ آباد	۱	اورنگ آباد	مشن
۴۵	عثمان آباد	۱	عثمان آباد	״
۴۶	وقار آباد	۱	وقار آباد	״
۴۷	سمتان ونیرتی	۱	ڈینرقی روڈ	״
۴۸	یردی بزرگ	۱	״	״
۴۹	شمس آباد	۱	شمس آباد	مشن
۵۰	رومن کیتھلک اورنگ آباد	۱	اورنگ آباد	״
۵۱	بھیف	۱	نانڈیر	״
۵۲	ابراہیم پٹن	۱	ابراہیم پٹن	״
۵۳	مکتھل	۱	مکتھل	״
۵۴	کلواکرتی	۱	کلواکرتی	״
۵۵	کہیم	۱	کہیم	״
۵۶	یلندو	۱	یلندو	״
۵۷	مدہرہ	۱	مدہرہ	״

چرچ دارالسلطنت حیدرآباد

نمبر شمار	نام چرچ	مقام	ماہوار	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
۱	رومن کیتھلک	سانیہ توپ	صمار	
۲	انڈین چرچ کمیٹی		مار	
۳	پراٹسٹنٹ چرچ	گرامر اسکول	سماصلعہ	
۴	میتھوڈیسٹ چرچ	نواح باغ عام	ماصہ	
۵	فرنڈ اینڈ سوسائٹی		للعہ	
۶	وسلی گرجا	نگل کنٹہ		
۷	سنٹ جارج چرچ	گل باغ سلطان بازار		
۸	چرچ یس-پی-جی	نیابازار ״		
۹	چرچ وقبرستان	حیدرگوڑہ		
۱۰	گرجا	چلکل گوڑہ		
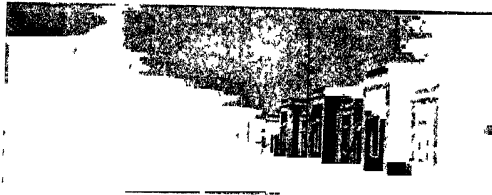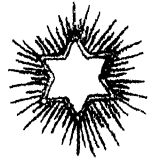
حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

ارتقائے تعلیم

مولوی محمد عبد الحمید صاحب ایم اے لکچرار سٹی کالج حیدرآباد دکن

قوم کے نونہالوں کی تعلیم و تربیت متمدن ممالک میں حکومت کا سب سے اہم فریضہ سمجھا جاتا ہے۔ ہر ملک جہاں کی حکومت قومی کہی جاسکتی ہے۔ اپنی توجہات کا بہترین حصہ نئی پود کے نشو و نما اور تعلیم و تربیت پر صرف کرتا ہے۔ یہی حقیقت میں قوم کو قوم بنانے والا کام ہے۔ اس پر شاندار مستقبل اور آئندہ کے سود و بہبود کا انحصار ہے۔ قومی ضروریات کے تمام شعبوں کی کامیابی اور ترقی کا ضامن یہی گروہ ہے جو آج بغلوں میں کتابیں دبائے دنیا و مافیہا سے بے خبر مدرسوں اور تعلیم گاہوں کو جاتا نظر آتا ہے۔ اس گروہ کی جسمانی، دماغی اور اخلاقی ترقی کیلئے جس قدر بھی کوشش کی جائے کم ہے۔ ہمارے وطنِ مالوف کا مستقبل بھی ہمارے ملک کے ان بے شمار نونہالوں سے وابستہ ہے جو آج مدارس تحتانیہ، وسطانیہ، فوقانیہ اور کالجوں میں زیر تعلیم ہیں ہماری یہی مبارک نسلیں اس فخر ہندوستان سرزمین کو اپنے کارناموں سے شہرت بخشیں گے۔ ہم اپنی خوش قسمتی پر جس قدر بھی فخر کریں بجا ہے کیونکہ ہمارے ظل اللہ اعلیٰ حضرت **نواب میر عثمان علی خان بہادر آصف جاہ سابع** خلد اللہ ملکہ نے اپنی عزیز رعایا کی فلاح و بہبود جلالہ اور کام جاری فرمائے اس قوم ساز سر رشتے یعنی تعلیمات کی طرف بھی خاص توجہ مبذول فرمائی۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہماری قومی زندگی کے ہر شعبے میں اس وقت جو ترقی کے آثار نظر آرہے ہیں۔ اور تابناک مستقبل کی جو توقعات پیدا ہوگئی ہیں اس کا راز حضرت سلطان العلوم کی تعلیمی مسیحا نفسی میں مضمر ہے تو بیجا نہیں۔ اور بے اختیار مولانا سلیم مرحوم کا ہم نوا ہو کر دل پکار اٹھتا ہے۔

زندہ کردی چوں مسیحا علم و فن را در دکن ؎ زندہ باش اے حضرتِ عثمان علی خاں زندہ باش۔

اس مختصر مضمون کا مقصد تعلیم و تربیت کے بارے میں مسیحائے علم و فن حضرت سلطان العلوم کے بابرکت دور (خدا تعالیٰ اس کو عرصہ دراز تک قایم رکھے) کی تعلیمی ترقیوں کو اجمالاً پیش کرنا ہے۔

اگرچہ تعلیم کے معاملے میں بھی بہت عرصہ پہلے نواب سر سالار جنگ اول نے انتظام مملکت کے اور شعبوں کی طرف توجہ کی اور ان کی مساعی سے قدیم اور جدید دونوں قسم کی تعلیم کے لئے شہر حیدرآباد میں مدارس کا قیام عمل میں آیا لیکن رفتارِ ترقی بہت ہی دھیمی رہی اور ایک طویل مدت کے بعد بھی حضرت سلطان العلوم کی اورنگ نشینی کے وقت ہمارے ملک میں صرف دو کالج تھے ایک انگریزی تعلیم کا دوسرا مشرقی تعلیم کا۔ مدارس کی تعداد بھی نہایت محدود تھی۔ صنعتی اور فنی تعلیم کی

مرتبہ محمد فاضل
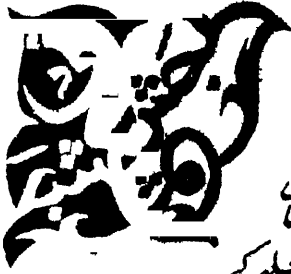
طرف تو بہت ہی کم رجحان تھا اور کارآمد فنون کی تحصیل کے لئے بہت
ہی کم تعلیم گاہیں قائم تھیں۔ جیسا کہ اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے حضور پرنور نے
اپنی تخت نشینی کے ساتھ ہی اس سررشتے کو اپنی شاہانہ توجہات سے بطور خاص
مفتخر فرمایا اور سررشتے کی عنانِ نظم و نسق لائق اور کارداں افراد کے سپرد فرما کر تعلیم کے
ہر شعبے میں وسعت و ترقی کے سامان بہم پہنچائے۔ قبل ازیں ابتدائی تعلیم جو ہر انسان کے لئے حاصل کرنا ضروری ہے
اور جس پر آئندہ کی تعلیمی ترقیوں کا دارومدار ہے نہ صرف محدود بلکہ غیر مستحکم تھی۔ جو مدارس ابتدائی قائم تھے ان میں نصاب کی
یکسانیت تھی نہ طریقہ ہائے تعلیم میں جدت۔ زیادہ تر ملاؤں۔ پنتلوں کے خانگی ادارے اس کام کو انجام دیتے تھے۔ جو لوگ
بچوں کی فیس ادا کرنے یا خانگی استاد کی خدمات حاصل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے ان کے لئے اس کے دروازے بھی
بند تھے۔ اولاً ابتدائی تعلیم عام کر دی گئی نہ صرف شہروں اور قصبات بلکہ گاؤں گاؤں میں مدارس تحتانیہ قائم کئے گئے
اور ملک کی چاروں زبانوں، اردو، تلنگی، مرہٹی، اور کنڑی میں تحتانی تعلیم کے تمام انتظامات مستحکم طور پر عمل میں لائے گئے
نیز قانون کے ذریعہ ابتدائی تعلیم کو مفت کر دیا گیا جس سے ملک کی خواندگی میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ ابتدائی تعلیم کی تعمیم
کے ساتھ ہی مدارس ثانویہ کی توسیع و استحکام کی ضرورت بھی لاحق ہوئی۔ ثانوی تعلیم کا مسئلہ بھی بہت اہمیت رکھتا ہے
طلبہ کی ایک جماعت کثیر اس درجے کی تکمیل کے بعد تعلیم ختم کر کے عملی زندگی میں داخل ہوتی ہے تو اس کے ساتھ ساتھ ایک
اور بڑی جماعت اعلیٰ تعلیم کے درجے میں قدم رکھتی ہے ان دونوں امور کے مدنظر اس درجے کی تعلیم کو خود مکتفی اور اعلیٰ
تعلیم کا زینہ بنانے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ عہدِ ہمایونی میں وقتاً فوقتاً ان امور کے مدنظر اصلاحات کی جاتی رہی ہیں۔
مدارس وسطانیہ اور فوقانیہ کی تعداد میں نہ صرف غیر معمولی اضافہ ہوا بلکہ کارآمد مضامین کو شریک نصاب کیا گیا۔ اس وقت
ریاست حیدرآباد کے تمام شہروں اور مستقرہائے اضلاع بلکہ بعض بڑے بڑے تعلقات میں بکثرت فوقانیہ مدارس قائم ہیں۔ کچھ
دنوں سے حرفتی تعلیم کا بندوبست بھی ہونے لگا ہے۔ دستی مشاغل جو طلبہ کی ذہنی ترقی میں ایک گونہ معاون ہوتے ہیں۔ تقریباً
تمام مدارس ثانویہ میں رائج کئے گئے ہیں۔

ابتداءً اعلیٰ تعلیم کے لئے حیدرآباد میں صرف دو کالج قائم تھے ایک دارالعلوم جہاں علوم مشرقیہ سکھائے جاتے تھے
اور دوسرا نظام کالج جس میں مغربی علوم کی تعلیم ہوتی تھی۔ یہ دونوں درسگاہیں۔ بیرون ملک کی جامعات سے ملحق تھیں اول الذکر کا
الحاق جامعہ پنجاب سے تھا اور آخر الذکر کا جامعہ مدراس سے۔ اعلیٰ تعلیم کی حد تک نہ مقامی ضروریات کسی طرح ملحوظ تھیں نہ ملکی
السنہ کا کوئی خاص خیال پیش نظر تھا۔ قومی ترقی کے لئے مشرقی و مغربی علوم کا باہمی امتزاج اور ملک کی مشترکہ قومی زبان کے ذریعہ
علوم و فنون کی تحصیل، جو اس وقت سارے ہندوستان میں صرف اس ریاست ابدمدت کا طرۂ امتیاز ہے، عہدِ عثمانی کی پائیدار برکات
میں سے ہے۔ جامعہ عثمانیہ کی تاسیس فرما کر اعلیحضرت بندگانعالی نے نہ صرف یہ کہ حیدرآباد کی تعلیمی ترقی کی رفتار میں صد گونہ اضافہ فرمایا ہے
بلکہ سارے ہندوستان کے تعلیمی معاملات میں بے نظیر رہنمائی فرمائی ہے۔ اس جامعہ کے شاندار ثمرات کو دیکھ کر آج
ہندوستان کے تقریباً ہر صوبے میں ملکی زبانوں کو تعلیم کا ذریعہ بنانے کا میلان پیدا ہو گیا ہے
اگرچہ ابتداً بعض ماہرین تعلیم کو اس جامعہ کی کامیابی مشتبہ نظر آتی تھی، لیکن ملکی
زبان کے ذریعہ تحصیل علم سے جو ذہنی ارتقاء حیدرآباد کے نوجوانوں میں نظر آیا۔

یادگار سلور جوبلی آصف سابع

مولوی خان فضل محمد خانصاحب ناظم تعلیمات

مولوی محمد حسین صاحب نائب ناظم تعلیمات

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس
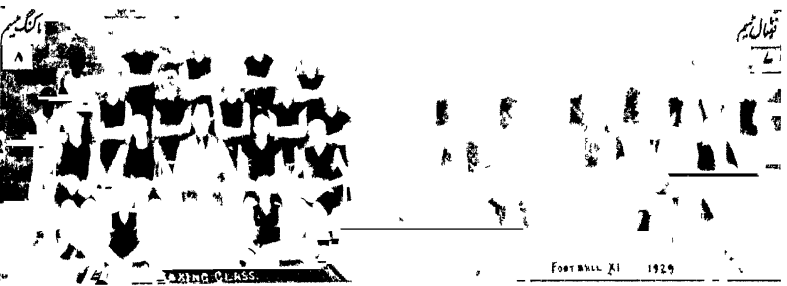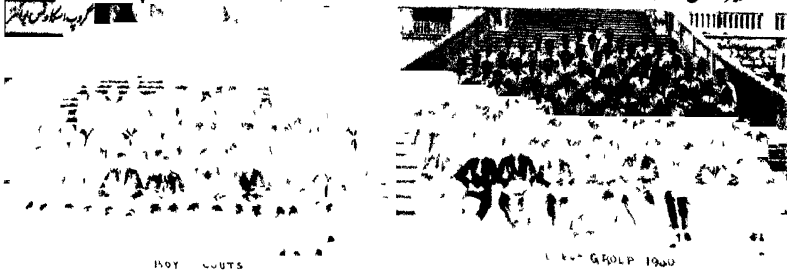
اس نے نہ صرف اُن کے تمام شبہات رفع کر دئیے بلکہ اس طریقے کا ان کو بھی گرویدہ بنا دیا۔ حقیقت میں یہ ایک ہی اعجاز تعلیمی عہد عثمانی کو تاریخ میں اپنی نظیر آپ بنانے کے لئے کافی ہے۔ حضور پر نور کی دور رس طبیعت نے ملک کی ترقی کے لئے اس جامعہ کے ذریعہ وہ راستہ کھول دیا جس پر گامزن ہو کر اقوام یورپ اوج کمال کو پہنچی ہیں اور آج حیدر آباد بھی اس منزل کی طرف تیز قدمی سے گامزن ہے۔

کسی ملکی زبان کو اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ بنانا آسان کام نہیں۔ انگریزی میں علوم و فنون کا جو بے نظیر ذخیرہ موجود ہے اور ہر علم و فن کی جس قدر کثیر اصطلاحات پائی جاتی ہیں ان کو کسی دیسی زبان میں منتقل کرنا صرف حضرت سلطان العلوم کی شاہانہ ہمت ہی کا کام تھا۔ ذات شاہانہ نے اولاً دار الترجمہ اور مجلس وضع اصطلاحات قایم کر کے اس دشوار گزار مرحلہ کو رفع فرما دیا۔

اس ادارے کی کوشش سے اردو زبان جس میں قدرتاً ترقی کرنے اور اصطلاحات علمیہ کو خوش اسلوبی سے قبول کرنے کی صلاحیت ہے۔ بہت سی بلند پایہ علمی کتابوں اور ہزاروں علمی اصطلاحات سے مالا مال ہو گئی۔

عمومی تعلیم کی اس غیر معمولی توسیع و تعمیم کے ساتھ مخصوص طبقات، خاص خاص گروہوں کے لئے بھی جو سماجی اور معاشی خصوصیات کی بناء پر ایک جداگانہ حیثیت رکھتے تھے۔ تعلیم کا بندوبست نہایت ضروری تھا۔

پست اقوام جو چھوت چھات کے خیالات اور اپنی معاشی اور سماجی پستی کی وجہ سے سابق میں تعلیم سے سراسر محروم تھے وہ بھی اس مبارک عہد میں زیور علم سے آراستہ ہونے لگے۔ اور مختلف اضلاع اور دار السلطنت میں اُن کے لئے خصوصی مدارس قایم کئے گئے ہیں۔ ہندوستان کے اور حصوں میں قومی کارکنوں کی کوششوں کے باوجود اس طبقے کی تعلیمی حالت ابھی اس درجے کو نہیں پہنچی جو ہمارے علم پرور بادشاہ کے مبارک عہد میں یہاں اس وقت نظر آ رہی ہے۔ حضور پر نور کی توجہات عالیہ سے جاگیرداروں کے معزز طبقے کے لئے جو تعلیم سے عموماً بھاگتے تھے۔ ایک نہایت شاندار اور ترقی پذیر درسگاہ جاگیردار کالج کے نام سے قایم ہوئی۔ جس پر اس معزز طبقے کے نونہالوں کو اقامت کے ساتھ اُن کے شایان شان تربیت بھی دی جاتی ہے ملکی صناع۔ گل کاری، برقیات، انجینیری، طب قدیم و جدید اور قانون کی تعلیم کے لئے بھی مختلف درسگاہیں۔ اس دور کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ اساتذہ کو جدید طریقہ ہائے تعلیم سے آگاہ کرنے اور پیشہ درس کی کارکردگی کو ہر وجوہ بہتر بنانے کے لئے ایک کلیہ معلمین اور کئی مدارس تعلیم المعلمین بھی اسی بابرکت دور میں قایم ہوئے ہیں۔

تعلیم نسواں کی طرف زمانہ سابق میں حیدر آباد کی توجہ بہت ہی کم رہی ہے۔ ساری ریاست میں لڑکیوں کی تعلیم کیلئے صرف (۸۰) مدارس تحتانیہ اور (۱۰) مدارس ثانویہ سے زیادہ نہ تھے۔ اُن کی اعلیٰ تعلیم کے لئے سرے سے کوئی انتظام نہیں تھا۔ عہد عثمانی کے پچیس برس کے اندر تعلیم نسواں نے اس قدر حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ اب (۶۷۴) مدارس تحتانیہ (۲۵) مدارس ثانویہ اور ایک زنانہ کالج اور چار مدارس تعلیم المعلمات میں معلمات کی تربیت اور ٹرننگ کے پردے کی سواریاں خاطر خواہ انتظام کے ساتھ موجود ہیں۔

اس مبارک دور میں ملک کے چہرے سے جہالت کا بدنما داغ دور کرنے کے لئے تعلیم بالغاں کی بھی ایک وسیع اسکیم کو نافذ فرمایا گیا اور تقریباً پچاس مدرسے ایسے قایم کئے گئے جو پختہ عمر کے لوگوں کو مفت ابتدائی

تعلیم دیتے ہیں۔ ان کے اوقات بطور خاص ایسے مقرر کئے گئے کہ ملازمت پیشہ افراد اپنے کاروبار کو نقصان پہنچائے بغیر لکھنا پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ اس وقت کوئی دو ہزار آدمی اس طرح راست علم سے استفادہ کر رہے ہیں۔ وہ بدنصیب بندگانِ خدا جو نابینائی۔ عدم گویائی اور ثقلِ سماعت کی وجہ سے قدرتاً ہر طرح مجبور ہوتے ہیں۔ ہمارے علم نواز بادشاہ کی نظرِ عنایت سے محروم نہیں رہے۔ اور اندھوں گونگوں اور بہروں کی تعلیم کے لئے بھی ضروری انتظامات فرمائے گئے۔ مجملاً ترقی کا اندازہ لگانے کے لئے یہ کہہ دینا کافی ہوگا کہ مدارس کی تعداد جو ایک ہزار سے کم تھی پانچ ہزار سے زیادہ ہوگئی۔ طلبہ کی تعداد ۶۶ ہزار کی بجائے ساڑھے تین لاکھ تک پہنچ گئی اور مصارفِ تعلیمی جن کی مقدار سابق میں صرف تیرہ لاکھ تھی تقریباً ایک کروڑ روپے ہوگئے ہیں۔

انعامداران

مدارج	ہندو	مسلمان	دیگر اقوام	جملہ
جو ایک روپیہ سے ۵۰ روپیہ تک سالانہ معاش پاتے ہیں	۶۱۸۰۵	۹۱۰۶	۱۴۲۸	۷۲۳۳۹
" ۵۰ " ۱۰۰ " "	۴۸۶۵	۱۰۸۷	۳۶	۵۹۸۸
" ۱۰۰ " ۲۰۰ " "	۲۰۰۲	۶۰۸	۱۲	۲۶۲۲
" ۲۰۰ " ۲۵ " "	۴۰۸	۱۶۰	۰	۵۶۸
" ۲۵۰ " ۳۰۰ " "	۲۴۲	۷۴	۰	۳۱۶
" ۳۰۰ " ۴۰۰ " "	۲۳۲	۸۳	۱	۳۱۶
" ۴ ۵۰۰ " "	۱۵۵	۶۰	۱	۲۱۶
" ۵۰۰ سے زائد " "	۶۸۳	۱۷۶	۱	۸۵۰
میزان	۷۰۳۸۲	۱۱۳۵۴	۱۴۷۹	۸۳۲۱۵

رسوم داران

مدارج	ہندو	مسلمان	دیگر اقوام	جملہ
جو ایک روپیہ سے ۵۰ تک سالانہ رسوم پاتے ہیں	۱۴۶۶	۱۰۲	۰	۱۵۶۸
" ۵۰ " ۱۰۰ " "	۶۰۸	۳۳		۶۴۱
" ۱۰۰ " ۲۰۰ " "	۵۳۵	۱۹	۰	۵۵۴
" ۲۰۰ " ۲۵۰ " "	۱۲۸	۳		۱۳۱
" ۲۵۰ " ۳۰۰ " "	۱۰۰	۵	۰	۱۰۵
" ۳۰۰ " ۴۰۰ " "	۱۲۸	۷	۰	۱۳۵
" ۴۰۰ " ۵۰۰ " "	۷۵	۴	۰	۷۹
" ۵۰۰ سے زائد " "	۳۱۱	۲۴	۰	۳۳۵
میزان	۳۳۵۱	۱۹۷	۰	۳۵۴۸
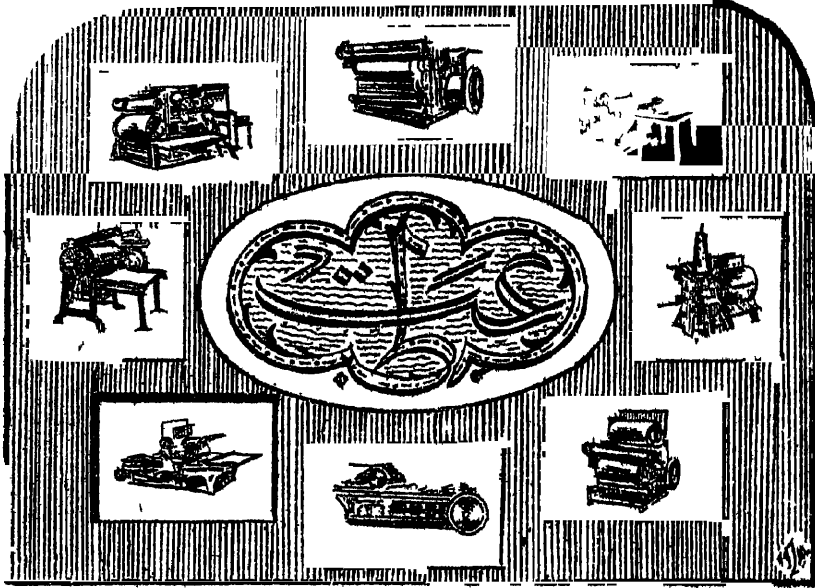
مرتبہ محمد فاضل

از جناب میرزا محمد عصمت اللہ بیگ صاحب

فن طباعت پر ایک طائرانہ نظر اور عہد ہمایونی میں اسکی ترقی

اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کے پیش نظر جامعہ عثمانیہ کی تشکیل سے چونکہ ملک کی ذہنی سطح کی بلندی مدنظر تھی ۔ لہذا اس کے مستقل قیام اور خوشگوار وجود نے فرزندان جامعہ کی تربیت کے ساتھ ساتھ اہل ملک کے دلوں میں ترقی کی ایک برقی رو دوڑا دی ۔ جس سے ہر شخص اپنے اپنے فن میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگا ۔ اس رفتار ترقی میں جہاں مختلف فنون میں اہل ملک کا ذوق سلیم کامیاب ہونے لگا ۔ وہاں فن طباعت میں بھی نہایت چستی اور تیزی کے ساتھ قدم آگے بڑھایا ۔ اہل ملک کی ہمدردی اور گورنمنٹ کی سرپرستی رہبر معاون بنے ۔ ان دونوں قوتوں نے کچھ ایسی طاقت بخشی کہ یہ فن بھی دن دونی رات چوگنی ترقی کرنے لگا ۔ اب اگر گزشتہ اور موجودہ طباعت کا مقابلہ کیا جائے تو بس ایک فرق عظیم معلوم ہوتا ہے ۔

بمقابلہ پہلے کے فن طباعت کے دلدادہ نہ صرف اپنے اپنے کاروبار میں ماہر اور چابکدست نظر آرہے ہیں ۔ بلکہ بڑی حد تک طباعت کے ذیلی فنون میں بھی ترقی کرتے جارہے ہیں ۔

ایک ماہر فرانسیسی کا قول ہے ۔ کہ "ملک کی دماغی پیمایش، خیالات کا ارتقا، علمی چہل پہل، نفیس مذاق، اعلیٰ جذبات اور علوم وفنون کی ترقی کا صحیح اندازہ لوگوں کی زرق برق پوشاکوں اور دھواں دھار تقریروں سے ہیں ۔ بلکہ وہاں کی تالیف وتصنیف اعلیٰ درجہ کی طباعت ۔ دیدہ زیب اور خوبصورت اشکال سے کیا جاتا ہے ۔

متمدنہ ممالک میں روز نامے ۔ مصور ماہ نامے ۔ قدیم کتبات وتصاویر ۔ علوم جدیدہ کے انکشافات ۔ اور علمی تحقیقات پر آئے دن کتابیں بکثرت شائع ہوتی رہتی ہیں ۔ جن کی دیدہ زیب طباعت دیکھکر آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہوجاتا ہے پھر لطف یہ ہے کہ ہر تصویر ۔ ہر نقشہ ۔ اور ہر شکل اپنی نوعیت اور خصوصیت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف کاغذ پر اور ایک دوسرے سے مختلف طریقے پر چھپی ہوئی ہوتی ہے ہر ایک کا رنگ ایک دوسرے سے جدا ہوتا ہے ۔ مگر دیکھو تو
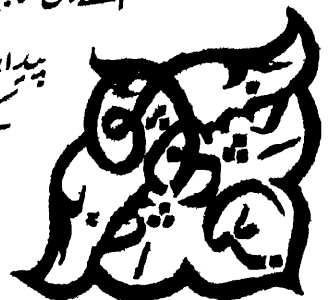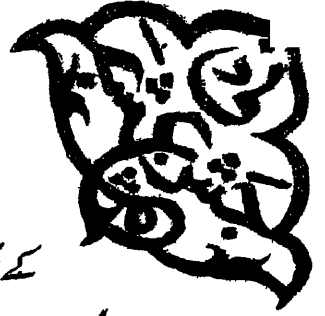
بہ حیثیت مجموعی ان میں کسانی ہم رنگی اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

طباعت کے مختلف طریقے

بیشتر اس کے کہ حیدر آباد کی طباعت کے متعلق کچھ لکھا جائے سب سے پہلے طباعت کے ان مختلف طریقوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالنا نہایت ضروری ہے جو آج کل متمدن ممالک میں رائج ہیں۔ دنیا میں طباعت کے کل تین طریقے ہیں۔

اول (SURFACE METHOD.) یعنی ایسے نقوش کی تیاری یا طباعت جو بالکل مسطح سطح پر ہو۔
دوسرے (RELIEF METHOD) "بیت کاری" یعنی ایسے نقوش کی تیاری یا طباعت جو سطح سے ابھرے ہوئے ہو
تیسرے (INTIGLIO METHOD.) "تقعر کاری" یعنی ایسے نقوش کی تیاری اور طباعت جو سطح سے نیچے ہو۔
پہلی قسم میں لیتھو گرافی، میٹلو گرافی، وینڈ انک سسٹم ہیلیو زنکو، ٹائپسن سسٹم۔ اور کولو ٹائپ ہیں۔

لیتھو گرافی

لیتھو گرافی سے مطلب پتھر پر لکھنا یا پتھر کے ذریعے سے چھاپنے کے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اول عبارت یا تحریر کاپی کے کاغذ پر کاپی کی سیاہی سے لکھی جاتی ہے۔ پھر "لیتھو گرافک اسٹون" کی جلا کی ہوئی سطح پر اس کاپی کو نم کر کے بچھا دیتے ہیں۔ اور پریس میں رکھ کر دس پانچ داب دیتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں تحریر پتھر کی سطح پر منتقل ہو جاتی ہے۔ اس تحریر پر ذرا ببول کے گوند کا پچارا دیکر اور نم کر کے (لیتھو پرنٹنگ انک) چھاپنے کی سیاہی کا بیلن دیتے ہیں۔ اصولاً جہاں پانی ہے۔ وہاں چربی اثر نہیں کرتی۔ اور جہاں چربی ہے وہاں پانی نہیں ٹکتا۔ اس طرح چربی کی سیاہی صرف حرفوں پر ایک جان دو قالب ہو کر بیٹھ جاتی ہے پھر اس کو مشین پر جما کر طباعت کی جاتی ہے۔ اس طریقہ طباعت کو ایلوئے سینفیلڈر نے سنہ ۱۸۰۳ء میں معلوم کیا۔ یہ جرمنی کا رہنے والا تھا۔ تقریباً سنہ ۱۸۱۰ء میں یہ فن ہندوستان میں آیا۔

میٹلو گرافی

"میٹلو گرافی" (METALO GRAPHY.) جس طرح کہ لیتھو گرافی کے معنی پتھر پر لکھنے کے ہیں اسی طرح میٹلو گرافی کے معنی جست یا ایلومنیم کی چادر پر لکھنے یا اُن کے ذریعے سے چھاپنے کے ہیں۔ لیتھو کے بعد یہ طریقہ رائج ہوا۔ سنہ ۹۸-۱۸۹۱ء میں ان کی خوبیاں پوری طور پر ظاہر ہو گئیں۔ اور لوگ عام طور پر جست اور ایلومنیم کی چادروں کو لیتھو گرافی پر ترجیح دینے لگے۔

جست اور ایلومنیم پر تحریر پتھر سے زیادہ صاف۔ واضح اور کھنچی ہوئی منتقل ہو جاتی ہے۔ یہ نہ تو پھیلتی ہے۔ اور نہ کمزور ہونے پاتی۔ چادریں پتھر سے بہت زیادہ ہلکی اور بہت کم قیمت ہوتی ہیں۔ پتھر کی طرح ٹوٹنے کا خطرہ مطلق نہیں۔ فوٹو اسپر نہایت سہولت سے منتقل ہو جاتا ہے۔ اسپر راست لکھ سکتے ہیں۔ یا نقشہ وغیرہ بنانے کے لئے جہاں چاہیں روانہ کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ طباعت کا وہی طریقہ ہے جو لیتھو اسٹون کا ہے۔ آفسیٹ مشین کی طباعت کے لئے نہایت موزوں ثابت ہوئی ہیں۔ ہزار ہا داب دینے پر بھی تحریر خراب نہیں ہونے پاتی۔ اور بہت کم جگہ میں بہت سی پلیٹیں محفوظ کی جا سکتی ہیں۔

ان تمام خوبیوں نے پتھر کو نظروں سے گرا دیا اور اب تقریباً ہر جگہ جست اور ایلومنیم کی چادروں پر طباعت ہونے لگی۔

وینڈ انک سسٹم

جست پر اول تو معمولی طور سے (ٹومر شیر انک یا وینڈ انک انک سے) راست لکھ سکتے ہیں۔ اور آفسیٹ مشین پر جما کر اس سے طباعت کر سکتے ہیں ورنہ زنک (جست) کی سطح پر تحریر منتقل کرنے کے مندرجہ ذیل طریقے ہیں

وینڈائک سسٹم یہ طریقہ مسٹر وینڈائک نے ایجاد کیا ہے جو سروے جنرل آفس کلکتہ کے منیجر تھے۔ اگر نقشہ، تصویر یا عبارت کو بجنسہ اسی پیمانہ پر منتقل کرنا ہے۔ تو یہ نسخہ سب سے کم خرچ اور بالانشین ہے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ اول عبارت یا نقشہ ایک سپید کاغذ یا ٹریسنگ کلاتھ پر کالی سیاہی (انڈین۔ چینا یا جن جن انک) سے بنالیا جائے۔ پھر ایک گرین[1] (GRAIN) کی ہوئی جست کی چادر کی سطح پر ایلومینیم یا ئی کرومیٹ اور چینا گلو کا سلوشن اسفنج سے کوٹ کریں۔ خشک ہونے پر وہ تحریر جست پر اس طرح جمائیں کہ تحریر کا رخ جست کی کوٹ کی ہوئی سطح پر ہو۔ اور دونوں کو پرنٹنگ فریم میں کس کر دھوپ میں تقریباً دو منٹ اکسپوز کریں۔ اس کے بعد ڈارک روم میں لاکر اس سطح پر پانی بہائیں۔ تھوڑی دیر میں وہ نقشہ یا تحریر چادر کی سطح پر موتی کی طرح نمایاں ہو جائے گی۔ خشک ہونے کے بعد اس پر تھوڑی سی (وینڈائک انک) ڈالیں اور ململ سے اچھی طرح رگڑیں۔ جب پوری سطح سیاہ ہو جائے تو چادر گرم پانی کے حوض میں ڈال دیں۔ ایک گھنٹے کے بعد اسفنج سے آہستہ آہستہ رگڑیں اس عمل سے زمین کی سیاہی نکل جاتی ہے۔ اور منتقل شدہ عبارت پر اس طرح بیٹھ جاتی ہے کہ پھر مٹائے نہیں مٹتی اب یہ پلیٹ طباعت کے لئے تیار ہے۔ جست کی چادروں سے طباعت کا طریقہ حسب ذیل ہے۔

اول اس کی سطح پر ببول کے گوند کا سلوشن مل کر خشک کر لیتے ہیں۔ پھر تارپین لگا کر پوری عبارت اور نقوش مٹا دیتے ہیں۔ اس کے بعد پانی سے صاف کر کے بچومن کا سلوشن مل دیتے ہیں جو حروف میں اچھی طرح سے بیٹھ جاتا ہے۔ پھر پانی سے صاف کر کے ہلکا سا پانی کا بخار ادیکر چربی کی سیاہی کا بیلن دیتے ہیں۔ جب حروف اچھی طرح سے سیاہی لے لیں تو پلیٹ کو فلیٹ بڈ مشین کے تختہ پر کس کر طباعت کا کام شروع کر دیتے ہیں۔

ہیلیو زنکو پروسس (HELIO ZINCO PROCESS) اگر نقشہ یا تحریر کا سائز اصل نقشہ یا تحریر سے کم یا زیادہ کرنا ہے تو یہ طریقہ ہے کہ اول فوٹو کے ذریعہ حسب منشا نگیٹو تیار کر لیتے ہیں۔ پھر ایک جست یا ایلومینیم کی چادر کی سطح پر ایلومینیم یا ئی کرومیٹ اور فش گلو اور البومن کا سلوشن اس طرح کوٹ کرتے ہیں کہ سلوشن کی تہ کہیں کم و بیش نہیں ہونے پاتی (یہ عمل عام طور سے جست یا ایلومینیم کی چادر کو وھرلر پر جما کر کرتے ہیں) خشک ہونے پر کوٹ کئے ہوئے حصے کی جانب نگیٹو کی فلم جماتے ہیں۔ اور فریم میں کس کر دھوپ میں دو چار منٹ اکسپوز دیکر۔ ڈارک روم میں چادر کو کھولتے ہیں۔ پھر اُسے ٹیبل پر رکھکر تھوڑی سی چربی کی سیاہی (لیتھو گرافک جاک انک بیزول میں ملاکر) اس کی سطح پر ڈالکر ململ کے کپڑے سے اچھی طرح ملتے ہیں۔ اور سیاہی خشک ہونے پر چادر کو ٹھنڈے پانی کے حوض میں ڈال دیتے ہیں۔ ایک گھنٹہ بعد ہلکے ہاتھ سے اس کی سطح پر روئی پھیرنے پر ان مقامات کی سیاہی بالکل نکل جاتی ہے جہاں روشنی کا اثر نہیں ہوا ہے اور صرف اُس تحریر پر سیاہی رہ جاتی ہے۔ جس کو نگیٹو کے ذریعے اکسپوز کیا گیا ہے۔ اب اس چادر کو مشین پر جما کر متذکرہ بالا طریقہ پر طباعت کی جاتی ہے۔

ٹائپین پروسس تیسرا طریقہ ٹائپین پروسس (TYPON PROCESS) کے نام سے مشہور ہے جو ۱۹۲۵ء میں پرنٹنگ ٹریڈس اگزامنیشن میں بتایا گیا تھا۔ جس کارخانہ میں کیمرہ وغیرہ کا بندوبست ہے۔ اور چادروں کو آفسٹ مشین پر طبع کرنا مقصود ہے تو یہہ طریقہ مستعمل ہے۔

اول عبارت کو سپید کاغذ پر کالی سیاہی (جن جن یا انڈین انک) سے لکھ لی جاتی ہے۔ اور

[1] جست یا ایلومینیم کی چادر پر کام کرنے سے بیشتر ہموار نہیں رہتی اور اس پر بہت سی شیشہ کی گولیاں ڈالکر ہلاتے ہیں۔ اس عمل سے چھوٹے چھوٹے مسامات اور دانے پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ عمل صندوق یا گرینگ مشین میں کرتے ہیں۔
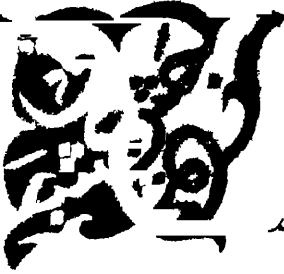
ڈارک روم میں یہہ تحریر اور ٹائپین فلم دونوں کو پرنٹنگ فریم میں کسکر بجلی یا کسی دوسری روشنی میں اکسپوز کریں ۔ اور اس فلم کو معمولی طور پر ڈوبلپ کریں ۔ ائی پو پر فکس کریں ۔ اور پانی میں اچھی طرح سے دھوکر خشک کریں ۔ اس کے بعد متذکرہ بالا طریقہ پر زنک یا ایلیومنیم کی سطح پر منتقل کریں ۔

مگر اس طریقہ کار میں ایک ذرا کمزوری یہ ہے کہ نقشہ اصل پیمانہ سے بڑھ جاتا ہے ۔ اور یہہ کمزوری فلم کے سبب سے ہوتی ہے ۔ جو خود پانی میں دھلنے کے ذرا بعد بڑھ جاتی ہے ۔

کولوٹائپ پروسس سطح پر طباعت کا چوتھا طریقہ کولوٹائپ (COLLOTYPE PROCESS) ہے اس کی ایجاد فوٹو لیتھو کے بعد عمل میں آئی ۔ اور وہ طریقہ یہ ہے ۔

ایک موٹے شیشہ کی سطح پر پٹاسیم بائی کرومیٹ اور جیلٹین کا ہلکا سا کوٹ کر دیتے ہیں ۔ جو بہت جلد خشک ہو جاتا ہے اس پر نگیٹو رکھکر اکسپوز کرتے ہیں ۔ تھوڑی دیر میں ہلکا سا عکس سطح پر نمایاں ہو جاتا ہے ۔ اسے ڈارک روم میں ٹھنڈے پانی سے دہوتے ہیں جس حصہ پر روشنی کا اثر پہنچا ہے ۔ وہ ابھر جاتا ہے ۔ خشک ہونے پر گلاس کو سیمنٹ کی تہ پر بٹھا کر ذرا سا پانی سے ترکر کے سیاہی کا بیلن پھیر دیتے ہیں ۔ جب تصویر یا تحریر پوری طور پر سیاہی لے لیتی ہے تو معمولی لیتھو کی طرح اس سے طباعت کی جاتی ہے ۔

۱۸۶۱ء میں کرنل سر ہنری جیمس نے کولوٹائپ سے تیار کئے ہوئے نقشوں کو زنک پر منتقل کرنے کا طریقہ ایجاد کیا اور آج کل اسی طریقہ پر ہاف ٹون منتقل کر کے چھاپا جا رہا ہے ۔

طباعت کی دوسری قسم وہ ہے جس میں نقوش سطح سے ابھرے ہوئے ہوتے ہیں ۔ اس میں ٹائپ ۔ لائن ۔ ہاف ٹون ۔ ڈوبلی کٹ اور سہ رنگی بلاک شامل ہیں ۔

ٹائپ سے لوگ عام طور پر واقف ہیں ۔ اول حروف تہجی اور اس کے جس قدر جوڑ ہیں باقاعدہ علحدہ ایک کاغذ پر لکھ لئے جاتے ہیں ۔ پھر ہر حرف یا جوڑ کو یا تو فوٹو کے ذریعے سے منتقل کر دیتے ہیں ۔ یا خود انگریور مختلف طریقوں سے ان حروف کو فولاد کی سطح پر الٹا منتقل کر لیتے ہیں ۔

اس کے بعد اس حرف کی موٹائی چھوڑ کر بقیہ حصہ کو گریور سے کاٹ ڈالتے ہیں ۔ اس کو پنچ کہتے ہیں ۔ پھر اس پنچ کو تانبے کے ایک مسطح ٹکڑے کی سطح پر جما کر ہتھوڑی سے مارتے ہیں ۔ اس عمل سے اس تانبے کے ٹکڑے میں اس حرف کا سانچا بن جاتا ہے اسے میٹرکس کہتے ہیں ۔ اب اس میٹرکس کو ٹائپ کاسٹنگ مشین میں جما کر ٹائپ ڈھالتے ہیں ۔ یہی ٹائپ ہے جس سے کہ عام طور پر طباعت کی جاتی ہے

لائن بلاک لائن ورک جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ۔ ایسے نقوش کو کہتے ہیں ۔ جو بالکل سیاہ ہوں یا سیاہ زمین پر بالکل سپید تحریر ہو ۔ اور اس میں کسی قسم کا ٹون یا شید نہ پایا جائے ۔

ابتدا میں انگریور جست یا سیسہ پر نقوش منتقل کر کے ہاتھ سے کھود لیا کرتے تھے ۔ یہ بلاک بالکل اسی طرح کے ہوتے تھے جس طرح کہ آج کل لکڑی کی سطح کاٹ کر چھاپے بنائے جاتے ہیں ۔

۱۸۵۰ء میں ادویات سے کھود کر بلاک تیار کرنے کا طریقہ ایجاد ہوا ۔ اور اب اس قدر ترقی ہو گئی ہے کہ کوئی دست کاروں کا خصوصاً لائن بلاک کے معاملہ میں ممنون منت نہیں رہا ۔ چنانچہ جس تحریر کا لائن بلاک تیار کرنا ہے ۔ اول وہ نقوش

یا تحریر کالی سیاہی سے سپید کاغذ پر بنائی جاتی ہے۔ پھر اس تحریر کا فوٹو کے ذریعے نگیٹو تیار کر لیتے ہیں۔ چونکہ کیمرہ کے آگے پرزم (Prism) ہوتا ہے۔ اسلئے تحریر کا عکس آئینہ میں گزرتے ہوئے کیمرہ میں پہنچتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معمولی کیمروں کے برخلاف نگیٹو پر وہ عکس اصل تحریر کی طرح بالکل سیدھا ہوتا ہے۔

پھر ایک زنک پلیٹ (جست کا ٹکڑا) کو صاف کر کے اس کی سطح پر فش گلو۔ ایمونیم بائی کرومیٹ اور البومن کا سلوشن وھرلر کے ذریعے کوٹ کرتے ہیں۔ اور اس پر نگیٹو جما کر فریم میں کس کے تین چار منٹ دھوپ میں اکسپوز دیتے ہیں۔ اس کے بعد ڈارک روم میں لا کر اس کے سطح پر اچھی طرح سے پانی بہاتے ہیں۔ جو حصہ روشنی سے متاثر نہیں ہوا ہے۔ وہ پانی سے دھل جاتا ہے اور وہ حصہ جسپر روشنی کا اثر ہو چکا ہے۔ وہاں گلو سخت ہو کر مضبوط بیٹھ جاتا ہے اس حالت میں پلیٹ کو انی لین ڈائی (اودے رنگ) میں ڈالدیتے ہیں۔ متاخرالذکر حصہ پر رنگ چڑھ جاتا ہے۔ اور تمام نقوش جست کی سپید سطح پر اودے رنگ میں علحدہ رکھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

اس پلیٹ کو اسٹو پر چلاتے ہیں جس سے گلو اور مضبوط بیٹھ جاتا ہے۔ بلکہ ان مقامات پر کروسیم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے پھر پلیٹ کو نائٹرک ایسڈ میں ڈالدیتے ہیں۔ جہاں گلو موجود ہے اسپر نائٹرک ایسڈ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بقیہ حصوں کو نائٹرک ایسڈ برابر کاٹتا چلا جاتا ہے۔ تھوڑی دیر میں وہ نقوش ابھر آتے ہیں۔ اب اس پلیٹ کو لکڑی کیلوں سے بٹھا دیتے ہیں سمجھئے یہ لائن بلاک تیار ہو گیا۔ اس بلاک کو ٹریڈل مشین میں کس کر بٹھا دیتے ہیں۔ اور ٹائپ ایک سے چھاپتے ہیں۔

ہاف ٹون

ایسی تصاویر جن میں شیڈ و (سیاہی) اور ہائی لائٹ (سپیدی) کے درمیان مختلف شیڈ اور ٹون (ہلکی اور گہری سیاہی) موجود ہوں۔ اسے ہاف ٹون کہتے ہیں۔ ابتدا میں اس کیفیت کو آرٹسٹ مختلف طریقوں سے ظاہر کرتے تھے۔ بعض اس درمیانی کیفیت کو چھوٹے اور بڑے نقطے (STIPPLING) اور بعض موٹے اور مہین خطوط کھینچکر اور بعض لوگ چاک سے شیڈنگ دیکر نمایاں کرتے تھے۔ مگر ۱۸۶۶ء میں جالی (اسکرین) کی ایجاد نے ان تمام مصیبتوں سے نجات دلادی اور آرٹسٹ صاحبان کی خوشامد کرنے سے بے نیاز کر دیا۔

اسکرین یا جالی ایک صاف شفاف شیشہ ہوتا ہے۔ جس کی سطح پر نہایت مہین سیدھے اور آڑے خطوط ہیرے کی کنی سے کھود کر گراف کی سی شکل پیدا کر دی جاتی ہے۔ ان خطوط کا فاصلہ ایک دوسرے سے تقریباً ۱/۶۰ انچ سے لیکر ۱/۳۰۰ انچ تک ہوتا ہے گویا ایک مربع انچ میں (۶۰) خطوط سے لیکر (۳۰۰) خطوط تک ہوتے ہیں۔ یہ خطوط نہایت صاف اور شفاف ہوتے ہیں۔

تصویر کا نگیٹو تیار کرتے وقت اس اسکرین کو نگیٹو (NEGATIVE) کے پاس لگا دیتے ہیں۔ اور ایک مقررہ فاصلہ پر رکھکر تصویر کا عکس لیتے ہیں۔ اس عمل سے تصویر مہین مہین نقطوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔

اس نگیٹو کو متذکرہ بالا طریقہ پر زنک یا کاپر پر چھاپ لیتے ہیں۔ اور پلیٹ برن (BURN) کر کے اگر جست ہے تو نائٹرک ایسڈ میں اور اگر تانبا ہے تو آئرن پرکلورائڈ کے سلوشن میں ڈالدیتے ہیں۔ اس عمل سے نقطوں کا سپید حصہ ایسڈ کے اثر سے کھد جاتا ہے۔ اور بقیہ نقطے اپنی اپنی جگہ قایم رہتے ہیں۔ اب اس پلیٹ کے کنارے کاٹ کر تقریباً ایک انچ موٹی لکڑی پر کیلوں سے بٹھا دیتے ہیں۔ اور ٹریڈل مشین پر ہاف ٹون انک وغیرہ سے چھاپتے ہیں۔

رنگین تصاویر چھاپنے کے لئے سہ رنگی بلاک بنائے جاتے ہیں گویا اصل تصویر کے
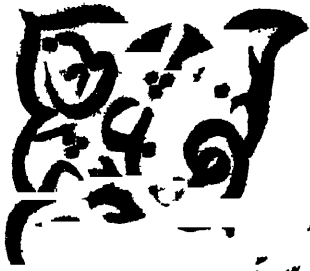
بہت سے رنگوں ہیوز اور ٹون (HUES & TONES) کو صرف ابتدائی تین رنگوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔

اس پروسس (عمل) کو اس موقع پر صراحت سے بتانا مشکل ہے۔ اس لئے کہ خود رنگین کام کرنے والوں کا رنگ فق اور زبان لال رہتی ہے۔ تاہم اس موقعہ پر اس قدر کہدینا کافی ہے۔ کہ تین اسکرینوں کے ذریعہ تین ہاف ٹون بلاک تیار کیئے جاتے ہیں۔ تاکہ ہر رنگ کے نقطے ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ رہیں۔ اور طباعت کے وقت ایک دوسرے پر نہ بیٹھنے پائیں۔ اصل تصویر کے مختلف رنگوں کو فلٹرس (رنگین شیشوں) کے ذریعہ صرف تین ابتدائی رنگوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور جب پیلا۔ سرخ اور آسمانی رنگ طباعت کے وقت ایک دوسرے سے ملتا ہے تو نقطوں کی ضخامت کی مناسبت سے ہلکا سبز۔ گہرا سبز۔ اودا۔ بیگنی۔ بنفشی۔ نارنجی۔ سرخ۔ گہرا سرخ۔ غرضیکہ ہر رنگ پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ ان بلاکوں کو نارمل تھری کلر انک سے ٹریڈل مشین پر چھاپتے ہیں۔

طباعت کا تیسرا طریقہ

طباعت کا تیسرا طریقہ (INTIGLIO METHOD.) "مقعر کاری" ہے یعنی ایسے نقوش کی تیاری اور طباعت جو اپنی سطح سے نیچے ہوں۔ آپ نے مونو گرام کی ڈائیوں اور وزیٹنگ کارڈ کی پلیٹوں میں کندہ کی ہوئی تحریر ملاحظہ فرمائی ہوگی۔ بس یہی "مقعر کاری" ہے۔

چھاپتے وقت اول اس کی سطح پر سیاہی اچھی طرح ملتے ہیں۔ پھر سطح کو بالکل صاف کر دیتے ہیں۔ اس عمل سے کندہ کئے ہوئے نقوش میں سیاہی بیٹھ جاتی ہے۔ اور سطح بالکل صاف ہو جاتی ہے۔ اس پلیٹ کو مشین کی پلیٹ پر رکھکر۔ اس پر کاغذ رکھتے ہیں۔ اور مشین چلاتے ہیں۔ لوہے کا وزنی سلنڈر اور مشین کا داب پلیٹ پر پڑتا ہے جس سے سیاہی دب کر کاغذ پر بیٹھ جاتی ہے۔ اور اسطرح نقوش ابھرے ہوئے طبع ہوتے ہیں۔

فوٹو گریور

یہ طریقہ تحریر۔ اور نقشوں کی حد تک بہت کامیاب ثابت ہوا۔ مگر ہاف ٹون بناتے وقت وہی پرانے لکیر کے فقیر رہے۔ کبھی ٹون کو نقطوں اور کبھی خطوط سے ظاہر کرتے رہے۔ ۱۸۹۲ء میں فوٹو گریور کا بہترین طریقہ ایجاد ہوا جو ابتک رائج ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

اول تصویر کا معمولی طریقہ پر نگیٹو تیار کر لیتے ہیں۔ پھر لینٹرن سلائڈ کی طرح اس کا پازیٹو بناتے ہیں۔ اس پازیٹو کو کاربن ٹشو (جیلاٹن کے کاغذ) پر چھاپ کر۔ کاپر پلیٹ پر منتقل کر لیتے ہیں۔ اور اسے آئرن پرکلورائڈ میں تقریباً ۳ یا ۴ منٹ تک رکھتے ہیں۔ تمام نقوش کہد جاتے ہیں۔ اور پلیٹ طباعت کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔

طباعت کے متذکرہ بالا طریقوں میں سے بعض بعض طریقے ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں رائج ہیں۔ مگر حیرت انگیز واقعہ یہ ہے کہ حیدرآباد دکن میں اس پچیس (۲۵) سال کے اندر اندر اس قدر ترقی ہوئی ہے۔ کہ ان تمام طریقوں سے برابر طباعت ہو رہی ہے۔

گورنمنٹ سنٹرل پریس

یہاں سب سے اول قابل الذکر دار الطبع سرکار عالی ہے۔ یہ ۱۲۷۵ف میں گورنمنٹ کی طرف سے سنٹرل جیل میں قایم کیا گیا۔ ابتداء میں رجسٹر۔ نمونے۔ اور ان کے علاوہ جریدہ معمولی اور غیر معمولی کی طباعت کا کام بھی اس کے سپرد کیا گیا۔ جو ابتک ہو رہا ہے۔ بتدریج اس پریس میں ترقی ہوتی گئی۔ رفتہ رفتہ جملہ دفاتر سرکار عالی کے فارم۔ مراسلات۔ نمونے۔ رجسٹر اور سالانہ رپورٹیں وہیں چھپنے لگیں۔ اول صرف لیتھو گرافی کا کام انجام

پایا تھا۔ اب زنگو گرافی، وینڈائک اور ٹائفں پروسس بھی
جاری کر دیا گیا ہے۔ خوبصورت سے خوبصورت وضع کے انگریزی ٹائپ
موجود ہیں۔ قیمتی سے قیمتی مشینیں آفسیٹ روٹری پلانٹ۔ فلیٹ بڈ اور دیگر برقی
مشینوں سے مطبع برقی بنا ہوا ہے۔ ثلث اور نستعلیق ٹائپ بھی ڈھالا جارہا ہے۔ مٹر ملیح
ناظم طباعت سرکار عالی کے زیر نگرانی اس کے تمام کاروبار باحسن الوجوہ انجام پا رہے ہیں۔ جو اس کی ترقی
کے لئے ہر طرح کوشاں رہتے ہیں۔

مطبع جامعہ عثمانیہ دوسرا قابل الذکر پریس دار الطبع جامعہ عثمانیہ سرکار عالی ہے جو ۱۳۳۶ف میں دار الترجمہ سرکار عالی کے تحت قایم ہوا۔ اس کی اہمیت اس وجہ سے بہت زیادہ ہے۔ کہ اول تو اس کا تعلق راست یونیورسٹی سے ہے۔ جہاں تاریخ۔ جغرافیہ۔ سیاسیات۔ معاشیات، منطق، فلسفہ، نفسیات، علم الہندسہ، ریاضیات، کیمیا طبعیات، وغیرہ ان تمام فنون کی کتابیں اردو میں ترجمہ ہو کر طبع ہوتی رہتی ہیں۔ لیتھو رنگین اور سادے نقشے جات کا کام ہوتا ہے اس کے علاوہ ٹائپ کا کام بھی سرانجام پاتا ہے۔

تقریباً تین سال ہوئے کہ وہاں ایک پروسس اسٹوڈیو کا قیام بھی عمل میں آیا ہے جہاں لائن، ہاف ٹون۔ سہ رنگی تصاویر۔ فوٹوگریور۔ اور ہیلیو سسٹم پر کام کیا جارہا ہے۔ تاریخ وجغرافیہ کے رنگین نقشہ جات، طبی کتابوں کی تصویریں۔ انجینیری اور سائنس کی شکلیں تیار اور طبع ہوتی ہیں۔ یہ مطبع اور پروسس اسٹوڈیو مولوی الیاس برنی صاحب ناظم دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ کی نگرانی میں کاروبار انجام دے رہا ہے جن کی یہ کوشش ہے کہ یہاں ہر کام فنی نقطہ نظر سے نفیس اور اعلیٰ طباعت کے اعتبار سے بلند ہو

اس جدید دور میں محکمہ آثار قدیمہ، محکمہ آرائش بلدہ، ڈرینج، جامعہ عثمانیہ، تعمیرات جامعہ۔ محکمہ زراعت و تجارت محکمہ صنعت و حرفت، توسیع علاج حیوانات، دفاتر انجمن ہائے امداد باہمی، سررشتہ جات پلیگ و ملیریا وغیرہ کا قیام عمل میں آیا۔ چونکہ کام بہ نسبت پہلے کے بہت بڑھ گیا۔ اس لئے اب اکثر محکموں میں ایک ایک پریس سرکاری طور پر قایم ہوگیا ہے تاکہ بعجلت ممکنہ ہر دفتر کی ضروریات آسانی کے ساتھ سرانجام پاسکیں۔ چنانچہ محکمہ بندوبست کا لیتھو پریس بہترین نقشے طبع کر رہا ہے۔ پٹہ خانہ جات۔ محکمہ فوج، عدالت، پولس، اور دیگر محکمہ جات میں پریس قایم ہیں۔ مگر سب سے زیادہ اہم اور قابل الذکر دار الضرب کا مطبع ہے۔ اس میں فوٹو گریور کے طریقہ پر طباعت نہایت عمدہ ہوتی ہے۔ حیدرآباد کے ٹکٹ۔ مہر کے کاغذات اور کرنسی نوٹوں کی سیاہ طباعت یہیں ہوتی ہے۔ اور یہیں ان کی ڈائیاں بھی تیار کی جاتی ہیں۔

خانگی مطابع یہاں تک تو آپ نے سرکاری کارخانوں کا حال سنا۔ اب غیر سرکاری کارخانوں کا حال بھی سن لیجئے آج سے ۲۵ سال قبل حیدرآباد میں چند اخبار اور معدودے ماہ نامے شائع ہوتے تھے اسی مناسبت سے یہاں آٹھ یا نو طباعت کے کارخانے تھے۔

اور اب اخبارات و ماہ نامے درخشاں ترقی کی مناسبت سے شائع ہوتے ہیں۔ ان کے سالگرہ نمبر
اور سالانہ نمبر بڑی آب و تاب سے نکلتے رہتے ہیں۔ پھر نوجوانان ملک کی تالیفات تصنیفات
اور تراجم کا سالانہ شمار بیشمار ہوگیا ہے۔ اور ان کے علاوہ ایک معتدبہ تعداد
ان قدیم کتابوں کی ہے جن کو زمانہ حال کے ذی حیثیت نوجوان نشر
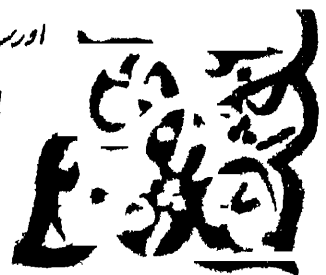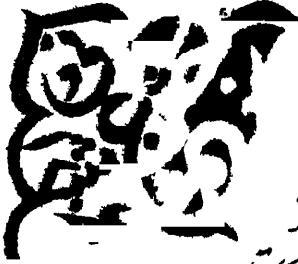
کرتے رہتے ہیں ۔ غرضیکہ تصنیف و تالیف کی اس بڑھتی ہوئی لہر کے مدنظر بیسیوں نئے کارخانے قایم ہوگئے ہیں ۔ جن میں لیتھو اور زنکو گرافی کے اصول پر نہایت اچھی طرح سے کام ہو رہا ہے ۔ ان کارخانوں میں آرٹسٹ اور خوشنویس برابر کام میں مصروف رہتے ہیں ۔ اور روز بروز فنی مہارت اور چابکدستی میں سبقت کرتے نظر آتے ہیں ۔

بلاک میکنگ کے متعدد کارخانے شہر حیدرآباد میں مصروف کار ہیں ۔ چنانچہ وہ عظیم ہاف ٹون ورکس اچھے طریقہ پر کام انجام دے رہا ہے ۔ جسمیں لائن ہاف ٹون اور سہ رنگی بلاک تیار کئے جارہے ہیں ۔ مونوگرام کی ڈائیاں ۔ وڈ بلاک ۔ وزیٹنگ کارڈ کی تیاری اور طباعت اور ربر کی مہریں بنانے کے کارخانے شہر میں جگہ جگہ موجود ہیں ۔ خوبصورت پوسٹرس اور اُس کے دیدہ زیب ڈرائن واجبی نرخوں پر مختلف کارخانوں میں تیار ہوتے ہیں ۔ بیسیوں کتابیں ایسی طبع ہوتی ہیں ۔ جنہیں لوگ دیکھکر دنگ ہو جاتے ہیں ۔

جس کا جی چاہے رات کو ان کارخانوں کی سیر کرآئے ۔ گھروں میں لوگ خواب راحت میں مصروف ہیں مگر ان کارخانوں میں رت جگا ہو رہا ہے ۔ برقی قمقمے روشن ہیں ۔ لوگ کاروبار میں مصروف ہیں اور برقی مشینیں اپنی ہیبت ناک آواز میں ۔ اس عہد ہمایونی کی شوکت و عظمت کا لوہا ہر نظارہ کرنے والے سے منوا رہی ہیں ۔

تعداد معاش یابان مذہبی

مدارج	ہندو	مسلمان	جملہ
جن کی سالانہ یافت ۵۰ روپیہ سے ۱۰۰ روپیہ تک ہے	۶۳۶	۴۱۴	۱۰۵۰
〃 〃 ۱۰۰ 〃 ۲۰۰ 〃 〃	۲۸۲	۲۶۸	۵۵۰
〃 〃 ۲۰۰ 〃 ۲۵۰ 〃 〃	۴۲	۴۱	۸۳
〃 〃 ۲۵۰ 〃 ۳۰۰ 〃 〃	۳۰	۳۰	۶۰
〃 〃 ۳۰۰ 〃 ۴۰۰ 〃 〃	۴۰	۴۰	۸۰
〃 〃 ۴۰۰ 〃 ۵۰۰ 〃 〃	۲۵	۱۷	۴۲
〃 〃 ۵۰۰ سے زائد ہے	۱۰۱	۷۶	۱۷۷
میزان	۱۱۵۶	۸۸۶	۲۰۴۲

خدمات شرعیہ اسلامیہ کی معاشیں غیر مسلموں کے نام

صوبۂ گلبرگہ میں	(۲۵)	معاشین
صوبۂ اورنگ آباد میں	(۷۷)	〃
صوبۂ ورنگل میں	(۴)	〃
صوبۂ میدک میں	(۱۲)	〃
جملہ	(۱۱۸)	معاشیں

مرتبہ محمد فاضل
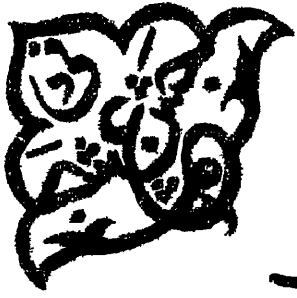
عہدِ عثمانی کے

مقبول عام اخبارات کا تعارف

(۱) **مشیر دکن روزنامہ** ۔ حیدر آباد کا قدیم روزنامہ اخبار ہے ۔ جو ۲۱ مارچ ۱۸۹۲ء سے شائع ہورہا ہے ۔ اور اب تک اپنی سلامت روی اور استقلال وضع کا پابند ہے ۔ پہلے چھوٹی تقطیع پر نکلتا تھا ۔ ۱۹۳۱ء سے بڑی تقطیع کی صورت اختیار کرلی اس کا عمل اسم با مسمیٰ اسکا چلن غیر متزلزل و پائیدار ۔ بہ حیثیت قدامت خاص طور پر قابل ذکر ہے ۔ صحافتی حیثیت سے ملک کا یہ پہلا اخبار ہے اس کے مالک پنڈت کشن راؤ صاحب کا تین سال قبل انتقال ہوا ۔ اب اس کے مالک پنڈت واسدیو راؤ صاحب ایک اچھے جانشین ہیں ۔ راؤ صاحب آنجہانی کے نقش قدم پر کار فرما ہیں ۔ بہر حال یہ اخبار تجربہ کار دور اندیش لائق کارکنوں کی نگرانی میں نکلتا ہے ۔ ملک اس کی دیرینہ نہایت قدمی کا معترف ہے ۔

(۲) **صحیفہ روزنامہ** ۔ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ سے جاری ہوا ۔ جس کے موجودہ مدیر صاحب کو عہد عثمانی کا سب سے پہلا خادم ملک و ملت ہونے کا فخر حاصل ہے ۔ پہلے یہ رسالہ کی شکل میں نکلتا تھا ۔ جس کی ادارت مشہور استاد سخن حضرت کیفی کے سپرد تھی من بعد کچھ عرصہ بند رہ کر ۱۳۳۱ھ سے زیر ادارت مولوی اکبر علی صاحب اخبار کی شکل میں جاری ہوا ۔ اب تک پابندی کے ساتھ شائع ہورہا ہے ۔ مدیر صاحب موصوف چونکہ مذہبی خیال کے پختہ جیال و زمانہ دیدہ اور سختی سے پابند وضع ہیں ۔ آپ کی ادارتی صحافت میں بھی مذہبی عنصر کا لگاؤ زیادہ رہتا ہے ۔ پابند شرع مدیر صاحب نے اس اخبار کو بھی ممنوعات شرع سے محفوظ رکھا ہے ۔ یہ اس اخبار کی خاص خوبی ہے پہلے یہ بھی مشیر دکن کی طرح چھوٹی تقطیع پر نکلتا تھا ۔ مگر حال میں اس نے بھی بڑی تقطیع کی صورت اختیار کرلی ۔ اس اخبار کا مشورہ ملک اور اہل ملک کیلئے ہمیشہ مفید و نیک اور دور اندیشی پر مبنی ہوتا ہے ۔

(۳) **رہبر دکن روزنامہ** ۔ یہ اخبار ۲۶ شہریور ۱۳۳۰ف سے شائع ہورہا ہے ۔ جس کے مدیر مولوی سید احمد محی الدین صاحب ہیں ۔ حیدر آباد کا اس وقت بھی ایک کثیر الاشاعت و مقبول عام و وقیع روزنامہ ہے ۔ اس کی زندگی نام و کام کی یکساں ضمانت کے ساتھ درخشاں و کامراں ہے ۔ مراحم خسروی اس اخبار پر بطور خاص مبذول ہیں ۔ ملک کی صحیح رہبری و خدمت اس کا لائحہ عمل ۔ اور صائب رائے و بالغ نظری کا اظہار اس کا اصول و شعار ہے ۔ اس اخبار کی ترقی دوسرے اخبار والوں کیلئے بطور مثال قابل تشویق و تحریص ہے ۔ اس اخبار کی کامیابی کا سہرا لائق مدیر صاحب کے سر ہے جو قابل مبارک باد ہیں ۔ یا تو یہ بھی چھوٹی تقطیع پر نکلتا تھا ۔ بہت جلد رنگ بدل کر بڑی تقطیع بر زائد صفحات کے ساتھ نکلنے لگا ۔ وقت کی پابندی اور اسکے انتظامات نہایت اچھے ہیں ۔ موجودہ اخباروں میں بہر نوع یہ کامیاب اخبار ہے ۔ اسکے خصوصی نمبر و سالنامے ممتاز و نہایت شاندار ہوتے ہیں

(۴) **صبح دکن روزنامہ** ۔ یہ اخبار ۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ سے شائع ہورہا ہے ۔ اسکے مدیر مولوی احمد عارف صاحب و مولوی علی اشرف صاحب ہیں ۔ بہت قلیل مدت میں اس اخبار نے بھی یک گونہ مقبولیت حاصل کرلی ۔ گول میز کانفرنس (لندن) کے زمانہ میں دن میں دو مرتبہ بھی شائع ہوتا تھا ۔ اسکے خصوصی نمبر نہایت مستحسن ہوتے ہیں ۔ لائق مدیر اس اخبار سے ملک کو اسطرح استفادہ بخش رہے ہیں ۔ جس طرح خورشید کی کرنیں صبح کیوقت عالم کو بخشتی ہیں ۔ ہماری دعا ہے اس علمی ادارے کی فیض بخش کرنیں اور بھی پرتنویر ہو کر ملک کو رونق و فائدہ بخشیں ۔ تاکہ اسکی ترقی اہل ملک کی ترقی کا موجب بنے بفضلہ یہ اخبار بھی الطاف خسروی سے سرفراز ہے

(۵) **منشور وقت روزنامہ** ۔ اخبار منشور ۹ آبان ۱۳۳۹ف سے شائع ہورہا ہے ۔ اسکے مدیر مولوی عبدالرحمن صاحب رئیس ہیں ۔ ملک کے مفاد کی خاطر سختی سے صائب آزادر ائے کا اظہار ہمیشہ اس اخبار کا مسلک رہا ہے ۔ مفاد عامہ اور ملکی ماحول کے تحت ضروری تعلیم سے

نوٹ ۔ بقیہ حصہ مضمون صفحہ نمبر (۲۶۹) پر سطر ۱۶ سے ملاحظہ ہو ۔

رقم محمد فاضل
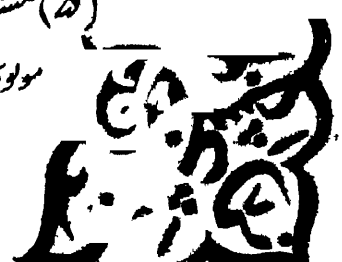
عہد عثمانی کے اخبارات

(۱) اخبار مشیر دکن (۲) اخبار صحیفہ (۳) اخبار رہبر دکن (۴) اخبار رعیت (۵) اخبار نظام گزٹ
(۶) اخبار دکن پنچ (۷) اخبار الحمایت (۸) اخبار الاعظم (۹) اخبار صبح دکن (۱۰) اخبار منشور (۱۱) اخبار پیام
(۱۲) اخبار اخوت (۱۳) اخبار شوکت الاسلام (۱۴) اخبار نظام ویکلی (۱۵) اخبار گولکنڈہ پتریکا (۱۶) اخبار ویدک ادرش (۱۷)
آصفیہ گزٹ (۱۸) عثمان گزٹ (۱۹) پولیس گزٹ (۲۰) دکن گزٹ (۲۱) ہلیکن سکندرآباد ۔

عہد عثمانی کے رسائل

(۱) دکن لاء رپورٹ (۲) ادیب الاطفال (۳) گلدستہ نادر (۴) دربار (۵) شاہد سخن (۶) معارف (۷) تاج (۸) تزک عثمانیہ
(۹) رہبر مزارعین (۱۰) ذخیرہ (۱۱) امداد باہمی (۱۲) افادہ (۱۳) المعالج (۱۴) نظائر برٹش انڈیا (۱۵) وقائع مالگزاری (۱۶) اتالیق
(۱۷) ثمرۃ الادب (۱۸) شعلہ (۱۹) واعظ (۲۰) دولت (۲۱) النساء (۲۲) نونہال (۲۳) نمائش (۲۴) اردو (۲۵) ترقی (۲۶)
لسان الملک (۲۷) خادمہ (۲۸) المعلم (۲۹) النور (۳۰) سائیں کی صدا (۳۱) صراط المستقیم (۳۲) دستور آصفی (۳۳) ارتقاء
(۳۴) تحفہ (۳۵) نظام کالج میگزین (۳۶) رہبر تعلیم (۳۷) مجلہ عثمانیہ (۳۸) تجلی (۳۹) آئین دکن (۴۰) مجلہ مکتبہ (۴۱) ورزش جسمانی
(۴۲) ترجمان القرآن (۴۳) تاریخ (۴۴) سائنس (۴۵) حیدرآباد ٹیچرس (۴۶) مشاعرہ (۴۷) نورس (۴۸) دلگداز (۴۹) حیات سخن
(۵۰) ہمجولی (۵۱) الکشافہ (۵۲) شہاب (۵۳) سفینہ (۵۴) حسن کار (۵۵) مجلہ تحقیقات علمیہ (۵۶) الموسیٰ (۵۷) اربعین عندلیب
(۵۸) میڈیکل جنرل (۵۹) عطایائے سلطانی (۶۰) صوفی اعظم (۶۱) صوفی (۶۲) المصدق (۶۳) کاشتکار (۶۴) رسالہ محرمان اشتہاری
(۶۵) بھاگیہ اودے (۶۶) رسالہ راج ہنس (۶۷) ارشاد (۶۸) نظائر ہند (۶۹) نظائر مال (۷۰) اسٹانلی کرسنٹ (۷۱) عثمانیہ میگزین
(۷۲) گلزار سخن (۷۳) بزم وطن (۷۴) آئینہ ادب (۷۵) معلم العلوم (۷۶) رفیق دکن (۷۷) نظائر دکن ۔

عہد عثمانی کے مطابع

موجودۃ الوقت مطابع بلدہ و بیرون بلدہ حدود دارالسلطنت حیدرآباد

نوٹ ۔ سکندرآباد اور اضلاع کے اسمیں شامل نہیں ہیں ۔

(۱) مطبع نظائر ہند (برقی) (۲) رزاقی مشن پریس (۳) اعظم اسٹیم پریس (برقی) (۴) مطبع مظفری (۵)
اعظم جاہی پریس (برقی) (۶) شمس الاسلام پریس (۷) تاج پریس (برقی) (۸) عماد پریس (۹) رحیم پریس
(۱۰) حسینیہ پریس (۱۱) عثمانیہ المعارف پریس (۱۲) معین دکن پریس (۱۳) جنٹلمن پریس
(۱۴) سلطان پریس (۱۵) حسینی القادری پریس (۱۶) مطبع حیدری (۱۷) احمدیہ پریس
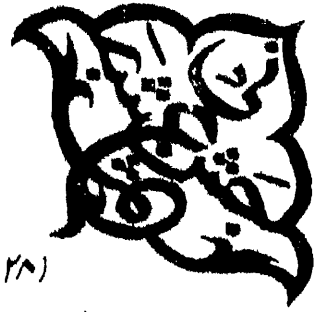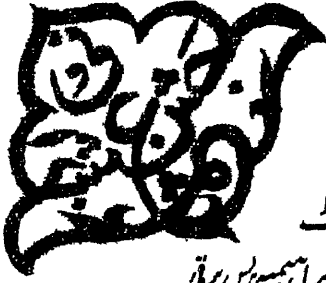
(۱۸) انوار الاسلام پریس (۱۹) نظامیہ پاؤنی پریس (۲۰) برقی پریس
(۲۱) دی دکن پرنٹنگ ورکس (۲۲) خورشید پریس (۲۳) مسعود دکن پریس
(۲۴) افضل برقی پریس (۲۵) سعیدیہ پریس (۲۶) نظام پریس (۲۷) دکن لاپورٹ
(۲۸) عہد آفرین پریس (۲۹) سوہنی پریس (۳۰) گولکنڈہ پتریکا پریس (۳۱) مکتبہ ابراہیمیہ پریس برقی
(۳۲) مقنن پریس (۳۳) مطبع نظام گزٹ (۳۴) مطبع طلسمی (۳۵) انوار المطابع (۳۶) سلطان پریس (۳۷) پنچاکشری پریس
(۳۸) شاردا پریس (۳۹) مارواڑی پریس (۴۰) چندر کانت پریس (۴۱) مطبع نظام ویجئے (۴۲) مطبع دکن پنچ (۴۳) مطبع مشیر دکن
(۴۴) مطبع صبح دکن (۴۵) مطبع پریم ساگر (۴۶) مطبع دار الکتابت (۴۷) شمس المطابع (۴۸) قادریہ پریس (۴۹) دی حیدرآباد پرنٹنگ
پریس (۵۰) مطبع رہبر دکن (برقی) (۵۱) بہار تیا نجومی پریس (۵۲) مطبع معلم العلوم (۵۳) مطبع دائرۃ المعارف (۵۴) صحیفہ پریس
(۵۵) مطبع النظام (۵۶) کرناٹک پرنٹنگ ورکس (۵۷) مطبع محمدی (۵۸) سجاد پریس (۵۹) بنسی دھر پریس (۶۰) سچدانند پریس
(۶۱) مانک پربھو پرنٹنگ پریس (۶۲) عالمگیر تحریک قرآن پریس (۶۳) مقبول پریس (۶۴) راجستھان پریس (۶۵) کوہ نور پریس
(۶۶) بھاگیہ نگر پریس (۶۷) مہر ہرا پریس (۶۸) شوکت الاسلام پریس (۶۹) نظام سلور جوبلی پریس (۷۰) نظام دکن پریس (۷۱)
حمایت دکن پریس (۷۲) مطبع انصاری (۷۳) اوی ڈرلویڈر پریس (۷۴) زندہ طلسمات فائن آرٹ پریس (نوٹ۔ یہ رنگین طباعت کا
پہلا پریس ہے جو بیادگار سلور جوبلی قایم ہوا ہے) (۷۵) حکمت پریس (۷۶) مطبع رسالہ النور (۷۷) محبوب شاہی پریس (۷۷) مطبع حامدی
(۷۸) انبیکا پریس (۷۹) جگدیش پریس۔ (۸۰) سبحانی پریس (۸۱) نظام المطابع (۸۲) دبدبۂ آصفیہ پریس۔ (۸۳) مطبع کریمی

نوٹ ۔ یہ تمام پبلک پریس ہیں۔ دفاتر کے سرکاری پریس کی تعداد اس کے سوا ہے ۔

بقیہ حصہ مضمون صفحہ (۲۶۵) متعلق اسکے اداریہ خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ماہ دی ۱۳۴۶ف سے پھر یہ اپنا نیا جنم بدلکر اخبار وقت کے نام سے جاری ہے اسوقت اس ادارہ کا مقبول عام کثیر الاشاعت روزنامہ ہے۔ شہریور ۱۳۴۵ف سے بیمہ اخبار کی اسکیم کے تحت شائع ہوکر غیر معمولی مقبولیت حاصل کیا۔

(۶) پیام روزنامہ | یہ اخبار محرم ۱۳۵۳ھ سے شائع ہورہا ہے اسکے مدیر قاضی مولوی عبد الغفار خانصاحب ہیں بہت تھوڑے ہی عرصہ میں سرعت کیساتھ اس اخبار نے غیر معمولی ترقی حاصل کی۔ اس کی ترقی لایق مدیر صاحب کی فراست وقابلیت کا نتیجہ ہے۔ ملک میں اس اخبار کو بھی کافی مقبولیت وہر دلعزیزی حاصل ہے اسکا مطالعہ بھی مثل رہبر دکن کے وسیع معلومات بہم پہونچا رہا ہے ۔

(۷) نظام گزٹ ہفتہ وار | یکم رجب ۱۳۴۶ف سے زیر ادارت مولوی وقار احمد صاحب ومولوی حبیب اللہ رشدی صاحب جاری ہوا اب صرف اول الذکر ہی اس کے مدیر ہیں۔ اس کے خصوصی نمبر بھی بنظر استحسان دیکھے جاتے ہیں۔ مقامی صحافت میں سب سے پہلے نظام گزٹ ہی نے سالگرہ نمبر نکالا تھا ۔

(۸) رعیت ہفتہ وار | یہ ہفتہ وار اخبار ۲۸ آذر ۱۳۳۷ف سے زیر ادارت مسٹر نرسنگراؤ صاحب جاری ہوا۔ اس کی ابتدائی زندگی روز بروز ترقی پذیر وخوشگوار رہی کیونکہ اس کے خیالات بالکل بے لوث وآزادرائے کے اظہار کا سبب بنتے تھے۔ ۹ اردی بہشت ۱۳۳۹ف کو حسب الحکم سرکار بند کردیا گیا۔ اب پھر شہریور ۱۳۴۲ف سے ہفتہ وار شائع ہورہا ہے۔ ہماری تمنا ہے کہ پھر ہم اس کو سابق کی طرح نیک نیت ونیک مقصد کے کے تحت میدان صحافت میں درخشاں وکامراں دیکھیں ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عہدِ عثمانی میں حیدرآباد کی جدید علمی و ادبی جد و جہد

از جناب ڈاکٹر سید محی الدین صاحب قادری زورؔ ام اے بی۔ اچ۔ ڈی (لنڈن)
پروفیسر ادبیات اردو جامعہ عثمانیہ سرکارِ عالی

زمانہ بدلتا رہتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ملکوں اور قوموں کے حالات و خیالات بھی تبدیلی حاصل کرتے جاتے ہیں۔ اہلِ حیدرآباد کی جدید علمی و ادبی کوششیں ان کے اس ذہنی انقلاب اور قلبی اضطراب کی آئینہ دار ہیں۔ جو گزشتہ ربع صدی میں اعلحضرت سلطان العلوم کے حیرت انگیز اور انقلاب آفریں دور کا نتیجہ ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سرزمین کے رہنے والے اس عہد میں اپنے طویل خواب سے یک بیک چونکتے ہو گئے ہیں اور نہیں چاہتے کہ کسی ترقی یافتہ ملک سے کسی طرح پیچھے رہنے پائیں۔ اس لئے ہمہ جہتی ترقیوں کی دوڑ میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ خاصکر اردو زبان اور ادب کی خدمت کے سلسلہ میں تو اہلِ حیدرآباد ہندوستان کے کسی اور صوبہ سے پیچھے نہیں رہنا چاہتے۔

یہ امر واقعہ ہے کہ اس ملک نے اردو ادب کی وسعت و استحکام میں شروع ہی سے ناقابلِ فراموش حصہ لیا ہے۔ اور اہلِ ملک کے ادبی انہماک اور مشاغلِ علمی میں تو کسی زمانہ میں بھی فرق نہیں آیا۔ یہ اس سرزمین کی خوش بختی ہے کہ اس میں ہر دور میں صاحبِ احساس، بلند حوصلہ اور بے لاگ علمی و ادبی کام کرنے والے پیدا ہوتے رہے۔ اور خاصکر عہدِ عثمانی میں تو جس جوش و اہتمام کے ساتھ علمی و ادبی خدمات انجام دی جا رہی ہیں اُن کی نظیر تاریخ ادبیات اردو میں نظر سے نہیں گذرتی۔

اس مبارک عہد کی علمی و ادبی خدمات اور مصنفین و مولفین کے متعلق راقم الحروف کے متعدد مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ طیلسانینِ عثمانیہ کی کانفرنسوں میں اس سے متعلقہ موضوعوں پر تقریریں کی جا چکی ہیں (جو شائع بھی ہو چکیں) مجلّہ عثمانیہ کے ہر شمارہ میں "حیدرآباد کی جدید اردو مطبوعات" کے متعلق عنوان کے تحت یہاں کی اردو کتابوں پر تفصیلی نظر ڈالی جاتی رہی ہے۔ نیز "عہدِ عثمانی میں اردو کی ترقی" ایک جداگانہ کتاب بھی شائع ہو چکی ہے۔ تاہم اس مختصر سے مضمون میں اُن علمی و ادبی رجحانات اور تصنیفات و تالیفات کی خصوصیتوں پر اجمال کے ساتھ روشنی ڈالی جائے گی جو اس دور میں عام طور پر رونما ہوئیں اور جن کی واقفیت کے بعد ممکن ہے کہ اہلِ ملک کے لئے مزید ترقی کے راستے نظر آسکیں۔

گذشتہ دس پندرہ سال کے عرصہ میں عہدِ عثمانی میں جو تصنیفات و تالیفات یا تراجم شائع ہوئے وہ کئی قسم کے ہیں۔ لیکن اُن میں اکثر و بیشتر علوم و فنون اور حکمیات ہی کے موضوعوں پر مشتمل ہیں۔ اگر اس زمانہ میں دکن میں ایسی اہم
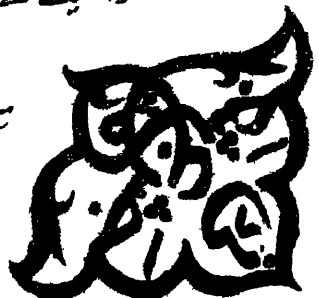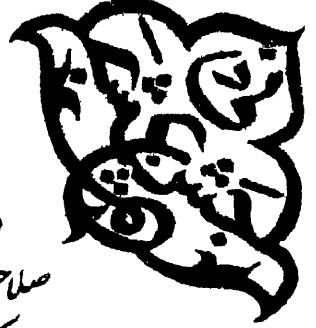
اور سنجیدہ کتابیں نہ لکھی جاتیں تو غالباً زبان اردو کا بقا اور استحکام ہی متزلزل ہوجاتا۔ وہی زبان زندہ رہ سکتی ہے جس کے بولنے اور سمجھنے والے علمی و ادبی خدمات میں مشغول ہیں، اور ان میں زمانہ کا ساتھ دینے کی صلاحیت اور جدید ترین ضروریاتِ علمی و ادبی کا احساس بھی ہو۔

اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ اردو مصنفین و مولفین اور اردو کے جملہ ادارے متفقہ طور پر زبان کی حفاظت اور اس کو جدید احتیاجوں اور ضرورتوں کے لئے کار آمد ثابت کرنے میں ہمزبان و یکدل ہوجائیں۔ اس سلسلہ میں یہ امر لازمی ہے کہ ہماری زبان میں ٹھوس علمی، تحقیقی اور مفید کتابوں کا اضافہ ہوتا رہے۔ آج سے پچاس سال پہلے کی اردو کتابوں کا ذخیرہ زیادہ تر شعر و سخن اور فوق فطری افسانوں سے معمور تھا۔ اردو میں علمی کتابوں کا اضافہ در اصل گزشتہ نصف صدی ہی سے شروع ہوا اور یہ اضافہ بھی زیادہ تر تاریخی یا تنقیدی کتابوں پر مشتمل ہے۔ اردو زبان کو صحیح معنوں میں علمی اور حکمیاتی بنانے کا سہرا حیدرآباد ہی کے سر رہے گا۔ کیونکہ یہاں جامعہ عثمانیہ کی وجہ سے جدید سے جدید علوم کے متعلق بھی اردو میں کتابیں لکھی گئیں۔

گزشتہ دس پندرہ سال سے حیدرآبادی مصنفین اور خصوصاً جامعہ عثمانیہ کے فیض یافتہ اصحاب نے اس اردو جامعہ کی پیش کردہ اصطلاحوں کو اپنی تصنیفات و تالیفات یا تراجم میں استعمال کرنا شروع کردیا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ یہ کام ان کے سوا کسی اور سے اس خوبی کے ساتھ انجام نہ پاسکتا۔ اگر اہلِ حیدرآباد علمی و حکمیاتی مضامین کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور اپنی تحریروں میں فنی اصطلاحوں کو موقع و محل پر استعمال نہ کرتے تو اندیشہ تھا کہ جامعہ کی بنائی ہوئی اصطلاحیں لغتوں اور دار الترجمہ کی کتابوں ہی میں مدفون ہوجاتیں۔ اہلِ حیدرآباد اور خاصکر متعلقین جامعہ میں مولوی عبد الرحمن خاں صاحب (سابق صدر کلیہ جامعہ عثمانیہ) مولوی ضیاء الدین صاحب انصاری (پروفیسر کلیہ انجینیری) مولوی محمد علی خاں صاحب (پروفیسر طبعیات و نظام کالج) ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب (پروفیسر فلسفہ جامعہ عثمانیہ) مولوی محمد عبد الرحمن صاحب (لکچرار طبعیات) مولوی محمد احمد صاحب عثمانی و مولوی احمد بن عبد اللہ صاحب (لکچرر کلیہ بلدہ) مولوی میر حسن الدین صاحب اور مولوی فیض محمد صدیقی صاحب وغیرہ قابل مبارکباد ہیں کہ انھوں نے اردو زبان میں سائنس و فلسفہ کی کتابیں منتقل کرکے اردو کی وسعت کو ہمہ گیری بخشی اور اس کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کا بیڑا اٹھایا۔

مختلف علوم و فنون اور خاصکر سائینس و فلسفہ کی کتابوں کے بعد حیدرآباد کے علمی ذخیرہ میں ادبی تحقیق و تنقید اور سوانح و تواریخ سے متعلقہ موضوعوں پر کثیر تعداد میں کتابیں ملتی ہیں۔ اردو ادبیات میں جدید طرز کی سوانح عمریوں اور تاریخوں کی بے حد ضرورت تھی۔ خاصکر تاریخ ہند و دکن کے ازمنہ ماضیہ کے بہت سے دور ابھی تاریکی میں ہیں۔ اور لازم تھا کہ اہلِ حیدرآباد اور خاصکر جامعہ عثمانیہ کے سپوت سب سے پہلے اسی موضوع کی طرف متوجہ ہوتے۔ اپنے ملک کے حالاتِ سابقہ اور عظمتِ ماضی سے کامل آگاہی کے بغیر کوئی قوم شاہراہ ترقی پر گامزن نہیں ہوسکتی۔ اس خصوص میں مولوی عبد المجید صاحب صدیقی (مددگار پروفیسر کلیہ جامعہ عثمانیہ) مولوی محمود علی صاحب (مددگار پروفیسر کلیہ بلدہ) مولوی شمس اللہ قادری صاحب (مدیر تاریخ) مولوی سراج الدین صاحب طالب مولوی شمس الدین صاحب مولوی سردار علی صاحب (مدیر تجلی) مولوی محمد غوث صاحب (دفتر دیوانی و مال وغیرہ) اور مولوی معین الدین صاحب رہبر وغیرہ کے نام خاصکر قابل ذکر ہیں۔
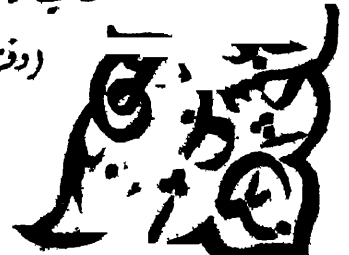
اہلِ حیدرآباد تاریخ سے زیادہ ادبی تحقیق و تنقید کی طرف مائل ہیں اور اس موضوع کے متعلق مولوی عبدالقادر صاحب سروری (مددگار پروفیسر کلیہ جامعہ عثمانیہ) مولوی شمس اللہ قادری صاحب مولوی نصیرالدین صاحب ہاشمی (مددگار دفتر دیوانی و مال) مولوی سید محمد صاحب (لکچرر سٹی کالج) مولوی عبدالرزاق صاحب مولوی شیخ چاند مرحوم، مولوی سردار علی صاحب مولوی میر حسن صاحب (سٹی کالج) مولوی میر سعادت علی صاحب رضوی۔ وغیرہ کی بعض تحریریں اردو زبان میں مستقل اہمیت حاصل کریں گی۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ماضی حال کی اور حال مستقبل کی تعمیر ہوتی ہے۔ اور یہ کہ نام نیک رفتگان ضائع کرنا کفران نعمت ہے۔

دکن کے قدیم سلطنتوں کے زوال کے ساتھ ہی جہاں اُن کے بے نظیر جواہرات کے خزانے سر بفلک عمارتیں۔ پر تکلف محلات اور مصوری، خطاطی، اور دیگر اعلیٰ صنعتوں کے ذخیرے تباہ و برباد ہو گئے۔ اُن کی اردو زبان و ادب کی خدمتیں بھی نظروں سے اوجھل ہو گئیں اِن گمشدہ خزائن علم و ادب کی بازیافت اور ان کا تحفظ و اشاعت زبان اور ملک دونوں کی اعلیٰ ترین خدمت گزاری تھی اس لئے ملک کے قدیم لیکن رفیع الشان اساتذۂ سخن کو روشناس کرنے اور اُن کے حالات کی تحقیق و تفتیش کو اہلِ دکن اور خاصکر فرزندان جامعہ عثمانیہ نے اپنا فرض اولین سمجھا۔ یہی فرض شناسی تھی جس نے اکثر فرزندان وطن کو اس اہم کام میں منہمک کر دیا۔ انھوں نے نہ صرف گلبرگہ، بیدر۔ بیجاپور، اور گولکنڈہ کے ادیبوں اور شاعروں اور ان کے کلام کو روشناس کیا بلکہ اورنگ آباد اور حیدرآباد کے اُن شعراء و مصنفینِ اردو پر بھی مصروف کار ہیں جن کے کارناموں کی اشاعت سے اردو ادب کے خزانہ میں قابل لحاظ اضافہ ہوگا۔

اہلِ حیدرآباد کی علمی و ادبی جدوجہد میں اگرچہ درس و تدریس کی ضروریات اور تدریسیات سے متعلق تحریریں اور مختلف نصابی کتابیں بھی شامل ہیں لیکن فن تعلیم پر ابھی اور توجہ کی ضرورت ہے۔ اردو زبان میں فن تدریس کا اور بچوں سے متعلق کتابوں کا فقدان ہے۔ مسرت کا مقام ہے کہ اس کی طرف حیدرآباد کے بعض اصحاب مثلاً مولوی غلام رسول صاحب، مولوی عبدالسلام صاحب ذکی مولوی محسن خاں صاحب متین، مولوی غلام قادر صاحب، مولوی فیض محمد صدیقی صاحب اور سدرشن دراج صاحب وغیرہ نے توجہ کی ہے۔

اہلِ حیدرآباد میں گزشتہ دس پندرہ سال میں محض ٹھوس اور خشک علمی کام کرنے والوں کے علاوہ ایسے اہلِ قلم بھی رونما ہوئے ہیں جو شعر و شاعری، افسانہ نویسی، ڈرامہ نگاری۔ اور عام دلچسپی کے مضامین اور کتابوں کی تصنیف و تالیف میں بھی حصہ لیتے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں مولوی فضل الرحمن صاحب۔ مولوی تمکین کاظمی صاحب، مولوی اکبر وفا قانی صاحب، مولوی محمد عابد علی صاحب، مولوی مخدوم محی الدین صاحب۔ مولوی بادشاہ حسن صاحب، مولوی میر حسن صاحب، مولوی محمد علی خاں صاحب بیکس مولوی سکندر علی صاحب وجد۔ مولوی بدر شکیب صاحب، مولوی جلال الدین صاحب اشک، مولوی اشفاق حسین صاحب مولوی ابوالمعظم قاضی عبدالغفار صاحب، مولوی بدرالدین صاحب بدر، مولوی احمد اللہ قادری صاحب ج نقوی صاحبہ، مولوی عبدالرزاق خاں صاحب بسمل، کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اِن سبھوں نے اپنی ادبی کاوشوں کے ذریعہ سے حیدرآباد میں اردو ادب کی بڑی خدمت کی ہے اور کئے جارہے ہیں۔

مرتبہ محمد فاضل

ان انفرادی کوششوں کے علاوہ اجتماعی مساعی کی طرف بھی توجہ کی جارہی ہے۔ اگرچہ وہ ابھی کما حقہ کامیاب نہیں ہوئی لیکن اس کی طرف برابر دھیان لگا ہوا ہے۔ اور جو صاحب ذوق ہیں وہ اس کی ضرورت اور اہمیت سے ناواقف نہیں ہیں۔ چنانچہ اس قسم کی اجتماعی کوششوں کا سلسلۂ ادبیات اردو کا نام پیش پیش ہے جو چند صاحب ایثار علم دوستوں کی توجہ کا نتیجہ ہے اور اس وقت تک کامیابی کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ اس ادارہ نے اب تک پانچ کتابیں ورڈ سورتھ اور اس کی شاعری، ٹیگور اور اس کی شاعری، یوسف ہندی قید زنگ میں، ہوش کے ناخن اور مرقع سخن شائع کیں جن میں سے ہر ایک نہایت مقبول ہوی۔ خاصکر آخری کتاب نے تو دکن کی تصنیف و تالیف کی دنیا میں ایک زندگی اور تازگی پیدا کردی۔ یہ کتاب اس قدر مقبول ہوی کہ ادارہ کو بہت جلد اس کا دوسرا حصہ شائع کرنے کی طرف متوجہ ہونا پڑا چنانچہ وہ اب زیر طبع ہے۔ پہلے حصہ کی طرح اس میں بھی ساٹھ کے قریب دکن شاعروں اور قدردانان سخن کی تصاویر شامل ہیں اور اس کے صفحات کی تعداد بھی چار سو کے قریب ہے۔

سلسلۂ ادبیات اردو نے اس امر کا تہیہ کیا ہے کہ دکن کے شاعروں کے حالات اور کلام کو پیش کرنے کے ساتھ ساتھ یہاں کے نثر نگاروں اور پھر تاریخی شخصیتوں یعنے ملک و مالک کے خدمتگزاروں کے بھی (مرقع سخن ہی کے پیمانے پر) بسوط تذکرے شائع کئے جائیں۔ جب سلسلہ ادبیات کے یہ تمام تذکرے منظر عام پر آجائیں گے تو دکن کی معاشرتی اور سیاسی تاریخ بے نقاب ہو جائے گی اور آیندہ نسلوں کو اپنے پیشروؤں کے عظیم الشان کارناموں کے مطالعہ سے علم و عمل میں ترقی کرنے کے راستے نظر آئیں گے۔ یہ سب تذکرے جامعہ عثمانیہ ہی کے فیض یافتوں اور خاصکر نونہال طالب علموں سے لکھوائے جائیں گے تاکہ انہیں کام کرنے اور تحقیق و تفتیش کا ذوق پیدا ہو اور ملک و مالک کی صحیح خدمتگزاری کے طریقے معلوم ہوں۔ ان نوجوانوں کے کام کی نگرانی سلسلہ ادبیات اردو کے پانچ مؤسسین کے ذمہ ہے جن میں سے اکثر جامعہ عثمانیہ میں پروفیسر ہیں اور ادبی تاریخ، اور مذہب تینوں کے لحاظ سے سلسلہ کے مطبوعات پر نظر رکھتے ہیں۔ اس کی ادارت عمومی راقم الحروف ہی کے سپرد ہے۔ اس کے دوسرے چار مؤسسین حسب ذیل ہیں۔ مولوی عبدالمجید صاحب صدیقی ایم اے۔ ایل ایل بی (استاد تاریخ جامعہ عثمانیہ) مولوی عبدالقادر صاحب سروری ایم اے ایل ال بی (استاد ادب اردو جامعہ عثمانیہ) مولوی عبدالقادر صاحب صدیقی ایم اے (استاد دینیات جامعہ عثمانیہ) مولوی نصیرالدین صاحب ہاشمی (مددگار ناظم دفاتر دیوانی و مال و ملکی و استیفاد مناصب و مواہیر وغیرہ)

سلسلہ ادبیات اردو کے بعد "سلسلۂ انتخابات شعرائے دکن" کا تذکرہ ضروری ہے۔ اس سلسلہ کی جانب سے اس وقت تک چار کتابیں کیف سخن، بادہ سخن، متاع سخن، اور سراج سخن، شائع ہوچکی ہیں اور دو کتابیں ایمان سخن اور فیض سخن چھپ گئی ہیں اور عنقریب منظر عام پر آئیں گی۔

یہ سلسلہ اس امر کی کوشش کر رہا ہے کہ دکن کے اساتذۂ سخن کے کلام کو جدید طرز پر مرتب و منتخب کرکے اردو دنیا میں پیش کرے تاکہ اردو ادبیات کے خزانہ پر تہی مایگی کا جو الزام لگایا جارہا ہے وہ دور ہو جائے اور اردو کے صحیح اور بلند پایہ خدمتگزاروں اور محسنوں سے اہل اردو ناواقف نہ رہیں۔ فی الحال حسب ذیل چھ شاعروں پر جو کام کیا گیا ہے وہ پیش کر دیا گیا ہے۔

(۱) شاہ سراج الدین سراج اورنگ آبادی (۲) سید محمد خاں ایمان حیدرآبادی

(۳) شمس الدین محمد فیض　　(۴) ڈاکٹر احمد حسین مائل

(۵) سید رضی الدین حسن کیفی　　(۶) نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیز

اور توقع ہے کہ آئندہ سال اور چھ شاعروں پر کام پیش کر دیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں فی الحال حسب ذیل اصحاب کام کر رہے ہیں۔ مولوی عبد القادر صاحب سروری ایم اے ال ال بی۔ مولوی سید محمد صاحب ایم اے (مصنف ارباب نثر اردو وغیرہ) اور راقم الحروف۔ اس ادارہ کے ہمدردوں اور معاونوں میں مولوی سید خورشید علی صاحب (ناظم دفاتر دیوانی و مال و استیفاد مناصب وغیرہ) اور نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیز خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس اثنا میں مولوی سید خورشید علی صاحب کی دلچسپی اور توجہ سے جدید حیدر آباد اور خانوادۂ آصفی کے متعلق جدید طرز کی کتابیں بھی لکھی گئی ہیں اور بعض زیر ترتیب ہیں۔ اس سلسلہ میں جو کتابیں شائع ہو چکی ہیں ان میں حسب ذیل قابل ذکر ہیں۔

حیدر آباد کی تعلیمی ترقی (از مولوی عبد القادر سروری صاحب ایم اے) عصر جدید (از جناب جانکی پرشاد صاحب دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ) عہد عثمانی میں اردو کی ترقی (از سید محی الدین قادری زور) حیدر آباد میں اصلاحات (زبان انگریزی از محمد مسیح اللہ خاں صاحب) اس سلسلہ کی زیر طبع کتابوں میں سلاطین آصفی کی مذہبی رواداری (از مولوی عبد المجید صاحب صدیقی ایم اے ال ال بی) خاص کر قابل ذکر ہیں۔

ان سلسلوں کے علاوہ اور بھی ادارے ہیں جو کام کر رہے ہیں۔ اور ان کے متعلق ہم نے اپنی کتاب "عہد عثمانی میں اردو کی ترقی" میں وضاحت سے لکھا ہے۔ ان سب اداروں اور ان کے کاموں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اب اہل حیدر آباد بیدار ہو چکے ہیں۔ عہد عثمانی میں ان کے قلب و دماغ علمی و ادبی سوتوں سے سیراب ہو رہے ہیں۔ ان میں خود اعتمادی پیدا ہو چکی ہے۔ ان میں علم و فضل اور ادبیات کا ایک ایسا ذوق پیدا ہو گیا ہے جو یقین ہے کہ ان کو اردو زبان اور ادبیات کی خدمت میں ہمہ تن منہمک کر دے گا۔ ان کی کاوشوں اور سرگرمیوں سے ان کی زبان مالا مال ہو جائے گی اور اس کے تحفظ و استحکام کے لئے ان کی کوششیں ہندوستان کے دیگر خدمت گزاران اردو کے لئے نمونہ ثابت ہوں گی۔ فقط

پٹہ داران و اجارہ داران

مدارج	ہندو	مسلمان	دیگر اقوام	جملہ
جو ایک روپیہ سے ۵۰ روپیہ تک سالانہ محاصل ادا کرتے ہیں	۶۷۷۵۶	۵۱۱۲۳	۱۵۰۹۷	۱۳۳۹۷۶
" ۵۰ " ۲ " "	۱۳۸۳۰۳	۹۸۱۴	۱۴۷۷	۱۴۹۲۹۴
" ۱۰۰ " ۲۰۰ " "	۶۵۱۸۳	۴۰۱۵	۲۹۵	۶۹۵۹۳
" ۱۰ " ۲۵ " "	۱۲۸۲۵	۷۹۷	۷۲	۱۳۶۹۴

مدارج	ہندو	مسلمان	دیگر اقوام	جملہ
جو ۱۵۰ روپیہ سے ۳۰۰ روپیہ تک سالانہ محاصل ادا کرتے ہیں	۷۰۷۳	۴۳۸	۳۵	۷۵۴۶
" ۳۰۰ " ۴۰۰ " "	۶۶۵۸	۴۲۹	۱۸	۷۱۰۵
" ۴۰۰ " ۵۰۰ " "	۳۲۹۹	۳۲۲	۲۶	۳۶۴۷
" ۵۰۰ سے زائد " "	۴۹۷۸	۳۷۹	۱۸	۵۳۷۵

میزان　۱۰۰۶۳۷۵ + ۶۷۲۱۷　۱۶۹۳۸　۱۰۶۰۴۳۰

عہدِ عثمانی میں خواتین کی تعلیمی ترقی

ازجناب مولوی سید نصیر الدین صاحب ہاشمی مددگار ناظم دفتر دیوانی فینانس سرکار عالی

یورپ و امریکہ نے ترقی کے جو مدارج طے کرلیے ہیں اسکی اصلی بنیاد تعلیم ہے پھر تعلیم میں صرف مردوں کی کوئی تخصیص نہیں عورتوں کا بھی اسمیں برابر کا حصہ ہے اور زیادہ تر اسی وجہ سے انکے یہاں جہالت اور توہمات کا سحر جلد باطل ہوگیا۔

قلمرو آصفیہ میں بھی اب جو علمی چہل پہل ہے اور تعلیمی ذوق و شوق پھیل رہا ہے وہ ایک تابناک مستقبل کا پیش خیمہ ہے خوشی کی بات ہے کہ مردوں کے دوش بدوش خود خواتین بھی بیدار ہوچکی ہیں گزشتہ پچیس سال میں انھوں نے علم و فن، تمدن و معاشرت میں جو کچھ ترقی کی ہے اس کی پوری تفصیل ہم نے اپنی تالیف "خواتین عہد عثمانی" میں کردی ہے، یہاں جدید معلومات کی بناء پر خواتین کی تعلیمی ترقی کا مختصر حال قلمبند کرتے ہیں امید ہے کہ یہ دلچسپی کا موجب ہوگا۔

تعلیم کے مختلف درجے قرار دئے گئے ہیں، ابتدائی، ثانوی، اور اعلیٰ۔ اور پھر ثانوی کے دو قسم ہیں وسطانی اور فوقانی اسی حیثیت سے موجودہ تعلیمی حالت پر تبصرہ کیا جاتا ہے۔

ابتدائی خواتین کی ابتدائی تعلیم میں جو ترقی ہوئی ہے اس کے اظہار کے پہلے دورِ عثمانی کے پہلے کی تعلیمی حالت پر ایک نظر ڈالنی ضروری ہے، تاکہ نسوانی تعلیم کی ترقی کا حقیقی اندازہ ہوسکے،

سلطنت آصفیہ میں سرکاری طور پر سب سے پہلے ۱۲۹۲ف میں تعلیم نسواں پر توجہ کیگئی، اس کے بعد رفتہ رفتہ ترقی ہوتی رہی۔

اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی مسند نشینی کے ایک سال پہلے یعنی ۱۳۱۹ف میں ممالک محروسہ سرکار عالی میں ابتدائی مدارس نسواں کی تعداد صرف (۹۰) تھی جس میں سے (۴۷) سرکاری اور (۴۳) خانگی اور امدادی تھے۔ ان میں تعلیم پانے والی طالبات کی کل تعداد صرف (۲۹۴۵) یہاں اس امر کا خیال رہے کہ یہ تعداد تعلیم نسواں کے آغاز کے ستائیس سال بعد ہوئی تھی۔

مبارک دورِ عثمانی کے پچیس سال میں ابتدائی مدارس اور اُن کے طالبات میں جو اضافہ ہوا ہے وہ درحقیقت حیرت انگیز ہے! ابتدائی مدارس نسواں کی تعداد اب (۶۷۷) ہے جس میں سے (۴۲۰) سرکاری اور (۲۷۵) امدادی اور خانگی ہیں،

ان مدارس کے طالبات کی تعداد (۴۱۹۷۴) ہے گویا پچیس سال میں (۳۶۵۴۵) کا اضافہ ہوا ہے۔

اس موقع پر پرائمری ماڈل اسکول کا ذکر ضروری ہے جو شہر میں ۱۳۲۴ف میں
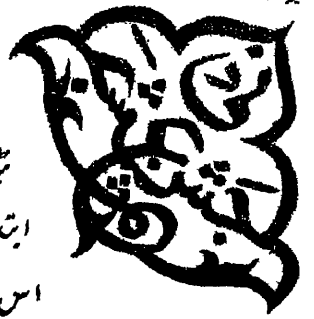
قایم کیا گیا۔ یہاں مخلوط طور پر چھوٹے بچوں کی تعلیم جدید طرز پر ہوتی ہے جو میڈم ڈاکٹر مانٹی سری کا اصول کہلاتا ہے۔ اس مدرسہ کی تعلیم کے تین مختلف درجے ہیں ابتدائی، اوسط، اور اعلیٰ،

اس مدرسہ کی تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ بچوں کو انکی فطرت کیمواق تعلیم دی جائے کھیل کو د بچوں کا دلچسپ مشغلہ ہے اس لئے ہر مضمون کو کھیل کود کے ذریعہ سکھایا جاتا ہے۔ خشک سے خشک مضامین مثلاً حساب اور جغرافیہ وغیرہ بھی اتنے دلچسپ بتائے جاتے ہیں کہ بچوں کا دل اکتاتا نہیں۔ علاوہ ازیں بچوں پر انفرادی توجہ کی جاتی ہے کیونکہ بچے مختلف ذہنیت اور فراست کے ہوتے ہیں، جو ذہین بچہ اپنی ذہنیت کی وجہ سے اونچی جماعت کے قابل ہو جاتا ہے تو اسکو بلا انتظار ٹرم خاص امتحان کے بعد اعلیٰ تر درجہ میں ترقی دیدی جاتی ہے اسی طرح بچہ کی ذہنیت پست نہیں ہوتی اور عمر ضائع نہیں جاتی۔

اس وقت (۱۷۰) بچے اس مدرسہ میں تعلیم پاتے ہیں جن میں (۱۰۵) لڑکے اور (۶۵) لڑکیاں ہیں سب سے چھوٹے بچے کی عمر ڈیڑھ سال ہے۔ بیگم سید جمال الدین اس مدرسہ کی صدر معلمہ ہیں انہوں نے خود اٹلی جاکر میڈم مانٹی سری کے مدرسہ میں تعلیم پائی ہے اور پھر انگلستان کے مدارس میں بھی عملی تجربہ حاصل کیا ہے۔

وسطانیہ — ۱۳۱۹ف میں مدارس وسطانیہ صرف دو تھے وہ بھی بلدہ کی حد تک اضلاع میں کوئی مدرسہ وسطانیہ نہیں تھا معلمات کی تعداد (۱۸) تھی،

آج انکی تعداد بیس ہے جن میں سے سات سرکاری اور تیرہ خانگی اور امدادی ہیں طالبات کی تعداد (۳۳۷۸) ہے۔ (۸۱) سے (۳۳۷۸) کا مقابلہ کس قدر تعجب انگیز ہے۔

مدارس فوقانیہ — ۱۳۱۹ف میں تین ہائی اسکول تھے جن میں دو سرکاری اور ایک خانگی تھا۔ ان کے طالبات کی تعداد (۲۴) تھی۔

اس وقت ہائی اسکولوں کی تعداد (۸) ہے۔ جن میں سے چار سرکاری ہیں اور چار امدادی۔ ان مدارس کے طالبات کی تعداد (۲۶۶۳) چوبیس کے مقابل یہ تعداد بھی مسرت بخش ہے۔

اس موقع پر بعض فوقانیہ مدارس کے مختصر حالات دلچسپی کا موجب ہو سکتے ہیں،

ہائی اسکول نام پلی — اس مدرسہ کا قیام اگرچہ ۱۳۰۳ف میں عمل میں آیا تھا مگر انیس سال میں اسکے جملہ لڑکیوں کی تعداد صرف (۶۵) تک پہنچی تھی۔ اگرچہ یہاں مدراس یونیورسٹی کے میٹرک کی تعلیم ہوتی تھی مگر یونیورسٹی نے اس مدرسہ کو تسلیم نہیں کیا تھا اس لئے لڑکیاں غیر سرکاری طور پر شریک ہوتی تھیں، ۱۳۱۶ف میں تین لڑکیاں امتحان میں شریک ہوئیں مگر کسی نے کامیابی حاصل نہیں کی البتہ امتحان مڈل میں تیرہ ۱۳ شریک اور نو کامیاب ہوئی تھیں۔

اعلیحضرت سلطان العلوم کی جشن نشینی کے ایکسال بعد طالبات کی تعداد (۹۵) ہوگئی اور آج انکی تعداد (۴۷۹) ہے اس وقت یہاں دو قسم کی تعلیم ہوتی ہے۔ ایک تو سرکار عالی کے اسکول لیونگ سرٹیفکیٹ کی اور دوسرے جامعہ عثمانیہ سے متعلق میٹرک کی۔ اول الذکر لڑکیاں یہاں سے فارغ ہو کر نظام کالج میں شریک ہوتی ہیں اور ثانی الذکر کلیہ اناث میں تعلیم کے علاوہ دستکاری اور پکوان سیون کیلئے بھی استانیاں
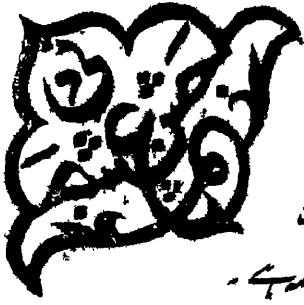
مامور ہیں۔ ڈاکٹر آمنہ پوپ اس درسگاہ کی صدر ہیں۔ ان کے زمانہ میں اس مدرسہ کو بڑی ترقی ہوی ان کی محنت اور دلچسپی کے باعث کلیہ اناث کا قیام عمل میں آیا۔ ڈاکٹر پوپ کی محنت دلچسپی اور ایثار قابل قدر ہے خواتینِ دکن کی تعلیمی ترقی میں ان کا بڑا حصہ ہے۔

محبوبیہ گرلز ہائی اسکول اس مدرسہ کا قیام مرحوم اعلیحضرت کے زمانہ میں ۱۹۰۷ء میں ہوا تھا۔ مگر دورِ عثمانی میں اس مدرسہ کو جو ترقی حاصل ہوئی وہ بہت تابناک ہے مدرسہ کے قیام کے بارہ سال بعد ۱۳۱۹ف میں یہاں صرف بائیس لڑکیاں زیر تعلیم تھیں۔

اس وقت اس مدرسہ میں (۳۴۴) لڑکیاں زیر تعلیم ہیں۔ اس کے علاوہ چونکہ کنڈر گارٹن میں مخلوط تعلیم ہوتی ہے اس لئے (۱۶) لڑکے بھی ہیں اسطرح جملہ تعداد (۳۶۰) ہوتی ہے۔

اس مدرسہ کے تین حصے ہیں یعنی کنڈر گارٹن۔ مڈل اسکول اور ہائی اسکول جو سینیر کیمبرج کی تعلیم کے لئے مختص ہے۔

کنڈر گارٹن میں جدید اصول کے تحت ایک یورپین خاتون کی نگرانی میں تعلیم و تربیت ہوتی ہے مڈل اسکول کے نصاب میں حسب ذیل مضامین شامل ہیں انگریزی، اردو، حساب، مطالعہ قدرت، جغرافیہ۔ تاریخی کہانیاں مصوری۔ اور دستکاری۔ ہائی اسکول میں جو مضامین شامل ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔ لسانیات (انگریزی، اردو، فارسی) تاریخ (تاریخ ہند) یورپ۔ تاریخ عالم) جغرافیہ۔ ریاضی مع علم ہندسہ و مساحت، نباتیات (ابتدائی سائنس، مطالعہ قدرت) مصوری (عکاسی پھولوں اور مناظر قدرت کی ڈرائنگ، تصاویر، صنعتی تصاویر وغیرہ) امور خانہ داری (علم حفظان صحت، پکوان انگریزی و خانگی، گھریلو دستکاری، سلائی، کشیدہ کاری وغیرہ) موسیقی (یورپین) ان مضامین کے علاوہ دینیات کی تعلیم لازمی ہے اور ظہر کی نماز کا خاص انتظام ہوتا ہے۔

مدرسہ کے ان تینوں حصوں کے علاوہ چند خاص جماعتیں بھی ہیں۔ ان میں ایک اسپیشل جماعت امور خانہ داری کی تعلیم کیلئے مختص ہے۔ ان طالبات کو لیڈی ارون کالج دہلی کے امتحان کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ ان کو عام اسکول کے مضامین کے علاوہ دھلوائی۔ ہوم نرسنگ۔ بچوں کی نفسیات فن خانہ داری، گھریلو انتظام کی تعلیم دیجاتی ہے۔ مصوری کے لئے جو مختص ہوتی ہیں ان کو رائل ڈرائنگ سوسائٹی لنڈن کے تھرڈ آرٹس کے امتحان کے لئے تیار کرایا جاتا ہے۔ ان طالبات اعلیٰ درجہ کی مصوری سے واقف کرائی جاتی ہیں۔ موسیقی کی جو تعلیم پاتی ہیں ان کو ٹرینٹی کالج آف میوزک لنڈن کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ سردست ہندوستانی موسیقی کا انتظام نہیں ہے کیونکہ تعلیم کے لئے کوئی خاتون دستیاب نہیں ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ جو لڑکیاں ڈاکٹری تعلیم کی متمنی ہوتی ہیں ان کو کیمیا اور طبعیات کی تعلیم بھی بطور خاص دی جاتی ہے۔

ورزش جسمانی کا بھی خاص انتظام ہے جمناسٹک، ڈرل، فٹ بال، بیاڈمنٹن، ٹنی کوریٹ وغیرہ کھیل ہوتے ہیں۔ اداکاری سکھائی جاتی ہے۔ بلو برڈ کی جماعت ہے۔ بزم ادب قائم ہے۔ سہ ماہی رسالہ اردو اور انگریزی زبان میں شائع ہوتا ہے۔ کھیلوں کے مقابلے مدرسہ میں ہوتے ہیں۔ جغرافیائی تاریخی اور نباتیاتی اشیاء جمع کئے جاتے ہیں۔ امداد اور خیراتی کاموں کے لئے چندہ فراہم کیا جاتا ہے۔

پرنسپل کے علاوہ چھ یورپین اور چار دیسی عیسائی اور ایک مسلمان گریجویٹ معلمات اور انیس نان گریجویٹ معلمات یہاں مقرر ہیں۔ یورپین معلمات مندرجۂ ذیل فنون کے لئے مختص ہیں

انگریزی۔ تاریخ۔ ریاضی و نباتیات۔ امور خانہ داری۔ ڈرل اور گیمس یورپین خواتین آکسفورڈ، کیمبرج اور لندن کے جامعات کے اسناد رکھتے ہیں۔

طالبات کے دوپہر کے کھانے کے لئے خاص انتظام ہے مدرسہ کے

ایک بڑے حصے میں میز اور بینچ سلیقے سے جمے ہوئے ہیں۔ ہر میز پر
طالبات کے نمبر لگے ہوئے ہیں۔ صفائی کا خاص انتظام ہے طالبات کو خود
کام کرنے کا عادی بنایا جاتا ہے، ماماؤں اور آیاؤں کو علیحدہ رکھا جاتا ہے۔
پکوان کی تعلیم کے لئے جو حصہ مختص ہے وہ بھی صفائی کے لئے خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہاں
انگریزی اور ہندوستانی پکوان کے لئے علیحدہ علیحدہ باورچی خانہ ہے۔

یہاں عموماً اعلیٰ طبقہ کی خواتین تعلیم پاتی ہیں جو اپنی ذاتی سواری میں آیا کرتی ہیں اس لئے مدرسہ کی جانب سے سواری کے انتظام کی ضرورت نہیں ہے۔

مس لنین اس مدرسہ کی پرنسپل ہیں جو دلچسپی اور مستعدی کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہیں۔ ان کے زمانہ میں مدرسہ کو بڑی ترقی ہوئی۔ مس جیس تندی نائب صدر ہیں۔ جو ملکی خاتون ہیں انھوں نے۔ یم۔ اے۔ کے امتحان کے علاوہ لنڈن سے ٹیچرس ڈپلوما بھی حاصل کیا ہے۔

اسٹانلی گرلز ہائی اسکول | یہ مدرسہ مشن کے زیر انتظام ہے۔ سرکار عالی سے ماہوار دو سو روپیہ امداد دیجاتی ہے (۵۲۶) لڑکیاں اس وقت زیر تعلیم ہیں۔ اسکول لیونگ سرٹیفکیٹ کی تعلیم یہاں ہوتی ہے۔

اگرچہ مدرسہ ایک ہی وسیع مکان میں ہے، مگر مدرسہ کے مختلف حصے، کنڈر گارٹن، ابتدائی، وسطانی، اور فوقانی علیحدہ علیحدہ حصوں میں ہے، ہر حصہ پر ایک صدر معلمہ مامور ہے، اور تمام مدرسہ پر پرنسپل کی نگرانی ہے، فوقانی حصہ میں سائنس ریاضی، جغرافیہ وغیرہ کے لئے علیحدہ علیحدہ مخصوص کمرے ہیں۔

موجودہ پرنسپل ایک ملکی خاتون مس آئی ڈی لانا یم اے ہیں جنھوں نے امریکہ سے یم اے کی ڈگری حاصل کی ہے آپکی محنت، دلچسپی، اور مستعدی سے مدرسہ ترقی کر رہا ہے۔ چنانچہ اس مدرسہ کی بہترین تعلیم کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اکثر مرتبہ امتحان لیونگ سرٹیفکٹ میں شریک ہونے والی جملہ لڑکیاں کامیاب ہو جاتی ہیں، یعنی سو فی صد نتیجہ ہوتا ہے۔ گزشتہ دو سال سے تو یہاں کی ہی لڑکی ممالک محروسہ کے امتحان اسکول لیونگ سرٹیفکیٹ میں اول ہو کر کھلے اسکالرشپ حاصل کر رہی ہے۔

مدرسہ کے ساتھ بورڈنگ کا بھی انتظام ہے۔ جس میں فی الوقت (۱۳۴) طالبات مقیم ہیں، مکان کی عدم گنجائش کے باعث ان کے رہنے کے لئے علیحدہ علیحدہ کمرے نہیں ہیں دو تین ہالوں میں انکی اقامت ہے۔ بورڈنگ کیلئے فرنیچر خصوصاً کھانے کے کمرہ کے لئے اس کی بڑی احتیاج ہے، حیدر آباد کے اہل خیر کی دستگیری کی بڑی ضرورت ہے۔ تاکہ بورڈنگ کے لئے معمولی فرنیچر فراہم ہو جائے۔

ہر جمعہ کو ہائی اسکول کے طالبات کا ایک علمی جلسہ ہوا کرتا ہے، ایک ماہواری انگریزی رسالہ بھی شائع ہوتا ہے۔

طالبات کے لانے کے لئے موٹر بس کا انتظام ہے۔ بورڈنگ میں پڑھنے والی طالبات کو اپنا کام آپ کرنے کی عادت ڈالی جاتی ہے۔

سینٹ جورجز گرامر ہائی اسکول | یہ مدرسہ بھی مشن کے زیر انتظام ہے سرکار عالی سے بھی اسکو امداد ملا کرتی ہے۔ یہاں سینیر کیمبرج تک
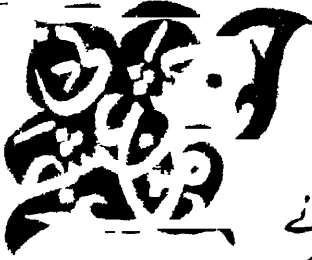
تعلیم ہوتی ہے، تقریباً ایک سو طالبات یہاں زیر تعلیم ہیں۔

اعلیٰ تعلیم

دورِ عثمانی کے پہلے خواتین کی اعلیٰ تعلیم کا کوئی انتظام نہیں تھا اور نہ ایک آدھ خاتون کے علاوہ کسی نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ مبارک دورِ عثمانی میں خواتین کی اعلیٰ تعلیم کا بھی انتظام ہوگیا ہے۔

چنانچہ اسوقت تین کالجوں میں خواتین اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی ہیں جسکی صراحت ذیل میں کیجاتی ہے۔

کلیۂ اناث

یہ کلیہ جامعہ عثمانیہ سے ملحق ہے۔ ۱۳۳۳ف میں اس کا قیام عمل میں آیا۔ زنانہ ہائی اسکول نامپلی کی عمارت ہی میں اس وقت یہ کلیہ قایم ہے۔ بی۔ اے اور بی۔ یس۔ سی تک تعلیم ہوتی ہے فی الحال حسب ذیل فنون کی تعلیم کا انتظام ہے۔

شعبۂ فنون لسانیات (انگریزی، اردو، عربی، فارسی۔)

تاریخ (تاریخ اسلام، تاریخ ہند، تاریخ انگلستان سیاسیات)

معاشیات، اخلاقیات،

شعبۂ سائینس۔ اس شعبہ میں ریاضی، طبعیات، کیمیا، حیاتیات، اور نباتات کی تعلیم ہوتی ہے۔ کلیہ کی صدر ڈاکٹر آمنہ پوپ ہیں۔ آٹھ خواتین پورے طور پر اور سات خواتین بعطائے الوئنس چند ساعتوں کے لئے کالج کی جماعتوں کو تعلیم دیا کرتی ہیں۔ مختصر پیمانہ پر سائینس کے آلات بھی موجود ہیں۔

اسوقت جو طالبات زیر تعلیم ہیں انکی تفصیل حسب ذیل ہے

یف اے سال اول (۷) یف سی یس سی سال اول (۶)
یف اے سال دوم (۶) یف سی یس سی سال دوم (۹)
بی۔ اے سال اول (۴) بی یس سی سال اول (۶)
بی اے سال دوم (۲) بی یس سی سال دوم (۲)

کلیۂ اناث کے قیام میں ڈاکٹر آمنہ پوپ کا بڑا حصہ ہے۔ انکی دلچسپی اور محنت سے توقع ہے کہ خواتین کی اعلیٰ تعلیم میں روز افزوں ترقی ہوگی۔ ابتک جن خواتین نے بی اے کا امتحان پاس کیا ہے ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔

نام	درجہ	سنہ
نوشابہ خاتون صاحبہ	دوم	۱۳۳۳ف
درۃ البیضاء بیگم	دوم	۱۳۳۵ف
بشیر النساء بیگم	سوم	۱۳۴۰ف
محمدی بیگم	اول	۱۳۴۱ف
سراج النساء بیگم	دوم	۱۳۴۳ف
سلامت النساء بیگم	سوم	۱۳۴۳ف
سیدہ زہرا بیگم	سوم	۱۳۴۴ف

جہاں بانو بیگم سوم ۱۳۴۴ف
سعدیہ بیگم سوم ۱۳۴۴ف
محسم النساء بیگم سوم ۱۳۴۴ف

ان میں نوشابہ خاتوں ایسی ہیں جنھوں نے کلیۂ اناث قایم ہونے کے پہلے خانگی طور پر امتحان میں شریک ہوکر کامیابی حاصل کی ہیں۔

نظام کالج نظام کالج میں مخلوط تعلیم ہوتی ہے جو طالبات اسکول لیونگ سارٹیفکٹ میں کامیابی حاصل کرتی ہیں ان کے لئے کوئی علیحدہ کالج نہ ہونے سے بڑی دقت کا سامنا تھا اسلئے نظام کالج میں مخلوط تعلیم کی اجازت دیدی گئی اس وقت (۲۵) طالبات زیر تعلیم ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

یف اے سال اول (۸) بی اے اول (۴) آنرس (۱) یف اے سال دوم (۱۰) بی اے سال دوم (۲) جملہ (۲۵)

سال حال میں یف ہر دو جیم اے میں اور مس رشیدہ رپورٹر بی یس سی میں کامیاب ہوئیں ہیں یم اے کی جماعت اس سال سے برخاست کردیگئی ہے۔

مڈیکل کالج جامعہ عثمانیہ سے متعلق مڈیکل کالج میں مخلوط تعلیم ہوتی ہے یہاں پانچ سال کی تعلیم کا انتظام ہے۔ اس میں چار لڑکیاں بھی زیر تعلیم ہیں جنکے نام حسب ذیل ہیں:-

حبیب النساء بیگم۔ مس آر جیٹھیا دیا، مس یم بٹ۔ مس یس بٹ۔

تعلیم المعلمات اسی موقع پر تعلیم المعلمات کا ذکر بھی ضروری ہے۔ حیدرآباد میں ایک اور اضلاع میں دو مدرسے تعلیم المعلمات کے قایم ہیں ان مدارس میں قیام کا بھی انتظام ہے کیونکہ زیر تعلیم معلمات کے لئے قیام کا انتظام ضروری ہے بلدہ کے مدرسہ میں فی الحال مٹرک کے درجہ تک تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے آئندہ اسکو معلمات کے لئے ٹرینگ کالج بنادیا جائیگا۔ حضور النساء بیگم یم اے بی ٹی اس مدرسہ کی صدر ہیں۔

بیرون ملک سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا دور عثمانی کے پہلے ایک دو درخواتین کے سوا کسی نے بیرون ملک سے تعلیم حاصل نہیں کی تھیں مگر اب ایسے خواتین کی تعداد بھی کافی ہے جو بیرون ملک جاکر اعلیٰ تعلیم حاصل کرلی ہیں اس وقت تک جنھوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے انکی فہرست حسب ذیل ہے۔

شمار	نام	کونسا امتحان کامیاب کب	کہاں سے
(۱)	بادشاہ بیگم صوفی	یم اے	علی گڈھ
(۲)	مس یس جیٹھیا دیا	بی اے بی ٹی	مدراس
(۳)	مسز سبا ئیشن	"	مدراس
(۴)	حضور النساء بیگم	یم اے بی ٹی	لکھنو
(۵)	نور النساء بیگم	بی اے	لکھنو
(۶)	مس سیلا منی نائیڈو	بی اے	آکسفرڈ
(۷)	مس جیبی نندی	یم اے آنرز ٹیچرس ڈپلوما	لندن

(۸) مس سیری نندی	بی ایس سی	لندن
(۹) مس دوارا نندی	فروبل کورس	"
(۱۰) بیگم سید جمال الدین	ڈپلوما، مانٹی سوری کورس	اٹلی لندن
(۱۱) بیگم زین یار جنگ	بی اے	اکسفرڈ
(۱۲) مس ولسکر	ڈپلوما	لندن
(۱۳) مصطفائی بیگم	منشی فاضل	مدراس
(۱۴) خیر النساء بیگم	ایم بی بی ایس سی	لکھنؤ
(۱۵) صالحہ بیگم	ایم بی بی ایس۔ ایم آر سی پی ایل آر سی پی	لکھنؤ لندن
(۱۶) مسز سوبترا بائی کسری کنڈی	ایم بی، بی ایس سی	بمبئی

اور (۷) جج نقوی صاحبہ بی اے (۸) سید زہرہ بیگم بی اے (۹) سے مجایا اس سال تعلیم کے لئے لندن گئی ہیں۔

اس وقت جو خواتین بیرون ملک اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

شمار	نام	کہاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں	کونسی تعلیم حاصل کر رہی ہیں
(۱)	مس مہا لکشمی بائی نائیڈو	اڈنبرہ	طب
(۲)	محمدی بیگم	اکسفرڈ	انگلش آنرز پی ایچ ڈی
(۳)	ڈاکٹر مس خیر النساء بیگم	لندن	طب
(۴)	سراج النساء بیگم	طہران	فارسی
(۵)	خدیجہ بیگم	لندن	کنڈرگارٹن ڈپلوما مونٹیسری کورس بعد تعلیم واپس آچکی ہیں۔
(۶)	ڈاکٹر مسز سوبترا بائی	اڈنبرا	طب ایف آر سی ایس

ان میں سے اول الذکر چار تو سرکار عالی کے وظیفہ سے تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور آخر الذکر دونوں نے سرکار سے قرضہ تعلیمی حاصل کیا ہے۔ ان کے علاوہ بعض اور خواتین بھی بیرون ملک میں تعلیم پا رہی ہیں جنکی صراحت عدم معلومات کے باعث دشوار ہے البتہ ایک چند نام کی صراحت کیجا سکتی ہے مثلاً (۱) مس لچھار بجی صاحب (جج ہائیکورٹ) لندن میں ڈاکٹری کی تعلیم پا رہے ہیں

انتظام ورزش موجودہ زمانہ میں طلباء کی صحت جسمانی کے لئے ورزش اور ڈرل ضروری تصور کی گئی ہے۔ تاکہ انکی جسمانی صحت عمدہ رہے اور پڑھنے سے جو دماغی بار پڑتا ہے وہ ورزش اور ڈرل کے باعث کم ہو جائے۔ طالبات کے لئے اس کا کوئی انتظام نہیں تھا بلکہ سکول اور موٹروں میں بند آنے سے انکی صحت پر اور برا اثر ہوتا تھا۔ خان فضل محمد خاں صاحب ناظم تعلیمات نے اس طرف خاص توجہ کی اور طالبات کے ورزش اور ڈرل کے لئے بھی ڈرل اور ورزش کے ذرائع فراہم کئے چنانچہ کلیۂ اناث اور مدرسہ فوقانیہ نامپلی کے طالبات کے لئے ایک مسلم خاتون نجم النساء بیگم کو (جنکو خاص طور سے لندن سے اسکی تعلیم دلائی گئی) مقرر کیا گیا۔ بلدہ کے دوسرے زنانہ مدارس کے لئے ایک معلمہ کا انتظام کیا گیا ہے۔ اور اسپیر مس شاہ کا تقرر ہوا ہے جو دلچسپی اور محنت کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہیں۔

خان فضل محمد خاں صاحب کا یہ کارنامہ ہمیشہ یادگار رہے گا، موجودہ

اور آیندہ نسلیں آپ کی عرصہ دراز تک شکر گزار رہیں گی۔ بہرحال موجودہ زمانہ میں خواتین کی تعلیم کا انتظام اعلیٰ پیمانہ پر قایم ہوچکا ہے۔

مستقبل

تعلیم نسواں کا جو ذوق و شوق اس وقت ملک کے گوشہ گوشہ میں کافی طور سے پیدا ہوچکا ہے وہ ابھی اپنے ابتدائی زینہ پر ہے۔ ضرورت ہے کہ ابھی سے اسکو اس سانچے میں ڈھالا جائے کہ ملک کی حقیقی ضرورتوں کا ارتقاع عمل میں آسکے، ماماگری، آیاگری، معلانی گری، مالنی، وغیرہ جیسے خالص نسوانی پیشوں کو نظری اور عملی تعلیم کے زیر اثر لایا جائے ہمیں اس امر پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ تعلیم کا وہ کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے کہ جسکی بدولت ہر پیشہ کے مرد کو اس کی شریک زندگی سے اپنے پیشہ کے کاروبار میں حقیقی اعانت حاصل ہوسکے۔ عام قومی صحت اور تنومندی کی خاطر یہ ضروری ہے کہ انائیں اور آیائیں ابتدائی اصول حفظان صحت اور بچوں کے عام رکھ رکھاو اور انکو بحال و خوش رکھنے کے عملی طریقوں سے واقف ہوں اور انکی روش قابل گرفت نہ ہو، ان ضروریات کو روبراہ لانے کے عوض ہماری کوشش وسعی مخلوط تعلیم اور اعلیٰ تعلیم وغیرہ جیسے بے ثمر مباحث میں محدود نہ ہونی چاہیئے۔

اس سے قطع نظر عام طور سے عورتوں کا مستقبل اُس وقت خوش آیند ہوسکے گا جبکہ تعلیم نسواں کے نصاب کو ملک کی حقیقی ضرورتوں کے تحت ترتیب دیا جائے، ہمارے لئے ایک ایسے نصاب کی ضرورت ہے کہ جس سے ہماری بہنیں مشرقی اور مغربی تمدن و تہذیب کی خوبیوں اور برائیوں کو سمجھنے کے قابل ہوجائیں ہماری بہنیں تاریک خیالی توہمات اور جہالت کے گرداب سے نکل آئیں تو اس کے ساتھ ہی ان میں کامل صحت، بدن کی پوری چستی اور دماغ کی تازگی بھی باقی رہے، ایک ایسا نصاب تعلیم ضروری ہے کہ جس سے خواتین کی دماغی اور ذہنی قوی مجلی ہوجائیں تو ساتھ ہی ساتھ ان کے نسوانی جذبات بھی پورے شباب پر قایم رہیں اسکول و کالج میں انکی تربیت کچھ اس ڈھنگ سے ہو کہ ماں بنے کے بعد وہ اپنے بچوں کی اس طرح دیکھ بھال کریں کہ یہی بچے آگے چلکر ایک اعلیٰ تہذیب کی کامل حفاظت کرسکیں، اور لائق شہری بن سکیں، مذہب، اخلاق، معاشیات، امور خانہ داری، تربیت اولاد، حفظان صحت، موسیقی کو عورتوں کے نصاب میں خصوصی درجہ حاصل ہونا چاہیئے، بلاشبہہ یہ مضامین اب بھی ایک حد تک شریک ہیں لیکن انکے متعلق کتب نصاب مرتب کرنے میں عورتوں کے مخصوص ضروریات کا خاص لحاظ ہونا چاہیئے، کتب نصاب کی زبان اسلوب بیان اور استدلال سب میں نسوانیت کے عنصر کو غالب رہنا چاہیئے اگر وہ ایک طرف مغربی تمدن و تہذیب سے واقف ہوکر ملک کے لئے کارآمد ہوجائیں تو دوسری طرف مذہب کے پاکیزہ اصول سے واقف ہوکر اپنی تعلیم یافتگی کو اس طور سے کام میں لائیں کہ قدیم مشرقی عفت و عصمت کو چار چاند لگ جائیں فقط

جشن عثمانی
منظومات
خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ
در مدح اعلیحضرت سلطان العلوم میر عثمان علی خان بہادر شہریار دکن و برار
نوٹ جشن عثمانی کے دوسرے خصوصی نمبر یعنی مرقع ادبی کے مکمل با تصویر پرشکوہ شاہکار (جلد دوم) میں بلند پایہ نظمیں در مدح اعلحضرت خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
منسوب خاص ہیں جو نہایت حسن و خوبی کے ساتھ ہدیۂ ناظرین ہونگی
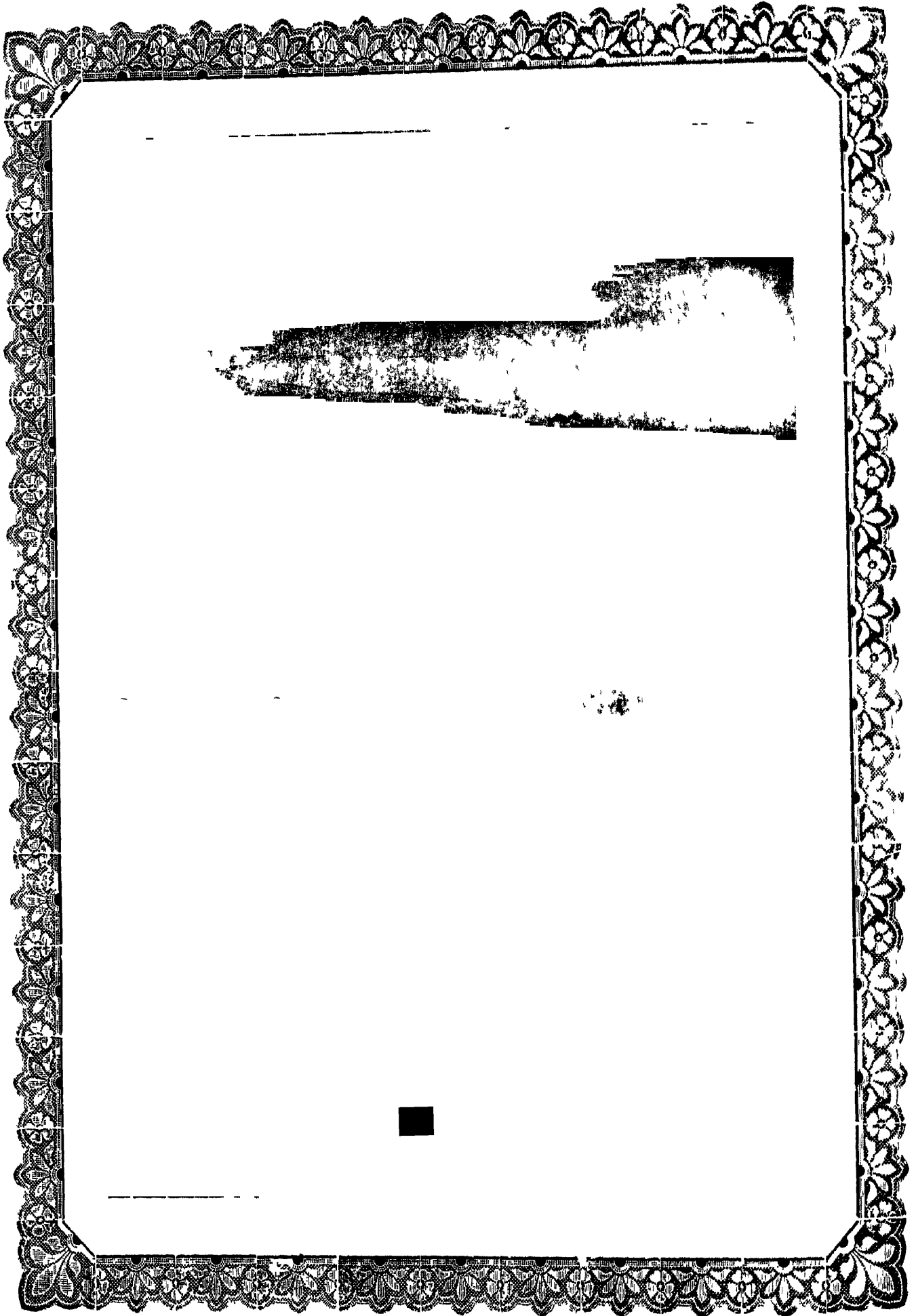
No 48 Publishers HAFIZ QAMAR-UD DIN & SONS, Booksellers, Mochi Gate, Kazi Khana, LAHORE
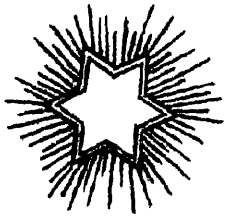
از مولٰنا مقصود علی صاحب مدرس عربی۔ عثمانیہ کالج اورنگ آباد

فتح الکلام من المطالع بابا ۔۔۔ یتسب البیان لو هو شابا
ملک الکلام وقادر بصروفه ۔۔۔ فمصرف عن الضلال صوابا
فصل الخطاب وقامع لخصومة ۔۔۔ قد اصمت فی حو بها الاوصابا
هذا لمن لو شاء ان یتأمر ۔۔۔ جعل الوهاد کالجبال هضابا
ضرب المخوف بالرؤوس وهیبة ۔۔۔ ضربت علی ابصارها ارهابا
ضربوا لها مثالها من حالها ۔۔۔ ضرب النکال نکایة وعذابا
من نصحه نصح عمیم سامل ۔۔۔ عم القریب والبعید حسابا
ما اعرف المعروف فی الکرم الذی ۔۔۔ یجزی المسئ عن الجزاء ثوابا
منع الخطوب عن اناسة تاثر ۔۔۔ فاحبن عنه ما اراد خطابا

وایسن عن کل الملم لخطبها
ثم اقتعدن بالحباء حجابا
رامی الکلام لنازح من نبله
فتکلمان من الجعاب غضابا

مرتبہ محمد فاضل

عين الصفات ظل بعد طلوعها
صبح القريظ لآخرين كذا با
وكفى به منفرد المدبحه
اذ فرد الاعداد والاحسابا

شمس العلوم وانها من عينها — تتنورت وتنور الاقطابا
لبست به الالفاظ زى شعاره — فاشعرت مقصودها آدابا
واصلها السلطان سابع آصف — يعطى العلوم والفنون تنابا
ادعو له ولابنه وحفيده — حيوا الى يوم القيام شبابا
وهلال اوج نحت لامع نير — وسراج رابعة تنير ترابا
لسليل اعظم جاه والى عمده — قر العيون اعزة وجنابا
ملك اللسان وكل من يتلسن — ككليمه ملك الزمان رقابا
ويحول عن المجاز حقيقية — القى عليها الدهر منه حجابا
حذق واهر يطب جروحها — من صارم شافى الغليل شرابا
ان الملوك اذا ارادوا قربه — حملوا تحوف رؤوسها العقابا
ضربا شديدا منه هلا عن رأيها — ضرب الهيام بالهيام سرابا
فيعز من هو جاته متواضعا — ويذل من هو جاد عنه ورابا
قلما يتزل الثقلاء من عقباتهم — ليزيل عنهم مايحق عقابا
تلك الصلات والجوائز والعطا — ليقمن صاد الصيد والاعجابا
حتى احلن عن غزيرة طبعها — القين عن طهر الفساد حرابا
صم الطبايع يخففن اطاعة — فمالهم لا يقبلون صوابا
فلك لحلم ان طغى من جانب — جهل لحد من الحد وعتابا
عدل يمثل للعداول اذا نفى — مثلا لجسم للعداول جوابا
والوصف عنوان لمن هو ذاته — علم ليعلم عارضا اعرابا
سلطانها المعروف فى المتعارف — فمن انى فى ملكه فاصابا
فالعرف والمعروف والمعارف — تتعاور الالفاظ والالقابا

حتى تقول اللفظ يسرد منطقا
يصف الكليم والكلام خطابا
بهم قيام سميتين تشرقا
ن مشرقا ومغربا وشهابا

وطلوع ساطع طالع متهلل
وفی ندا سیف مهند قرضا با
بن عوا لجامع ملة و نحلة
جمع الکتاب واجمع الکتا با

نزل السما فی موکب الغمائم — بالعصب والعمران فی المعالم
وقضارة الریاض والحدائق — وتقلب البیداء فی الخضارم
تحکی بها و بلاد هادر و زمن — تلک الندی فی بحر الا کغائم
و تقتدی بفعاله فتختدی — منهطلا من راحة المواسم
قامت بما علی الوصف لازم — من واجب الابواب والملازم
فبکرت بو طابها لملئها — باب الامار غدوة الغنائم
فتظلل الآفاق من صنعه — و تعم کل فاعة الاقالم
وا وطلت وطیفة لنفسها — بحملها سجیة الکرائم
للہ یا سجیة و رحمه — احسنتما فی قسمة المقاسم
دام السما و دامت المواکب — فی ظله الظلیل ظل دائم
لا تقتبل فی ملحه لعارض — شتان بین عارض و دائم
اخذت بنا ندامة بذکره — یجری الرحاض من حیا و نادم
انا عارض عن عارض بعارض — الی فلوض تنتمی بقائم
فغمامة سلیلة من المیا — لا تھیضرت غطمطم القلاذم

فبحره و مله و ذخره
متلاطم الامواج بالنعائم
بل باحر متبحر و فوقه
بحرالعلوم جهضم الشاطم

مرتبہ محمد فاضل

وضليعة بقدومه تمللت
من زهرة الانوار بالمباسم
ومنهل من ابحر المعارف
ممداد من منبع المعالم

واحضارة تخاسدت بلاوة — وامت له حفاوة كناظم
اهلا وسهلا يا نزيل منزل — حر القيام قدمت خير قادم
ظل الاله منزل كذاته — وسمانه عن ارمن غواشم
هو آية من آية لكونه — اشهد به صناعة لعالم
رسم الفنون محبرة وسلطة — حارت رسوم العلم والمراسم
الاثر اه على البسيط حاويا — نا دارة العلوم والتراجم
ووسامة فيطت به باسم سلطان العلوم سيمة افهم
هو مير عثمان على لحمه — وصحيحه لهائم وحائم
ومينارة لبصيرة وبصرها — فتريك منها شرعة العزائم
تتادب الآداب في بيوتاته — فحلم الاخلاق من مكارم
يارب كن لحياته محافظا — كما حفظت به حياة سائم
ايا حياة عالم تنسى — ابدا فانت زهرة الناسم

وظفرت بالمقصود في العظائم
ما دامت الملوان في الهماهم

هنيئا للملك السلطان الاعظم والخاقان الاكرم ناشر لواء العدل على البلاد والبنا ناظم الملك سلطان العلوم امير المؤمنين عثمان علی خان خلد الله ملكه وسلطنته

از جناب مولوی قاضی عبد الصمد صاحب صارم سیوہاروی

ذا اليوم افضل ايام الزمان لنا — بسر الدهر من البسراء والامم
فالجو من دكن قد صار مزدهرا — ومزنه باللآلی اليوم منجم
وكيف لا والملك واهب سهم — اقيم محتفل بما شاهدت امم
الارض مخضرة من غيث نامله — والبحر من سيل ما اعطاه ملتطم
وهو للذی من بين الملوك يدا — وهو للذی سار من بينهم علم
يحيی الوری باسنی جود مكارمه — محبت فی قلوب الناس مختتم
يارب فاجعل له الايام زاهرة — ودام سلطانه ما لاح الانجم
والدشر له حكمه فی كل ناحيه — دان البلاد له والعرب والعجم

۱۳ ۵۵ ھ
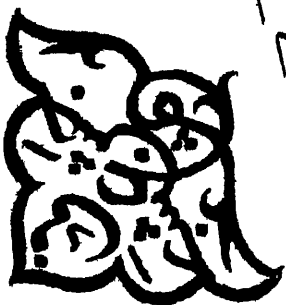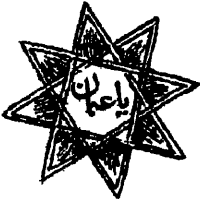
ازجناب مولوی حاجی احمد صاحب نحوی

رَوْضُ الْمَقَالَۃِ اِنَّمَا تَزْدَانُ ۔ بِزُھُوْرِ حَمْدٍ مَنْ ھُوَ الْمَنَّانُ

چمنستان سخن خوشنما نہیں ہوتا بجز پھولوں کے تعریف کے اس خداوند کی جو سب سے بڑا نعمت والا ہے۔

کَمْ نِعْمَۃٍ جَامِنْہُ مَعْ عِصْیَانِنَا ۔ اَلْعَدُّ یَقْصُرُ عَنْہُ وَ الْمِیْزَانُ

ہماری نافرمانیوں کے باوجود اسکی جانب سے کسقدر نعمتیں بخشی گئی ہیں جنکے شمار کرنے سے گنتی اور ترازو قاصر ہیں

اَلنِّعْمَۃُ الْعُظْمٰی رَسُوْلُ رَحْمَۃٌ ۔ لِلْعَالَمِیْنَ وَ اِرْثُہُ الْقُرْاٰنُ

بہت بڑی نعمت بعثت رسول اکرمؐ ہے جو رحمۃ للعالمین ہو کر مبعوث ہوئے۔ جنکی میراث قرآن کریم ہے۔

صَلّٰی عَلَیْہِ بِقَدْرِ عَظْمَۃِ ذَاتِہٖ ۔ مَنْ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ذَا الْفُرْقَانُ

اللہ تعالیٰ جس نے قرآن کریم فرقان عظیم سکھلایا آنحضرتؐ پر بے انتہا درود شریف نازل فرمائے۔

وَالنِّعْمَۃُ الْعُلْیَا عَلٰی ھٰذَا الزَّمَنْ ۔ اِبْدَاعُ مَنْ اَسْمَاؤُہٗ اِسْمَانِ

موجودہ زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی بلند تر نعمت ایک ایسے بے نظیر بادشاہ کا پیدا کرنا ہے جسکے دو نام ایک نام کو مقدم رکھنا

اَوْ جَنَّتَانِ وَفِیْھِمَا عَیْنَانِ جَا ۔ رِیَتَانِ یُمْنٰی مِنْھُمَا عُثْمَانُ

یا وہ دونوں نام دو بہشتیں ہیں جن میں دو نہریں جاری ہیں۔ داہنی طرف کی نہر عثمان ہے

یُسْرٰی عَلِیٌّ بَلْ کُلٌّ عَیْنٍ مِنْھُمَا ۔ رَمْزٌ اِلَی الْعَیْنَیْنِ یَا یَقْظَانُ

بائیں نہر علی ہے۔ بلکہ ہر عین کی شکل دو عین کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ غور کیجئے (جلد ۲)

ھٰذِیْ بِدَایَاتٌ لِاَسْمَاءٍ اَرْبَعَہْ ۔ وَھُوَ عَتِیْقٌ عُمَرُ عَلِیٌّ عُثْمَانُ

یہ چاروں خلفائے راشدینؓ کے اسمائے گرامی کے ابتدائی حروف ہیں۔

وَھَلُمَّ جَرًّا فَھِیَ اَرْبَعُ اَعْیُنٍ

اور بہ تدریج آگے بڑھو تو عین یعنی چشم

لِلّٰہِ بَدَتْ مِنْ نُوْرِہٖ اَلْاَکْوَانُ

حضور سرور کائناتؐ کی چاروں آنکھیں ہیں

مرتبہ محمد [illegible]

ذا السرّ یبدی انّ ھذا مجمع
یہ راز اس نکتہ کو ظاہر کرتا ہے کہ اعلیحضرت سلطان دکن حفظہ اللہ
لخصال کلّ ذا لہ عنوان
جمع صفات ان سب کی ہونے پر یہ عنوان ہے

قد فاز بالعینین فی عرب عجم — فثناؤھم و دعاؤھم عنبان
عرب عجم کے دو عین بھی اسم سارک میں ہونیسے (جن کے پہلوں کی فلاح وبہبود پر اس سلطان کی دائمی نظر ہے) ان سکی تعریفیں اور دعائیں ملتی ہیں یہ غنیمت ہے
لما اتی العینان فی العلمین من — ذات اسمہ قد زانہ الاعیان
جبکہ دو عین دو مشہور علموں میں آئی ہیں اس لیے اس کے اسم گرامی کو اعیان قوم نے اور مزین کر دیا۔
بخطاب سلطان العلوم یشیعھا — فقدیمھا بجدیدھا یزدان
ساتھ خطاب سلطان العلوم کے کیونکہ وہ اشاعت علوم فرما رہا ہے پس علوم قدیمہ علوم جدیدہ سے زینت پذیر ہو رہے ہیں
الحکم والتنسیخ لیس لحاکم — فی دکن لا غیرہ سلطان
حکم فرمانا اور اس کا منسوخ فرمانا ان دونوں میں سے کوئی بات دکن میں اس بادشاہ کے سوا کسی اور کو نہیں اور کوئی سلطان ہے
راعی الرعایا این یلفی مثلہ — بمراحم و عواطف ملان
رعیت کا گلہ بان اس کے مانند کہاں پایا جا سکتا ہے جو مراحم خسروانہ اور عواطف شاہانہ سے مملو ہے
تدبیرہ فی ملکہ من حسنہ — تتعجب الارکان و الاقران
اس کی تدبیر حکمرانی کی خوبی سے ارکان سلطنت اور شاہان زمانہ متعجب ہیں۔
ارجاع رزدنسی کذا استردادہ — لبرار و لمثلہ البرھان
رزڈنسی کا واپس لینا اور برار وغیرہ کا طلب فرمانا اس حسن تدبیر کے لیے بین دلیل ہے۔
یستارز السلطان کلا ترتما — للجحر ارز حیۃ ثعبان
سب کو سلطان اس طرح سمیٹ کر واپس لے لیگا جس طرح سانپ اپنے بل میں گھس جاتا ہے۔
اعلی مطامح قصدہ عیش الوری — بمسرۃ و فلاحھم و امان
اس سلطان کی بلند تر آرزو یہی ہے کہ لوگ خوش حال رہیں اور ان کو بہبودی اور امن ہو۔
من ثم صار یسیل یم عطائہ — کی یستفید بجودہ البلدان
اسی لیے وہ اپنی بخشش کی دریا بہا رہا ہے تا کہ علاقہ ممالک اس سے مستفید ہوں۔
و یھذب السبل التی ترقی بھا — نحو العلی الابدان و الاذھان
اور ان راہوں کو مہذب فرما رہا ہے جن کے ذریعہ جسم و عقل اعلی کمال کی طرف ترقی کر سکیں

ان قیل ای اعدل او اشفق
اگر سوال کیا جائے کہ حکمرانی اور سخاوت میں کون بادشاہ
حلما و جودا قلت لا امکان
زیادہ منصف مزاج اور زیادہ مہربان ہے

مرتبہ محمد فاضل

اِلَّا الْجَوَابُ عَلَی الْیَقِیْنِ بِاَنَّہٗ

تو میں کہونگا کہ یقیناً ممکن نہیں سوائے اس جواب کے کہ بلا شبہ وہ

سُلْطَانُ عُثْمَانُ عَلِیّ خَانْ

اعلیحضرت سلطان العلوم میر عثمان علی خان خلد اللہ ملکہ سلطنتہ

وَاِنِ اشْتَغَلْتُ بِذِکْرِ نَزْرٍ مِنْ عُلَا ہُ تَعِبْتُ وَکَلَّ فِیَّ لِسَانْ

اور اگر اس سلطان کی خوبیوں کے تھوڑے سے حصہ کے بیان کرنے میں میں مشغول ہو جاؤں تو تکلیف میں پڑ جاؤنگا اور میری زبان عاجز ہو جائیگی

فَلْنَدْعُ اَکُفُّنَا لِمُجِیْبِ دُعَا ءٍ خَاضِعٍ اِذْ قَالَہُ الرَّحْمَانْ

پس چنانچہ خداوند مہربان کا ارشاد ہے چاہیے کہ ہم بارگاہ مجیب الدعوات میں دست بدعا ہوں۔

فَاَدِمْ عَوَافِیَہٗ وَزِدْہُ مَعَالِیًا تَخْضَعُ لَھَا الْاَمْلَاکُ یَا حَنَّانْ

پس اے بڑے مہربان خدا اس سلطان کی عافیت دائمی ہو اور اسکو وہ رفعت مرتبہ عطا فرما جسکے سامنے سلاطین زمانہ گردنیں جھکائیں

وَاَذِلَّ اَعْدَاہُ وَخَلِّدْ مُلْکَہٗ وَاَصْلِحْ لَہٗ مَنْ ھُمْ لَہٗ وِلْدَانْ

اور اس کے دشمنوں کو خوار کردے اور اس کی سلطنت برقرار رکھ اور شہزادگاں بلند اقبال کو صالح بنا۔

وَکَذَاکَ اَصْلِحْ مَنْ ھُمُو الْوُزَرَاءُ غَلِّبْ جُنُوْدًا ھُمْ لَہٗ اَعْوَانْ

اور وزیروں کو بھی نیک بنادے اور ان لشکروں کو غالب بنا جو اس کے مددگار سلطنت ہیں۔

ھٰذَا دُعَا نَحْوِی الْحَقِیْرِ تَقَبَّلَنْ فَضْلًا وَمَنًّا مِنْکَ یَا مَنَّانْ

یہی حقیر نحوی کی دعا ہے ضرور قبول فرمائیو اپنے فضل و نعمت سے اے بڑے بخشش والے پروردگار!

مَنْ کَانَ مَانِعَ شُکْرِ النَّاسِ اَدْنَاہُ فَلَیْسَ یَفْعَلُ اَعْلَاہُ لِمَوْلَاہُ

جو کوئی لوگوں کے شکریہ ادائی سے باز رہے جو ادنیٰ شکریہ ہے تو وہ اعلیٰ شکریہ نہیں بجا لائیگا۔ اپنے مالک حقیقی کیلئے (حدیث شریف کے اس مضمون کی تعمیل میں ہم اپنے پیارے کرم گستر بادشاہ سلامت کی کورنش اور شکریہ بجا لاتے ہیں)۔

مَنْ مِثْلُ عُثْمَانَ فِی الْاَقْطَارِ نَھْوَاہُ

کون ہے مانند عثمان کے جو سلطان دکن ہے گو تمہارے زمین میں

سُلْطَانِ دَکَنْ وَالْاَغْیَارُ تَھْوَاہُ

جس سے ہم محبت رکھتے ہیں اور اغیار بھی

مرتبہ محمد فاضل

سلطان عقل وعلم في جلالته
وہ اپنی بزرگی کے ساتھ صاحب عقل وعلم سلطان ہے
مفخم في الملا تكرار ذكراه
اس کے ذکر خیر کا بار بار دہرانا اہل عالم کے نزدیک بزرگی سمجھا جاتا ہے۔

الكون ممتلئ بالجود منه لذا   ن البحر معترف ببطلان دعواه
اس کے جود وسخاوت سے عالم بھرا ہوا ہے اس لیے سمندر کو اپنے دعوے کی بے حقیقتی کا اعتراف ہے۔

ما للسماء سوى امطار موسمه   سلطاننا ماطر دوماً لجدواه
آسمان کو نہیں ہے مگر یہ کہ موسم بارش میں مینہ برسائے لیکن سلطان کی بارش سخاوت تو دائمی ہے۔

ما والد لبنيه نرى سلطاننا   في شفقة ووداد في رعاياه
اپنی رعایا پر شفقت ومحبت میں سلطان کے مانند والد بھی اپنی اولاد کے ساتھ نہیں۔

لو كان لقمان موجوداً اقر بلا   ريب بقصر انه قدام علياه
لقمان حکیم اگر زندہ رہتا تو سلطان کے بلند مرتبہ حکمت کے سامنے بے شبہ اپنی کوتاہی کا اقرار کر لیتا۔

من عدله خجلاً نوشيروان وفى   وبزرجمهر من تدبيره تاه
سلطان کے عدل وانصاف سے شرمندہ ہو کر نوشیرواں ہٹ گیا اور بزرجمہر بھی سلطان کی تدبیر حکمرانی سے وہ سب ششدر رہ گئے۔

شجاعة ملئت ارجاء مقمصه   رستم وزال زوالاً قد اقراه
سلطان کے جامہ تن کی ہر جانب شجاعت اور بہادری سے پُر ہے رستم اور زال ایسے زوال کی صورت سے اس کا اقرار کر چکے ہیں۔

اسكندر كدراً قد غاب عن ملأ   من نور فطنته من يختبر جاه
سلطان کی نور دانشمندی سے شرمندہ ہو کر سکندر دنیا سے غائب ہو گیا کوئی آزمانا چاہے تو وہ اس کے پاس جائے

قد انعم الله اكراماً بدولته   على الانام فندعو الله ابقاه
اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کرتا ہوا سلطان کو معہ اس سلطنت کے بخشش فرمائی ہے ہم اس نعمت کے بقا و دوام کی بارگاہِ خداوندی میں دعا کرتے ہیں۔

نخوي له ابداً داع بكل علا   وولده شغفاً احيان محياه
نخوی تو اپنی زندگی کے لحظوں میں سلطان سلامت اور شہزادگان بلند اقبال کے لیے ہر بلندی و رفعت کی غایت محبت کے ساتھ دعا کرتا رہتا ہے۔
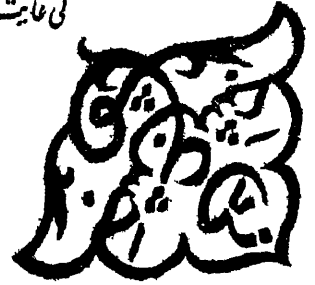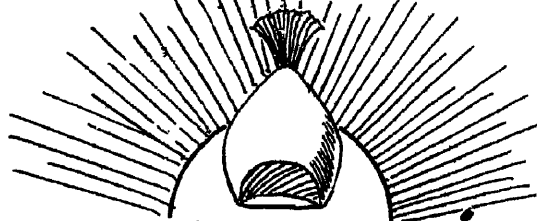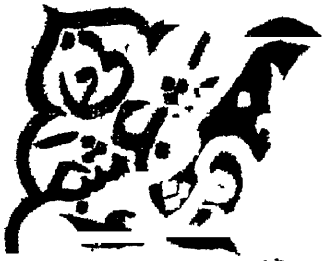
مترجمہ محمد علی

کلام فصاحت التیام حضرت غفران مآب نظام حضور پرنور سلطان العلوم

تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نجانا اللہ عن الشرور والفتن

قطعہ
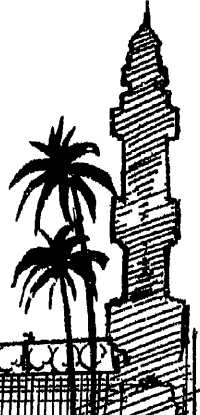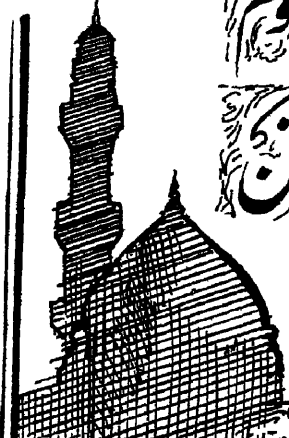
مذہبے ہست ایں نہ جائے لاف بود | مثل آئینہ کہ بس شفاف بود
نازم اے عثماں برایں تفضیل خویش | آباء اجدادم ہمہ احناف بود

دیگر

نسب من بود کہ صدیقی | سلسلہ باشد از سہروردی
ہست در اسم من علیؑ عثماں | طرہ شد بر کلاہ زردوزی

تاجدار عاشق رسول کے کلام محبت نشان کے دو جلوے

اردو

مصلحت تھی یہی حضرت کے یہاں آنے میں | تیرگی تا نہ رہے دہر کے کاشانہ میں
جب ہوا مہر عرب جلوہ نما اے عثماںؔ | سرنگوں بت ہوئے سجدہ ہوئے بتخانہ میں

فارسی

محمد گر نہ بودے کس نہ بودے | نبودے ہر دو عالم را وجودے
بہر لحظہ بہر ساعت بہر دم | بخواں عثماں بنام او درودے

مرتبہ محمد فاضل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آنریبل الحاج نواب سر نظامت جنگ بہادر کی انگریزی نظم کا

اردو منظوم ترجمہ

مترجمہ مولوی محمد مصطفےٰ حسین صاحب آصفی بی اے صدر مدرس مدرسہ وسطانیہ کنٹر ضلع اورنگ آباد

مناجات بہ بارگاہِ رسالت مدینۂ طیبہ

ذات عالی مرتبت اے پیکرِ صدق و صفا — برگزیدہ حق کے پیغمبر امینِ با خدا
وہ طبیعت منصفانہ وہ کرم طاعت شعار — آزمایش میں صفاتِ حق زیادہ آشکار
ہاں عبادت کیلئے جب سر جھکا لیتا ہوں میں — ہر پھڑکنے والی رگ میں تجھ کو پالیتا ہوں میں

سُن رہا ہوں آسماں سے یہ فرشتوں کی نوید
فضل حق سے اے گنہگارو نہ ہونا نا امید

"ڈھونڈھتے رہنا پناہ حق عذابِ نار سے — بخشے جائیں گے معاصی رحمتِ غفار سے"
عقل کو میرے کہاں تھی طاقتِ چون و چرا — رہبری تیری ہوئی تو میں سمجھنے بھی لگا
ہے حقیقت میں بہت کمزور تعمیرِ ریا — وہ تقدس کی عمارت خوف ہو جس کی بنا

جب سپاس و شکر کے الفاظ بے معنی ہوئے
طورِ اظہارِ ندامت کے بھی لایعنی ہوئے

تیری طاعت مخلصانہ کیف سے ممتاز تھی

تیری یادِ حق کمالِ ہمتِ پرواز تھی
پھاڑ کر پردے زمیں کے آسمانوں کے حجاب
تو نے دیکھے جلوہ ہائے حق ہمیشہ بے حجاب

تیری شب بیداریاں ہیں اک سکوتِ سخن کوش
آشنائے صوتِ رب تھے تیرے گوشِ حق نیوش

تجھ کو زیبا نوعِ انساں کی ہدایت کا شرف
کفر کی ظلمت سے لے چلنا تجلی کی طرف

دین کے سچے مہاجر! اے رسولِ محترم — چھوڑ کر گھر بار سہتے تھے بچھے رنج و الم
پاؤں سے تھے فرشِ زمیں پر عرش پر تیرا خیال — کس طرح آتا مصیبت میں ترے دل پہ ملال
کیسے کیسے دن کٹے غربت میں بے لطفِ قیام — حکمِ رب سے تجھ کو بالآخر ملا خوشتر مقام

دین کا مرکز یہی شہرِ مدینہ بن گیا
یعنے اسلامی ریاست کا نگینہ بن گیا

ہاں حیاتِ دنیوی کے دور صبح و شام میں — جد و جہدِ مستقل میں محنت و آلام میں
پُر سکوں اک زندگانی تھی گلہ ناآشنا — پیکرِ صبر و تحمل روحِ تسلیم و رضا
کوئی کیا جانے کہ کیا لذت تھی تیرے ذوق میں — کون سے جلوے تڑپتے تھے دلِ پُرشوق میں

مظہرِ انوارِ حق ہستی تھی تیری سر بسر
دیکھنے میں اک بشر تھا تو بھی اے خیر البشرؐ

اہلِ دنیا پر ہُوا اک قالبِ فانی عیاں — دوش لیکن حاملِ بارِ زمین و آسماں
کام پیغمبر کا ہوتا ہے ہدایت۔ رہبری — پر ترے حصہ میں تھی دنیا کی بھی شاہنشہی
بادشاہِ دین و دنیا بن کے تھا مصروف کار — اور کسی ادنیٰ سے ادنیٰ کام کو سمجھا نہ عار

بارگاہِ حق سے یاں چاہا۔ کچھ اپنے لیے
وقف تھیں تیری دعائیں ساری امت کے لیے

یادگار دہر ہے تیری حکومت کی بہار — چپّہ چپّہ تھا عرب کا تیرے قدموں پر نثار
جب ہوئے چرچے طلوعِ کوکبِ اسلام کے — آئے درس کے لیے سردار روم و شام کے
تیری عظمت تیری قوت منکشف تھی کس قدر — بادشاہانِ جہاں سے مختلف تھی کس قدر

حق پرستی کی جھلک ہر دم نظر آئی انہیں
خود نمائی کی ادا ہاں کم نظر آئی انہیں

قالبِ انساں میں بھی یوں رحمتِ حق جلوہ گر — ابر کے پردے میں جیسے پرتوِ شمس و قمر

انکساری سے لگا ہے دین کے اتمام میں
حق کے منصوبے نظر آئے ترے ہر کام میں

کفر کی ظلمت مٹی اسلام پھیلا دُور دُور
ہے منور بتکدوں میں وحدت و ایماں کا نور

مرتبۂ محمد فاضل
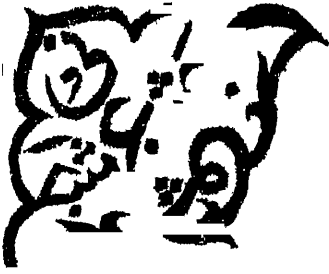
تیری ہستی ہے نمایاں دہر کے ظلمات میں
چاند روشن ہے رسالت کا اندھیری رات میں
شاہد حق کے نظر آتے ہیں جلوے اس طرح
تیرے ہاتھوں نے سجائے تھے کبھی یاں جس طرح

تیرے نخلستان کے تازہ نظر آتے ہیں یاں — دورِ ماضی میں ہوا تعمیر یہ گنبد جہاں
سامنے والی منقش اُن کمانوں کی قطار — ہے بہت خوش وضع لیکن وہ کہاں اگلی بہار

تیرے خرمے کے درختوں کی فضا کچھ اور تھی
سادگی کی شان ایماں کی ضیا کچھ اور تھی

تیرا یہ بندہ عقیدت مند سر تا پا نیاز — جبہ سا ہے آستانے پر ترے اے چارہ ساز
عاجز و افتادہ ہوں لطف و عنایت سے اٹھا — مجھ کو اب نقشِ قدم پر تیرے اے مولا چلا
از سر نو زندگی کا میرے ہو تبدیل رنگ — روح سے ہٹ جائے سب چھایا ہوا عصیاں کا زنگ

عہدِ ماضی سے ہو مستقبل زیادہ شاندار
تو مرا ہادی رہے میں بندۂ طاعت گزار

خونِ دل روتی ہیں آنکھیں نورِ ایماں کیلئے — مانگتا ہوں تجھ سے یہ دولت دل و جاں کیلئے
نور بھی وہ نور جس سے ہوں منور شش جہت — حق نظر آنے لگے ہر سو وہ نورِ معرفت
روح کے تاریک گوشوں سے سیاہی دور ہو — ظلمتِ دیجور میں روشن چراغِ طور ہو

چاہتا ہوں یکبارگی امنگوں کا ابھار
لوٹ لوں ایماں کے گلہائے مسرت کی بہار

از جناب مولوی سید یوسف حسین صاحب تنہا مٹالوی حیدرآبادی

نظم

آج دریا پہ ابرِ نیساں ہے ، فرشِ دُر دانہ اور مرجاں ہے
وجہ اسکی ہے پایۂ تختِ دکن — جشن سیمیں شاہ عثماں ہے

شہر کیا گویا باغِ رضواں ہے ، جس طرف دیکھو فضلِ یزداں ہے
ہر زن و کوچہ اک گلستاں ہے — جشن سیمیں شاہ عثماں ہے

ہر اک انساں یہاں کا شاداں ہے ، دل سے شاہِ دکن پہ قرباں ہے
کوئی رستم کوئی نریماں ہے — جشن سیمیں شاہ عثماں ہے

بست و پنج سال فضلِ سبحاں ہے ، تاج آرائی اور ایواں ہے
زینتِ محل اور دیواں ہے — جشن سیمیں شاہ عثماں ہے

ہر بشر خرمی سے خنداں ہے ، مہر و اقبال شہ درخشاں ہے
تنہا امیدوارِ احساں ہے — جشن سیمیں شاہ عثماں ہے

قطعہ

از مولوی حافظ سید محمد قاسم صاحب عابدی

شمع ہے نسخۂ جج کعبۂ ایماں کے لیئے
خضرِ منزل ہے یہ ہر ایک مسلماں کیلئے
اس کی قیمت ہے یہی کیجئے ہر وقت دعا
میر عثمان علیخان شہِ ذیشاں کیلئے

قطعات

در شان اعلیحضرت سلطان العلوم آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ و حشمتہ

از ہز اکسلنسی مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ و صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی

مملوک ہے اک جہاں مالک ہیں حضور — راہِ کرم و سخا کے سالک ہیں حضور
کیونکر نہ ہوں نصرت و ظفر ان کے غلام — مشہور "مظفر الممالک" ہیں حضور

عالم کے تر و خشک پہ قبضہ ہووے — اقبال دو چند اوج دو بالا ہووے
با صد حشم و تجمل و شان و شکوہ — اعلیحضرت ہوں اور دنیا ہووے

جو رتبۂ خاص، محمد سے عامی کو ملا — فردوسی و طوسی کو نہ جامی کو ملا
کی نظم، نظام کی صفت میں نے شاد — یہ گنج نہ گنجوی نہ نظامی کو ملا

کیوں سب نہ ہوں با نظام اُمورِ شاہی — ہے "شاہ نظام" عرف ظل اللٰہی
کیوں کر نہ کہوں ملکِ سلیماں اس کو — یہ شہر ہے زیرِ حکم آصف جاہی

لازم ہے کرم ظل الٰہی کے لئے
واجب ہے سخا خصلتِ شاہی کے لئے
صد شکر کہ عثمان علی آصف جاہ
ہے فرد جہاں جہاں پناہی کے لئے

کس ملک میں کس دور کرامت میں ہیں
حیدرآباد و عہدِ حضرت میں ہیں
اہلِ مذہب ہیں شاد و آزاد اے شاد
سب ظلِ خدا کے ظلِ رحمت میں ہیں

ہے سارے زمانے سے فرو شان کس کی
رونق سارے جہاں کی قربان و کس
کیونکر نہ رہا پھر فدا ہو ان پہ
ہیں سارے جہاں کی جان سلطان دکن

✤

مجموعۂ احسان و کرم ہیں آصف
شاہنشہ اقلیم ہمم ہیں آصف
گبر و ترسا مجوس و مسلم ہیں مطیع
کچھ شک نہیں مقبول امم ہیں آصف

مرتبہ محمد فاضل

از علامہ نواب ضیا یار جنگ بہادر

تا زمانہ زماں تابع فرمان تو باد | تا جہاں است جہاں مدۂ احسان تو باد
آصفا روز فزوں فتح نمایان تو باد | خسروا گوی فلک در خم چوگان تو باد
ساحت کون و مکاں عرصۂ میدان تو باد

آیۂ رحمت حق ظل خداوند عباد | حسن تدبیر تو کرد ست جہاں را آزاد
از بلائے غم ازرانی بیر نگ فساد | ہمہ آفاق گرفت ہمہ اطراف کشاد
صیت خلق تو کہ پیوستہ نگہبان تو باد

قاتل لشکر اعدا مژۂ پرہیم تست | دام صیاد قضا کاکل خم در خم تست
چشم شیراں و عافریں رہ مقدم تست | زلف خاتون ظفر شیفتۂ پرچم تست
دیدۂ فتح ابد عاشق جولان تو باد

پیکر شاہد لطف آیۂ ہمت تست
طرۂ لیلیٰ احسان بکف قدرت تست

حد سلطانے کرم مسئلہ حکمت تست | ایکہ التامی عطارد صفت شوکت تست
عقل کل چاکر طغرا کش دیوان تو باد

ما یحمد دل از خاطر گیسوی تو شد | عشوہ ما عارب حال ساحۃ ابروی تو شد
حسن تا شہرۂ آفاق شد در روئی تو شد | طرۂ جلوۂ طوبی قید لجوئے تو شد
غیرت خلد بریں ساحت ایوان تو باد

داور داد گرا غیرت جم رشک قباد | تا ابد باد برا سبز گلستان مراد
ماہمہ جرعہ کش ایم لوئی چشمہ داو | نہ تنہا حیوانات و نباتات و جماد
ہر چہ در عالم امر است بفرمان تو باد

للہ الحمد ضیا فائز احسان تو شد | کام دل یافت ہر آنکہ کہ قربان تو شد
ہمہ تن بلبل شیدای گلستان تو شد | حافظ خاطر اخلاص ثنا خوان تو شد
بلبل عام تو شاکر ثنا خوان تو باد

استاذ السلطان نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل القدر حافظ جلیل حسن صاحب جلیل جانشین حضرت امیر مینائی

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

امیر پائیگاہ و صدر المہام عدالت و امور مذہبی و امور عامہ سرکار عالی

قسم ہے اس رخ روشن کی آفتاب نہیں — مثال روئے منور کی ماہتاب نہیں
وہ کون سی ہے سعادت جو ہم رکاب نہیں — وہ کون سی ہے صفت جو کہ انتخاب نہیں

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

نظر نواز منور ہے رخ حسینوں کا — جواب دیدۂ جاناں ہے نرگس شہلا
کوئی کسی کا مقابل ضرور نکلے گا — مگر نظام دکن ہیں جہاں میں یکتا

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

زر و جواہر و گنج و خزانۂ دولت میں — سپاہ و فوج و علم و نشان شوکت میں
بہادری میں شجاعت میں تاب و طاقت میں — جواں مردی میں تدبیر و رائے و حکمت میں

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

بہت ہے دکن فرید دہر جہانوں میں — اور اس کے گنج و گہر آئے ہیں بیابانوں میں
جواہرات جو یاں ہیں نہیں ہیں کانوں میں — پڑے ہیں سیکڑوں ہی مہر و مہ خزانوں میں

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

نظام مملکت و عدل و حکمرانی میں — جہاں پناہی میں عالم کی پاسبانی میں
عطا میں جود میں بخشش میں زرفشانی میں — کرم میں لطف و عنایت میں مہربانی میں

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

ملازموں کی غلاموں کی دلنوازی میں — غریب و مفلس و بیکس کی کارسازی میں
عطائے خلعت و جاگیر و سرفرازی میں — عطائے قلب و طبیعت کی بے نیازی میں

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

نگاہ لطف میں اور بندہ پروری میں آج — کرم میں رحم میں آئین سروری میں آج
سخاوت دل میں الطاف گستری میں آج — ہدایتوں میں ترغیب کی رہبری میں آج

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

سخن میں شعر میں انداز خوش بیانی میں — زباں میں طرز سخن طبع کی روانی میں
ہنر شناسی میں جوہر کی قدر دانی میں — بیان علم و ادب قافیہ معانی میں

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

کوئی غلام کرے مدح بادشاہ کی کیا — بڑی ہے بات مرا منہ ہے لطف دیں مجھ پا

کہاں سے لاؤں وہ الفاظ جو ہوں مدح ادا — دعائیں دیجیے یہ مصرع پڑھو جو طرح ہوا

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

مرتبہ محمد فاضل

نظم در بیان فری میسن لاج

از راجہ راجایان کشن پرشاد مہاراجہ یمین السلطنت شاد صدر اعظم بہادر سابق حکومت سرکار عالی

فری میسن کو اخوت کی انجمن کہیے
یہ کہیے انجمن اس کو فری میسن کہیے

فری میسن کا ہے مقصد ہر اک کی ہمدردی
نتیجہ اسکا ہے نوع بشر میں یکجہتی

اصول اس کا غریبوں کی ہے مدد کرنا
خلاف وضع جو ہو کام اسکو رد کرنا

جو اسکے ہیں سرکار ہیں وہ سب با رشتا
نہیں کسی کو کسی پر حسد کا وہم و قیاس

ہم ہر اک کو محبت کی پاسداری ہے
دلوں کے راز کی ہر اک کو رازداری ہے

ہے ایک بیت ملت ہر ایک کے نزدیک
ہیں اس میں ہندو بھی مسلم بھی پارسی بھی شریک

معزز اسکے ہیں ممبر ہر ایک صلح پسند
خلوص دل سے ہیں حاجت روائے حاجتمند

شریک لاج ہیں ممبر ہر ایک مذہب کے
خیال ایک ارادے بھی ایک ہیں سب کے

یہ ایک مصلح اخلاق عمدہ صحبت ہے
بہم ہر اک سے مساوات ہے اخوت ہے

تعلق اس کا مذہب سے ہے نہ ملت سے
نہ سلطنت سے علاقہ نہ کچھ حکومت سے

سیاست اور ریاست سے اسکو کام نہیں
ہو جو دہر میں آزاد و لاج نام نہیں

کمال نظم تمدن کی ایک منزل ہے
یہ لاج حق و صداقت کی ایک محفل ہے

شریک لاج یہاں سر کرزن کریمی تھے
صمیم قلب سے جو لاج کے معین ہوئے

مکان لاج میں از حد تھی ان کو دلچسپی
شریک ہو کے درستی بھی اس کی فرمائی

سام گوستہ محل ہے جو ایک بارہ دری
حضور آصف سابع سے اسکی خواہش کی

شہ دکن نے جو تنی سے ہمیشہ کو بخشا
وہ گھر کہ پہلے سے جس میں یہ لاج قائم تھا

اور اسکے ساتھ زر نقد دیئے ہیں ہزار
شہانہ لطف و عنایات کا کیا اظہار

شہ دکن کو خدا رکھے رہتی دنیا تک
رہے یہ سلطنت آباد تا مدور فلک

بعہد حضرت عبداللہ قطب شاہی
سی تھی گو ستہ محل میں جو خاص بارہ دری

اسی میں ٹھہرے تھے اورنگ زیب کے فرزند
اسی مکاں کو ٹھہرا دیا تھا پسند

ابوالحسن کی بھی شاہی ہی عمارت تھی
وہ وقت اور تھا کچھ اور شان بھی اسکی

کیا ہے فتح دکن حضرت آصف نے جب
مقیم ہو گئے یا کی اسی میں بزم طرب

کہ وہ بھی ایک تھے فرمانروائے ملک دکن
اسی میں فتح محل نام ہو گیا احسن

اسی مکاں کو بنایا فری میسن لاج اب
ہمیں بھی اسکی ترقی سے ہے بس اب مطلب

یہ لاج حیدرآباد دکن میں قائم ہے
اصول اس کا مساوات ہے جو دائم ہے

ہوا زمانہ میں پیرے سب انتظام جدید
تو ممبروں نے پیا ساغر مئے توحید

فقیر شاد کو خلعت ملا صدارت کا
باتفاق ارکین اس کا صدر بنا

یہ لاج حیدرآباد دکن میں یکتا ہے
سب ایک ہو کے رہیں یہ اصول اسکا ہے

ہم ایک ہو کے رہیں باہمی اخوت ہو
ہر ایک راہرو منزل محبت ہو

لکھی ہے شاد نے یہ نظم یادگار رہے
فری میسن کا ہر ایک فرد اسکو یاد کرے
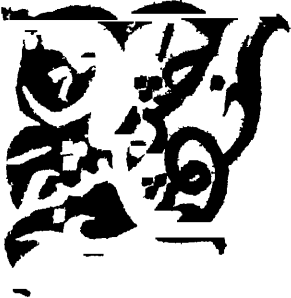
مایۂ نازِ جہاں آج ہے شاہی تیری

از نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل

مایۂ نازِ جہاں آج ہے شاہی تیری ۔۔۔ واہ کیا شان ہے اے ظلِ الٰہی تیری

ہے حیاتِ ابدی سارے زمانہ کیلئے ۔۔۔ اک نگاہِ کرمِ نامتناہی تیری

کیوں مسلّم نہ ہو شاہوں میں تری یکتائی ۔۔۔ بخت و اقبال بھی دیتے ہیں گواہی تیری

کیوں نہ حصے میں ترے فتح کا میدان رہے ۔۔۔ کہ مدد کرتی ہے تائیدِ الٰہی تیری

دشمنوں کے یہ لبِ زخمِ جگر کہتے ہیں ۔۔۔ تیغ سے کم نہیں کچھ نیم نگاہی تیری

حکمرانی کا یہ انداز کسے آتا ہے ۔۔۔ کشورِ دل میں بھی اے شاہ ہے شاہی تیری

یہ بھی سرکار کے قدموں کا تصدق ہے جلیل ۔۔۔ خوش نصیبی نے رفاقت جو نباہی تیری

ولہٗ

انہیں سے باغِ جہاں پھولتا ہے پھلتا ہے ۔۔۔ انہیں کے نقشِ قدم پر زمانہ چلتا ہے

یہی ہیں حامئ دیں ظلِ حق شہِ عثماں ۔۔۔ چراغِ ملتِ بیضا انہیں سے جلتا ہے

ولہٗ

ہیں کچھ عجیب آج نظارے زمین پر ۔۔۔ جلوے ہیں لوٹ جوش کے مارے زمین پر

بزمِ شہی کی نورفشانی نہ پوچھیے ۔۔۔ چمکے بجائے چرخ ستارے زمین پر
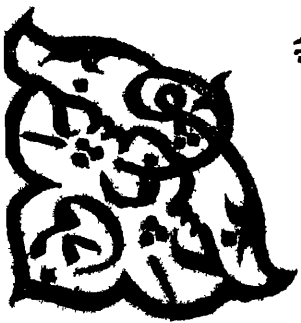
آصف سابع

یادگار سلور جوبلی

ہز ہائینس پرنس آف برار

در مدح والاشان شہزادۂ اعظم جاہ نواب میر حمایت علیخان بہادر

و

والاشان شہزادۂ معظم جاہ نواب میر شجاعت علیخان بہادر

از استاذ السلطان جلیل القدر نواب فصاحت جنگ بہادر حضرت جلیل ظلہ

شہزادۂ اول کو حمایت ہے علیؑ کی — شہزادۂ ثانی میں شجاعت ہے علیؑ کی

دونوں کو یہ دو وصف خداداد ملے ہیں — صورت تو ہے عثمانؓ کی سیرت ہے علیؑ کی

از تو باقی سطوتِ دینِ مبیں

از رموز بیخودی ڈاکٹر سر محمد اقبال

اے مقامت برتر از چرخ بریں — از تو باقی سطوتِ دینِ مبیں

جلوۂ صدیق از سیمائے تو — حافظِ ما تیغ جوشن خائے تو

از تو ما را صبح خنداں شام ہند — استقامت مرکزِ اسلام ہند

مرقومہ محمد فاضل

دوشِ ملت زندہ از امروزِ تو آب این برقِ کہن از سوزِ تو
بندگانستیم ما، تو خواجۂ از پئے فردائے ما دیباچۂ

پیشِ سلطاں ایں گہر آوردہ ام
قطرۂ خونِ جگر آوردہ ام

شاہ عثماں کا جودِ سحاب

از مولانا ظفر علیخاں صاحب

ابرِ باہنگام اپنے وقت پر آیا کرے فصلِ گل کے ساتھ ساتھ آکر برس جایا کرے
جوئباروں کے کناروں پر بچھادے فرشِ سبز ارغواں زاروں میں مروارید برسایا کرے
دامنِ صحرا میں ٹانکے موتیوں کی جھالریں لالہ و گل سے خیابانوں کو لہکایا کرے
کوہساروں اور بیابانوں پہ برسے جھوم کر ندیوں کا پاٹ ہر ریلے میں پھیلایا کرے
ابر کا یہ شیوۂ ایثار اچھا ہے۔ اگر فصل کے جاتے ہی پیاسوں کو نہ ترسایا کرے
جستجو دنیا کو ہے اس ابرِ بے ہنگام کی جو سقامت میں بھی ہر کھیتی پہ لہرایا کرے
اُٹھ کے ہر موسم میں ہُن برسائے سب پر ایک ساتھ ابرِ نیساں کو گہرباری میں شرمایا کرے
اُس کے چھینٹوں سے سوادِ قدس اگر سیراب ہو خاکِ دہلی پر بھی اس کا فیض منڈلایا کرے
شیخ کے بے مایہ بٹوے کا اگر رکھے خیال برہمن کی زر طلب مٹھی بھی گرمایا کرے
آبِ جیحوں سے بھرے ساغر سمرنا کا اگر ساتھ ہی پونا کی گاگر کو بھی چھلکایا کرے

گر علیگڈھ اس کی فیاضی سے مالامال ہو
سر سے لیکر پاؤں تک کاشی کو بھی مایا کرے

مرتبہ محمد فاضل

شانتی نکتن پہ برسے ہو کے یثرب کی گھٹا
اور مہابھارت سے موتی اپنے رلوایا کرے
رحمتیں اللہ کی شامل ہو آصف جاہ کو
اور زباں میری گن اس کے رات دن گایا کرے

ازمولانا ظفر علیخاں صاحب

ڈھلا نہیں ہے گل و لالہ کا غبار ابھی
برس کچھ اور بھی اے ابر نو بہار ابھی

بدل چکا ہے بدلتا ہے اور بدلے گا
بہت سے رنگ یہ چرخ ستیزہ کار ابھی

بہار سر پہ ہے اے پنجۂ جنوں پھر کیوں
کیا نہ تو نے گریباں کو تار تار ابھی

نہیں کرشمۂ ساقی کی اس میں کچھ تقصیر
کچھ اہل بزم جو بیٹھے ہیں ہوشیار ابھی

زمانہ جس کی تجلی سے جگمگا اٹھا
ہے جلوہ ریز وہ خورشید زرنگار ابھی

محمدؐ عربی کے جلال کا پرتو
ہے شکلِ غازیٔ اعظم سے آشکار ابھی

خدا بھی زندہ ہے اس کا کلام بھی زندہ
اساس سطوت کبریٰ ہے استوار ابھی

حیات دہر شہادت کے ساتھ ملتی ہے
فنا کی رمز بقا کی ہے۔ رازدار ابھی

دکن کے باغ میں چھائی ہوئی تھی خاموشی
سنا ہے میں نے مگر نغمۂ ہزار ابھی

یہ کہہ رہی ہے پلٹ کر نگاہِ یار ابھی
زمانہ اور بھی بدلے گا ایک بار ابھی

خدا کا سایہ ترے سر پہ آصف ہفتم
کہ تو ہے ہند میں ملت کا افتخار ابھی

چھپا سکی نہ زباں تیری راز سوز درون
ہے جس سے سینۂ اسلام داغدار ابھی

مرتبہ محمد فاضل

ہے یہ بھی رحمتِ پروردگارِ عالمیاں
کہ ہیں زمانہ میں تجھ جیسے تاجدار ابھی
دکن بھی دولتِ کابل کی طرح ہو آزاد
بڑھے کچھ اور بھی اسلام کا وقار ابھی

شہِ عثماں علیخاں جس پہ اک عالم ہے شیدائی

از جناب نواب قدرت نواز جنگ بہادر قدرت

چلی بادِ سحر لی سبزۂ خفتہ نے انگڑائی — پکارا گل کے غنچوں نے بہار آئی بہار آئی
دکن کی سرزمیں نے آج ایسے گل کھلائے ہیں — کہ حیرت میں ہے عالم وجد میں ہے چرخِ مینائی
طرب افزا اُدھر مرغانِ گلشن کی نوا سنجی — چمن آرا ادھر ہے شاہدانِ گل کی رعنائی
ہوائیں خوشگوار اب علم کی چلنے لگیں ہر سو — دلِ بیمار کے حق میں ہوئی گویا مسیحائی
زبانِ حال سے ہے جامعہ عثمانیہ گویا — عروسِ علم کی دیکھے کوئی تزئین و زیبائی
یہ برکت بس اسی کی ذات سے ہے نام ہے جس کا — شہِ عثماں علیخاں جس پہ اک عالم ہے شیدائی
جو سلطان العلوم اس نے لقب پایا زمانہ میں — خوشی بیحد ہوئی میری زباں پر یہ دعا آئی
الٰہی خسروِ خاور کا جب تک دور دورہ ہو — رہے قائم یہ مرکز علم کا اور شہ کی دارائی
بلند ایسا ہو قدرت مرتبہ عثماں علیخاں کا — کہ مہر و مہ بھی اس در پر رہیں وقفِ جبیں سائی

دل سے ہوتی ہیں دعائیں شہِ عثماں کے لئے

از جناب نواب اختر یار جنگ بہادر اختر

دل سے ہوتی ہیں دعائیں شہِ عثماں کیلئے — جو ہے الطاف و کرم و بخشش و احساں کیلئے

ملک کے واسطے رحمت ہے حکومت تیری
جس طرح فصل بہاری چمنستاں کے لیے
گلشن عیش مبارک ہو ہوا خواہوں کو
دل بدخواہ رہے کاوش پنہاں کے لئے

ہو سدا گردش ایام نصیب اعدا — ساغر عیش کا دور آصف دوراں کے لئے
وصف سلطان دکن شرح کا محتاج نہیں — حاجت غازہ نہیں عارض تاباں کے لئے
جس طرح پرتو خورشید ہے یکساں سب پر — عام ہے فیض ترا گبر و مسلماں کے لئے

نظر مہر سے بن جاتے ہیں ذرے خورشید
یہ شرف خاص ہے اختر شہ ذیشاں کے لئے

رباعیات

اختر نواب اختر یار جنگ بہادر مینائی معتمد امور مذہبی سرکار عالی

اجلال و حشم تھا جو سلیماں کے لئے — سطوت تھی جو اسکندر ذیشاں کے لئے
قدرت یہ خدا کی ہے کہ ہیں اختر آج — وہ سارے مراتب شہ عثماں کے لئے

ہر دل ہے اسیر دام شاہ عثماں — ہر سینے پہ نقش نام شاہ عثماں
اختر کا ہے کیا ذکر فلک کہتا ہے — احقر بھی ہے اک غلام شاہ عثماں

سلطاں بھی ہیں ہم پایۂ افلاک بھی ہیں — خاقان بھی ہیں دحکمت و ادراک بھی ہیں
اور وجد کے قابل تو یہ ہے وصف کہ شاہ — مست مئے حب شہ لولاک بھی ہیں

فرمان عطا ہوتے ہیں کیا کیا جاری — ہر سمت سخاوت کا ہے دریا جاری
جود و کرم و ہمت سرکار کا ہے — ہند و عرب و روم میں سکہ جاری

مرقومہ محمد فاضل

سرکار کا اقبال ہو افزوں یارب
بدخواہ کا دل غم سے ہو پُرخوں یارب
وہ حُسنِ نظام ہو کہ سارا عالم
لیلائے حکومت کا ہو مجنوں یارب

اختر

دِربارِ تاجدارِ دکن کی ایک جھلک

از جناب مولوی سید علی صاحب منظور

دیا مجھ کو ساقی نے جامِ شراب
جہانِ دل و طلعتِ نیرین
چڑھا نشۂ بادۂ ارغواں
مگر کام فی الحال اُدھر سے نہیں
مری طرح کہتے ہیں تاریخ داں
مرے ہاتھ میں ساغرِ لالہ فام
نثار اُس پہ مال و جمال و کمال
عجب شاندار اُس کا دربار ہے
اُدھر شاد ہیں ماہِ منزل وزیر
یہ خوشرو جو ہمدوش ہے ماہ کا
بہت خوش ہیں نواب سالار جنگ
اِدھر خانخاناں کا دلبند ہے
یہ ہیں حیدری اور وہ ٹاسکر
یہ جملہ امیرانِ ذی اعتبار
ہوا خواہِ شاہِ خردمند ہیں

بہم ہو گئے ماہتاب آفتاب
میسر مجھے حاصلِ نشاتین
کھلے مجھ پہ اسرار ہر دو جہاں
نہیں کی سنو تم نہیں ہیں نہیں
کہ یہ عہد ہے عہدِ امن و اماں
مرے وردِ لب شاہِ عثماں کا نام
ہمایوں خصال و فریدوں مثال
ہر اک رکنِ دربار دُربار ہے
اِدھر یادگارِ امیرِ کبیر
جگر بند ہے آسماں جاہ کا
جو ہیں مثلِ اجداد بے ریو و رنگ
اُدھر رائے رایاں کا فرزند ہے
عقیل یگاں مہدیٔ نامور
یہ سب عہدہ دارانِ عالی وقار
اُسی کی عنایت سے خورسند ہیں

دعاگوئے شاہ و ولیعہدِ شاہ
رہیں مثلِ منظور سب خیر خواہ

ناصرِ دیں حامیٔ قرآں توئی

ازمولانا احمد سعید صاحب ناظم جمیعۃ علماء ہند

مرحبا اے راقبِ شرعِ متیں
(۱) مرحبا اے مالکِ فتحِ مبیں
مرحبا اے صاحبِ جاہ و حشم
(۲) مرحبا اے نازشِ خیر الامم
مرحبا اے خسروِ نازک خیال
(۳) مرحبا اے شہریارِ نیک فال
مرحبا اے مالکِ جود و کرم
(۴) مرحبا اے حافظِ دیر و حرم
مرحبا اے تاجدارِ نکتہ داں
(۵) مرحبا اے سرورِ اسلامیاں
زندگی تازہ از دیدارِ تو
(۶) انبساطِ روح از گفتارِ تو
سادگی تو چو اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم
(۷) سطوتت برتر ز شاہانِ عظام
آستانت مرجعِ ہر خاص و عام
(۸) سجدہ گاہت درگہِ حق صبح و شام
عدل تو معروف بر اہلِ عجم
(۹) بذلِ تو مذکور در صحنِ حرم
زورِ بازوئے مسلماناں توئی
(۱۰) ناصرِ دیں حامیٔ قرآں توئی
ہمتت بالاتر از چرخِ بریں
(۱۱) اُمتِ مرحوم را حصنِ حصیں
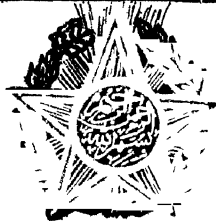
دُرۃ التاج سلاطین ہے ہمارا سلطاں

از مولوی سید محمد سعید صاحب ندوی سعید

حکمت آموز سلاطیں ہے ہمارا سلطاں — رہبرِ خضر جہاں بیں ہے ہمارا سلطاں
اس کی اکرام سے شاداب گلستانِ دکن — واہ کیا ابرِ بہاریں ہے ہمارا سلطاں
ہوگیا ملکِ دکن نازشِ علم و حکمت — قدرداں اور ہنر بیں ہے ہمارا سلطاں
ہوگئی علم سے 'بیمار رعایا' زندہ — کیا مسیحِ صحت آگیں ہے ہمارا سلطاں
جس کی عطریتِ اوصاف سے دنیا مہکی — گویا فردوس ریاحیں ہے ہمارا سلطاں
امن کو ناز ہے خود اس کی جہاں بانی پر — واہ کیا واضعِ آئیں ہے ہمارا سلطاں
اس جہاں بانی کے قرباں کہ عدالت فطرت — کیوں نہ ہو مرد خدا بیں ہے ہمارا سلطاں
ہے وہ شاہانِ دکن میں شمعِ بزم فروز — یا کہ اک نافۂ مشکیں ہے ہمارا سلطاں
دُرِ شہوار بنا گوشِ عروسِ دولت — یا کہ اک غنچۂ پرویں ہے ہمارا سلطاں
ہوگیا رشکِ دہِ مُخلدِ بریں کیسر ملک — باعثِ زینتِ تزئیں ہے ہمارا سلطاں

کیوں رعایا کو نہ حاصل ہو خوشی اس کی سعید
دُرۃ التاج سلاطیں ہے ہمارا سلطاں

تخمیس

بر ترانۂ خسروانہ شاہ سخن شہریار دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

ازالحاج مولوی محمد عبداللہ خاں صاحب کامل

زمیں تا سبزہ رویاند تو فیضِ آسماں باشی ۔۔۔ زماں تا چرخ گرداند تو خورشیدِ جہاں باشی

سمندِ دہر تا تازد تو دست اندر عناں باشی ۔۔۔ الٰہی تا جہاں باشد شہنشاہِ جہاں باشی

خدایت مہرباں و تو بعالم مہرباں باشی (آمین)

زجامِ عشق سرشارم نظر بر خویشتن دارم ۔۔۔ زہر موئے زہر تارم سرود محفل یارم

بہ ہر حال و بہر کارم بہ مسجد یا بہ بازارم ۔۔۔ نفس تا برہمی آرم دعا کردن بود کارم

ہمیں وردِ زباں دارم کہ دائم حکمراں باشی (آمین)

بود تا عارض و کاکل بود تا شورش و غلغل ۔۔۔ نہد تا دم بجز د کل بہ بحرِ زندگانی پل

بود تا جوش اندر گل زند تا شیشۂ قلقل ۔۔۔ کند تا زمزمہ بلبل خورد تا پیچ و خم سنبل

زند تا خندۂ خوش گل بہارِ بوستاں باشی (آمین)

بود تا تازئی تازاں بود تا گوئے در میداں ۔۔۔ بود تا مرغ دل پراں ببامِ دلکش جاناں

بود تا جامِ مے گرداں بود تا شورِ سرمستاں ۔۔۔ دمد تا سبزہ و ریحاں بود تا سرو در بستاں

بباغِ دہر اے سلطاں بہارِ بے خزاں باشی (آمین)

کلاہِ عزت و فغفور و خاقاں آصفِ سابع

ضیا بخشندۂ خورشیدِ رخشاں آصفِ سابع

مرزا محمد فاضل

تخمیس

بہ تقریبِ [illegible] شہنشاہ سخن شہریار دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

از الحاج مولوی محمد عبد اللہ خاں صاحب کامل

زمیں تا سبزہ رویاند تو فیضِ آسماں باشی — زماں تا چرخ گرداند تو خورشیدِ جہاں باشی
سمندِ دہر تا تازد تو دست اندر عناں باشی — الٰہی تا جہاں باشد شہنشاہِ جہاں باشی
خدایت مہرباں و تو بعالم مہرباں باشی (آمین)

ز جامِ عشق سرشارم نظر بر خویشتن دارم — ز ہر موئے ز ہر تارم سرودِ محفل یارم
بہ ہر حال و بہر کارم بہ مسجد یا بہ بازارم — نفس تا بر ہمی آرم دعا کردن بود کارم
ہمیں وردِ زباں دارم کہ دائم حکمراں باشی (آمین)

بود تا عارض و کاکل بود تا شورش و غلغل — نہد تا دم بجز و کل بہ بحرِ زندگانی پل
بود تا جوش اندر گل زند تا شیشۂ قلقل — کند تا زمزمہ بلبل خورد تا پیچ و خم سنبل
زند تا خندۂ خوش گل بہارِ بوستاں باشی (آمین)

بود تا تازئی تازاں بود تا گوئے در میداں — بود تا مرغِ دل پرّاں ببامِ دلکشِ جاناں
بود تا جامِ مے گرداں بود تا شورِ سرمستاں — دمد تا سبزہ و ریحاں بود تا سرو در بستاں
بباغِ دہر اے سلطاں بہارِ بے خزاں باشی (آمین)

کلاہِ عزت و فغفور و خاقاں آصفِ سابع
ضیا بخشندۂ خورشید رخشاں آصفِ سابع

چنیں گویند بردرگاہِ حق خیل ملک خاشع
الٰہی رشتۂ عمر طویل آصف سابع
درازاز شاخ طوبیٰ محکم از حبل المتیں باشد (آمین)

ہمی خواہم زصدقِ دل من از درگاہ یزدانی
کند دستِ خدا از شرِ اعدایت نگہبانی
چو حضرت عمر باد و چوں سلیمانت جہانبانی
رخت چوں گل شگفتہ از نسیم لطف رحمانی
بد اندیشت پریشاں خاطر و اندوہگیں باشد (آمین)

تو ہمائی غم و درد و مشقت را ز عالم کم
کہ در دورت نباید مضطری را کن بچشم نم
زعدلت شیر نراز آہوئے مسکیں نماید رم
کفیل و چارہ فرما ہم محافظ ہم معاون ہم
تو باشی خلق را ہر دو رب العالمیں باشد (آمین)

شود تا خور عیاں صبح شبت از انظار پنہاں
بود تا فصل نوروزی گل اندر بوستاں پنہاں
کند از صدقِ دل مفتوں دعا در حضرت یزداں
فلک تا ہست بالائے زمیں قائم ترا عنواں
ظفر در قبضہ و ملک جہاں زیر نگیں باشد (آمین)

مخمس

در تہنیت جلسۂ نقرئی جوبلی اعلیٰحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر سلطان العلوم شہریار دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

از مولوی عنایت حسین صاحب وکیل اہلکار محکمۂ نظامت امور مذہبی سرکار عالی

نوازش آصفِ ہفتم کی کیا اعجاز والی ہے
تن بیجان سائل میں کہ اس نے جان ڈالی ہے
پھلی پھولی جو گلزار دکن کی ڈالی ڈالی ہے
جہاں کا چپہ چپہ کب اثر سے اس کے خالی ہے
خدا رکھے بڑی فیاض یہ سرکار عالی ہے

سلاطیں کے تو اکثر کارنامے ہیں سیاست کے
مگر کچھ اور ہی ہیں رنگ عثمانی حکومت کے
نہاں رہتے ہیں ان کے کام میں پہلو فراست کے
ریاست ان کو موزوں ہے یہ موزوں ہیں ریاست کے
طبیعت ان کی شاہان زمانہ سے نرالی ہے

رعایا کے پسند ان کے سبھی کار نمایاں ہیں ۔ کئی ہیں رانیاں راجے جو اِنکے زیر فرماں ہیں
پرستاری ہیں ہر مذہب و ملت کے انساں ہیں ۔ مگر ان کے برابر حال پہ ہر ایک احساں ہیں
یہ کیسی سادگی عثمان میں اللہ والی ہے

جہاں کے شہریاروں میں تو اک سے ایک بہتر ہے ۔ کوئی ہے رشک دارا تو کوئی مثل سکندر ہے
کوئی ہے مہر تاباں تو کوئی ماہ منور ہے ۔ مگر ان کا نہ ثانی ہے نہ ان کا کوئی ہمسر ہے
مثالوں میں صفت عثمان کی کب آنیوالی ہے

الٰہ العالمیں مبذول جب تیرا کرم ہوگا ۔ فلک کے کنگرے پر شاہ عثماں کا علم ہوگا
مطیع حکم سب ہندو عرب ہوگا عجم ہوگا ۔ ترقی پر جلال و رتبہ و جاہ و حشم ہوگا
تری ہی ذات سے نعمت یہ حاصل ہونیوالی ہے

کہیں تو جشن جمشیدی کا پیش چشم منظر ہے ۔ کہیں زہرہ وشوں کا رقص بھی بہتر سے بہتر ہے
مسرت عید سے بڑھ کر دکن والوں کے گھر گھر ہے ۔ یہ سلور جوبلی کی دھوم کیا اللہ اکبر ہے
سنہری جوبلی کی بھی بہار اب آنیوالی ہے

وکیل ان کو حصول مقصد و ارماں مبارک ہو ۔ دعائے جاں نثاراں ہر گھڑی ہر آں مبارک ہو
یہ بزم عیش لعد یہ عیش کا ساماں مبارک ہو ۔ یہ سلور جوبلی خسرو کیہاں مبارک ہو
"محی الملۃ والدین" مسلمانوں کا والی ہے

از مولوی محمد ممتاز علی مرزا صاحب قیصر دہلوی

زہے سرکار گردوں بارگاہ ہے ۔ زور یائے سخاوت بے بہادر
کریم ابن کریم ابن کریم است ۔ شہ عثمان علیخان بہادر

ان اللہ قوی عزیز

قطعات مدحیہ

بحضرت اقدس و اعلیٰ گان عالی متعالی العالی
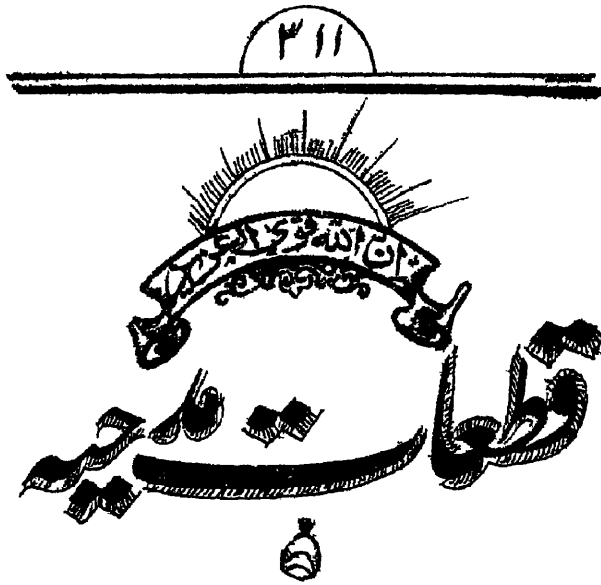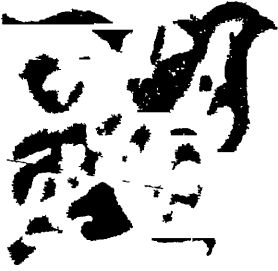
بتقریب پیشکشی سند اعزازی سلطان العلوم از جامعہ عثمانیہ بماہ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ بہ پیشگاہ نواب میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

از مولوی رشید صاحب یادگیری

جامع جملہ صفات حسنی عثمان است | جو گر حضرت عثمان غنی عثمان است
یا نبی جامعۂ عثمانیہ سلطان دکن | عاشق روے رسول عربی عثمان است

دیگر

عندلیب گلستان سخن عثمان است | طوطیٔ از شکرستان سخن عثمان است
شاہباز یست بمیدان تغزل عثمان | شیر غراں بہ نیستان سخن عثمان است

دیگر

یا الٰہی بجہاں تا خور تاباں باشد | در گلستان دکن فصل بہاراں باشد
عمر شہ از صد و سی سال زیادہ بادا | تخت و دیہیم را زینت فرا عثماں باشد

دیگر

تاج سلطان العلومی فرق سلطان را سزد | کز تبحر شہرتے دارد باوصاف شہاں
از اشاعت علوم و حرفت و صنع و فنون | چوں خور عالم علم افراختہ اندر جہاں

در سخن گوئی سخن سنجی ندارد ہمسرے — می سرایم در تغزل خسرو جاد و بیان
سرخوشِ خمخانۂ توحید عثماں آمدہ — نا بدہ ۔ در دے کش و منت کشِ پیرِ مغاں
کحلِ حبِّ مصطفےٰ عثماں کر در چشمان کشید — دیدہ اش دیدار حق را مستحق شد در جہاں
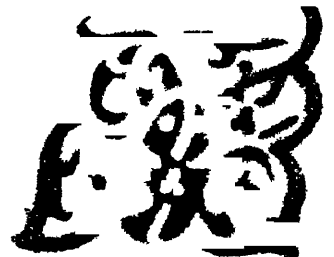
دیگر

سریر آرا، بہ باغ عامہ امروز سلطان ہست — برائے ۔ ابر نیساں کرم گوہر نثاری کن
تماشا گاہ عالم گشت در گلشن رخ عثماں — تو اے بادِ بہاراں تفضل مشکباری کن
بزیرِ رانِ شاہم رام شد یکرانِ دورانی
الٰہی پادشہ باش و ترا فیض باری کن

رباعیات
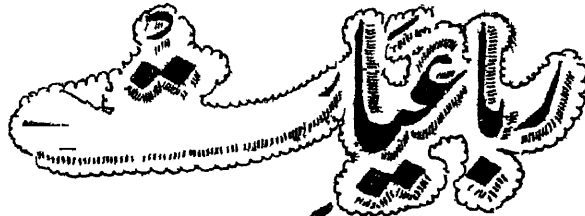
از نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیزؔ

پُر نور ضیا بخش جہانبانی ہے — کیا دَور عزیزؔ دورِ عثمانی ہے
دفتر کے ہیں اوراق طبق گردوں کے — یہ مہرِ فلک بھی مُہرِ سلطانی ہے

دیگر

حکمت میں معدلت میں افضل تم ہو — دانش میں کمالات میں اکمل تم ہو
گو آصفِ سابع ہو جہاں میں لیکن — سب شاہوں کی فہرست میں اوّل تم ہو

مرتبہ محمد فاضل

سرزمینِ دکن و نظارۂ جشنِ سیمیں

از جناب جمشید جی صاحب آفت کلیانوی (گرگنٹہ)

اے دکن اے کاروانِ رنگ و بو — اے دکن اے داستانِ رنگ و بو

اے دکن اے نازشِ علم و عمل — اے دکن اے سازشِ علم و عمل

اے دکن اے دامِ آئینِ وفا — اے دکن اے جذبۂ صدق و صفا

اے دکن اے جانِ دستورِ نیاز — اے دکن اے رنگِ تہذیبِ حجاز

اے دکن اے بے نیازِ درد و غم — اے دکن اے چارہ سازِ درد و غم

اے دکن اے بربطِ صد نغمہ بار — اے دکن اے صنعتِ پروردگار

اے دکن اے شاہدِ امن و اماں — اے دکن اے نازشِ ہندوستاں

اے کہ تو ہے نغمۂ عشرت نواز — اے کہ تو ہے محوِ تعمیرِ نیاز

اے کہ تو ہے ایک رازِ کائنات — اے کہ تو ہے تارِ سازِ کائنات

اے کہ تو شانِ عروسِ نو بہار — اے کہ تو جانِ عروسِ نو بہار

اے کہ تو ہے یادگارِ عہدِ بود — اے کہ تو ہے پاس دارِ عہدِ بود

اے کہ تو ہے اک ہجومِ انبساط — اے کہ تو ہے ایک دنیائے نشاط

اے کہ تو ہے سازِ خاموشِ سکوں — اے تو کہ ہے ایک آغوشِ سکوں

مرحبا اے "جشنِ سیمیں" مرحبا — حبذا اے "جشنِ سیمیں" حبذا

نو بہارِ عشرتِ جاوید ہے — ہم کنارِ عشرتِ جاوید ہے

ترتیبہ محمد فاضل

اے کہ تو اک انبساطِ عید ہے　　اے کہ دامانِ نشاطِ عید ہے

کیف ساماں ہے گلوں کی انجمن　　نغمہ پرور بلبلوں کی انجمن

باغ میں کلیاں تبسم ریز ہیں　　صد نشاط و انبساط انگیز ہیں

محوِ حیرت ہیں ستارے چرخ پر　　حیرتِ آئینہ ہیں شمس و قمر

ذرہ ذرہ ہم کنارِ زندگی　　پتہ پتہ ہے بہارِ زندگی

ہر طرف ہے مجمعِ وابستگاں　　ایک طوفانِ ہجومِ عاشقاں

آگئی شہ کی سواری آگئی　　آگئی بادِ بہاری آگئی

کھِل گئی مخلوق کے دل کی کلی　　ہے پیامِ عید سلور جوبلی

جمع ہیں ہندو، مسلماں، پارسی　　جین، عیسائی، یہودی، بدھ بھی

اتحادِ ملک و ملت دیکھنا　　دیکھنا! جوشِ عقیدت دیکھنا

آگے آگے ہے سواری شاہ کی　　پیچھے پیچھے پرنس اعظم جاہ کی

بعد شہزادہ معظم جاہ ہیں　　جلوہ گر رشکِ ضیائے ماہ ہیں

کون ملبوس لباسِ سادہ ہیں　　یہ بسالت جاہ مرشد زادہ ہیں

آئے وہ آئے یمین السلطنت　　با وقار و عز و شان و تمکنت

آگے پیچھے ہے سپاہِ جنگ جو　　ہے رگوں میں موجزن جس کی لہو

وہ رسالے توپ خانے آگئے　　آگئے وہ شادیانے آگئے

اے بہارِ خاندانِ آصفی　　ہو مبارک تجھ کو سلور جوبلی

تو ہے اک سرمایۂ ہندوستاں　　تیرے ہی دم سے ہے وابستہ جہاں

روز و شب تیرا بڑھے جاہ و جلال　　درجۂ معراج کو پہنچے کمال

ہو میسر تجھ کو ڈائمنڈ جوبلی

جاہ و اقبال و حیاتِ سرمدی

از جناب جمشید جی صاحب آفت کلیانوی (گرگنٹہ)

اے کہ تو تہذیبِ مشرق کا علمبردار ہے — اے کہ تو نقشِ جمیلِ حیدرِ کرار ہے

اے کہ تیرے ملک کی فردوس زا ہے سرزمیں — اے کہ ہر ذرہ میں ہے مستور دنیائے حسیں

اے کہ تیرا خامۂ معنیٰ سیاست بار ہے — اے کہ تو اک یادگارِ جرأتِ تاتار ہے

اے کہ تیری تیغ میں مستور شامِ زندگی — اے کہ تیرا عہدِ زریں ہے پیامِ زندگی

اے کہ تیرا دور ہے وابستۂ امن و اماں — اے کہ تیرا ملک ہے سرمایۂ ہندوستاں

اے کہ تیرے دم سے وابستہ نشانِ علم ہے — اے کہ تیری داستاں اک داستانِ علم ہے

اے کہ تیری سادگی لذت کشِ اسلام ہے — اے کہ تیری زندگی لذت کشِ اسلام ہے

قابلِ تقلید ہے طرزِ جہاں بانی تری — جذبۂ ذوقِ عمل تکمیلِ ذوقِ رہبری

موجزن تیری رگوں میں بادۂ حبِ وطن — دل ہم آغوشِ نشاطِ نغمۂ سازِ کہن

تو کمالِ ارتقائے شوقِ تعمیرِ نیاز — تیری ہستی ہے مجسم ذوقِ تعمیرِ نیاز

اے خوشا اک یادگارِ عدلِ فاروقی ہے تو — با لباسِ نو بہارِ عدلِ فاروقی ہے تو

گا رہے ہیں تیری مدحت کے ترانے بحر و بر

شام کی جاذبِ نظر رنگینیاں، نورِ سحر

مرتبہ محمد فاضل

از جناب سید نظام الحق صاحب جامعی (علیگ) ارٹوت

اے زمینِ حیدرآباد اے پناہ و جاہِ قوم — اے کہ شمعِ بزمِ مسلم، اے چراغِ راہِ قوم
اے کہ تیری گود میں ہے تاجدار و شاہِ قوم — حامیِ دینِ متیں، عادل منش، وہ ماہِ قوم

اے کہ تو ماویٰ و ملجائے سعادت بالیقیں
اے کہ تیرا آج عالم میں کوئی ثانی نہیں

اے کہ قائم تجھ سے ذکرِ سطوتِ اسلام ہے — اور روشن امتِ خیر البشر کا نام ہے
تیرا والی جامعۃ القرآن کا ہمنام ہے — جس سے ربط صفحہ ہائے حکمتِ ایام ہے

حکمرانی میں تری گو رنگ ہے فغفور کا
حسن افزا ہے مگر چہرۂ جمہور کا

اے کہ تو پشت و پناہِ علم و فضل و عدل و دیں — تیرے خادم مجلسِ اقوام میں بالا نشیں
اے کہ تیری ہر ادا دلکش متین و دلنشیں — جو محاسن تجھ میں ہیں دنیا میں وہ ملتے نہیں

یاد ہوئے مولیاں میں مضطرب تھا رود کی
تجھ کو نظیاتی ہے تیری موجِ اے گوداوری

تیرے اعدا خلق کی نظروں میں رسوا و ذلیل — تیرے عاشق بزمِ قدوسی میں ہیں ہمدوشِ جبرئیل
تیرا آئین عدلِ فاروقی کی اک روشن دلیل — تیرا ایوانِ عدالت سب مذاہب کا کفیل

اپنے ہر اک فرد پر تیری حکومت کا مثل
بے مثال و بے نظیر و بے عدیل و بے مثل

کیوں نہ تیری ہر ادا محبوب ہو مقبول ہو — کیوں نہ تیرا ذکر محزوں قلب کا معمول ہو
کیوں نہ تیرے ساکنوں کا ہر سخن معقول ہو — کیوں حدیثِ دلبری تیری نہ یاں منقول ہو

تجھ میں وہ سب کچھ ہے جو تھا شہرِ جہاں آباد میں
وہ خزینے بھی ہیں پوشیدہ جو تھے بغداد میں

بات اک کہتا ہوں گو ہے اس کو نسبت دور کی — تیری مٹی میں جھلک پاتا ہوں میں نگ طور کی
تجھ سے قائم آج تک نام و نشاں ہے تیمور کی — جو نہ منھ سے بجھ سکے وہ شمع ہے تو نور کی

مرتسم محمد فاضل

تو زباں کی حامی و تہذیبِ نو کی جان ہے
تیرا ہر ہندو مسلماں پر بڑا احسان ہے

تو مثالِ رنگِ زلفِ لیلیٰ ایام ہے — یا زمینِ مشک ہے، یا خاکِ عنبر فام ہے
یہ غلط سب تو تو مقصودِ دلِ صدکام ہے — تیری بوئے خوش مشامِ جاں کا آرام ہے

چشمِ ظاہر نے تجھے دیکھا تو کیا خوبی ہوئی
دل کو آتی ہے نظر تو نور میں ڈوبی ہوئی

سرزمینِ اندلس کے قصے گو برباد ہیں — تجھ سے ہنگامے مگر مسلم کے اکبر یاد ہیں
دودماں لاتعد تیرے کرم سے شاد ہیں — کتنے انساں ہیں کہ تیرے فیض سے آباد ہیں

اے کہ تجھ سے اندمالِ زخمِ قلبِ ناصبور
اے کہ تجھ سے دیدۂ بینائے ملت میں ہے نور

گرچہ اپنی سرزمیں پر مے بھی ہے اور جام بھی — شغل بھی بیکاراں بھی کام بھی اور نام بھی
علم بھی دولت بھی ہے آغاز بھی انجام بھی — یہ سبھی کچھ ہے سیادت ہے مگر بدنام بھی

تجھ میں جیسی دلکشی ہے اس جگہ ملتی نہیں
وائے محرومِ صبا! وہ جو کلی کھلتی نہیں

گرچہ ظاہر میں میں تجھ سے دور ہوں مہجور ہوں — تجھ میں ساکن ہو کے خدمت سے تری معذور ہوں
تشنۂ الفت سے تیرے مست ہوں مخمور ہوں — دل سے تو نزدیک ہوں آنکھوں سے گو کچھ دور ہوں

آگ ہے پہلو میں میرے یا کوئی تنور ہے
میں تو اتنا جانتا ہوں کچھ یہاں مستور ہے

دیکھ لے ارضِ مقدس وقت ہے یہ کام کا — کام کے انجام کا انجام پر انعام کا
تیرے ہی سر سہرا ہے ملت کے اچھے کام کا — بول بالا کر دے دنیا میں ہمارے نام کا

مے حجازی ہو اگر مینائے نو باقی رہے
نور ہے، محفل رہے، پائندہ تر ساقی رہے
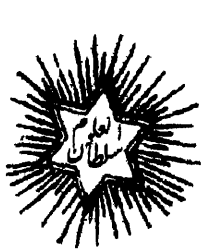
از مولوی سید ہاشمی صاحب فرید آبادی

ندائے دہر نے یہ راز افشا کر دیا آخر — کہ بیجا ناز تھا دارا و جم کا کجکلاہی پر

جنہوں نے ملک و دولت پر بنا رکھی تھی عظمت کی
زمانہ مضحکہ کرتا تھا اُن کی کم نگاہی پر
ہوا کیا گر کسی نے قصرِ عالی کی بنا ڈالی
رقم ہے کہنگی بر سقفِ گنبد کی سیاہی پر
مگر شاہا مبارک ہو یہ فخرِ جاوداں تم کو
کہ طرۂ علم کا تم نے سجایا تاج شاہی پر

از مولوی شوکت علیخاں صاحب فانی بدایونی بی اے ایل ایل بی

شاہِ عثماں آصفِ سابع امیر المومنیں | سچ تو یہ ہے آبروئے ملک و ملت تجھ سے ہے
تو ہے سلطان المعانی تو ہے سلطان العلوم | علم کی زینت ادب کی قدر و قیمت تجھ سے ہے
عبرتِ بغداد و رشکِ قرطبہ ہے آج کل | وہ دکن سارے جہاں میں جس کی شہرت تجھ سے ہے
تیرے دم سے آج بھی روشن ہے حکمت کا چراغ | آج بھی آباد بزمِ اہلِ ہمت تجھ سے ہے
گو ہماری پستیاں دنیا میں ہیں ضرب المثل | پھر بھی اپنی پستیوں میں شانِ رفعت تجھ سے ہے
حیف اُن پر جو ترے دامن سے وابستہ نہیں | وہ مبارک قسمتیں ہیں جن کو نسبت تجھ سے ہے
کس کے دل میں درد ہے اربابِ علم و فضل کا | ملک میں اہلِ ہنر کی آج عزت تجھ سے ہے
جو ہوا ہی چاہتی تھی کل حوادث کا شکار | اُس زباں میں اب زباں بننے کی قدرت تجھ سے ہے
اللہ اللہ یہ ترا ایثار یہ غمخواریاں | مختصر یہ ہے کہ آج انساں عبارت تجھ سے ہے
تو سراپا فیض ہے عالم ہے دلدادہ ترا | ایک فانی کیا زمانے کو عقیدت تجھ سے ہے

ہو ترا حامی خدا حامی ہے تو مخلوق کا
تو سلامت رہ کہ آن اپنی سلامت تجھ سے ہے

جشن سلور جوبلی

از صغریٰ ہمایوں مرزا صاحبہ

بہار آئی چمن میں اب تو رنگِ بوستاں بدلا | وہ کچھ ایسی بدلی ہے زمین و آسماں بدلا
ہے جوشِ نعرہ کا وہ اثر اس باغِ ہستی پر | زمیں پر گل کھلے عشرت سے رنگِ آسماں بدلا
جہاں دیکھو وہاں خوشیاں جدھر دیکھو اُدھر جلسے | چمن کا رنگ بدلا بلبلوں نے آشیاں بدلا
ہمارے ملک میں جس سمت دیکھو شادمانی ہے | دلوں میں آگئی راحت کہ کلفت کا زماں بدلا
دکن میں عورتیں کمرو تھیں اور جاہل و نادان | ستِ عثماں نے دی تعلیم نقشہ بیگماں بدلا
ہوا روشن جہاں ایسا دکن کا طبقۂ نسواں | روش بدلی چلن بدلا زباں بدلی بیاں بدلا
بتوں کی آشنائی اسے اچھا نہیں ہرگز | نظر اس بت کی کیا بدلی کہ مجھ سے اک جہاں بدلا

محمد واصل

ساقی نامہ
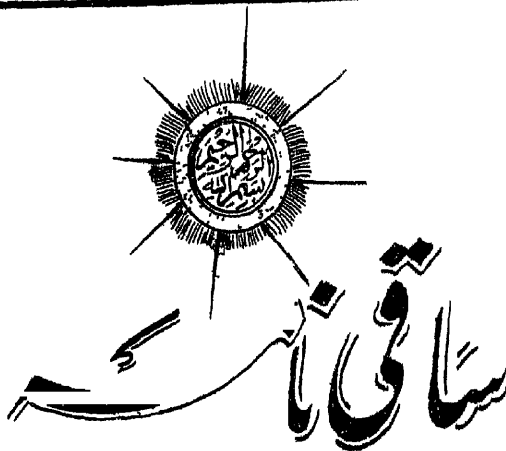
از مولوی سید محمد غوث الدین صاحب حسینی۔ ناظم عدالت ضلع گنجوئی

جنہیں ہے شوقِ نظارہ متاعِ دل لٹاتے ہیں
اجازت ہو تو ساقی لطف نظارہ اٹھاتے ہیں

خمارِ دُرد و دوست بنہ بھی ہے دم لیکے جاتے ہیں
کہو یہ کون با جاہ و حشم تشریف لاتے ہیں

شہ عثمان و اعظم جاہ بہادر بے بہا دُر۔ کی
دُرِ شہوار و نیلوفر۔ معظم جاہ بہادر کی

سواری آرہی ہے دیکھنا کس شان و شوکت سے
کہ سہمے جاتے ہیں طائر ہوا میں جن کی عظمت سے

عجب سناٹا سڑکوں پہ پڑا رعب و جلالت سے
ہیں صف باندھے ہوئے لاکھوں جھکائے سر کو مست سے

اٹھو اے میکشو سرکارِ عالی جاہ آتے ہیں
وہ دیکھو برجِ اخلاق و کرم کے ماہ آتے ہیں

جلو میں جن کے شان و رعب و عز و جاہ آتے ہیں
کمر باندھے ہوئے مجرے کو دولت خواہ آتے ہیں

سلامی ہو رہی ہے فوج کی سرکار آ پہنچے
وہ آتے ہیں وہ آئے اب تو ہو ہشیار آ پہنچے

کریں مجرے ادب سے سر جھکائے سارے درباری
رعایا یک طرف ہو ایک جانب فوجِ سرکاری

برائے نذر وہ جائیں ادب سے جن کی ہو باری
ہو سایہ خسروِ عادل صفت پر رحمتِ باری

بہت شہرت سُنی ہے اس سکندر بخت سرور کی
کریں ہم بھی ثنا خوانی ستہ انصاف پرور کی

دُرِ بحرِ کرامت معدنِ جود و سخا تم ہو
گلِ باغِ لیاقت رونقِ بزمِ عطا تم ہو

مراتب میں کہیں جمشید و دارا سے سوا تم ہو
مریضِ مبتلائے دردِ بیجد کی دوا تم ہو

اسی دستِ کرم سے اہلِ دنیا فیض پاتے ہیں
اسی نقشِ قدم پر سینکڑوں آنکھیں بچھاتے ہیں

مرتبہ محمد فاضل

نہیں علم و کمال و حلم میں جن کا کوئی ثانی
حسین کرتے ہیں جس سرکار کی گہوارہ جنبانی
ہے جس کی ذات میں کامل صفت ظلِ جہانبانی
تمامی اہل دنیا کرتے ہیں جس کی ثنا خوانی
وہ اہل فیض نخلِ باردار گلستاں تم ہو
کرم پرور، رحیم و عدل گستر مہرباں تم ہو

ضیائے آفتابِ آسمانِ علم و جودت ہو — طبیعت نیک، عادت نیک، خصلت نیک نیت ہو
نسیم گلشن اعزاز و شوکت جاہ و حشمت ہو — بہارِ بیخزاں رنگِ چمن بارانِ رحمت ہو
غریبوں کے چمن آرائے باغِ زندگانی ہو
تمھیں جاہِ کرم آبِ حیاتِ جاودانی ہو

ترے دستِ کرم سے ابرِ نیساں کو کہاں نسبت — ضیائے مہر سے ماہِ درخشاں کو کہاں نسبت
نگینِ لطف سے لعل بدخشاں کو کہاں نسبت — شعاعِ خلق سے خورشید تاباں کو کہاں نسبت
کہاں تشبیہ دل شفاف سے آئینہ کو ہوگی
کہاں نسبت سریرِ علم سے گنجینہ کو ہوگی

شفقت لطف بندہ پروری عادت تمھاری ہے — ہر اک سائل کی سنا التدعا خصلت تمھاری ہے
اٹھانا فرشیوں کو خاک سے ہمت تمھاری ہے — بنانا ذرہ کو خورشید یہ نیت تمھاری ہے
زمانہ میں اسی داد و دہش سے نام بھی ہوگا
ہے جس کی ابتدا اچھی تو خوب انجام بھی ہوگا

الٰہی جب تلک دنیا میں ہوں شمس و قمر قائم — ہوں جب تک عالم ایجاد میں شام و سحر قائم
رہیں جب تک زمین و آسماں دیوار و در قائم — رہیں جب تک چمن میں پھول دریا میں گہر قائم
الٰہی رکھ انہیں قائم فزوں کر جاہ و حشمت کو
سلامت رکھ مرے ممدوح کے اقبال و دولت کو

کھلائے پھول گلشن میں نسیم صبحدم جب تک — گھٹا چھائی رہے برسا کرے ابر کرم جب تک
گل و بلبل رہیں شاداں گلستاں میں بہم جب تک — صبا لیجائے بوئے گل چمن سے دمبدم جب تک
گل امید کو دائم تر و تازہ، کھلا رکھنا
مرے ممدوح کا یارب چمن پھولا پھلا رکھنا
رہیں خوش دوست، دشمن کی الٰہی پائمالی ہو
گلستان جہاں میں بارور اس گل کی ڈالی ہو
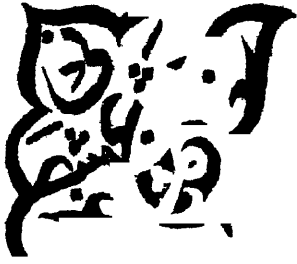
میسر بندہ پرور کو مرے فرخندہ حالی ہو
مراتب ان کے اعلیٰ ہوں جہاں میں شان عالی ہو
ہو شہرت باغ عالم میں کرم مہر و مروت کی
فزوں ہو برق تاباں سے چمک حسن لیاقت کی

جہاں میں بول بالا ہو ہمیشہ میرے سرور کا — الٰہی میر عثمان علیخاں بندہ پرور کا
عطا عمر مسیحا ہو نصیبہ ہو سکندر کا — رہے سایہ ابابکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و حیدرؓ کا
فزوں کیونکر نہ ہو نوشیرواں سے عدل عثمانی
ارے علیمی یہ ظل اللہ ہے یہ ظل سبحانی

قطعۂ تاریخ

از مولانا ابوالخیر محمد خیر اللہ صاحب خیر

ہے خوشی مالک کی جو وہ ملک کی بھی ہے خوشی
ملک ہے وقف مسرت آج کیسا، دیکھنا!
خیر سے پوچھا رعایا نے سن ہجری ہے جب
جشن ہو تجھکو مبارک اے رعایا - کہہ دیا

۱۳۵۴ ھ

دعا

از مولانا سیفی حیدرآبادی

قطعۂ تاریخ

از مولانا ابوالخیر محمد خیر اللہ صاحب خیر

وجشن اللہ یہ خوشی یہ انبساط و ابتہاج
ہے دکن کے ذرہ ذرہ سے مسرت جلوہ گر
جشن کی تاریخ تو بھی خیر ہو کر باادب
آصف سابع مبارک جشن تجھکو - عرض کر

۱۳۵۴ ھ

بتائے بوئے عنبر بیز جب تک سمت بستاں کو — نشان بے نشاں جب تک کہیں مہر درخشاں کو
پسند آتی رہے - حمد و ثنا جب تک سخنداں کو — منور نام پاک حق سے جب تک پائیں عنواں کو
خدا رکھے سلامت میر عثمان علیخاں کو (آمین)

معزز ہیں اسی شاہ معظم کی بدولت ہم — زمانہ بھر میں ہیں مشہور اہل بخت و قسمت ہم
نظر آتے ہیں۔ دنیا کو مجسم عیش و راحت ہم — کہ سو نازوں سے کرتے ہیں حکومت پر حکومت ہم
خدا رکھے سلامت میر عثمان علیخاں کو (آمین)

ہمارے حضرت اعلیٰ بھی کن وصفوں کے مظہر ہیں — بہار گلشن جود و خدیو فیض پرور ہیں
ضیاء آفتاب معدلت ہیں رحم گستر ہیں — مددگار فقرا امین نبیؐ ہیں ظل داور ہیں
خدا رکھے سلامت میر عثمان علیخاں کو (آمین)

ارادے میں مصمم ہیں شجاعت اس کو کہتے ہیں
رعایا شاد ہے دل سے۔ عدالت اس کو کہتے ہیں
مشاہیر جہاں ہیں جمع دولت اس کو کہتے ہیں
ہیں کفیل مسلم و ہندو حکومت اس کو کہتے ہیں

مرتبہ محمد فاضل

خدا رکھے سلامت میر عثمان علیخان کو (آمین)

عدالت سے محبت ہے اراکینِ عدالت کو
فروغِ مہر حاصل ہے براہینِ وکالت کو
کوئی دیکھے دکن میں آ کے آئینِ اطاعت کو
کہ سر آنکھوں پہ رکھتے ہیں فرامینِ سیاست کو

خدا رکھے سلامت میر عثمان علیخان کو (آمین)

ہنرور یاں ہنر کی داد اور انعام لیتے ہیں — دیانت سے حکومت کے مزے حکام لیتے ہیں
مسرت سے ستم دیدہ بھی شہ کا نام لیتے ہیں — کہ اِس اک نام سے دو سو طرح کے کام لیتے ہیں

خدا رکھے سلامت میر عثمان علیخان کو (آمین)

جراحت کی جگہ راحت نے لی ہے عیش نے غم کی — سنا ہے نام اور صورت نہیں دیکھی ہے مرہم کی
سیاست کی روش تصویر ہے داانِ مریم کی — یہ ساری برکتیں ہیں شاہ آصفجاہ کے دم کی

خدا رکھے سلامت میر عثمان علیخان کو (آمین)

صداقت کا زمانہ ہے نہیں ہے لن ترانی کا — محافظ بن گیا ہے عدل بابِ بدگمانی کا
ثنا خواں کیوں نہ اک عالم ہو علمی قدردانی کا — یہ وصف امتیازی ہے نظامی حکمرانی کا

خدا رکھے سلامت میر عثمان علیخان کو (آمین)

گُلِ مقصود سے اپنا بھرا پاتے ہیں دامن ہم — گلستانِ خوش اقبالی میں کہتے ہیں نشیمن ہم
شعاعِ کوکبِ اقبال سے سیفی ہیں روشن ہم — کہ صبح و شام کر لیتے ہیں اپنے شہ کا درشن ہم

خدا رکھے سلامت میر عثمان علیخان کو (آمین ثم آمین)

قطعۂ تاریخ

از جناب علام دستگیر خانصاحب یکتا قائمقانی

دکن کا جیہ جیہ رشکِ جنت ہوگیا اتنو
سانے نغمہ ہائے جوبلی ہر بلبلِ خوشگو
کہو اک مصرعۂ تاریخ یکتا سالِ ہجری میں
مبارک شاہِ پاک اوصاف کو جشنِ سیمیں ہو

۱۳ ف ۴۵

نیست چوں شاہِ دکن سلطان دگر بر زمیں

از مولوی سید ضیاء الدین صاحب عالی

خلق پرور عدل گستر ظلِ رب العالمیں — نیست چوں شاہِ دکن سلطاں دگر بر زمیں
دُرّۃ التاجِ سلاطیں رائحِ ہر علم و فن — فخرِ شاہانِ زمن زینت دہِ تاج و نگیں
خسروِ دوراں ربیع المنزلت گردوں سریر — میر عثمان علیخاں آفتابِ داد و دیں
آصفِ دارا لوا آں خسروِ جم مرتبت — بر سرِ تو ما د ظلِ نقشِ ختم المرسلیں
بارک اللہ با ہزاروں انبساط و خرمی — سالِ بست و پنج شد از فضلِ رب العالمیں
ایں دعائے جاں نثارانِ دکن یارب قبول — زندہ باداتا صد و سی سالِ شاہِ مسلمیں

زد رقم سالِ مسیحی عالی ورا ں نذیر
جشنِ سیمینِ شہِ عثمان امیرِ مومنیں

۱۹ ع ۳۶

قطعۂ تاریخ

از جناب غلام دستگیر خانصاحب یکتا قائمقانی

اگر کھیچوں میں سلور جوبلی شاہ کا نقشا
اترا آئیں ابھی فردوس سے حوراں گل چہرا
کہو تاریخ تم اک اور یکتا سالِ فصلی میں
مبارک شاہ کو یہ جشنِ سیمیں انبساط افزا

۱۳ ف ۴۵

مرتبہ محمد فاضل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جہاں ہو اور جہانبانی عثمان علیخاں ہو

از مولوی محمد حبیب اللہ صاحب وفاؔ - پی - ڈی - ایچ -

افق پر چرخ کے جب تک طلوعِ مہرِ رخشاں ہو ضیائے مہر سے تا کسب نورِ ماہِ تاباں ہو
جہاں مشعل سے مہر و مہ کے تا بزم چراغاں ہو جہاں ہو اور جہانبانی میر عثمانِ علیخاں ہو
اُسی کے نام سے سکہ کو خطبہ کو بھی وقعت ہو
اُسی کے سر سے تاجِ خسروی کو زیب و زینت ہو

جہاں ہو تا جہاں گیری جہاں میں عزمِ شاہاں ہو مہیا جنگ کا دنیا میں جب تک ساز و ساماں ہو
پہلوانی میں جب تک شہرتِ سام و نریماں ہو ارادوں پر اولوالعزموں کے جب تک فتح قرباں ہو
تری شمشیر ہو اور اُس کا جوہر فتح و نصرت ہو
جہاں گیری کا اُس کی ہر طرف چرچا ہو شہرت ہو

امامت کا علی کی معتقد تا ہر مسلماں ہو ولایت کا علیؑ کی دہر میں جب تک کہ فیضاں ہو
شجاعت کے لئے جب تک کہ نام شاہِ مرداں ہو ارادوں پر اُولوالعزموں کے جب تک فتح قرباں ہو
تری تیغِ دو پیکر ہو دلوں میں اس کی ہیبت ہو
عدو کا دل دو پارہ ہو کچھ اس کی ایسی دہشت ہو

بخارِ ارض سے جب تک نمودِ ابر و باراں ہو صدف میں باعثِ تکوینِ گوہر ابرِ نیساں ہو
مرصع گوہرِ رخشاں سے جب تک تاجِ شاہاں ہو جہاں میں تاجِ شاہاں باعثِ صد عظمت و شاں ہو
ترے اکلیلِ شاہی میں کہ برتر اس کی عظمت ہو
وہ گوہر ہوں کہ اُن میں آب و تابِ سرمدیت ہو

رعیت کا ہو جب تک نام جب تک نام سلطاں ہو سلاطینِ جہاں کی تا رعیت زیرِ فرماں ہو
زباں پر تا بیانِ خاتمِ وسعتِ سلیماں ہو درفش کاویانی تا ظفر آرائے گیہاں ہو
تو حاکم ہو تری محکوم سب دنیا کی خلقت ہو
حکومت کا پھریرا لہلہاتا - تا قیامت ہو

حسینانِ جہاں کی زلف جبتک عنبر افشاں ہو اور ان غنچہ دہانوں کا دہن جبتک کہ خنداں ہو
لبِ گلرنگ اُن کا غیرتِ لعلِ بدخشاں ہو اور اُن کا روئے رنگیں باعثِ رشکِ گلستاں ہو
بڑے اجلال تیرا روز افزوں تیری شوکت ہو جہاں میں تا قیامت تیرے سر تا سر حکومت ہو

مرتبہ محمد افضل

بڑھے اجلال تیرا اور افزوں تیری شوکت ہو
جہاں میں تا قیامت تیرے سر تا سر حکومت ہو
چمن ہو تا چمن میں مرغِ خوش الحاں غزلخواں ہو
بہارِ باغ ہو تا باغ میں عشرت کا ساماں ہو
بھرا گلہائے گوناگوں سے تا گلچیں کا داماں ہو نشیمن قمریوں کا سروِ رعنائے گلستاں ہو
گلِ امید خنداں ہو ترا تجھ کو مسرت ہو
ترے باغِ تمنا پر دُر افشاں ابرِ رحمت ہو
فریدوں کے لئے عزت جو تیرا زیرِ فرماں ہو سکندر کے لئے عظمت جو تیرے در کا درباں ہو
ہو کسریٰ کے لئے وقعت جو ہمسلکِ غلاماں ہو غلامی سے تری حاصل کمال عزت و شاں ہو
تو آصف ہے سلیماں کے برابر تیری شوکت ہو
دعا یہ ہے ابد سے ہم نفس تیری ریاست ہو
ترے اجلال و حشمت کی نہ کوئی حد پایاں ہو ترقی پہ تری شوکت ہو برتر عظمت و شاں ہو
سنینِ عمر میں تیرے ترقی فراواں ہو حوادث سے زمانے کے خدا تیرا نگہباں ہو
ہمیشہ اولیاء اللہ کی تجھ پر عنایت ہو
وفاؔ کی ہے دعا تجھ کو محمدؐ کی حمایت ہو

(قطعۂ تاریخ)

از جناب مولوی محمد یوسف صاحب نفیسؔ بنگلوری

شور ہے ہر سو مبارکباد کا
فضلِ یزداں کی ہے سلور جوبلی
کیوں نہ ہو فرقِ ہما صدقے نفیسؔ
شاہِ عثماں کی ہے سلور جوبلی

۱۳ ھ ۵ ۴

نذرِ سیمیں

از جناب حاجی مولوی محمد جہانگیر صاحب مجیدؔ آغائی ابوالعلائی

قطعۂ تاریخ

از جناب حاجی مولوی میر ولایت علی صاحب وفاؔ [illegible]

مبارک جشنِ سیمیں شاہِ عثماں ظلِ سبحانی
طفیلِ سرورِ عالم بحقِ شیرِ یزدانی
وفاؔ تاریخ آمد از ندائے ہاتفِ غیبی
نویدِ زندگی "داردہمایوں جشنِ عثمانی"

۱ ۳ ف ۴۵

بہار آئی ہے گلزارِ دکن میں جانفزا بنکر کھلے ہیں غنچۂ مقصد طلسمِ مدعا بن کر
نسیمِ عیش چلتی ہے نویدِ دل کشا بن کر ثنا گستر ہے بلبل مطربِ رنگیں نوا بن کر
مئے عشرت سے ہر اک ساغرِ گل آج رنگیں ہے
مہیا عیش کے ساماں ہیں لاکھوں "جشنِ سیمیں" ہے
ہی خواہانِ دولت مستِ صہبائے ولا نکلے
پرستارانِ "آصف" واقفِ رسمِ وفا نکلے

ہوائے جاں نثاری ہیں بحسب مدعا نکلے
ندیم حق شناس و بندۂ فرض آشنا نکلے
خلوص دل سے کیا کیا "جشن سیمیں" سب مناتے ہیں
جہاں آنکھیں بچھانی ہیں وہاں آنکھیں بچھاتے ہیں

خدا آباد رکھے خسرو جمشید ساماں کو | خدا دل شاد رکھے میر عثمان علیخاں کو
امیر المومنین و تاجدار تاجداراں کو | نظام الملک ظل اللہ آصف جاہ دوراں کو

"الٰہی تا جہاں باشد شہنشاہ جہاں باشی
خدایت مہرباں و تو بعالم مہرباں باشی" (آمین)

ہوئی ہے چار سو جو آئینہ بندی ریاست میں | کہاں ہو ایسی آرائش کسی کے باغ عشرت میں
ہوئے پچیس سال شاہ کے دور حکومت میں | نمایاں کام جو ہوتے ہیں لاکھوں ایک ساعت میں

رعایا شاد ہے فیض شہ انصاف پرور سے
بنے ہیں بند بڑھ کر ابر بھی عثمان ساگر سے

بدل دی شکل برقی روشنی نے بڑھ کے ظلمت کی | بنا عہد ہمایوں ہیں ہوئی باب حکومت کی
کہیں صنعت کا چرچا ہے کہیں ہے دھوم حرفت کی | کہیں مدحت بساست کی کہیں شہرت عدالت کی

ترقی پر کہاں اساعقا تعمیرات کا عالم
کہ ہے زرپاشیوں سے شاہ کی برسات کا عالم

ملی طیاروں کو پرواز طبع ظل سجانی | سپہ لار اعظم سے ہوئی ہے زوج لاثانی
مبارک ہے ہمایوں ہے یہ انداز جہانبانی | ہوئی واپس زمین النسی زہے اقبال عثمانی

سبب راحت کا بنجاتی ہے جو صورت نکلتی ہے
کہیں بس دوڑتی ہے اور کسی جا ریل چلتی ہے

جہاں فضل و ہنر کا علم کا دریا اُبلتا ہے | قیام جامعۂ شہ کا وہ علمی کارنامہ ہے
شہنشاہ سخن کی شاعری کا پوچھنا کیا ہے | طبیعت نکتہ سنج و نکتہ بین و نکتہ آرا ہے

نظیری کی بلندی کیف حافظ زور عرفی کا
زباں صائب کی خسرو کا اثر انداز جامی کا

وہ شاہنشاہ جن کا لطف لطف زندگانی ہے | وہ شاہنشاہ جن کا عہد عہد کامرانی ہے
وہ شاہنشاہ جن سے شان تسلیم معانی ہے | وہ شاہنشاہ جن سے شہرت معجز بیانی ہے

عروس مدح رقصاں ہے یہاں ناز آفریں بنکر
سپہر شاعری نازاں ہو قسمت پر زمیں بنکر
وہ شاہنشاہ جن کے لطف کا گرویدہ عالم ہے
کرم جن کا دل مجروح ناکامی کا مرہم ہے

عطا و بذل و احساں سے سرِ ہر تاجور خم ہے
خدا رکھے سلامت چار سو یہ شورِ پیہم ہے
اُدھر وارفتہ اہلِ دل ادھر رشیدا نمازی ہیں
دعا گو شاہ کے سارے عراقی ہیں حجازی ہیں

الٰہی خضر کی ہو عمر آصف جاہ دوراں کی — کہ ہے شان و تجمل سے عیاں شوکت سلیماں کی
مجید اپنی دعا ہے آرزو ہندو مسلماں کی — رہے قائم ریاست تا ابد عثمان علیخاں کی

معظم جاہ و اعظم جاہ پر ہو شاہ کا سایہ
مُکرّم جاہ کے سر پر ہو اعظم جاہ کا سایہ (آمین)

ہو مبارک ظلِّ داور جوبلی
(اردو)
از جناب مولوی سید ضیاء الدین صاحب عالی

ہو مبارک ظلِّ داور جوبلی — کامراں ہے یہ سراسر جوبلی
اک جہاں کو حُسنِ دل آویز سے — آج کرے گی مسخر جوبلی
ذاتِ شاہانہ سے ہے اس کا فروغ — ہو بلند اختر نہ کیونکر جوبلی
جاں نثاروں کی یہی ہے آرزو — دل میں آنکھوں میں کرے گھر جوبلی
بنگئی ہے دشمنِ شہ کے لئے — تیر و نشتر تیغ و خنجر جوبلی
سارے عالم میں یگانہ ہوگئی — شاہِ عثماں کی فلک فر جوبلی
فرقِ شہ پر آج کرنے کو نثار — بحر و کان دیتے ہیں گوہر جوبلی
آصفِ سابع ہیں دارا منزلت — اور نصیبے کی سکندر جوبلی
شاہِ عثماں پر رہے ظلِّ الٰہ — نیک ہو بہرِ پیمبر جوبلی
دیکھکر دلشاد آصف جاہ کو — ہو گئی جامے سے باہر جوبلی
صولت و جبروت سلطانِ دکن — دیکھتی ہے ہو کے ششدر جوبلی
زندہ باد اے فخرِ شاہانِ جہاں — حق دکھائے تم کو دیگر جوبلی

تاریخیں
فخرِ دارا آصفِ ہفتم مبارک سلور جوبلی
(فارسی)

(۱)
اے سکندر بخت سلطان فریدوں منزلت
فخرِ دارا آصفِ ہفتم مبارک جوبلی

(۲)
ظلِّ سبحانی نظام الملک سلطان العلوم
فخرِ دارا آصفِ ہفتم مبارک جوبلی

(۳)
رستمِ دوراں سکندر شوکت و سرور جم حشمت شہنشاہ
سرفراز آصفِ ہفتم مبارک جوبلی

(۴)
میر عثمان علیخاں خسروِ عالم پناہ
عدل پرور آصفِ ہفتم مبارک جوبلی

(۵)
گفت عالی مصرعِ تاریخِ جشنِ نقرئی
شاہِ والا آصفِ ہفتم مبارک جوبلی
۱۳۵۴ھ

دُرفشاں تاریخ عالی عرض کر
خسروِ عالی کی سلور جوبلی
۱۳ ھ ۵۴
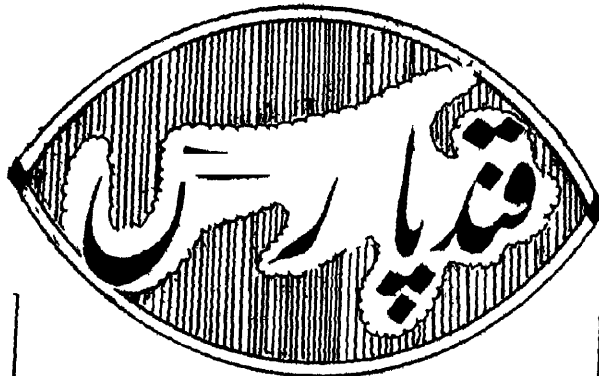
از الحاج مولوی قاضی میر الدین صاحب قاضی الحکام عدالت العالیہ

اے گوشہ نشین گوشۂ دل
للہ نگہے بحال زارے
بینیم بسوئے چرخ اخضر
باشیم نجا کدان، بہ بندش
در قید عناصر مخالف
وا فضح شد وآشکار آمد
صد نغمہ رسد ز رود موسیٰ
گمراہ کن است دعوئے ما
اے شوق وصال دور می شو
داری ز فیوض دست قدرت
گیرند شہان ملک تقویٰ
ارباب عدالت و مروت
بے راہی عقل فیصلہ کن
ہرگز نہ دہند اہلیاں را
رنجے نہ بریم از حوادث
پیکاں بہ جگر شکستہ داریم
ارباب نظر، من حزیں را
شد تحمل بصیرت عزیزاں

اے راحت جان و رود بسمل
تا کے مرض طپیدن دل
چوں تشنہ لبان بحر کاہل
مانند درخت ہائے در گل
بینیم طراز سلک عاقل
ایمان ز عقدہ انامل
استادہ فغاں کنیم بر تل
مغرور کند خیال باطل
شد پردہ بروئے یا حائل
صد کاسہ بدست خویش و سائل
از ملک نیاز خود محاصل
دارند ز عیش و عمر حاصل
امید مروت از ازل
دیوانی خویشتن افاضل
دانیم حکیم ہست عاقل
و ز تیر نظر شدیم بسمل
گویند کہ جوہریست قابل
شغلے کہ نمودہ است شاغل

قطعات تاریخ

خیر سا از مولنا ابو الخیر محمد خیر اللہ صاحب سنوسی القادری (ورنگل)

جشن نظامی

۱۳۵۴ھ

صدقہ تیرے پیارے نبی کا صلی اللہ
جشن سیمیں دیکھ لیا ہے اے مولا

ایک تمنا اور ہے دل میں اسے بر لا
جشن زرین عثمانی اب دکھلا

۱۳۵۴ھ

نوٹ۔ عثمان اور شہنشاہ کے عدد مساوی ہیں اس مناسبت سے[۴]

جوبلی راز مزمہ ہا لطف ہا
از رہ اخلاص تو ہر جا شنو

خیر اگر پرسد کسے تاریخ را
"جشن سلور آصف ہفتم" بگو

۱۳۴۵ف

سلور جوبلی کی یہ خوشی
تجھکو مبارک آصف جاہ

ہے یہہ دعائیہ تاریخ
یا عثمان یا شاہنشاہ

۱۳۴۵ف

[۴] ہمارا عثماں شاہ نہیں شاہنشاہ ہے کیونکہ قدرت نے خود یہ ترکیب و عدد فراہم کیں یہاں کیسی ہے

نگر بروئے تاب شاغل — چوں مہر منیر و بدر کامل
در باغ برنگ گل بہ باغی — تا نالہ شود نالۂ عنادل
در داغ سکوت اہل باطن — در گنج خزینہ ہائے باذل
شد مظہر جلوۂ جلالش — شمشیر جفا و دست قاتل
پیدا است ہمیں بجشیم باطن — در حسن عمل کمال عامل
پالاں نہ کشد اسد ز تندی — دار و شترے بہ پشت محمل
چوں قطرۂ بحر ناپدید است — علم علماء و جہل جاہل
راحت نہ شود بغیر سختی — ہر طبع کہ بر جفاست مائل
جاں دادہ گرفتہ ایم اے جاں — در دِ تو نمی کنیم زائل
از فرط محبت و تعشق — بابار گراں شدیم حائل
ارباب فضائل و مکارم — برخواست نمودہ اند محفل

از نعمت باری است قاضی
آسائش قلب مرد عادل

قطعۂ تاریخ

از مولوی محمد شبیر بادشاہ صاحب قادری ملتانی
جاگیردار

کیا خجستہ کیا ہمایوں کیا سعید
شہ کی ہے الحمد للہ جوبلی
فضل مولا سے کہو تم بر سال
ہے مبارک شاہ ذی جاہ جوبلی

۱۳۵۴ھ

قطعۂ تاریخ درہنیات

از مولوی میر محمود علی صاحب لائق
منصبدار

شہ ملک دکن شاہوں میں یکتا ہے یگانہ ہیں
الٰہی رکھیو سلامت میر عثمان علیخاں کو
تو گن کر ہنیات سال فصلی عرش کی لائق
کرے اور مبارک جشن سیمیں شاہ عثماں کو

۱۳۴۵ف

بحضور اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

از ابو الفضل مولوی سید محمود صاحب قادری بی اے۔ ایل ایل بی (عثمانیہ)

اے امیر مسلمیں اے خوش خصال — بے عدیل و بے نظیر و بے مثال
ہمت تو ہمچو کوہ ہے استوار — عزم تو عزمے کہ دایم پائیدار
زینت ملک دکن از ذات تو — رونق ایں انجمن از ذات تو
دست تو باذل نمی باشد چرا — نظم تو کامل نمی باشد چرا
در سینے داری دل درد آشنا — صافی و روشن مثال آئینہ
ذہن تو بیدار ہمچو ساعتے — روز و شب اندر کشائے مشکلے

(روحیؔ)

تو سکوں را چوں اجل پنداشتی | زندگانی در عمل دریافتی
خدمتِ مخلوق را بستی کمر | ہست آرام جہاں پیشِ نظر
رازِ قدرِ تو مرا معلوم شد | ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
تو ز رمزِ زندگانی آگہی | از طریقِ حکمرانی آگہی
زندہ کردی چوں مسیحا علم و فن | در حدودِ حیدرآباد دکن
جامعہ عثمانیہ آں درسگاہ | یادگارِ جشنِ تختِ کجکلاہ
یا کہ شمعِ علم روشن در دکن | مستنیر از وے ہمہ اہلِ زمن
چشمۂ فیض است بہرِ تشنگاں | آبِ حیوانست یا بہرِ جہاں
یا نشانِ عہدِ مسعودِ ترا | یادگارِ دورِ محمودِ ترا
ایں کلام واقعی نے شاعری | در بیانم نیست سحرِ سامری
لطفِ تو بر جامعہ موقوف نیست | چوں خمیرے کارِ تو محذوف نیست
از نوال و بذلِ تو اندر دکن | ہمچناں فصلِ بہاری در دکن
تو دکن را چوں عروسے ساختی | قدر در چشمِ جہاں افراشتی

زندہ باد اے شاہ عثماں زندہ باد
عمرِ تو اقبالِ تو پایندہ باد
(آمین)

قطعۂ تاریخ سلور جوبلی مبارک
(فارسی)

از جناب حاجی مولوی شیخ احمد علی صاحب شاب دیربمی

سن مسیر شاہ را ایں جشن سلور جوبلی
از طفیل مصطفیٰ ایں جشن سلور جوبلی
شاب تاریخش بگو قربانِ فکرِ تو شوم
رسم اربابِ وفا ایں جشن سلور جوبلی
۱۳۵۴ ہجری

قطعۂ تاریخ سلور جوبلی مبارک
(اردو)

از حاجی شیخ احمد علی صاحب شاب دیربمی

شاہِ عثمان ملک کو محبوب ہے
ملک طالب اور وہ مطلوب ہے
شاب حصہ ہو گئی تاریخ یہ
جشنِ سلور جوبلی کیا خوب ہے
۱۳۵۴ھ

جشن عثمانی

از

جناب مولوی محمد علیخاں صاحب قیصر حیدرآبادی

نسیم صبح یہ پیغامِ عیشِ جانفزا لائی | مبارک ہو مبارک ہو گھٹا چھائی بہار آئی
ملی سبزہ کو بیداری عروسِ گل کو رعنائی | زباں سوسن نے پائی دیدۂ نرگس نے بینائی

زمیں کا ذرہ ذرہ آج محوِ خود پرستی ہے
چمن کا پتہ پتہ زیرِ بارِ رنگ مستی ہے

مرتبہ محمد فاضل

صبا اٹکھیلیاں کرتی ہوئی پھرتی ہے گلشن میں
چھپا کر لائی ہے دنیائے نکہت اپنے دامن میں
بپا ہے بزمِ عشرت عندلیبوں کے نشیمن میں
نئی جاں فصلِ گل نے ڈال دی ہر ایک کے تن میں
گلوں کی تازگی جنت نشاں معلوم ہوتی ہے
دکن کی سرزمیں اب آسماں معلوم ہوتی ہے

لباسِ نو، جوانانِ دکن کے زیبِ تن ہے آج — ہلال آسا گریباں گل بداماں پیرہن ہے آج
نقوشِ کہنہ پر بھی سو طرح کا بانکپن ہے آج — غرض، ہر ذرہ میں دریائے عشرت موجزن ہے آج
شہِ عثماں کی "سلور جوبلی" کی یہ مسرت ہے
ہر اک محوِ طرب آئینۂ حسنِ عقیدت ہے

دکن میں ہر طرف امن و اماں کی ہے فراوانی — رفاہِ خلق ہی کی فکر میں ہے طبعِ سلطانی
رعیت شاد، ملک آباد، زیرِ ظلِ سبحانی — الٰہی! رہتی دنیا تک رہے یہ دورِ عثمانی آمین
مبارک والیِ تختِ دکن کو "جشنِ سیمیں" ہو
اسی طرح الٰہی منعقد پھر "بزمِ زریں" ہو

بیاں کیا ہو! دکن والوں نے کیا کیا نعمتیں پائیں — حیاتِ تازہ پائی، تازگی کی لذتیں پائیں
ملے اسبابِ آسائش، جہاں کی عشرتیں پائیں — طفیلِ "آصفِ سابع" ہزاروں راحتیں پائیں
یہ ہے وہ دور، دورِ کامرانی جس کو کہتے ہیں
یہ ہے وہ دور، دورِ شادمانی جس کو کہتے ہیں

بنا ڈالی گئی اس دور میں "بابِ حکومت" کی — نئے سر سے ہوئی تقسیم پھر ارکانِ دولت کی
اساسِ عدل پر تنظیم کی ہر اک "عدالت" کی — قیامِ انجمن نے کھول دیں راہیں "زراعت" کی
"رزیڈنسی" ہوئی واپس اسی عہدِ درخشاں میں
ملی ہے "ریلوے" کو بھی جگہ اب ظلِ سلطاں میں

قیامِ "جامعہ" ہے شاہکارِ عہدِ عثمانی — کہ جس سے ہو گئی جنسِ گرانمایہ کی ارزانی
ترقی علم کو ہے، صنعتوں کی ہے فراوانی — غرض کیا کیا نہ آسائش ہوئی کیا کیا نہ آسانی
یہ ہے مجمل سا خاکہ، آئینہ بابِ مفصل کا
نمود ہے یہ گویا مختصر تنظیمِ مکمل کا
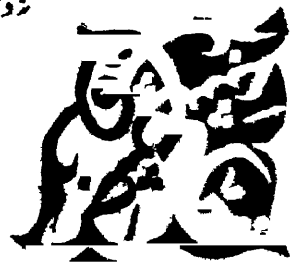
نہ دیکھا ہوگا چرخِ پیر نے ایسا کوئی سلطاں
نہیں ممکن کہ ایسی خوبیوں کا ہو کوئی انساں
بجا ہے جس قدر بھی ناز ہو تجھ کو شہِ عثماں خلد اللہ ملکہ
تدبر سے ترے حیرت میں ہیں سارے سیاست داں

مرسلہ محمد فاضل

ضیا پاشی سے تیرے نور کی گھر گھر منور ہو
ترا ہر جشن عشرت "جشن جمشیدی" سے بہتر ہو

ترا اقبال ہو ہفت آسماں سے بڑھ کے رفعت میں
زمیں والے تو کیا خورشید خاور بھی ہو خدمت میں

ترا سایہ ہو عالم پر رہے تو ظلِ رحمت میں
ہزاروں جشن ہوں ایسے ترے دورِ حکومت میں

ترا قبضہ جہاں پر ہو، رہے جب تک جہاں باقی
مسلمانوں کا تیری سلطنت سے ہے نشاں باقی

قطعۂ تاریخ

از پیرزادہ سید محمد ارشاد حسین صاحب ابری کلفشد ضلع ...

ریاضِ عیش میں گلہائے رنگیں
نسیم روح بستانی مبارک
سن ہجری میں ہے کیا خوب تاریخ
نوائے جشن عثمانی مبارک

۱۳۵۴ھ

از جناب مولوی سید علی شبیر صاحب

قطعۂ تاریخ

از پیرزادہ سید محمد ارشاد حسن صاحب ...

پیکرِ صد انبساط و عیش ہر اک دل رہا
دورِ عثمانی نشاط و عیش کا مخزن ہوا
کہہ دو ہم فکر سنین جشن تاریخ شاہ
تیرہ سو چون میں جشن گوہر روشن ہوا

۱۳۵۴ھ

۱۹۹۲ بکرمی

زینتِ افسر و اورنگ بڑھانیوالے — فتنہ و شر کو زمانہ سے مٹانیوالے
شعلۂ تیغ سے اعدا کو جلانیوالے — جور و ایذا سے رعیت کو بچانیوالے
میر عثمان علیخاں شہِ گردوں رفعت — قوم کی شان زمانہ میں بڑھانیوالے
تابعِ شرع متیں حامئ دین و ملت — شان اسلام کی و نرات بڑھانیوالے
تم نے اصلاحیں وہ فرمائیں کہ خوش ہیں سب لوگ — اس زمانے کے بھی اور اگلے زمانیوالے
رعبِ شاہی کا وہ بیٹھا ہے دلوں پر سکہ — سر اٹھا سکتے نہیں فتنہ اٹھانیوالے
عہدِ شہ میں کسی ظالم کو نہ ہنستے دیکھا — بیٹھے روتے ہیں غریبوں کو رلانیوالے
سینکڑوں کردیے سرکار نے نافذ اسکیم — عیش اڑانے لگے یاں خاک اڑانیوالے
ہوئے عمال ترقی سے شہا مالا مال — زر اٹھانے لگے تکلیف اٹھانیوالے
یومیہ منصب و تنخواہ و ظیفہ، انعام — روز و شب پائے چلے جاتے ہیں پانیوالے
کرتے کرتے ترے احکامِ سخا کی تعمیل — تھک گئے اہلِ حساب اور خزانیوالے
داستانیں ہوئیں شاہانِ سلف کی تازہ — ذاتِ والا سے ۔ او لاکھوں کے لٹانیوالے
فیض کے تم نے بہائے ہیں جہاں میں دریا — کیوں نہ ممنون تمھارے ہوں نہ مانیوالے
اہلِ مشرق ہوں کوئی یا کہ ہوں اہلِ مغرب — آپ کے دم کے ہیں سب خیر منانیوالے
مصر و شام و عرب و ہند و عجم میں شاہا — تم ہو کوسِ لمن الملک بجانیوالے
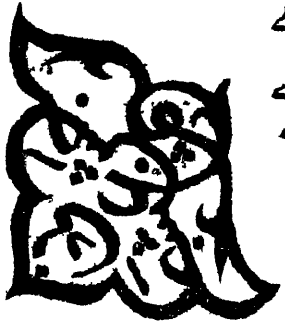
قصیدہ

سُلطانُ العلوم محیُّ الملّۃ والدّین ہز اکزالٹڈ ہائینس اعلحضرت نواب میر عثمان علیخاں بہادر

نظامُ الملک آصفجاہ سابع شہریارِ دکن خلّد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ

ازجناب حکیم برہم صاحب اڈیٹر مشرق

لے اڑی تختِ سلیماں کی طرح سوئے دکن — بن گئی دوش پری موجِ ہوا ئے دامن
نہ پہنچتا تھا نہ پہنچے وہ مری گرد کو بھی — لاکھ طیارے اڑے تیز ہوا میں تن تن
شوق کہتا ہے مری تیزروی کے آگے — شعلۂ برق بنے حلقۂ نعلِ توسن
اِس طرح منزلِ مقصود تک اپنی پہنچوں — جس طرح بُعد کو طے کرتی ہے سورج کی کرن
ساتھ سایہ بھی نہ دے تیزروی میں میرا — مُرغِ وہم آج نظر آئے پر و بال فگن
مجھے جانا ہے کہاں؟ میں نے پلک جھپکاتے — طے کئے طُور کئی اور کئی دشتِ ایمن
بسکہ معمورِ تجلی تھے ہوا میں ذرّات — نور سے دن کی طرح شب کی فضا تھی روشن
مشعل افروز تھے درات ہوا میں اس طرح — ہرطرف عرش کی قندیلیں تھیں گویا روشن
تھیں مرے واسطے سجادہ ہوا کی موجیں — سجدۂ شکر میں ہر وقت جھکی تھی گردن
غیب سے آئی یہ آواز ہوئے سجدے قبول — شاملِ حال ہوا فضل خدائے ذوالمن
سر اٹھاتے ہی مری آنکھ سے پردہ یہ اُٹھا — یادرِ حیتم سے اٹھی یہ مژہ کی چلمن

بقعۂ نور نظر آئی زمیں عرش نما
آنکھ کے سامنے تھی تختگہِ ملکِ دکن

مرقعۂ محمد فاضل

مرتفع سطح زمیں بامِ فلک سے بڑھ کر
آسماں سایۂ ایوانِ شہنشاہ زمن

وہ زمیں فرش ہے جس پر فلکِ اطلس کا
وہ زمیں جس کے ہر اک ذرے میں تارے روشن

وہ زمیں آتشِ گل جس میں شفق کی سرخی
ورق لالہ و گل جس میں شفق کا دامن

چاندنی کا ہے بنے پھول جہاں چاندی ضو
لیے سورج مکھی کا پھول ہے سورج کی کرن

وہ زمیں جلوہ فزا جس میں بہارِ فردوس
مالیں حوریں ہیں غلماں ہیں جوانانِ چمن

پھولوں میں صرف ہوا آرونکے جھرمٹ کا جوبن
کلیوں میں صرف ہوئی عقدِ ثریا کی پھبن

دلربایانہ وہ رفتارِ صبا کا انداز
نوعروسانہ وہ ہر شاہدِ گل کا جوبن

وہ زمیں سبزہ بنا سایۂ طوبیٰ بچھ کر
وہ نو سبزۂ گسترده بنا سروِ چمن

چوٹی سدرہ کی چھونے بڑھ کے بلندی جسکی
باتیں سدرہ سے کرے سر وا ٹھا کر گردن

دیکھیے قدرت کا تماشا تو عجب عالم ہو
بلبلِ سدرہ نشیں وجد میں ہو نغمہ زن

اس ترقی کا سبب عرض کروں مطلع میں
بڑھ گئے جو مطلعِ خورشید سے بھی ہو روشن

مطلع

کیوں نہ سرسبز زمانے میں ہو یوں ملکِ دکن
دور سے گنبدِ خضرا ہے یہاں سایہ فگن

قربِ بوبکرؓ و عمرؓ قربِ نبیؐ قربِ خدا
دور سے گنبدِ خضرا ہے یہاں سایہ فگن

اے دکن تیری زمیں کیوں نہ زمرد اگلے
دور سے گنبدِ خضرا ہے یہاں سایہ فگن

کیوں نہ گردش سے سکوں ہو فلکِ نیلی کو
دور سے گنبدِ خضرا ہے یہاں سایہ فگن

کیوں نہ چھائی رہیں رحمت کی گھٹائیں دن رات
دور سے گنبدِ خضرا ہے یہاں سایہ فگن

کیوں نہ دن رات خمِ بادۂ عرفاں چھلکے
دور سے گنبدِ خضرا ہے یہاں سایہ فگن

کیوں نہ سر در لب جو ریزے نہیں مینا کے
دور سے گنبدِ خضرا ہے یہاں سایہ فگن

دورِ مینا نے دورِ فلکِ مینائی
دور سے گنبدِ خضرا ہے یہاں سایہ فگن

اے دکن! تیری زمیں کیوں نہ نبے عرش جناب
دور سے گنبدِ خضرا ہے یہاں سایہ فگن

ہے یہ نسبت سبب نازو تفاخر لاریب
کہ غلامِ شہِ بطحیٰ ہیں سلیمانِ دکن

چشمِ باطن سے جو دیکھو تو حقیقت ہو عیاں
کیا ہے عزو شرف و منزلتِ شاہِ دکن

جو نہ رکھتا ہو خودی نام کو اس کا ہے شیوہ
دلِ من دانہ و من دانم و داند دلِ من

حامیٔ دینِ مبیں ظلِ نبیؐ ظلِ خدا
حال سب آئینہ ہے جو دہ طبق ہیں روشن

عہدِ مسعود مبارک کا یہ ادنی سے اثر
کہ نئے ہو گئے تاریخ کے اوراقِ کہن

مرتبہ محمد آغا صل

رم نہ وحشی سے نہ برتاؤ سے کافر کو گریز
سادگی وضع کی ساتھ اُس کے وہ اخلاق حسن

آنکھ میں رکھیں کعبۂ پاک کو بنا کر پتلی
ہوں غزالانِ حرم یا ہوں غزالانِ ختن

جلوہ کعبے میں تو ہے دیر میں اُس کا پرتو
دلکش اسلام کے انداز، ادا کفر شکن

دامن آلودہ ہوا زر سے نہ دولت سے کبھی
کم خزف پارے سے ہر لعل ہیں دُرِّ عدن

نام عثمان علی پیرو بوبکرؓ و عمرؓ
وہی خو بو، وہی بلیوں ہی چال چلن

انبساط و طرب بزم جہاں خواب و خیال
جاننا و ہر کے عشرتکدے کو دارِ محن

قوم کا، ملک کا دُکھ درد ہمیشہ دل میں
اسی دکھ درد کی پہلو میں خلش دل میں چبھن

ہند بھی ہند کے باہر بھی یہی فیض ہے عام
دُرِ مقصد سے کسی کا نہیں خالی دامن

وقت پڑتے ہی دیا اُس نے بقدرِ حاجت
ہوں وہ ٹرکی کے سلاطین کہ شاہِ لندن

ہیڈلے ہوں کہ نمایندہ فلسطین کا ہو
بیتِ اقدس ہو کہ ہو مسجد شہرِ لندن

سیم و زر لعل و گہر کب نہیں نذرِ حرمین
لاکھ دو لاکھ نہیں بلکہ ہیں معدن معدن

کس سے ممکن کہ گنے بحرِ کرم کی ہر لہر
کس سے ممکن کہ گنے دامنِ دریا کی شکن

مضطرب بہرِ عطا بحرِ کرم کی موجیں
مضطرب بحرِ عطا بحرِ کرم کا دامن

سمتیں سب ایک سی ہیں ہاتھ جدھر اُٹھ جائے
نہ تو پورب ہے نہ پچھم ہے نہ اُتر نہ دکھن

خاک سے بھی نہیں بھرتا ہے کوئی لاکھ کا منھ
بھر دئیے موتیوں سے شاہ نے لاکھوں کے دہن

ذاتِ والا ہے عجب قبلۂ حاجاتِ جہاں
ہے بجا میں جو کہوں کعبۂ من قبلۂ من

میر عثمان علیخان بہادر ذیجاہ
دین و ایمانِ دکن جانِ دکن شانِ دکن

ہے سلیمانِ دکن گو ہے خطاب آصفجاہ
فخر شاہانِ زمن فخرِ سلاطینِ زمن

چترِ رحمت رہے تا حشر سرِ اقدس پہ
ابرِ رحمت رہے تا روزِ جزا سایہ فگن

حق کی تائید رہے فضل رہے لطف رہے
عیش و عشرت ہو قریں دور رہیں رنج و محن

شش جہت میں ہو شہِ آصفِ سابع کا عروج
ہفت اقلیم میں ہو سکۂ شاہی کا چلن

براہیم خستہ جو حاضر ہے درِ والا پہ
اک نظر اس پہ بھی ہو جائے مسیحائے زمن

جشنِ سیمیں ہو مبارک آصفِ والا حشم

(از جناب مولوی سید صلاح الدین صاحب عالی)

حکمراں یارب رہے ملکِ دکن پر دیر گاہ
نقرئی ہے جشن اُس سلطانِ عالیجاہ کا
آصفِ ہفتم پہ دز دیدہ ہی پڑتی ہے نظر
اے خدیوِ خلق اے پروردگار تاج و نگیں
شوکت و شانِ سلیمانی تھی نقشِ اولیں
جلوہ فرما تختِ شاہی پر ہوئے سرکار جب
عہدِ دولت دورِ راحت میں ترے خدام نے
عرض کی عالی نے یہ تاریخ بہرِ افتخار

میر عثماں علیخاں خسروِ دارا حشم
جس کے شایاں ہے حکومت جلوۂ زیبا حشم
دیکھ سکتا ہے کوئی کب شاہ والا کا حشم
تجھ پہ ہے قرباں دولت اور ہے شیدا حشم
نقشِ ثانی ہو گیا شاہ دکن سرا حشم
اپنی قسمت پر بھی اترا تا ہوا آیا حشم
قیصر و فغفور سے بڑھ کر کہیں پایا حشم
جشنِ سیمیں ہو مبارک آصفِ والا حشم

۱۳۵۴

تاریخ در صنعت دائرہ

جس لفظ سے شروع کیجئے مصرع صحیح رہتا ہے

از مولوی قاضی عبدالصمد صاحب صارم سیوہاروی

قطعہ تاریخ

از جناب مولوی میر محمود علی صاحب لائق منصبدار

(۱)
شہ آصف ماست ظل اِلہ
رواں ست اندر جہاں فیض عام

(۲)
چو خضر و مسیحش بکن طول عمر
الٰہی بحق رسول انام

(۳)
بود تا جہاں باد یارب پاک
زمینش کنیز و سپہرش غلام

(۴)
کند عرض لائق بہ سال مسیح
ہمایوں شود جشن سیمیں نظام
۶۱۹۳۶

دیگر

در صنعت معرا البقید حروف منفصل

عثمان علی دادہ دارد دل آوارہ را — راس و دول و دارع راح و دُبرہ آور

دادہ دل صارم را داد رس دارا — دراک و دل آرام و دادار و دُرر داور

سنہ ۱۳۴۵ ف

دیگر

راح و راحت کی ہے مظہر جوبلی — ہو گئی ہے عید گھر گھر جوبلی

ہو بر آمد جیسے حجلہ سے عروس — آئی ہے یوں بن سنور کر جوبلی

پیچھے پیچھے آ رہی ہے دوسری — یہ خبر آئی ہے لے کر جوبلی

مصرع تاریخ ہے کیا لاجواب — خسرو عالی کی سلور جوبلی

۱۳ ۵۴

دیگر

امیر المومنین عثمان علیخاں — شہنشاہ دکن فخر زمانہ

ندا آمد چو جشن نقرئی کرد — مبارک باشد ایں جشن شہانہ

۱۳ ف ۴۵

دیگر در صنعت نادر

عثماں شہ آصف کی ہے جوبلی سیمیں — یہ عہد ہمایوں ہے یہ روز تبارک ہے
تاریخ کی صارم نے کی فکر جو نادر میں — ہاتف نے کہا فوراً - ہنگام مبارک ہے

۱۳۵۴ھ

نقشۂ استخراج صنعت نادر

ہنگام مبارک ہے

ھ	ن	گ	ا	م	م	ب	ا	ر	ک	ھ	ی	حروف
پنج	پنجاہ	بست	یک	چہل	چہل	دو	یک	دوصد	بست	پنج	دہ	اعداد حروف لفظوں میں
۵۵	۶۱	۴۶۲	۳۰	۳۸	۳۸	۱۰	۳۰	۱۰۴	۴۶۲	۵۵	۹	اعداد الفاظ اعداد

میزان کل اعداد ۱۳۵۴ھ ہجری

غزل

ہر ایک خطہ جہاں کا ہے فیضیاب دکن — حضور آصف ہفتم ہیں آفتاب دکن
فروغ علم و ہنر کے لیے زمانے میں — کیا ہے داور عالم نے انتخاب دکن
رعایا شاد ہے سلطان عادل و باذل — یہ ایسا عہد ہے کہیے اسے شباب دکن
سرور و راحت و امن و اماں میں اے صارم — نہیں ہے صوبۂ عالم پہ اب جواب دکن

رباعیات

میر عثمان علیخان بہادر جم جاہ — زیر فرمان ترے ساری خدائی آئے
جلوہ فرما تو رہے تخت شہنشاہی پر — جشن سیمیں یہ ہوا جشن طلائی آئے

دیگر

کیا ہی لطف و سرور کا دن ہے — نور کی رات نور کا دن ہے
کیوں نہ چھائے جہاں پہ ابر طرب — کہ یہ جشن حضور کا دن ہے

دیگر

امیر المومنین عثمان علی را — الٰہی ربع مسکوں باد تابع
بماند تا بماند ماہ و ماہی — نظام الملک آصفجاہ سابع

یہ عہد جشن شاہ کا کیا ہی سعید ہے — شب ہے شب برات تو دن روز عید ہے
ساقی ہوش کے ہے لب پہ صلائے عام — مستوں میں شور نعرۂ ھل من مزید ہے

شاہ عثماں کا ہے جشن یہیں — آج ہے عید کا دن عید کی رات
نوش کر جام مسّرت صارم — ہاتھ آئیگی کہاں آج کی بات

رباعی سودیشی اردو میں

ان داتا دکن کا رہے جب تک ہے پرجا — اور راج بھی بڑھتا رہے گھر بار سے بھرجا
جیتا رہے سکھ سے رہے دن رات کرے چین — جو بات ہو اس کی مرے داتا وہ سنور جا

تاریخ رسالہ جشن عثمانی

قطعہ در حروف مہملہ

از حساب مولوی میر محمود علی صاحب لائق منصبدار

مہملہ میں کر شمار اب اے لائق ہے عرض
فخر دارا و سکندر رہے ہمارا شہریار
۱ ۳ ۵ ۴ ھ
کبریا تو عمر کر سرکار آصف کی زیاد
شہ کو سلور جوبلی کر سعد تو پروردگار
۱۳۵۴ ھ

ایں رسالہ یادگار جوبلی — گشت چوں مطبوع با حسن و جمال
بہر تاریخ شیوع او بمن — زد ندا ہاتف پرستان خیال
۱۳۵۴ ھ

دیگر

چو جشن جوبلی را ایں رسالہ — شدہ مطبوع با صد حسن و اجلال
بفصلی فکر تاریخش چو کردم — ندا آمد بمن تاریخ اقبال
۱۳۵۴ ھ

دیگر

گلدستۂ نایاب بجشن شاہی — مطبوع چو گردید ز افضال خدا
صارم پئے تاریخ بفصلی ہاتف — گلدستۂ مخصوص بمن داد ندا
۱۳۴۵ ف

قطعہ در زبر و بینات

از جناب مولوی میر محمود علی صاحب لائق منصبدار

شاہ عثماں آپکی ہو طول عمر
ہو مبارک آپکو ہر جوبلی
عرض کر لائق تو زبر و بینات
شاہ آصف کی ہے سلور جوبلی
۱۳۵۴ ھ

قطعۂ تاریخ در صنعت زبر و بینات غیر منقوط

میر عثمان علیخاں مالکِ ملکِ دکن ‏ ‏ سال دہ و دہ سہ دو آورد در داد و داد
سالمہ داد ابصاہم راگر الہام کرد ‏ ‏ اسعد احلم سرور اسلام کرار و عماد

۱۳ ـ ۵۴

نقشۂ استخراج تاریخ

اسعد احلم سرور اسلام کرار و عماد

تقسیم صورتِ لفظی حروف مع اعداد				اسم حروف بصورتِ لفظی	حروف	لفظ مع اعداد زبر و بینات
حروف بینات مع اعداد		حروف زبر مع اعداد				
۱۱۰	لف	ا	۱	الف	ا	اسعد ۱۳۵ / ۲۶۱
۶۰	ین	س	۶۰	سین	س	
۶۰	ین	ع	۷۰	عین	ع	
۳۱	ال	د	۴	دال	د	
۲۶۱			۱۳۵			
۱۱۰	لف	ا	۱	الف	ا	احلم ۷۹ / ۲۰۲
۱	ا	ح	۸	حا	ح	
۴۱	ام	ل	۳۰	لام	ل	
۵۰	یم	م	۴۰	میم	م	
۲۰۲			۷۹			
۶۰	ین	س	۶۰	سین	س ر و ر	سرور ۴۶۶ / ۹۹
۱	ا	ر	۲۰۰	را		
۷	او	و	۶	واو		
۱	ا	ر	۲۰۰	را		
۹۹			۴۶۶			

عدد	زبر	عدد	حرف	نام	حرف	حرف	میزان
۱۱۰	لف	۱	ا	الف	ا	ا	اسلام ۱۳۲/۳۷۱
۶۰	ین	۶۰	س	سین	س	س	
۴۱	ام	۳۰	ل	لام	ل	ل	
۱۱۰	لف	۱	ا	الف	ا	م	
۵۰/۳۷۱	یم	۴۰/۱۳۲	م	میم	م		
۸۱	اف	۲۰	ک	کاف	ک	ک	کرار ۴۲۱/۱۹۳
۱	ا	۲۰۰	ر	را	ر	ر	
۱۱۰	لف	۱	ا	الف	ا	ا	
۱/۱۹۳	ا	۲۰۰/۴۲۱	ر	را	ر	ر	
۷/۷	او	۶/۶	و	واو	و	و	و ۶/۷
۶۰	ین	۷۰	ع	عین	ع	ع	عماد ۱۱۵/۲۵۱
۵۰	یم	۴۰	م	میم	م	م	
۱۱۰	لف	۱	ا	الف	ا	ا	
۳۱/۲۵۱	ال	۴/۱۱۵	د	دال	د	د	

اسعد ۱۳۵/۲۶۱ + احلم ۷۹/۲۰۲ + سرور ۴۶۶/۶۹ + اسلام ۱۳۲/۳۷۱ + کرار ۴۲۱/۱۹۳ + و ۶/۷ + عماد ۱۱۵/۲۵۱ = ۱۳۵۴ھ

نوٹ :- اِس صنعت پر صاحب موصوف کو مولوی لقاء اللہ صاحب عثمانی چشتی صابری پانی پتی ساکن کنٹلمنٹ حیدرآباد نے طلائی تمغہ دیا ہے۔

از مولوی قاضی ظہور الحسن صاحب ناظمؔ سیوہاروی
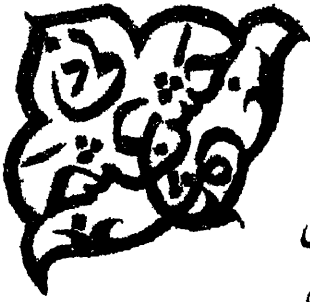
جشن سیمیں چو شاہِ عثماں را ‏ ‏ ‏ ز عنایاتِ کبریا آمد
بہر تاریخ با من اے ناظمؔ ‏ ‏ ‏ جشن فرخندہ بیں ندا آمد
۱۳۵۴ھ

رُباعیات

تا بباشد در جہاں مہر منور ضو فگن — تا بماند بر زمیں چوں سقف ایں چرخ کہن
تا بود شرح لالہ در گلستاں خندہ زن — زندہ ماند آصف سابع شہنشاہِ دکن

پیمبر اس کا حامی ہو خدا اس کا نگہباں ہو — فریدوں فر ہو جم شوکت ہو ثانی سلیماں ہو
ملے عمرِ خضر بختِ سکندر دولتِ کسریٰ — الٰہی میر عثمان علیخاں شاہِ شاہاں ہو

قطعات تاریخ

از جناب مولوی میر محمود علی صاحب لائق منصبدار

الٰہی بہرِ اولادِ پیمبر
بود عشرت فزا ایں جشنِ سیمیں
نمودہ عرض سالِ نغز لائق
مبارک شاہ را ایں جشنِ سیمیں
۱۳۵۴ھ

قطعات تاریخ

در صنعت معرا

از مولوی عبد البصیر صاحب آزاد عتیقی

ملک عثمان علی امام ہدا — ماہ اکرام و داد مہر علا
سالہ آمدہ مرا الہام — سرورِ عصر امہر الامرا
۱۳۴۵ ف

قطعات تاریخ

در زبر و بینات

از جناب مولوی میر محمود علی صاحب لائق منصبدار

دورِ عثمانی بود اندر جہاں
ملک آبادان و مالک بے ملال
گفتم اے لائق بزبر و بینات
جشنِ سیمینی ہمایوں باد سال
۱۳۵۴ھ

دیگر

مادہ تاریخ در صنعت حروف منفصل معرا

ہزار شکر کہ عثمان شاہ آصف را — رسید جوبلی از فضلِ ایزدِ غفار
چو فکرِ سال نمودم ندا بمن آمد — کہ دورِ روح را آوردہ دادرس داوار

دیگر

امیر المومنیں عثمان علی خاں — چو جشنِ جوبلی بنمود دلخواہ
پئے تاریخ ہاتف گفت آزاد — مبارک باد ایں جشنِ شہنشاہ
۱۳۴۵ ف

دیگر

ہے جشنِ نقروی شاہِ عثماں — یہ وہ دن ہے کہ تھے سب جس کے مشتاق
ہوئی آزاد کو جب فکرِ تاریخ — لکھا ہاتف نے جشنِ خیر آفاق

قطعہ در منقوط

سنہ ۱۳۴۵ف

نظام الملک سلطان میر عثمان علیخاں است — شود افزوں خدایا عمر و جاہِ آصفِ ہفتم
بگفتم سالِ فصلی لائقا در صنعتِ منقوط — ہمایوں جشنِ سیمیں باد شاہِ آصفِ ہفتم
۱۳۴۵ ف

مرتبہ محمد فاضل

دیگر در صنعتِ خاص

اس تاریخ میں یہ صنعت ہے کہ آٹھ ارکان کو چونسٹھ خانوں میں اس طرح تقسیم کیا ہے کہ زیر و بالا چپ و راست جدھر سے پڑھیے قافیہ درست رہتا ہے اور تاریخ صحیح برآمد ہوتی ہے۔

سرکار ما جان علا اصل عطا اہل ہدا نیکو ادا عین حیا جوئے ولا ماہ وفا

سنہ ۱۳۵۴ ف

سرکار ما	جان علا	اصل عطا	اہل ہدا	نیکو ادا	عین حیا	جوئے ولا	ماہ وفا
جان علا	اصل عطا	اہل ہدا	نیکو ادا	عین حیا	جوئے ولا	ماہ وفا	سرکار ما
اصل عطا	اہل ہدا	نیکو ادا	عین حیا	جوئے ولا	ماہ وفا	سرکار ما	جان علا
اہل ہدا	نیکو ادا	عین حیا	جوئے ولا	ماہ وفا	سرکار ما	جان علا	اصل عطا
نیکو ادا	عین حیا	جوئے ولا	ماہ وفا	سرکار ما	جان علا	اصل عطا	اہل ہدا
عین حیا	جوئے ولا	ماہ وفا	سرکار ما	جان علا	اصل عطا	اہل ہدا	نیکو ادا
جوئے ولا	ماہ وفا	سرکار ما	جان علا	اصل عطا	اہل ہدا	نیکو ادا	عین حیا
ماہ وفا	سرکار ما	جان علا	اصل عطا	اہل ہدا	نیکو ادا	عین حیا	جوئے ولا

رباعیات

جب تک کہ سقفِ ارض پہ ہے چرخ چنبری — جب تک کہ ضوفشاں ہے یہ خورشید خاوری

سرسبز و بارور شجرِ سلطنت رہے — ہر شاخ اس شجر کی ہو یارب ہری بھری

تا ابد رکھے با جلال و طرب — حق سلامت شاہ آصف جاہ کو

یاالٰہی بہرِ ختم المرسلیں — جشنِ سیمیں ہو مبارک شاہ کو

مرتبۂ محمد فاضل

برطرح

شاہ عثماں ظلِ یزداں ہے — جم قدم ثانی سلیماں ہے
ملک شاداب ہے رعایا شاد — جنسِ راحت یہاں فراواں ہے
ابر فرحت محیط عالم ہے — جشن سیمین شاہ عثماں ہے
عید کی رات عید کا دن ہے — جشن سیمین شاہ عثماں ہے
ہو نہ کیونکر وفورِ راح و سرور — جشن سیمین شاہ عثماں ہے
اس لیے موجزن ہے بحر طرب — جشن سیمین شاہ عثماں ہے

کیوں ڈرے دورِ چرخ سے آزاد
زیر ظلِ حضورِ سلطاں ہے

تاریخ رسالۂ جشن عثمانی

بازیب و زین و زینت جب جشنِ نقروی — اقبالِ خسروی سے یہ چھپ گیا رسالہ
تاریخ طبع کی تھی ہجری میں فکر مجھ کو — آئی ندا یہ فوراً ۔ عشرت قرار رسالہ

۱۳۵۴ھ

دیگر

رسالہ جب یہ جشنِ نقروی پر — چھپا با صد ہزاراں زیب و زینت
ہوئی آزاد کو بھی فکرِ تاریخ — کہا ہاتف نے سرشارِ عقیدت

۱۳۵۴ھ

آفتابِ دکن

از جناب مولوی محمد عبدالرزاق صاحب راشد ایچ سی ایس وگا معتمد فینانس سرکار عالی

فروغ مہر سعادت ہے باریاب دکن — حضور آصف ہفتم ہیں آفتاب دکن
برون شمار سے اکرام بے شمار شہی — نزولِ حساب سے الطاف بے حسابِ دکن
ریاض و ہرا سی فیض سے رہا شاداب — ہمیشہ خلق پہ برسا کیا سحابِ دکن
فضا یہاں کی فضائے بہشت ہو گویا — کیا خدا نے خدائی میں انتخاب دکن

دعا ہے راشد ناچیز ہے یہی یارب
رہے ہمیشہ درخشندہ آفتابِ دکن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصائد ترانہ رباعیات مبارکبادیاں

در تہنیت جشن عثمانی جلالۃ الملک اعلیٰحضرت خسرو دکن ادامہ اللہ و ابقاہ اللہ

اپنے آقا کیلئے اپنے مسیحا کیلئے

از پروفیسر ای ۔ ای اسپیٹ

مدحت شوکت سلطاں کے لئے ہے دستور
کہ ہو آراستۂ حسن تصور شاعر

عرش تخئیل پہ ہر وقت ہو سرگرم خرام
بزم جمشید کے پرجوش اٹھائے ساغر

جگمگاتے ہوئے تاروں کی درخشانی کو
صبح صادق کے اُجالے پہ تصدق کر دے

بلبل زار کی آشفتہ نوائی کے لئے
بادۂ کیف سے پیمانۂ حیرت بھر دے

سنبل و نرگس و ریحاں ہو ثنا خوان گلاب
اشک افشانی شبنم میں ہو اک کیف شراب

اس طرح حسن قضا میں ہو تغیر پیدا
رُخ خورشید کو شرمائے ضیائے مہتاب

لیکن اے شاہ تمھارے ہیں نرالے انداز
تم کو آزادی تخئیل سے ہے راز و نیاز

نوجوانوں کو عطا کیں وہ نگاہیں تم نے
جن پہ قرباں ہے سو جاں سے مذاق پرواز

اُن کو دے کر خط آزادی دل اور دماغ
علم کی دولت عالی سے سرفراز کیا
نقشۂ کذب و تملق کو مٹا کر دل سے
تم نے حق گوئی و تحقیق کا در باز کیا

ترجمہ محمد عادل

قفسِ جہل کی تاریک فضا سے نکلی
روح آزاد کفِ دستِ قضا سے نکلی
زندگی نے دلِ مایوس سے کیا پائی نجات
کشتیٔ عمرِ رواں ایک بلا سے نکلی

چھوڑ دی علم نے اب رسم پرستی اپنی
دی بدل اب عمل و ہوش نے مستی اپنی
نوجوانوں نے سمندر کی طرف رخ بدلا
ڈال دی گرمیٔ طوفان میں کشتی اپنی

ساحلِ علم سے اب ذوقِ نظر لائیں گے
جگمگاتے ہوئے دامان گہر لائیں گے
کامیابی سے جو کٹ جائیگا طوفانِ حیات
قدم شہ کے لئے کاٹ کے سر لائیں گے

عز و تعظیم کے آئین سے واقف ہونگے
قصرِ اخلاق کی تزئین سے واقف ہونگے
نورِ ایمان سے ہونگے دل و سینہ معمور
علم دنیا کے سوا دین سے واقف ہونگے

قصرِ افلاک پہ ہوگی نظر حسن و شباب
شاہدِ راز کے کھل جائینگے سب بند نقاب
نغمۂ شوقِ حیاتِ ابدی سن سن کر
ماہ و انجم کے بھی دل ہونگے فلک پہ بیتاب

دورِ ماضی میں نظر آئیں گے جلوے کیا کیا
اپنی آنکھوں سے اٹھائیں گے وہ پردے کیا کیا
ذرۂ خاک کو سمجھیں گے وہ اک اخترِ ناز
دورِ ہستی کے دکھائیں گے تماشے کیا کیا

مقصدِ ہستیٔ صد رنگ سے ہو کر دوچار
جذبۂ صلح و اخوت کو کریں گے بیدار
ایک ہی رشتۂ الفت میں پروئے ہوئے دل
کہیں تسبیح میں ہونگے کہیں زیبِ زنار

مشعلِ علم سے توحید کا جلوہ دیکھیں
ایک اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھیں
پردۂ وہم اگر چاک ہو اُن کے آگے
چشمِ ایقان سے ایمان کی دنیا دیکھیں

اسی مستقبلِ خوش رنگ سے ہر آن تم نے
نونہالوں کو کیا دست و گریباں تم نے
کر دیا مردہ جوانی کو گلستانِ شباب
واہ کیا کام کیا اے شہِ عثماں تم نے

مرتبہ محمد فاضل

شکریے کے لیے اک نعرۂ مستانۂ دل
خدمتوں کے لیے اک ہمت مردانۂ دل
اپنے آقا کے لئے اپنے مسیحا کے لئے
شمع ہستی کی تڑپ سوزشِ پروانۂ دل

علم کے جرعہ کشوں کی ہے یہ اک نذرِ حقیر　　　قدمِ شاہ کی پابوس ہے جن کی تقدیر
یاد کرتے ہیں تمھیں دل سے دعا دیتے ہیں　　　یہ گہر لائے ہیں شاہوں کے لئے دستِ فقیر

ترانۂ جوبلی

از احمد - جناب مولوی سید احمد علی صاحب ظہیر آبادی تلمیذ حضرت رعد

قطعۂ تاریخ طبع رسالہ جشنِ عثمانی
فارسی
از حاجی مولوی شیخ احمد علی صاحب شاب

زندہ دل ساز و جہاں را ایں کتاب
روح من از فیضِ پرتو شمع شد
شاب تاریخ طباعت خوب گفت
آفتابِ اوجِ ہستی طبع شد
۱۳۵۴ ہجری

قطعۂ تاریخ طبع رسالہ جشنِ عثمانی
اردو
از حاجی مولوی شیخ احمد علی صاحب شاب

برائے یادگار جوبلیِ ظلِ سبحانی
ہوا ہے طبع وہ نسخہ جو ہے بے مثل و لاثانی
سنہ تاریخ کہہ شاب فصلی اور ہجری یا
کتابِ زینتِ گیتی ہے رنگینِ جشنِ عثمانی
۱۳۴۵ ف　　۱۳۵۴ھ

چرخِ اجلال کے خورشیدِ درخشاں تم ہو　　　باعثِ فخرِ سلاطیں شہِ عثماں تم ہو
جشنِ سیمیں یہ مبارک ہو یہ عمر و اقبال　　　عزت و حشمت و اقبال کے شایاں تم ہو
تا ابد تخت رہے ملک رہے تاج رہے　　　حکمراں ظلِ الٰہ رشکِ سلیماں تم ہو
فیض جاری ہے ہر اک ملک میں کیا قرب و بعید　　　صاحبِ جود و سخا حاتمِ دوراں تم ہو
دولت و جاہ و حشم عدل و کرم علم و عمل　　　ہفت اقلیم میں اے خسروِ ذیشاں تم ہو
زاہد و متقی و عابد و سلطانِ علوم　　　مومن و صاحبِ دل صاحبِ ایماں تم ہو
داد پاتے ہیں سب ہی عدل سے اہلِ فریاد　　　دردِ دل کے لیے اکسیر ہو درماں تم ہو
قیصرِ ہند کے ہو یارِ وفادار تمھیں　　　سارے عالم کے لئے صاحبِ احساں تم ہو
فضلِ یزداں سے بر آجائے تمنائے برار　　　مالکِ ملکِ برار اے شہِ عثماں تم ہو
فضلِ خالق سرِ اقدس پہ رہے سایہ فگن　　　سر پہ اولاد کے دائم شہِ ذیشاں تم ہو

وصفِ مجموع نہ ہو احمد کمتر سے بیاں
دولت و ملک و حشم علم کے سلطاں تم ہو

قطعۂ تاریخ
متعلق رسالہ جشنِ عثمانی
از حاجی غلام دستگیر خان صاحب یکتا قائم تانی

مزین ہے رسالہ یہ جو کار آمد مضامیں سے　　　ہے مقصد یادگارِ جشن سیمیں اسکی تزئیں سے
مبارک باد دو فضل کو یکتا اور پھر تاریخ　　　کہو مضموں لکھے ہیں تو نے آئینِ آئینِ سیمیں سے
۱۳۶۹

قصیدہ

از آقائے فرخ شیرازی مدرس مدرسۂ فوقانیہ عثمانیہ دارالعلوم بلدہ

بہار آمد و سرسبز شد دیارِ دکن — زمینِ طالعِ مسعودِ شہریارِ دکن
دوبارہ کوہ و در و دشت شد زمردگوں — گرو ز باغِ جناں بُرد سبزہ زارِ دکن
شبِ فراق بشد روزِ وصل گشت حصول — ز جشنِ نقرئیِ شاہ با وقارِ دکن
ز جشنِ نقرئی ہر ذرہ خاک گشتہ عبیر — زمینِ مقدم آہوئے مشکبارِ دکن
ز جشنِ نقرئی ہر نوکِ خار گشتہ چو گل — ندیدہ کس بجہاں ہمچو ایں بہارِ دکن
ہم از طراوتِ ایں جشن انبساطِ بہار — بگشت جنتِ فردوس لالہ زارِ دکن
برائے جشنِ سعیدِ شہِ خجستہ خصال — فلک گرفتہ بکف گل پئے نثارِ دکن
سزد کہ خلقِ دکن سر بر آسماں سایند — بزیرِ سایۂ ایں شاہ کامگارِ دکن
کنوں کہ خسروِ ما ہست پادشاہِ علوم — چرا نہ ثانیِ یوناں بود دیارِ دکن
ز جدّ و جہد و عنایاتِ آصفِ ہفتم — ہزار مرتبہ افزوں شد اعتبارِ دکن
کسی کہ خسروِ ملکش بود شہِ عثماں — کند نہ از چہ فدا جانِ خود نثارِ دکن
ہزار ہمچو سلیماں وزیرِ آصف ماست — تبارک اللہ ازیں شانِ تاجدارِ دکن
یگانہ خسروِ جم رتبہ حضرتِ عثماں — کہ از وجودِ وے افزودہ افتخارِ دکن
ہزار شکر کہ ماندیم زندہ و دیدیم — بہ چشم جشنِ شہِ معدلت مدارِ دکن
خدا کند کہ بمانیم باز تا بینیم — دوبارہ جشنِ طلائیِ شہریارِ دکن
بزرگوار خدایا بحقِ آلِ نبی — بدار بر سرِ ما شاہ نامدارِ دکن
مدام کوکبِ بختش بہ اوجِ عزت باد — خدائے یاورِ او باشد و یارِ دکن
بہ جشنِ نقرئیِ شاہ بلبلِ شیراز — نمود نغمہ سرائی بہ مرغزارِ دکن
بہ شہ فرخ شیرازدہ مبارک باد — صبا اگر گذرے سوئے لالہ زارِ دکن

رقمہ محمد فاضل
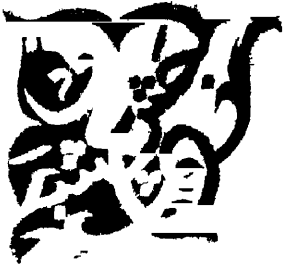
دُعا

تقی - محمد تقی الدین احمد صاحب حیدر آبادی

درخشاں اور تاباں آسماں پر جب تک اختر ہو
شہِ عثمان علیخاں یا الہٰی دادگستر ہو

ہوں پورے یا الہٰی جو ہیں دل میں شاہ کے ارماں
جہاں میں والیٔ ملکِ دکن ناصر مظفر ہو

ہو تجھ پر سایۂ لطفِ خدا و احمدِ مرسلؐ
تیرا حامی ترے اصحابؓ اور آلِ پیمبرؐ ہو

ترے عہدِ مبارک میں رعایا خوش و خرم ہے
شہنشاہِ جہاں - تو بادشاہِ عدل پرور ہو

رہے آباد تیری مملکت اے شاہِ فیض آثار
رعیت خوش رہے اور تجھ سے خوش داور داور ہو

دعا ہے یہ تقی کی رات دن درگاہِ باری میں
جلو میں فتح و نصرت ہو ترا اقبال یاور ہو

مادہ ہائے تاریخ

از نتیجۂ طبع حکیم مولوی نادر علی صاحب منصبدار

یادگار جشن عثمانی مدام
۱۳۵۴ ف

نذر کلک جواہر سلک
۱۳۴۵ ف

مبارک پیام جشن عثمانیہ
۱۳۴۵ ف

رسالہ انبساط بتقریب جشن شاہی
۱۳۵۴ ھ

قطعہ تاریخ جشن عثمانی

یہ سلور جوبلی شاہ با تائید ربانی
مرتب شد رسالہ یادگار جشن عثمانی
رسالہ ہست مقبول جناب اعلیٰ حضرتِ
بگو تاریخ طبعش امر مدح ظل سبحانی
۱۳۵۴ ھ

ظلِّ اللہ

رفیق - جناب غلام حسن صاحب قادری

کیوں دعا سے نہ کروں نظم کا اپنی آغاز
بہرِ آمیں ہیں کھلے لب، درِ تاثیر ہے باز

مدحتِ شاہ میں نکلے جو دعا کی آواز
جا کے وہ عرش پہ ہو جائے اثر سے ممتاز

لہلہاتا رہے اقبال کا تیرے پرچم
میر عثمان علیخاں رہے قائم دائم

فیض جاری رہے در کا ترے شاہِ ذیجاہ
ہفت کشور ہوں ترے زیرِ نگیں ظلِّ اللہ

رحمتِ حق کا ترے سر پہ ہو سایہ ہر گاہ
خرم و شاد رہے دہر میں تو شام و پگاہ

ترے دشمن رہیں ہر وقت ذلیل و رسوا
جاں نثاروں کے رہے سر پہ ترے دستِ عطا

شان یہ ! جھکتے ہیں در پہ ترے ساتوں افلاک
سادگی یہ کہ پہن لیتے ہیں سادہ پوشاک

فہم و ادراک سے بالا تری فہم و ادراک
ہے سیاست کی تری سارے زمانہ میں دھاک
تجھ سا دنیا میں کوئی صاحبِ تدبیر نہیں
کون سا علم ہے جس پر تری تسخیر نہیں

چار سو علم نوازی کی ہے تیری اک دھوم | کیوں جہالت نہ زمانے سے ہو بالکل معدوم
کیوں نہ مٹ جائے زمانے سے خرافات رسوم | حکمراں جب کہ زمانے پہ ہو سلطانِ علوم
علم کی نہریں بہائی ہیں وہ تو نے ساہا
تشنگی اپنی بجھا لیتا ہے ہر اک پیاسا

عقل و دانائی میں ہے شاہ فلاطونِ زماں | شوقِ تعمیر میں ہے رشک دہِ شاہجہاں
عدل میں تجھ کو جو کسریٰ کہوں ہو کسرِ شاں | حکمرانی سے رعیت ہے تری سب شاداں
ہے دلوں پر بھی حکومت تری اے ظلِ خدا
تجھ سا سلطان کسی دور میں ہوگا نہ ہوا

دورِ عثمان کے حالات کا کیا ذکر کروں | ذاتِ اقدس کے فیوضات کا کیا ذکر کروں
شہ کے اکرام و عنایات کا کیا ذکر کروں | سایۂ حق کی کرامات کا کیا ذکر کروں
کوئی دیکھا نہ رفیق آج تک ایسا سلطاں
فخرِ دیں۔ فخرِ زمیں۔ فخرِ زماں فخرِ جہاں

خُدا کی خاص رحمت ہے اس دکن کیلئے

شکوہ۔ از جناب حیدر شکوہ صاحب تلمیذ محمد نادر علی صاحب برتر غازی پوری

(۰)

نوید لائی نسیمِ سحر دکن کے لیئے | بہار جھوم کے آئی ہے اس چمن کے لئے
ہے قدردانیٔ سلطاں کی چار سو شہرت | یہی ہے ایک جگہ قدر علم و فن کے لئے
ہر اک ملک کے اہلِ ہنر ہیں جمع یہاں | کرم ہے شاہ کا مشہور اہلِ فن کے لئے
ہر اک گاؤں میں ہیں چشمۂ علوم رواں | یہاں پہ عام ہے تعلیم مرد و زن کے لیے
تدبّر اور سیاست میں علم و دانش میں
نظیر آپ ہیں دنیا کی انجمن کے لئے

حقوق میں نہیں ہرگز یہاں کمی بیشی
مساوی حصہ ہے مسلم و برہمن کے لیے
مرے حضور کا وہ ہے تجمل و حشمت
کہ جن کا وصف ہے مشکل لب و دہن کے لیے
الٰہی نذرِ عقیدت قبول ہو میری
بنے یہ مایۂ نازش مرے سخن کے لیے
شکوہ ابرِ کرم ہے مرا شہِ عثماں
خدا کی خاص یہ رحمت ہے اس دکن کیلئے

مادہ ہائے تاریخ

متعلق از جناب حکیم مولوی میر نادر علی صاحب منصبدار

(۱) سلیمان اقبال سلور جوبلی آصف ہفتم (فارسی)
۱۳۴۵ ف

(۲) مبارک حال سلور جوبلی آصف ہفتم
۱۳۴۵ ف

(۳) بہجری سال سلور جوبلی آصف ہفتم
۱۳۵۴ ھ

(۴) جشن شاہانہ سیمین شہِ ملک دکن (اردو)
۱۳۵۴ ھ

(۵) یہ سلور جوبلی یا جشن شاہانہ مبارک ہو
۱۳۵۴ ھ

(۶) جشنِ نظامی
۱۳۵۴ ھ

(۷) جشن شاہانہ فریدوں فر
۱۳۴۵ ف

رُباعیات

شبیر۔ از جناب محمد شبیر بادشاہ صاحب قادری جاگیردار

معنے سے مزیّن ہو سراپائے سخن
مضمون بندھے عقدِ ثریائے سخن
اب مدحِ شہنشاہِ دکن میں شبیر
حاصل نہ ہو کیونکر ید طولائے سخن

وَلہٗ

بلبل کے چہچہے بھی ہیں گُل کی نوید ہے
ہر شخص شاد و شاد ہے یوم سعید ہے
شبیر جس کو چاہو لگا لو اُسے گلے
دن شہ کی جوبلی کا میاں روزِ عید ہے

مادۂ تاریخ متعلق رسالہ جشنِ عثمانی

نتیجۂ از مولوی معین الدین صاحب فاروقی

(۱) پیش کش جشن نقرئی
۱۳۴۵ ف

(۲) اچھا ہے رسالہ جشن عثمانی
۱۳۴۵ ف

مُسدّس

دیر مت کر دے گلابی ساقیا ساغر مجھے
بادۂ رنگیں پلا دے یا مئے احمر مجھے
دیر ہے کس بات کی ہاں جلد دے بھر کر مجھے
گر نہیں تو لا اِدھر دے شیشہ و ساغر مجھے
ہے طرب انگیز عالم یار سارے مست ہیں
میکشوں کا ذکر کیا ہشیار سارے مست ہیں
جا چکی فصل خزاں اب آئے ایام بہار
مژدہ میخوار و صبا لائی ہے لو جام بہار
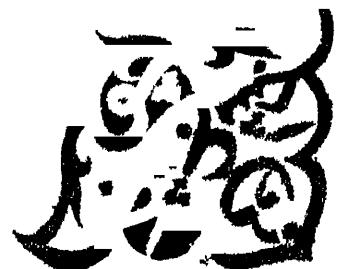
ہے جوانانِ دکن پر لطفِ ہنگامِ بہار
سُن صدائے نغمۂ بلبل میں پیغامِ بہار
حبّذا کیا ہے نویدِ جاں فزا سب شاد ہیں
جشنِ سیمیں شاہ کا ہے غم سے دل آزاد ہیں

ایسی فرحت ہے کہ سینہ سے مٹے کلفت کے داغ — تہنیت وہ ہے کہ شادی سے ہوے دل باغ باغ
شکر ہے اللہ کا غم سے ہوا حاصل فراغ — جوشِ شادی سے نہ کیونکر عرش پر پہنچے دماغ

کس کا جشنِ نقرئی ہے کون ہے وہ شہر یار
خسروِ ملکِ دکن ہے آصفِ جم اقتدار

خالقِ ارض و سماں کا ہے بڑا فضل و کرم — مل گیا عثماں علیخاں سا ستہ گردوں حشم
قابل و روشن دماغ و عاقل و عالی ہمم — جس کے اقبال و کرم سے ملک ہے رشکِ ارم

لالہ و گل سے شگفتہ ہے گلستانِ دکن
ہے رعایا شاد اور شاداں ہیں ارکانِ دکن

تا ابد قایم الٰہی دورِ عثمانی رہے — حکمراں عثماں علیخاں یوسفِ ثانی رہے
گلشنِ عالم میں جاری فیضِ سلطانی رہے — ظلِ سبحانی پہ دائم ظلِ سبحانی رہے

دامنِ شہ میں کھلا مقصد وری کا پھول ہو
بارگاہِ صمدیت میں یہ دعا مقبول ہو

ہے خدا جب تک مہِ پُرنور زیبِ آسماں — اور جب تک ہے شہِ خاور فلک پر حکمراں
ہے عطارد منشئِ افلاک یارب تا زماں — مشتری جب تک ہے بزمِ چرخ کی روحِ رواں

بزمِ انجم چرخ پر جب تک دلا قائم رہے
جگمگاتا آصفی دربار بھی دائم رہے

قطعہ تاریخ

از جناب حکیم مولوی میرزوار علی صاحب منصبدار

شاہ عثماں ہیں لیے نظام الملک سلطان العلوم
آصف سابع وحیدِ عصر یکتائے زمن

آب زر سے قابلِ تحریر ہے تاریخ رعد
جشنِ سیمیں ہو مبارک آصف شاہ دکن
۱۳۵۴ھ

منصبدار حکیم میرزوار علی رعد
۱۳۵۴ھ

شفاخانہ ملکی واری
۱۳۵۴ھ

ماموز علاج جیبا پور جاگیر
۱۳۵۴ھ

قصیدہ

ہے طرب انگیز عالم گلشن و گلزار کا — بوٹا بوٹا دلکشا ہے ان دنوں اشجار کا
جنت الفردوس ہے تختہ مرے اشعار کا — نقطہ نقطہ تل بنا ہے حور کے رخسار کا
گلشنِ عالم میں نکہت مدح کے پھولوں کی ہے — غنچہ غنچہ پر گماں ہے نافۂ تاتار کا
رحمتِ حق سے ہوا سرسبز بستانِ دکن — ہر درختِ خشک بھی دلہا بنا گلزار کا

گا رہی ہیں بلبلیں بھی اب مبارک بادیاں
بزمِ شعرا منعقد ہے لطف ہے اشعار کا

بادۂ رنگیں پلادے ساقیٔ گلگوں قبا
رنگ آپھیکا نہ پڑجائے مرے اشعار کا
مدح سلطان دکن لکھنا ہے مجھ کو آج کل
مدح خواں بننا ہے مجھ کو آصفی دربار کا

ہے چراغوں سے منور اس قدر شہر دکن
ہے گلی کوچہ میں عالم مہر کے انوار کا
سرخ روئی آسماں کو بھی ہے حاصل آج کل
کب شفق پھولی ہے۔یہ تختہ ہے لالہ زار کا
کیا نوید جاں فزا کیا مژدۂ جاں بخش ہے
جشن سیمیں منعقد ہے اندنوں سرکار کا
مدح سلطانِ دکن ہے کیا بہارِ بےخزاں
گلشن بے خار ہے کاغذ مرے اشعار کا
اے شہ عثماں علیخاں خسرو ملکِ دکن
کوئی کب پایا ہے پایہ آپ کی سرکار کا
سارے ہندوستان پر احسان ہے تیرا شہا
جان و دل سے ہے ہر اک بندہ تری سرکار کا
تو ہے ظل اللہ ترا سایہ رعایا پر رہے
اور ترے سر پر ہو سایہ احمدِ مختار کا
بیکسوں کو سینکڑوں تنخواہ عنداللہ ہوئی
غلغلہ ہے ان غریبوں میں ترے ایثار کا
بارک اللہ مدحِ سلطانِ دکن کیا خوب ہے
ملکوں ملکوں کیوں نہ ہو چرچا مرے اشعار کا
ہوگیا سرسبز لطفِ شاہ سے ملکِ دکن
فیضِ دستِ شاہ میں ہے ابرِ دریا بار کا
مدح سلطانِ دکن میں کس قدر روشن ہے نظم
نقطہ نقطہ مہر تاباں ہے مرے اشعار کا
عندلیب خوش نوا لائی نوید جاں فزا
ہے بہار انگیز عالم گلشن و گلزار کا

صاف ستھرا کس قدر شیریں ہے تیرا کلام
ہے مزا اس میں فصیح الملک کے اشعار کا

مادہ ہائے تاریخ متعلق سالِ جشن عثمانی

از جناب حاجی مولوی عبدالعلی صاحب کہیل حیدرآبادی

(۱) معیار جشن عثمانی
۱۳۵۴ ف

(۲) مصحف ہمایون جشن عثمانی
۱۳۵۴

(۳) بہارِ دکن کوکب جشن عثمانی
۱۳۵۴ ھ

ترجیع بند

اندنوں ہے عجیب فرحتِ عام
عیش و عشرت کے آگئے ایام
بلبلیں گاتی ہیں مبارکباد
باغ عالم میں صبح سے تا شام
مسکراتی ہیں نازسے کلیاں
پھول ہنستے ہیں کھل کھلاکے تمام
کیا مسرت کا آج ساماں ہے
پتہ پتہ چمن میں خنداں ہے

عیش و عشرت کی کیا نوید ہے آج
جابجا جشن چشم دید ہے آج
فرطِ شادی سے باغ باغ ہے دل
روز کیا آگیا سعید ہے آج
ساقیا مے بہار افزا
دل کی بر آئی سب امید ہے آج
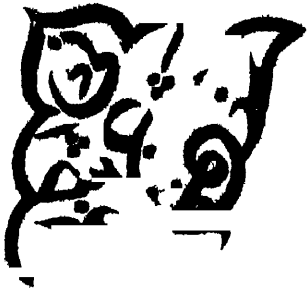
واہ کیا مژدۂ پُر ارماں ہے
دیکھیے جس کو شاد و فرحاں ہے

مئے دلکش دے ساقی خوش کام — نظم کرتا ہوں میں بھی مدح نظام
شہِ عثمان آصفِ ذی جاہ — مظہر ذوالجلال والاکرام
شہسوار طریقۂ انصاف — نوبہارِ حدیقۂ اسلام

ہو مبارک کہ ایسا سلطاں ہے
صاحبِ چتر شاہِ ذی شاں ہے

فصلِ گُل ہے عجب بہار آئی — پھر رہی ہے نسیم اترائی
آج گھر گھر دکن میں شادی ہے — رحمتِ حق ہے ملک پر چھائی
روز شنبہ کیا خجستہ ہے — مژدۂ دل کشا صبا لائی

حبذا کیا نوید نوشاں ہے
جشن سیمیں شاہ عثماں ہے

قطعۂ تاریخ

اسمٰعیل از جناب مولوی حکیم محمد اسمٰعیل صاحب دہاروڑی

(۱)
یا الٰہی آصفِ سابع بہ اوجِ جاہ باد
بادِ صرصر دور ترانہ شمع آصفجاہ باد

(۲)
خسروِ ملکِ دکن این جشنِ سیمیں در زمن
بیشگاہِ جشنِ زرّینت چو بسم اللہ باد

(۳)
عمر و دولت در تزاید فتح و نصرت در رکاب
حامیِ تو روز و شب آلِ رسول اللہ باد

(۴)
گفت اسمٰعیل این سالِ مصرعِ تاریخِ جشن
ہر کہ بدخواہِ تو باشد الٰہی گمراہ باد

(۵)
انجمِ اعزازِ عثماں بیکراں در اوج باد
نیرِ اقبالِ عثماں دائما بیگراہ باد

مُبارک باد

شاغل۔ از جناب شیخ حسین صاحب

یہ جشنِ نقروی تم کو شہِ عثماں مبارک ہو — مبارک ہو مبارک ہو مرے سلطاں مبارک ہو
صدا صحنِ چمن میں نغمۂ بلبل سے پیدا ہے — مرے سرکار کو یہ جشن کا ساماں مبارک ہو
ہمیشہ غنچۂ خاطر کو ہم کھلتا ہوا دیکھیں — شہِ عثماں کو سیرِ گلشنِ ارماں مبارک ہو
دعا ہر دم یہی ہے جاں نثاروں کی زبانوں پہ — مرے سرکار کو یہ جلسۂ ذی شاں مبارک ہو
برار آئے ترے قبضہ میں بس اتنی تمنا ہے — مسرت یہ بھی تجھ کو اے شہِ عثماں مبارک ہو
ہری کشتِ تمنا ہو نہالِ آرزو پھولے — یہ سلور جوبلی بھی اے شہِ عثماں مبارک ہو

دعا دیتا ہے ہر دم بس صمیمِ قلب سے شاغل
یہ جشنِ نقروی اے آصفِ دوراں مبارک ہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدہ

وصفی۔ از جناب محمد سرفراز علی خاں صاحب جاگیردار

بحمد آنکہ دانائے سرّ و علن ۔۔۔ پس از نعتِ پیغمبرِ ذوالمنن

ز توصیفِ آں چار یارِ نبیؐ ۔۔۔ پئے آلِ اطہار یثرب وطن

بیا ساقیا دہ شرابِ عتیق ۔۔۔ رقم تا کنم مدحِ شاہِ دکن

صراحی بیار و بہ ساغر بریز ۔۔۔ کہ صوتِ بطِ مے رباید محن

رسانم بہ تا ئیدِ یک جرعہ اش ۔۔۔ زمینِ سخن را بچرخِ کہن

چرا من نہ نازم بہستیٔ خویش ۔۔۔ کہ ہستم بعہدِ خدائے سخن

کنم وصفِ شاہی کہ مانندِ او ۔۔۔ نیاورد و نتواند آرد زمن

کدام است آں شاہِ گیتی فروز ۔۔۔ کدام است آں شاہ شاہِ دکن

چساں بر زباں نامِ ستر آورم ۔۔۔ کہ از رعب لکنت فتد در دہن

نہ گیرم اگر اسمِ شاہِ دکن ۔۔۔ قرارے نیاید دلِ زارِ من

بر آئے قرارِ دلِ بیقرار ۔۔۔ کشایم باسمِ گرامی دہن

سلیماں وقار است ذاتِ شہی ۔۔۔ فلاطونِ فطرت مسیحائے فن

خداوندِ نعمت فلک مرتبت ۔۔۔ سخنداں سخن فہم جانِ سخن

کنم شرح اسمِ معلائے شاہ ۔۔۔ ز الہامِ ہاتف کنوں ہر و عن

حروف اند در اسم چوں پنج گنج ۔۔۔ شش و پنج زانیست جائے سخن

بعالم عیان است از عینِ شاہ ۔۔۔ عدیلش نہ باشد کسے در زمن

ز ثا ثابت است ایں کہ صبح و مسا ۔۔۔ ثنایش بہر مجلس و انجمن

ز میم است بر مردماں آشکار ۔۔۔ کہ محبوب ملک است شاہ دکن

الف پرچمِ آصفی تا ابد ۔۔۔ بر افراشتہ زیرِ چرخِ کہن

ز نون است نظمِ نظامِ آنچناں ۔۔۔ دکن شد نظیرِ فضائے ختن

شہ میر عثمان علیخانِ ما ۔۔۔ بفرقش خوشا سایۂ پنجتن

تشغف چوں گرفتہ سوئے علوم ۔۔۔ باوج ثریاست ہر علم و فن

بفنِ سخن شد چو عزمِ صمیم ۔۔۔ عروسانہ آراستہ بزمِ سخن

ہمہ قصر و ایوان در عہدِ او | مثالِ خیاباں شد بجشنگ زون
پل و چاہ و مہماں سرا و نہرہا | بناکرد از دانشِ خویشتن
شب تار از ضو فشانئِ برق | شدہ برشبِ ماہ بیچارہ زن
بآرایشی ہم بزیبا یشے | عروس البلاد است شہرِ دکن
ہمہ شاد کام اند لیل و نہار | ز حسن نظامش چہ مرد و چہ زن
ترا عد چنیں را اقتضائے کلام | ز وصفی کجا وصفِ شاہِ دکن
سلیماں وقار است ذات شہی | من یک مور بے بال و پر خستہ تن
جہاں پرور و داورِ بیکساں | بہ بابِ اجابت رساں عرض من
خدیو جہاں تا قیامِ قمر | سلامت بود از شرور و فتن
ولیعہد و جانِ ولیعہد را | تو داری بظل نظام دکن
بس عرض کن از ادب وصفیا | بدربار دربارِ شاہِ دکن
نماید ہمیشہ خدائے جہاں | چنیں نوعِ جشن تو در ہر زمن

قطعہ تاریخ

لائق از جناب مولوی میر محمود علی صاحب

نوشتہ شد بہ دورِ آصف سابع
کتابی ہست اعلا جشنِ عثمانی
سنِ طبع اش لائق کمتر
نگو شد چاپ رسالہ جشن عثمانی
۱ ۳ ۵ ۴ ھ

مصرع تاریخ

رسالہ جشنِ عثمانی ہے اچھا
۱۳ ف ۴۵
حقیقی جشنِ عثمانی کا مطلب
۱۳ ۵۴
وصفی

قطعہ تاریخ

حبیب - از مولوی شریف الحسن صاحب مودودی حال مقیم حیدرآباد دکن

جمع درباری یہ ہیں یا ہے یہ فلوک کی نشست
تختِ کاغذ پر ہے مصولِ جلوہ گر یا شاہِ حسن
ای حبیب اب اس رسالہ کی لکھو تاریخ طبع
یادگارِ جشنِ سیمیں کا مرقع ماہِ حسن
۲۳۶ ۳۵۳ ۱۷ ۲۱ ۴۱ ۴۶ ۱۱۸

وقالہ از جناب صالح بن عمر صاحب مدرس مدرسہ وسطانیہ عادل آباد

آج دل کے ذرہ ذرہ میں جمالِ یار ہے
عرشِ اعلیٰ پر دماغ حسرتِ دیدار ہے
مست ہے، بیخود ہے، پھر بھی طالبِ دیدار ہے
اللہ اللہ تیرا دیوانہ بھی کیا ہشیار ہے

اے شہ ذی مرتبت والا گہر عالی نسب
مدح ناممکن تری اے آفتاب آثار ہے

اے شہ مسلم دکن کے بادشاہ حق پرش
چرخ چکرائے وہ تیری سلوت دربار ہے

جنبش ابرو ہے تیری کارفرمائے جہاں
یادگار عہد بن ادہم تیری سرکار ہے

عہد تیرا عہد فاروقی کی ایک زندہ مثال
دل لرزتے ہیں وہ سادہ شوکت دربار ہے

ایک عالم پر تری چھائی ہوئی ہیں ہیبتیں
تیغ ہمت تیری ہر سو برسر پیکار ہے

تیری ہستی کیا ہے اک پیغام لطف ایزدی
تیرا سایہ بھی نزول رحمت غفار ہے

عدل تیرا ایک ہے شیخ و برہمن کیلئے
تیری نظروں میں برابر سبحہ زنار ہے

تیری فیاضی میں ہے قانون فطرت کی جھلک
ہے عطا اُس کے لیے جو واقعی حقدار ہے

تو وہ یوسف ہے کہ نادیدہ بھی تیرا مشتری
ہر جگہ تیرے لیے اک مصر کا بازار ہے

ڈوبتوں کو ایک سلے دے کر سہارا ہے تیرا
ناخدا اے شاہ گر تو ہے تو بیڑا پار ہے

ہند و ترک، شام و جاپان، مصر و ایران و عرب
الغرض دنیا تری منت کش ایثار ہے

تو رہے سر پر دکن کے حشر تک سایہ فگن
بلبل شیدا کے دم سے رونق بازار ہے

قطعہ تاریخ

از جناب مولوی خواجہ محمد بوتا تخلص بیری القادری کیل اسکوڈ

بہار تازہ آئی ہے دکن میں
شہا چار و فطرت ہے بادِ مستکیں
تراب پر مسرت نے کہا سن
تمہیں و ایم مبارک جشن سیمیں
۱۳۴۶ ف

نوٹ. اس سن میں اعلیٰحضرت کی سلور جوبلی منائی گئی۔

قطعہ تاریخ

آ حمد از جناب مولوی احمد علی شاہ صاحب

کہاں ہے یادگار جوبلی میں
مشرح ایسی تصنیف معلے
تو کہا احمد عطا کے قلب سے سال
رسالہ جشن عثمانی ہے اچھا
۱۳۵۴ھ

قصیدہ

وفا۔ از جناب مرزا محمد اسمعیل بیگ صاحب حیدرآبادی

از سر نو پھر عروس دہر نے بدلا سنگھار
اختر تاباں بنا ذرہ زمیں کا زرنگار

آسمان پیر کا ہے عرش اعلیٰ پر دماغ
سطح عارض پر ہوا غازہ شفق کا آشکار

خلعت نوروز پہنا ہے شب دیجور نے
پرتو انوار سے ہم رنگ ہیں لیل و نہار

محو گلگشت فضا ہے صحن گلشن میں نسیم
سنبل و ریحاں خوشی سے ہو رہے ہیں ہمکنار

یا غنیں فرط مسرت سے ہیں کلیاں باغ باغ
گل نہیں پھولے سماتے دیکھ کر رنگ بہار

جھومتی ہے عالم مستی میں یوں شاخ شجر
جس طرح انگڑائیاں لیتا ہو کوئی گلعذار

ہے عجب انداز سے جاروب کس بادِ صبا
ہر طرف چھڑکاؤ میں مصروف ہے ابرِ بہار
گا رہے ہیں نغمۂ شادی طیورِ خوش نوا
ہے مبارک باد کی اطرافِ عالم میں پکار

چپہ چپہ گلشنِ اقلیم کا ہے دل فریب
بن گیا ہے نو عروسی ملک یہ جنت دیار

چاندنی چٹکی ہے ہر گھر کے در و دیوار پہ
روشنی سے جگمگا اٹھے ہیں دشت و کوہسار

قطرۂ آبی کہاں ہیں سبزۂ گلزار پر
شب نے شہ پر سے کیے ہیں گوہرِ شبنم نثار

حال فزا مسجد میں ہے اللہ اکبر کی صدا
ہے جرس دیر و کلیسا کا نوائے خوشگوار

ایستادہ ہیں سلامی کو بہم سو نوجواں
زور بازو میں ہیں رشکِ رستم و اسفندیار

زیب سینہ ہے نشانِ سلطنت ہر شخص کے
شاہ سے حسنِ وفاداری کا ہے آئینہ دار

ہر کسی کا دل عقیدت سے یہاں لبریز ہے
کیا سپاہی کیا افسر، کیا امیر، کیا اہلکار

ہو نہیں سکتا ہے بے وجہ یہ سامانِ نشاط
کچھ تو ہے باعث جو ہے دورِ زمانہ سازگار

دل مرا محوِ تجسس تھا کہ ناگاہ دہر سے
یک بیک کانوں میں آئی اک نوائے خوشگوار

ہے جلوس شاہ ظل اللہ کا صدقہ یہ سب
جشنِ جبلی کے نمایاں ہیں یہ سب نقش و نگار

شاہِ والا کو مبارک ہو نیا دورِ سعید
عہد زریں میں قدم رکھا بفضلِ کردگار

شاہ کی توصیف میں وہ مطلعِ رنگیں سنا
سننے والے کہہ اٹھیں صد مرحبا بے اختیار

مطلع

وہ شہنشاہِ معظم ظلِ حق گردوں وقار
جن کے ظلِ عاطفت میں ہیں بہت والا تبار

آفتابِ علم و دانش ماہتابِ عز و جاہ
مالکِ سیف و قلم پشت و پناہِ روزگار

با مروت، با حمیت، با سلیقہ باہنر
ذی اثر ذی مرتبہ ذی حوصلہ ذی اقتدار

مقتدائے بزمِ صلح فاتحِ جنگِ عظیم
جنبشِ لب پر ہے جس کے رمزِ عالم کا مدار

ہو گئی بے نور سب تاجِ کیانی کی چمک
تاجِ سر طرہ ہے کو و نور کا وہ تاجدار

سرنگوں ہے رعبِ جم ہیبتِ شاہنشہی
یاوری سے بخت کی بختِ سکندر شرمسار

صلح کل انداز ہے عقلِ فلاطوں دنگ ہے
دیکھ کر داد و دہش حاتم کو آئے ننگ و عار

بے محل ہے گفتگو انصافِ کسریٰ کی یہاں
عدل سے ایسی بنائے سلطنت ہے استوار

دل تو کیا دکھتا کسی کا آنکھ بھی دکھتی نہیں
ہو گیا سہم غلط حق نے دیا وہ غمگسار

ان کے عہدِ معدلت میں ہر بشر ذی ہوش ہے
نشۂ دولت سے آجائے نہیں ممکن خمار

آج تک میں نے تو اپنی آنکھ سے دیکھا نہیں
اللہ اللہ یہ وقار اور اس پہ ایسا انکسار
اسوۂ حسنہ محمد مصطفےٰؐ کا تھا یہی
جو شہِ گردوں نشیں کی ذات سے ہے آشکار

واہ رے رنگِ طبیعت واہ رے حسنِ سلوک	جس کو دیکھو جان و زر سے مستعد بہرِ نثار
ہے دعا حق سے رہیں دونوں سلامت بامراد	یہ شہ عالی گہر یہ ملکۂ والا تبار
مژدۂ فرحت بنے شہزادیوں کا عمر بھر	اور سدا آنکھوں سے دیکھیں شاہزادوں کی بہار
جاں نثارِ خسرو ملک دکن سب خوش رہیں	حاسدوں کا ہاں رہے نخلِ حسد بے برگ و بار

شاہ کی جبلی کا ہے پہلا وفا دورِ سعید
ہاں قیامت تک یوں ہی آ آ رہے یہ بار بار

قطعۂ تاریخ

از مولوی محمد سید غوث الدین صاحب قادری بیکس حیدرآبادی

حق نے اپنے فضل سے یہ دن ہمیں دکھلا دیا
شاد ہے ساری رعایا از طفیلِ پنجتن
مصرعۂ تاریخ بیکس نے کہا بیساختہ
ہو مبارک جشنِ سلور جوبلی شاہِ دکن

۱۳۵۴ ہجری

ترانۂ والا قدر سلور جوبلی

۱۳۵۴ ف

وفا۔ از الحاج جناب میر ولایت علی صاحب وکیل

قطعۂ تاریخ

از فضلِ حق بہ عیش و مسرت دریں زماں
دِلہائے اہلِ ملک چو مانند گل شگفت
تاریخ جشنِ نقرئی بیکس چناں بمن
"از جوبلی آصفِ سابع نظام" گفت

۱۳۵۴ ھ

مبارک جشنِ سیمیں شاہ عثماں ظلِ سبحانی	طفیلِ سرورِ عالمؐ بحقِ شبیرِ یزدانی
ترے خلق و مروت کا زمانہ دل سے شیدا ہے	زلیخا ایک ہی تھی حضرتِ یوسف کی دیوانی
فقط عرب و عجم والے نہیں شرمندۂ احساں	تری دولت سے بہرہ ور ہیں ایران و خراسانی
تری داد و دہش کی چار سو شہرت سے چرچے ہیں	سخاوت پر تری ہوتا ہے حاتم شرم سے پانی
عدالت سے تری کسریٰ بھی درسِ معدلت سیکھے	ترے در پر کرے نوشیرواں بھی آ کے دربانی
تری عدل و عدالت کا یہ اک ادنیٰ کرشمہ ہے	کہ پیتے ہیں دکن میں شیر بکری ایک جا پانی
ترے سایہ میں رہ کر چین کی سب نیند لیتے ہیں	پڑے ہیں جیل میں رہزن کئی سارق کئی زانی
سلاطینِ سلف میں آج تو ہے صاحبِ ہمت	ترے رعب و شجاعت سے ہے رستم بھی بہ حیرانی

ترے جاہ و حشم اور سطوت و شانِ امارت کو
سکندر بھی اگر دیکھے ملے دستِ پشیمانی
ترے علم و فضیلت کا زمانہ دل سے قائل ہے
جھکاتے ہیں ادب سے سر کو اپنے فضل و خاقانی

ترے فہم و ذکا کی دھوم ہے لندن میں جرمن میں
سر تسلیم اپنا کرتے ہیں خم چین و جاپانی
تری تدبیر و کوشش مشورہ اور رائے صائب ہے
یہ قدرت سے تجھ کو وہ ملی ہے عقل انسانی

ترے باعث ترقی صنعت و حرفت میں افزوں ہے
تری ہی مہربانی سے ہوئی دولت کی ارزانی

ترے احکام کی تعمیل کیا ہے طاعت حق ہے
اطاعت کے لیے آئی ہے یہ نص قرآنی

خجل ہوگا اگر دیکھے تجھے لعل بدخشاں بھی
لب لعلیں نے تیری پائی ہے وہ گوہر افشانی

ترے دور حکومت نے کیے دریا کے دو ٹکڑے
قیامت تک تمنا میں رہے آئے نہ طغیانی

تو وہ حاجت روا ہے آج تیرے نام کے صدقے
مرادیں اپنی حاجتمند پاتے ہیں بآسانی

محافظ تیرا وہ حافظ ہے جو عالم کا حافظ ہے
جناب خضر کرتے ہیں تری ہر دم نگہبانی

فلک پرور دغلماں نغمہ زن ہیں شادمانی سے
بہار عیش و عشرت لے کے آیا جشن عثمانی

خدا لائے وہ دن ہو حکمراں تو ہفت کشور میں
ہو تیری عمر میں دولت میں ہر ساعت فراوانی

زمین و آسماں جب تک رہیں تو بھی رہے قائم
رہے سایہ فگن سر پر ہمیشہ فضل ربانی

چلے سکہ ترا اللہ کرے مشرق سے مغرب تک
ہو دنیا بھر میں تیری شاہ عثماں یہ جہانبانی

ترے ہر ہر ارادہ میں ہمیشہ کامرانی ہو
رہیں پشت پناہی پر جناب شبر یزدانی

بحق پنجتن مقبول ہو یارب دعا میری
شہ عثماں علیخاں ہو "وقوف فیض ربانی"

۱۳۴۵ ف

قطعہ تاریخ متعلق رسالہ جشن عثمانی

عالی مولوی سید ضیاء الدین صاحب

(۱) حبذا شد چاپ دلکش تذکرہ
مرحبا این فضل یزدانی ہمیں
(۲) آفتاب آسمان عز و شاں
ماہتاب ضوع انسانی ہمیں
(۳) شاہکار دور آصف جاہ را
یادگار جشن سلطانی ہمیں
(۴) پر زور ہائے مضامین دانش
منسلک در نظم لاثانی ہمیں
(۵) عدل و انصاف و رعایا پروری
فیض دور ظل سبحانی ہمیں
(۶) بہ کفم از سعی فاضل این چنیں
بے بہا لعل بدخشانی ہمیں
(۷) کلک عالی سال فصلی زد رقم
جلوہ ہیرا جشن عثمانی ہمیں
۱۳۴۵ ف

وقار و نزازل سے ہے وقار و ارث عثماں
نمک خوار دکن ہے خادم دربار عثمانی

مبارک باد

یمین از میر حسن علیخاں صاحب حیدرآبادی

تمہیں یہ جشن سیمیں اے شہ والا مبارک ہو
مبارک ہو یہ بزم عیش یہ جلسا مبارک ہو

نسیم صبح چلتی ہے تو یہ آواز آتی ہے
گلستان دکن کو پھولنا پھلنا مبارک ہو

خوشی سے مسکرا کر ہار پھولوں کے یہ کہتے ہیں
عروس سلطنت کو آج یہ گہنا مبارک ہو

چلی آتی ہے کانوں میں صدائے قلقل مینا
صراحی کو سبو کو جام کو صہبا مبارک ہو

کرم بخشی خطا پوشی غریبوں کی بھی دلجوئی
یہی ہے شان کے شایاں یہی زیبا مبارک ہو

یمین فرط مسرت سے زباں پر ہے یہی مصرع
مسلمانوں کی قوم کو سلطنت شاہا مبارک ہو

مرقومہ محمد فاضل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرقع باب حکومت

از مولوی درویش محی الدین صاحب درویش

اے خوشا باب حکومت شاد صدرِ اعظم است
خیر خواہِ ملک و مالک شہرتش در عالم است

بر مدار المہاست آں نواب لطف الدینخاں
ظلم را از صیتِ عدل او بنامش قائم است

از جنابِ حیدری اصلاح شد کارِ فنیانس
پُر خزانہ نیز مالا مال ہر یک آدم است

من چہ گویم وصفِ آں انصاف پرور ٹاسکر
زیرِ حکمش سال را تنظیم وافی ہر دم است

بر سیاسیات مہدی یار جنگ صدر المہام
دور اندیش و سیاست داں نکوئے حاکم است

بسکہ موزوں است بر افواج آں سید عقیل
کو یکے قابل تر و اقبال را ایک پرچم است

صیغہ ہائے جملہ تعمیرات را جشا مراج
کرد استحکام زاں شاداب تر ہر موسم است

ایں ہمہ دستور و میر عثماں علیخاں شہریار خلد اللہ ملکہٗ
خسروِ ملکِ دکن در مرتبہ شاہ جم است

عمر و اقبالش فزوں و دولتش پائندہ باد
در جہاں درویش ذاتش ظلِ ربِ عالم است

بسم اللہ الرحمن الرحیم
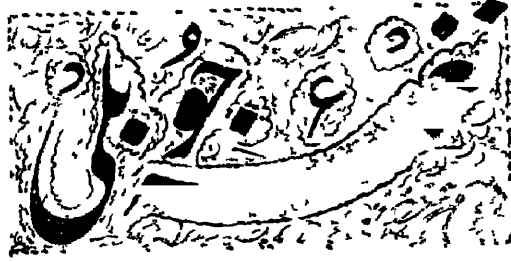
از جناب ڈاکٹر میر مہدی حسین صاحب الم

ہم نے دیکھی ہے شہنشاہوں کی اکثر جوبلی
اور ہی شے ہے شہ عثماں کی سلور جوبلی

انتظام جشن پر جب پڑ گئی اُس کی نظر
ہوگئی میری طرح حیران و ششدر جوبلی

جاں نثاروں نے اُتارے اس قدر لعل و گہر
ہوگئی ہے شاہ کے صدقے میں تونگر جوبلی

جوبلی ہے آج شاہنشاہ جم اقبال کی
عید کی صورت منائی جائے گھر گھر جوبلی

از حاجی مولوی جمشید علی صاحب جمشید حیدرآبادی

شاہ عثمان علیخاں کی ہے سلور جوبلی
مرحبا رشک سلیماں کی ہے سلور جوبلی

کہہ رہی ہے تاج کے پرنور ہیروں کی چمک
چرخ پر مہر درخشاں کی ہے سلور جوبلی

کہہ رہے ہیں جس کو اہل علم سلطان العلوم
حبذا اُس ظل سبحاں کی ہے سلور جوبلی

ہو رہی ہے فیض سے جس شہ کے دنیا مستفیض
آج اُس ماہ درخشاں کی ہے سلور جوبلی

کیوں نہ پھر جمشید ہو جائے دکن رشک ارم
آج صدر صد گلستاں کی ہے سلور جوبلی

جذبۂ بے اختیار

از جناب ماہر القادری صاحب ماہرؔ

اے کہ تیرے دم سے وابستہ حکومت کا فروغ — اے کہ تیری ذات پرکارِ سیاست کا مدار

اے کہ تیری رندگی آئینہ دارِ شانِ فقر — اے کہ تیری سادگی زینت دہِ اوج و وقار

اللہ اللہ تیرے ذہن و فکر کی پاکیزگی — جیسے کلیوں کی لطافت، چاند تاروں کا نکھار

لوحِ فطرت تک ملک و ملت کی سیاست وہ تھی — خامۂ تدبیر نے تیرے کیے نقش و نگار

تیرا چھونا تھا کہ ہر کانٹا گلستاں بن گیا — تیرا آنا تھا کہ بس چلنے لگی بادِ بہار

دور میں تیرے ملا بے تاب روحوں کو سکوں — عہد میں تیرے پڑی بنیادِ تسکین و قرار

تیری آمد کے لئے بے چین موجِ بحرِ ہند — تیری خاطر مضطرب ہر ذرۂ ارضِ برار

روز و شب تیرے لئے کرتے ہیں سجدہ میں دعا — چاندنی، ذرے، ستارے، پھول، کلیاں، آبشار

شاہ کی مدحت سرائی کا ہے ماہرؔ کو شرف — نظم کہیے اس کو یا اک جذبۂ بے اختیار

قصیدہ

از مولوی ابو الحامد شیخ ظہور الحق صاحب سکوتؔ صدیقی القادری حیدرآبادی

بارک اللہ نئے انداز کا دربار بھی ہے — اور گہر بار کفِ ہمتِ سرکار بھی ہے

آج کچھ طبعِ رسا کا مری اصرار بھی ہے — آج کچھ طالعِ خفتہ مرا بیدار بھی ہے

میں کہاں اور کہاں مدحتِ سلطانِ علوم — جتنی آسان ہے میرے لیے دشوار بھی ہے

جس کا کھاتے ہیں نہ کیوں راگ ہم اس کا گائیں — بات یہ حق بھی ہے حق بات کا اظہار بھی ہے

کیوں نہ پھر آج لکھوں مدحتِ شاہِ عثماں — میرا آقا بھی ہے سلطاں بھی ہے سرکار بھی ہے

ظل بھی وہ ظل کہ جسے کہتے ہیں ظلِ سبحاں — آج اسی ظل کا جہاں غاشیہ بردار بھی ہے

علم میں فضل میں اخلاق میں دانائی میں — کیا جہاں میں کوئی اس شان کا سردار بھی ہے؟!

شاملِ حال ہے افضالِ خدا اور بہم — لطفِ عثمانؓ کرمِ حیدرِ کرار بھی ہے

اس کو کہتے ہیں پسندیدگیِ حق کی دلیل — کہ یہ محبوبِ حبیبِ دلِ اغیار بھی ہے

اے سخی ابنِ سخی عمرِ خضر ہو تیری — کہ ترے دم ہی سے یہ رونقِ بازار بھی ہے

ملک و مالک رہے آباد بصد امن و اماں — شاہِ اسلام بھی ہے خسروِ دیندار بھی ہے

اپنے ممدوح کے اوصافِ حمیدہ پہ سکوتؔ
فخر جتنا میں کروں مجھ کو سزاوار بھی ہے

مرقومہ محمد فاضل

از مولوی محمد حسین صاحب موجد منور رقم

ہو مبارک شاہ عثماں اس سے بہتر جوبلی
حق تعالیٰ تجھ کو دکھلائے نہتر جوبلی

انبساط و عیش کے ساماں لے آئی ہے تو
ہے دکن کی سلطنت میں آج گھر گھر جوبلی

جا رہے ہیں سوئے باغ عام خاص و عام آج
دیکھنے جلوہ ترا اے ماہ پیکر جوبلی

گوہر انجم نچھاور کر رہا ہے چرخ بھی
آج کی شب ہے تو ایسی برق پیکر جوبلی

رات پر دن کا گماں کرتے ہیں اہل چرخ بھی
بن کے آئی ہے تو کیا خورشید خاور جوبلی

چپے چپے سے عیاں ہوتا ہے جلوہ طور کا
اوڑھ کر کیا نور کی آئی ہے چادر جوبلی

پھر پابوسیٔ عثماں بار بار آئے گی تو
ہم نے تاڑا دیکھ کر تیرا یہ تیور جوبلی

حق تعالیٰ سے دعا موجد کی یہ دن رات ہے
ہو مبارک شاہِ عثماں تم کو سلور جوبلی

ترانہ

از مولوی شیخ احمد صاحب شیدا (پربھنی)

بھاتا نہیں ہے کس کو ملکِ دکن ہمارا
چھوٹے نہ ہم سے یا رب پیارا وطن ہمارا

پورے ہوں یاالٰہی اُس کے دلی مقاصد
اور خوش رہے ہمیشہ شاہ دکن ہمارا

اعلیٰ حضور عثماں شاہ دکن ہیں یا رب
کیونکر نہ ہووے صدقے یہ جان و تن ہمارا

موجود آدمی ہے ہر ملک کا یہاں پہ
آیا پسند اُن کو ملکِ دکن ہمارا

الطافِ خسروی جو دیکھے تو دل سے بولے
اب دور ہو گیا ہے رنج و محن ہمارا

گل ہائے وصفِ عثماں ہر جا کھلے ہوئے ہیں
سر سبز کیوں نہ ہو پھر شیدا چمن ہمارا

مبارک بادی

از جناب سکوت صاحب

عروج بخت و دولت اے شہ ذیشان مبارک ہو — تجھے یہ انجمن آرائیاں ہر آں مبارک ہو

ترے سر پر ہے ظل حق تو محبوب خدا دل میں — اور اس پر طرۂ عشق شہ جیلاں مبارک ہو

تجھے ہر دم رسول اللہ کی تائید ہو حاصل — تجھے اے شاہ شاہاں سایۂ یزداں مبارک ہو

یہ علم و فضل و تقویٰ و طہارت یہ جہاں بانی — یہ بزم آرائیاں تیری شہ عثمان مبارک ہو

رعایا شاد ملک آباد ہر جا نغمۂ عشرت — لب لعل و چمن زار و گل خنداں مبارک ہو

در میخانہ وا ہے دیر سا ہے جام مئے ساقی — یہ دور بست و پنج سالہ شہ شاہاں مبارک ہو

الٰہی عمر میں اقبال میں شہ کے ترقی دے — انہیں ہر دم ترا انعام بے پایاں مبارک ہو

برسنے کو سکوت شادماں کے مزرع دل پر
وہ دیکھو آگیا ابر گہر افشاں مبارک ہو

قصیدہ دعائیہ

از

جناب محمد امجد علی صاحب امجد حیدرآبادی

مبارک شاہ میر عثمان علی کو تخت و افسر ہو — دکن زیر حکومت ان کے با زینت کشور ہو

قلوب خلق پر ان کی عقیدت کا رہے سکہ
نفوس قدسیہ میں آل کی دمسازی کا جوہر ہو

تونگر بے نوا ہوں اک نگاہ قہر سے اُن کی
گدا بھی اک نگاہ لطف سے ان کی تونگر ہو

رقمہ محمد فاضل

بنا ہے حیدر آباد دکن ان کی توجہ سے
یہاں باغ جنت دیکھ لو خود گر نہ باور ہو
دکن میں ہر طرف آئینہ بندی کی یہ حالت ہے
فلک حیرت زدہ کہتا ہے کم بینک سکندر ہو

سخاوت اور اولوالعزمی ہے مشہور جہاں ان کی
الٰہی ان کے سر پر ظل داماں پیمبر ہو
جہاں زیر نگیں ہو اور عالم بندۂ فرماں
غلام اقبال۔ ہمدم ہو ظفر۔ اور بخت یاور ہو
مطالب ان کے بر آئیں مقاصد انکے حاصل ہوں
عدو مقہور ہوں ان کے وہ منصور و مظفر ہو

جو ان کا دوست ہے اجمل وہ دائم شاد و خرم ہو
جو ہو بدخواہ وہ قعر مذلت میں نگوں سر ہو

قصیدہ
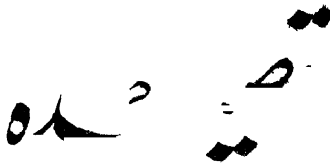
از جناب مولوی رشید صاحب یادگیری

اے بر سریر تو ریا تاج بہر بیداری
یک عالمے باحساں بندو اسیر داری
در راہ ملک رانی از فرط دور بینی
ہر گام بر خیال ملک کبیر داری
در چار دانگ عالم از لطف خسروانی
عناں بنا مداری خوور النظیر داری
از فیض گستر یہا در ملک خویش و غیرے
نیکو سگال دولت جم غفیر داری
از یک نگاہ بینی اندر قلمرو خود
باہم ہنود و مسلم چوں قند شیر داری
از التفات شاہی چوں رسم سرپرستاں
دست کرم بفرق میرو و زیر داری
از خویشے نیکوئے تو بیگانہ یگانہ
با خویش و اقربا ہم جذب کثیر داری
در دار و گیر دولت با سطوت و قوت
تدبیر و نیک نیت چوں تیغ و تیر داری
رال علم و فن کہ باید سامان و ساز کردی
ہر رفاہ خلقے گنج خطیر داری

مرتبہ محمد فاضل

شانِ محبوب شانی ہستیٔ تو غرہ ہے

این دادِ حق کہ داری بس دلپذیر داری
ذکرِ جمیل عثمان از ہر مکاں برآمد
این شور بر زبانِ برناؤ پیر داری

مدّاحِ چاریاری شیدائے پنجتن ہم — از حبِّ مصطفائی روشن ضمیر داری
صد گوہرانِ معنی در سینۂ تو پنہاں — با شانِ خسروانہ رنگِ فقیر داری
بر کار نامہائے عثمان تواں سرایم — کز سرمۂ سیاست چشمِ بصیر داری
از دستِ برد دوراں فرقے بدستگاہت — نا یدکہ دستِ ہمت از دستگیر داری
ہر آرزو کہ داری داور کند کرامت — چوں سر بر آستانِ ربِّ قدیر داری
آیم بہ بارگاہت تو از سر نوازش — دستِ کرم بفرقِ ایں مردِ پیر داری
ایں جوبلی سلور عثماں بہ تو مبارک — صد سال دیگرے ہم تاج و سریر داری

دار د رشید از تو از دیر آرزوئے
یک یادگار باقی در یادگیر داری

قصیدہ

از مولوی محمد عبد اللطیف صاحب رشید یادگیری

جبذا رشکِ سلاطینِ جہانی ہستی — مرحبا فخرِ فلاطونِ زمانی ہستی
اے خوشا شاہِ جواں بخت جوانی ہستی — وے بجا بر صفتِ آصفِ ثانی ہستی
شاہدِ حسنِ خیالات و معانی ہستی — محرم رازِ خفی رازِ نہانی ہستی
از قرانِ نظامِ تو دریں ملکِ نظام — بر زباں می رود از سعدِ قرانی ہستی

شہر آراستی از تازہ عماراتِ عظیم
چرخ گفتہ شہ باشوکت و شانی ہستی

نقش و اشکال کہ در دورِ حکومت بستی
خبرے مید ہد از شوکتِ مکانی ہستی
رونقِ روز فزوں علم و فنون را از تو
ہمہ دانند بہر فن ہمہ دانی ہستی

عربی، فارسی، ہندی، دکھنی بر تو فدا ۔۔۔ بکسے دل شدی بہر یکے جانی ہستی
در نظر تو چہ مسلمان چہ ہندو چہ دگر ۔۔۔ بر ہمہ یک نگہی فیض رسانی ہستی
سینۂ صاف تو چوں سینۂ صافی گہراں ۔۔۔ آنچہ دل داری ہمانا تو زبانی ہستی
بہرِ تسخیرِ دل و حفظِ حقوقِ خلقے ۔۔۔ روز دمساز و شب ہمچو شبانی ہستی
خوئے خوبے تو دہد بوئے ز اخلاقِ حسن ۔۔۔ خوش کہ پس رنگانہ یگانی ہستی
طوقِ احسانِ تو در گردنِ اہلِ ملک است ۔۔۔ در دکن علم و ہنر را تو ہی بانی ہستی
تخت و دیہیم ترا زیب ۔ تو زینت دہ آل ۔۔۔ ظلِ سبحانی و اعجاز بیانی ہستی
بلاغت سرِ شعرائے عجم مسیحو اسم ۔۔۔ بر فصاحت سرِ فصحائے یمانی ہستی
پستِ حکم پیشِ تو خم ۔ فرقِ فریدون یا ۔۔۔ افتخارِ ہمہ شاہانِ کیانی ہستی
نخہ رں ۔ زال بزورِ عدلت مارِ سم ۔۔۔ رو کسِ معدلت نوشیروانی ہستی
لرزہ از رعبِ تو میداست بحرم شرہا ۔۔۔ فتنہ تب کرد کہ از واہب طیانی ہستی
یکہ تازی کہ میدانِ تیقن یقیں ۔۔۔ بیئے کن املق او ہام گمانی ہستی
از ہی آمدی نافرما و امر آمر ۔۔۔ دانمت ناصرِ دین دانی ہمانی ہستی
حبِ محبوبِ خدا در دلِ عثماں جا کرد ۔۔۔ للہ الحمد کہ محبوب نشانی ہستی
جلسہ جامعہ عثمانیہ فخرے دارد ۔۔۔ جلوہ افزا نئے اعزاز سنانی ہستی
آنکہ اعزازِ تو سلطانِ علوی پیما است ۔۔۔ از تبحر نظری ۔ بو ثر ارانی ہستی
ہمتے بہرِ تو از بندہ نوازانِ دکن ۔۔۔ لے باخلاص بشاں معتقدانی ہستی

در حورِ شاں تو وصف تو نیاید رشید
من کہ مورم تو سلیمانِ زمانی ہستی

طالع ہند

از مولوی سالک صاحب مدیر انقلاب

عثماں ہے نتا جبانِ سلطانِ ہند ۔۔۔ [illegible] کے نام سے ہے اقتدارِ ہند
شان اس کی نایہ دارِ جبال مانی مغل ۔۔۔ ذات اسکی یادگارِ رمالِ بہارِ ہند

قائم ست رگِ سطوت شاہنشاں از و
روشن چراغِ محفلِ ہندوستاں از و

جب تو ہے دل سے عاشق و مداحِ مصطفےٰ ۔۔۔ پھر کیوں نہ تیرے نام کے قربان جائیں ہم
ہو تیرے ہاتھ سے علمِ اسلام سر بلند ۔۔۔ دن رات کر رہے ہیں خدا سے دعائیں ہم

از ہمت تو شوکتِ اسلام زندہ باد
مرقِ حیات در رگِ ہستی جہندہ باد

مرتبہ محمد فاضل

آزاد۔ مولوی سید محمد حسین صاحب حیدرآبادی

شاہ شاہاں جو فخرِ شاہاں ہے — ملک مالک پہ اپنے نازاں ہے

جشن سیمیں شاہ عثماں ہے — جس کو دیکھو وہ شاد و فرحاں ہے

ہے مسلمانوں کو خوشی دونی — جشن سیمیں ہے عیدِ قرباں ہے

شاہ عثماں ہے آصفِ سابع — وقت کا اپنے جو سلیماں ہے

اس لیے بنیادِ جامعہ کی رکھی — یہی علم و ہنر کا سلطاں ہے

وہ زمانہ گیا جہالت کا — اب تو لائق ہر ایک انساں ہے

بچہ بچہ دکن کا ہے "بی اے" — علم و فن کا یہ ساز و ساماں ہے

ہے ترقی ہر ایک شعبہ میں — کیا مبارک یہ دورِ عثماں ہے

جابجا ہو گئی ہے آبادی — رشکِ گلشن ہر اک بیاباں ہے

انڈیا میں ہے آج ملک دکن — جس طرح ایشیا میں جاپاں ہے

جو نہیں دیکھتا وہ ہے اندھا — جو نہیں جانتا وہ ناداں ہے

ہو اسی طرح جشن تزئیں بھی — دل سے ہر ایک اس کا خواہاں ہے

دلِ آزاد کیوں پریشاں ہو؟ — کون ہے آج جو پریشاں ہے

امجد۔ محمد اصغر صاحب صدیقی خوشنویس خزانہ محمود

کیا بہار آئی عقل حیراں ہے — غنچۂ دل چمن میں خنداں ہے

کیا دکن رشکِ گلستاں ہے — عیش و راحت کا حسیں ساماں ہے

ایک میں کیا ہوں باغِ عالم میں — شاہ کا ہر کوئی ثنا خواں ہے

حق نے کی "اولِ امر" کی تعریف — جس پہ شاہد یہ نصِ قرآں ہے

ہے عجب لطف آصفِ سابع — مور کو دعوئے سلیماں ہے

ایک دو کیا؟ ہیں کئی تالاب — آبپاشی کا ایک طوفاں ہے

جس طرف دیکھو اُس طرف جاری — چشمۂ فیضِ ابرِ نیساں ہے

بادشاہ اور قدردانِ سخن — حق تعالیٰ کا سب یہ احساں ہے

خوب تاریخ لکھی امجد نے — آج یہ جشنِ شاہ عثماں ہے

احمد ـ سید احمد صاحب ظہیر آبادی

یہی ساقی کا عین احساں ہے
میکدہ آج وقفِ مستاں ہے
تختِ شاہی ہے آج لمعۂ نور
جشن سیمیں شاہ عثماں ہے

چاہتا ہے ہر اک جاں سے فدا
شہ کی الفت بھی عین ایماں ہے
آستاں ہے وہ آستانِ مراد
آسماں کیا ہے ایک درباں ہے
ہم کو پیدا کیا دکن میں آدل — یہ خدا کا بڑا ہی احساں ہے

کہ رعیت ملازم و خوش باش — ہر کوئی آج شاد و فرحاں ہے
شہریارِ دکن شہِ عثماں — چرخِ رفعت کا ماہِ تاباں ہے
عادل و باذل و سخی و غنی — ہفت کشور میں شاہ عثماں ہے
تاجدارِ دکن شہ عثماں — باعثِ فخرِ تاجداراں ہے
نامِ اسلام کا کیا روشن — موجبِ فخرِ ہر مسلماں ہے
فتح و نصرت ہے ساتھ سایہ صفت — رستمِ دہر مردِ میداں ہے
کارِ دشوار سہل ہو جائے — جب کہ امدادِ شاہِ مرداں ہے
قوم و مذہب کی کچھ نہیں تخصیص — مہر و الطاف سب پہ یکساں ہے
عدل و انصاف کا ہے یہ عالم — شاہ ہندو ہے خوش مسلماں ہے
قیصرِ ہند نے کرم فرما — پارلیمنٹ بھی ثنا خواں ہے
آئے قبضہ میں جلد ملکِ برار — مالکِ ملک شاہ عثماں ہے
اہلِ ہند و دکن دعا گو ہیں — سب یہ ظلِ الٰہ کا احساں ہے
خیر خواہِ شاہ خرم ہیں — اور دشمن ذلیل و حیراں ہے
آل و اولاد پہ ہو سایۂ شاہ — شہ یہ مسند ظلِ سبحاں ہے
اپنے الطاف سے دکھا یا رب — گولڈن جوبلی کا ارماں ہے
وصف عالی ہو کیا رقم مجھ سے — عقل میری کمال حیراں ہے
مال و دولت نہیں، نہ ہو احمد — شہ پہ قربان یہ دل و جاں ہے

ازل ـ مولوی حافظ محمد شریف صاحب

ہر صغیر و کبیر شاداں ہے — جشن سیمیں شاہ عثماں ہے
روم ہو ہند ہو عجم کہ عرب — جو ہے وہ زیر بارِ احساں ہے

آفت ـ جمشید جی صاحب کلیانوی

حیدرآباد کیف ساماں ہے — جشن سیمیں شاہ عثماں ہے
جوش پر رحمتِ خدا ہے آج — جشن سیمیں شاہِ عثماں ہے
محوِ حیرت ہیں آسماں والے — جشنِ سیمیں شاہِ عثماں ہے
دل بھی اپنا ہے رات بھی اپنی — جشن سیمیں شاہِ عثماں ہے
آج دنیا میں غل یہ آئی — جشن سیمیں شاہ عثماں ہے
عام ہے مے ہے یہی اہلِ میخانہ — جشنِ سیمیں شاہِ عثماں ہے
ورد زباں ہے مدح خواں آفت — جشن سیمیں شاہِ عثماں ہے

اجمل ـ وحید الدین شیخ چاند عرف شیر علیشاہ صاحب

شہ عثماں کا جو ثنا خواں ہے — رشکِ سعدی ہے رشکِ سحباں ہے
گا رہے ہیں ترانہ یہ بلبل — جشنِ سیمیں شاہ عثماں ہے
جشن کا جوبلی کے ہے یہ اثر — دل جو شاداں ہے دل جو فرحاں ہے
دل غنی کیوں نہ ہو رعایا کا — شہ عثماں، دکن کا سلطاں ہے
علم میں فرد، عدل میں یکتا — ہے جو کوئی تو شاہ عثماں ہے
شہ عثماں کے رخ کی ہے وہ ضیا — جس سے شرمندہ ماہ تاباں ہے
باریابی بزمِ عثماں کا — ایک مدت سے دل میں ارماں ہے
مثلِ حاتم جہاں میں عثماں کا — دستِ زریں گہر زر افشاں ہے
انقلاب زمانہ دیکھ اجمل — طفل مکتب بھی اب سخنداں ہے

بانو ـ امۃ الحی عرف شہزادی اہلیہ الحاج محمد عبدالحی صاحب عتیق

خلق سب زیر بارِ احساں ہے — شاہِ عثماں کے زیر فرماں ہے۔

حیدرآباد رشکِ قرطبہ ہے
یہ دکن ہے کہ ملکِ یوناں ہے
شاہ وہ جس کے آگے اک پرِ کاہ
شانِ جم شوکتِ سلیماں ہے
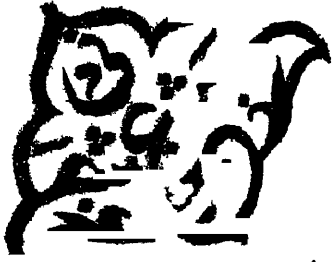
ہو عرب یا کہ ترک یا ہندی
ساری مخلوق اُن پہ نازاں ہے
سب ہی آباد ہیں ریاست میں
غیر مسلم ہے یا مسلماں ہے

مدح خوانی میں شاہ عثماں کے
نوربیِ وردِ ہمسنِ نو ایراں ہے
تاج شاہی خدا نے رکھا ہے
شاہِ عجاہ ظلِ سرواں ہے

گلستاں ہے کہ ارغنوں ہے کوئی
نغمہ زن بلبل خوش الحاں ہے
مترنم بطرز نو قمری
آج بالائے سروِ بستاں ہے

ہے رعیت یہ دستِ شفقتِ شاہ — اور رعایا بھی اس پہ قرباں ہے
شادمانی سے کامرانی سے — بزمِ عشرت بھی اک گلستاں ہے
جشنِ سیمینِ شاہِ والا ہے — ہر کوئی شاد اور خنداں ہے
بزمِ گلشن سے شادمانی ہے — نغمہ خواں بلبل خوش الحاں ہے
موسنو جس نے خود کو پہچانا — درحقیقت وہ اہلِ عرفاں ہے
ساری دنیا میں دھوم ہے باالفو — جشن سیمیں شاہ عثماں ہے

پہلوان محمد غفار صاحب پروفیسر ورزش جسمانی

چو طرف اب خوشی کا ساماں ہے — سب رعایائے ملک شاداں ہے
لو دکن رشکِ باغِ رضواں ہے — آج ملکِ دکن گلستاں ہے
جشن سیمین شاہ عثماں ہے

عید اہلِ دکن مناتے ہیں — آج جامہ میں کب سماتے ہیں
شہ کی مدحت کے گیت گاتے ہیں — آج ملکِ دکن گلستاں ہے
جشن سیمیں شاہِ عثماں ہے

بارور ہو گیا ہے نخلِ امید — آج ہر گھر میں ہو رہی ہے عید
لو صبا لا رہی ہے تازہ نوید — آج ملکِ دکن گلستاں ہے
جشنِ سیمیں شاہ عثماں ہے

جمع ہیں سب امیر و اہلِ فن — شاہ کی جوبلی کا آیا سن
رشکِ باغِ ارم نہ کیوں ہو دکن — آج ملک دکن گلستاں ہے
جشن سیمین شاہ عثماں ہے

شاہ پر سایہ پنجتن کا ہو — بول بالا ہو اُن کا بول بالا ہو
یہ مبارک خوشی کا جلسہ ہو — آج ملک دکن گلستاں ہے
جشن سیمین شاہ عثماں ہے

توحید - سید اللہ بخش صاحب بی اے، بی ٹی

جوش پر موسم بہاراں ہے
انبساط و طرب کا ساماں ہے

غنچے مینا ہیں گل ہیں ساغرِ گل — باغ میں میکشی کا ساماں ہے
رُخ پاکیزہ پر گلِ تر کے — دامنِ صبح گوہر افشاں ہے
آئینہ پر زمردیں ہیں نقوش — لب جو سبزہ اور ریحاں ہے
ذرہ ذرہ نشاط افزا ہے — جشن سیمین شاہِ عثماں ہے
گبر و ترسا ہو سب خوش ہیں — جس طرح خوش ہر اک مسلماں ہے
حیدرآباد ہے عروسِ بلاد — برکتِ عہدِ شاہ عثماں ہے
رشکِ گلزار ہے ہر اک بازار — اور کوچہ ہر اک خیاباں ہے
علم و فن کی ہے گرم بازاری — کوچہ کوچہ میں اک دبستاں ہے
عبرتِ عہدِ اکبر و ہاروں — دورِ زرینِ شاہِ عثماں ہے
ثانی قرطبہ کہیں اس کو — مصدرِ علم شہرِ عثماں ہے
جامعہ مرکزِ علوم و فنون — یادگارِ رہِ عثماں ہے
الغرض خسروِ دکن تو خیک — اپنے اقبال کا سلیماں ہے

جمشید - سید جمشید علیخاں صاحب

شامل حالِ فضلِ یزداں ہے — عیش چاروں طرف فراواں ہے
گلشنِ عیش میں بہار آئی — غنچہ دل ہر اک کا خنداں ہے
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے — رشکِ باغِ ارم گلستاں ہے
کر دیا عام علم کا چرچا — حیدرآباد رشکِ یوناں ہے
جب سے دیکھا ہے شہ کا خلقِ عمیم — خود مروت بھی دل سے قرباں ہے
پورا ہوتا ہے مدعا دل کا — ایسے سدہ پر ایک انساں ہے
شہ کے خوانِ کرم کا ذلہ ربا — عرب و روم مصر و ایراں ہے
پوچھو نوشیرواں عادل سے — کیسا انصاف شاہ عثماں ہے

دیکھ کر طرزِ زندگی شہ کی
سادگی تمکنت پہ نازاں ہے
عہدِ راحت ہے عہدِ عثمانی
کوئی مضطر نہ کوئی حیراں ہے

یلہ سب پہ رہ ہے کیوں بھاری
پشت پر شہ کی شاہِ مرداں ہے
کیوں نہ جمشید ہو خوشی دل کو
میرے مالک یہ فضلِ رحماں ہے

خلیل - سید ابراہیم صاحب خلف شمس مرحوم

واہ کیا عدل دورِ عثماں ہے | شیر بھی بکریوں کا چوپاں ہے
وہ دکن میں ہوئی ہے آرائش | کہ بیاباں بھی اب گلستاں ہے
ہے حکومت کی دوستی ایسی | حسن سے شرمندہ ماہ تاباں ہے
ہے سخاوت کچھ آپ کی ایسی | محمل نہ حسن کا داماں ہے
بھر لیے آبرو سے بخشش ہے | ہاتھ تیرا وہ گوہر افشاں ہے
کیں فراہم سہولتیں ایسی | کام دشوار بھی اب آساں ہے
اک زمانہ ہے جو کہ ہے ممنوں | آج کس کس پہ تیرا احساں ہے
بدگماں جو کوئی ہوا تجھ سے | آپ ہی دل میں وہ پشیماں ہے
جہل کا نام ہو گیا عنقا | علم دکن میں یوں درخشاں ہے
وہ تدبر ہے آپ کا شاہا | عقل دنیا کی جس پہ حیراں ہے
محرمِ حلق تو وہ ہے یعنی | خلق بھی جس کے در کا درباں ہے
مردِ میداں ہے وہ شہِ آصف | کہ شجاعت بھی جس پہ نازاں ہے
ہے رعایا کی فکر آسائش | یہ تری آرزو ہے ارماں ہے
رشک کرتے ہیں حضرتِ عیسیٰ | کچھ وہ اعجاز تجھ میں پنہاں ہے
علم وہ جس نہ علم ہے صدقے | حلم وہ جس پہ حلم قرباں ہے
وصف تیرے کمال کا کیا ہو | تو سخن فہم ہے سخنداں ہے
کام تیرا احدیت وحقہ سے | مات تیری دلیل برہاں ہے
کچھ وہ احساس کر دیا پیدا | گم جہاں سے خودی کا طوفاں ہے
کیوں نہ تو ہو عزیز عالم کو | اُن کے درد والم کا درماں ہے
شرع پر ہم کو کر دیا پابند | تو کلید ریاضِ رضواں ہے

یعنی تیرا ہے حلق کے دل پر
تو شہنشاہی سلیماں ہے
قید مذہب نہیں ہے تیرے پاس
سب کی عزت نظر میں یکساں ہے

تجھ سے رونق ہے محفلِ دنیا
شمع سے رونق شبستاں ہے
تجھ میں سارے صفات ہیں پنہاں
تو فرشتہ ہے یا کہ انساں ہے

کام سب اپنا کرتے ہیں پورا | ہر اک اپنے عمل پہ نازاں ہے (قطعہ)
نرم و عشرت جدا جدا ہیں فقط | میزاں پہ ہے اور دو جہاں ہے
سب فراہم ہیں عیش کے اسباب | جشن سیمیں شاہِ عثماں ہے
وہ الٰہی یہاں ہو - دنیا میں | کچھ جو عشرت کا اور ساماں ہے
تو نمک خوار شاہ کا ہے خلیل | فخر جتنا ہو تجھ کو شایاں ہے

ذبیح - سید اسمٰعیل صاحب کیل ہنابادی

ان دنوں خاص فضلِ یزداں ہے | رحمتِ حق قرینِ دوراں ہے
جشن سیمیں سراپا بہجت ہیں | ہر دل کا سفیر دوراں ہے
نہ فقط ہند بلکہ سارا جہاں | اس مسرت میں شاد و فرحاں ہے
میر عثماں علی نظام دکن | منبع فیض و جود و احساں ہے
جن کے عہد سراپا برکت میں | شاد ہر ہندو، ومسلماں ہے
ملک آباد ہے رعیت خوش | کون عالم میں مثل عثماں ہے؟
شاہ عثماں کہ "زندہ باد مدام" | بہ عدل عمرؓ گرچہ عثماں ہے
ہر رعیت کو جو آسائش | ذاتِ سلطاں عزیز از جاں ہے
نقد جاں کے سوا نہیں کچھ بھی | پیش کش اپنی پیش سلطاں ہے
ہیچ کیوں ذبیح نہ ہو عالم | جشن سیمینِ شاہ عثماں ہے

ذرہ - دلاور علی صاحب حیدرآبادی

جلوہ آرا جو شاہ ذیشاں ہے | رشک ماہ ہے کہ مہر تاباں ہے
تابش حسن شاہ ذی جاہ ہے | ذرہ ذرہ مہ درخشاں ہے
پرتوِ حسن شہ سے ملک دکن | رو کش خلد و باغ رضواں ہے
یہ وہ گل ہے کہ جس کی نکہت کیا | حافظ تازگیٔ ریحاں ہے

یہ وہ گل ہے کہ آج گلشن میں
جس کی بلبل ہر اک ثنا خواں ہے
اس چمن کی فضا کا ہر جھونکا
روح پرور ہے راحتِ جاں ہے

ہر گھڑی وصف ستہ کا ہوتا ہے
جس کی توصیف حرز ایماں ہے
محسن قوم مصلح اعظم
طلب دکن جو شاہ عثماں ہے
ہو زلیخائے ہند جس پہ نثار | میر ایوسف وہ ماہ کنعاں ہے

رعد - حکیم میر نادر علی صاحب منصبدار

یہ محبت و عمر تاباں کل ہے | جشن سیمیں شاہ عثماں ہے
ہے ہر اک اپنے ملک کا سلطاں | ملک کا علم کا یہ سلطاں ہے
تو نگہباں خلق ہے شاہا | فضل خالق ترا نگہباں ہے
رشک باغ ارم ہے ملک دکن | وہ تو پنہاں ہے یہ نمایاں ہے
رونق ملک روز افزوں ہے | مدح عثماں نہ حد امکاں ہے
جشن جمشید و جشن عثمانی | آب خشک اور آب نیساں ہے
حال ماضی و حال سے ظاہر | وہ ہے جمشید یہ سلیماں ہے
جشن سیمیں ہو جشن زریں بھی | عہد زریں شہ دُر افشاں ہے
بنے خزاں ہے بہار ملک دکن | جشن نے اس زینت گلستاں ہے
اس کے جد کا ملے خطاب اسکو | جشن سیمیں میں رعد خواہاں ہے

سید - حکیم سید محی الدین حسینی صاحب (کرمنگر)

ہم پہ کیا کم یہ فضل یزداں ہے | آقا اپنا جو شاہ عثماں ہے
غیر مسلم ہو یا مسلماں ہو | فیض ان کا ہر اک پہ یکساں ہے
فیض جاری ہے سارے دنیا میں | کس پہ ان کا نہ بار احساں ہے
والیاں ریاستوں میں شاہ | جیسے تاروں میں ماہ تاباں ہے
جشن سیمیں کا آج ہر گھر میں | عیش و عشرت کا سارا ساماں ہے
جس طرف دیکھو ہے چمن ہی چمن | حیدرآباد کیا گلستاں ہے
پنجتن پاک کے تصدق سے | ان کی ہر ایک مشکل آساں ہے
جشن صد سالہ بھی الٰہی ہو | آرزو اپنی ہے یہ ارماں ہے
آج ہر ایک گھر میں اے سید | جشن سیمیں شاہ عثماں ہے

شاغل - شیخ حسین صاحب

اس مدح کن کا جو شاہ عثماں ہے
اس پہ دن رات فضل یزداں ہے

حس کا دل سے ہر اک ثنا خواں ہے
کون ہے ذات شاہ عثماں ہے
ہر گھڑی جاں نثار کرتے ہیں
تیرا آصف یہ جاں نثاراں ہے
ام ہے جشن جوبلی جس کا | شہ کے ارماں کا اک گلستاں ہے
شوکت و شاں شاہ عثماں کی | معرف حشمت سلیماں ہے
اس سے ہندو بھی خوش مسلماں بھی | ایسا منصف مزاج سلطاں ہے
رہے سر سبز ستہ کا نخل امید | دل کا گر ہے تو بس یہ ارماں ہے
ستہ کے قبضہ میں آئے ملک برار | ایک مدت سے بس یہ ارماں ہے
اے خدا جلد کر اسے پورا | جو مراد دل عثماں ہے
دیکھ کر تیرا عدل اور انصاف | دل سے عادل ہر اک ثنا خواں ہے
کیا کہوں دل میں ایک مدت سے | کرم شہ کی یاد مہماں ہے
اس پہ برق غضب گرا یا رب | جو کہ بدخواہ شاہ عثماں ہے
شہ کی تیغ زباں کے جوہر کا | دل میں قائل ہر اک سخنداں ہے
اس کی توصیف کر رقم شاغل | قابل مدح شاہ عثماں ہے

ثاقب - حاجی شیخ احمد علی صاحب (پربھنی)

واہ کیا شان شاہ عثماں ہے | یہ فرشتہ ہے یا کہ انساں ہے
اپنے مالک پہ جان دے دینا | اپنا مذہب ہے اپنا ایماں ہے
خاک پاک دکن کے کیا کہنے | پر ہما کا جہاں مگس راں ہے
ملک و مالک جو شاد ہے مولا | تیرا احسان پر یہ احساں ہے
پرتو فیض آصفی ہے یہ | ذرہ ذرہ جو ماہ تاباں ہے
ملک و مالک میں ربط ہے پیدا | بلکہ دو قالب اور اک جاں ہے
ہے یہی حاصل سخن گوئی | مدح عثماں پہ ثاقب نازاں ہے

عینی - سید محمد غوث الدین صاحب ناظم عدالت ضلع گنجوٹی

جشن سیمیں شاہ عثماں ہے | جوش پر آج فضل یزداں ہے
رفعت و مدح کو میں کیا کہوں ان کے
سورہ والیل کا ہے قرآں ہے
شوخیوں سے تری نسیم سحر
گیسوئے یار بھی پریشاں ہے

عرض کرنا یہ میرے آقا سے
جو کہ ملک دکن کا سلطاں ہے
حق کے سایہ میں تو ہے ظل اللہ
حق تو یہ ہے کہ حق نگہباں ہے

چمکی قسمت وفا شعاروں کی
نکلی حسرت امیدواروں کی
بن گئی بگڑی بھی ہزاروں کی
اے علم عید ہاں تاروں کی
جشن سیمین شاہ عثماں ہے

جود و بخشش کرم سخاوت سے　　ایک عالم ترا ثنا خواں ہے
کون چھوٹا ترے کرم سے حضور　　ساری دنیا یہ تیرا احساں ہے
ہو سیاست کی تیری کیا توصیف　　تیرا ممنون ترک و ایراں ہے
کیا سکندر کا دبدبہ ہو بھلا　　وہ ترے در کا ادنی درباں ہے
تیری پابوسی سے ہے چرخ کو فخر　　تیری وہ شان شاہ دیتاں ہے
چین اس کو کبھی نصیب نہیں　　تیرا دشمن سدا پریشاں ہے
ہوں فدا تیرے وصف عالی پر　　میں بھی اور میرا دل بھی قرباں ہے
ہو نہ مایوس وصل سے عینی　　اب نکلنے کو تیرا ارماں ہے

علم - ڈاکٹر میر مہدی حسین صاحب

آج کیا رنگ بزم امکاں ہے　　حیدرآباد باغ رضواں ہے
ہر امیر و فقیر شاداں ہے　　بچہ بچہ بھی یوں غزل خواں ہے
جشن سیمین شاہ عثماں ہے

ہنر و فن کو اُس نے اوج دیا　　علم کے بھی بہا دیے دریا
شہر کو مانی بہشت کیا　　سال پچیسواں جو ختم ہوا
جشن سیمین شاہ عثماں ہے

جس طرف میں نے آنکھ اٹھا دیکھا　　اُس طرف عیش ہی نظر آیا
نہیں ہندوستاں یہ حصر اس کا　　سارے عالم میں ہے یہی چرچا
جشن سیمین شاہ عثماں ہے

ہے کہیں ساقی پری تمثال　　مہ جبین شوخ چشم حور جمال
مطرب اپنا دکھا رہے ہیں کمال　　گا کے یہ مصرع مبارک فال
جشن سیمین شاہ عثماں ہے

ایسے ساقی کہاں تھے اُس کے گھر
مطرب خوش نوا و رامشگر
روشنی برق کی تھی گھر گھر پہ
جشن جمشید سے کہیں بڑھ کر
جشن سیمیں شاہ عثماں ہے

علیق - الحاج محمد عبدالحی صاحب سابق منتظم پولیس

رشک گلزار ہر بیاباں ہے　　جشن سیمین شاہ عثماں ہے
وقت کا اپنے وہ سلیماں ہے　　خلق خوان کرم یہ مہماں ہے
جشن کا ایسا ساز و ساماں ہے　　دل جمشید میں بھی ارماں ہے
کوئی ہندو ہے یا مسلماں ہے　　شاہ کے فیض کا ثنا خواں ہے
شاہ کے مدح کے کھلے ہیں گل　　صفحہ قرطاس کا گلستاں ہے
ہے کلام الملوک سے ظاہر　　شاعر بے بدل سخنداں ہے
رشک شہر ہو گئی اُس سے　　وہ آرائش اس کا فرماں ہے
نہریں - ساگر - عمارتیں - سڑکیں　　خلق پر شاہ کا یہ احساں ہے
مدرسے - مسجدیں - شفا خانے　　فیض سرکار کا نمایاں ہے
عدل و انصاف کا زمانہ ہے　　اُس کے قبضہ میں بحر میزاں ہے
معجزہ تھا جو اک زمانے کا　　آج مسرور اور شاداں ہے
اُس کے صدقے میں سب رہا ہونگے　　شادماں آج سارا زنداں ہے
ایسا اوج ہے شاہ کا اقبال　　کہ سکندر بھی جس سے حیراں ہے
ہند میں - مصر میں - عرب میں غرض　　ہر جگہ شاہ کا ثنا خواں ہے
حکم حق نے دیا اطاعت کا　　اُس کی تعمیل دین و ایماں ہے
شاہ کے سر پہ ظل باری ہے　　تاج رحمت ہے چتر قرآں ہے
اے علیق آرزو بر آئی ہے　　جشن سیمین شاہ عثماں ہے

فروغ - سید اختر علیصاحب

آج وہ شان شاہ عثماں ہے　　تخت جمشید جس کا درباں ہے
صبح محشر ہے مہر تاباں ہے
بے نقاب آج روئے جاناں ہے
پھر بہار آئی پھر ہوئی وحشت
پھر مرا تار تار داماں ہے

لٹنے والا ہے کارواں صبط
لب پہ آلے کو راز پنہاں ہے

گم ہوئی ہے بصارت یعقوب
دور آنکھوں سے ماہ کنعاں ہے

بہتا ہے دیکھو علم کا دریا
سب دکن علم سے درخشاں ہے

ادنیٰ اعلیٰ سپاہی اور افسر
شہ کے خوان کرم پہ مہماں ہے

یا تو آہ ہے انکے آنکی — یا صدائے شکست پیماں ہے
عمر ہم سے تو کی سفر میں تمام — دور اب تک بھی کوئے جاناں ہے
ہے یہ وسعت نظر میں وحشی کی — دل کا جو ذرہ ہے بیاباں ہے
خاک میں بھی ملانے والوں سکا — میرے سر پر فروغ احساں ہے

فوق۔ میر دُر علیخاں برادر زادہ نواب کرم الدولہ بہادر

جشن سیمین شاہ عثماں ہے — جس کو دیکھو وہ شاد و فرحاں ہے
تم میں بیتاب کیوں مرے جاں ہے — کون سا درد اس میں پنہاں ہے
آدمیت نہ ہو جو انساں میں — آدمی وہ نہیں ہے حیواں ہے
میرے شہ کو بہ ارزل جائے — یہ دعا میری حق سے ہر آں ہے
لاکھوں چاہت میں آکی ڈوب گئے — وہ تمھارا چہ زنخداں ہے

دہن زخم مسکراتے ہیں — ایسا چھیکا ترا نمکداں ہے
جنس سستی ہے کچھ گراں نہیں یہ — دل مرا آپ لے لیں ارزاں ہے
کب تلک جھوٹے وصل کے وعدے — رات دن بس یہی نہیں ہاں ہے
شیشہ دل مرا نہ توڑو تم — اس میں پنہاں تمھارا ارماں ہے
دیکھئے کس پہ گرتی ہے بجلی — آج وہ گل چمن میں خنداں ہے
اگر انصاف سے کوئی دیکھے — میرا اک ایک شعر دیواں ہے
تم نے انگشتری جسے دی تھی — آج وہ ثانی سلیماں ہے
دل دیا اس کو تو نے کیوں اے فوق — اے خدا ہی ترا نگہباں ہے

منظور۔ سید شہاب الدین صاحب قاضی تعلقہ مانوی

جشن سیمیں نہ کیوں منائیں ہم — شاہ عثماں دکن کا سلطاں ہے
آج پچیس سال حکومت کا — جشن سیمین شاہ عثماں ہے

واصفی۔ مولوی سید عبد الصمد صاحب حیدرآبادی

اس خوشی سے ہر ایک شاداں ہے — جشن سیمین شاہ عثماں ہے
تاجدار دکن وہ سلطاں ہے — بادشاہی بھی جس پہ نازاں ہے
عدل و انصاف سے نمایاں ہے — عہد عثماں بھی عہد عثمانؓ ہے
جوش ہے کچھ نشاط کا ایسا — ایک اک گل چمن میں خنداں ہے
بلبلیں باغ میں ہے نغمہ سرا — شادمانی کا خوب ساماں ہے
وہ کھلے گل دکن میں عشرت کے — چشم نرگس بھی جس سے حیراں ہے
قدم شہ سے ہے وہ سرسبزی — دکن اب غیرت گلستاں ہے
شہ کے ابر کرم کا ہے یہ اثر — در مقصد سے پُر جو داماں ہے
اللہ اللہ رے شہ کا بذل و نوال — اک جہاں زیر بار احساں ہے

نہیں کچھ فرق کافر و مومن — کرم شاہ سب پہ یکساں ہے
عہد شہ میں سکون ہے ایسا — چین کے ساتھ ہر ایک انساں ہے
علم و فضل و کمال میں یکتا — شاہ عثماں سا کوئی سلطاں ہے
کیوں نہ سایہ ہو اس کا عالم پر — شاہ وہ شہ جو ظل سبحاں ہے
شہ کے قبضے میں ہے جہاں گویا — ہاتھ میں خاتم سلیماں ہے
کیا مُر کے دست شاہ وقت نبرد — روبرو بار و ئے شاہ مرداں ہے
وقت غیظ و غضب بھی گر دیکھو — کرم و لطف شہ فراواں ہے
رشک فردوسی و نظامی ہے — شاہ عثماں سا کب سخنداں ہے
یہ اولی الامر ہے ہوا ظاہر — کہ اطاعت ہو شہ کی فرماں ہے
شاہ عثماں کا ہے جواب کہاں — بے نظیر و عدیل سلطاں ہے
رفعت چرخ جس کے آگے پست — شاہ کا وہ بلند ایواں ہے

دور رحمت سے شاہ عثماں کے
بن گیا شہر ماہ تاباں ہے

ہے رعایا دکن کی سب خوشحال
ہر جگہ دیکھو امن و اماں ہے

ہے دکن میں وہ ماہی اخلاص
دوست ہندو کا بھی مسلماں ہے
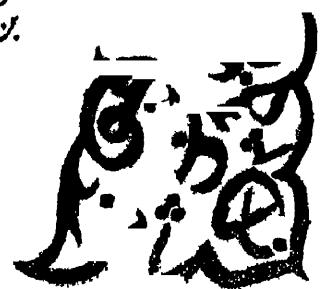
چشم بد سے عدو کی کیا ہوگا
جب خدا شاہ کا نگہباں ہے

ماجد السلطنت دکن کی رہے — مرتبہ شہ کا کیا بیاں کیجے
یہی اک مامن غریباں ہے — حسب اولی الامر حکم قرآں ہے
جسے کہتے ہیں حشمت میں لوگ — شاد رکھے تو کو داورِ محشر
وہ حکومت کا ایک عنواں ہے — کیونکہ ہر قوم اس سے شاداں ہے
وہ رہے یا صدا قیامت تک — حویلی کا یہ جس کی ساماں ہے
اے وفا حق اسے کرے پورا — جو عدو دکن کا ارماں ہے
سارا عالم ہے شاہ کا مداح — واصفی ایک کیا ثنا خواں ہے

وفا۔ مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب

اوج اقبال سے یہ قرباں ہے — شاہ عثماں یہ فضل یزداں ہے
جا کے کیا کہہ گئی نسیم سحر — غنچے غنچہ خوشی سے خنداں ہے
یوں شجر جھومتے ہیں صحرا میں — یہ گماں ہے کہ بزم رنداں ہے
بلبلوں کے کہیں ترانے ہیں — کہیں طاؤس دل سے رقصاں ہے
قمریوں سے بیان سبز حق — سرو بُن کر خوشی سے شاداں ہے
اس ادا سے چمن میں آئی نسیم — حسن ادا پر ادا بھی قرباں ہے
شب نے پہنا ہے خلعتِ نوروز — رنگ لیل و بہار یکساں ہے
دیکھ کر ذرہ ہائے ملکِ دکن — آفتابِ فلک پشیماں ہے
ارضِ عالم کا دیکھ کر عالم — محوِ حیرت دماغ رضواں ہے
مہر تو اور دعوے شاہی — یہ جنوں ہے تجھے کہ خفقاں ہے

وفا۔ حاجی میر ولایت علی صاحب وکیل

مہر شہا ہے فضلِ یزداں ہے — جشن سیمیں شاہِ عثماں ہے
چین سے زندگی گذرتی ہے — سب پہ شاہ دکن کا احساں ہے
ہوئے کسریٰ بھی شرم سے نادم — آج تو وہ عدیل سلطاں ہے
تو سخی پر فقیر دامن تنگ — جود و بخشش سے خلق حیراں ہے
تیرے جود و عطا کے بدلے میں — جان و دل تجھ پہ بدر و قرباں ہے
تو اگر شاد ہے تو حق بھی شاد — پیروی تیری حکم قرآں ہے
تو ہے ہمدرد قوم کا صادق — تجھ سے مسلم کی زینت و شاں ہے
آج سے شرق سے لیکے مغرب تک — جشن پر ذرہ ذرہ شاداں ہے
تجھ کو دشمن سے خوف ہی کیوں ہو — حق تعالیٰ ترا نگہباں ہے

اک نظر ہو وفا پہ بھی عثماں
دامن آلودہ گیر عصیاں ہے

تضمین بر کلام الملوک ملوک الکلام حضور پر نور
اعلیٰحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی
از مولوی محمد سیف اللہ صاحب کمدانی متعلق فوج نظم جمعیت

شہر مہر تاجدار ابن زمن عظمت نشان باشی
با اقبال و حشم ہمصورت صاحبقراں باشی
باوج مرتبت تاج سلاطین زماں باشی
الٰہی تا جہاں باشد شہنشاہ جہاں باشی
حمایت جہرباں و تو بعالم مہرباں باشی

قطعۂ تاریخ

از محمد اصغر صاحب صدیقی انجلاؔ خوشنویس محکمۂ دار الضرب سرکار عالی

کیا بہار جاں فزا آئی بفصل ذوالمنن — رونقِ خلد بریں اب بن گیا باغِ دکن
کہدیا ہجری میں یوں انجلا نے سال تہنیت — ہو مبارک جشن سلور جوبلی شاہ دکن

۱۳۵۴

حسینِ بوستاں دارم فدائیم نمک خوارم
فدا بر تو شدم بس آرزوی دل ہمیں دارم
بچشم حق نگر در جلوہ گاہت محو انوارم
نفس تا رہین آرم دعا کردن بود کارم
ہمیں ورد زباں دارم کہ دائم حکمراں باشی
بود تا رام عشرت لطف افزا سینہ ار قلقل
شود در قلب تا ہنگامہ آرا ذوق کیف ل
بجوشِ عیش تا باشد مستاں محو شور و غل
کند تا زمزمہ بلبل خورد تا پیچ و خم سنبل
دمد تا حصہ جوش گل بہار بوستاں باشی

ہوا خواہ صفائی دہر تا باشد صفا داران
بود تا ہم آواز لطف دلبر سنبل ریحان
کند تا نازہ نرگس یاد چشم نرگس فتان
دمد تا سنبل و ریحان بود تا سرو در بستاں
ساغ دہرائے سلطاں بہار بیکراں باشی
نگر شہ گوید باین تصدیق ایماں آصف سابع
اولی الامر است بر ذات تو برہاں آصف سابع
درو بیت نور حق ہر سو نمایاں آصف سابع
نظام الملک عثماں علی خاں آصف سابع
سراج دین اسلامی امیر مومناں باشی

امجد - مولوی محمد اصغر صاحب صدیقی خوشنویس محکمہ دارالضرب سرکار عالی

خدا سے عرض یہ کرتے ہیں شیخ و شاب دکن ۔ رہے مدام درخشندہ آفتاب دکن
بہار آئی ہے بھر بھر کے جام دے ساقی ۔ حلال آج ہے زاہد کو بھی شراب دکن
ہوا ہے آصف سابع سے وہ شرف حاصل ۔ کہ تشت جبت میں نہیں ہے کہیں جواب دکن
ہے یاسمن کی بہار آج جشن سیمیں میں ۔ تو گولڈن میں کھلے اور بھی گلاب دکن
وہ دیکھتے ہیں یہاں آ کے جلوۂ عثماں ۔ کہ خوش نصیب ہی ہوتے ہیں باریاب دکن
خوشی کا اور بندھا فرق شاہ پہ سہرا ۔ مزار آ کے ہوا ہے جو ہر کا ب دکن
جو دل گرفتہ مصیبتیں ہوا زمانے میں ۔ صدا یہ آئی کشادہ ہے آج باب دکن
ہے عام آج زمانے میں لطف طبل خدا ۔ ہر ایک سر پہ ہے سایۂ فگن سحاب دکن
کبھی تو جھوم کے پڑھتے تھے شعرائے امجد ۔ ملی تھی میر و ولی کو تراب باب دکن

احمد - مولوی سید احمد صاحب ظہیر آبادی تلمیذ حضرت رعد

فزوں ہے اور ممالک سے آب و تاب دکن ۔ کہ شاہ آصف ہفتم ہیں آفتاب دکن
فزوں ہو عمر مبارک یہ جشن سیمیں ہو ۔ بجان و دل ہے یہی عرض شیخ و شاب دکن
یہ سلطنت یہ حکومت یہ شاہ عثماں ہوں ۔ رہے الٰہی ابد تک یہی مآب دکن
گناہ بد سے ہے محفوظ نام حیدرؑ سے ۔ ترقیوں پہ ہے ہر روز دست شباب دکن
رفاہ عام تمدن میں مال و دولت میں ۔ نہیں ہے ملک کوئی دوسرا جواب دکن
دکن میں علم و ہنر کا ہے موجزن دریا ۔ نظر میں اہل نظر کے ہے انتخاب دکن
سمار جود و سخا کا ہے گنج بے پایاں ۔ سمجھ میں آئے کسی کے یہ کچھ حساب دکن
وزیر شاد تو شاداں ہے شاد ہے سلطاں ۔ کہ متحد ہے زمانے میں انتخاب دکن
محل عدالت کسریٰ و جود نام ہے ۔ ثنائے شاہ ہے دیباچۂ کتاب دکن
بہار باغ جہاں دیکھ بلبل شیدا ۔ تمام پھولوں میں ہے سرخرو گلاب دکن
نگاہ مہر سے ذرہ ہوا آفتاب احمد ۔ سیاہ بخت ہے وہ جس پہ ہو عتاب دکن

خاطر - راجہ سورج نارائن صاحب

شہ دکن کا ہے تابی نہ ہے حوادث کس ۔ حضور آصف ہفتم ہیں آفتاب دکن
یہ میمنت نے بڑھائی ہے آب و تاب دکن ۔ کہ آج روئے زمیں پر نہیں جواب دکن
خدا کے فضل سے بڑھتی ہی جائیگی رونق ۔ ہوگا مائل پیری کبھی شباب دکن

جہاں بھر میں تو اس کا نہیں کوئی ثانی
اگر ہے کوئی تو فردوس ہے جواب دکن

یہاں کی ذرہ نوازی یہ ہے قدر افزا
کبھی غروب نہیں ہوگا آفتاب دکن

ہے ملک رو کش فردوس رشک باغ ارم
ہے لاجواب جہاں بخت لاجواب دکن

ولی عہد رہیں اور آصف سابع
وہ ماہتاب دکن ہیں یہ آفتاب دکن

شہ دکن کے سخا و کرم کا کیا کہنا — کہ قطرہ قطرہ ہے اُس کا دُرِ خوش آب دکن

وہ کون ہے جو نہیں اس کا بندۂ احساں — فرنگ و ہند و عرب تک ہیں فیضیاب دکن

یہ جشن جوبلی سرکار شاہ جملی ہے — یہ کیسے جو تماشا ہوں شیخ و شاب دکن

میاں جشن یہاں تک ہوا ہے جوش نشاط — کہ اُبلی پڑتی ہے شیشے سے جو شراب دکن

کلام اس میں ذرا بھی نہیں ہے اے خاطر — حضور آصف ہفتم ہیں آفتاب دکن

ذرہ۔ مولوی دلدار علی صاحب

حضور آصف سابع ہیں آفتاب دکن — ضیائے نور سے جن کی ہے آب و تاب دکن

جہاں یہ سایہ فگن رہتے ہیں نہیل دہاں — جہاں کو کرتے ہیں گلزار یہ سحاب دکن

عرب ہو یا کہ عجم، ترک ہو کہ لندن ہو — وہ کون ہے کہ نہیں آج فیضیاب دکن

کرم کی دھوم جہاں میں عطا کی شہرت ہے — جہاں کا تیغ جود و سخا ہے باب دکن

رہے ترقی یہ ہر لحظہ دولت و اقبال — الٰہی اوج یہ ہر دم رہے شباب دکن

کرم میں علم میں دولت میں اور حکومت میں — نہیں ہے آج جہاں میں کوئی جواب دکن

دور خوشی مسرت سے جشن سیمیں کے — ہیں شاد شاد ہر اک آج شیخ و شاب دکن

فلک پہ جب تلک یہ مہ و اختر ضو فشاں جیتا تک — رہے الٰہی ضیا پاش آفتاب دکن

شاب۔ حاجی احمد علی صاحب (پربھنی)

جہاں میں کوئی نہیں آج فیضیاب دکن — برس رہا ہے سمندر یہ بھی سحاب دکن

خیال خلد کا آتا نہیں دکن میں کبھی — نظر پڑے گی مگر خلد میں بھی جواب دکن

کہیں نہیں ہے سلاطین میں مثالِ حضور — نہیں ہے سلطنتوں میں کہیں جواب دکن

نزول رحمت باری کے واسطے پہلے — ہوا ہے سارے زمانہ میں انتخاب دکن

غلام آصف سابع کا رشکِ حاتم ہے — ہے فرد فیض رسانی میں فیضیاب دکن

ہیں لعل آصف سابع کے شاہزادے سب — جہاں میں شاک میں کیوں نہ ہو خطاب دکن

حال یہ نار جو امان خلد کو ہے اگر
ہے مجھ کو ناز دکن پر کہ ہوں میں شاب دکن

شہید۔ مولوی سید عابد حسینی صاحب

ہے رشک گہ ہر شہوار آب تاب دکن
حضور آصف ہفتم ہیں آفتاب دکن

ہے روشناس جہاں جو ہے روشناس رہیں — ہے افتخار جہاں جو ہیں باریاب دکن

ہیں آپ ملک کے سلطان اور شاہ علوم — یہ شہر علم ہو پھر کس لئے خطاب دکن

ہیں شاہ منبع جود و نوال و بخشش و فیض — ہے فیض عام میں سب ہے جو فیضیاب دکن

ہر ایک ملک میں ہے اس کے فیض کا چرچا — امیدوار زمانہ ہے کامیاب دکن

سخا و جود سے ہیں شاہ بحر ہفت اقلیم — دعائے دولت و اقبال مستجاب دکن

شہ دکن کو ہو عمر خضر نصیب شتہیل — اسی طرح ہو درخشاں یہ آفتاب دکن

عبرت۔ مولوی محمد عبدالرسول صاحب صدیقی حیدرآبادی

ہمارے شاہ ہیں بے شبہ آفتاب دکن — جس آفتاب سے روشن ہے ماہتاب دکن

مثال مہ ہے ہر ذرۂ سراب دکن — حضور آصف ہفتم ہیں آفتاب دکن

کہاں سے لائیگا لے چرخ آفتاب دکن — مقابلہ کی ہوس ہے تو لا جواب دکن

خدا دراز کرے عمر شاہ عثماں کی — اور اُس کے فیض سے قائم رہے شباب دکن

دراز عمر ہو اولاد شاہ کی یا رب — ریاض دہر میں یہ گل ہیں انتخاب دکن

ہرا بھرا رہے پھولا پھلا رہے یہ چمن — بہار پر رہے یارب یونہی شباب دکن

جہاں میں اور ممالک بھی ہیں بہت آباد — مگر ملے گا نہ اُن میں کوئی جواب دکن

ترائیں جان نہ کیوں شہ کی جان نثاری میں — نصیب اپنا ہے ہم خوار ہم نواب دکن

رہیں گے سایۂ عثماں میں چین سے عبرت — ہمارے حصہ میں جب تک ہے انتخاب دکن

موجد۔ مولوی محمد حسین صاحب متوررقم

عروج پر نہ ہو کیوں مطلع شباب دکن — حضور آصف سابع ہیں آفتاب دکن

شہ دکن کے ہیں دلبند و فرزند — وہ آفتاب دکن ہیں یہ ماہتاب دکن

بجا ہے اس کو عروس البلاد ہم لکھیں — جہان میں نہیں ملتا کہیں جواب دکن

فقیر کا بھی یہاں کے قول ایسا ہے — جو دیکھے اجنبی کہہ دے کہ ہے نواب دکن

جسے ہو فکر معیشت وطن کو چھوڑتا ہے — وہ آکے دل میں کہتا ہے انتخاب دکن

یہاں جو رہ کے وطن میں چلے گئے اپنے
ہمیشہ دیکھتے ہیں بس وہی تو خواب دکن

نہ دیکھیے کیوں فلک پیر جھک کے اے موجد
جہاں میں دینے کے قابل ہے انتساب دکن

ازل۔ مولوی حافظ محمد اسمٰعیل شریف صاحب مدرس

الہی تا بہ ابد باد آب و تاب دکن | بدل بہ شیب ہر گز دگر شباب دکن
بزیر ظل عنایات شاہ عثمان است | کجا بہ عرصہ عالم بود جواب دکن
دریں زمانہ مسعود بس ہمیں است | بود سرور فراواں بہ شیخ و شاب دکن
سزد کہ غازۂ رخسار حوری گردد | تبرک است برائے جہاں تراب دکن
طواف ملک دکن می کند صاحب عقل | بہ ہر سمت جذب طرفہ انجذاب دکن
ہر آنکہ صاحب علم و ہنر بود مبید | ہمیشہ در شب و در روز بسکہ خواب دکن
بچار سو بہ بود چوں ازل درخشندہ | نظام آصف ما ہست آفتاب دکن

اسماعیل حکیم محمد اسماعیل صاحب دھارواری۔

بیا بیا و بدہ ساقیا شراب کہن | کہ تازہ نغمہ سرایند شیخ و شاب دکن
خوشا خوشا کہ دریں عہد آصف سابع | دکن برائے اماں است از سحاب مشق
عیش و عشرت اشت کہ حسن ہمیں است
صبا بدعوی سبقت ز مشکناب مشق
علو بہ حرم آصف بہ حسن خلقی
گذشت از سر شاہاں انتخاب زمن

بصیت دولت و اقبال تو جہاں مملو | مطیع تیر زبان است بے خطاب دکن
دور علم و ہنر یافت اصول امدادی | رواج دادی تو اے غرہ آفتاب دکن
تشکر ستۂ عثماں شعار اسماعیل | دگر بہ کیستم و کجے مراست باب سخن

حشمت۔ محمد حبیب علیخاں صاحب حیدرآبادی

مرور شاہ کہ شد لیست و پنج باب دکن | بہ آب زر بنوشتند در کتاب دکن
فروغ دور شہ ما سیں کہ می نگرد | فلک تجسیم مہر و مہر آب و تاب دکن
جہاں پناہ و جلال آب ذرہ نواز | نظام آصف ما ہست آفتاب دکن
بعدل و داد چناں سکندر جہاں ثانی | خطیب دہر بہ منبر کند خطاب دکن
دلیل دعوی اولو الامر و معدلت گستر | حدیث ظل خدا مالک الرقاب دکن
زہے سیاست و آئین عدل عثمانی | کہ گرگ و میش بہم میخورند آب دکن
عطا و جود تو عثماں محیط عالم شد | کہ ساکناں جہاں گشتہ فیضیاب دکن
بروم و شام و عراق و عرب کند سیراب
ملطف شاہ گہر بار ستہ سحاب دکن
بہ اتحاد بہم اہل ملک مربوط اند
بہ بزم شیخ بر ہمن خورد شراب دکن

مرتبہ محمد فاضل

آزاد۔ سید محمد حسین صاحب (حیدرآبادی)

شادی و خرمی فراوان است | جشن سیمین و عید قرباں است
گشت ملک دکن مثال حسین | گل عیش و طرب بداماں است
جامعہ را بنا نہاد کدام؟ | علم و فن را کدام سلطاں است
نام نامی و اسم سامیش | شاہ عثمان و شاہ دیشاں است
شد ترقی بہ شعبہائے ہمہ | جذاد در شاہ عثماں است
گر و ترسا مطیع و مسارکش | طاعتش فرض بر مسلماں است
پادشاہاں بہ ملک می نازند | ملک بر پادشاہ نازاں است
گشت ایں جا ترقی اردو | مدرکن ہر کسے زباں داں است
مہر اقبال ست درخشاں باد | تا درخشندہ مہر تاباں است
جشن زریں شاہ عثمان باد | ایں تمنائے خیر خواہاں است
چہ کمی فکر؟ بہ سرت آزاد | سایہ افگن چو ظل سبحاں است

اے رہے عہد تابناک دکن | ہمسر نیّر درخشاں است
اے رہے جود آصف سابع | ہفت اقلیم زیر فرماں است
نازش نسل دودمان شہی | شاہ عثمان فخر شاہاں است
شہریار علوم یافت لقب | مصدر علم و فضل و عرفاں است
صیت جودش صلائے عام دہد | یک جہاں زیر بار احساں است
ایکہ شان شہی تو شایاں | تاجدار جلیل و ذی شاں است
من اگر مدح میکنم شہ ماست | ایکہ جملہ جہاں ثنا خواں است
شاہ و شہزادگان والا شاں | اختر و ماہ و مہر تاباں است
قرۃ العین حضرت اعظم | دُرّۃ التاج شاہ عثمان است
شد معظم علی مکرم جاہ | نام او برکت علیخاں است
عمر و اقبال و جاہ و حشمت ما | شاہ حیدر کہ نگہباں است
در جہاں باشش زیر ظل خدا | شامل حال فضل یزداں است
دعوئے روزی کند شب تار
جشن سیمیں شاہ عثمان است

حشمت۔ محمد حبیب علیخاں (حیدرآبادی)

ذرہ ہائے دکن کہ تاباں است
پرتو مہر ظل سبحاں است
لمعۂ نور و لمعۂ انوار
کوشک کاخ و قصر و ایوان است

جوشش انبساط بلبل و گل | مرترقی ملک دولت خویش
دور مینائے راح و ریحان است | شاہ جمشید جاہ نازان است
ہمچو حشمت انبساط تمام | مصرع سال جشن گفت ملک
بلبل جوشش نوا غزلخوان است | جشن سیمیں بدور عثمان است

دیدنم باد جوبلی زرّیں ۱۳۵۴ | این دعا در تقید ہر آں است

رشید - رشید صاحب

حمد او قت شکر یزداں است | اے خوشا شاہ شاد سلطاں است
کیست سلطان بتہ دکن عثماں | ہستی او ملک شایان است
از طفیل شہ زمین و زماں | سایۂ حق بہ فرق عثماں است
ہمتے مراورا بہ ہر مشکل | شاہ مرداں بتہ تہیاں است
صدق و عدل و عطا و ہمت او | جوگر توئے چار یاراں است
حفظ ایں ملک را دعا گویاں | نقشبنداں و دستگیران است
ہمہ خواجگان گیسو دراز | عمر شہ را درار خواہاں است
شور شادیست این زماں ہر جا | جشن سیمیں شاہ عثمان است
در دکن موسم بہار آمد | بلبلاں در چمن غزلخواں است
قمریاں مدح شاہ را بہ چمن | بر سر سرو سجع سحاں است
از مسرت بہ مرغزار دکن | جوش نو طوطیان و مرغاں است
نرگسان چمن بہ سیمیں جشن | حیرت انگیز و دیدہ داران است
بر سر شاہ ما مبارک باد | مہوشان سیم و زر فشاں است
کرد بیگانہ را یگانہ خود | جوئے جوے مدایت عثماں است
در علوم و فنون و شعر و سخن | ہستی شاہ ما بجہد ... است
نام اندر رکاب داراں تہم | ابلق تند جوئے دوراں است
پیش داب شہم سنرد گفتن | زال جوش رستم و نریماں است
در قلمرو بپئے نظام دکن | ہیبت شہ چو شیر غراں است
اے ہر آں آرزو کہ داشت بدل | دیدہ یا غشی بدست و داماں است
حصیم شہ جوار دوست حرم وشاد | دو نتیجہ بدور عثمان است

علی - سید غلام علیشاہ صاحب حیدرآبادی

آں مسرت کہ راحت جاں است | جشن سیمیں شاہ عثمان است
حیدر آباد را کہ سلطاں است | منصف و عادل و مہرباں است
لست و بیچیالہ جوبلی مسعود | میمنت جشن شاہ عثماں است
دی جشن مملکت شاہا | شد مبارک دوام ہر آں است
آں مسرت رود اندر گوشش | ہمہ اقوام شاد و خنداں است
چہ صفت گویمت شہ عثماں | بیٔ ما رحمت خدا آں است
زانکہ ما نام تست نام علی | ہمہ عالم علی ثنا خواں است

فرخ - آقائے فرخ شیرازی مدرس مدرسہ فوقانیہ عثمانیہ دارالعلوم

درد کن موسم بہاراں است | کہ در و دشت رشک بستاں است
یا عیاں گشتہ ماہ فروردیں | کہ جہاں پُر ز روح و ریحاں است
یا در خلد در دکن شد باز | کہ دکن ہمچو باغ رضواں است
یا کہ جنت شدہ عیاں بہ دکن | کہ دکن سر بسر گلستاں است
یا کہ جشن سعید شاہ بپاست | کہ زمین و زماں درخشاں است
جشن سیمیں شہر یار دکن | جلوہ افزائے باغ و بستاں است
از چنیں جشن رونق افروزی | در عجب عقل حور و غلماں است
یوسف گل کنوں بہ باغ دکن | پیرہن چاک تا گریباں است
ملک از بہر دیدن ایں جشن | متحیر بہ غبغب کیواں است
از برائے نثار تارک شہ | مہر از آسماں زر افشاں است
اندریں جشن جملہ خلق دکن | گل امید شاں بداماں است
سر ہمہ و صف آصف سابع | دکن امروز معدن علم است
ہفت اقلیم آفریں خواں است | شاہ علمش یگانہ سلطاں است
در تدابیر سلطنت ثانی | از عنایات بادشاہ علوم
حکمت آموز شہریاراں است | حیدرآباد رشک یوناں است

جد ازیں شہ فرشتہ خصال　　ہر سر خلق فضل یزدان است

کہ ز اخلاق فخر شاہان است　　شاہ ایشان کہ شاہ عثمان است

شاہ جمجاہ حضرت عثمان　　ذات عثمان کہ ظل سبحان است

آنکہ چرخش مطیع فرمان است　　سایہ افگن کہ بر سر شان است

دانکہ امروز در ہمہ عالم　　فخر جمعیت مسلمان است

واں عدیوی کہ گاہ بخشش او　　حاتم و معن مات و حیران است

بادشاہی کہ پیش رفعت او　　سر خم از شرم چرخ کیوان است

این عجب بین کہ نزد آصف ما　　در حشم مات صد سلیمان است

ماند باد زندۂ جاوید　　زانکہ در جسم ملک و جان است

الٰہی تو شاد مانش دار　　کہ روی قلب خلق شادان است

ہمچنانیکہ این شہ ذیجاہ　　حامی شرع و دین قرآن است

حامیش ہست سرور عالم　　حافظش ذات پاک سبحان است

شاہ بادا مدام شاہنشاہ　　تا بپا آسمان کیہان است

از رہ صدق فتح شیراز　　شاہ را روز و شب ثنا خوان است

مجید - عبدالمجید صاحب فاروقی مددگار دار العلوم

ہر گل تازہ رو کہ خندان است　　یک گلستان صد بہاران است

دل و جانم فدائے سلطان است　　الفت شاہ دین و ایمان است

در چمن زار ہر کہ شادان است　　دل بلبل کہ گل بدامان است

موج باد نسیم جان پرور　　از گلستان شاہ عثمان است

آفتاب است آصف سابع　　عدل و انصاف برج میزان است

نظر کیمیا اثر عجب است　　شہ شود ہر کہ در غلامان است

روح نوشیروان ہمی گوید　　دور انصاف دور عثمان است

شد امیر و وزیر مانند میر　　ہر کہ در حلقہ غلامان است

چون نہ گردی شہا شہ شاہان　　کہ پناہ تو شاہ مردان است

ہر کہ بر خندہ ہائے گل خندد　　بلبل خوش نوا خوش الحان است

دست شاہا بگیر و بر افراز　　کہ مجید از یکے غلامان است

واثق - محمد حامد علیصاحب

حری در جہان فراوان است　　جشن سیمین شاہ عثمان است

ریر وستان بعہد او خوشدل　　کشور دل بزیر فرمان است

ہر کرم ہائے پادشاہ علوم　　حال مردم نثار و قربان است

در زمان خلافتش بینم　　روی ملک دکن گلستان است

روی صحرا ہمہ منازل شد　　جائے ویران ہمہ خیابان است

ہر دکن بیر و بر ہمہ عالم　　فیض گستر چو ابر باران است

از عنایات بے بہا یاتش　　ملک آباد و خلق شادان است

حق مہربان بسہر او ہست　　ہر سر خلق او مہربان است

اندرین دور بے کتاب ملک دکن　　موج کافر و مسلمان است

آنکہ در عہد معدلت مہدش　　مورد رحمت سلطان است

در سخن گوئی بلبل شیراز　　یا گوئی سلیم ہمدان است

در بلاغت فرید و لاثانی　　در فصاحت مثیل سحبان است

نور علمش کہ بر جہان تابد　　ہمسر آفتاب تابان است

مختصر این کہ بادشاہ دکن　　یک ملائک صفات انسان است

کمترین واثق ثنا خوانش　　بندۂ بارگاہ سلطان است

ہاتف - میرزا محمد جعفر علیصاحب

جشن سیمین شاہ عثمان است　　نغمہ زن بلبل گلستان است

می وزد شادمان نسیم سحر　　باغبان در چمن گل افشان است

بر کشا ملکیان شاخ گلے　　خندہ زن غنچہ گلستان است

چشم بد دور آصف سابع　　در سلاطین کہ شاہ ذیشان است

رفعت شاہ خسرو ذیجاہ　　برتر از تیر و درخشان است

تاجدار دکن نظام الملک　　در دل و جان ہر مسلمان است

حشمت او چو حشمت دارا　　چون سکندر بشوکت و شان است

در تدبر حکیم افلاطون　　در ذکا بو علی لقمان است

چوں بگیرد خراج ہفت اقلیم ۔۔۔ درکفش خاتم سلیمان است
چشمۂ فیض او حیات افزا ۔۔۔ تشنگاں را چو آبِ حیوان است

سال سیمیں شاہ عثمانی ۔۔۔ "در نظر" چوں ہلال نمایاں است
۱۳۵۴
یک صد و بیست سال عمرش باد ۔۔۔ ایں دعا ہاتف از دل و جان است

صورتش می برد ز دل غمہا ۔۔۔ سیرتش سیرتِ کریمان است
شاہ عثمان کریم ابن کریم ۔۔۔ منبعِ فیض و جود و احسان است
دل ہمی گویدم کہ بہر شہم ۔۔۔ ہر مجسٹی خطاب شایان است
از سر لطف ایزد منان ۔۔۔ حیدرآباد چوں گلستان است
آفتاب دکن نظام الملک ۔۔۔ میر عثماں علی خاقان است
"مسند آرا امام ضامن" کرد ۔۔۔ سال تاریخ دور عثمان است
۱۳۲۹
گفتہ ام سال جشن سیمیں ۔۔۔ کہ ز آئین ہوشمندان است
ہیچ در ہیچ در شمار آمد ۔۔۔ یعنی حافظ و نگہبان است
در رہِ جشنِ تاجدار دکن ۔۔۔ "حیدرآباد گوہر افشاں است"
۱۳۵۴

بر سرش باد سایۂ احمد ۔۔۔ کو شہنشاہ انس و الجان است
حب شاہ نجف و ہر دستش ۔۔۔ کہ ید اللہ و شیر یزدان است
ہمرہش ہشت و چار باشد و بس ۔۔۔ سہل دشوار و مشکل آساں است
جشن زریں او بہ ہیند خلق ۔۔۔ جو اہلش ز بارگاہ یزدان است
شاد بادا ہمیشہ اعظم جاہ ۔۔۔ ہم معظم کہ نور چشماں است
ضامنِ او و آل و اولادش ۔۔۔ در جہان چوں شہ خراسان است
ماہ ذی الحجہ می دہد تعطیل
۱۳ ۔ ۵۴
کہ ہم جشن و عید قربان است

نظم

ارجناب علام لیسین خاں صاحب قائم خوانی جمعدار نظم | جمعیت سرکار عالی

تم خسرو ذیشاں ہو تم سرور شاہاں ہو ۔۔۔ عثمان علیخاں ہو اسلام کے سلطاں ہو
جو آپ کے در آئے کیوں کر نہ عطا پائے ۔۔۔ ہر درد کے درماں ہو اسلام کے سلطاں ہو
ہے اس دامن محفوظ مخلوق ہے سب محفوظ ۔۔۔ عالم کے نگہباں ہو اسلام کے سلطاں ہو
محکوم ہے سب عالم تابع ہے بنی آدم ۔۔۔ تم رشک سلیماں ہو اسلام کے سلطاں ہو
با وصف زلیخائی مخلوق ہے شیدائی ۔۔۔ تم یوسف کنعاں ہو اسلام کے سلطاں ہو
سکہ نہ ہو نہ کیوں جاری کیوں حکم نہ ہو ۔۔۔ تم صاحب فرماں ہو اسلام کے سلطاں ہو
نادار جو آجائے زر دار وہ ہو جائے ۔۔۔ تم معدن احساں ہو اسلام کے سلطاں ہو

باتجھ ہر اک سر پر ہے ظل تہی سب پر
تم سایۂ یزداں ہو اسلام کے سلطاں ہو
کیا عہد سعادت ہے حاصل سبھی راحت ہے
تم آیۂ رحماں ہو اسلام کے سلطاں ہو
کیا وصف کرے یٰسین اے مبع ہر تحسین
ہم جسم ہیں تم جاں ہو اسلام کے سلطاں ہو

لاشے جسے لے آئی پائے وہ اماں ہیں تک
ملجاء غریباں ہو اسلام کے سلطاں ہو
ہوتے ہیں سبھی ماخیر اس حوالِ کرم سے سیر
تم نعمت یزداں ہو اسلام کے سلطاں ہو

مرتبہ محمد فاضل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلطان روم محمد المتخلص عونی

کی ایک ترکی غزل کا ترجمہ

از جناب مولوی محمد عبدالرزاق صاحب راشد مددگار معتمد قیاس سرکار عالی

بزبان ترکی

یورک مہ عید سر زلفک شب اسرا ہے — عمر کی یدبوسے لب لعلک دم عیسی
یوحسن خدای کہ حداسا کہ ور بدر — مالی جہاں ماردی تصویر کہ ہمتا
الکک قمر نیہ یوزک آئینہ مشابہ — یوبچہ کو رلہ کوردی یوحیرت معلا
شول جام کہ نوش ایشیم برم غم کدہ — برسادہ حبابے در آنک گند خضرا

عونی سنی مدح ایلدی چون طرز غزلدہ
مطلع ددی یور کہ واعرو کہ معا

ترجمۂ اُردو

رُخ روکش ہے ماہ عید کا کل ہے شب سری — ادا ہاتھ آئی موسیٰ کی لا تجھ کو دم عیسیٰ
تجھے اللہ نے دی ہے وہ زیبائی و رعنائی — کہ نقشہ خامۂ قدرت نے بھی کھینچا نہ پھر ایسا
حسین کا ہاتھ میں پرتو قمر میں مہر کا جلوا — بشر کا حسن ایسا چشم گردوں نے نہیں دیکھا
عطا ساقی نے کی رندان عالی ظرف کو جو مے — اسی کا ساغر معکوس ہے یہ گنبد خضرا

ثنا اس کے دہان و رُخ کی عونی نے جو کی راشد
معا اُس کو اِس کو مطلع نور خدا باندھا

قطعۂ تاریخ

از محمد عبد المعز خاں صاحب خواجہ (عثمانیہ)

تو انگر اور مفلس جاں نثاری میں برابر ہیں
وہ ندر دیتے ہیں ندروں میں قوم یہ اپنے دل و جاں کو
سنائے مصرع تاریخ سقوط میں اے خواجہ
مبارک جشن سیمیں شاہ عثماں علیجاں کو
۱۹۳۵ء

قطعۂ تاریخ

سید کریم الدین خاں صاحب علم مدرس

تو نے دیکھا ہے ایسا جشن کبھی
اٹھ محمد سے انجم — کہہ
پوچھے تاریخ گر کوئی اے علم
جشن سیمیں شاہ ہفتم — کہہ
۱۳۵۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصائد و مبارکبادیاں و قطعات

قصیدہ

از الحاج مولوی عبداللہ خانصاحب کامل

اے عقل ببیں صنعتِ دارائے جہاں را　　کرد است چساں رشتہ بپا طائرِ جاں را

بلبل چہ سراید بچنیں نغمہ و چند　　ہر غنچہ بہ آہنگ کشادہ است رہاں را

چوں در گرہِ غنچہ نہاں است زرائے گل　　در رشتہ گرارم چمیں سود و زیاں را

با طبعِ مشیت بہ شد انصاف موافق　　باہم نستارد ہوس پیر و جواں را

ہر چند قمر دستِ تطاول نکشاید　　از چارہ تواں مُرد تپے رنگ کیاں را

کس جانہ گرفتست بہ منزل گو تحقیق　　دیدم سرِ راہ بسے بوالہوساں را

کے جلوہ دہد صورتِ امید تماشے　　چوں دست بسرمی نگرم چارہ گراں را

جو کرد سور و طپشِ ہجر دلِ من　　از آتشِ دوزخ چہ شود سوختہ جاں را

ایں صحبتِ ما راست چساں گشت موافق　　کج قامتیِ ماست روی تیر و کماں را

در بند تن آسانیِ خویش ورل و قتہ　　بہ استمام ہیچ معاں رطلِ گراں را

مے پائے بجا است و نے دست دہد کار　　یارب چہ کنم زندگیِ آفتِ جاں را

آں کیست کہ از بندِ گرانم کند آزاد؟　　داں کو کہ بہ پرسد رگِ کیسے سوز نہاں را

جز حسروِ ذیجاہ کہ محروم سپارد　　از لطف و کرم قافلۂ خستہ دلاں را

"عثمانِ علیخان" شہِ منصور و معظم　　کز نصرت و عظمت بکف آورد جہاں را

در حصر نیاید کرم و مدل و توانش　　خوش دور دیقشہ "تا ست زمین آورماں را

آں کس کہ جبیں بر درت اے "شاہ" بساید
در چشم نیارد ہمہ شاہانِ جہاں را۔
گلزار ارم می شود از لطفِ تو گیتی
در باغِ عطائے تو گذر نیست خزاں را

امروز ز اقبالِ تو شکست فلک را　　آں پیر چہ داد کعبۂ بخت جواں را
بازم بہ ملندیٔ لوائے کرمِ تو　　کز سایۂ فیضش ہمہ یابند اماں را
ہر خاک ز فیضِ تو چہ بود قدرِ سرِ من　　چوں قدر نماند ست سرِ تاجوراں را
سر ذاتِ تو تابندہ ہمہ دانی است مدام　　دانی چہ بدل ہست منِ ہیچمداں را
آں جملہ مراتب کہ ترا داد خداوند　　تو بیرہ دہ مرتبہ مرتبہ داں را
اعجازِ زبانِ قلمم گشت چو مشہور　　یارائے سخن نیست دگر اہلِ زماں را
جز صاحبِ ادراک نہ داند سخنِ من　　مفتاح ضرور است درِ گنج رواں را
در بارگہِ خویش مرا جائے عطا کن　　گر یاد کنی "انوری" سحر بیاں را
تا دور بجا مست فلک دستِ تو گردد　　پرکارِ بقا دائرۂ دورِ زماں را
در مدحِ تو کامل غزلے طرح نماید　　تا تازہ شود ذائقہ گوش و زباں را

غزل

اے از رخِ تو آئینہ بکف تاجوراں را　　وے شانہ گیسوئے کفت نظمِ جہاں را
اربابِ سیاست ہمہ بر کلکِ تو نازند　　فرمانِ تو طغرائے علم بادشہاں را
تدبیرِ تو آئینۂ تقدیر نمائیست　　آنکہ نہ حیرت ہمہ تصویر کشاں را
با تیغِ غزا الامکہ دل آسودہ گذارند　　عہدِ تو ضماں است کہ خطرۂ جاں را
در دستِ تو امروز کہ ہر بست کشاد است　　بشکست کمر حوصلۂ زلفِ بتاں را
کو برہمن و گبر و کتابی کہ بیابد　　در ملکِ تو آرام دل و راحتِ جاں را
ہر چند ز دل کاملِ بیچارہ بکوشد　　آرد ز کجا در خورِ مدحِ تو زباں را

قصیدۂ دیگر

کوہ و دشت و دمن گلستان است　　شاخ ہر نخل گل بداماں است
بر صدائے ترنمِ لبِ گل　　نغمۂ دلکشائے مرغاں است

گل و گلزار آراستہ شدہ است
چشمِ نرگس ز دیدن حیراں است
ذرہ ذرہ بجوش می نازد
شادانیٔ او فراواں است

زانکہ امروز در جہانِ طرب
جشنِ فیضیِ شاہِ عثمان است
بادشاہے کہ بر ضیائے رخش
نورِ عیدِ سعید قرباں است
حکمرانیٔ او چہ می پرسی؟
در کفش خاتمِ سلیماں است
خاک ہم زر شود بہ یک نظرش
بر سرش لطفِ فضلِ یزداں است
از اشارات و حکمت و دانش
دکن امروز رشکِ یونان است
مشکل آساں شود ز تو "شاہا"
بر تو الطافِ شاہِ مرداں است
ہستیٔ تو رہبرِ اہلِ جہاں
معدنِ فیضِ وجود و احسان است
بر سرت سایۂ خدا است ہمیں
کہ جہانت بزیرِ فرمان است
خالق از تو چرا نہ شاد شود؟
در زمانِ تو خلق شادان است
ہر کہ بوسید آستانِ درت
گر فقیر است میرِ ساماں است

ذرّہ جو از نسیم حق سفرہ تو
روم و ترک و حجاز و ایران است
دست تو بردمیں گہر ریزد
آسماں بر تو گوہر افشاں است

شرع حق را نگاہ می داری	رحمت حق ترا نگہبان است
کفر و ایماں ترا دعا گویاں	دشمن و دوست نا تواں است
کامل نکتہ سنج و نکتہ سرا	یکے از بندگان سلطان است

قصیدہ از مولوی محمد عبد الغفور خاں صاحب نامی ناظم امور مذہبی پائیگاہ

مست خواب شکر آلود ست شوخ و شنگ	دہن غنچہ کی ہو قند لبی جس سے تنگ
ہاتھ اور پاؤں کو پھیلائے ہوئے سوتی ہے	ہائے کیا خواب جوانی میں نشہ کی ہے ترنگ
سدھ بدھ تن کی ہے اسے اور نہ بدن کی ہے خبر	چھلکے بدمست کوئی جیسے مئے آتش رنگ
سر کہیں تکیہ کہیں ہاتھ کہیں پاؤں کہیں	فرش کمخواب کی ہے روح کہیں جان پلنگ
گورے گالوں پہ ہیں بکھری ہوئی کالی زلفیں	روز روشن پہ شب تار نے لایا ہے رنگ
چونک اٹھی جو لگی میری نظر کی اسے چوٹ	کر گئی کام یہ تھی میری نگہ گرچہ خدنگ
لیکے انگڑائی وہ ملتی ہوئی آنکھیں اٹھی	حسن کو آرسی میں دیکھ کے خود رہ گئی دنگ
دست بستہ یہ کہا میں نے کہ اے ماہ جبیں	میں ترا عاشق دلگیر ہوں اور جاں سے تنگ
پارہ ہائے دل بریاں ہیں مرے حق میں کباب	اشک خونی ہے مرے حق میں شراب گلرنگ
علم کی شان ہمیں جو زمانہ سے گلا	یا اما الدہر کی کانوں میں بسی ہے آہنگ
تو نہیں ہوتی مرے پاس جو اے ماہ جبیں	پھاڑ کھاتا مرا گھر مجھے بن بن کے پلنگ
پہلے تو اتنا بتا دے یہ لنہ تھا کیسا	خواب کی کیسی ادا کیسے یہ بیدار کے ڈھنگ
ہنس کے بولی کہ ارے نامی مشہور جہاں	کہیں لگ جائے نہ بدنامی کا ماتھے پہ کلنگ
تو نہیں جانتا میں کون حسین ہوں ناداں	واقعی بے خبری ہے کہ ہے تیرا یہ ترنگ
خفتہ بختوں کو جگاتا ہے مرا خواب نشاط	میری بیداری بدل دیتی ہے عالم کا رنگ
نقرئی جوبلی ہے شاہ کی اب میں سمجھا	صاحب فوج و علم صاحب علم و فرہنگ

علم کے آگے ترے قلزم عماں قطرہ
حلم کے آگے ترے دنگ عقیلان فرنگ
ہے فرح بخش ترا ظاہر و باطن ایسا
گل میں بو جیسے نہاں جیسے عیاں پھول میں رنگ
تری تصویر ہے اک عدل مجسم کی مثال
دیکھ کر حسن ترا آئینۂ دہر ہے دنگ
کسی مظلوم کے دل سے نہیں اٹھتا ہے دھواں
کسی بیوہ کے جگر میں نہیں درد و آہنگ
امن کا تیرے زمانہ میں یہاں تک ہے سکوں
سر بسر فتنہ زمیں ہے نہ فلک بر سر جنگ
وہ دہشت دیدۂ اعمی کو بھی حاصل ہے فتوح
وہ کشائش ہیں مفلس بھی کوئی ہاتھ سے تنگ
حشر تک یوں ہی ترے نام کا سکہ بیٹھے
اور کس تا بہ عجم روم سے لیکر تا زنگ
تری باتوں کے جواہر کی کہاں آج مثال
لعل و یاقوت و زمرد تو ہیں اک ریزۂ سنگ
گرم محفل ہو تری بزم فلک کے مانند
مشتری گائے اگر زہرہ بجائے مردنگ
الغرض عیش و طرب ہو تجھے دل راستِ نصیب
تنگ جیسے سے ہوں اعدا ترے اور جاں سے تنگ

اے سلیماں حشم و مادسعہ آصف جاہ
رونق شہر دکن رشک تاج و اورنگ
سینہ وہ گنج ترا جس میں ہزاروں ہیں عقود
دل وہ آئینہ ترا جس پہ نہیں نام کو زنگ
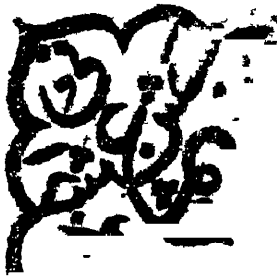
نتیجہ فکر محمد کریم الدین خان علم

مصنف اچھا قاعدہ

انتخاب از قطعہ مدحیہ

ہزار شکر کہ موسم بہار کا آیا
وہ بوندیں پڑنے لگیں وہ چمن پہ چھائی گھٹا

بدل رہے ہیں جوانانِ باغ پوشاکیں
بدن پہ گل کے سماتی نہیں خوشی سے قبا

روش روش شگوفہ کھلا رہی ہے نسیم
چمن چمن میں ہوا ریں کھا رہی ہے صبا

جگہ جگہ یہ مسرت قدم قدم پہ خوشی
بہار عالم گلشن کا رنگ کچھ ہے نیا

چمن میں آج ہے آمد کسی گل تر کی
گلوں سے کرتی ہے سرگوشیاں جو بادِ صبا

شنیدنی کہیں ہے نغمہ سنجی بلبل کی
تو دیدنی ہے تماشہ نگاہِ نرگس کا

سر نیاز جھکائے ہوئے کہیں شبو
کھڑی ہوئی ہے ادب سے کسی طرف جو ہیا

یہ کیسی دھوم ہے یہ سامانِ عیش کیسے ہیں
لگا ہے کس کی خوشی کا یہ ہر طرف میلا

یہ کس کا یادۂ اقبال رنگ لایا ہے
کہ جھوم جھوم کے چلتی ہے آج بادِ صبا

وہ کون ہے شہ عثمان نظام آصفجاہ
کہ جس کی جوبلی نقرئی کا ہے چرچا

مٹایا عدل نے جس کے جہاں سے نام جفا
کرم کی اس کے ہر اک سمت چل رہی ہے ہوا

اسی کے لطف و کرم کی یہ آبیاری ہے
زمین شور میں سبزے کی ہے جو نشو و نما

مدبران جہاں اس سے لے رہے ہیں سبق
دبیر چرخ بھی ہے اس کا مانتا لوہا

حوبات اس کی ہے معمور ہے وہ حکمت سے
نہیں ہے فیض سے خالی جو کام ہے اس کا

قلم میں اس کے یہ تاثیر دی ہے خالق نے
لکھا جو اس نے نوشتہ ہوا وہ قسمت کا

نہ دیکھی کسی میں انصاف کی کچھ ایسی ادا
حسین کر نہیں سکتے ہیں عاشقوں پہ جفا

یہ اس کا خلق کہ مشکور ہے تمام عالم
یہ اس کا حلم کہ ممنون ہے جہاں سارا

نہ اس کا بدل ہیں ہمسر عدل میں ثانی
ہر ایک بات میں خود ہی جواب ہے اپنا

سوا ہیں حد بیاں سے حضور کے اوصاف
میں مثل غلام کروں مدح بادشاہ کی کیا

دعائے دولت و اقبال کے لئے اے علم
خدا کے سامنے دامن پسار ہاتھ اٹھا

رہیں یہ سائے میں جب تک ہے آسمان و زمین
الٰہی اور میسر ہو شہ کو دن دونا

مطلع حاضر از قصیدہ مدحیہ

نتیجہ فکر مولوی محمد عبد القادر خان خسرو مددگار ناظم امور مذہبی خلف مولانا محمد عبد الغفور صاحب نامی ناظم امور مذہبی بلدہ یگانہ

خلف نواب میر فیض محمد خان بہادر جاگیردار صدر بخشی صرف تعلقدار پائیگاہ شمس الامراء مغفور

شاہ عثمان تو ہے یوں اپنے سلف سے بہتر
جیسے حیدر پسِ عثمان و ابو بکر و عمر

تجھے شاہانِ جہاں میں ہے فضیلت ایسی
سبع سیاروں میں خورشید ہے جیسے برتر

مخزنِ جود و سخا معدنِ الطاف و عطا
مصدر حلم و حیا منبعِ علم اور ہنر

نیک رو نیک نظر نیک چلن نیک نہاد
نیک خو نیک نفس نیک شمیم نیک سیر

. . . .

ہے تری ذات ہی اک مظہرِ اوصاف نبی
جس کو ہو سجدہ روا تو ہی کچھ ایسا ہے بشر

مرتبہ محمود فاضل

ایک ہیں سب ہی نظر میں تو ہے ظلِ خدا
گبر و ترسا و یہودی و مجوس و کافر

یہ ہے بیجا جو کہوں صرف شہِ ملکِ دکن
کہ ترے خلق کا سکہ ہے تمام عالم پر

عدل نے تیرے کیا ایک زمانہ کو مطیع
بذل سے تیرے ہوا ایک زمانہ چاکر

رومی و ترکی و شیرازی حجازی ہندی
رزق پاتے ہیں ترے در سے ہے پایا ترا قدر

عطر ریزی تری محفل کی کبھی گر دیکھے
مشکِ تاتار تجھے نذر دے سارا عنبر

وہ فراست ہے تری اور وہ حکمت ہے تری
ہمقدم تیرے فلاطوں ہے نہ لقماں ہمسر

تجھ سے وہ جادو بیاں ترے سخن سکتے ہیں
یہ نہیں قولِ بشر بلکہ ہے سحر مؤثر

حرفِ قرطاس ہیں یا اتر آئے انجم
تری تحریر ہے یا کاہکشاں کا مسطر

کیا کروں علمِ معانی و بلاغت کا بیاں
شعر ہے کشتیِ زر نظم ہے اک سلکِ گہر

ابرِ نیساں کو ہو کیا دستِ کرم سے تشبیہ
وہ برستا ہے کبھی اور یہ برسے اکثر

سب کو بخشش سے تری امن و فراغی ہے ایسی
کوئی مفلس نظر آتا نہیں با دیدۂ تر

سرزنش عہد نے کی سنگدلوں کی ایسی
جیسے فولاد کو کر دیتا ہے موم آہنگر

کون مظلوم نہ ظالم سے ہو کس طرح نڈر
دستگیری تری کہتی ہے یہ اس سے کہ نہ ڈر

اس قدر تو نے شریروں سے شرارت کی دور
اور تو کیا نہ رہا طبع میں آتش کی شرر

تری انصاف سے پھیلی ہے مساوات ایسی
سر جھکاتے نہیں زردار کے آگے زرگر

ایک جا شیر و غنم کر کے دکھائے تو نے
دشمن و دوست ترے عہد میں ہیں شیر و شکر

رعب بیٹھا ہوا ترا ہے دلوں پر اتنا
جور کرتے نہیں معشوق کسی عاشق پر

اس قدر ہو گیا ہے چار طرف امن کہ لو
کسی عاشق کو بھی اٹھتا نہیں اب دردِ جگر

محکموں کی ترے تنظیم کا کیا حال لکھوں
نظمِ شمسی کے مماثل ہے نظامِ دفتر

تو رعیت کے کوائف سے ہے ایسا آگاہ
ہو خبر ایسی تو شاید ہو خدا ہی کو خبر

جو ترا حکم حراست پہ کبھی ہو جاری
نہ ہو سیماب کو بھی شعلۂ آتش سے مضر

تجھ کو ہے اپنی رعایا سے محبت جتنی
سب رعایا بھی اسی طرح فدا ہے تجھ پر

چار و اسمات دکن میں کیے ہیں یکجا جمع
اہلِ دل اہلِ نظر اہلِ حکم اہلِ ہنر

شہر کا تیرے کیا کرتا ہے ہر روز طواف
فلکِ پیر لگاتا ہے جو ہر دم چکر

آسماں رنگِ شفق لیکے بنا کشتیِ نذر
نذر ہونے کو تری مہر بنا سکۂ زر

زر فشانی ہوئی اس جشن میں تیرے ایسی
دلقِ سینے کو بنا ہے گل سوزنِ زر

جشن کی روشنی نے ایسی بصارت بخشی
چشمۂ مہر سے خیرہ نہیں چشمِ شپر

جشن میں تیرے کچھ اس طرح ہوئی ہے ارزاں
کاسۂ مفلسِ نادار ہے جم کا ساغر

اس کے اوصافِ کثیر اور مرا علم قلیل
مدح ہو خسروِ ذیجاہ کی مجھ سے کیونکر

چھوٹا منہ میرا بڑی بات ہے حد اسکی
ختم کرتا ہوں قصیدہ کو دعائیں دیکر

تا ہے گلشنِ دہر اور شجر گلشن میں
تا ہے شاخ پہ گل گل سے ہیں تخم و ثمر

تا ہے آمد و شد باد و صبا کی جاری
آتے جاتے رہیں تا شمس و قمر شام و سحر

ہفت اقلیم پہ ہو آصفِ سابع ترا حکم
زیرِ فرمان رہیں ہفت ملک ہفت اختر

تو سلامت رہے اللہ کرے عمر دراز
بصد اقبال و بصد جاہ و بصد شوکت و فر

قطعۂ تاریخ جشن سیمین ظلِ سبحانی بہ صنعت توشیح

از غلام حسن صاحب قادری رفیق منشی فاضل حیدرآبادی

مبارک ہو مبارک جشنِ سیمیں ظلِ سبحانی
مبارک عیش و عشرت اسطرِ الطافِ رحمانی

جو تھا سالے خوشا ہے جو تھا ہو جو تھا وقتے
ترے ہے الطافِ یزدانی، مبارک جشنِ عثمانی

اگر شادابیِ گلشن کو فردوس نظر کہیے
بہشتِ گوش ہے پھر تو عنادل کی غزلخوانی

ریاضِ عشرتِ دل کی فضا کا پوچھنا کیا ہے
بجائے خود ہو جب ہر پھول اس کا باغِ رضوانی

دکن کا ذرہ ذرہ مہر در آغوشِ عشرت ہے
فروغِ دیدۂ دل ہے نمودِ صبحِ نورانی

فدا ہوتی ہیں نظریں ستانِ بلبل عارضِ گل پر
دلوں پر ہو گئی ہے جا بجا بہارِ فصلِ بستانی

مرتبہ محمد فاضل

سرور انگیز ہے ایسی صدائے نغمۂ بہجت — قلوب جاں نثاراں پہ طاری کیف وجدانی
فضا ایسی منور ہے ضیا بارئ عشرت سے — ہے شرمندہ مہ و خورشید و اختر کی درخشانی
مبارک اس شہ عالی گہر کا جشن سیمیں ہے — ہے جس کا بستۂ داماں دولت بحر عمانی
وحید عصر یکتائے زمانہ فخر دوراں ہے — سبق آموز عالم ہے مبارک دور عثمانی
میسر ہے ہمیں اس دور میں ہر طرح کی راحت — خوشا طالع، زہے قسمت، خہے الطاف یزدانی
بفضل کبریا آئیگا وہ دن اور کہیں گے سب — مبارک ہو طلائی جشن آج اے ظل سبحانی
رہے ملک دکن پر سایۂ ظل خدا قائم — رہیں مبذول شہ پر روز و شب الطاف رحمانی
ادھر ہے سال ہجری جلوہ گر اور ادھر فصلی — دقیق اس نظم میں پایا اثر اقبال سلطانی

۱۳ ف ۴۵ — ۱۳ ھ ۵۴

نغمۂ دکن

از مولوی محمد بن سعید صاحب باشمیل سالار

مکھوڈولی کے دلمیں بھی ہے ارمان دکن — آج ہے ہندوستان میں اور ہی شان دکن
پرورش پاتے ہیں اک ملک کے آکر یہاں — لطف صد آغوش مادر ہے بیابان دکن
ہمت اہل دکن روشن ہے مثل آفتاب — آسمان فیض کی تعمیر ہے شان دکن
دیکھیو کیسے سب فنون ماضیہ مشہور ہیں — فن کو شایاں ہی دکن لو فتح شایان دکن
دیکھیو اس وقت کو تم ہاتھ سے ہرگز نہ دو — سایہ گستر ہے جو تم پر ظل سبحان دکن

اکتساب علم کی کوشش کرو کوشش کرو — وقت ہے یہ وقت ہے اے نوجوانان دکن
پادشہ ہے آپ کا دنیا میں سلطان العلوم — آپ ہوں فوج علوم اے نوجوانان دکن
تیری قدرت کا تماشہ ہم بھی دیکھیں یا خدا — یعنے ہو ہندوستاں بھی زیر فرمان دکن
یاالٰہی خوش رہیں یہ اہل ملک و شہریار — ہیجزاں بیچارہ ہو یارب گلستان دکن
کیوں نہ کام آئیں نظام الملک کے لائے ہم — ہاں عرب ہی ہیں مرآخر جانثاران دکن

اسمٰعیل — حکیم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دھاروری طبیب یونانی تعلقہ پالم ضلع پربھنی

مژدہ باد اے صبا اے پیکر لطف و عطا — طبع گشتہ جشن عثمانی بوضع دل ربا
سرپرست او مہاراجہ کشن پرشاد شاد — ہم ضیا پاش اندراں علامۂ نور الضیا
چیست دانی جشن عثمانی چو زریں آفتاب — جلوہ گر از حیدرآباد دکن تند پر ضیا
چیست دانی جشن عثمانی مرصع دفترے — یادگار جشن سیمین دکن بے افترا

چیست دانی جشن عثمانی خوشا گلدستہ — مخزن تصویر و منظر نظم و نثر بے بہا
مطلع جشن عثمانی چو بگذشت السما — جشن نوشابۂ جشن جم گرفتند از [illegible]
آج گیرا شد چو فکرم از پئے تاریخ آں
سال ہجری عیسوی فصلی شنیدم از [illegible]

قطعہ

جشن عثمانی ہے ہیں مجموعۂ اہل بیاں — جشن عثمانی نگار اعتقاد پاک ما

۵۴ ھ ۱۳ — ۴۵ ۶ ۱۹

زندہ باد آصف سابع خدایا باحشم — عاصی اسمٰعیل دھاروری ہمیں گوید دعا

۴۵ ف ۱۳

مرتبہ محمد [illegible] فاضل

قطعۂ تاریخ رسالہ جشنِ عثمانی

ہوا ہے طبع کچھ ایسا مُرقّع — جہاں میں موم حسن کی جا بجا ہے
وہ تصویروں کا ہے دورتو میں عالم — دلِ بہزاد و مانی بھی فدا ہے
بنا ہے آئینہ اب تک نہ ایسا — کہ حیرت سے سکندر دیکھتا ہے
رقم ہے اوّل و آخر کی حالت — مقابل ساغرِ جمشید کیا ہے
قسم اللہ کی ایسا رسالہ — نہ لکھے کوئی اتنک بھی لکھا ہے
رسالہ دیکھکر کہتے ہیں عاشق — عجب انداز اس کا دل رُبا ہے
نہ دیکھیں آج تک آنکھیں کسی کی — نہ اتبک گوشِ دل نے بھی سُنا ہے
اصول طب دستغنی کہ ساںول — مریضِ دردِ الفت کی دوا ہے

صراطِ مستقیم ایسی دکھائی — حقیقت میں یہ خضرِ رہنما ہے
نصیحت کے بھی وہ پہلو دکھائے — عوض آخر بُرائی کا بُرا ہے
جزاک اللہ وہ لکھا رسالہ — کہ ہر لب پر صدائے مرحبا ہے
قیامت تک جواب اس کا نہوگا — مرا دعویٰ حقیقت میں بجا ہے
ہوئے سب حاملانِ عرش آگاہ — قبولیت کا وہ ڈنکا بجا ہے
یہاں سحبان کی بھی عقل ہے دنگ — وہ مضموں لکھنے والے نے لکھا ہے
جدھر دیکھو اُدھر ہے جلوۂ حق — یہ آئینہ بھی کیسا اینما ہے
کہی ابجد نے یوں تاریخ فصلی — رسالہ جشنِ عثمانی چھپا ہے

۴۶ ف ۱۳

قصیدہ درنسبتِ صفاتِ فرخ آیات

از مولوی احمد علی شاہ چشتی القادری احمد

شہ عثماں کا ہم رتبہ نہیں کوئی فراست میں
نہ صورت میں نہ سیرت میں نہ قدرت میں نہ ہمت میں

کیا اللہ نے مستثنیٰ تمہیں افرادِ عالم سے
ملاحت میں لطافت میں نزاکت میں سخاوت میں

شہنشاہوں میں اک سرکار کی ممتاز ہستی ہے
طہارت میں عبادت میں ریاضت میں سخاوت میں

عجب کیا آپ گر سحبانِ وائل کے مقابل ہوں
لیاقت میں عبارت میں فصاحت میں بلاغت میں

نہیں ہے مدِ مقابل آپ کا واللہ کوئی تا ہا
محبت میں مروت میں متانت میں فطانت میں

شہِ عثماں ہے شمس یا زغدا اقطارِ عالم کے
شرافت میں نجابت میں امانت میں دیانت میں

بہت ڈھونڈا نہ پایا ہم نے احمد شہ کا ہم پایا
عدالت میں سیاست میں شجاعت میں جلالت میں

غزل

از مولانا حکیم سید اعجاز علی صاحب کمتر

اے تنگیِ دل وسعتِ غم در نظرم ریز — شادیِ ہر اندوہ بذوقِ جگرم ریز
ہر مقصدِ ناکام باچیز آئے دلم نہ — ہر راحلۂ سخت بپائے سفرم ریز
اے صرصرِ غم طرح وجودیست برانداز — اے دشتِ مصیبت ہمہ خارِ کت بسرم ریز
یک طاقتِ صد بادیہ گردی بروان بخش — یک شوق ہزار آبلۂ دریائے سرم ریز
آزادۂ احسانِ الٰہائے جہاں ساز — کز دورِ فلک حلقۂ زنجیر و درم ریز
ہاں موجۂ پرواز بہر صاعقہ بربند — یاران قفس در گزرِ بال و پرم ریز
تا عرصۂ نظارہ شود حشرِ خیالم — صد فتنۂ محلول بخوابِ نظرم ریز
دگر پس من فاتحۂ سفرۂ خالیست — یارب گلِ رحمت بہ سرِ نوحہ گرم ریز
باشد کہ شود گریہ بمقدارِ تمنا — یک جلۂ خوں موج بہ مژگانِ ترم ریز
از بس بہ ہواداریِ زنجیرِ خیالم — ویرانیِ پرکیف بہ دیوار و درم ریز

کمتر طربِ شوق بجز وہم رسا نیست
آبادیِ یک شہر بہ ویرانہ ترم ریز

ولہ

زِ صیدِ جانِ عاشق زینتِ فتراکِ رماں کن — کمیتِ عشوہ را در ساحتِ دل گرمِ جولاں کن
ہمائے وحشتم بازو جاں را بالِ عنقا دہ — دلِ تنگ مرا اے وسعتِ مشرب بیاباں کن
وزد ہر سو دریں آشوبگاہ بادِ حوادث ہا — تو جانِ مضطرِ خود را چراغِ زیرِ داماں کن
نماند تا پسِ من در جہاں میلِ ہوس باقی — در آسیلِ فنا ایں خانہ از بنیاد ویراں کن
بہ تمثالِ جدائی کامِ جاں را پیکر گردی — زجوشِ گریہ ہم در قصرِ دل لطفِ چراغاں کن
بخاکِ من بیا محشر خرامِ فتنۂ عالم — غبارِ تربتم را سرمۂ رشکِ صفاہاں کن
ز فریاد و فغانم خانۂ صیاد آباد است — تو اے شوقِ اثر اندیشہ گل را گلستاں کن
ندارد بہرہ از شادکامی خاطرِ اعدا — مگر گردِ ہلاکِ من عبیرِ جیب و داماں کن
دلِ صد چاک را مشاطہ شو اے بخیۂ وحشت — تو ہم اے خارشِ ناخن بحالِ خویش احساں کن
تواں بشناختی گر زہر را در انگبیں غافل — نشاطِ خاطرِ خود در سرِ شیریں نوایاں کن

چو طے کردہ زمینِ شعرِ کمتر اشہبِ فکرم
عناں افگندہ بر اوجِ معانی عزمِ طیراں کن

قطعۂ دعائیہ در مدح سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

از مولوی محمد سراج الدین صاحب سراج رقم سراج

دورِ حکومت ہو یوں فروسکہ ترا چلتا رہے
باغِ دکن کے باغباں تو پھولتا پھلتا رہے

فصلِ خزاں ہوتی رہے نذرِ کفِ پا بہار
زیرِ لوائے عاطفت نخلِ ہنر پلتا رہے

قطعہ

از مولوی سید شعار احمد صاحب ہاشمی

فلک پر جلوہ گر جب تک الٰہی بزمِ انجم ہو
عروجِ نیرِ اقبالِ آصفجاہ ہفتم ہو

خدا دکھلائے ایسے جشن صد ہا ہم کو اے غازی
یہ مسعود و مبارک جشن سالِ بست و پنجم ہو

قطعۂ دعائیہ فارسی

از مولوی ابن سعید عبد الباری صاحب سعد

الٰہی تا زبان اندر دہن وقفِ سخن باشد
سخن تا رونق آرائے دیارِ علم و فن باشد

سلامت با ہمہ شہزادگاں شاہِ دکن باشد
نگہبانش خداوندِ حق بحقِ پنجتن باشد

قطعہ

درمدحِ شہریارِ دکن و برار خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ بتقریب جشنِ سیمیں

منجانب وفا انصاری حیدرآبادی مہتمم تاج پریس و سابق مدیر تاج

الٰہی! آج کی یہ صبح بھی کیسی مبارک ہے
سہانا وقت ہے مصروف رنگ اپنا جمانے میں

طیورانِ خوش الحان گا رہے ہیں حمد خالق کی
نسیم صبح دیتی ہے مزہ چلنے چلانے میں

پھٹا پڑتا ہے جوبن آج کیوں سارے گلستاں پر
شگفتہ گل ہوئے مشغول غنچے کھلکھلانے میں

مسرت دیدنی ہے آج کچھ سارے پرندوں کی
کہ حصہ لے رہے ہیں آج یہ بھی چہچہانے میں

خلائق ساری خوش ہے کیوں دکن کی کیا معمہ ہے
خوشی سے آج ہیں مصروف سب ہنسنے ہنسانے میں

ترانے اور نغمے کیوں مسرت کے یہ گاتے ہیں
صدائے خوش نکلتی کیوں ہے سازوں کے بجانے میں

مجھے حیرت تھی۔ کیا باعث ہے آخر اس مسرت کا
عجب کچھ ہے تعلق آج بیگانے یگانے میں

مبارک وقت بھی ہے۔ اور کچھ ٹھنڈی ہوا میں بھی
بتا اب دیر کیا ہے ساقیا پینے پلانے میں

مرتبہ محمد فاضل

وہ ظاہر جام دے ساقی حقیقت سب پہ ظاہر ہو
کرونگا مخجل میں گر نہ رازِ دل بتانے میں

پلادی جب مجھے ساقی نے زاہد کچھ طلب سے بھی
کوئی تھا راز مخفی اس لگی دل کی بجھانے میں

کہا تائید غیبی نے کہ تقریب مبارک ہے
مسرت ہو رہی ہے آجکل شاہی گھرانے میں

منایا جا رہا ہے آصفِ ہفتم کا "سیمیں جشن"
مچی ہے دھوم جسکی آجکل سارے زمانے میں

عقیدت نے کہا مجھ سے کہ تو بھی مدحِ شاہی کر
مقدر تیرا جاگ اٹھے عجب کیا اس بہانے میں

کہا دل نے کہ جس کی مدح شاہوں کی زبان پر ہو
مزہ کیا آئیگا تجھ ایک مفلس کے ترانے میں

ظفر پائی ہو جسنے دل پہ ملکی غیر ملکی کے
بالتخصیص حصہ سب کا ہے جسکے خزانے میں

سخاوت معدلت میں اس کا شہرہ آج گھر گھر ہے
دھرا ہی کیا ہے کسریٰ اور حاتم کے فسانے میں

فصاحت اور بلاغت جسکی درباری کنیزیں ہوں
جو شاہِ بحر بھی ہو علم کا دریا بہانے میں

قلم کا جو دھنی ہو اور فراست جسکی زیرِ مشق
ہو جسکی تیغ حق مصروف باطل کے مٹانے میں

جو سادہ زندگی میں پیروِ ذاتِ رسالتؐ ہو
تو نازاں شان ہوتی ہے لباس ایسا پہنانے میں

نظیر ایسی حکومت کی نہیں ملتی نہیں ملتی
سبھی کچھ یوں تو ملتا ہے خدائی کارخانے میں

غرض ہے مدحِ شاہی سے وفا غیروں سے کیا مطلب
صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقارخانے میں

ضمیمہ

ترقیِ دورِ عثمانی

نوٹ ۔ بوجہ قلت وقت جن شعبہ جات کا تذکرہ اس جلد میں درج نہ ہو سکا اُس کی تکمیل کے لئے جلد دوم ملاحظہ ہو۔

مرتبہ

الحاج نواب نظامت جنگ بہادر
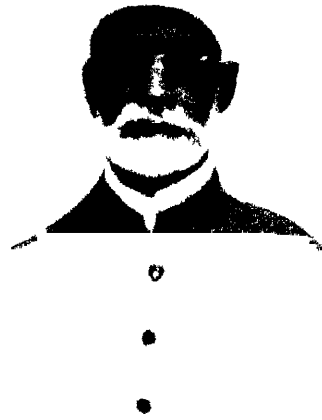
سابق صدر المہام سیاسیات سرکار عالی وظیفہ یابی کے
بعد سے آپ قوم اور ملک کے قابل فخر کارہائے نمایاں
انجام دیرہے ہیں۔ آپکا فیض بخش وجود ملک اور قوم
کیلئے باعث صد فخر و ناز رہے۔

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

گروپ عہدہ داران پولیس بلدہ
درمیان میں صدر اعظم بہادر
بھی منسلک ہیں -

نواب سلطان یار جنگ بہادر سینیر نائب کوتوال

نواب رحمت یار جنگ بہادر کوتوال
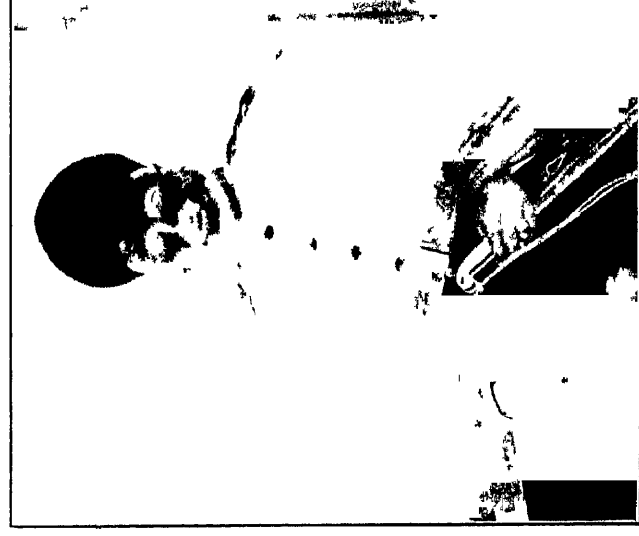
عہدِ عثمانی میں سر رشتۂ پولیس بلدہ و بیرون بلدہ کی تنظیم و ترقی

ہر حکومت و سلطنت کیلئے سر رشتہ پولیس کا شعبہ بڑی گہری ضمانت ذمہ داریوں کی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کا تعلق ریاست و سیاست سے وابستہ۔ اس کی نسبت راعی کے رعایا و ملک سے ملحق ہوتی ہے۔ اس کا نیکنام وجود دائمی امن و امان کا ضامن۔ اسکی فرائض شناسی حکومت کے عظمت و وقار کی برقراری اور ملک اہل ملک کی فلاح و بہبود کا باعث ہوتی ہے۔ اس کے خدمات بڑے کٹھن و اہم ہوتے ہیں۔ کیونکہ آئے دن اسکو خوفناک، مہیب، دلخراش حالات و واقعات اور بڑے بڑے ماہران جرائم۔ ڈاکو، قاتل، چور بدمعاشوں سے بہر حال لامناہی مقابلے پیش آتے ہیں۔ ایک جانب ریاست و سیاست کی نگہبان تو دوسری طرف شرفاء امن پسندوں کے عزت و جان و مال کی محافظ اور بدمعاش و مردم آزار مفسدین و مجرموں کے حق میں تعزیر کا سبب بنتی ہے یہ ایک۔ مگر اسکے فرائض ہزاروں لاکھوں ہوتے ہیں۔ ہر نشیب و فراز پر اسکی نظر ہوتی ہے جس ملک کی پولیس بیدار ہوشیار اور اس کا نظم و نسق و طریق انتظام اچھا ہوگا۔ بلا شبہ وہ ملک پرامن اور تہذیب کامل کا نمونہ ہوگا۔ جہاں اس میں نقص و فتور و خرابی ہوگی۔ ظاہر ہے کہ وہ ملک طوائف الملوکی کا مرکز اور فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنے گا۔

اس نظریہ کے تحت جب ہم دنیا کے ممالک پر نظر ڈالتے ہیں تو پُرامن ممالک کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ پُرسکون امن و امان کے کھلے اعلام محض اس ملک کی کامیاب پولس کے نیک برتاؤ اور بہترین کارناموں کے ہی نتائج ہوتے ہیں۔

بایں کلیہ بیرون ہند کے قطع نظر جب ہم ہندوستان ہی پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور اپنے ملک حیدرآباد سے علاقہ جات برٹش انڈیا کا تقابل کرتے ہیں تو بے لوث عادلانہ رائے کے تحت خدائے قدیر کے شکریہ کیساتھ فرق عظیم پاتے ہیں۔ مشاہدہ گواہ اور حالات ظاہر ہیں کہ بلا دہشت دہمیشہ فساد و کشت و خون کا دنگل و میدان لالہ زار رہا ہے۔ برخلاف اس کے حیدرآباد دائماً پرامن۔ بافضال الٰہی و باقبال خداوندی ریاست حیدرآباد جو ایک پرامن ریاست ہے باوجود اس کے کہ یہاں تمام مذاہب و اقوام کے لوگ رہتے بستے ہیں اور خصوصیات سے یہاں جرائم پیشہ اقوام بھی آباد ہیں۔ یہاں کا دائمی امن و امان اپنے دیرینہ روایات و تاریخی شہادتوں کیساتھ ہر طرح اس ریاست کی فضیلت تامہ و ترجیح فائقہ کو خوشگوار انسانی منزل مراد پر دکھاتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں کی رعایا بالکل اطمینان کی زندگی بسر کرتی ہے۔ ملک کے اکثر و بیشتر لوگ اس سر رشتہ کی خلق نواز خدمات سے مدتوں غیر مانوس رہے مگر اب اسکی جانب عوام کے احساسات ہیں۔ فرائض شناسی کا

مرتبہ محمد فاضل
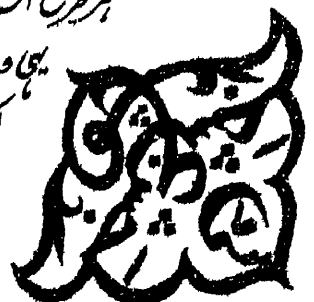
رفیقانہ جذبہ پیدا ہو چلا ہے۔ ورنہ پہلے لوگ پولیس کی بلائے بے درماں اور
عذاب جان تصور کرکے ڈرتے تھے۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے اس تبصرہ
کرنا غیر ضروری ہے۔ خدا رکھے سلامت ہماری ممتاز جلیل القدر ریاست اور اسکے
نکتہ رس و دقیقہ سنج بادشاہ ذیجاہ کو جو اپنی ریاست کی مدبرانہ تنظیم و رعایا و برایا کی خوشحالی و
فلاح کا واحد ضامن و نگہبان ہے جسکے عہد معدلت مہد میں اس کے متعدد افراد سلطنت کے زیر نگیں ہر شعبہ سرعت کیساتھ
شاہراہ ترقی پر گامزن نظر آتا ہے جہاں تمام شعبہ در جوہر مدحت ہیں وہاں سر رشتۂ پولیس کی تنظیم و ترقی بھی امتیازی خصوصیات سے مملو ہے اگر
ہم حیدرآباد کی منظم پولیس کے نمایاں کام اور بہترین نظم و نسق و طریق کار پر اجمالی تبصرہ کرنا چاہیں تو ایک بحر طویل ہو جائے جس کیلئے کافی
ضخامت و وقت درکار ہے۔ اس لئے اس طوالت سے بچکر عہد عثمانی میں پولیس کی ترقی کا مختصر اعداد وار خاکہ پیش کرتے ہیں۔ جو کافی ہوگا۔
ہر ذی علم نظر امتیاز کیلئے۔

حیدرآباد کی پولیس دو حصوں پر منقسم ہے۔ ایک پولیس بلدہ۔ دوسری پولیس اضلاع۔ پولیس اضلاع کا تذکرہ علیحدہ باب میں کیا جائیگا۔ مگر اسوقت
دارالسلطنت پولیس بلدہ کی ترقی ہمارا موضوع ہے۔ لہذا ہم اسوقت جو کچھ بھی ظاہر کرینگے وہ پولیس بلدہ و بیرون بلدہ کا حال ہوگا۔

رقبہ آبادی حدود پولیس

اس وقت بلدہ و بیرون بلدہ کا رقبہ بشمول علاقہ سلطان بازار (۴۳) مربع میل ہے اور آبادی اس رقبہ کی (۴۴۶۰۹۲) نفوس پر مشتمل ہے۔

تقابل

کلکتہ کا رقبہ (۳۰٫۸) بمبئی کا رقبہ (۲۲٫۶) اور مدارس کا رقبہ (۲۷٫۰) سے حیدرآباد کے زیر اقتدار پولیس کا رقبہ ہر طرح زائد ہے۔

تعین حدود

اعلیحضرت کی تخت نشینی سے قبل کوتوالی بلدہ و اضلاع کے حدود باضابطہ معین نہ تھے جس سے انسداد جرائم اور انتظامی امور میں گوناگوں دشواریاں پیش آتی تھیں۔ عہد عثمانی میں مابین عہدہ داران پولیس بلدہ و اضلاع کئی بار کمیٹیاں ہو کر بالآخر حدود کا باقاعدہ قطعی تعین ہوگیا۔

موٹر کاروں کی تعداد اور لائسنس

اسفندار ۱۳۳۶ف سے اجرائی لائسنس کا تعلق سر رشتہ پولیس سے ہوا۔ اجرائی لائسنس موٹروں کی تعداد حسب ذیل ہے۔

	تعداد موٹر کار	تعداد موٹر سیکل	تعداد لائسنس	آمدنی
سنہ تخت نشینی اعلیحضرت ۱۳۲۰ف میں۔	(۱۱۸)	(×)	(۱۴۲)	
〃 〃 ۱۳۲۶ف میں۔	(۳۵۴)	(۵۸)	(۱۵۴)	[illegible]
〃 〃 ۱۳۴۳ف میں	(۵۰۷۹)	(۹۶۹)	(۰)	[illegible]

اطراف بلدہ کے موٹر کاروں کی تعداد (۵۱۵) ہے
سکندرآباد 〃 〃 (۳۴۹۴) ہے
یہ تعداد ۱۳۴۳ف تک شمار ہے۔

سکندرآباد اور اطراف بلدہ کے موٹروں کا بیشتر حصہ روزآنہ حدود بلدہ میں داخل ہوتا ہے
اسی طرح بلدہ و بیرون بلدہ۔ سکندرآباد۔ اطراف بلدہ کے جملہ موٹروں کی
تعداد (۱۰۰۵۷) ہے جو روزآنہ دارالسلطنت میں گھومتی ہیں۔
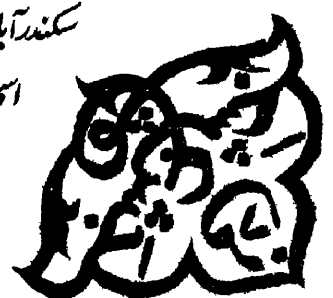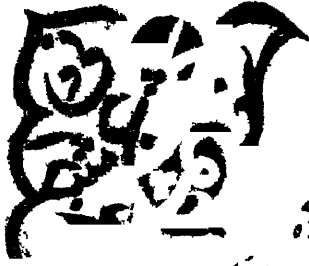
نوٹ :- اضلاع ممالک محروسہ سرکار عالی کی تعداد اس میں شامل نہیں ہے

شہر بمبئی کے موٹروں کی تعداد

شہر بمبئی میں جملہ موٹروں کی تعداد (۱۲۰۰۰) یعنے حیدرآباد سے صرف (۱۹۴۳) زیادہ ہے

سنہ ۱۳۴۴ و سنہ ۱۳۴۵ف ان دو سال میں جو مزید کافی تعداد حیدرآباد میں موٹروں کی بڑھگئی ہے اس کو شامل کرلیا جائے تو بمبئی اور قریب قریب کلکتہ کے مماثل ہوجاتی ہے۔ اس تعداد سے ہی موٹروں کی ترقی اور حیدرآباد کی ٹرافک کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ٹرافک (۱)

اس قدر کثیر موٹروں کے باوجود پولس کے حسن انتظامات کے باعث تصادم کی تعداد کسی حیثیت سے قابل لحاظ نہیں بہ نسبت حیدرآباد کے بمبئی۔ کلکتہ وغیرہ میں حادثات زیادہ وقوع پذیر ہوتے ہیں

پولس کی تقسیم (۲)

پولس پانچ حصوں پر منقسم ہے (۱) عام جمعیت۔ (۲) مسلح پولس۔ (۳) سواران (۴) پولس محلات (۵) پولس خفیہ۔

تعداد پولس (۳)

	[illegible] عہدہ دار	صدر امینان	امینان	جمعداران	جوانان	مسلح پولیس	عرب	سواران	عملہ	متفرق
	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
اعلیحضرت کی تخت نشینی سنہ ۱۳۲۰ف کے وقت	(۹)	(۹)	(۲۳)	(۹۸)	(۲۴۵۱)	(۲۹۱)	(۱۴۴)	(۷۵)	(۷۸)	(۱۱۷)
سنہ ۱۳۴۳ف میں	(۱۰)	(۲۳)	(۳۴)	(۱۸۳)	(۲۳۸۰)	(۳۲۲)	(۴۰۰)	(۳۸)	(۶۳)	(۵۰)

پولس کا خرچ

سنہ ۱۳۲۰ف میں ([illegible]) روپیہ تھا اور سنہ ۱۳۴۳ف میں ([illegible]) روپیہ ہوا۔ اسطرح تمام اصلاحات و ترقیوں کے مد نظر اخراجات میں دوگنے سے زیادہ اضافہ عمل میں آیا۔

عام اصلاحات

نفاذ قواعد۔ (۱) قواعد موٹررانی کا باضابطہ نفاذ (۲) شوفروں کیلئے فوٹو۔ ڈریس۔ بیاج چشم کا لزوم (۳) شوفروں کیلئے صحت جسمانی کے صداقتنامہ طبی کی قرارداد (۴) صداقتنامہ بصارت (۵) ذاتی و کرایہ کی موٹروں کے نمبر پلیٹ کی امتیازی شکل۔

نفاذ قانون

(۱) خلاف ورزی قانون افیون و گانجہ (۲) خلاف ورزی قانون آبکاری (۳) خلاف ورزی قانون اقوام جرائم پیشہ (۴) قانون قمار بازی (۵) خلاف ورزی قانون بیرحمی جانوران (۶) خلاف ورزی قانون اسلحہ (۷) قانون اوزان و پیمانہ جات (۸) مطابع کی نگرانی (۹) اخبارات و رسائل و مطبوعات کی نگرانی

عام تنظیمات

(۱) رقبہ کی تنظیم (۲) فوری اطلاعات کی تنظیم (۳) تحریری تخفیف کار کی تنظیم (۴) تقسیم شدہ جمعیت کی تنظیم (۵) جمعیت محفوظہ کی تنظیم (۶) قواعد جمعیت (۷) تعلیم جمعیت (۸) ڈریس جمعیت (۹) جدید اسلحہ جمعیت (۱۰) تعمیر جدید اماکنہ سررشتہ و جمعیت (۱۱) مختلف شعبوں کی تنظیم (۱۲) موثر بہ خلاقیات کے اصلاحات کی تنظیم (۱۳) اجرائی قواعد مختصہ حفظ امن (۱۴) تدابیر انسداد جرائم (۱۵) قواعد انسداد جرائم (۱۶) قواعد پیروی و تحقیقات مقدمات چالانی عدالتی (۱۷) اموات اتفاقیہ و اموات جرائم (۱۸) انجمن امداد باہمی پولس کی تنظیم (۱۹) باغراض امن و عامہ سیاسیات پولس (۲۰) عام انتظامات (۲۱) انتظامات موٹر ٹرافک۔

مرتبہ محمد فاضل
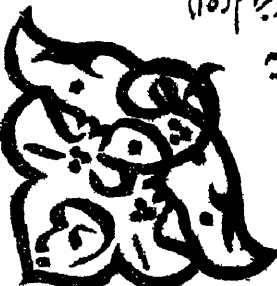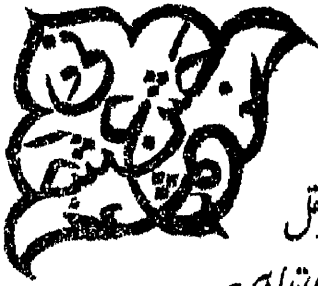
(۲۲) انسداد بے راہ روی (۲۳) پریس نوٹ سسٹم (۲۴) اصلاحات شناخت
(۲۵) روزانہ کوتوال صاحب کے احکام کی فوری تقسیم (۲۶) انسداد جرائم بوقت
شب (۲۷) شب بیدار پہرے (۲۸) ٹرافک کنٹرول سسٹم (۲۹) سہولت حمل و نقل
جمعیت کیلئے موٹر لاریز اور موٹر سیکلوں کی خریدی (۳۰) رعایا کی عام دادرسی کے فوری تدابیر۔
(۳۱) قواعد ٹریننگ پولیس (۳۲) پولیس پریڈ سنٹرس کا قیام (۳۳) پریڈ جمعیت کا باضابطہ لزوم (۳۴) سرسری مقدمات
دست اندازی پولس کا ۲۴ گھنٹہ میں چالان عدالت میں پیش کردیا جانا وغیرہ۔

انعامات خاص و مڈلس و تمغہ جات کی سرفرازی شہزادہ پرنس آف ویلز حال ایڈورڈ ہشتم کی رونق افروزی اور وائسرائوں کی آمد کے موقع پر اور دیگر کارہائے نمایاں کے صلہ میں سررشتہ پولس بلدہ کے قریب تمام عہدداروں کو انکی مستحسن کارگذاری کے نظر کرتے تمغہ جات و مڈلس و انعامات و ترقیاں ملی ہیں۔ اکثروں کو کپ اور شیلڈ بھی عطا ہوئے ہیں۔ اگر ہم اون کو تفصیلوار ظاہر کریں تو ایک بہت بڑی فہرست ہو جائے۔ اسلئے صرف اسیقدر اظہار پر اکتفا کرتے ہیں۔

عہدۂ کوتوال کی اہمیت اس جلیل القدر سلطنت حیدرآباد کے کوتوال کا عہدہ نہایت ممتاز۔ پر دبدبہ و عظمت وقیع ہوتا ہے۔ روزانہ بارگاہ خسروی میں ارفت رہنا پڑتا ہے۔ کوتوال کو ریاست کے جملہ عہدہ داروں سے راست تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اقتدارات کی وسعت اسباب علل و احوال کیا تھ لاانتہا ہی ہوتی ہے۔

پولیس پریڈ سنٹرس عہد قدس و اعلی میں پولس کے باضابطہ پریڈ کا لزوم قرار دیا جاکر حسب ذیل پریڈ سنٹرس مقرر کیئے گئے۔ پٹیلہ برج [1]۔ مسجد گاذر [2] مشیر آباد [3]۔ عیدگاہ قدیم [4]۔ بلاک نمبر [5]۔ روزانہ ان پریڈ سنٹرس پر باالالتزام قواعد پریڈ ہوتی ہے بفضلہ اب پولس بلدہ مثل باقاعدہ کے ہوگئی ہے۔

پولس بلدہ کی مصروفیات شب و روز کے ہیں ۲۴ گھنٹہ کے ملازم یعنی جب موقع آئے تیار رہنا اس متحد پولس کا فریضہ ہے۔ اگرچیکہ فرائض دو کام ڈیوٹی کی سہولت بخش تقسیم ہے۔ مگر فرائض صدر کی پولس پابند ہے۔

پولس کا ڈریس دو قسم کا ہے۔ عام ایک خاص۔ ایک عام ڈریس سہولت بخش برنگ نیلگوں ہے جو عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ خاص ڈریس شاندار و پرتکلف سیاہ و پیلا ہے جو خصوصی موقع پر پہنا جاتا ہے۔

پولس کی انتظامی سیٹیاں اعلیحضرت کی سواری مبارک کیلئے ۴ سیٹی۔ صدر اعظم بہادر کی سواری کیلئے ۳ سیٹی۔ صدرالمہام بہادر پولس و رزیڈنٹ بہادر کیلئے ۲ سیٹی۔ کوتوال صاحب بہادر کیلئے ایک سیٹی۔

امکنہ سررشتہ کوتوالی بلدہ

کوتوالی کے عمارتوں کیلئے اسٹانڈرڈ پلان منظور ہو، ایک خاص تعداد پختہ عمارات کی مہیا ہو چکی ہے۔ صدر محکمۂ کوتوالی بلدہ
کی عمارت بصرف ۲ لاکھ پانچ ہزار تعمیر ہوی اور جمعیت کیلئے بمقام پٹیلہ برج بارکس تعمیر ہو رہے ہیں
جس کی تعمیر قریب الختم ہے۔ اس تعمیر کا دس لاکھ تیس ہزار تخمینہ کیا گیا۔ مگر صرفہ اس سے
زائد ہوا ہے (۱۵) ایکر اراضی پر اس کا رقبہ مشتمل ہے۔ یہ تعمیر مذکور عمارات ذیل پر مبنی ہے

(۱) اکنہ برائے سپاہیاں متاہل (۲۶۶) ۲- اکنہ برائے سپاہیاں غیر متاہل (۹۶) ۳- اکنہ برائے جمعداران (۳۴) ۴- اکنہ برائے سب انسپکٹر (۲) ۵- انسپکٹر (۱) ۶- گزیٹیڈ افسر (۱) ۷- ہال آف ارس (۲) ۸- کوارٹر گارڈ (۱) ۹- لکچر ہال (۱) ۱۰- کمرہ حوالات (۱) -

عمارت موجودہ کیلئے ضروری فرنیچر و برقی روشنی و نل ہائے آبرسانی مہیا ہیں

عہد عثمانی کے طویل المیعاد کوتوال راجہ بہادر وینکٹ راما ریڈی صاحب ہیں الطاف شاہانہ ہر دم اور ہر وقت آپ پر مبذول حال رہے اور تا حال ہیں۔ جیسا کہ اس وسیع دور رہا و لیساھی کوتوالی کے انتظامات بھی ترقی پذیر رہے۔ راجہ بہادر کے طویل و کامیاب دور کوتوالی کے اختتام پر جبکہ کبر سن کو توسیع کے بعد آپکو حسن خدمت کا وظیفہ ملا حضور پر نور نے بنظر قدر دانی آپ کو صرف خاص مبارک کی اسپیشل افسری پر مامور فرمایا جس پر آپ اس وقت کارگزار ہیں۔

دور رحمت ابتداء ۱۳۴۳ف میں نواب رحمت یار جنگ بہادر بحیثیت شریک کوتوال کار فرما رہے۔ بیدار مغز شاہ دیجاہ کی وسعت نظری نے حب آپ کو تماموں میں سے کوتوالی کی اہم جلیل القدر خدمت کیلئے منتخب فرما لیا۔ ہر طرف سے مرحبا اور آفرین کی صدائیں گونجنے لگیں۔ آپ کی ابتدائی آمد کے موقع پر مولوی سید عزیز احمد صاحب عزیز نے ایک بہترین قطعہ تاریخ برآمد فرمایا تھا جو مقبول عام ہوا۔ اس لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

نظر انتخاب کے صدقے	آفریں بندگان عالی پر
آئے نواب رحمت اللہ کیا	رحمت آئی ہے کوتوالی پر

واقعی اس عہدہ پر آپ کا بے نظیر انتخاب نام کی رعایت و فضیلت کیساتھ کام میں لایا گیا ۱۳۴۹ کے لئے رحمت ثابت ہوا۔ کچھ عرصہ کار فرمائی کے بعد پھر آپ نظامت عطیات پر عود فرما ہوئے۔ من بعد سرکار عالی کی جانب سے بغرض ٹریننگ بمبئی بھیجے گئے بعد فراغ ٹریننگ واپس آکر آپ نے راجہ بہادر وینکٹ راما ریڈی صاحب سے ۲۶ امرداد ۱۳۴۳ف کو باضابطہ خدمت کوتوالی کا جائزہ حاصل فرمایا۔ تمام کوتوالوں میں آپ ہی ایک ٹریننگ کامیاب کوتوال ہیں۔ اللہ نے آپ میں اصلاح کار کی جدت اور انتظامی امور کا فطری جذبہ ودیعت کر رکھا ہے جو آپ کا جوہر خاص ہے۔ جب سے آپ نے اس اہم خدمت کا جائزہ حاصل فرمایا ہے کافی و شافی اصلاحات کے ذریعہ پولس کو اور بہتر و منظم فرما دیا۔ اسوقت پولس بلدہ کی حالت و ترقی دیگر ممالک کیلئے قابل رشک ہے۔ ایک ریاست کے امن و اماں کیلئے پولس کو جس قدر رعب و وقار کی ضرورت ہے بفضلہ صحیح معنوں میں پولس بلدہ اب اسکی حامل ہے۔ بلا کھٹکے ہر طرف سونا اوچھالتے جائیے خوف و خطر اس عنقا ہے۔ شعر

رعب پولس کا وہ بیٹھا ہے لو پر سکہ	سر اٹھا سکتے نہیں فتنہ اٹھا ہوا ہے

برقراری انتظامات کیلئے باہیں رعب و داب پولس کے تعلقات عام طور پر ہمدردانہ و دوستانہ ہیں۔ ادھر پولس۔ رعایا کی دادرسی و دستگیری کیلئے ہر لمحہ و ہر آن ریف مستعد و تیار رہتی ہے تو ادھر رعایا و اخلاقی نقطہ نظر سے پولس کے ہر نازک وقت میں مدد کرنا اپنا شعار سمجھتی ہے۔ اس طرح حکومت و رعایا کے بہترین مفاد۔ دائمی امن و اماں۔ اور باہمی حقوق کے تحفظات کا شیرازہ بفضلہ اور مستحکم و خوشگوار ہوتا جا رہا ہے۔ جو ایک متمدنہ حکومت کا مسلک و اشتراک عمل کا دستور اساسی ہونا چاہیے۔ فقط

تعداد پیشوایان مذھبی

قضاۃ ملک سرکار عالی

(۱) دار السلطنت میں (۸) ہیں۔
(۲) اورنگ آباد میں (۲۶) ہیں۔
(۳) ضلع بیڑ میں (۱۷) ہیں۔
(۴) پربھنی میں (۲۶) ہیں۔
(۵) ضلع ناندیڑ میں (۱۳) ہیں۔
(۶) ضلع گلبرگہ شریف میں (۱۹) ہیں۔

مرتبہ محمد فاضل

عہد عثمانی کے کوتوال

(از تخت نشینی مبارک تا سلور جوبلی ہمایونی)

(مرتبہ مولف)

نمبر شمار	اسماء کوتوال صاحبان	تاریخ جائزہ	تاریخ علیحدگی	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
۱	نواب سلطان یاور جنگ بہادر	۵ خورداد ۱۳۱۴ ف	۲۰ خورداد ۱۳۲۱ ف	آپ اعلیحضرت کی تخت نشینی کے زمانہ کے کوتوال ہیں
۲	خان بہادر محمد عبدالکریم عرف لعل خاں	۲۱ خورداد ۱۳۲۱ ف	۱۱ آبان ۱۳۲۱ ف	•
۳	مسٹر ٹگے	۱۲ آبان ۱۳۲۱ ف	۳ دی ۱۳۲۲ ف	•
۴	خان بہادر میر مبارک علیخاں	•		•
۵	نواب عماد جنگ بہادر	۴ دی ۱۳۲۲ ف	۱۸ اردی بہشت ۱۳۲۹ ف	•
۶	راجہ بہادر وینکٹ راما ریڈی	۱۹ اردی بہشت ۱۳۲۹ ف	۲۵ امرداد ۱۳۴۳ ف	آپ عہد عثمانی کے طویل المیعاد کوتوال ہیں۔
۷	نواب رحمت یار جنگ بہادر	۲۶ امرداد ۱۳۴۳ ف	تا حال مامور کارگذار	آپ ہی ایک وہ کوتوال ہیں جنھیں حکومت کیجانب سے بغرض ٹریننگ بمبئی روانہ کیا گیا تھا۔ بعد فراغ ٹریننگ آپ نے اس جلیل القدر خدمت کا جائزہ حاصل فرمایا۔

خفیہ پولس

جس طرح انتظامی پولس کے دو قسم ہیں اسی طرح خفیہ پولس بھی دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک خفیہ پولس دارالسلطنت جس کے افسر مولوی محمود علی صاحب نائب کوتوال ہیں۔ کوتوال صاحب بہادر کے زیر اقتدار ہے۔ دوسری خفیہ پولس اضلاع جو ایک مہتمم خفیہ پولس اضلاع کے ماتحت ہے جس کا تعلق صدر ناظم صاحب کوتوالی اضلاع سے ہے باوجود اسکے کہ سیاسی مصالحت کی بناء پر ہم اس کا تفصیلوار خاکہ اور مکمل مواد و کارناموں پر جیسا کہ چاہیئے تبصرہ کرنے یا حالات پیش کرنے سے ہر طرح عاجز و معذور ہیں۔ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہمارے ملک کی خفیہ پولس بلدہ و اضلاع ہر دو کے کارنامے نہایت مستحسن و خاص ہیں نہ صرف ہندوستان کی پولس بلکہ بڑے بڑے مستند آزاد ممالک و دول ہائے مغرب کی خفیہ پولس پر بھی اس کو افضلیت و ترجیح فائقہ حاصل ہے۔ اس شعبہ کے پراسرار جاسوسی قابل فخر کارنامے نہایت حیرت افزاء و لاینحل ہوتے ہیں اکثر
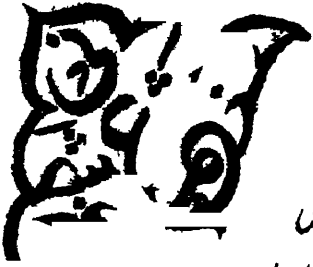
عہدہ داران برٹش انڈیا نے بھی اسکے خدمات مستعار لیکر کامیاب سراغرسانی کے ظہور پر اکثر سرٹیفکیٹ و تمغہ جات وغیرہ دیئے ہیں۔ ایک ریاست کی سیاسی نگرانی اور پر اسرار واقعات کی فوری سراغرسانی کیلئے جیسا کہ ضرورت ہے ملک سرکار عالی کی خفیہ پولس بدرجہ اتم اس میں کامیاب نظر آتی ہے۔ بطور خاص اسکے افراد کو اس باب میں مہارت لائی جاتی ہے اسکے کامیاب نتائج پر وقتاً فوقتاً انکی قدر دانی و حوصلہ افزائی کیجاتی ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں کے باشندے نہایت امن و سکون کیساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔ زہریلی فضا نہ پھیل سکتی نہ مفسدانہ پروپگنڈے جنم لیسے پاتے ہیں اور نہ قاتل ڈاکو، ظالم چور غلط پروپگنڈہ باز روپوش رہ سکتے ہیں۔ جنھیں فوراً کیفر کردار کو پہونچایا جاتا ہے۔

بہر حال عہد ہمایوں میں خفیہ پولس بلدہ کی تعداد و خرچ و تنظیمات وغیرہ میں بھی حسب ضروریات ملک کافی اضافہ عمل میں آیا ہے اور یہ اپنے پر اسرار کارناموں کی کامیاب ترقی میں شہرت عامہ رکھتی ہے۔ فقط

اضلاع پولس سرکار عالی

اضلاع پولس کا انتظام بھی نہایت مستحسن و اعلی معیار پر قائم ہے۔ پولس بلدہ کے زیر اقتدار رقبہ کو منہا کرنے کے بعد باقی جملہ ملک سرکار عالی کا رقبہ اس پولس کے زیر انتظام و نگہبانی ہے۔ اس سررشتہ کا ایک وسیع محکمہ جو صدر ناظم صاحب کوتوالی اضلاع کے ماتحت ہے۔ زیر اقتدار پولس کے رقبہ و تعداد اور انتظامی وسعت کے لحاظ سے نہایت شاندار ہے۔ ہر ضلع پر ایک مہتمم پولس اور ہر اس افسر کے تحت کئی کئی مہتممان پولس اور سرکل انسپکٹر اور ہزاروں کی تعداد میں جوانان و ضروری عملہ وغیرہ کارگذار ہیں۔

اضلاع پولس کے اخراجات جو سالانہ نصف کروڑ سے زیادہ ہیں۔ حکومت سرکار عالی برداشت کرتی ہے۔ عہد عثمانی میں اس پولس نے بھی غیر معمولی ترقی حاصل کی بہترین نظم و نسق و انگنت اصلاحات و تنظیمات سے پولس اضلاع کو بہتر سے بہتر اور مستعد و کارگذار بنا دیا گیا ہے۔ اضلاعوں پر کہ دستقام و جنگلوں میں اس پولس کو بڑے کٹھن اور اہم خدمات انجام دینے پڑتے ہیں۔ باشندگان اضلاع کے خوشگوار حالات اور اضلاع کا نام امن و اماں واقعی اس پولس کو لائق ستائش قرار دیتے ہیں۔ عہد ہمایوں میں اس پولس نے دونی ترقی حاصل کی۔ اور اخراجات میں بھی اسیطرح دو چند اضافہ عمل میں آیا۔

محابس

حیدرآباد میں محابس کا انتظام قابل نمونہ ہے اور حقیقی معنوں میں یہ معاشی اخلاقی تادیب خانے ہیں۔ ان محابس میں مردوں و عورتوں اور مجانین و زیر دریافت کو علیحدہ علیحدہ رکھا جاتا ہے۔ بہ تعمیل حکم سزائے مشقت و بلا مشقت کی ذمہ داریوں کیساتھ جو قیدی جس فن میں ماہر ہوتا ہے۔ اُس سے وہی کام لیا جاتا ہے محابس میں نماز پوجا پاٹ کا بھی انتظام ہے تاکہ قیدیاں اپنی میعاد سزا تک اپنے مذہبی فرائض سے بے اعتنا نہ ہو جائیں یہاں ان کی اخلاقی نگرانی کا بھی معقول انتظام ہے یہ محابس کیا ہیں۔ عبرت خانہ ہیں۔ ان کے کارناموں کو سنکر اور وہاں ان کی بیکسی و بےبسی کو دیکھکر دل کو ٹھیس لگتی ہے۔ اور خدا کی قدرت یاد آتی ہے جس کا بدیہی نتیجہ ہے کہ ختم سزا پر رہائی کے بعد قیدیوں کی اخلاقی حالت میں نمایاں اصلاحی فرق پایا جاتا ہے۔ محابس میں قیدیوں کی نگہداشت اور خورد و نوش کا جیسا کہ چاہئے قابل افسروں کی نگرانی میں بہترین انتظام ہے۔ علاج و معالجہ کیلئے ڈاکٹر متعین ہیں۔ قیدیوں کے مذہبی احترام کا کافی لحاظ ہے

ان محابس پر حکومت سرکار عالی سالانہ تقریباً ۸ لاکھ روپیہ صرف کرتی ہے۔ صدر محبس دارالسلطنت کے علاوہ اورنگ آباد، گلبرگہ، ورنگل میں تین بڑے محبس ہیں اس کے علاوہ اضلاع کے صدر مقام پر اوسط اور تعلقات پر چھوٹے چھوٹے محبس بنائے گئے ہیں۔ جہاں ان اضلاع
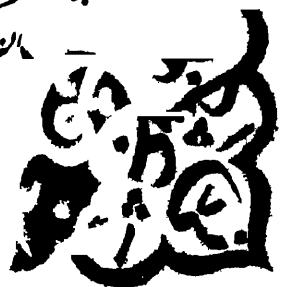
زیر دریافت تخفیف المیعاد قیدیوں کو رکھا جاتا ہے۔ طویل المیعاد و دائم الحبس قیدیوں کو صدر محابس میں منتقل کیا جاتا ہے

بہر حال حکومت سرکار عالی کے بہترین حسن انتظام اور آئین کار سے کل ان محابس پر جاری و ساری ہے جس کو عقول انسانی مسلمہ طور پر مناسب سمجھتے ہیں۔ عہد عثمانی میں محابس کے قواعد و نظم و نسق میں بہت کچھ اصلاحیں عمل میں آئیں۔ اب ایک بہترین اصول پر ان محابس کا انتظام مدون ہے۔ فقط۔

قیدیوں کی رہائی ہر سال اعلیحضرت کی سالگرہ مبارک کے موقع پر ایک مناسب تعداد میں دائم الحبس طویل المیعاد قیدیوں کو رہا کیا جاتا ہے جس میں تمام مذاہب کے مرد۔ عورت بچے شامل ہیں۔ یوم رہائی ان قیدیوں کی عمدہ طعام سے تواضع کیجاتی ہے اور ہر قیدی کو پارچہ، شیرنی اور فی کس صہ روپیہ بھی دئے جاتے ہیں۔

قیدیوں کی ضیافت اعلیحضرت کے سالگرہ کی میمنت تقریب کی شادمانی میں جیل کے تمام قیدیوں کی پرتکلف لوازمات سے ضیافت کیجاتی ہے جنہیں پارچہ کے علاوہ ذیر دریافت و محبوسین وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اہل ہنود کو جس میں سکھ وغیرہ بھی داخل ہیں علاوہ کھانے کے مٹھائی شیرینی حلوہ پوری اور ترکاریاں مسلمان قیدیوں کو بریانی۔ مزعفر اور گوشت و دالچہ وغیرہ دیا جاتا ہے۔

ذرائع معاش

ترتیب ذرائع معاش	ہندو	مسلمان	مجموعی تعداد کارکنان
متعلق بہ سطح زمین	۷۴۳۸۹۵۳	۶۶۶۱۱۰	۸۳۸۹۷۱۸
" بہ معدنیات	۱۶۹۷۶	۱۱۰۲	۱۸۴۷۴
صنعت و حرفت	۱۷۶۱۶۶۹	۱۰۲۲۷۱	۱۸۷۲۷۳۴
حمل و نقل	۱۰۲۸۱۸	۲۱۸۸۳	۱۳۹۵۱
تجارت	۱۰۱۰۸۵۸	۱۰۱۹۷۶	۱۱۳۴۳۶۸
افواج سرکاری	۹۳۳۸۵	۶۶۹۸۹	۱۶۴۳۹۸
انتظام ریاست	۲۴۹۲۷۲	۹۲۴۶۱	۳۴۶۱۸۴
دوسرے پیشے اور فنون لطیفہ	۱۶۸۵۳۱	۳۵۳۲۱	۲۰۹۰۳۹
ذاتی آمدنی	۱۶۳۵۰	۱۱۵۵۱	۲۸۳۷۷
خانگی نوکری	۲۲۲۵۵۷	۱۹۰۳۸۷	۴۲۱۱۴۷
غیر مقررہ نوعیت کے پیشے	۳۱۹۵۸۷	۴۵۰۷۷	۳۸۰۱۴۸
بے منفعت کے پیشے	۲۲۵۱۶۳	۴۵۸۶۲	۲۷۶۱۳۹

(جن میں سرمایہ اور انتظام کی ضرورت ہیں ہوتی جیسے منصبداری دعوی) .. ..
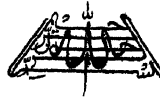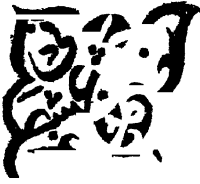
امورِ مذہبی

سررشتہ مذہبی کی اہمیت — غالباً اس امر کا اظہار بے موقع نہ ہو گا کہ سرکار عالی کے نظم و نسق میں سررشتہ امور مذہبی ایک اہم سررشتہ ہے اور علی العموم ہر مہذب سلطنت اس کی اہمیت اور ضرورت کو تسلیم کرتی ہے۔

ہندوستان کی اسلامی سلطنتوں میں بھی ہمیشہ ایک ایسا محکمہ موجود رہا اور ترکی سلاطین عثمانیہ کے عہد میں وزارت اوقاف کے یہی فرائض تھے جو سرکار عالی کا سررشتہ امور مذہبی انجام دے رہا ہے۔ مصر میں بھی وزارت اوقاف کے یہی فرائض ہیں۔ ہندوستان میں بھی کلیسا کے مختلف شعبوں اور انتظام کے علاوہ اکلیزیا سٹکل ( ) کمشنروں کے محکمے قائم ہیں۔ اُن کے فرائض ( ) اور چیریٹی ( ) صیانت اوقاف وغیرہ کے متعلق وہی ہیں جو سررشتہ امور مذہبی سرکار عالی کے ہیں۔ برٹش انڈیا میں بھی کلیسائے انگلستان کے متعلقہ معابد و مقابر اور مذہبی امور کے نظم و نسق کے لئے محکمے وسیع پیمانہ پر موجود ہیں۔

سررشتہ مذہبی کی موجودہ تشکیل — سرکار عالی میں زمانہ قدیم سے دفتر صدارت العالیہ امور مذہبی اور اوقاف سے متعلق فرائض انجام دیتا تھا۔ بہت سے تغیرات کے بعد بالآخر صدارت العالیہ سے امور مذہبی اور اوقاف کا شعبہ علیحدہ ہو کر سررشتہ امور مذہبی قائم ہوا۔ اور موجودہ عہد معدلت مہد میں بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی کی توجہات شاہانہ سے ضروری اور مناسب اصلاحات ہونے کے بعد محکمہ امور مذہبی کی موجودہ صورت قائم ہوئی جسے ایک طرف مسلمانوں کی مذہبی اصلاح اور مساجد کا انتظام اور اہلِ ہنود کے معابد کا اہتمام۔ اہلِ خدمات مذہبی کے کام کی نگرانی اور ان کی اصلاح اور دیگر مذہبی امور کا انصرام۔ اوقاف کا تحفظ اور معاشہائے مشروط کا انضباط و انتظام کرنا ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف مختلف المذاہب رعایائے سرکار عالی میں خوش گوار تعلقات برقرار رکھنے کی کوشش کرنی پڑتی ہے۔ بالخصوص ایسے زمانہ میں جبکہ بیرون ملک سرکار عالی باہمی اختلاف و فسادات پھیلے ہوئے ہیں۔ ہر وقت اس کو ملحوظ رکھنا ہوتا ہے کہ مختلف المذاہب افراد میں باہم تصادم نہ ہونے پائے جو اس محکمہ کا ایک غیر معمولی اور اہم کام ہے۔

سررشتہ مذہبی سرکار عالی کے فرائض — متذکرہ صدر امور کے اعتبار سے اصولی طور پر سررشتہ امور مذہبی کے فرائض حسب ذیل شعبوں پر تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔

(۱) تحقیقات و انتظام و صیانت جائدادہائے موقوفہ و اماکن مذہبی۔

(۲) انتظام و نگرانی معاشہائے مشروط۔

(۳) انتظام و نگرانی فرائض اہلِ خدمات مذہبی۔

مرتبہ محمد فاضل

(۴) تعمیر و ترمیم اماکن مذہبی۔
(۵) انتظام تقاریب مذہبی۔
(۶) انتظام اصلاح مذہبی اہل اسلام۔
(۷) انتظام و نگرانی مدارس و کتب خانہ جات متعلق سررشتہ امور مذہبی جہاں لوگ مطالعہ کتب سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔
(۸) انتظام روانگی قافلہ حجاج۔
(۹) رفع نزاعات مذہبی اور مختلف المذاہب رعایا سرکار عالی میں خوشگوار تعلقات کا قیام۔

موازنہ سررشتہ امور مذہبی سررشتہ امور مذہبی کے صدر مد مصارف میں تقریباً ([illegible]) شریک موازنہ ہیں لیکن حسب ذیل رقوم خارج از اقتدار سررشتہ ہیں۔ اور ان کا صرفہ بھی بلا توسط سررشتہ ہوتا ہے۔

(۱) رقم خیرات و مبرات جو ذریعہ توشک خانہ سرکار عالی صرف ہوتی ہے ([illegible])
(۲) رقم مصارف وکٹوریہ میموریل ارفنیج واقع سرور نگر شہر حیدر آباد جس کے انتظام کیلئے سررشتہ مذہبی سے غیر متعلق ایک مستقل کمیٹی ہے ([illegible])
(۳) رقوم یومیہ و معمولات جن کا معتدبہ حصہ مشروط الخدمت ہے جن کی وراثت کی تحقیقات صدر محاسبی میں اور اجرائی منظوری محکمہ فینانس ہوتی ہے۔ ([illegible])
(۴) رقم مصارف بیت المعذورین بلدہ حیدر آباد جس کے لئے ایک مستقل کمیٹی مقرر ہے۔ . . . . ([illegible])
(۵) معمولات ابھصوابی توشک خانہ عامرہ . . . . ([illegible])
(۶) مصارف مشاہرہ وغیرہ عہدہ داران و عملہ صدارت العالیہ . ([illegible])

[illegible]

ان رقوم کی منہائی کے بعد جو رقم زیر اقتدار سررشتہ مذہبی صرف ہوتی ہے اس کی جملہ مقدار کم و بیش ([illegible]) رہ جاتی ہے۔ سررشتہ امور مذہبی کی تمام اصلاحی جدوجہد کا مدار اسی رقم پر ہے۔

اقسام اماکن مذہبی	معاش نقدی	معاش بصورت اراضی	کیفیت
اماکن مذہبی اہل اسلام	[illegible]	۹۷۸۸۶ یکر	
معابد اہل ہنود	[illegible]	۲۰۱۹۵۷ یکر	
میزان	[illegible]	۲۹۹۸۴۳ یکر	

امداد مختلف اماکن مذہبی ماہانہ و سالانہ

نمبر شمار	نام اماکن مذہبی	امداد ماہانہ	امداد سالانہ	نمبر شمار	نام اماکن مذہبی	امداد ماہانہ	امداد سالانہ
۱	پروٹسٹنٹ چرچ بلدہ حیدرآباد	[illegible]	.	۹	دیول بالاجی مادنا پیٹھ	.	[illegible]
۲	رومن کیتھالک چرچ بلدہ حیدرآباد	[illegible]	.	۱۰	دیول اونکار متصل پل مسلم جنگ		[illegible]
۳	میتھوڈسٹ چرچ	[illegible]	.	۱۱	دیول گولی پورہ	.	[illegible]
۴	انڈین چرچ	[illegible]	.	۱۲	درگاہ مولوی شجاع الدین صاحب مرحوم	.	[illegible]
۵	آتشکدہ پارسیاں	[illegible]		۱۳	درگاہ حضرت مسکین شاہ صاحب مرحوم	.	[illegible]
۶	دیول گوکل ناتھ	.	[illegible]	۱۴	درگاہ سید ناصر مرحوم	.	[illegible]
۷	دیول الیسری پرشاد	.	[illegible]	۱۵	نبی خانہ مولوی محمد اکبر مرحوم	.	[illegible]
۸	دیول شنکر باغ	.	[illegible]		———		

سرکار عالی کی اجراکردہ مشروط معاشیں جنکے محل شہر بیرون ممالک سرکار عالی یعنی علاقہ انگریزی میں واقع ہیں

نمبر شمار	نام معابد	تفصیل معاش
۱	دیول بہدرا چلم لب دریائے گوداوری	([illegible]) کلدار سالانہ ضلع ورنگل سے جاری ہے۔
۲	دیول تروپلور واقع چنگل پیٹھ صوبہ مدراس	([illegible]) سالانہ محکمہ امور مذہبی سے دئیے جاتے ہیں۔
۳	دیول پنڈھر پور واقع شولاپور	موضع علی آباد جاگیر کی سالم آمدنی ۔
۴	دیول بالاجی ترپتی مدراس	([illegible]) سالانہ مقرر ہیں ۔
۵	دیول وینکٹیشن بالاجی واقع دیول گاؤں بیار	([illegible]) مقرر ہیں ۔

انتظام و نگرانی تعمیر و ترمیم امکنہ مذہبی

اس شعبہ کی کارگزاری تحریر کرنے سے قبل یہ ظاہر کرنا مناسب ہے کہ جدید امکنہ مذہبی کی تعمیر خواہ اضلاع میں ہو یا بلدہ میں اُس کے لئے لازم ہے کہ

تعمیر سے قبل بتوسط محکمۂ امور مذہبی سرکار کی اجازت حاصل کیجائے۔ اس حکیمانہ حکم کا نتیجہ یہ ہے کہ مختلف المذاہب رعایائے سرکار عالی کے درمیان خوشگوار تعلقات قایم رہتے ہیں اور جدید امکنہ مذہبی کی تعمیر کی بناء پر باہم دیگر تصادم اور جھگڑوں کی نوبت نہیں آنے پاتی۔ سالہائے زیر رپورٹ میں حسب ذیل جدید امکنہ مذہبی کی تعمیر کی اجازت دی گئی۔

نام سال	امکنہ مذہبی اہل اسلام	امکنہ مذہبی اہل ہنود
۱۳۳۴ف	۲	۹
۱۳۳۵ف	۷	۹
۱۳۳۶ف	۷	۴
۱۳۳۷ف	۷	۲۰
۱۳۳۸ف	۷	۲۷
۱۳۳۹ف	۶	۱۹
۱۳۴۰ف	۹	۱۴
۱۳۴۱ف	۱۰	۲۲
۱۳۴۲ف	۲	۱۳
۱۳۴۳ف	۳	۱۱
۱۳۴۴ف	۱۳	۱۳
میزان	۷۳	۱۶۱

اور حسب ذیل امکنہ مذہبی کی ترمیم و توسیع تحت احکام ونگرانی سررشتہ ہوئی۔

نام سال	امکنہ مذہبی اہل اسلام	امکنہ مذہبی اہل ہنود
۱۳۳۴ف	۵۱	۵۹
۱۳۳۵ف	۶۷	۵۸
۱۳۳۶ف	۷۶	۳۴
۱۳۳۷ف	۷۳	۴۳
۱۳۳۸ف	۶۶	۷۲
۱۳۳۹ف	۲۵	۹۹
۱۳۴۰ف	۴۰	۱۴۸
۱۳۴۱ف	۲۶	۱۲۱
۱۳۴۲ف	۷۲	۸۱
۱۳۴۳ف	۲۰	۹۲
۱۳۴۴ف	۲۹	۴۵
میزان	۵۴۵	۸۵۲

انتظام و نگرانی مدارس و کتب خانہ جات

جو مدارس اور کتب خانہ جات زیر نگرانی سررشتہ ہیں ان میں سے بعض سرکاری صرف سے اور بعض اوقاف کی آمدنی سے جاری ہیں۔

مدرسہ دینیہ متصل بکتخانہ عامرہ یہ مدرسہ سرکاری صرفہ سے جاری ہے۔ اس مدرسہ میں ایک صدر مدرس ماہوار (ماصہ تا مار) اور ایک مددگار (ماعہ تا ماصہ) مامور ہے دینیات کی تعلیم ہوتی ہے۔ متفرق طلباء جن میں کاروباری اشخاص اور ملازمین بھی تعلیم پاتے ہیں۔ اسی مدرسہ میں چار اشخاص جن کی علمی قابلیت پہلے ہی سے اچھی تھی شامل رہے۔ ان کو اصلاحی کام کے لئے تیار کیا گیا اور علمی معلومات کے ساتھ تقریر اور وعظ کی مہارت کرائی گئی اور (۳) سال کی تعلیم کے بعد ان چاروں کا واعظین میں تقرر ہو گیا۔ متفرق طلباء جو بی پڑھنے والے (۲۷)
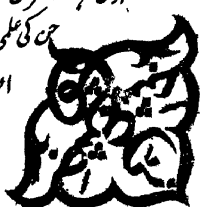
اور جماعت تفسیر القرآن میں (۵) طلبہ ہیں۔ مدرسہ اس میں ایک دار المطالعہ بھی ہے جس میں (۱۳۸۹) کتابیں ہیں ۱۳۴۲ف میں مطالعہ کنندگان کی تعداد (۱۶۳۲) تھی۔

مدرسہ حفاظ واقع مکہ مسجد حفظ قرآن مجید کے لئے مکہ مسجد میں ایک مدرسہ حسب فرمان خسروی قایم ہے جس میں تقریباً (۵۵) طلبہ کی روزانہ حاضری کا اوسط ہے (۲۰) طلبہ کو فی کس پانچ روپیہ ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ فارغ الحفظ طلباء کو خلعت سلطانی عطا ہوتا ہے ۱۳۳۲ف سے ۱۳۴۲ف تک (۲۶) طلباء فارغ الحفظ ہوئے ہیں۔

مدرسہ مسجد میاں مشک مسجد میاں مشک کی آمدنی سے ایک مدرسہ دینیہ مسجد مذکور میں قایم ہے۔ جس میں عربی فارسی اور اردو کی تعلیم ہوتی ہے۔ علاوہ صغیر سن طلبہ کے بعض کاروباری اشخاص بھی فقہ اور دینیات کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اوسط حاضری روزانہ تقریباً (۲۵) رہتی ہے۔

مدرسہ کالی مسجد یہ مدرسہ بھی آمدنی وقف سے قایم ہے جس میں تقریباً (۴) طلباء دینیات کی ابتدائی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

مدرسہ شاہ علی بنڈہ یہ مدرسہ چندہ سے قایم ہے۔ آمدنی وقف مسجد میاں مشک سے اس کو چھتیس روپیہ ماہانہ امداد دیجاتی ہے۔ قرآن مجید۔ دینیات۔ اردو۔ فارسی۔ اور حساب کی تعلیم اس مدرسہ میں دیجاتی ہے۔ تقریباً (۶۶) طلبہ تعلیم پاتے ہیں۔

دار المطالعہ مسجد چوک یہ دار المطالعہ ۱۳۳۱ف سے قایم ہے۔ مختلف علوم وفنون کی (۳۰۷۰) کتابیں ہیں اور خاص فن ادب کی (۱۰۰۰) کتابیں ہیں (۱۲) اخبار اور (۲۱) رسالے آتے ہیں۔ ۱۳۴۲ف میں اس دار المطالعہ میں مطالعہ کنندگان کی تعداد (۱۴۹۰۰) تھی اور (۲۱۳) اصحاب نے مکان پر کتب منگا کر مطالعہ کیا۔

دار المطالعہ مکہ مسجد اس دار المطالعہ میں (۲۰۹۰) کتابیں ہیں (۴) اخبار اور (۵) رسالے آتے ہیں ۱۳۴۲ف میں مطالعہ کنندگان کی تعداد (۳۴۰۰) تھی۔

ان کے علاوہ اضلاع میں درگاہوں اور مساجد کی آمدنی موقوفہ سے اودنہ پڑاڑہ تعلقہ انبڑ ضلع اورنگ آباد۔ خلد آباد ضلع اورنگ آباد۔ بسمت تعلقہ پربھنی۔ پورنا تعلقہ پربھنی۔ رائچور۔ گلبرگہ اور جڑچرلہ ضلع محبوب نگر میں مدارس دینیات قایم ہیں جن میں حفظ قرآن مجید اور دینیات کی تعلیم ہوتی ہے۔ ایک مدرسہ خاص ناندیڑ میں مدرسہ عید روسیہ کے نام سے بصرفہ سرکار قائم ہے۔ جس میں جماعت چہارم تک دینیات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور حفظ قرآن مجید کی بھی جماعت اس مدرسہ میں ہے۔ چار مدرس دینیات کی تعلیم کے لئے اور دو مدرس حفظ قرآن مجید کے لئے مامور ہیں۔

یازدہ سالہ تعداد حجاج و رقم اعانتی سرکار عالی کی تفصیل
معہ قافلہ سالار

سلسلہ نشان	نام سال	تعداد حجاج جن کو امداد کرائے جہاز کی دی جاتی ہے	کل رقم صرف شدہ	تعداد حجاج جو کل اپنے خرچ سے ہمراہ قافلہ گئے	نام قافلہ سالار	کیفیت
۱	سنہ ۱۳۳۴ف	۰	۰	۰	-	اس سال بوجہ تغیر حکومت قافلہ روانہ نہیں ہوا
۲	سنہ ۱۳۳۵ف	۱۰۲	[illegible] کلدار	۵۳	مولوی عبد القیوم صاحب وکیل	
۳	سنہ ۱۳۳۶ف	۱۰۶	[illegible] کلدار	۷۸	مولوی احمد محی الدین صاحب	
۴	سنہ ۱۳۳۷ف	۷۳	[illegible] " "	۲۰	ڈاکٹر خواجہ معین الدین صاحب	
۵	سنہ ۱۳۳۸ف	۱۴۶	[illegible] کلدار / [illegible] عثمانیہ	۳۲	مولوی فیض الدین صاحب وکیل	
۶	سنہ ۱۳۳۹ف	۱۵۹	[illegible]	۶۱	سید قادر محی الدین صاحب	(ماد) سکہ عثمانیہ خریدی ادویہ کیلئے
۷	سنہ ۱۳۴۰ف	۱۲۶	[illegible]	۱۴۷	محمد عمر خانصاحب	(ماد) سکہ عثمانیہ خریدی ادویہ کیلئے
۸	سنہ ۱۳۴۱ف	۱۶۳	[illegible]	۷۶	مولوی ولی اللہ حسینی صاحب	
۹	سنہ ۱۳۴۲ف	۱۸۳	[illegible]	۸۲۰	ڈاکٹر خواجہ معین الدین صاحب	([illegible]) سکہ عثمانیہ خریدی ادویہ کیلئے
۱۰	سنہ ۱۳۴۳ف	۲۵۵	[illegible] کلدار / [illegible] عثمانیہ	۱۰۷	مولوی مسعود علیصاحب	
۱۱	سنہ ۱۳۴۴ف	۳۰۷	[illegible] کلدار / [illegible] عثمانیہ	۲۲۳	کرنل محی الدین علی خانصاحب	

عہد عثمانی میں رفع نزاعات مذہبی اور مختلف المذاہب رعایائے سرکار عالی میں خوشگوار تعلقات کا قیام

سلطنت آصفیہ اپنی مختلف المذاہب رعایا کے مابین خوشگوار تعلقات برقرار رکھنے میں ہمیشہ ضرب المثل رہی ہے۔ حدود سلطنت کے اندر علاوہ مختلف اسلامی فرقوں کے ہندوؤں کے تمام مذہبی فرقے آباد اور اطمینان اور خوشحالی کی زندگی گزار رہے ہیں عیسائیوں۔ پارسیوں اور یہودیوں کی آبادی بھی ہے۔ ملک سرکار عالی میں ان تمام فرقوں کے مذہبی عقائد اور احساسات کا خیال رکھا جاتا ہے تاکہ ان میں باہم کوئی مذہبی تصادم واقع ہونے نہ پائے۔ اہتمام سررشتہ مذہبی ان مراسم مذہبی کے متعلق ایسے انتظامات عمل میں لاتا ہے کہ بلا تخصیص و امتیاز کسی فرقے پر دوسرے فرقے کی جانب سے کوئی ایسی قید عاید ہوسکے کہ وہ اپنے مذہبی فرائض انجام دینے سے محروم ہو جائے۔ سررشتہ مذہبی کا یہ کام درحقیقت ایک نہایت اہم ذمہ داری کا کام ہے اور اس لحاظ سے سررشتہ امور مذہبی کے فرائض سررشتہ جات عدالت و پولیس کے نقطہ نظر سے کچھ علحدہ نہیں ہیں

فساد گلبرگہ شریف اس ضمن میں فساد گلبرگہ کا ذکر انتظامی نقطہ نظر سے اہمیت رکھتا ہے۔ سواری پالکی شرن بسپا اور سواری علم مبارک کے متعلق اہل اسلام اور ہنود میں بدمزگی پیدا ہوئی۔ ہر دو گروہ کے ناعاقبت اندیش اشخاص کی جہالت نے حقیقت معاملہ کو اہم بنادیا جس کی وجہ سے ہنگامہ برپا ہوگیا متعدد اشخاص زخمی ہوئے ایک عہدہ دار پولیس کی ہلاکت

واقع ہوئی۔ مساجد و معابد کو ضرر پہنچا۔ فوراً پولیس اور فوج کا انتظام کیا گیا۔ اور امن و امان قایم ہوگیا۔ پیشگاہ خسروی سے تحقیقات کیلئے ایک ہندو اور ایک مسلمان عہدہ دار کا مشترکہ کمیشن مقرر فرمایا گیا۔ اور مسٹر کرافرڈ ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس کو کمیشن میں پیروی کیلئے بھیجا گیا۔ نیز از راہ رعایا نوازی یہ حکم صادر ہوا کہ اس فتنہ کی وجہ سے اہل اسلام و ہنود کے اماکن مذہبی کو جو نقصان پہنچا ہے۔ انکی تعمیر و ترمیم منجانب سرکار کرا دیجائے۔ چنانچہ مساجد و معابد کی تعمیر و ترمیم کرائی گئی۔ اور اس کام کیلئے (صہ عہ) روپیہ سرکار سے دئے گئے۔

اس ہنگامہ کے بعد بارگاہ خسروی سے ذریعہ فرمان مبارک مورخہ ۲ جمادی الاول ۱۳۴۳ھ احکام محکم شرف صدور لایا کہ۔

مذہبی تقاریب پر ممالک محروسہ میں مابین ہنود و اہل اسلام کشیدگی پیدا ہو رہی ہے اور بعض وقت فتنہ و فساد تک نوبت پہنچی ہے لہذا اسکے انسداد کیلئے ایک کمیشن مقرر کیا جاتا ہے جس میں متعلقہ امور مذہبی نواب حیدر یار جنگ۔ معتمد عدالت و امور مذہبی، نواب عماد الملک (رکن ہائیکورٹ وظیفہ یاب) اور مہاراجہ لال مولوی سید احمد صاحب قادری (اول تعلقہ دار کریم نگر) شریک رہیں گے۔ جو مقامات کا معائنہ کرکے اپنی رپورٹ پیش کریں گے کہ کس حد تک ہنود کو اپنے مذہبی مراسم ادا کرنے کی اجازت بغیر کسی قسم کے مزاحمت کے منجانب گورنمنٹ دیجانی چاہئے۔ اور اسکے ساتھ حدود بھی قایم کردینگے تاکہ اس سے تجاوز نہ ہو اور جن ایام میں یہ مراسم ادا ہوتے ہیں انکی تاریخیں مقرر کردیجائیں تاکہ ہر وقت کسی قسم کی پیچیدگی نہ پیدا ہو۔ البتہ بعض اوقات اہل اسلام کے تقاریب مل جائیں گے تو اوس وقت خاص حالات کے لحاظ سے موقتی احکام کی اشاعت بذریعہ جریدہ غیر معمولی عمل میں آیا کرے گی۔

بہ تعمیل ارشاد خسروی کمیشن تقاریب مذہبی نے اضلاع کا دورہ شروع کیا اضلاع اورنگ آباد، بیڑ، ناندیڑ، نظام آباد، محبوب نگر، نلگنڈہ کا کام ختم ہوا تھا کہ دفعتہً قلب کی حرکت بند ہونے سے عماد الملک صاحب کا انتقال ہوگیا۔ انکی جگہ راجہ بہادر بنڈت گرد اوصاحب کا تقرر عمل میں آیا۔ اضلاع ورنگل، میدک، عثمان آباد کا کام ختم ہونے کے بعد انکا تقرر عدالت العالیہ کی رکنیت پر ہوگیا۔ کمیشن کی رکنیت پر راجہ آرودے لال صاحب (وظیفہ یاب ناظم عدالت مقرر ہوئے) ضلع گلبرگہ، بیدر، رائچور، حیدرآباد، اطراف بلدہ، رقار آباد کے دورہ میں شریک رہے۔ بعد ازاں انکا بھی انتقال ہوگیا۔ انکی جگہ راجہ نرسنگ راج بہادر کا تقرر عمل میں آیا جنھوں نے ضلع کریم نگر و الندہ ضلع گلبرگہ شریف کے دورہ میں شرکت کی۔ اس طرح ۲۶ ربیع الاول ۱۳۴۶ف تک یہ کمیشن اضلاع کا دورہ کرتا رہا۔ (۲۲۵) مقامات اضلاع و بلدہ کا معائنہ کیا گیا۔ امکنہ مذہبی اور ان کے جلوس کے راستے دیکھے گئے۔ دفاتر سرکار تحصیل و ضلع کے کاغذات ملاحظہ ہوئے۔ پٹیل و پٹواری سے دریافت کی گئی۔ معززین، سربرآوردہ و مقامی اشخاص سے تصدیق کرنے کے بعد ہر ایک جلوس کی تاریخ و ماہ اور راستہ کے متعلق روداد قلمبند کیگئی۔ راستہ جلوس کے نقشے مرتب کئے گئے۔ جس مقام پر فریقین میں کشیدگی پیدا ہوگئی تھی۔ وہاں تفہیم کرکے کشیدگی رفع کیگئی۔ کمیشن کے زمانہ تحقیقات میں جن اہم نزاعات کا تصفیہ کیا ہے اُن کے مختصر حالات درج ذیل ہیں۔

(۱) دیول سری ویجناتھ سوامی واقع قطعیہ پرلی تعلقہ مومن آباد ضلع بیڑ رسم رود ر ابھیشیک کی کارروائی جو فرقہ لنگایت و برہمناں سے متعلق تھی دفاتر مال۔ عدالت اور امور مذہبی میں عرصہ تک زیر تصفیہ رہی۔ بالآخر یہ مقدمہ کمیشن تقاریب مذہبی میں پیش ہوا۔ فریقین کے عذرات سماعت کرنے کے بعد کمیشن نے رپورٹ پیش کی جس میں لنگایتوں کو رسم رودر ابھیشیک ادا کرنے کا مجاز قرار دیا۔ باب حکومت نے اس سے اتفاق فرمایا اور بذریعہ فرمان خسروی مورخہ ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۴۸ھ حکم شرف صدور لایا کہ لنگایت اس امر کے مجاز ہیں کہ جملہ اقسام کے ابھیشیک دیول میں بطور خود ادا کریں۔ برہمنوں کو اس میں مداخلت کا حق نہیں ہے۔ گو یہ مقدمہ ایک دیول سے متعلق تھا۔ لیکن بلحاظ قومیت اس مقدمہ کا تعلق ممالک محروسہ سرکار عالی کے (۱۲۶۷۴۴) برہمنوں اور (۶۸۷۵۳۹) لنگایتوں سے تھا۔

(۲) قصبہ الند جاگیر علاقہ پائیگاہ نواب سر وقار الامرا مرحوم میں ۱۳۴۲ف سے مابین ہنود و اہل اسلام رتھ کشی اور دیگر مراسم مذہبی کے متعلق نزاع تھی۔ محکمہ جات پائیگاہ میں دریافت عمل میں آئی اور کمیشن کا تقرر ہوا۔ لیکن فریقین مطمئن نہ ہوسکے۔ بالآخر صدر المہام بہادر پائیگاہ نے یہ معاملہ کمیشن تقاریب مذہبی کے سپرد ہونے کی نسبت تحریک کی جو سرکار سے منظور ہوئی اور کمیشن نے قصبۂ الند پہنچکر تقاریب مذکور کے مقامات نزاعی کا معائنہ اور مکمل دریافت کرنے کے بعد اپنی رائے بتوسط باب حکومت پیشگاہ خسروی میں عرض کی اور حسب رائے کمیشن ہنود قصبۂ الند کو رتھ کشی اور دیگر مراسم کی ادائی کی اجازت دی گئی۔

(۳) قصبہ ارگل متعلقہ آرمور ضلع نظام آباد میں تعمیر مٹھ کی نسبت ہندو و مسلمانوں میں نزاع تھی۔ صاحب ضلع نے اطلاع دی کہ اس کارروائی کا ضلع سے تصفیہ پانا دشوار ہے۔ کمیشن نے قصبۂ ارگل پہنچکر مقامات نزاعی کا معائنہ کیا۔ ہندو و مسلمانوں کے عذرات سماعت کرنے کے بعد فریقین کے تعلقات میں خوشگواری پیدا کرنے اور اس کا تصفیہ باہمی مصالحت سے کر لینے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ فریقین میں سمجھوتہ ہوگیا۔ اس طرح یہ دیرینہ نزاع ختم ہوگئی۔

(۴) وقار آباد جاگیر علاقہ پائیگاہ نواب سر وقار الامرا مرحوم میں ہنود بطور جدید رتھ کشی کی اجازت کے خواہاں تھے اور مسلمانوں کو اعتراض تھا۔ یہ مقدمہ بھی پائیگاہ میں دریافت ہونے کے بعد کمیشن کے سپرد ہوا۔ کمیشن نے بعد معائنہ مقام و تحقیقات اجازت رتھ کشی کی رائے ظاہر کی اور حسب رائے کمیشن رتھ کشی کی اجازت باب حکومت سے صادر ہوئی۔

ہمارے ہر مرض کے واسطے شفا و درماں ہو ÷ مسیحا کے مسیحا اور لقماں کے بھی لقمان ہو

اطبائے یونانی شفاخانہ جات بلدہ فرخندہ بنیاد سرکار عالی

نمبر شمار	اسمائے گرامی اطبا	عہدہ	موقوعہ شفاخانہ
۱	۲	۳	۴
۱	جناب مولوی حکیم مقصود علی خاں صاحب	صدر مہتمم طبابت یونانی سرکار عالی	صدر شفاخانہ نظامیہ سرکار عالی
۲	جناب مولوی حکیم قاضی محمد عبد القادر صاحب	اول مددگار رر رر	رر
۳	جناب مولوی حکیم مرزا واحد علی بیگ صاحب	مددگار صدر شفاخانہ	رر
۴	جناب مولوی حکیم محمد مہدی علی صاحب	مددگار صدر شفاخانہ	رر
۵	جناب مولوی حکیم ظفر الدین صاحب	مہتمم صدر مخزن الادویہ سرکار عالی	رر
۶	جناب مولوی حکیم شرف الدین صاحب	مددگار رر	رر
۷	جناب مولوی حکیم ابو البرکات فتح الدین احمد صاحب	مہتمم شفاخانہ	بیرون بلدہ سرکار عالی
۸	جناب مولوی حکیم محمد تقی صاحب	مددگار رر	رر
۹	جناب مولوی حکیم سرفراز حسین صاحب	مہتمم شفاخانہ	حسینی علم
۱۰	جناب مولوی حکیم محبوب علی خاں صاحب	مددگار رر	رر
۱۱	جناب مولوی حکیم نواب فخر الدین خاں صاحب	مہتمم شفاخانہ	ہری باؤلی
۱۲	جناب مولوی حکیم محبوب علی خان صاحب	مددگار	رر
۱۳	جناب مولوی حکیم مرزا قاسم علی بیگ صاحب	مہتمم شفاخانہ	احمد محلہ
۱۴	جناب مولوی حکیم نظام الدین صاحب	مددگار	رر
۱۵	جناب مولوی حکیم محمد یوسف علی صاحب	مہتمم شفاخانہ	چنچل گوڑہ
۱۶	جناب مولوی حکیم معین الدین صاحب	مددگار	رر
۱۷	جناب مولوی حکیم سبط احمد صاحب	مہتمم شفاخانہ	فتح دروازہ
۱۸	جناب مولوی حکیم محمد حنیف صاحب	مددگار	رر
۱۹	جناب مولوی حکیم ابو الخیر میر محمد صاحب	مہتمم شفاخانہ	کاچیگوڑہ
۲۰	جناب مولوی حکیم ہمایوں حسین صاحب	مددگار	رر
۲۱	جناب مولوی حکیم سید محمد عابد صاحب	مہتمم شفاخانہ	مستعد پورہ
۲۲	جناب مولوی حکیم مرزا محمود بیگ صاحب	مددگار	رر
۲۳	جناب مولوی حکیم سید علی حسین صاحب	مہتمم شفاخانہ	میسرم
۲۴	جناب مولوی حکیم عبد القادر صاحب	مددگار	رر

مرتبہ محمد فاضل

تختہ شفاخانہ جات یونانی اضلاع ممالک محروسہ سرکار عالی

علاقہ تلنگانہ - دیوانی صرف خاص مبارک

نشان سلسلہ	نام ضلع	مدارج دواخانہ جات			میزان
		درجہ اول	درجہ دوم	درجہ سوم	
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۱	ضلع اورنگ آباد	اورنگ آباد	حالسہ	بھوکردن تسیع پور، کرنا - گنگاپور	۶
۲	ضلع بیڑ	بیڑ		آسٹی گیورائی، مومن آباد - منجلیگاؤں	۶
۳	ضلع پربھنی	پربھنی	ہنگولی	مانور، بسمت نگر - پاتھری، کلموری - مانوٹ	۶
۴	ضلع ناندیڑ	ناندیڑ	بچکندہ	عمری مدکھیڑ، بکہیٹر - عثمان نگر، تامسہ - مالیگاؤں	۸
۵	صوبہ گلبرگہ شریف	گلبرگہ		یادگیر کوڑنگل، جیورگی - شوراپور، شاہ پور (ص) گوگی شریف	۶
۶	ضلع رائچور	رائچور		تاورگرہ دودگل	۸

نشان سلسلہ	نام ضلع	مدارج دواخانہ جات			میزان
		درجہ اول	درجہ دوم	درجہ سوم	
۱	۲	۳	۴	۵	۶
				ستہ بھوز - عالم پور، گنگاپور - مدگل	
۷	ضلع بیدر شریف	بیدر	۰	کوہیر	۲
۷	ضلع عثمان آباد	۰	عثمان آباد	اوسہ - مورم، کلم (ص) واسی (ص)	۵
۹	صوبہ میدک	سنگاریڈی		ٹیکمال - سدی پیٹ، میدک - رامایم پیٹ، یلا ریڈی	۶
۱۰	ضلع محبوب نگر	محبوب نگر		کلواکرتی	۲
۱۱	ضلع نظام آباد	نظام آباد	آرمور، بودھن	کاماریڈی	۴
۱۲	ضلع نلگنڈہ	نلگنڈہ	مریال گوڑہ	بھونگیر	۳
۳	صوبہ ورنگل	ہنمکنڈہ	کھمم، [illegible]	اٹور ناگارم	۴

نوٹ: عہد عثمانی میں طب یونانی کی ترقی معلوم کرنے کے لئے حسن عثمانی کی جلد دوم ملاحظہ ہو

صوبہ برار جس کا احاطہ ڈبمارک سے ایک ہزار تین سو چھیانوے میل مربع اور بلجیم سے چھے ہزار دو سو اڑتالیس میل مربع زیادہ ہے زمانۂ قدیم سے دکن کا زرخیز ترین حصہ خیال کیا جاتا ہے نہ صرف آئین اکبری میں اس کی شادابی اور سیاسی اہمیت کا ذکر ہے بلکہ تھیونو مشہور سیاح نے بھی اس کی زرخیزی کی شہادت دی ہے۔ اکبری جغرافیہ دانوں نے اس صوبہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ بالا گھاٹ۔ پائیں گھاٹ اور میل گھاٹ۔ یہاں کی کالی زمین کپاس جیسی قیمتی فصل کی کاشت کے لئے بہت ہی موزوں ہے حتیٰ کہ جو ایک کروڑ سولہ لاکھ پینسٹھ ہزار ایکڑ زمین ہندوستان میں کپاس کے زیر کاشت ہے۔ اس میں سے قریب قریب چوتھا حصہ صرف برار کا ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ مقابلتہً دوسرے صوبوں کے یہاں کی کاشتکار بدرجہا زیادہ فارغ البال ہیں گذشتہ بیس سال میں اس صوبہ کی آمدنی بھی قریب قریب دگنی ہو گئی ہے اور روز افزوں ترقی پر ہے۔ اس کے مقابلہ میں پچیس لاکھ سالانہ پٹے کی رقم عشر عشیر بھی نہیں۔ معدنیات کی بھی یہی حالت ہے۔ سر ٹامس ہالینڈ کا تخمینہ ہے کہ دو ارب دس کروڑ ٹن کوئلہ صرف ضلع یوتمحل سے دستیاب ہو سکتا ہے۔ مگر اس قدیم صوبہ کی ۸۶ء کے قبل کی مستند تاریخ کا پتہ نہیں لگتا۔ ویدک زمانہ میں اس صوبہ کو "ودربھ" (مرہٹی ام وربا ڈ غالباً ودربھ سے نکلا ہے) کہتے تھے اور اسی نام سے مہابھارت میں اسکا تذکرہ ہے۔ ہندوؤں کی اس مذہبی کتاب میں راجہ رکھمیں فرمانروائے ودربھ اور ہندوؤں کے مشہور اوتار سری کرشن جی کے درمیان ایک سخت جنگ کے مفصل حالات موجود ہیں۔ راجہ نل اور دمینتی کے شہرہ آفاق فسانہ سے جسکی دلفریبیوں کو مسٹر مجیل بھی گذشتہ کونسل صوبہ متوسط کے موقع پر اپنی تقریر میں فراموش نہ کر سکے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ فرمانروائے "ودربھ" کی سلطنت قریب قریب تمام دکن میں پھیلی ہوئی تھی اور اسکا دار الحکومت مقام بدر تھا مگر اس کے متعلق قابل وثوق تاریخی معلومات مہیا نہیں ہو سکتیں۔ سب سے پہلی باقاعدہ اور با نظام سلطنت جسکا تاریخ سے پتہ لگتا ہے حکومت اندھرا تھی۔ مگر وہ گوناگوں سیاسی پیچیدگیوں کی وجہ سے عرصہ تک قائم نہ رہ سکی اور قریب قریب نصف صدی کے دور کے بعد ہی ۲۳۶ء میں نیست و نابود ہو گئی۔ اسکے بعد راجگان خاندان واکاٹک اور اہیروں نے اس صوبہ پر تسلط قائم کیا۔ گولی گڑھ (صوبۂ خاندیش) اسیر گڑھ یا اسا اہیر گڑھ (صوبۂ متوسط) اور گاول گڑھ (صوبۂ برار) جیسے مستحکم اور سر بفلک قلعہ جات اہیروں کی سلطنت کی یادگار ہیں۔ اہیروں کی تباہی کے بعد خاندانہائے چالوکیا و راشٹر کوٹہ ترقی پذیر ہوئے۔ اور ۹۷۱ء تک ان خاندانوں کے راجہ برسر حکومت رہے۔ خاندان چالوکیا کے آخیر فرمانروا راجہ سومیشور چہارم کے انتقال کے بعد برار سلطنت دیوگیری (دولت آباد) کا ایک صوبہ قرار دیا گیا۔ راجہ بھیلم اول نے یہ سلطنت دیوگیری انتہا درجہ کی جانفشانی اور خونریزی کے بعد ۱۱۸۶ء میں قائم کی تھی۔ اور اسکا خاندان ایک صدی تک برسر حکومت رہا۔ سلطنت دیوگیری کے چھٹویں بادشاہ راجہ رام چندر کے عہد میں ۱۲۹۴ء، فیروز شاہ کے مشہور بھتیجے شہزادہ علاؤالدین نے چندیری اور ایلچپور کے راستہ سے دکن پر حملہ کیا۔

راجہ دیوگری کو شکست فاش ہوئی اور ہندوستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ
اسلام کا پرچم فتح و نصرت دکن کی پہاڑیوں پر پوری آب و تاب کے ساتھ لہرانے لگا۔
اپنی مہتم بالشان اور معرکۃ الآرا فتوحات کے تھوڑے عرصہ کے بعد شہزادہ علاؤالدین دکن
سے واپس ہوا اور دہلی میں اپنے چچا فیروز شاہ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ ۱۳۱۶ء میں علاؤالدین کے اچانک
انتقال کی خبر پاکر ہرپال دیو نے دکن میں علم بغاوت بلند کیا۔ ہرپال دیو کی شورش ناکامیاب ہوئی اور ایک سال کے بعد ہی قطب الدین
مبارک شاہ اول نے اس فتنہ پرداز دکنی کی فوجوں کو تباہ کر کر دکن کے ان صوبجات کا جنمیں برار بھی شامل تہا سلطنت دہلی کیساتھ
الحاق کر لیا۔

چونکہ محمد تغلق نے ۱۳۲۶ء میں اپنا پایۂ تخت دہلی سے دولت آباد (دیوگری) تبدیل کر دیا تہا۔ اسلئے اس بادشاہ کے عہد میں
صوبۂ برار کو بہت اہمیت حاصل ہو گئی تہی۔ شمالی ہند کے کئی معزز خاندان اس صوبہ میں آکر بس گئے۔ دکن کے بہت سے امراء کو جاگیریں عطا
ہوئیں۔ مگر محمد بن تغلق کے اخیر دور میں دکن کے کئی تعلقدار سلطنت دہلی سے منحرف ہو گئے حتیٰ کہ حسن گنگو بانی خاندان بہمنی علاؤالدین بہمن شاہ
کے لقب سے سلطان دکن قرار دیا گیا اور تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔

علاؤالدین بہمنی نے سریر آرائے سلطنت ہوتے ہی دکن کو چار صوبوں میں تقسیم کر دیا۔ ان صوبوں میں سے ایک صوبہ برار تہا۔
شاہان بہمن۔ راجگان بیجانگر۔ تلنگانہ۔ اڑیسہ۔ گوکن اور سلاطین گجرات مالوہ اور خاندیش کی باہم لڑائیوں کی تاریخ بتلاتی ہے کہ برار کے
باشندے اُس زمانہ میں بہت جنگجو سمجھے جاتے تھے۔ اور دکن کی افواج میں براریوں کا ایک معتدبہ حصہ شریک و شامل تہا۔ علاقہ جات ماہور
رام گڑھ اور پاتھری اسی صوبہ کی قسمتیں تہیں۔

سلاطین بہمنی نے اپنے صوبیداروں کو بہت وسیع اختیارات دے رکھے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چودھویں بہمنی سلطان محمود شاہ دوم
کے زمانہ میں مختلف صوبیدار مطلق العنان ہو گئے اور عماد الملک نے جو صوبۂ برار کا گورنر تہا اور گاول کا قلعہ دار بھی رہ چکا تہا ۱۴۹۰ء میں
اپنی آزادی کا اعلان کیا۔ بادشاہ عماد الملک نے جو اصل میں ایک کتری ہندو تہا اور بیجے نگر کی لڑائی میں گرفتار ہوا تہا۔ چودہ سالہ دور حکومت
کے بعد ۱۵۰۴ء میں قضا کی۔ اور اسکا لڑکا علاؤالدین عماد شاہ جسکا دار الخلافت قلعہ گاول گڑھ تہا صرف ۱۵۲۹ء تک سلطنت کر سکا۔ ۱۵۲۹ء میں
علاؤالدین عماد شاہ کے انتقال کے بعد دریا عماد شاہ اور برہان عماد شاہ اکتیس ۳۱ سال تک برسر حکومت رہے۔ ۱۵۶۰ء میں برہان عماد شاہ کے
نمک حرام وزیر طفل خاں نے اپنے آقا کو قلعۂ نرنالہ (ضلع اکولہ) میں جو آجکل صاحب لوگوں کا شکارگاہ ہے مقید کر دیا۔ بادشاہ احمد نگر
کو یہ خبر پہنچتے ہی وہ ایک فوج کثیر لیکر برار میں داخل ہوا۔ اور طفل خان پر فتحیاب ہو کر غدار وزیر۔ اُسکے لڑکے اور خود برہان عماد شاہ کو
قتل کر ڈالا۔ اور برہان عماد شاہ کے قتل کے ساتھ عماد شاہی خاندان کا جسنے سچاسی برس تک حکومت کی ہمیشہ کیلئے اختتام ہو گیا۔

احمد نگر کا نظام شاہی خاندان اندرونی تنازعات کیوجہ سے زیادہ عرصہ تک اس صوبہ پر برسر اقتدار نہ رہ سکا۔ بیجانگر کی مشہور
جنگجو ملکہ چاند بی بی بھی اس خاندان کو تباہی سے نہ بچا سکی۔ شہنشاہ اکبر کی توجہ دکن پر مبذول ہو چکی تہی اور شہنشاہ موصوف اپنے امرائے
ملک دکن کی زرخیزی اور شادابی کے قصے سن چکا تہا۔ ۱۵۹۵ء میں شہزادہ مراد ایک کثیر فوج کیساتھ دکن میں داخل ہوا۔
اور احمد نگر کا محاصرہ کیا۔ اب متواتر ایک سال کے محاصرہ کے بعد نظام شاہی خاندان سے صوبۂ برار
حاصل کر سکا۔ سلطنت مغلیہ سے برار کے الحاق کے بعد شہزادہ مراد نے بالاپور (ضلع اکولہ)
سے چھ میل کے فاصلہ پر مستقل اقامت کے ارادہ سے ایک چھوٹا سا شہر آباد کیا
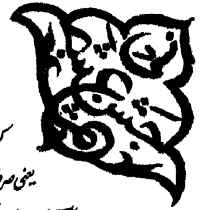
اور اُسکا نام شاہ پور رکھا۔ مگر دو سال کے بعد ہی ۱۵۹۸ء میں شہزادہ مراد نے وفات پائی۔ اسی سال شہنشاہ اکبر نے احمد نگر کو فتح کر کے اپنے پانچویں لڑکے شہزادہ دانیال کو احمد نگر۔ خاندیش اور برار کا صوبہ دار مقرر کیا۔ دو دانیال بھی بہت تھوڑے عرصہ تک قائم رہ سکا یعنی صرف سات سال کے بعد ہی ۱۶۰۵ء میں شہنشاہ اکبر اور شہزادہ دانیال دونوں راہئی ملک بقا ہوئے۔

اور سلطنت مغلیہ کے اثر میں کمزوری واقع ہو گئی۔ دور جہانگیری میں صوبہ برار احمد نگر کے مشہور حبشی غلام بادشاہ ملک عنبر کے تصرف میں رہا۔ شاہجہان کے تخت نشین ہوتے ہی تخت دہلی کا اقتدار دکن میں پھر سے بڑھ گیا اور ۱۶۳۶ء میں شاہجہان نے برار کو ایک علیحدہ خود اختیار صوبہ قرار دیکر اسکی دار الحکومت ایلچپور مقرر کی عالمگیر اورنگ زیب دکن کے تمام صوبجات کا وائسرائے مقرر ہوا ۱۶۶۰ء سیواجی کے بیٹے سمبھاجی نے اس صوبہ پر فوج کشی کی اور ۱۶۹۸ء میں راجہ رام (برادر سنبھاجی) دیوگڑھ کے گونڈ راجہ بخت بلند کی اعانت سے اس صوبہ کو اپنے تصرف میں لے آیا۔ سلطنت مغلیہ کی کمزوریوں کا فائدہ اٹھا کر مرہٹوں نے بیدھڑک اس صوبہ میں چوتھ وصول کرنی شروع کی اور نام بہاد شہنشاہ فرخ سیر کے دوران حکومت میں سلطنت دہلی کیطرف سے بذریعہ فرمان شاہی اسکی باقاعدہ اجازت بھی دیدی گئی ۱۷۱۹ء میں چین قلیچ خاں ایک بہادر تورانی سردار جسنے اورنگ زیب کے آخیر دور میں کارہائے نمایاں کئے تھے دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا اور آصف جاہ اول کے نام سے موسوم ہوا۔ آصف جاہ کے مخالفین نے مبارز خان صوبہ دار خاندیش کو ورغلایا کہ آصف جاہ کا مقابلہ کرے۔ ان خفیہ سازشوں کی بدولت ۱۷۲۴ء میں شکر کھیڑہ کے میدان میں ایک عظیم الشان جنگ ہوئی اور مبارز خان اور اسکی کثیر فوج کو شکست فاش ہوئی۔ اس روز سے خاندان آصفجاہی کا دکن پر پورا پورا تسلط قائم ہو گیا اور ہمیشہ کیلئے برار آصف جاہ نظام الملک کی حکومت کا جزو لاینفک بنگیا۔ جنگ شکر کھیڑہ کے بعد بھونسلہ راجگان ناگپور نے جنھیں انحطاط سلطنت مغلیہ کیوجہ سے بہت قوت حاصل ہو گئی تھی اپنی ریشہ دوانیاں شروع کیں اور بہت کچھ محاصل مالگذاری بھی وصول کرنے لگے۔ مگر چند پرگنہ جات کے علاوہ اس صوبہ کو نظام الملک کی حکومت سے علیحدہ نہ کر سکے۔ آخر کار ۱۸۰۳ء کی تاریخی معرکہ آرائیوں کے بعد جنمیں مرہٹوں کو آسائی اور اڑگاؤں میں سخت شکست ہوئی تھی اور جنرل ویلزلی نے قلعہ گاول گڑھ پر قبضہ حاصل کر لیا تھا بھونسلہ راجہ نے عہد نامہ دیوگاؤں پر دستخط کر کے ہمیشہ کے لئے اس صوبہ سے دست برداری اختیار کی۔

۱۸۰۴ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے نظام الملک کا صوبہ برار پر پورا پورا حق تسلیم کر لیا مگر یہ زمانہ سلطنت مغلیہ کی تباہی کے باعث تمام ہندوستان میں عموماً اور دکن میں خصوصاً ایک بہت ہی بے امنی کا دور تھا عرصہ دراز کی جنگ وجدال کی بدولت حیدرآباد کا خزانہ خالی ہو گیا تھا اور افواج قلیل و کمزور ہو گئیں تھیں۔ پنڈاریوں اور بھیلوں کے حملوں نے ذرایع آمدنی محدود و مخدوش کر دیئے تھے اور سلطنت کے مالیہ کو معرض خطر میں ڈالدیا تھا۔ پورن مل ساہوکار اور پامر کمپنی کا اس صوبہ کے اکثر حصہ جات کے محاصل کی وصولی کا ٹھیکہ ملکی مالیات کی ابتری کی بہترین مثال ہے۔ نظام الملک کو امن عامہ قائم رکھنے اور بغاوت پسند زمینداروں کی سرکوبی کیلئے غیروں کی فوجی اعانت کا دست نگر ہونا پڑا۔ اغیار نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ افواج کے اخراجات کا کثیر بار نکمی اور وزراء کی فضولخرچیوں کی بدولت کئی چند بڑھ گیا اور آخر کار برار کے دوامی پٹہ کی شکل میں ظہور پذیر ہوا جسکی کیفیت آیندہ ابواب میں مفصل درج ہے۔ (ماخوذ از مراۃ السرائر ۱۹۱۰ء)

مرتبہ محمد فاضل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکتوب اعلیحضرت حضور نظام بنام لارڈ ریڈنگ متعلق استرداد برار

کنگ کوٹھی
حیدرآباد دکن

مائی ڈیر لارڈ ریڈنگ
۲۵ اکتوبر ۱۹۲۳ء
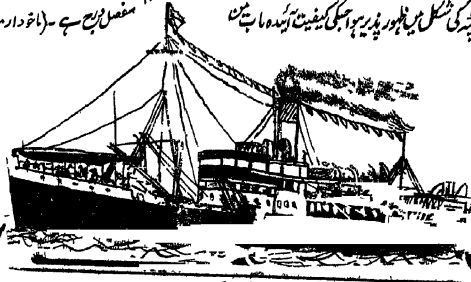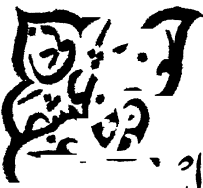
آپ آگاہ ہیں کہ صوبہ برار جو میرے ممالک محروسہ کا ایک جزو لاینفک ہے بعض شرائط پر ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء کے ایک معاہدے کے ذریعہ حکومت برطانیہ کو دوامی پٹہ پر دیدیا گیا تھا یہ اس ملاقات کا نتیجہ تھا جو لارڈ کرزن وائسرائے ہند اور میرے والد مرحوم میر محبوب علیخان کے مابین حیدرآباد میں اسی سال ۳۰ مارچ کو واقع ہوئی تھی۔

۲۔ ۱۹۱۱ء میں میرے اپنے آبائی تخت پر بیٹھنے کے بعد میں نے ان حالات کی بہت غور و خوض سے جانچ پڑتال کی۔ جنکے تحت یہ معاہدہ منعقد ہوا تھا۔ اگر ۱۹۱۴ء میں جنگ عظمیٰ کا آغاز نہ ہو جاتا، تو میں اس سے بہت ہی قبل معاہدہ مذکور کے غور مکرر کی درخواست کرتا۔ لیکن حکومت برطانیہ کے ایک حلیف کی حیثیت سے میں نے اسکو اپنا فرض خیال کیا کہ اپنے مملکت کی ساری قوتیں جنگ میں لگادوں اور ایسے زمانہ میں اس سیاسی مسئلہ کو اٹھانے سے باز رہوں جبکہ امپائر ایک رزم حیات و ممات کی صعوبتوں میں پھنسی ہوئی ہے اور مقابلہ پر ایک زبردست دشمن ہے۔ تاہم میرا ارادہ تھا کہ اختتام جنگ پر اسکے متعلق کارروائی کروں لیکن برطانوی ہند میں سیاسی خیبر دچسپی ایسی شدید ہوگئی کہ ۱۹۱۹ء سے لیکر ۱۹۲۲ء کے آخر جیون تک مجھے بہرحالت انتظار رہنا پڑا تاکہ حکومت ہند کو اسکی وجہ سے جو مزید پریشانی لاحق ہوگی اسکو اس سے بچالوں۔ خوش قسمتی سے فتح نصیب برطانوی شہنشاہیت اثرات جنگ سے اب جلد جلد صحت پذیر ہو رہی ہے اور یور اکسلنسی کی حکومت برطانوی ہند میں ایک پرسکون فضا کے بحال کرنے میں کامیاب ہو چکی ہے۔ اندریں حالات مجھکو اب اس مکتوب کے آپکے نام اس کامل اعتماد کیساتھ ارسال کرنے میں کوئی اشتباہ نہیں معلوم ہوتا کہ "برطانوی حکومت کے یار وفادار" کے دعاوی کو وائسرائے ہند اور برطانوی حکومت کے ہاتھوں وہ ہمدردانہ توجہ ملجائے گی جسکا معاملہ ہذا کی نصفت طلبی اور فریقین کے تعلقات باہمی مطالبہ کرتے ہیں۔

۳۔ میرے آباد اجداد کے ہاتھوں سے نکلکر کسطرح برار حکومت برطانیہ کے قبضہ میں گیا اسکا اظہار اس تحریری دعوے میں کیا گیا ہے جسکو میں ایک یادداشت کی صورت میں اسکے ساتھ منسلک کر رہا ہوں جو متعلقہ واقعات معاہدات اور دیگر دستاویزات کی مکمل تاریخی صراحت پر مشتمل ہے۔ یور اکسلنسی دیکھینگے کہ ۱۸۰۰ء میں ممالک محروسہ کے شرقی اضلاع موسومہ "شمالی سرکار" کو میرے آبا و اجداد میں سے ایک نے حکومت برطانیہ کو دوامًا اندرونی امن و امان میں برطانوی افواج کی اعانت کے حق کے عوض میں دیدیا تھا۔ لارڈ کارنوالس نے مادی فوجی امداد کے فراہم کرنیکے معاہدہ کی مزید ضمانت بھی دی تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ذمہ داری لی تھی کہ "جب کبھی یور ہائینس درخواست فرمائینگے" فوجی امداد دیجائے گی اور بلا کسی قید کے الا اینکہ "اس کو کسی طاقت کے خلاف نہ استعمال کیا جائے جو کمپنی سے اتحاد رکھتی ہو"

۴۔ ۱۷۹۸ء میں فوجی امداد ... ۶ سپاہیوں کی "اعانتی فوج" تک بڑھادی گئی اور اسکی مناسب تعداد میدانی توپوں کی تھی جو نظام کی خدمت کیلئے ممالک محروسہ حیدرآباد میں رکھی گئی تھیں اور اعلان کیا گیا تھا کہ اس ... جس روز کہ سرحدات کو عبور کرلیں نظام کے تنخواہ یاب متصور ہونگے۔ اس و امان داخلی کے تحت ... نسبت معاہدہ کی دفعہ ہجم میں ہے کہ:-

"مذکورہ بالا اعانتی فوج ہر وقت اہم خدمات کی انجام دہی کیلئے تیار رہیگی" مثلاً
ہز ہائینس اُنکے ورثاء اور جانشینوں کی نسلاً بعد نسلٍ ذاتی حفاظت اور اس سلطنت کے
ممالک محروسہ میں باغیوں اور فساد برپا کرنیوالوں کی گوشمالی لیکن معمولی موقعوں پر اس سے کام نلیا جائیگا
اور نہ "سہ بندی" کیطرح انکو اضلاع پر رکھکر تحصیل مداخل کا کام لیا جاسکیگا"

"نظام وقت نے یہ اقرار فرمایا تھا کہ ۴۲ لاکھ ۱۷ ہزار اکیسو روپیہ سالانہ اس "اعانتی فوج" کے اخراجات کیلئے دیا کرینگے"

۵۔ اسکے بعد سنہ ۱۸۰۰ء میں ایک معاہدہ ہوا جسکی روسے اضلاع بلاری و کڑپا کو جنکی سالانہ آمدنی ۶۳ لاکھ روپیہ قرار دیگئی تھی نظام نے برطانوی حکومت کو ۴۲ لاکھ ۱۷ ہزار اکیسو روپے سالانہ امداد کے عوض دیدیئے۔ ازاں بعد یہ "اعانتی افواج" "ریاست حیدرآباد" کے ہر قسم کے داخلی و خارجی امن و سکون پر حملوں کے خلاف اسکے محافظت کی ذمہ دار ہوگئی اور اسکا یہ بھی فریضہ ہوگیا کہ "نظام کی رعایا اُنکے ماتحتین کو جو بغاوت یا شورش پیدا کریں یا سرکار کے ان عادلانہ دعاوی کی ادائیگی سے انکار کردیں جو اُسکے ذمہ واجب الادا ہوں۔ معرکہ کی عظمت یا کسی اور چیز کا حیلہ کئے بغیر زیر کرے"

۶۔ ۱۷۹۸ء اور سنہ ۱۸۰۰ء کے معاہدات کا جنکے منعقد کرنیوالے ارل آف مارننگٹن تھے (جو بعد میں مارکوئیس آف ولزلی ہوئے) یہ نتیجہ نکلا کہ نظام کو ایک طرف تو بلاری و کڑپا کو دوابہ حوالہ کردینا اور ریمانڈ اور دیگر فرانسیسی افسروں کے تحت جو فوجی کور تیار کئے گئے تھے انہیں نکالدینا پڑا اور دوسری طرف معاہدہ سنہ ۱۸۰۰ء کی سترہویں دفعہ کی بموجب یہ دعوی کرنا پڑا۔

"اگر آئندہ شولاپور یا گدوال کے زمیندار ہز ہائینس کی حکومت کی کوئی اور رعایا یا ماتحتین اپنے ذمہ کے سرکاری منصفانہ دعوی کی ادائیگی سے باز رہیں یا بغاوت و شورش پیدا کریں تو امدادی فوج یا اسکا وہ حصہ جسکی ضرورت ہو حقیقت جرم کی بخوبی تحقیقات کے بعد ہز ہائینس کی افواج خاص کی معیت میں ایسے سارے خاطیوں کو مجبور کردیگا"

۷۔ یور اکسلنسی دیکھینگے کہ ان دونوں معاہدات منحصرہ یکدیگر نے جو ذمہ داریاں پیدا کردی ہیں ان امور طے شدہ نے انہیں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہنے دی ہے اور یہ کہ داخلی فسادات اور خارجی اقدام کے مقابلہ میں نظام کو فوجی امداد کے حصول کا حق ناقابل حجت طور پر حاصل ہے۔ لیکن اسکے صرف گیارہ ماہ بعد ہی جبکہ زمیندار شولاپور نے نظام کو واجب الادا خراج کی ادائیگی سے انکار کردیا اگرچہ گستاخیاں سرکشیاں کئیں، چھ مہینوں تک "اعانتی فوج" کے حصے کی خدمات پیش کرنیکی شرط نہیں پوری کیگئی۔ اور یہ محض بعض اُن دیگر شرائط کی تکمیل کے بعد پوری کیگئی جنکا ان معاہدات میں کہیں ذکر نہیں تھا جسکی وجہ سے ماتحتین پر نظام کے اقتدار کی قوت کو بڑا ہرج پہنچا۔

۸۔ "اعانتی فوج" کی خدمات کاملہ سے جو معاہدہ کے ذریعہ حاصل کیگئی تھیں انکار کے بعد سنہ ۱۸۰۴ء میں گورنر جنرل نے یہ اصرار شروع کردیا کہ نظام اپنے مداخل سے سوار صلہ داروں کی ایک فوج تیار کریں جو در اصل وہی خدمت انجام دے جو اعانتی فوج شرائط معاہدہ کے تحت انجام دیتی۔ اور جسکے مد نظر اضلاع بلاری و کڑپا محض کچھ ہی قبل دیدیئے گئے تھے۔ اولاً تو نظام نے اس تجویز کی مقاومت کی لیکن انکے حقوق معاہدہ سے صاف صاف انکار اور "اعانتی فوج" کی امداد سے جسکے وہ مستحق تھے دیگر اسباب بے بسی کیساتھ ملکر ایک نئی فوج کی تنظیم کی جانب رہبری کی جو حیدرآباد کنٹنجنٹ کے نام سے موسوم ہوئی اور اسکے اخراجات نظام کو برداشت کرنے پڑے۔ اس عہد کے کاغذات سے ظاہر ہوگا کہ ابتدا میں کنٹنجنٹ "اعانتی فوج" کو زحمت و مشقت سے بچانے اور سرکش زمینداروں کو اطاعت کیشی پر مجبور کرنے کی غرض سے قائم کیگئی تھی۔ یہ وہی فریضہ ہے جسکا انہیں الفاظ میں سنہ ۱۸۰۰ء کے معاہدہ کی سترھویں دفعہ میں "اعانتی فوج" کیلئے لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اسطرح سنہ ۱۸۰۰ء کے معاہدہ کی رو سے نظام کو جن خدمات کے حاصل کرنے کا حق پیدا ہوگیا تھا ان کیلئے وہ دوھرے گراں اخراجات ادا کرتے رہے۔ نیز یہ بات افسوس کیساتھ نوٹ کیجاتی ہے کہ
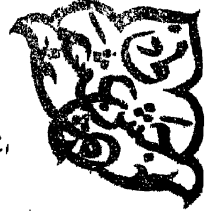
اگرچہ کنٹجنٹ اسلئے تیار کیگئی کہ نظام کو داخلی اغراض کیلئے فوجی امداد حاصل رہے اور انکے اخراجات نظام کے خزانہ پر ایک بار عظیم تھے اسپر بھی جبکہ نظام کے معاونے انکے استعمال کا مطالبہ کیا انکی خدمات کے دینے سے بارہا انکار کردیا گیا۔

۹۔ کنٹجنٹ کا ظہور ایسے وقت میں ہوا تھا جبکہ نظام کو اپنے ملک کے نظم و نسق میں کوئی اختیار حاصل نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس نئی فوج کو بھی برطانوی نگرانی میں رکھا گیا اور سالانہ ۴۰ لاکھ روپیہ اسکے خزانہ سے قیام کیلئے نظام کے مداخل سے ادا ہوتا رہا۔ نظام کی تاریخ کا یہ عہد ہندوستان کی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے یکے بعد دیگرے بیوفا غدار لوگ مدار المہام ہوتے گئے اور اس موضوع کے متعلقہ دستاویزات کا مطالعہ مجھے یقین ہے یور اکسلنسی کو یقین دلادیگا کہ کنٹجنٹ کو نظام کی آزادانہ مرضی کے خلاف تیار کیا گیا۔ نہ کہیں ظاہر ہے نہ کوئی ایسا مفہوم پیدا ہوتا ہے اس امر کی برطانوی شہادت بہ کثرت موجود ہے کہ سب سے زیادہ غدار مدار المہام چندولال نے محض اپنے ذاتی اغراض کیلئے تشکیل کنٹجنٹ پر رضامندی ظاہر کردی تھی اور جسنے مداخل پر سے بعض اضلاع کو اس نئی فوج کے ایک حصے کے اخراجات کی ادائیگی کیلئے۔ یہ مادہ بھی یہی تھا۔ لارڈ مٹکاف نے ایک یادداشت مورخہ ۱۱ مارچ ۱۸۳۲ء میں کنٹجنٹ فوج کی نسبت لکھا ہے کہ "یہ دراصل راجہ چندولال کا اور ہمارا ایک مشترکہ معاملہ ہے۔ سر الف کری نے جو لارڈ ڈلہوزی کی حکومت کے ایک رکن تھے اپنی یادداشت ۲ اپریل ۱۸۵۳ء میں بھی نہایت یہی بات لکھی ہے کہ وہ کنٹجنٹ مسٹر رسل رزیڈنٹ اور اُس وقت کے مدار المہام چندولال کی چال معلوم ہوتی ہے" اور اسنے یہ بھی لکھا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کنٹجنٹ کے لئے حکومت ہند یا نظام کی کوئی منظوری نہیں لیگئی۔

۱۰۔ مدار المہام کی حیثیت سے چندولال کا سارا دور کارفرمائی اپنے ملک کے مفاد کی ضمیر فروشانہ قربانی ریاست کے مالیہ کی عمداً بربادی اور اپنے شخصی اقتدار کے قیام کیلئے ریاست کے ذرایع کے بے غل و غش اسراف کی داستان ہے۔ کنٹجنٹ پر نہایت مسرفانہ اخراجات ہوئے اور یہ سارا انتظام اس طرح ہوا کہ نظام کے ذرائع پر جو زبردست بار عائد ہو رہا تھا اس کا بالکل خیال نہیں کیا گیا۔ مدار المہام کی حیثیت سے چندولال رزیڈنٹ اور ایسٹ انڈیا کمپنی کا بالکل غلام بنا رہا۔

۱۱۔ حالات فوق الذکر ۱۸۵۳ء کے معاہدہ کا باعث ہوئے جسکی روسے اضلاع برار مخصوص شرائط و حالات کے تحت ایسٹ انڈیا کمپنی کے قیام کنٹجنٹ کی عارضی ضمانت کے طور پر حوالے کردیئے گئے۔ اب یہ فوج پچاس برس تک رہی اور ۴۳ لاکھ روپیہ کلدار کا نظام سے کمپنی نے مطالبہ کیا۔ لیکن یہاں یہ اہم بات قابل ذکر ہے کہ کوئی رقم مجرا نہیں دیگئی۔ نہ شہر سکندرآباد میں نظام کی رعایا سے جو محاصل وصول کئے جاتے تھے انکے متعلق آبکاری رقومات مجرا دیگئیں اور نہ برطانوی حکومت نے ایک طویل عرصہ تک بالتحقیق ۴۱ برس تک جو اعانتی فوج کو بہت ہی کم تعداد میں رکھا تھا۔ اسکی بچت مجرا ملی۔ تقریباً ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی آبکاری کی آمدنی اسوقت کی حکومت ہند (بلا استحقاق) وصول کرتی رہی اگر اس ضبطی محاصل کو تسلیم کرلیا جاتا اور یہ رقومات واپس ملتیں تو اس سے حکومت ہند پر نظام کی ۴۱ لاکھ کی رقم بغیر شامل سود کے نکلتی اور اسطرح نہایت ہی مسرفانہ نامحدود اساس پر کنٹجنٹ کے قیام کے اخراجات کا بقایا بالکل ادا ہوجاتا۔ علی ہذا کم از کم تقریباً ۳۰ سال سے زیادہ عرصہ تک اعانتی فوج کی قوت اُس تعداد سے از روئے معاہدہ ہونی چاہیئے تھی ۵۰ فیصدی کم رہی جس کیلئے لڑا پا اور کرنولی کی دوامی تحویل سے پیشگی اخراجات ادا کردیئے گئے تھے۔

۱۲۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسوقت کنٹجنٹ کے قیام کیلئے نظام پر حکومت ہند کی کوئی رقم واجب الادا نہ تھی اور ۴۲ لاکھ روپیہ کا دعویٰ بلا کسی مادی بنیاد کے تھا۔

باایں ہمہ اس دعویٰ نے ۱۸۵۳ء کا معاہدہ زبردستی نظام کے گلے منڈھ دیا۔ ۱۸۶۰ء کے رزیڈنٹ کرنل ڈیوڈسن کی شہادت کے معائنہ سے جو ۱۸۵۳ء کے معاملے کے عینی شاہد تھے
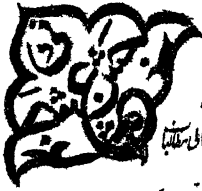
یور اکسلنسی اس بات کو اچھی طرح سمجھ جائینگے۔ ۱۲ اکتوبر ۱۸۶۰ء کو لکھتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ "قرض کو نظام نے ۱۸۵۳ء کے معاہدہ کے ذریعہ جبر کے تحت تسلیم کر لیا اور اسکو انھوں نے کبھی اپنے ذمہ واجبی طور پر قابل ادائی نہیں تصور کیا" نیز انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ "میری رائے میں اگر ان مطالبات پر بغیر جنبہ داری نظر ڈالی جائے تو پھر اس موجودہ قرض کیلئے نظام پر ہمارا کوئی منصفانہ دعوی نہیں ہے۔"

۱۳۔ جس دباؤ کا اشارہ کرنل ڈیوڈسن نے کیا ہے وہ یہ تھا کہ فی الفور فوجی قبضہ کی دھمکی دیگئی تھی۔ اولین تجویز یہ تھی کہ اس علاقہ کو ہمیشہ کے لئے دیدیا جائے۔ نظام نے اس سے انکار کر دیا۔ دوسری تجویز یہ تھی کہ وہ حوالہ کر دیا جائے البتہ برائے نام اس علاقہ پر نظام کی شاہی تسلیم کی جائے۔ انھوں (نظام) نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ پچاس دنوں تک انھیں (نظام کو) مجبور کیا گیا۔ لیکن جب انھوں نے اسکو قبول نہیں کیا تو پھر تیسری تجویز پیش کیگئی کہ یہ علاقہ برطانوی حکومت کو "محض اس عرصہ تک کیلئے کنٹجنٹ کے قیام کیلئے دیا جائے جبتک کہ نظام اس فوج کی ضرورت محسوس کریں" الزامات لگائے گئے اور دھمکیاں دیگئیں "لیکن اور پندرہ روز تک نظام غیر متزلزل رہے اسکے بعد میجر ڈیوڈسن (جو بعد میں کرنل ہوئے) اسسٹنٹ رزیڈنٹ کا ایک خط نظام کے مدار المہام کے نام آیا جسکی جابرانہ سیرت کا حال ذیل کے اقتباس سے واضح ہوگا۔

"میں یاد دلاتا ہوں کہ رزیڈنٹ کو آج شام آپکی حضوری درکار ہے تاکہ آپکو اطلاع دیں کہ نظام سے انکی گفت وشنید ختم ہو چکی ہے اور وہ آج کی ڈاک سے گورنر جنرل سے درخواست کرینگے کہ افواج کو حرکت دیں۔ ... صحیح یہ ہے کہ مجھے اپنے بھتیجے کا ایک خط ملا ہے جو پونا میں رہتا ہے اسمیں درج ہے کہ وہیں ہائی لینڈرز اور ہوور رجمنٹ ایچ ایم افواج کو حیدرآباد پر پیشقدمی کیلئے تیار رہنے کے احکام ملگئے ہیں۔ یہ نہ سمجھو کہ فوجی کارروائی صرف اضلاع تک محدود رہیگی۔ اور اگر آپ ہز ہائینس کے دوست ہیں تو انسے درخواست کیجئے کہ اپنے آپکو اور اپنے وقار کو اس امر کو قبول کر کے بچا لیں جسکے قبول کرنے پر گورنر جنرل یقیناً انھیں مجبور کرینگے۔"

اس خط کے وصول ہونے کے دوسرے روز مدار المہام نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ آخر کار نظام اس معاہدہ پر رضامند ہو گئے ہیں اسپر تنقید لاحاصل ہے۔ اب اس امر کا تصفیہ یور اکسلنسی پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ یہ منظوری رضامندی سے تھی یا جبر کے تحت دیگئی تھی۔

۱۴۔ مسلکہ یادداشت میں تفصیلاً وضاحت کیا گیا ہے اس انتہائی بنیاد کا حال درج ہے جس پر ۱۸۵۳ء کے معاہدہ کی گفت وشنید ختم ہوئی۔ کرنل لو (جو بعد میں جنرل سر جان) ہوئے جو اسوقت رزیڈنٹ تھے نظام سے تحکمانہ اعلان کیا کہ "اگر ہز ہائینس کی خواہش ہے تو کنٹجنٹ کے قیام کیلئے جب تک اس کی ضرورت محسوس ہو اسوقت تک کیلئے یہ اضلاع حوالے کئے جاسکتے ہیں" اس موضوع کے متعلقہ اسناد کاغذات کا سرسری مطالعہ مجھے یقین ہے کہ یور اکسلنسی کو اس بات کا یقین دلادیگا کہ نظام دوامی حوالگی کے تصفیہ کی تجویز کو شدت سے ناپسند کرتے تھے اور یہ کہ انھوں نے ۱۸۵۳ء کے معاہدہ پر اس بیداغ اہتمام کیساتھ دستخط کئے تھے۔ "انتقال قبضہ برائے ایک غرض خاص کے لئے تفویض انتہادی ہے جو محض اسوقت تک رہیگا جب تک کہ اس مقصد کے قیام کی ضرورت داعی ہے"

۱۵۔ نظام کا یہ پہلے سے تسلیم موروثی حق کہ جب جی چاہے کنٹجنٹ کو توڑ دیں اور جو معاہدہ کی کسی دفعہ کا پابند نہ تھا ۱۸۵۳ء کے معاہدے سے غیر متاثر رہا ۱۸۵۳ء اور ۱۸۶۰ء کے مابین کاغذات میں چھ ایسے مختلف موقعے پائے جاتے ہیں جنسے ظاہر ہوتا ہے کہ نظام نے متواتر اپنے آپکو مفوضہ اضلاع برار کے استرداد کا مستحق قرار دیا ہے اس کے بعد ۱۸۶۰ء کا معاہدہ قرار پایا جو معاہدہ ضمیمہ ہے اور اس سے ریاست حیدرآباد کو ان اضلاع کے متعاقب اور کامل استرداد کے دعاوی پر جنھیں میرے جد بزرگوار نظام افضل الدولہ اور میرے جد امجد اس درجہ عزیز رکھتے تھے نہ ضرر پہنچ سکتا ہے اور نہ انکا دائرہ تنگ کیا جا سکتا ہے برخلاف اس کے اس معاہدہ کی دفعہ ششم میں ۱۸۵۳ء کے معاہدہ کے تحت مفوضہ کا صاف صاف اسطرح حوالہ دیا گیا ہے۔

"حیدرآباد کنٹجنٹ کی افواج کے ادائے اخراجات کیلئے حکومت برطانیہ کے

پاس امانت ہے اور دیگر چھوٹے چھوٹے اخراجات کیلئے بھی۔ حکومت ہند کی ۵ ستمبر ۱۸۵۳ء کی اس کارروائی کا یہ نتیجہ تھا جسکی رو سے رزیڈنٹ کو سرکاری طور پہ بار بار آگاہ کر دیا گیا تھا کہ نظام کو لکھے کہ "ممالک محروسہ کے اس حصہ کی علحدگی محض عارضی ہے اور ایک خاص غرض کیلئے جو خاندانی ریاست حیدرآباد کی سلامتی اور اسکی سرحدات کے اندر امن و امان کے تحفظ کی موثر رہامی ہے" اور یہ کہ بہ کبھی اضلاع نہ صرف نظام کو واپس کئے جائینگے ہز ہائینس آئندہ ان منافع سے استفادہ کرتے رہینگے جو اس اصلاح و ترقی سے پیدا ہونگی جنکا ظہور برطانوی عہدہ داروں کے انتظام کے تحت ہوا ہو۔

۱۶۔ اس تاریخی ساعت سے یہ بات صاف عیاں ہے کہ ان حالات سے جنکے تحت سنہ ۱۸۵۳ء و سنہ ۱۸۶۰ء کے معاہدات منعقد ہوئے اس نظریہ کی تائید میں کوئی ٹھیک نتیجہ نہیں متخرج ہو سکتا کہ نظام یا حکومت ہند نے کبھی اسکا خیال کیا یا کسی زمانہ مستقبل میں کنٹجنٹ کے توڑنے کے حق کو ساقط کرنے پر رضامندی ظاہر کی ہو۔ میرے خیال میں پورا کسلنسی ایک اعلیٰ پایہ کے حاکم عدالت و قانون پیشہ کی حیثیت سے میرے اس خیال سے متفق ہونگے میرے آبا و اجداد نے میرے جد والا نظام افضل الدولہ کے عہد حکمرانی تک کسی ایسے تصفیہ پر رضامندی کا نہیں اظہار کی جس سے اُنکے اس حق پر ذرا بھی شبہہ گذر سکے کہ وہ اپنے علاقۂ برار کے مسترد کرانے میں اپنے اختیار تمیزی کو ہر اُس وقت کام میں لاسکینگے جبکہ سارے دیون کا تصفیہ ہو جائے اور اُنکے نزدیک قیام کنٹجنٹ کی ضرورت باقی نہ رہے۔

۱۷۔ میرے دادا نظام افضل الدولہ نے ۱۸۶۹ء میں انتقال فرمایا اور آپکی جگہ میرے والد نظام محبوب علیخان تخت نشین ہوئے جو تخت نشینی کے وقت محض یکطفل سہ سالہ تھے۔ فرمانروا کی طفلی کیوجہ سے سر سالار جنگ نائب اور امیر کبیر شریک نائب مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۸۶۷ء میں ان نائب السلطنت مدار المہاموں نے حکومت ہند کے آگے یہ تجویز پیش کی کہ ۱۸۵۳ء کے معاہدہ میں جن اغراض و مقاصد کا ذکر ہے انھیں کی بنیاد پہ کنٹجنٹ فوج کے قیام کے اخراجات کے لئے ایک نقد رقم دیا جاکر نصف صدی سے لیجایا کرے اور اضلاع مفوضہ نظام کے نظم و نسق اور حکومت کو مسترد کر دیئے جائیں اس تجویز سے انکار کر دیا گیا۔ انکار کی میادوں میں ایک یہ بھی تھی کہ اس نوعیت کے مسائل پر بحث و تمحیص وقت طلب ہے جبکہ خود نظام جنکی جانب سے یہ مسائل اٹھائے جارہے ہیں نابالغ ہیں۔

۱۸۔ سنہ ۱۸۸۴ء میں کامل اختیارات حکومت میرے والد کے ہاتھوں میں آئے جبکہ وہ اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچے۔ سنہ ۱۹۰۲ء میں لارڈ کرزن نے جو اُسوقت وائسرائے تھے مسئلہ برار کو اپنی جانب سے اٹھایا۔ اسکے بعد جو معاملات ہوئے انکی میں جسقدر زیادہ جانچ کرتا ہوں اُتنا ہی اُنکے ناروا ہونے کا مجھے یقین ہوتا جاتا ہے۔ میرے والد بھی تفویض دوامی کی تجویز سے اس سے کم متنفر نہ تھے جتنے کہ انکے آبا و اجداد تھے۔ حکومت ہند کے پیام و سلام تجویزات کی صورت میں کرنل بارد جو بعد میں سر ڈیوڈ ہوئے) رزیڈنٹ حیدرآباد وقت کے توسط سے میرے والد کو تقریباً ختم جنوری سنہ ۱۹۰۲ء سے پہلے شروع ہوئے اسکے آٹھ ہفتوں کے اندر ہی حیدرآباد میں لارڈ کرزن کا تاریخی ورود ہوا جسکا انجام یہ ہوا کہ برطانوی حکومت کو اضلاع برار دوامی پٹہ پر ملگئے۔

۱۹۔ یادداشت منسلکہ سے ظاہر ہوگا کہ میرے والد دوامی پٹہ کی تجویز کو کس درجہ ناپسند فرماتے تھے کسطرح آپ برابر رزیڈنٹ کے پیام و سلام کی مقاومت کرتے رہے اور کس شد و مد کیساتھ آپکی مجلس امرا نے جو خاصکر اسی معاملہ میں غور و خوض کرنے کیلئے منعقد ہوئی تھی اس تجویز کی مخالفت کی تھی بلاشبہہ اس مجلس نے ایک خط کا مسودہ تیار کیا تھا جو نظام کی جانب سے وائسرائے کو بھیجا جانیوالا تھا اور اسمیں ہز ہائینس کو مشورہ دیا گیا تھا کہ اس خط کو خود اس بحث کی گفتگو میں وائسرائے کو دیں جو وائسرائے کو حیدرآباد آنے پر رزیڈنسی میں نے دالی تھی مگر غالباً یہ خط ایک داستان درد و الم ہے نہ صرف اسلئے کہ اسکی عبارت ایسی درد آمیز ہے بلکہ اس لئے کہ یہ ملاقات ایسی اچانک ہوئی کہ میرے والد اس خط کو وائسرائے کے ہاتھوں تک نہ پہنچا سکے۔ یہ خط جو ۲۰ مارچ سنہ ۱۹۰۲ء کا لکھا ہوا ہے حسب ذیل ہے:-

یور اکسلنسی ۔ میں نہیں چاہتا کہ استرداد برار کے متعلق اپنے حق کے قدیم رکھوں یا اُسکے متعلقہ معاہدات و دیگر رسمی مصرفیتوں کے مفہوم و مقصد کی بحث کو تازہ کروں ۔ میں اعتماد کیا تھا ان معاملات کو یور اکسلنسی کے کرمفرما لطف آمیز غور و نظر پر چھوڑتا ہوں۔ میں محض آپکے توسط سے ملک معظم سے اپیل کرونگا کہ الطاف و عنایات کی ایک خاص علامت کے طور پر برار مسترد کریں اور میں آپ سے اتنی اجازت پانے کی درخواست کرتا ہوں کہ کہوں کہ یور لارڈشپ اس معاملہ میں میری وکالت فرمادیں مجھے اس بات کا کامل یقین ہے اور میں پورا پورا بھروسہ رکھتا ہوں کہ میری یہ اپیل ملک معظم کی تاجپوشی کے مبارک موقع پر بیکار نہ جائیگی۔

(میں ہوں یور اکسلنسی کا مخلص دوست)

۴۰۔ منسلکہ یادداشت کے مندرجہ ذیل مکمل حالات ملاقات سے یہ بات بالکل صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ وائسرائے نے اس امید کیلئے نظام کی حوصلہ افزائی نہیں کی کہ ہز اکسلنسی ملک معظم کے آگے ہز ہائینس کی وکالت فرمائینگے ۔ اگرچہ رزیڈنٹ کرنل بار وائسرائے کے ہمراہ تھے لیکن اس غائیت درجہ اہم مسئلہ کی بحث کے دوران میں بدبختی سے میرے والد مرحوم کو اپنے مدار المہام یا اسا ست کے کسی اعلیٰ عہدہ دار کی اعانت حاصل کرنیکا موقع نہیں دیا گیا وائسرائے اور نظام کی یادداشتیں جنمیں اس ملاقات کا حال علیحدہ علیحدہ درج ہے دونوں کی دلی کیفیات کے اظہار کیلئے میمورنڈم میں ایکساتھ درج کیگئی ہیں۔

۴۱۔ لارڈ کرزن کے نوٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسئلہ برار کی بحث چھیڑنے سے قبل ہز اکسلنسی نے دو غیر متعلقہ مسائل اٹھاتے ہوئے آپ نے وائسرائے کی حیثیت سے اپنے اختیارات کے تحکمانہ پہلو کا بھی اظہار فرمایا ۔ انہیں سے ایک مسئلہ یہ تھا کہ نئے مدار المہام سر کشن پرشاد کے مدار المہامی کی منظوری دیجائے ۔ میرے والد کی یہ خواہش تھی کہ انکے مدار المہامی کی منظوری دیجائے لیکن ہز ہائینس کو یاد دلایا گیا کہ یہ ہز اکسلنسی کی مرضی پر منحصر ہے۔ دوسرا مسئلہ حکومت ہند سے ریاست حیدرآباد کے مالی مشیر کی حیثیت سے مستعار لئے ہوئے ایک افسر کے عہدہ اور اسکے اختیارات کے متعلق تھا ۔ اسکے متعلق اپنے نظریات کو پیش کرتے ہوئے ہز اکسلنسی اس حد تک بڑھ گئے کہ آپنے کہا کہ اگر آپکے مجوزات پر عمل ہوگا کہ آپ اس افسر کو واپس بلالینگے اور وائسرائے نے اپنے اس اعلان سے اپنے اصرار کا مزید اظہار فرمایا کہ نئے مدار المہام کے تقرر کی منظوری عہدہ دار مستعار کے متعلق ہز اکسلنسی کے مجوزات کی قبولیت پر منحصر ہے

۴۲۔ میں اس کو ایک مدبرانہ حالت کے سوا اور کچھ نہیں سمجھ سکتا کہ میرے والد کے ہمراہ جو طبیعت کے شرمیلے اور کمزور مشہور تھے کمرۂ ملاقات میں کوئی نہ تھا ۔ مسئلہ برار کے زیر بحث آنے سے قبل جن ابتدائی امور پر مکالمہ ہوا وہ حواس کو منتشر کرنیوالا تھا۔

۴۳۔ واجبات معاہدہ کا وہ منظر جو میرے والد کے آگے بہ جبر پیش کیا گیا وائسرائے کے خاص نوٹ کے حسب ذیل اقتباس سے واضح ہے ۔

"میں نے بتایا (نظام کو) کہ برطانوی حکومت کے پاس کوئی ایسی وجہ نہیں ہے کہ معاہدہ کے ذریعہ فی الحال اسکو جو پوزیشن اور حقوق حاصل ہیں اُنسے غیر مطمئن ہو جائے ۔ مفوضہ اضلاع پر اسکو جو حقوق حاصل ہیں اسمیں کسی قسم کا بال (استعارتاً بمعنی خرابی) نہیں ہے نہ تو میعاد تفویض ہی کی کوئی تحدید کیگئی ہے اور نہ اختیارات نظم و نسق کی حد بندی کیگئی ہے جو اسکے ذریعہ سے حاصل ہوئے ہیں۔

حیدرآباد کنٹجنٹ جیسی کہ وہ اس وقت ہے اور معاہدہ کے تحت رکھی گئی ہے ایک مسرفانہ اور غیر اطمینان بخش انتظام تھا علاوہ حیدرآباد میں جو فوجیں مقیم ہیں وہ انکے موجودہ احتیاجات سے بہت زیادہ ہیں اور انکے اس لقب کا باقی رکھنا ایک تو نظام کیلئے غضب انگیز ہے اور دوسرے نامناسب وقت"

"اور یہ کہ برار کی دوامی تفویض موجودہ کے بجائے پٹہ دوامی ہو جائے"

"جب میں نے یہ سنا تو مجھے بڑی مایوسی ہوئی کہ ایسے مناسب و موافق شرائط

کو ہز ہائینس نے پسند نہیں کیا ہے۔ اگر وہ انکار کر دیا جاتا تو حکومت ہند لازماً موجودہ پوزیشن کی جانب راجع ہوتی جس میں میعاد معین نہیں ہے اور جس کے تحت پچاس سال سے بہت کم مالی اخراجات کیساتھ اس جائداد سے فائدہ اُٹھاتے آ رہے ہیں جسکی ہمیں تمنا تھی۔"

"لیکن اسکے علاوہ ایک اور سبب بھی تھا جسکی بنا پر موجودہ تجویزات کی ناکامی پر مجھے افسوس ہوتا۔ مجھکو یہ بات نہ ممکن تھی کہ بعد میں جانشین ہونیوالا کوئی وائسرائے اس مسئلہ کو دوبارہ اٹھاتا یا یہ کہ کوئی کسی برطانوی حکومت کسی تازہ پس افتادگی کی حجت کا دم بھریگی۔

"لہذا ہز ہائینس کو واقف ہونا چاہیئے کہ اب ایک سمجھوتہ کا جو موقع دیا گیا ہے وہ پھر نہیں عود کریگا اور یہ کہ موقت کے طے شدہ امور ایک دوامی شکل میں ڈھل جائینگے۔"

"لیکن وہ (نظام) یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ نئے سمجھوتہ کے تحت آیا انہیں اس بات کی آزادی حاصل رہیگی کہ وہ مستقبل میں کبھی استرداد برار کی درخواست کر سکیں میں نے جواب دیا کہ اگر صوبہ برار دوامی پٹہ برطانوی حکومت کو دیدیا گیا تو پھر ہز ہائینس ایسی کوئی درخواست نہیں کر سکینگے اس لئے کہ اس صوبہ کی قسمت کا فیصلہ ہو جائیگا۔"

اسکے بعد ہز ہائینس نے سوال کیا آیا حالات حاضرہ کے تحت برار کے انہیں واپس ملجانے کی کوئی توقع ہے کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ معاہدات میں ایسی بات نہیں جس سے حیدرآباد اسکے استرداد کا کوئی دعویٰ کر سکے۔ میں نے اپنے جواب میں ہز ہائینس کو اس جواب کا حوالہ دیا گیا۔ جو سر سالار جنگ کو جبکہ یہ معاملہ ۵۰ سال قبل قرار پایا تھا دیا گیا تھا اور ۱۸۷۸ء میں برطانوی حکومت کی جانب سے لارڈ سالسبری نے جو جواب دیا تھا اسکا تذکرہ کیا۔ گذشتہ پنجاہ سالہ واقعات نے موجودہ صورت حال کے متعلق ایک اور گمان غالب پیدا کر دیا ہے جس سے قطع نظر ناممکن ہے۔ ان معاملات میں مسلسل حکومتوں کے مابین خواہ وہ قدامت پسندیوں کی حریت پسندی پالیسی جاری رہی ہے اور میں ہز ہائینس کو کوئی امید نہیں دلا سکتا کہ آئندہ کوئی دیگر برطانوی حکومت انہیں (نظام کو) ایسے شرائط دینے پر تیار ہو جائے گی جنھیں کسی گذشتہ حکومت نے قبول نہیں کیا خصوصاً اگر مستقل اصول پر اس معاملہ کو طے کرنیکی موجودہ سعی بیکار جائے برطانوی حکومت کیلئے اسکے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں رہیگا کہ **معاہدات** کے ذریعہ **محصلہ دوامی تفویض** پر کاربند رہے۔"

اس کے بعد ہز ہائینس نے کہا کہ چونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر موجودہ تصفیہ سے انکار کر دیا جائے تو انھیں استرداد برار کا موقع حاصل نہیں ہے لہذا انہیں دوامی پٹہ کی تجویز منظور کرنے میں پس و پیش نہیں ہے کہ اب اسی میں ریاست کا زیادہ فائدہ معلوم ہوتا ہے آپ نے اُس وقت تک اس سے پہلے انکار کیا تھا کہ آپ کو اسکی خبر نہیں تھی کہ زمانہ مستقبل میں آپ کو برار کے واپس ملنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

۴۲ ۔ اس غیر مساوی مباحثہ کا جو اثر میرے والد مرحوم کے دل پر بیٹھا تھا یورا کسلنسی کو اسکے اندازہ کرنے کے قابل بنانے کیلئے چاہتا ہوں کہ یہاں اس اہم معاملہ کے متعلق نظام کے نوٹ سے ایک مختصر اقتباس درج ذیل کروں۔

"وائسرائے نے مجھے دو بار تین بار (متعدد بار) کہا کہ برار کبھی مسترد نہیں کیا جا سکتا ہز اکسلنسی نے کہا کہ "میں نہیں چاہتا کہ یور ہائینس کو کسی جھوٹی امید میں رکھوں میں نہایت صاف صاف کہہ دیتا ہوں کہ نہ صرف میری یہی پالیسی ہوگی بلکہ میرے بعد آنیوالے وائسرائے کی بھی یہی ہوگی اور انگلستان کی حکومت کی بھی یہی ہوگی۔ یعنی برار کسی زمانہ میں بھی واپس نہ دیا جائیگا۔ وائسرائے کی گفتگو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ گذشتہ ۲۵ سال سے واپسی برار کی کوئی درخواست نہیں پیش کیگئی (ہمارے لئے) اب یہ ناممکن ہے کہ اسکو واپس لیں اور یہ کہ ہمیں اسکی واپسی کی کوئی امید بھی نہیں رکھنی چاہیئے۔ ہز اکسلنسی نے سمجھایا کہ اگر موجودہ حالات تسلسل قائم رہے تو اس سے مجھکو کوئی
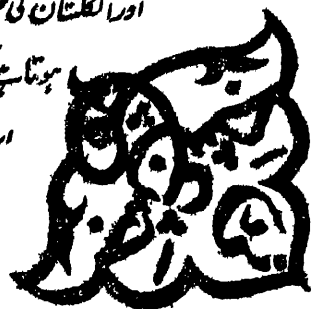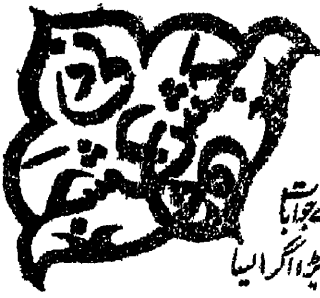
نفع نہ ہوگا۔ جب برار کا واپس ملنا نا ممکن ہے تو موجودہ حالت کو قائم رکھنا عقلمندی کا
نہیں ہے۔ یہ بہتر ہوگا کہ پٹہ پر دیدیا جائے اور سال بسال روپیہ (محاصل) لے لیا جائے۔"
"لیکن جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں نے اصرار کیا دا استرداد برار پر لیکن وائسرائے کے جوابات
کے لہجہ سے مجھے یقین ہوگیا کہ وہ ہمیں اس صوبہ سے ہاتھ دھو بیٹھنا پڑا ہے تب مجھے مجبوراً کہنا پڑا اگر ایسا
ہی ہے تو اسکو پٹہ پر لیجئے۔"
"کل جس ڈھنگ سے وائسرائے نے مجھسے گفتگو کی تہی اس سے مجھے پورا یقین ہوگیا کہ اگر میں پٹہ پر دینے سے یہ کہکر انکار کرتا کہ حالات
موجودہ ہی جاری رہ سکتے ہیں تو ہز اکسلنسی میری نہ سنتے اگرچہ ہی تو ٹال مٹول کے جوابات دیتے اور اگر میں مجبور کرتا کہ میری درخواست کا
معین جواب دیں تو پہلے کی طرح صاف کہہ دیتے کہ میری درخواست در بارہ استرداد قبول نہیں کیجا سکتی۔"

۲۵ - سر سالار جنگ نے اس مسئلہ کو جو سنہ ۱۸۶۷ء میں پیش کیا تہا اور لارڈ سالسبری نے اسکا جو جواب دیا تہا اسکے حوالہ کو میں منیطر تحریر میں لائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس نے بلاشبہہ میرے والد کو ستا نز کر دیا اور کوئی کلام نہیں کہ اس ذکر کا منشا ربھی یہی تہا کہ یہ خیال والد کے دل میں پیدا
ہوجائے کہ اس معاملہ کا پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے۔ انکا نتیجہ غلط تہا لیکن متذکرہ صدر اقتباس سے یہ بات صاف واضح ہے کہ یہی نتیجہ انکے ذہن میں
مرتب کر دیا گیا تہا۔ لارڈ سالسبری نے اپنے جواب میں جسکا اوپر ذکر ہے محض یہ بتایا تہا کہ افواج برار کے تعین کیلئے سنہ ۱۸۵۳ء کے معاہدہ میں کوئی میعاد
درج نہیں ہے اور اگر نظام بلوغت کو پہنچنے کے بعد یہ چاہیں کہ اس صوبہ کے متعلقہ معاہدہ کے شرائط کی ایک عام نظر ثانی ہوجائے تو حکومت برطانیہ
انکی خواہشات پر غور کریگی مافوق الذکر عبارت میں کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہوتی جس سے اس دعویٰ کی تصدیق ہوسکے کہ برار دوامًا دیدیا گیا
ہے یا یہ کہ فیصلہ کی نوعیت کوئی قطعی ہے۔"

۲۶ - لارڈ کرزن اور والد مرحوم کی ملاقات کے نمایاں خط و خال یہ ہیں کہ وائسرائے ہند کے اعلیٰ حکم کی بنا پر بمقابلہ ایک کمزور
حلیف کو معین طور پر اور بڑے تشدد سے تیں تیقنات ماضیہ اور شرائط معاہدہ کے خلاف یہ سمجہا گیا کہ کسی ڈھب سے اور کسی حالت کے تحت
اسوقت کی یا زمانہ مستقبل کی کوئی برطانوی حکومت صوبہ برار اسکے مالک جائز کو واپس نہ دیگی۔ برار کی دوامی علیحدگی کے متعلق اسکے جو اعتراضات
تہے انہیں ایسی بنیادوں سے کاٹا گیا جو حکومت برطانیہ کے سنہ ۱۸۵۳ء کے ان مواعید سے بالکل نا مناسبت نہیں رکھتے جبکا سنہ ۱۸۶۰ء میں بعد اعادہ
کیا گیا تہا کہ اسوقت کے فرمانروائے حیدرآباد کو لکہا گیا تہا کہ "جب کبھی اضلاع زیر بحث نظام کو واپس دیئے جائینگے برطانوی عہدہ داروں کے انتظام
میں رہنے سے وہاں جو ترقی ہوگی اس سے حاصل شدہ نفع آئندہ نظام ہی حاصل کریگے" ہز لارڈشپ نے اس حقیقت کو بھی بھلا دیا کہ برار
کی تفویض "امانتاً" ایک خاص غرض کیلئے تہی اور محض اس عرصہ تک کیلئے جب تک کہ اس غرض کا قائم رکھنا مطلوب ہو۔ اور سنہ ۱۸۶۰ء کی
دفعہ ششم کی صاف صاف غیر ذو معنی عبارت سے بالکل چشم پوشی کر لی ہے جسمیں اسکے بطور امانت ہونے کی تصدیق ہے۔
" حکومت ہند کے محکمہ خارجہ کے ایک مراسلہ کی حسب ذیل عبارت پر بغیر اظہار حیرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو ۱۸ نومبر سنہ ۱۹۰۲ء کو
خدیو ہند کے نام لکھا گیا۔"

"ہز ہائینس نظام کی جانب سے تغیر کی تمنا کا اظہار ہوا خصوصاً "ان فاضلات کی خطرناک اور تغیر پذیر حالت کی وجہ سے
جو شرائط معاہدات کے تحت انہیں واجب ادا رہتے تہے اور جنکی بیقاعدہ حالت کی وجہ سے ریاست کے مالیہ
عدم یقین کا ایک افسوسناک عنصر راہ پا گیا تہا۔ جانبین نے اس امر کو محسوس کر لیا تہا گذشتہ
برار مسلسل برطانوی نظم و نسق کے تحت رہ چکے ہیں ایک ایسا حق بر بنائے تصرف قدیم

پیدا کر دیا ہے جس سے علٰحدگی تو نا ممکن ہے اور نہ علٰحدگی کی تمنا ہے اور نہ اور سر آں
عالیہ گفت و شنید میں فریقین کی ساعی ہی رہیں کہ ایک ایسا حل نکال لیا جائے جو اُن
متعدد خوبیوں کا حامل ہو کہ نظم و نسق کی وہ بیشمار بےقاعدگیاں دور ہو جائیں جنکا ہم نے ذکر کیا ہے
اور نظام کو انکے علاقہ کے اس حصہ سے ایک معین رقم ملجائے اور برار کی آبادی کو جو اب ۳½ ملین نفوس تک
پہنچگئی ہے اس امر کی ضمانت ملجائے کہ انھیں حالات اور معیارات کا تسلسل قائم رہیگا جنکے تحت وہ مرفعالحالی کے ایک بلند زینہ تک پہنچگئی ہے۔

۲۸۔ سکرٹری آف اسٹیٹ کے نام ارسال شدہ مراسلہ کے آخری فقرہ میں یہ لکھا گیا تھا کہ "ہم لیبلے دلی طور پر خود اپنی ہی رضا و رغبت سے قبول کر لیا جیسی اصاف باطنی اور خلوص کیساتھ ہم نے اسکو انکے پیش کیا تھا" یقیناً یہ زبان متجاوز الحقیقت ہے۔ اس ملاقات کے بعد لارڈ کرزن کے دل پر چاہے کوئی اثر کیوں نہ ہو میں یہ کہنے پر مجبور ہوں اور بڑے افسوس کیساتھ کہ جو شرائط وائسرائے ہند اور تحکمانہ تہدید کے مدسے انہیں تشدد و مدا اور اصرار کیساتھ میرے والد کے سامنے پیش کئے تھے جیسا کہ آپکے اس نوٹ سے بخوبی واضح ہوتا ہے جو اسوقت لکھا گیا تھا وہ نہ تو خود اپنی ہی رضا و رغبت اور "دلی طور" سے قبول کئے گئے تھے ایسی بجوئی برانکی (نظام) کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے جو راہ عمل اختیار کیگئی جسکو مسلسل نظامان دکن نے ہمیشہ نفرت کی نظر سے دیکھا اور جسکو ہمیشہ زمانہ سابق میں بار بار مستعد کر دیا گیا اسکو اس جملہ کے دعوی سے کہ خود اپنی ہی رضا و رغبت سے قبول کیا عریاں اور اس مباحثہ کو ایک آزادانہ مکالمہ کی سیرت سے محروم کر دیتی ہے اس امر کے مدنظر کہ ایک اہم معاملہ تصفیہ طلب تھا بہتر ہوتا کہ بتقاضائے راست "حاملگی غور و خوض کیلئے کچھ وقت دیا جاتا اور انھیں اپنے مشیروں سے مشورت کا موقع ملتا لیکن انہیں اسکو کوئی موقع نہیں ملا"

۲۹۔ اگر یہ بات فرض ہی کر لیجائے کہ میرے والد نے ۱۹۰۲ء کے سمجھوتہ کو برضا و رغبت قبول کیا تھا تو بھی میں اپنے اس حق کا مدعی ہونگا کہ اسکے جواز پر حرف گیری کروں کہ (ایسا کرنا) انکے ملکی حقوق سے باہر تھا اسلئے کہ ان حالات میں انھیں اسکا کوئی اختیار نہ تھا کہ وہ اپنے ان ممالک محروسہ کے کسی حصہ کو علٰحدہ کر دیں جو انکے قبضہ میں اپنی رعایا اور اپنے جانشینوں کی امانت کے طور پر تھے ہمارے آبا و اجداد نے ریاست حیدرآباد کی حفاظت یا خانوادہ شاہی کے نفع کی غرض سے جو علاقہ تفویض کئے ہیں وہ بالکل ایک جداگانہ سطح پر ہیں۔

۳۰۔ یہ بات خود لارڈ کرزن کے نوٹ سے صاف واضح ہے کہ میرے والد نے ہرگز ایک لمحہ کیلئے بھی کسی "حق قدامت" کو تسلیم نہیں کیا اور نہ وہ کسی ایسی سعی میں بحیثیت فریق شریک رہے جو کسی حل کے دریافت کیلئے کیگئی ہو" ایک ایسے معاملہ میں جنمیں حکومت برطانیہ کی ایک نیتی کو دخل ہے مسئلہ قدامت ایک غیر متعلقہ شئے ہے علاوہ ازیں ریاست حیدرآباد کے اس حق کا بار بار تسلیم کیا جانا جبکہ برار کے قبضہ میں رکھنے کی ضرورت اٹھ جائیگی تو اسکو واپس ملجائیگا اس مسئلہ کو مصطلحات کی قلمرو سے باہر کر دیتا ہے جب برطانوی حکومت نے ۱۸۸۱ء میں ریاست میسور کو ہندی حکمران کے ہاتھوں میں منتقل کر دیا تو یہ ثابت ہو گیا کہ میزان عدل و انصاف میں "قدامت قبضہ" کوئی چیز نہیں ہے ریاست میسور نصف صدی تک برطانوی قبضہ میں رہی انتقال دمیوں کے متعلقہ پارلیمنٹ کا غذات (ممی ۲۶۔ ۱۸۸۱ء) سے واضح ہے کہ ہندوستان کا یہ حصہ کسطرح کامل برطانوی نظم و نسق سے مانوس ہو گیا تھا اسکو اور میسور جو مارکوئیس آف ہارٹنگٹن (بعد میں آٹھویں ڈیوک آف ڈیونشائر ہوئے) اور مارکوئیس آف رپن کے ہاتھوں عمل میں آیا اس کو تاریخ ہندوستان میں برطانوی حکومت کے تحت بہترین عمال تدبر و سیاست دانی پر مشتمل کہا جاتا ہے۔

۳۱۔ برطانوی ہند کے حالیہ سیاسی نظم و نسقی تغیرات نے اس صوبہ کی مرتبت پر ۱۹۰۲ء کے ٹپہ کے بعد سے مادیاً اثر کیا ہے ایک بات واضح ہے کہ معاملہ زیر بحث ٹپہ پر دیئے ہوئے علاقوں کو جو تا حال ریاست حیدرآباد کا ایک اہم حصہ ہیں ہندوستان کے سیاسی

نظم و نسق طریقہ میں شامل کرنے کی اجازت نہیں دیتا خصوصاً وہاں کے باشندوں کی مرضی کے خلاف۔ اسطرح نہ صرف برار کے مالی ذرائع سے غیر براریوں کو استفادہ کا موقع ملا ہے بلکہ اصلاحات جدید کی وجہ سے میری رعایا اکثر معاملات میں بیرونی اشخاص کے تسلط کے تحت رکھی گئی ہے مثلاً ناموافقت تعداد کے باعث جیسے کہ مجھے اطلاع ملی ہے صوبجات متحدہ کی مجلس تشریعی میں انہیں اونی جگہ ملی ہے۔ یعنی ۱۹۰۲ء کے بعد سے صورت حال کچھ ایسی بدل گئی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس درخواست میں اپنے حقوق کے اندر ہر پہلو پر غور کرتے ہوئے اسوقت کے منعقدہ سمجھوتہ پر نظر ثانی کیجائے۔

۳۲۔ میں اس کیلئے بے چین ہوں کہ میری برار کی رعایا اپنی قسمتوں کی صورتگری اپنے ہاتھوں میں لیلے اور اسی بنا پر میں استرداد صوبہ کے بعد انہیں نظم و نسق صوبہ میں ایسے وسیع پیمانے پر اشتراک عمل کی اجازت دینا چاہتا ہوں جو برطانوی ہند میں اسوقت کہیں کی رعایا کو حاصل نہیں ہے۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اعلان کرتا ہوں کہ میں اپنے صوبہ کو واپس لینے میں کامیاب ہوجاؤں تو میں وثیقہ استرداد یا کسی اور ریاستی دستاویز میں جو لکھی جائے گی براریوں کو ایک ایسی ذمہ دار حکومت کے دستور کے عطا کئے جانے کے متعلق معین دفعات درج کروں گا جنکی رو سے ایک ایگزیکٹو گورنر کے تحت جو میری جانب سے میرے نمائندے کی حیثیت سے مقرر ہوگا معاملات داخلہ اور نظم و نسق میں کامل انتظامی اختیارات کیلئے اقتدار عامہ مطلقہ حاصل ہوجائیگا باستثنار ان معاملات کے جو حکومت برطانیہ اور میرے محکمہ افواج سے متعلق ہوں۔

۳۳۔ ان مباحث عالیہ کو جنمیں ۱۹۰۲ء کی گفت و شنید میں بڑی اہمیت دیگئی تھی استرداد کی راہ میں حائل ہونے کی ضرورت نہیں ہے یہ سارا معاملہ جس کو میں اہمیت دیتا ہوں مالی منفعت کا نہیں بلکہ حق و انصاف کا ہے۔ آخری وصول باقی (تصفیہ حسابات) کے متعلق میں ایک منصفانہ سمجھوتہ سے زیادہ اور کسی چیز کی درخواست نہیں کرتا۔

۳۴۔ برطانوی شہنشاہیت کی پائداری کیلئے میرے آباو اجداد نے اور خود میں نے جو کچھ کیا اور دیا ہے وہ تاریخی معاملات ہیں۔ میں نے انکا ذکر بھی نہیں کیا اسلئے کہ یور اکسلنسی کے نام میں نے جو یہ مراسلہ لکھا ہے اس سے یہ منشار نہیں ہے کہ ایک "یار وفادار" نے جو کام اپنی محبت سے انجام دیئے ہیں انکا کوئی انعام طلب کیا جائے بلکہ یہ کہ میرے دعویٰ کا اظہار کرے اور ملک معظم کے حکومت کے ہاتھوں انصاف پائے۔

آپ کا مخلص ۔ مہر حد دستخط مبارک اعلحضرت میر عثمان علیخان بہادر (ماخوذ مراۃ الزمان)

حیدرآباد میں سلطنت بیجاپور کے عادل شاہی علمی یادگار کا بے مثل کتب خانہ

(منقول)

اس بیان کے علاوہ دارالخلافہ عظیم الشان کتب خانہ آصفیہ کے علاوہ بھی اہمیت سے کتب خانے عمائدین سلطنت، امراء عظام اور محکہ جات سرکاری کے موجود ہیں۔ وہاں ایک ایسا کتب خانہ بھی موجود ہے۔ جو بیشمار قلمی کتب اور علمی سربستہ اسرار قدیم و نوادرات عالم کا ایسا قابل قدر و مخزن معدن ہے جس کو دیکھکر عقل انسانی متحیر ہوجاتی ہے۔ دنیا کے اکثر سیاحوں نے اس کا معائنہ کیا ہے۔ یہ کتب خانہ عادل شاہی خاندان کے علمی تحفظات کا مایۂ ناز و بیمثل مخزن ہے جس کے مالک جناب ڈاکٹر سید محمد قاسم صاحب ہیں۔ جو اس وقت تک سرکار عالی کے ماہر سمیات ڈاکٹر ہیں۔ آپ کا دواخانہ و کتب خانہ بمقام بیگم بازار واقع ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کے اجداد چونکہ سلطنت بیجاپور کی وزارت پر فائز رہ چکے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ گرانقدر اور انمول ذخیرہ اس وقت آپ کی ملک ہے۔ بوجہ عدم گنجائش اس کتب خانہ پر اجمالی تبصرہ ناممکن ہے۔ مختصر یہ کہ قابل دید ہے۔ جس کے دیکھنے کے بعد صدیوں قبل کا زمانہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

مرتبہ محمد فاضل
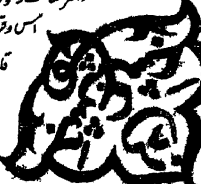
یادگار سلور جوبلی آصف سابع
نواب سید جلال الدین حسن صاحب
اسپیشل آفسر صدر نظامت حسابات
ڈاکٹر سید محی الدین صاحب قادری زور پروفیسر
جامعہ عثمانیہ سرکار عالی
حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

نواب سید محمود عالم صاحب انجینیر ریلوے سرکار عالی

نواب سید قاضی معین الدین صاحب پروفیسر نظام کالج

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

از نواب سید محمود عالم صاحب انجنیئر ریلوے سرکار عالی

افسانۂ انجنیئرنگ
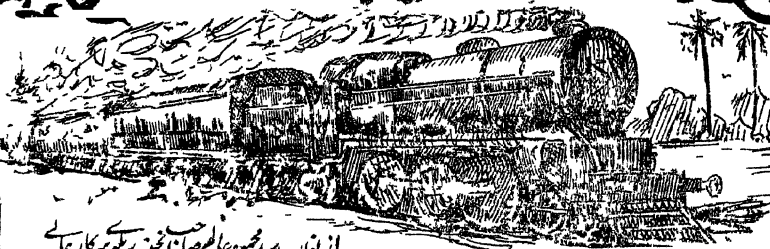
شاید بعض حضرات کا یہ خیال ہو کہ انجنیئرنگ ایک ایسا خشک اور ٹھوس مضمون ہے کہ اس میں ذرا بھی افسانہ اور نازک خیالی نہیں۔ ممکن ہے کہ فیکٹریوں کی دھواں دہار چمنیوں اور مزدوروں کے تیل آلودہ کپڑوں کو دیکھکر شاعرانہ طبائع کو انجنیئرنگ سے کچھ نفرت سی ہو جائے مگر ذرا گہری نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ انجنیئرنگ کے صدہا کرشمے خالی از افسانہ اور دلچسپی نہیں۔ فورتھ کا پل، سویز کی نہر، سمندر میں چلنے والے بڑے بڑے محل جن کو ایک بیان کے لفظ "جہاز" سے موسوم کیا جاتا ہے، ہوائی جہاز اور لاسلکی غرضکہ بیشمار انجنیئرنگ کے مظاہر ہیں جنکو دیکھکر کون شخص ہے جو یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ فن خالی از افسانہ ہے۔ اگر آپ اس زمانہ کے کسی بڑے جہاز میں سفر کیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ واقعی جہاز کیا ہے ایک شاہی محل ہے۔ بڑے بڑے ڈرائنگ اور ڈائننگ کمرے ہیں جن میں اعلیٰ درجہ کے مخملی پردے لٹک رہے ہیں۔ فرش پر دبیز قالین بچھے ہوئے ہیں۔ اچھے سے اچھا فرنیچر ہے۔ اوپر جائیے تو نہایت آرام دہ خواب گاہ ہیں جن میں زمانہ حال کی ہر آسایش کا سامان ہے۔ اس سے اوپر چلئے تو ڈیک کا صاف ستھرا صحن ہے اور جدھر نظر ڈالئے اُدھر نیلی موجوں کا تلاطم کس قدر دلکش معلوم ہوتا ہے۔ اس آبی محل سے آپ افق پر آسمان اور سمندر کے یک رنگ ہو کر ایک دوسرے سے ہم آغوش ہونے کا سین دیکھتے ہیں۔ ڈیک پر شاید چار پانچ سو مرد اور عورتیں مختلف کھیلوں اور مشغلوں میں مصروف ہیں مگر بہت کم ایسے ہونگے جنھوں نے اس پراسرار آبی محل کی تعمیر اور اسکے تعمیر کرنے والے انجنیئروں اور آرکیٹکٹس کی قابلیت پر غور کیا ہو۔ اسی طرح لاسلکی پر غور کیجئے کہ کس قدر حیرت انگیز اور افسانہ وار چیز ہے۔ آپ اپنے ڈرائنگ روم میں ریڈیو سٹ کے سامنے بیٹھے ہوئے لندن کے مشہور ہوٹلوں کا آرکسٹرا سن رہے ہیں۔ اگر آپ کا خیال ہوا کہ پیارس میں جو اس وقت ایک عورت گا رہی ہے اُس کا گانا سنا جائے تو اپنے سٹ کے موجی طول کو بڑھانے یا گھٹانے کی جو گھنڈی ہے اس کو حسب ضرورت پھرا کر آپ پیارس کا گانا سننے لگے۔ اگر آپ کو معلوم ہوا کہ مسٹر بالڈون شام میں ساڑھے چار بجے کوئی اہم تقریر کرنے والے ہیں تو پھر موجی طول بدل کر شب کے دس بجے وزیر اعظم برطانیہ کی تقریر اپنے گھر میں سننے لگے۔ اس طرح انجنیئرنگ کے کرشموں کے متعلق ایک ایسی داستان لکھی جا سکتی ہے جس کی دلچسپی کسی ناول سے کم نہ ہو۔ ایک مشہور انگریزی سیاسی دان۔ جان برائٹ سے جب کسی نے دار العوام میں پوچھا تھا "اس زمانہ کا سب سے بڑا آدمی کون ہے" تو اس کا جواب تھا "نہ وہ آپ کے فوجی افسر ہیں نہ مدبرین بلکہ آپ کے انجنیئر ہیں" غرضکہ انجنیئرنگ کو زمانہ حال کی تہذیب و تمدن کی جڑ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

بھاپی انجن

انجینیرنگ کی ایک نہایت اہم شاخ ریلوے ہے جو اس وقت ہمارا موضوع ہے۔ ریلوے پر بحث کرنے سے قبل ہم بھاپی انجن (اسٹیم انجن) کی ایجاد پر ایک سرسری نظر ڈالیں گے۔

بھاپ کے خواص سے دنیا ایک عرصہ دراز سے واقف رہی ہے۔ یہاں تک کہ قدیم یونانی بھی ان خواص سے آگاہ تھے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ایک کیتلی میں تھوڑا پانی ڈالکر اُس کو آگ پر رکھ دیا جاتا تو پانی بھاپ بننا شروع ہوگا اور اگر ٹونٹی یا ڈھکن کے سوراخ میں سے بھاپ کو باہر نکلنے کا موقع نہ ملے اور ڈھکن مضبوطی سے کیتلی کے منہ پر لگا ہوا ہو تو اس کے اندر بھاپ جمع ہوکر اس میں اتنی قوت پیدا ہوجائے گی کہ کیتلی کا ڈھکن باوجود مضبوطی سے لگا ہوا ہونے کے دہما کہ سے اچھل کر گر پڑے گا۔ اور آگ جلنا جاری رہے تو سارے کا سارا پانی بھاپ بن کر اڑ جائے گا۔ اگر کیتلی کا ڈھکن کچھ اس طرح بند کیا جاتا کہ اُس کا نکلنا ممکن نہ ہوتا تو اور نیز اس میں ٹونٹی بھی نہ ہوتی اور آگ برابر جلائی جاتی تو کچھ دیر بعد مقید بھاپ کے زور سے کیتلی پھوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتی۔ تو ہم نے دیکھا کہ پانی کو حرارت پہونچانے سے پانی بھاپ میں تبدیل ہوجاتا ہے اور اس بھاپ کو قید کرکے کسی راستہ سے اُسے لیجاکر کسی ڈھکن یا فشارہ پر اُسے عمل کرنے دیا جائے تو وہ اسی ڈھکن یا فشارہ کو باہر ہٹا دیتی ہے یعنی حرکت پیدا کرتی ہے۔ اور اگر فشارہ کا تعلق کسی اور سلاخ یا پہیہ سے کردیا جائے تو یہ ممکن ہے کہ فشارہ کے ساتھ اسی سلاخ یا پہیہ میں بھی حرکت پیدا ہوجائے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے سب سے پہلا شخص جس نے حرارت کو حرکت میں تبدیل کیا وہ یونانی ریاضی داں "ہیرو" تھا جو ایک یا دو صدی قبل مسیح گزرا ہے۔ اس کو حیلی کھلونے بنانے کا بہت شوق تھا اور اس نے گولہ کا کھلونا بنایا جو در اصل ایک صحیح بھاپی انجن کے اصول پر مبنی تھا۔ آگ جلانے پر ایک گولہ میں بھاپ بھرتی تھی اس میں کے نصب شدہ دو نلیوں میں سے بھاپ زور سے نکلکر ہوا پر تصادم کرکے مخالف سمت میں قوت پیدا کرتی جو گولہ کو اس کے محور کے گرد گھما دیتی تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ گولہ کے اندر کی کسی زندہ قوت نے گولہ کو گھما دیا! ہیرو نے اس طرح ردِّ عمل کی بھاپی تربین کا بیج بویا۔ اور یہ ایک یا دو صدی قبل مسیح! اُسوقت سے اب تک سینکڑوں آدمیوں نے بھاپی انجن کو مکمل کرنے میں حصہ لیا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ شہرت جیمس واٹ کو ہوئی۔ اس زمانہ میں جیسا کہ ہم جانتے ہیں بے شمار طریقوں سے بھاپی انجن سے کام لیا جاتا ہے۔ بڑے بڑے جہاز بھاپی انجنوں ہی سے چلتے ہیں فیکٹریوں کی مشینیں بھاپی انجن سے چلائی جاتی ہیں۔ ڈائنمو جن سے برق بنتی ہے۔ بھاپی تربینوں سے چلائے جاتے ہیں غرضکہ ہماری زندگی میں جتنی چیزیں مشین سے بنی ہوئی ہم دیکھتے ہیں۔ تقریباً اُن سب کی تیاری کے کسی نہ کسی حصہ میں بھاپی انجن سے کام لیا گیا ہے بھاپی انجن جب گاڑی چلانے کے لئے استعمال ہوا تو اُسے لوکوموٹیو یعنی حرّاکہ کہا گیا جسے عام زبان میں ریل کا انجن کہتے ہیں۔

ریلوے انجن یا حرّاکہ

شاید کسی اور چیز کی ایجاد سے دنیا میں ایسا انقلاب نہیں پیدا ہوا جیسے حرّاکی ایجاد سے اس کی وجہ سے نہ صرف یہ ہوا کہ سفر سرعت سے طے ہونے لگا بلکہ تجارت وبیوپار میں حیرت انگیز ترقی ہوئی اور زندگی کی ضروری چیزوں کی پیداوار اور تقسیم عمل میں آسکی۔

۱۶۴۲ء میں ایک فرانسیسی نے دعویٰ کیا کہ اس نے ایک ایسی چیز معلوم کی کہ اگر اس کو موقع دیا جائے تو وہ بتائے گا کہ بھاپ کے ذریعہ انسان تیز سے تیز گھوڑے سے زیادہ تیز رفتاری سے سفر طے کرسکتا ہے۔ چونکہ آدمی غریب تھا اُس نے
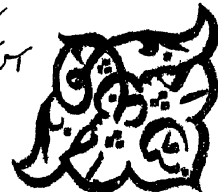
فرانسیسی حکومت سے درخواست کی کہ اُس کے خیال کو عملی جامہ پہنانے
کے لئے مدد کی جائے۔ حکومت نے اس کو احمقانہ درخواست خیال کرکے
اس پر کچھ غور نہ کیا مگر اُس شخص نے حکومت کا بہت پیچھا کیا اور یقین دلانے کی کوشش
کی اُس کا خیال سائنس کے اصول پر مبنی ہے۔ حکومت نے تنگ آکر اس کو پاگل خانہ
میں ڈلوا دیا۔ اور اگرچہ کہ وہ شخص بہت چیخا اور پکارا کہ وہ دیوانا نہیں ہے بلکہ ایسی ایجاد کرنے کے قابل ہے کہ تمام دنیا
اس کا احسان مانیگی۔ مگر حکومت نے اس کی ایک نہ سنی اور اس کی عمر کا بقیہ حصہ اسی پاگل خانہ میں گزرا۔ پہلا شخص جس نے حرّاکی
گاڑی تیار کی وہ ایک دوسرا فرانسیسی کیو نو تھا جس نے ۱۷۶۹ء میں ایک ایسی گاڑی بنائی جو بھاپ کے ذریعہ چلتی تھی۔ اس
گاڑی کا جو شارہ اتنا چھوٹا تھا کہ ایک وقت میں گاڑی ۲ ۱/۲ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ۱۵ منٹ سے زیادہ نہیں چل سکتی تھی۔ پیارس کی
سڑک پر جب یہ گاڑی چل رہی تھی تو ایک موڑ پر وہ الٹ گئی اور حکومت نے اس کو خطرناک خیال کرکے اس کے استعمال کو ممنوع قرار دیدیا
اس کے بعد اور بہت سے لوگ مختلف ممالک میں حرّاکہ کو مکمل کرنے کی جستجو میں لگے رہے۔ اُس زمانہ میں انگلستان میں کوئلہ کی کانوں
سے بندرگاہوں تک کوئلہ تیز رفتاری سے پہونچانے کے لئے مختلف طریقے نکالے گئے تھے۔ اور اُن کو ترقی دیجا رہی تھی۔ پہلے تو
گھوڑوں کی پیٹ پر تھیلوں میں کوئلہ لے جایا جاتا تھا۔ پھر ہنڈیوں میں لیجانے لگے اور جب دیکھا گیا کہ راستہ کی خرابی کی وجہ
سے ہنڈیوں کی رفتار بہت دھیمی رہنے لگی تو سڑک کے اُس حصہ پر جس پر پہیے چلتے تھے پتھر کی سلیں ڈالی گئیں تاکہ پہیے کیچڑ میں
نہ پھنسیں۔ اس کے بعد لکڑی کی پٹریاں ڈالی گئیں تاکہ ہنڈی جس کو اب چار چاک لگا کر ویگن کہا جانے لگا، تیز رفتاری سے ان
پٹریوں پر دوڑ سکے۔ اس طرح پہلی ریلوے لائن کا پایہ ڈالا گیا۔ دوسری کوئلہ کی کانوں میں بھی یہ طریقہ اختیار کیا کیونکہ رگڑ کے
کم ہوجانے کی وجہ سے رفتار میں معتدبہ اضافہ ہوجاتا تھا۔ اس کے بعد جب دیکھا گیا کہ لکڑی کی پٹریاں سرعت سے گھسنے
لگیں تو اُن پر لوہے کی پتلی پتیاں جڑ دی گئیں۔ پھر دیکھا گیا کہ لکڑی کی پٹریاں بارش وغیرہ سے خراب ہوجاتی تھیں۔ تب ڈھلے لوہے کی
تختیاں استعمال کرنے لگے اور اس راستہ کا نام تختی کا راستہ (پلیٹ وے) رکھا گیا۔ اور باوجود صدہا تغیرات کے تختی بچھانے
کی اصطلاح (پلیٹ لے ئنگ) اس وقت تک جاری ہے۔ اس تختی کا ایک کنارہ اونچا کر دیا جاتا تھا تاکہ پہیہ پٹری سے اترنے نہ پائے۔
دنیا کی سب سے پہلی ریلوے جس پر حرّاکی انجن استعمال کیا گیا وہ اسٹاکٹن اور ڈارلنگٹن ریلوے تھی جس کا افتتاح
۱۸۲۵ء میں ہوا۔ اس ریلوے کو جارج اسٹیفنسن نے بنایا تھا اور اس کو بجا طور پر حرّاکہ کا باپ کہا جاتا ہے۔ ابتدا میں حرّاکہ کا
مصرف صرف کوئلہ کو کانوں سے بندرگاہوں تک پہونچانا تھا۔ اور اسٹاکٹن اور ڈارلنگ ریلوے بھی اس کام کے لئے بنائی گئی تھی
سب سے پہلی ریلوے لائن جو خاص طور پر مسافروں اور مال کی آمد و رفت کے لئے بنائی گئی وہ لیورپول اور مانچسٹر ریلوے تھی۔ اس
لائن کے ڈائرکٹروں نے اپنی لائن کے لئے سب سے اچھا حرّاکہ (ریلوے انجن) بنانے والے کے لئے پانچ سو پونڈ انعام مقرر کیا
آزمائش کے لئے ایک شرط مقرر ہوئی اور مقام رین ہل میں پانچ اشخاص کے حرّاکہ جن میں اسٹیفنسن کا حرّاکہ "راکٹ" شامل تھا
دوڑ کے لئے لائے گئے۔ شرط یہ تھی کہ دو میل کی پتھری کی سڑک پر ۱۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے حرّاکہ ۲۰ چکر
لگائے۔ چنانچہ دوڑ شروع ہوئی اور ایک کے بعد ایک حرّاکہ خارج ہوتا گیا۔ اور راکٹ
نے شرط جیت لی ان میں ایک حرّاکہ خارج ہونے کی وجہ یہ بھی تھی کہ حرّاکہ نما ایک
ڈبہ بنا کر اس کے اندر موجود ایک تیز گھوڑا چھپا کر لایا تھا چوری پکڑی گئی اور
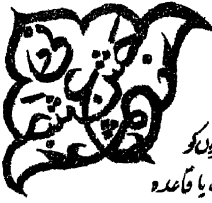
حرّاکہ شرط سے خارج کیا گیا۔ اس کامیابی کے بعد اسٹیفن سن نے اور کئی حرّاکے بنائے۔ سنہ ۱۸۳۰ء میں لیورپول اور مینچسٹر ریلوے کا افتتاح عمل میں آیا اور اس قومی کامیابی کی بڑی شہرت ہوئی۔ اس کے بعد بڑے بڑے شہروں کو ایک دوسرے سے ریلوے لائن کے ذریعہ جوڑ دیا گیا اور مسافروں اور مال کی آمدرفت باقاعدہ طور پر شروع ہو گئی۔ دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی ریلویز سرعت سے پھیلتی گئیں یہاں تک کہ اس زمانہ میں بہت کم ایسے ممالک ہونگے جن میں ایک سرے سے دوسرے تک ریلوے لائنس نہ دوڑتی ہوں اور جن کے نہ صرف بڑے بڑے شہر بلکہ چھوٹے چھوٹے قصبات بھی ایک دوسرے سے ریلوے کے ذریعہ نہ جوڑ دیے گئے ہوں۔ شاید یہاں یہ بتا دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ راکٹ جب اسٹیفن سن نے بنایا تو انگلستان کی عام پبلک اس کو کچھ اچھی نظر سے نہ دیکھتی تھی اور بہت سے لوگ ایسے تھے جو دعا کر رہے تھے کہ لیورپول اور مینچسٹر ریلوے کے افتتاح کے دن انجن پھوٹ جائے اور یہ مہم ناکام رہے۔ انجن کی سیٹی کی آواز سے جو گھوڑے بدک جاتے تھے وہ عوام کی دشمنی کا باعث ہوتے تھے۔ اور لوگ کہتے تھے کہ اس انجن کی وجہ سے ان کی گائیں جنگل میں چر نہ سکیں گی۔ اور اُن کی مرغیاں انڈے دینے سے قاصر رہیں گی۔ ریلوے لائن کی پیمایش کرنے جو انجنیر جایا کرتے انکو ملک بہت دِق کرتی اور ان پر اُنکے پیمایشی آلات پر پتھر برسائے جاتے تھے۔ اکثروں کا خیال تھا کہ انجن اپنے آب و آتش کے ذریعہ اُن کے ملک میں خدا کا قہر نازل کر رہا تھا۔ ادھر عوام کا یہ خیال تھا اور اُدھر دارالعوام میں جب لیورپول اور مینچسٹر ریلوے کا بل پیش ہوا تو اُس کی سخت مخالفت کی گئی۔ بڑے بڑے زمیندار اور اسٹیج کوچوں کے مالک اور نہر کی کمپنیوں کے نمائندوں نے بل نہ پاس ہونے دینے میں پوری سعی کی چونکہ اندیشہ تھا کہ ریلویز کے پھیلنے کی وجہ سے اُن کو سخت مالی نقصان پہونچیگا۔ مخالفت کی تائید میں کہا جاتا تھا کہ انجن کے جوشارے (بائلر) پھوٹ کر مسافروں کے جسم کے ٹکڑے اڑا دیں گے۔ اور یہ کہ انجن کی چمنی سے چنگاریاں نکلکر غریبوں کے گھر جل جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ غرضکہ مخالفت میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا گیا مگر باوجود اس تمام جد و جہد کے بل پاس ہی ہوا اور انگلستان میں ریلوے لائنس سرعت سے پھیل گئیں۔

ریلوے ہندوستان میں جب ریلویز کو دنیا میں فروغ ہوا تو ہندوستان میں بھی اس کی بنیاد پڑی۔ چنانچہ سنہ ۱۸۵۰ء سب سے پہلی ریلوے لائن کی تعمیر ہمارے ملک میں شروع ہوئی۔ دو انگریزی کمپنیاں قائم ہوئیں۔ جی۔ آئی۔ پی ریلوے کمپنی اور ای۔ آئی۔ ریلوے کمپنی۔ اول الذکر نے بمبئی سے دکن کی طرف ریلوے لائن ڈالنا شروع کیا اور موخر الذکر نے کلکتہ سے الہ آباد کی طرف۔ کام شروع ہونے کے قبل وزیر ہند اور ان کمپنیوں کے درمیان اقرارنامے منضبط ہوئے جن کے اہم شرائط یہ تھے کہ حکومت ۹۹ سال کے لئے زمین کمپنیوں کو پٹہ پر دے، جو کچھ کام کئے جائیں وہ حکومت کی منظوری سے ہوں اور یہ کہ حکومت ۵ فیصدی منافع کا ذمہ لے جس سے منشا یہ تھا کہ اگر کمپنی کو اپنے ابتدائی سرمایہ پر ۵ فی صدی سے کم منافع ہو تو حکومت اس کمی کو پورا کرے اور اگر ۵ فی صدی سے زائد منافع ملے تو اس زائد حصہ کا نصف کمپنی لے اور دوسرا نصف حکومت کو اس رقم کی ادائی میں دیا جائے جو اس نے فقرۂ متذکرۂ بالا کے تحت کمپنی کو دیا تھا۔ اس طرح جب حکومت کو اپنا پورا روپیہ واپس ملجائے تو اس کے بعد پورے کا پورا منافع کمپنی خود لیتی ایسی ریلوے کمپنیوں کو گارنٹیڈ ریلوے کمپنی کہا جاتا ہے۔ حکومت کو یہ بھی اختیار تھا کہ ۲۵ یا ۵۰ سال کے بعد لائنوں کو خرید لے

اس طرح متذکرۂ بالا دو کمپنیاں قائم ہوئیں اور ریلوے کی تعمیر کا کام ہندوستان میں
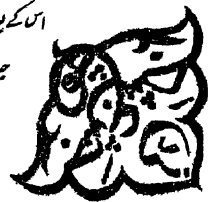
شروع ہوگیا۔ جی۔ آئی۔ پی۔ ریلوے کمپنی نے بمبئی سے تھانہ تک جو ۲۱ میل کا فاصلہ ہے۔ ریلوے لائن ڈالی اور اس پر ۱۸۵۳ء میں "فاکلینڈ" نامی پہلا حرا کہ دوڑا۔ اس طرح اس سال ہندوستان میں اسٹیم لوکوموشن (بھاپی حرکت) کی پیدائش ہوئی۔ یہ چونکہ ہندوستان میں ایک بالکل نئی چیز تھی اس لئے ریل گاڑی دیکھنے عوام کا ہجوم رہا کرتا تھا۔ یہاں بھی بعض ضعیف الاعتقاد لوگ اس آگ و پانی سے چلنے والے انجن کو دیو اور خدا کا قہر تصور کرتے تھے۔ اس کے بعد کئی اور ریلوے کمپنیاں قائم ہوئیں اور ریلوے کی لائنیں سرعت کے ساتھ ملک کے ہر حصہ میں پھیلنے لگیں۔ ساتھ ہی ساتھ دیسی ریاستوں میں بھی ریلوے کی لائنیں پڑ گئیں اور باقاعدہ آمد و رفت شروع ہوگئی۔ ۱۸۷۰ء تک ہندوستان میں تقریباً ۵۰۰۰ میل ریلوے لائن ڈالے گئے۔ اور پھر ان میں مزید اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ ۱۹۳۳ء تک ہمارے ملک میں تقریباً ۴۲۵۰۰ میل ریلوے لائن پڑ چکی تھی اور اس میں اور ترقی ہوتی جا رہی ہے۔ ان تمام ریلویز کا ابتدائی سرمایہ آٹھ سو کروڑ روپیہ سے کچھ اونچا ہی ہے۔ ۱۹۲۹ء میں یہ ریلویز نے ۶۲ کروڑ مسافروں کا سفر طے کرایا اور ۸½ کروڑ ٹن مال کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہونچایا اور سال مذکور میں ان ریلویز کے ملازمین کی تعداد ۸ لاکھ آدمیوں پر مشتمل تھی ان اعداد سے آپ کو ریلویز کی تنظیم کا کچھ اندازہ ہوگا حال میں حکومت ہند کی یہ تدبیر رہی ہے کہ گارنٹیڈ ریلویز کو خرید کر خود اُن کا انتظام کرے۔ چنانچہ ۱۹۲۵ء میں حکومت ہند نے جی۔ آئی۔ پی۔ اور ای۔ آئی۔ ریلویز کو خرید لے کر خود اُن کو چلانا شروع کیا۔ لہٰذا اب یہ اسٹیٹ ریلویز کہلاتی ہیں۔

ہماری حکومت حیدرآباد نے بھی این۔ جی۔ ایس۔ ریلوے کمپنی سے ۱۹۳۰ء میں اپنی اسٹیٹ کی تمام ریلویز خرید لیں۔ ہماری اس ریلوے کی پوری قیمت تقریباً تیرہ کروڑ مشخص ہوئی تھی۔

ہماری ریلوے کی سب سے پرانی لائن واڑی سے سکندرآباد تک کی ہے۔ اس لائن کا افتتاح ۱۸۷۴ء میں ہوا تھا۔ اس کے بعد سکندرآباد سے ورنگل تک کی لائن ۱۸۸۶ء میں ڈالی گئی اور بتدریج لائنیں ہمارے ممالک محروسہ میں پھیلتی گئیں۔ کمپنی کی لائنوں کے علاوہ حکومت نے اپنے خرچ سے چند لائنیں تیار کرائی تھیں جیسے ہنگولی لائن اور قاضی پیٹھ بلہارشاہ لائن۔ موخر الذکر کا افتتاح خود اعلیٰحضرت قدر قدرت نے اپنی ذات شاہانہ سے ۱۵ر نومبر ۱۹۲۸ء کو فرما کر ریلوے کو عزت بخشی۔ چنانچہ اس عزت افزائی کی یادگار میں ریلوے نے آصف آباد اسٹیشن کے پلاٹ فارم پر ایک موریل پلیٹ بھی نصب کیا ہے۔

ہماری بڑی لائن جسے چوڑی گیج کی لائن (براڈ گیج) کہا جاتا ہے۔ اب تقریباً ۷۰۰ میل پر مشتمل ہے۔ اور چھوٹی لائن جسے میٹر گیج کی لائن (میٹر گیج) کہتے ہیں، تقریباً ۵۵۰ میل لمبی ہے۔ اس طرح ہماری ریلوے کا جملہ طول تقریباً ۱۲۵۰ میل ہے۔ واڑی سے بجواڑہ تک اور قاضی پیٹھ سے بلہارشاہ و نیز وقارآباد سے پرلی چوڑی گیج ہے اور ڈورناچلم سے منماڑ تک اور پورنا سے ہنگولی اور پربھنی سے پرلی تک میٹر گیج ہے۔ اسی لحاظ سے نامپلی کا اسٹیشن "حیدرآباد۔ چوڑی گیج" کہلاتا ہے۔ اور کاچی گوڑہ کا "حیدرآباد۔ میٹر گیج"۔

ریلوے انجینیرنگ کے دو حصے ہیں۔ سول اور میکانکل۔ سول انجینیرنگ کا تعلق ریلوے لائن (جسے ریل کی سڑک یا مستقل راستہ بھی کہتے ہیں) کی تعمیر اور اس کی نگہداشت سے ہے و نیز ریلوے کے پل۔ اسٹیشن کی عمارتیں اور ریلوے ملازمین کے مکانات وغیرہ ریلوے کے محکمہ انجینیرنگ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بالفاظ دیگر ریلوے کا انجینیرنگ محکمہ حکومت کے محکمہ تعمیرات و امور عامہ کے مماثل ہے۔ ریلوے کے انجن اور ڈبوں کی تعمیر و نگہداشت میکانکل انجینیروں کے تحت ہوتی ہے۔ اُن کا محکمہ "لوکو" کہلاتا ہے۔
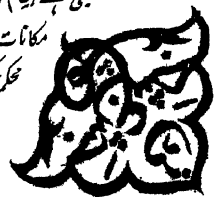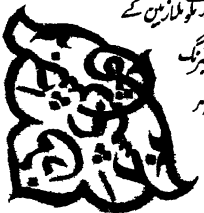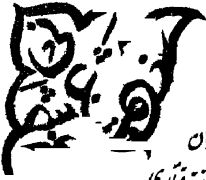
ان میکانیکل انجینیرں کو لوکو سوپرنٹنڈنٹ یا لوکو افسر کہتے ہیں اور لفظ "انجینیر" صرف محکمہ انجینیرنگ کے افسروں کے لئے مخصوص کردیا گیا ہے۔ انجینیرنگ اور لوکو کے علاوہ ایک تیسرا اہم محکمہ ٹرافک کا ہے اور ان تینوں محکموں کے بہم اتفاق سے کام کرنے کا نتیجہ ہے کہ ریلوے کی گاڑیاں وقت پر اور تیز رفتاری کے ساتھ دوڑتی ہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں، لوکو کے محکمہ کا کام یہ ہے کہ وہ انجن اور ڈبے مہیا کرے اور انکی نگہداشت کرے۔ انجن کے ڈرایور، ٹرین کا امتحان کرنے والے وفٹر وغیرہ لوکو کے ملازمین ہوتے ہیں۔ لالہ گوڑہ میں جو ریلوے ورکشاپ ہیں ان میں نہایت اعلیٰ درجہ کا کام ہوتا ہے۔ اچھے سے اچھے ڈبے اور سیلون یہیں تیار ہوتے ہیں۔ البتہ انجن انگلستان سے منگوائے جاتے ہیں چونکہ ان کو تیار کرنے کی قیمتی مشنری ہمارے یہاں نہیں ہے اور ان کو اس قیمت پر تیار کرنا بھی ممکن نہیں جس قیمت پر کہ یورپ میں دستیاب ہوتے ہیں۔ ٹرافک کے محکمہ کا کام ہے کہ گاڑیوں کے وقت پر دوڑنے کا بندوبست کرے۔ اسٹیشن ماسٹر، کارڈ، ٹکٹ کلکٹر وغیرہ ٹرافک کے تحت ہوتے ہیں۔ ٹرافک کا محکمہ ہی مالگزاری کی طرح سے آمدنی کا محکمہ ہے۔ ورنہ انجینیرنگ اور لوکو تعمیرات کی طرح سے خرچ ہی خرچ کرنے والے محکمے ہوتے ہیں۔ محکمہ ٹرافک میں سب سے بڑھ کر اس بات کا انتظام کرنا پڑتا ہے کہ حادثے نہ ہونے پائیں۔ اس کے لئے خاص خاص برقی و میکانی طریقے استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً یہ ممکن نہیں کہ اگر ایک اسٹیشن میں کسی ایک لائن پر گاڑی کھڑی ہوی ہو تو دوسری طرف سے اسی لائن پر دوسری گاڑی آسکے اسی طرح اگر ا اور ب دو اسٹیشن اور ا سے ب کہ ایک گاڑی روانہ ہوچکی ہے تو یہ ممکن نہیں ہوتا کہ اسیوقت ب سے ا کو دوسری گاڑی روانہ کیجا سکے۔ (الا اس کے کہ دوہری لائن ہو یعنی ایک آنے کی اور دوسرے جانے کی) اور نہ یہ ممکن ہے کہ ا ایک گاڑی ب کو روانہ کرنے کے بعد اس کے ب پر پہونچنے کے قبل دوسری اور ایک گاڑی اسے ب کو روانہ ہوسکے۔ غرضکہ پبلک کی حفاظت کی ممکنہ طور پر پوری کوشش کیجاتی ہے۔ جس کا نتیجہ ہے کہ باوجود سینکڑوں گاڑیاں دوڑنے کے حادثوں کی تعداد تقریباً اصفر ہوتی ہے۔ انجینیرنگ کے محکمہ کا یہ فرض ہوتا ہے کہ ایک ایسی اچھی لائن یا مستقل راستہ تیار کرے جس پر گاڑیاں تیز رفتاری اور تحفظ کے ساتھ دوڑ سکیں۔ ممکن ہے کہ بادی النظر میں یہ امر آسان معلوم ہو مگر مستقل راستہ کی نوعیت پر ذرا غور کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ اس کی نگہداشت کتنا اہم کام ہے۔ پہلے تو یہ دیکھئے کہ معمولی مٹی کے کٹہ پر مستقل راستہ یعنی ریلوے لائن ڈالی جاتی ہے۔ پتھر کی بندش کا کوئی پایہ نہیں ہوتا۔ اور پھر ایسے ایسے بھاری انجن تیز رفتاری کے ساتھ دوڑتے ہیں جنکا وزن تقریباً دو سو ٹن ہوتا ہے۔ اور مستقل راستہ کی نگہداشت اس حد تک کی جاتی ہے کہ اس کی دونوں پٹریوں کے لیول کا فرق $\frac{1}{8}$ انچ تک نہیں ہوسکتا یعنے دونوں پٹریاں بالکل ایک ہی لیول میں برقرار رکھی جاتی ہیں۔ مستقل راستہ کے نیچے پتھر کا بیالسٹ دیکر اس کو اس قدر مضبوط کیا جاتا ہے کہ لائن کا کوئی حصہ اتنا نہیں دب سکتا کہ گاڑی الٹ جائے۔ بارش کے زمانہ میں لائن کی حفاظت کا زیادہ انتظام کرنا پڑتا ہے ورنہ ممکن ہے کہ رات میں زوردار بارش ہو اور لائن کا کچھ حصہ بہہ جائے اور جب مسافروں کی گاڑی تیز رفتاری سے گزرے تو سخت حادثہ عمل میں آئے اور سینکڑوں مسافروں کی جان تلف ہو۔ اس اندیشہ کے مدنظر رات بھر لائن کا چپہ چپہ دیکھنے کے لئے آدمی مقرر ہیں جنھیں پٹرول مین کہتے ہیں۔ ان آدمیوں کا کام یہ ہوتا ہے کہ ہر دو اسٹیشنوں کے درمیان ہاتھ کی تندیل لیکر رات بھر لائن کی چکر لگائیں اگر ذرا بھی لائن غیر محفوظ حالت میں نظر آئے تو اس کی اطلاع گیانگ کے مقدم کو دیں۔ (ہر تین میل پر ایک گیانگ ہوتی ہے) مقدم فوراً

اپنے آدمیوں کو لیکر موقع پر پہونچیگا اور لائن کو ٹھیک کریگا۔ اگر لائن
اتنی خراب ہوگئی ہو کہ اس کا درست کرنا اس کے بس سے باہر ہو تو وہ فوراً
ہر دو جانب کے اسٹیشنوں کو آدمی روانہ کرے گا کہ اسٹیشن ماسٹر کو خبردار کریں کہ
لائن گاڑیوں کے لئے محفوظ نہیں ہے۔ کوئی گاڑی تا حکم ثانی سکشن مذکور پر روانہ نہ کی جائے

پھر اس کی اطلاع فوراً مستقل راستہ کے انسپکٹر (پرمننٹ وے انسپکٹر) کو پہنچائے گی جو جلد سے جلد موقع پر پہونچکر اور بہت سے گیانگ والوں کو جمع کرکے لائن کو ٹھیک کریگا۔ اگر لائن اتنی بہہ گئی ہو کہ وہ مقامی آدمیوں کے ذریعہ ٹھیک نہیں ہوسکتی تو انسپکٹر مذکور بذریعہ تار اپنے اسسٹنٹ انجینیر اور ڈسٹرکٹ انجینیر کو مقامی حالات سے مطلع کریگا اور پھر ان افسروں کا فرض ہوگا کہ بیالسٹ ٹرین کے ذریعہ مٹی وغیرہ لاکر لائن کو درست کرنے کا انتظام کریں۔ غرضکہ ریلوے انجینیروں کا نہ صرف یہ کام ہے کہ ریلوے لائن کو ہمیشہ محفوظ حالت میں برقرار رکھیں بلکہ یہ بھی کہ لائن خراب ہوجائے یا بہہ جائے تو اس کی درستی کا جلد سے جلد انتظام کریں تاکہ ادھر مسافرین کو تکلیف نہ ہو اور ادھر ریلوے کو نقصان نہ برداشت کرنا پڑے۔

اس طرح آپ نے دیکھا کہ انجینیرنگ۔ لوکو اور ٹرافک کے تین محکموں کے متفقہ طور پر کام کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ریلوے کی گاڑیاں وقت پر اور تیز رفتاری سے محفوظ حالت میں دوڑنے کے قابل ہوتی ہیں۔

حکومت ہند کی حال میں یہ تدبیر رہی ہے کہ ملکی ریلویز کو خود خرید کر ان کا انتظام کرے اور اس پالیسی کے تحت ہماری حکومت نے بھی اپنی ریلوے کو خرید کر اُسے ایک قومی ادارہ بنا دیا۔ اور ممالک نے بھی ریلویز کو نیشنلائز کرنا چاہا یعنی بجائے مختلف کمپنیاں ریلوے کے مالک ہونے کے حکومت نے ان کو خرید کر قوم کو اس کا مالک بنایا مگر بدقسمتی سے اسٹریلیا اور دوسرے ایسے ممالک میں جن میں کہ ریلویز کو حکومت نے خرید لیا ریلویز میں نقصان آیا اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے صرف ہندوستان ہی وہ ملک ہے جس میں کہ ریلویز باوجود سرکاری ریلویز ہونے کہ فائدہ سے کام کر رہی ہیں۔ اور یہ معلوم کرکے ہمارے ناظرین کو خوشی ہوگی کہ جتنا فائدہ ہماری این۔ یس۔ ریلوے میں ہو رہا ہے اتنا فائدہ بہت ہی کم برطانوی ہند کی سرکاری ریلویز کو نصیب ہے موخر الذکر کی ایک دور ریلویز میں تو اتنا سخت نقصان آرہا تھا کہ وہاں کے عہدہ داروں اور عمال کی تنخواہیں کم کرنے کی ضرورت پڑی۔ ہماری ریلوے کی گذشتہ سال کی سرمائی قیمت تقریباً ساڑھے چودہ (۱۴½) کروڑ پر مشتمل تھی اور جملہ آمدنی اس سال کی دو کروڑ اور چودہ لاکھ ہوئی جس میں سے جملہ خرچ جاتے باقی اصل فائدہ تقریباً (۸۹½) لاکھ ہوا یعنی منافع ۶ فیصدی سے بھی کچھ زائد ہی ہوا جبکہ اس زمانہ میں بنک کا نرخ مشکل سے ۳½ فیصدی ہے اور تجارت میں ہر طرف نقصان ہی نقصان آرہا ہے جس کی وجہ سے تمام ہندوستان کی ریلویز کو سخت نقصان برداشت کرنا پڑا۔ اس کے نظر کرتے ہمارا یہ کہنا کہ ہماری ریلوے کی فینانس کی حالت نہایت تشفی بخش ہے بے جا نہ ہوگا۔

جس طرح اعلیحضرت بندگان عالی کے ۲۵ سالہ عہد ہمایونی میں حکومت کے ہر محکمہ میں حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے اسی طرح ہماری ریلوے نے بھی شاندار ترقی کرکے اپنا ایسا بلند معیار قائم کیا ہے کہ جس کی نسبت اس وقت حکومت ہند کے اعلیٰ ریلوے افسروں کی یہ رائے ہے کہ نہ صرف ہندوستان کی اچھی سے اچھی ریلویز میں ہز اکزالٹیڈ ہائینس دی نظام اسٹیٹ ریلوے کا شمار ہے۔ بلکہ دنیا کی فہرست میں نظام ریلوے باعتبار اپنی تنظیم اور فائدہ کے ایک ممتاز حیثیت

رکھتی ہے "بہت کم ہندوستانی ریلوے لائنس ایسی ہیں جو ہماری ریلوے لائنوں کا مقابلہ کر سکیں۔ ہر سال حکومت ہند کی جانب سے انکا ایک اعلیٰ افسر جیسے ٹی۔ جی آئی۔ کہا جاتا ہے۔ ہر ریلوے کا معائنہ اور لائن کی تنقیح کرتا ہے چنانچہ یہ دیرینہ تجربہ کار افسر کی رائے ہماری ریلوے کے متعلق عموماً دوسری ریلویز کے لئے باعث مثال ہوتی ہے

ہمارے پاس بہت سے نئے اور اعلیٰ درجہ کے انجن اس پایہ کے ہیں کہ دوسری اچھی اچھی ہندی ریلویز کے انجنوں سے کسی طرح پیچھے نہیں۔ اسیطرح یہاں کے ریلوے افسر اپنی قابلیت اور تجربہ میں دوسرے ریلوے افسروں سے کسیطرح کم نہیں رشاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہماری ریلوے میں عہدہ داروں کی تنخواہیں اتنی معقول ہیں کہ ہر عہدہ دار نہ صرف محنت اور ایمانداری سے کام کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ بلکہ اپنی معقول تنخواہ کے مدنظر حتی الامکان محنت کرنے میں ذرا بھی دریغ نہیں کرتا۔ بالفاظ دیگر ہماری ریلوے کا یہ اصول معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ تنخواہ دیجائے اور ہر افسر سے زیادہ سے زیادہ کام لیا جائے اور شاید ہماری ریلوے کی ممتاز حیثیت ہونے کی ایک وجہ۔ اعظم تنخواہ اور اعظم کام کا اصول ہے۔

دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور پُر آسائش ریلویز امریکہ میں ہیں۔ فرانس اطلانتک ریلوے جو بحر اطلانتک سے بحر پاسفک تک دوڑاتی ہے ریلوے انجینیرز کی قابلیت اور قوت ایجاد کا بہترین نمونہ ہے۔ نہ صرف اس ریلوے پر گاڑی کی رفتار (۸۰، ۹۰) میل فی گھنٹہ ہوتی ہے بلکہ اس رفتار پر گاڑی کے اندر بیٹھنے والے مسافروں کو ذرا بھی اس تیز رفتاری کی وجہ سے تکلیف نہیں ہوتی۔ اس ٹرین میں کھانے کے لئے ڈائننگ کارس کے علاوہ کتب خانہ کا ڈبہ بھی ہوتا ہے۔ اور پھر دوسرے ڈبہ میں لاسلکی نصب ہوتی ہے۔ جس کے ذریعہ نہ صرف موسیقی کا لطف آتا ہے بلکہ دنیا کی تازہ ترین خبریں سنائی دیتی ہیں۔ ایک تیسرے ڈبہ میں حجام کی دوکان ہوتی ہے۔ اور چوتھے میں تاش اور شطرنج وغیرہ کے کھیلنے کا انتظام ہوتا ہے۔ سب سے پیچھے کا ڈبہ جس کے تین رخ کھلے ہوتے ہیں منظر دیکھنے کا مقام ہوتا ہے۔ انکے علاوہ گاڑی میں بیشمار بڈرومس بنے ہوتے ہیں جن میں مسافروں کے آرام و آسائش کا پورا انتظام ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسی ٹرین کو ہم ایک متحرک محل کہیں تو بیجا نہ ہوگا۔ ہماری ریلوے اگرچہ کہ متذکرہ بالا امریکن ریلوے کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور نہ اس سے کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ نہ اتنا لمبا سفر کرنا ہے اور نہ مقامی حالات اس قسم کی ٹرین دوڑانے کے متقاضی ہیں تاہم بھی ہماری ریلوے میں اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے سیلون ہیں کہ انکی ایک اسپشل ٹرین بنائی جائے تو ایک پُر تکلف مکان کا نمونہ بنے۔ ہماری ریلوے کی صرف ایک ٹورسٹ کار نمبر ۱۱ کو ہی لیجئے اس میں ڈائننگ سیلون کے علاوہ منظر دیکھنے کا مقام ہے جس میں رات کو مسافرین استراحت بھی کر سکتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کا حمام ہے۔ باورچیخانہ اور پیانٹری بھی ہے۔ اور بہت سی چھوٹی چھوٹی چیزیں ایسی بنی ہوئی ہیں جن سے سفر میں بہت آرام پہونچتا ہے۔ کوئی شخص بھی اس سیلون کو معینہ کرایہ پر لیجا سکتا ہے۔

ان کے نرخ سکندرآباد کے اسٹیشن سوپرنٹنڈنٹ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ یا چیف کمرشیل منیجر کے دفتر سے بذریعہ خط معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

ہم اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتے ہیں کہ خدائے پاک جس نے ہم کو ہمارے بادشاہ ذیجاہ کی پچیس سالہ حکومت بابرکات کے تحت اس طرح رکھا کہ ہمارے ملک میں ہمارا اپنا بادشاہ ہم پر حکمراں ہے۔ ہمارے ہی افسر ہمارے ملک میں انتظام مملکت کے چلانے میں ملک و مالک کی وفاداری کا ثبوت دے رہے ہیں۔ ہمارے ملک میں ہمارا سکہ رواں ہے ہمارے ہی ٹکٹ ہمارے اسٹیٹ میں چلتے ہیں اور ہماری ہی ریلوے میں ہم سینکڑوں میل کا سفر کرتے ہیں ایسے بادشاہ کی عمر دراز کرے اور خدا ہمیں اپنے شاہ کی گولڈن جوبلی منانے کی مسرت عطا کرے۔ اور اسوقت تک ملک کے ہر محکمہ میں اور زیادہ ترقی ہو۔

مرتبہ محمد فاضل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صوبہ برار علاقہ نظام کی دلچسپ کہانی

جریدۂ اسٹیٹسمین (لندن) کی زبانی

مترجمہ ایڈیٹر صاحب صبح دکن

برار کو ہضم کرنے کی کہانی ایک شرمناک واقعہ ہے، اس سلسلہ میں حکومت ہند نے جن ناجائز افعال کا ارتکاب کیا ہے اور تاج برطانیہ کے سب سے بڑے وفادار دوست کے ساتھ جو ہتک آمیز برتاؤ کیا ہے وہ ہماری قوم کے دامن پر ایک ایسا بدنما دھبہ ہے جس کی نظیر تاریخ عالم میں بہت کم ملے گی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کو ہندوستان میں اپنے مقبوضات بڑھانے کا ایسا ہوکا ہوگیا تھا کہ اس نے کبھی اس امر کی پروا نہیں کی کہ یہ مقبوضات جائز طریقہ سے حاصل کئے جارہے ہیں یا ناجائز طریقہ سے چنانچہ ۱۸۵۱ء تک الحاق کا بازار گرم رہا اور جس قدر دیسی ریاستیں تھیں ان کو ملیت و نابود کرنے کا تہیہ کرلیا گیا تھا۔ اس کے ثبوت میں ہم ولیم سلیمن کا وہ بیان پیش کرسکتے ہیں جو اس نے اودھ کے بارے میں دیا تھا کہ اگرچہ ریاست کی انتظامی حالت خراب ہے لیکن حکومت ہند کو چاہیئے کہ اس کے انتظام کو درست کرنے کی کوشش کرے کیونکہ اصلاح کی صلاحیت پوری طرح موجود ہے اور یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے کہ ریاست جب تک ملحق نہ کرلی جائے گی اس کی حالت درست ہوسکے گی لیکن ڈلہوزی نے ہمیشہ اصلاحات کے نفاذ سے انکار کیا اور بالآخر اس کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے مقبوضات میں شامل کرلیا گیا۔ اسی طرح حیدرآباد پر بھی دانت تھے۔ کیونکہ اس کے بعض اضلاع بہت زیادہ زرخیز اور آمدنی کو بڑھا دینے والے موجود تھے اور اس مقصد کو پورا کرنے کی وقتاً فوقتاً کوششیں کی گئیں اور ایسے مواقع پیدا کئے گئے کہ جس سے حکومت کو الحاق کا ایک بہانہ ہاتھ آجائے۔ بدنظمی اور والی ملک کا پوری قابلیت کے ساتھ ریاست کا انتظام نہ کرسکنا کمپنی کا ایک سالہا سال کا آزمودہ حیلہ تھا۔ چنانچہ اسی بنا پر حیدرآباد کے رزیڈنٹ کے اس مطالبہ پر کہ حکومت ہند کو اصلاح ریاست کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ کلکتہ کے ارکان حکومت نے بہت کچھ لے دے کی اور فریزر پر یہ الزام لگایا کہ فریزر کی یہ تحریر محض اعتدال پسندی کی طمع پر مبنی ہے۔ چنانچہ تنگ آکر خود فریزر نے یہ الفاظ لکھے کہ میں یہاں نہ بھیجا جاتا تو زیادہ اچھا تھا اور ۱۸۵۳ء میں استعفا دیدیا پھر جب سالار جنگ جیسا قابل آدمی حیدرآباد کی وزارت پر ممتاز ہوا تو اس کی راہ میں بھی روڑے اٹکائے گئے کہ کسی طرح ریاست میں اتنی قوت نہ پیدا ہوجائے کہ پھر ہم اس کو آسانی سے اپنی من مانی تجاویز نہ منوا سکیں۔

ڈلہوزی نے اس خیال کا اظہار کیا کہ حکومت کا منشا یہ ہے کہ جس سرزمین سے مالی منافع نہ ہو وہاں اصلاحات جاری نہ کیے جائیں اور یہی خیال کہ صرف الحاق ہی میں ہمارا مالی فائدہ ہے اس کو اس بات سے روکتا رہا کہ حیدرآباد میں اصلاحات نافذ کرتا یا کم سے کم اس کو اس تباہ کن خرچ سے ہی خلاصی بخش دیتا جو کنٹجنٹ افواج کے لئے اسے برداشت کرنے پڑتے تھے اور پھر لطف یہ کہ جب حیدرآباد کا خزانہ ان بیجا مصارف کو برداشت کرتے کرتے خالی ہوگیا اور رعایا اس طرح سے خون چوسے جانے کی متحمل نہ ہوسکی تو نظام سے کہا گیا کہ اپنی فوج کو برطرف کرکے یہ خرچ پورا کرو نہیں تو جواہر داد اکا جمع شدہ ذخیرہ ہے اس میں سے ادا کرو اور اگر ان ذرائع میں بھی اس قدر گنجائش نہ ہو تو ان اخراجات کے برداشت کرنیکے لئے

بقیہ عشرہ فاضل

اپنے ملک کا سب سے زیادہ زرخیز حصہ کمپنی کو دے ڈالو۔ پھر جب نظام نے اپنی تباہی اپنے سامنے دیکھ کر یہ خواہش ظاہر کی کہ کنٹنجنٹ فوج کو موقوف کر دیا جائے تو اس کو طرح طرح کی دھمکیاں دے دے کر خاموش کر دیا گیا اور اس سے زبردستی تجویز شدہ ملک لے لیا گیا پھر اگر یہ برتاؤ کسی دشمن کے ساتھ ہوتا تو ممکن تھا کہ اہل سیاست کی نظروں میں جائز سمجھا جاتا لیکن اس سے زیادہ افسوس کی اور کیا بات ہوگی کہ یہ برتاؤ نظام حیدرآباد کے ساتھ کیا گیا جس نے ہر مشکل کے وقت ہمارا ساتھ دیا اور اگر اس کی مدد شامل حال نہ ہوتی تو ہندوستان میں انگریزی حکومت کا جمنا محال تھا۔

جب تک ہمیں نظام کی مدد کی ضرورت رہی ہم نے ان معاہدات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی جو اس کے اور ہمارے درمیان ہوتے رہے لیکن جوں ہی ہم نے یہ محسوس کیا کہ اب نظام کی مدد کی ضرورت نہیں رہی ہم نے ان معاہدات کو پس پشت ڈال دیا اور انتہائی سیاسی بداخلاقی کا ثبوت اس طرح دیا کہ جب اس کو بیرونی دشمن سے لڑنا پڑا تو اس کو ایک آدمی یا ایک روپیہ سے بھی مدد نہ دی اور جب اندرونی بغاوت نے امن عامہ میں خلل ڈالا تو صاف انکار کر دیا گیا کہ امدادی فوج اس مقصد کے لیے نہیں رکھی گئی ہے (حالانکہ وہ خود اسی کے خرچ پر رکھی گئی تھی)

ایک وہ زمانہ تھا کہ فرانس سے جنگ کے خاتمہ پر جب پیرس میں عہدنامہ ہوا تو اس کی دفعہ گیارہ یہ تھی کہ نظام اپنی ریاست میں مستقل اور آزاد ہے۔ یہ ۱۷۶۳ء کی بات ہے۔ اس کے بعد ۱۷۶۶ء میں جب پھر لڑائی شروع ہوئی تو ہم نے نظام کو اپنا دوست بنا لیا اور اس سے پانچ اضلاع (شمالی سرکار) کے لیے جس کے عوض میں نوے ہزار پونڈ پیش کش دینا قبول کیا۔ نظام دراصل اس سے زیادہ بہتر چیز حاصل کرنا چاہتے تھے۔ یعنی فوج کی امداد تاکہ ان کو اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے یک لخت اطمینان حاصل ہو جائے چنانچہ یہ فوج امدادی مقرر کی گئی جس کا مقصد یہ قرار پایا کہ وہ نظام کی ہر موقعہ پر مدد کرے۔ ۱۷۶۸ء میں جب ایک مرتبہ پھر لڑائی ہوئی تو معاہدوں کی تجدید کی گئی اور اس مرتبہ یہ طے ہوا کہ پیش کش گھٹا کر ستر ہزار کر دی جائے اور امدادی فوج کے اخراجات نظام اٹھائیں۔ نظام نے منظور کر لیا کیونکہ ان کو فوج کی موجودگی پر بہت بڑا بھروسہ تھا۔ لیکن ضرورت کے وقت نہ تو امدادی فوج نے کوئی مدد کی اور نہ پیش کش ہی ادا کیا گیا۔

بہت دنوں تک معاملات اس حال پر نہ چھوڑے جا سکے کیونکہ نظام کی مدد کی ضرورت پھر پیش آئی ٹیپو سلطان سے پھر لڑائی شروع ہو گئی اور ضرورت اس بات کی ہوئی کہ نظام کو بہلا پھسلا کر اس سے معاہدہ کر لیا جائے چنانچہ حسب دلخواہ شرائط طے پائے۔ نظام اور انگریزی فوجیں ساتھ ساتھ لڑیں اور بالآخر میسور کی قوت کو بہت بڑی شکست ہوئی اس لڑائی کا اثر نظام پر بہت خراب پڑا ان کا خزانہ خالی ہو گیا اور فوج بھی کچھ بے ترتیب سی ہو گئی بیرونی دشمنوں کے لیے اس سے بہتر کوئی موقع نہ ہو سکتا تھا لیکن نظام بجائے فکرمند ہونے کے نہایت مطمئن تھا کہ اگر ضرورت پیش آئے تو انگریزی فوج جس کے وہ اخراجات برابر برداشت کر رہا تھا ضرور مدد کرے گی لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ نظام کی مدد کی طرف ایک قدم بھی نہ بڑھایا گیا۔ ۱۷۹۵ء میں نظام کی حالت کا اندازہ کر کے مرہٹوں نے حیدرآباد پر چڑھائی کر دی۔ نظام کی فوج تنہا جا کر لڑی اور نتیجہ وہی ہوا جو ایسی صورت میں ممکن تھا۔

نظام کو شکست فاش ہوئی اور انتہائی ذلت آمیز شرائط پر راضی ہونا پڑا
مرہٹوں نے چلتے چلتے یہ معاہدہ بھی لے لیا کہ انگریزی امدادی فوج موقوف
کر دی جائے۔ حکومت ہند اپنے دوست کا یہ حال ٹھنڈے دل سے دیکھتی
رہی اور اس نے اس کا بالکل خیال نہ کیا کہ اخلاقی اور سیاسی حیثیت سے
اس وقت ان کے کیا فرائض تھے۔

ٹیپو والی میسور کا خطرہ پھر سر دار ہوا اور اس مرتبہ پھر ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس بات کو محسوس کیا کہ اگر نظام کی مدد نہ کی گئی تو کم سے کم ان کی بے دخلی یقینی ہے اور پیش بینی کے طور پر یکم ستمبر ۱۷۹۸ء کو پھر ایک معاہدہ کیا گیا۔ اس معاہدہ کی رو سے نظام کی فرانسیسی فوج برطرف کر دی گئی اور اس کے بجائے امدادی فوج انگریزی رکھی گئی اور نظام نے اس کے اخراجات برداشت کرنا قبول کیا۔ ۱۷۹۹ء کے پانچ ماہ بعد ٹیپو سے لڑائی شروع ہوئی اور اس مرتبہ انگریزوں اور نظام کے متفقہ فوجیں ٹیپو کو ختم کرنے اور اس کی سلطنت کے ملیامیٹ و نابود کرنے میں کامیاب ہو گئیں اب چونکہ ہماری حکومت کا مطلب نکل گیا تھا لہذا اس نے پھر آنکھیں پھیر لیں اور ملک کا نصف از روئے معاہدہ نظام کو دینے سے انکار کر دیا بلکہ وہ علاقے بھی مانگ لیے جو ۱۷۹۲ء کی لڑائی میں نظام کو دیئے گئے تھے امدادی فوج کا خرچ جو اب بڑھا کر ساڑھے نو ہزار کر دیا گیا تھا نظام کے سر رکھا۔ اس خرچ کی تعداد ۶ لاکھ ۳۰ ہزار پونڈ سالانہ ہے۔ [illegible] ان حرکتوں کے مقصد سے خوب واقف تھا اور سب کچھ جانتے کے باوجود وہ اس حفاظت کی ہر ممکن قیمت دینے کے لئے تیار تھا جس کی اسے انگریزی فوج کی طرف سے امید تھی لیکن اس قدر زبردست قیمت وصول کر لینے پر بھی اس کو اس حفاظت سے محروم رکھا گیا یہاں تک کہ جب خود اس کی سلطنت میں بعض لوگوں نے بغاوت کی تو فوجی امداد کے دینے سے انکار کر دیا گیا اور یہ عذر پیش کیا گیا کہ امدادی فوج اندرونی فسادوں کے فرد کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ اگر نظام کو ایسی ہی ضرورت ہے تو ایک اور فوج جو انگریزی افسروں کے ماتحت ہو رکھی جائے جس کا مقصد اس قسم کی بغاوتوں کو فرو کرنا ہو اور اس فوج کا خرچ بھی نظام برداشت کریں۔

یہی ابتدا اس فوج کی جس کو حکومت ہند کے ارکان نے اپنی مرضی سے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو معقول فوجی جگہوں پر سرفراز کرنے کے لئے قایم کروایا تھا۔ ان کے اس مقصد کی تائید میں وہ رپورٹیں پیش کی جاسکتی ہیں جو اس کے اخراجات کے متعلق سرکاری طور پر مرتب ہوئیں اور جو عوام اور خواص کی زبانوں پر چڑھی ہوئی تھیں۔ اس فوج کی کل تعداد آٹھ ہزار تھی اور اس کا سالانہ خرچ قریب قریب چالیس لاکھ تھا جنرل لو نے ایک زمانہ میں سفارش کی تھی کہ اس کا خرچ کم کر دیا جائے لیکن اس کی شنوائی نہ ہوئی اور اگرچہ کلکتہ کے ارکان حکومت نے ایک مرتبہ اس امر کا وعدہ بھی کیا کہ جو جگہیں خالی ہونگی وہ بھری نہ جائیں گی اور اس طرح فوج کا خرچ کم کر دیا جائے گا لیکن اس وعدے کے ایفا کا موقعہ کبھی نہ آیا بلکہ ۱۸۴۳ء میں ڈلہوزی نے اس میں سے ایک آدمی بھی کم کرنے سے انکار کر دیا۔ جب نوبت یہاں تک پہونچی کہ نظام خرچ ادا کرنے کے قابل نہ رہا تو اخراجات برداشت کرنے کے لیے زمین کا مطالبہ پیش کر دیا۔ ان امور سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فوج کے قیام کا اصل مطلب اور اس کے اس قدر کثیر فاضلانہ مصارف کا حقیقی مقصد یہی تھا کہ اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو بڑی بڑی فوجی نوکریاں دی جائیں اور جب نظام فوج کے اخراجات برداشت کرنے سے قاصر ہو جائے تو ان کا ملک یا اس کا ایک حصہ ہضم کر لیا جائے۔

نظام سمجھ نہ تھا کہ وہ ان باتوں کو نہ سمجھے اس نے اس فوج کو

مقرر کرنے سے بالکل انکار کر دیا لیکن یہاں تو اس کا فیصلہ ہو چکا تھا حکومت ہند اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لیے مختلف ترکیبیں سوچنے لگی چنانچہ پہلے اپنی مرضی کے مطابق وزیر مقرر کیے ان سے حسب دلخواہ کام نہ نکلا تو بالآخر چندو لال کو جو دفتر مال میں کارکن تھا پیشکار بنا کر جزو کل کا مختار بنا دیا۔ اب چونکہ وزیر..

انگریزوں کی مرضی کا تھا اس لیے بہت جلد اس مجوزہ فوج کے قیام کی منظوری لے لی گئی حالانکہ نظام نے ہمیشہ اس سے اختلاف کیا اور ناراضی کا اظہار کرتے رہے خود برطانوی حکام کی تحریروں سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے چنانچہ لارڈ مٹکاف ۱۶ ام مارچ ۱۸۳۲ء کی یادداشت میں لکھتا ہے کہ کنٹنجنٹ فوج درحقیقت ہمارے اور راجہ چندو لال کے درمیان ایک مشترکہ کاروبار ہے اور سر فریڈرک کری نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ اگر نظام ہم سے معاہدوں کی رو سے مطالبہ کرے کہ یہ فوج جس کا اس قدر خرچ ہے کس بنا پر رکھی گئی ہے تو ہم اس کا جواب نہیں دے سکتے۔" یہ خیال جو حکومت کی رپورٹوں کے ذریعہ سے پھیلایا گیا ہے کہ فوج نظام کی خواہش کی بنا پر رکھی گئی تھی بالکل غلط ہے کیونکہ جنرل فریزر ۲۹ جولائی ۱۸۴۲ء کی ایک تحریر میں لکھتا ہے کہ اگر نظام کو یہ خبر ہو جائے کہ وہ خود مختار ہیں تو سب سے بڑی خرابی یہ ہو گی کہ وہ کنٹنجنٹ فوج کی موقوفی کا مطالبہ کریں گے کیونکہ وہ اس سے ناراض ہیں اور ہم کسی معاہدہ کی بنا پر ان کو فوج کے رکھنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔"

بہر حال بورڈ آف ڈائرکٹرز کی مرضی کے خلاف اور خود نظام والی حیدرآباد کے اختلاف کے باوجود آٹھ ہزار آدمیوں کی ایک فوج جو حالات زمانہ کے لحاظ سے بالکل فضول تھی کھڑی کر دی گئی جس نے نظام کا خون چوسنا شروع کر دیا اور یہ پہر طرہ یہ کہ نظام کو ضرورت کے وقت اس فوج نے کبھی مدد نہ دی۔ افسروں نے اپنی طبیعت سے ایک قانون گڑھ لیا تھا جب تک یہ فوج انگریزی افسران کے تحت میں ہے اس وقت تک محض نظام کے حکم سے وہ ایک قدم بھی نہ بڑھائیگی جب تک رزیڈنٹ کی اجازت نہ ہو اور وہ اس بات کی تصدیق نہ کر دے کہ واقعی یہ موقعہ ایسا ہے جہاں اس فوج کی ضرورت ہے۔ اس طرح نظام کے پردے میں رزیڈنٹ اس فوج پر حکومت کرتا رہا لیکن اخراجات کا ناقابل برداشت بوجھ کمزور نظام پر پڑتا رہا۔ حالانکہ نظام ایک مرتبہ بھی اس فوج سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔

حیدرآباد کی ریاست اس خرچ کو آخر کو آخر کہاں تک برداشت کر لی۔ اس کا خزانہ خالی ہو گیا۔ کرنل لو نے ۱۸۴۸ء میں یہ شکایت لکھکر بھیجی کہ اگر فوج کا خرچ ۴ لاکھ سے دو لاکھ پونڈ نہ کر دیا گیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ پھر کام بالکل نہ چل سکے گا ۱۸۴۹ء میں ملک وزیر کا بیان ہے کہ "ایسی حالت میں جیسی کہ اب حیدرآباد میں ہے اگر آسمان سے کوئی فرشتہ بھی اتر آئے تو کچھ نہیں کر سکتا"۔ جب کسی طرح خرچ نکلنے کی امید نہ رہی تو نظام کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی بے قاعدہ فوج کو موقوف کر دے چنانچہ تین ہزار آدمی برطرف کر دے گئے نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں بد امنی پھیل گئی اس لئے یہ اسکیم موقوف کر دی گئی لیکن فوج کا خرچ اٹل تھا۔ نظام کو قرض لینا پڑا اور یہ خرچ ۲۴ فی صدی پر ملا ایسی صورت میں ریاست بالکل دیوالیہ ہو گئی اور ساتھ ساتھ اس کی ساکھ میں بھی کمی آگئی۔ قرض نہ ملنے کی صورت میں نظام نے اپنے جواہرات کے ذریعہ کام نکالا لیکن اس طرح بھی بہت دنوں تک کام نہیں نکالا جا سکتا تھا آخر ۱۸۵۱ء میں سراج الملک نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ سکندرآباد اور جالنہ کی جو آبکاری کی آمدنی ہے اور برٹش گورنمنٹ نے چالیس سال سے ہمیں نہیں دی ہے وہ اس طرف محسوب کر لی جائے لیکن ڈلہوزی نے اس تجویز کو نہ مانا اور رزیڈنٹ کو یہ ہدایت بھیجی گئی کہ رزیڈنسی کے خزانہ سے فوج کی تنخواہیں ادا کی جائیں۔

اور کل رقم نظام کے حساب میں لکھی جائے اس طرح نظام کے اوپر قرضہ
بڑھتا گیا اور جب تنگ آکر حسابات کا مطالبہ کیا گیا تو ڈلہوزی نے ایک مراسلہ
براہ راست نظام کے نام بھیجا جو ہر گز اس کے شایان شان نہ تھا بلکہ حد درجہ
ذلت آمیز فقروں سے لبریز تھا چنانچہ اس کے مراسلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ "تم
گورنمنٹ کو ناراض نہ کرو ورنہ وہ تم کو پامال کر دے گی اور اگر تم فوج کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے تو اپنی عرب فوج کو موقوف کر دو
نہیں تو شمالی صوبجات ہمارے سپرد کر دو تاکہ فوج کے اخراجات کی کفالت ہو سکے" حالانکہ خود ڈلہوزی نے بعد میں یہ اقرار کیا کہ سنہ ۱۸۰۰ء کے معاہدہ کی
بنا پر نہیں از روئے الفاظ معاہدہ اور از روئے مطلب معاہدہ اس امر کا کوئی حق نہیں ہے کہ نظام سے اس قسم کی کوئی فوج رکھوائیں"۔

بہر حال سنہ ۱۸۵۳ء میں وہ موقعہ آگیا جس کی تلاش مدت سے تھی۔ نظام کے سامنے قرضہ کا بل پیش کیا گیا اور عدم ادائیگی کی صورت
میں ایک معاہدہ کا مسودہ پیش کیا گیا جس کی رو سے نظام سے برار کے اضلاع کا مطالبہ کیا گیا۔ اب اس قرضہ کی اصلیت بھی سن لیجئے۔ کرنل
ڈیوڈس ریذیڈنٹ حیدرآباد نے لکھا کہ "میری رائے میں اگر باقاعدہ حساب کیا جائے تو کوئی رقم نظام کے ذمہ نہیں نکلتی جس رقم کا مطالبہ
کیا گیا تھا اس میں ۳/۴ وہ رقم تھی جو کنٹنجنٹ فوج کو دی گئی تھی اور تقریباً ۱/۴ اس رقم کا محض سود تھا۔ حالانکہ ہمارے اوپر نظام کا اصل روپیہ
اس سے زائد تھا"۔ لیکن نظام کے اس مطالبہ کو کہ ہماری رقم جو نکلتی ہے وہ وضع کر دی جائے نہایت ٹھنڈے دل سے مسترد کر دیا گیا۔ اس
معاہدہ کی گفت و شنید کے دوران میں نظام نے خواہش ظاہر کی کہ فوج مذکور موقوف کر دی جائے تو لو نے جواب دیا کہ "پھر آپ کو عربوں، پٹھانوں
اور روہیلوں کی شرارت سے کیونکر محفوظ رکھا جا سکے گا کیونکہ امدادی فوج یہ کام نہیں کر سکتی وہ بقول ڈلہوزی کے صرف اہم مواقع کیلئے ہے اور معمولی مواقع کے لئے
یہ فوج ہے"۔ پھر ایک موقع پر نظام نے کہا کہ "فرض کرو کہ میں فوج کو موقوف کر دوں اور اس رقم کا انتظام کر دوں" تو لو نے جواب دیا "کہ
تب بھی علاقہ محولہ کے تفویض سے آپ کو کوئی مفر نہیں"۔ اس سے ان تمام غلط بیانیوں پر روشنی پڑتی ہے جو حکومت نے سنہ ۱۸۵۴ء میں
پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیں کہ نظام کے ذمہ ایک بہت بڑی رقم ہو گئی تھی اور نظام فوج کو علیحدہ کرنا نہیں چاہتے تھے اس سے ان کو بہت
فائدہ تھا اور برار کو تفویض کر دینا ہی ایک معقول انتظام ہو سکتا تھا اور یہ تفویض نظام کی عین رضامندی سے ہوئی ہے۔ ان کے اوپر بالکل
زور نہیں ڈالا اور سالار جنگ کے اعتراض کا جو جواب حکومت نے دیا اس کی پول بھی کھل گئی کہ نظام کے سامنے جب دو صورتیں پیش کی تھیں تو انہوں نے
زمین دینا قبول کیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ نظام اس معاہدہ سے بالکل خوش نہ تھے بلکہ ان کو مختلف قسم کی دھمکیاں دی گئی تھیں۔ اگرچہ لو نے
اس کی صراحت نہیں کی تاہم ۱۹ مئی سنہ ۱۸۵۳ء کو جو نوٹ اس نے کلکتہ بھیجا اور جس میں یہ لکھا تھا کہ بالآخر نظام معاہدہ پر دستخط کرنے پر
راضی ہو گئے تاہم۔ اس میں ایک اور نوٹ مورخہ ۱۴ مئی کا ذکر کیا ہے جو اسسٹنٹ ریذیڈنٹ کی طرف سے سراج الملک کو لکھا گیا تھا اس کا
مضمون ذیل میں درج ہے۔

"نواب صاحب! ریذیڈنٹ آج آپ سے ملنا چاہتے ہیں اس بات کی اطلاع دینے کے لیے کہ آپ نظام سے کہہ دیجئے کہ
آج ہی کی ڈاک سے۔ ریذیڈنٹ نے کلکتہ سے فوجی کارروائی کے لئے
حکم منگوایا ہے اور میرا ایک بھتیجہ جو پونا میں ہے اس نے لکھا ہے نمبر (۷۸)
ہائی لینڈر اور نمبر ۸۶ ہر مجسٹی رجمنٹ کو احکام مل چکے ہیں کہ وہ حیدرآباد
کی طرف روانہ ہونے کے لیے تیار رہیں اور یہ واضح رہے کہ یہ فوجی کارروائی

علاقہ جات محوزہ تک ہی محدود نہ رہیگی“

اس سے قبل جو رزیڈنٹ نے بھی ایک پوشیدہ خط کے ذریعہ نظام کو مطلع کیا تھا کہ اگر آپ معاہدہ کو منظور نہ کریں گے تو انگریزی فوجیں آپکے دارالسلطنت میں ہونگی کیا اس کو رضامندی کہا جاسکتا ہے ؟ انتہا درجہ کی دنائت کے ساتھ فوجی دھمکی دیکر ایک کمزور خیرخواہ سے معاہدہ کے اوپر دستخط لیے گئے۔ بہرحال نظام نے یہ دیکھکر کہ اب کوئی مفر نہیں کہ یا تو برار حوالہ کردو یا کل ریاست سے ہاتھ دھو بیٹھو اس نے با دل ناخواستہ معاہدہ پر دستخط کر دیے ! اب کلکتہ کی حکومت کی ستم ظریفی دیکھیے کہ سب سے زیادہ زرخیز حصہ لیے کے بعد بھی سیری نہ ہوئی اور لگی اس تفویض پر ہمیشگی کا جامہ پہنانے۔ حالانکہ معاہدہ کی کسی دفعہ سے یہ نہیں نکلتا کہ برار ہمیشہ کے لئے انگریزی حکومت کو دیدیا گیا۔ لو کا بیان ہے کہ ”جب نظام نے یہ سنا کہ ہمیشہ کے لیے برار مانگا جاتا ہے تو انہوں نے سختی کے ساتھ مخالفت کی اور میں نے یہ دیکھکر کہ کہیں اس لفظ کی وجہ سے تمام گفت و شنید ہی ناکام ہو جائے، نظام سے کہا کہ مجھے معاہدہ کے اس حصہ کی نسبت اجازت دی گئی ہے کہ حسب ضرورت ترمیم کردوں اور اگر آپ نہیں چاہتے کہ یہ علاقہ جات ہمیشہ کے لیے دیے جائیں تو آپ اتنے عرصہ کے لیے دیدیں جب تک آپ قیام فوج کی ضرورت سمجھیں“

برار ہمیشہ حیدرآباد کا حصہ سمجھا گیا اور اسی بنا پر وہ تجویز مسترد کردی گئی جس کی رو سے برار کمشنر ناگپور کے تحت میں چلا جاتا۔ مزید ثبوت کے لیے حکومت کا وہ خط ہے جو رزیڈنٹ کو ۵ ستمبر ۱۸۶۰ء کے معاہدہ کے دوران میں لکھا گیا تھا کہ ”ان علاقہ جات میں ہم بطور خود مختار بادشاہ کے نہیں ہیں بلکہ والی حیدرآباد کی طرف سے انتظامی امور کو انجام دے رہے ہیں اور ان امور کی انجام دہی اسی وقت تک ہے جب تک کنٹنجنٹ رکھی جائے گی، اس کے بعد نہیں“ اسی مراسلہ میں آگے چلکر لکھا گیا ہے کہ ”ان علاقہ جات کی حیدرآباد سے علیحدگی بالکل عارضی ہے اور ایک خاص مقصد کے لئے ہے یعنی فوج کے اخراجات برداشت کرنے کے لئے جو امن قائم کرسکے لئے رکھی گئی ہے۔ اور حقیقتاً یہ علاقہ اب بھی حیدرآباد ہی کا حصہ ہے اور حیدرآباد کو اس وقت واپس کر دیا جائے گا۔ جب کہ فریقین اس عہد کی منسوخی پر اتفاق کر لیں گے جس کی بنا پر یہ فوج رکھی گئی ہے“ چونکہ یہ بات اظہر من الشمس تھی کہ یہ علاقہ عارضی طور پر لیا گیا ہے اس لئے جب سالار جنگ کے زمانہ میں ریاست کی حالت درست ہوگئی اور وہ اس قابل ہوگئی کہ وہ فوج کے اخراجات خود برداشت کرسکے تو اس نے یہ تجویز پیش کی اب حسب دفعات معاہدہ برار واپس کر دیا جائے اور فوج کے اخراجات بدستور ریاست حیدرآباد دکن سے وصول کئے جائیں۔

جب برار کے متعلق متعدد اپیلیں کی گئیں تو تھوڑے دنوں کے لئے خاموش کرنے کے واسطے ۱۸۶۰ء کا نیا معاہدہ کیا گیا اور تھوڑا سا حصہ واپس کر دیا گیا اور باقی حصہ کے لئے یہی ظاہر کیا گیا وہ بھی عارضی طور پر حکومت ہند کے پاس رہیگا۔

دفعہ ۶ معاہدہ ۱۸۵۳ء کی رو سے حکومت کا فرض قرار دیا گیا تھا کہ وہ برار کے حسابات پیش کرے اور جو رقم زائد نکلے وہ نظام کو دیدے لیکن اس پر عمل نہیں کیا گیا چنانچہ سالار جنگ کی طرف سے واپسی برار اور حسابات کے متعلق جب اپیلیں کی گئیں تو ان کو نہایت سخت الفاظ میں جواب دیا گیا کہ سالار جنگ کو چاہیے کہ اپنے خط و کتابت میں وہ زیادہ سنجیدگی اور ہوشمندی سے کام لیا کریں۔

اس کے بعد شمس الامرا کو اتفاق سے سالار جنگ نے ۹ اپریل ۱۸۶۷ء کو پھر واپسی برار کے لئے لکھا کہ . ... بموریکے الحاقی

کی تجویز پر جو میں نے مطالبات کئے تھے وہ منظور نہیں ہوئے اور وہ دفعہ اسی طرح قائم رہا۔ اب تجویز یہ ہے کہ فوج کے اخراجات کے لئے بقدر رقم کسی بنک میں جمع کر دی جائے اور اس کے سود سے فوج کا خرچ اٹھایا جائے۔ اس خط کا جواب پورے ایک سال کے بعد یہ دیدیا گیا کہ ہم اس تجویز کو بوجوہ منظور نہیں کر سکتے اور اس کے علاوہ معاہدات ۵۳ء اور ۶۰ء کا اصل مقصد ارضی ضمانت لینا تھا۔ پھر ان دونوں مختاران ریاست نے پھر ۲۴ نومبر ۷۳ء کو ایک زبردست مراسلہ بھیجا اور اس میں یہ لکھا کہ ہم نے بہت اچھی تجویز کی تھی لیکن جبکہ بتایا گیا کہ ارضی ضمانت کے بجائے نقد مالی ضمانت قبول کرنے میں کیا قباحت ہے۔

اس خط کے سات ماہ کے بعد لندن سے جون ۷۴ء کو لارڈ سالسبری کا جواب آیا کہ ہم آپ کی تجویز منظور نہیں کر سکتے۔ لیکن چونکہ اس خط میں ۲۴ نومبر ۷۳ء کے خط کا حوالہ نہ تھا اسلئے وہ دبا لیا گیا اور ویسے ہی اطلاع بھیجدی گئی وزیر ہند نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آپ کی تجویز منظور نہ ہوگی۔ دوسری طرف مسٹر ٹیمپین کو ۲۴ نومبر ۷۳ء کے خط کے ساتھ لندن بھیجا گیا۔ اور اس کے ساتھ وہ تمام مواد بھی بھیجا گیا جو سالار جنگ کی مخالفت میں کام آسکتا تھا۔ مسٹر ٹیمپین اس میں کامیاب ہو گئے اور سالسبری نے ۱۱ نومبر ۷۴ء کو خط لکھا جس میں تجویز کے نامنظور کرنے کا ذکر تھا یہاں مختاران ریاست نے یہ دیکھکر کہ ہمارے ۲۴ نومبر ۷۳ء کے جواب میں کوئی مدلل جواب نہیں آیا ایک اور مراسلہ مورخہ ۲۴ جولائی ۷۴ء سالسبری کو لکھا۔ یہ خط بہت طویل تھا اور اس میں گذشتہ دلائل کو دہرایا تھا۔ اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ برار کس طرح غلط وعدوں کو دلا اور ہم نے جو یہ تجویز پیش کی تھی کہ فوج کا ہم بندوبست کرتے ہیں وہ محض اس وجہ سے کی تھی کہ ہمیں یہ خیال تھا کہ حکومت ہند کی مرضی اسکے رکھنے کی ہے ورنہ اگر ہماری تجویز منظور نہ ہوئی تو ہم حسب معاہدہ ۵۳ء فوج کو موقوف کر دیں گے جب نوبت یہاں تک پہنچی تو ریذیڈنٹ نے لکھدیا کہ آئندہ سے برار کے متعلق خط لندن نہ بھیجے جائیں۔ چنانچہ ان کے خط کلکتہ ہی میں روک لئے جاتے تھے۔ وزیر ہند کے پاس سالار جنگ کے دلائل جو وہ واپسی کے متعلق پیش کرتے تھے، پہنچتے ہی نہ تھے بلکہ ارکان حکومت کی رائیں جو اس مسئلہ کے مخالف ہیں پہنچ جاتی تھیں۔

آخر کار مختاران ریاست نے ۲۹ ستمبر ۷۴ء کو پھر ایک خط لکھا جس میں یہ بیان کیا کہ یہ امر بہت ہی سخت ہے کہ برار کے معاملہ پر حکومت نے کوئی بحث ہی نہیں کی اور کوئی مدلل جواب بھی نہ دیا اور جو ہمارا خاص خط تھا جس میں تفصیل سے معاملہ سمجھا دیا گیا تھا اُسے لارڈ سالسبری نے پڑھا یا نہیں۔ یہ خط اس درخواست کے ساتھ بھیجا گیا کہ ریذیڈنٹ اسکو کلکتہ بھیجدے لیکن ریذیڈنٹ نے اس خط کو واپس کر دیا۔ دوبارہ اسی درخواست کے ساتھ وہ خط ریذیڈنٹ کو بھیجا گیا کہ بھیجدے لیکن ریذیڈنٹ نے یہ لکھکر واپس کر دیا کہ بہتری اسی میں ہے کہ اس پر خاموش ہو جاؤ ورنہ حیدرآباد اور حکومت ہند کے تعلقات خراب ہو جائیں گے۔

مختاران ریاست نے جب یہ دیکھا کہ یہ راستہ بند کر دیا گیا ہے تو انہوں نے ۱۱ اکتوبر کو براہ راست سکریٹری آف اسٹیٹ کو خط لکھا۔ اس کے بھیجنے پر حکومت ہند سے معاملہ کی تفصیل طلب کی گئی۔ یہ تفصیل اس طرح سے بھیجی گئی کہ اسکا پڑھنا مشکل ہو گیا۔ اور علاوہ اس تفصیل کے ساتھ ایک خط مورخہ یکم جنوری ۷۵ء بھی بھیجا گیا۔ جس میں ہر ممکن طریقہ سے واقعات کو غلط روشنی میں پیش کیا گیا اور اس اعتراض کا کوئی جواب نہ دیا کہ برار عارضی طور پر لیا گیا تھا۔ صرف اس قدر لکھا کہ ایک گذشتہ مراسلہ میں اس امر پر روشنی ڈالی جا چکی ہے کہ برار کی تفویض عارضی سمجھنا بالکل بے بنیاد اور غلط ہے چنانچہ یہ کارروائی بھی بار آور نہ ہو سکی اس لئے جو آخری صورت ممکن تھی وہ اختیار کی گئی کہ سالار جنگ نے خود لندن کے سفر کی تیاری کی تاکہ وہاں اصل واقعات کو پیش کر کے کوئی مفید مطلب نتیجہ حاصل کرنے کی کوشش کریں لیکن کلکتہ سے ایک خط لکھا گیا کہ سالار جنگ کو سیاسی معاملات پر گفتگو کا موقعہ نہ دیا جائے۔
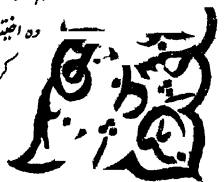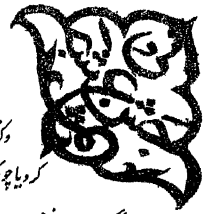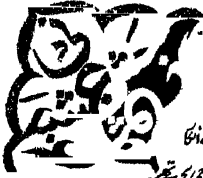
چنانچہ یہ ترکیب بھی ناکام رہی۔ اتنا ضرور ہوا کہ چلتے وقت لارڈ سالسبری نے سالار جنگ سے یہ کہا کہ حیدرآباد جاکر برار کے مسئلہ کے متعلق ایک جدید بیان لکھکر بھیجو جس میں گذشتہ خط و کتابت کا بالکل حوالہ نہ ہو چنانچہ یہ بیان ڈسمبر ۱۸۷۶ء میں لکھا گیا لیکن رزیڈنٹ نے اس کے لینے سے انکار کردیا چونکہ اس زمانہ میں شاہی دربار ہونے والا تھا اس لئے رزیڈنٹ، سالار جنگ اور نظام (جو ابھی بچہ تھے) دہلی گئے۔ وہاں دفتر خارجیہ والوں نے نظام کی توہین کرنے کی کوشش کی لیکن یہ بات دبادی گئی۔ بہرحال سالار جنگ کا موخر الذکر بیان لارڈ لٹن کے سامنے پیش ہوا۔ یہ بیان چار ماہ تک والیسرائے کے پاس پڑا رہا۔ چار ماہ کے بعد وہ لندن بھیجا گیا لیکن اس کے ساتھ ایک خط کی نقل نتھی تھی جس کی نسبت یہ لکھا گیا تھا کہ اس بیان کے جواب میں حیدرآباد کو یہ خط لکھا گیا ہے لیکن وہ خط آج تک نہیں بھیجا گیا۔ اس لیے یہ معاملہ پھر کھٹائی میں پڑگیا۔ اس دوران میں امیر کبیر شمس الامراء کا انتقال ہوگیا۔

رزیڈنٹ اور حکومت ہند برار کے متعلق جو تقاضے ہو رہے تھے ان سے وہ تنگ آگئے تھے اس لیے یہ تجویز پیش کی گئی کہ ایسی کارروائی کی جائے کہ برار کے متعلق مطالبہ کیا ہی نہ جائے چنانچہ رزیڈنٹ اور حکومت ہند کی سازش سے وقار الامراء کو سالار جنگ کا شریک مختار بنادیا گیا۔ سالار جنگ نے اول اول مخالفت کی لیکن انکو یہ دھمکی دی گئی کہ اگر تم حکومت کی اس تجویز سے اتفاق نہ کروگے تو تم قید کرکے ملک بدر کردیا جائیگا مجبوراً سالار جنگ کو اتفاق کرنا پڑا اور سکندرآباد میں برطانی افواج کے حلقہ میں ۱۹ ستمبر ۱۸۸۲ء کو دربار کیا گیا اور اس میں وقار الامراء کے شریک مختار ہونے کا اعلان کردیا گیا۔ ہم لارڈ لٹن اور اس کے دفتر خارجیہ پر اس بات کا الزام رکھتے ہیں کہ اس نے کیوں ایسے اشخاص کو وزیر بنایا جس میں اس عہدہ کی اہلیت بالکل نہ تھی اور جس نے رزیڈنٹ کی بیوی کو رشوت دینے کی جرأت کی تھی اور اس کی پاداش میں اس کو ایک عرصہ تک پبلک زندگی سے محروم کردیا گیا تھا۔ یہ شخص سالار جنگ کی اصلاحات کے بالکل مخالف تھا۔ ایسے شخص کو مقرر کرکے حکومت ہند نے اپنے وفادار دوست کو بہت بڑا نقصان پہونچایا۔

وقار الامراء کے تقرر کے بعد ہی حکومت ہند کے منشاء کے مطابق کام ہونے لگا۔ سالار جنگ کے اوپر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ برار کا مطالبہ محض اپنے اعزاز کو بڑھانے کے لیے کرتے ہیں چونکہ وہ اپنی اصلاحات کی وجہ سے امراء میں مقبول نہیں ہیں اور نظام بھی انکو نہیں چاہتے، اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ برار کی واپسی کا سہرا انہیں کے سر رہے اور اس طرح وہ نظام اور امرائے سلطنت کی نظروں میں معزز ہوجائیں۔ وقار الامراء نے یہ مشہور کرنا شروع کردیا کہ امیر کبیر شمس الامراء ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ برار واپس کردیا جائے وہ تو محض ضابطہ کی کارروائی پوری کرنے کے لیے اپیلوں پر دستخط کردیا کرتے تھے۔

جب رزیڈنٹ نے وقار الامراء کو سالار جنگ کے راستہ میں کھڑا کردیا تو اس نے مسٹر آل کھیٹ کو جو سالار جنگ کا سکرٹری تھا زبردستی الگ کردادیا اور اس طرح سالار جنگ سے ایک بہت بڑا ہتھیار چھین لیا۔ جب سالار جنگ ہر طرح تھک گئے تو وزیر ہند کے پاس سے ۱۸ مارچ ۱۸۸۰ء کو یہ جواب آیا کہ جب تک نظام نابالغ ہیں اس وقت تک برار کے مسئلہ کو نہ چھیڑا جائے۔

یہ ہے مختصر سی کیفیت اس واقعہ کی جس کی نظیر کسی تاریخ میں نہیں مل سکتی اور کسی قوم کے افراد نے اور کسی حکومت کے ارکان نے اپنے فائدہ کی غرض سے کمزوروں پر اسقدر زیادتی نہیں کی۔ نظام سے ایک ملک لیکر فوج رکھی اور ضرورت کے وقت مدد نہ دی۔ پھر اندرونی بغاوت کے وقت اس کے ایک وزیر کو ملا کر اس سے دوسری فوج رکھوائی جس کے مصارف اسقدر رکھے کہ وہ دیتے دیتے عاجز آگیا جب یہ صورت ہوئی تو زبردستی برباد کر ڈالنے اور فنا کردینے کی دھمکی دیکر ایک ملک اور لیا اور اطمینان دلایا کہ محض عارضی طور پر لیا جارہا ہے پھر جب اس ملک کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا تو مطالبہ کرنے والوں کو ہر طرح کی دھمکیاں دیں اور جب وہ اس سے بھی باز نہ آئے تو ان کے راستے اسطرح مسدود کردیے کہ وہ مطالبہ کر ہی نہ سکیں اور ریاست میں اسقدر بد انتظامی پھیلائی جس سے دنیا والوں کے سامنے یہ کہا جاسکے کہ ہمارے ماتحت رعایا کو امن کی عادت ہوگئی ہے۔ ایسی بدنظم ریاست میں ہم ان کو کیسے واپس دیدیں۔
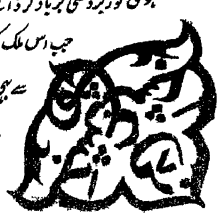
مرتبہ محمد فاضل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عہد عثمانی میں سررشتہ کوتوالی اضلاع کی تنظیم و ترقی

از مولوی سید مبارک صاحب بی ۔ اے ۔ ناظم معلومات عامہ

اعلیحضرت بندگانعالی کا مبارک دور حکومت جس کے (۲۵) سال گزر جانے کے بعد ہم جشن سیمین منا رہے ہیں اصلاحات اور ترقیوں کا ایک درخشاں زمانہ رہا ہے اس دور میں رعایائے ملک سرکار عالی کی فلاح و بہبود کے تمام سررشتوں میں غیر معمولی اصلاح و ترقی ہوئی سررشتہ کوتوالی بھی ترقی کی برکتوں سے محروم نہ رہا۔ ان تمام ترقیوں میں ہم سر اکبر حیدری کی ذہانت اور دور بینی سے بھی انکار نہیں کرسکتے جو ہماری ریاست کے آمد و خرچ کا ایسا عمدہ موازنہ تیار کرتے رہے کہ سررشتہ جات میں اصلاح و ترقی کے لئے مالی گنجایش نکل آتی رہی اور اس کے گذشتہ چند سالوں سے جو عالمگیر تجارتی کساد بازاری کا دور شروع ہوا ہے ریاست کے مالیہ کی کشتی کسی نہ کسی طرح سر اکبر حیدری کی کارروائی تجربہ اور حکمت عملی کیوجہ سے خسارہ کی چٹانوں سے بچکر نکل آئی سررشتہ جات کی ترقی اور اصلاح کے لئے جو مالی تدابیر درحقیقت وجود میں آئیں وہ سر اکبر حیدری کی اس تجویز کا نتیجہ تھیں جس کو اصطلاحاً مالیات کی سیل بندی کہا جاتا ہے جس کی رو سے ہر محکمہ کے لئے چند سالوں کی رقم معین کردی جاتی ہے اور اس رقم کے اندر سررشتہ کو اصلاح و ترقی کی وسیع گنجایش چھوڑدی جاتی ہے۔ مالیات کی اس مستحکم حکمت عملی سے سررشتہ کوتوالی نے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا۔

سررشتہ کوتوالی اضلاع اب جو ایک منظم باضابطہ اور رعایا کی خدمت گزار جماعت کی شکل میں نظر آتا ہے یہ کوئی ایک دن کا کام نہ تھا۔ اس سررشتہ کی تنظیم آہستہ آہستہ اور اچھی طرح سے غور کئے ہوئے اصلاحات سے ہوئی ہے ۔ اس سلسلہ میں مسٹر ہینکن آنجہانی کا نام ہمیشہ درخشاں رہیگا کہ انہوں نے جمعیت پولیس کو منظم کردیا۔ مسٹر ہنکن سے پہلے جمعیت کوتوالی ایک غیر منظم ہیولی تھا جس میں ضبط اور باقاعدگی کا فقدان تھا۔ مسٹر ہینکن پیدائشی کوتوال تھے انہوں نے اس ہیولے کو آہستہ آہستہ تشکیل دیتے ہوئے اپنے زمانہ میں بہترین جمعیت پولیس کی صورت میں ڈھال دیا۔ یہ ان کے فطری شغف اور انتھک کوششوں کا نتیجہ تھا کہ آج تک ہنکن صاحب کا نام عمدہ کارگزاری کے لئے قریہ قریہ میں زبان زد خلایق ہے جس زمانہ میں ہنکن صاحب نے سررشتہ کوتوالی کی باگ سنبھالی تمام ممالک محروسہ سرکار عالی میں جرائم کی کثرت تھی کوتوالی کچہریوں کے لئے کوئی سرکاری عمارت نہ تھی اور سررشتہ کے حسابات مایوس کن الجھنوں میں تھے ۔ عہدہ داروں کی وردیاں رنگ برنگ اور مختلف الوضع تھیں۔ جن میں سے اکثر عاداً ہر رعوں میں سے خریدی گئی تھیں ہیٹ (چانک وغیرہ) اور سٹرول (طلایہ) جو خود مختار جمعداروں کی مرضی اور خوشی پر منحصر تھا ۔ رشوت ستانی اور استحصال بالجبر کا بازار گرم تھا ان تمام نقائص کی اصلاح مسٹر ہنکس نے کی جمعیت کوتوالی کی معیاری وردیاں مقرر کیں جرائم کی
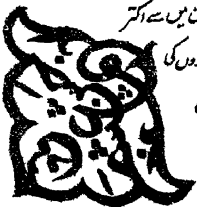
سراغرسانی اور انسداد کے لئے مناسب تدابیر اختیار کیں ڈاکوؤں کو دبوچا گیا۔ جرائم پیشہ
فرقوں کو گرفتار کیا گیا باقاعدہ بیٹ اور پٹرول مقرر ہوئے بدکردار اشخاص پر نگرانی
رکھی گئی ان تمام انتظامات سے رعایا نے امن اور سرسبزی کا مسرت بخش دن دیکھا اور جمعیت
کوتوالی کی حفاظت میں وہ اطمینان اور بے فکری کی زندگی بسر کرنے لگے ترقی اور اصلاح کا یہ سلسلہ مسٹر ٹمکن
کے وظیفہ پر جانے کی وجہ تھوڑے سے وقفہ کے بعد مسٹر آرم اسٹرانگ کے اعلیٰ کردار کی طاقت اور عزم کی مضبوطی نے، کوتوالی اضلاع میں ملندا نقلاب
کی ایک نئی روح پھونک دی انہوں نے بھی سررشتہ کے داخلی انتظامات میں بہت سے تغیرات کئے جس کی وجہ سے سررشتہ ایک کل کی طرح کام
کرنے لگا۔ مسٹر آرم اسٹرانگ کے بعد اس سررشتہ کی قیادت مسٹر ہالنس کے ہاتھ میں آئی جن کا وسیع تجربہ جوش عمل، حکمت عملی اور جوہر
قیادت کی وجہ سے اس سررشتہ میں تازہ جان پڑ گئی۔ عہدہ داروں اور جمعیت کی اصلاح کے لئے انہوں نے ذاتی طور پر جدوجہد شروع
کی اور انھیں رعایا کے خادم کی حیثیت سے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو جتایا جس کے بہت اچھے نتائج جرائم کے انسداد و تفتیش تحقیقات
اور معدمات کے چالانوں میں صاف نمایاں ہو رہے میں سررشتہ کے عہدہ داروں اور جمعیت کے لئے تیمرا لکنہ کا ایک بڑا پنشن نامہ مرتب کیا گیا
ہے جس کا کام آغاز ہو چکا ہے اس سے بہت ضروری آسانیاں مہیا ہو جائیں گی۔ اور نہ صرف جمعیت میں خودداری کا احساس پیدا ہوگا بلکہ
جمعیت کو بحیثیت جمعیت کے اپنی طاقت کا خاص احساس اور اعتماد پیدا ہو جائے گا اس کے ساتھ ساتھ کارکردگی اور سررشتہ کے وقار میں
بھی اضافہ ہو جائے گا۔

اعلیٰ حضرت بندگان عالی کے دور حکومت کا یہ کارنامہ بھی جمعیت کوتوالی کی دعاؤں کا باعث ہوا کہ اس روشن دور میں جوانان کوتوالی
کی تنخواہ آٹھ اور نو روپیہ سے بڑھ کر گیارہ، بارہ، تیرہ، چودہ روپیہ مقرر ہوئی۔ اور پھر اس پر اضافہ کر کے پندرہ، سولہ ساڑھے سولہ اور سترہ روپیہ پاہوار
مقرر ہوئی تنخواہ میں اس اضافہ سے جمعیت کے کم مواجب ملازمین بہت سی ترغیبوں سے محفوظ رہے جن کا قلیل تنخواہ کی جمعیت میں بڑا اندیشہ
رہتا ہے۔

ایک دوسری تجویز کے مطابق عہدہ داروں کی تنخواہ میں اضافہ ہوا جس سے اب ان کی حالت پہلے کی بہ نسبت بہت بہتر ہو گئی
ایک اور اصلاح اس امر سے بھی ہوئی کہ گریجویٹ درجے کی ۵۰ فی صد ملازمتیں حیدرآباد سول سروس کے کامیاب امیدواروں کے لئے
محفوظ کر دی گئیں اس تجویز سے بہت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور عمدہ کردار کے نوجوان اس سررشتہ میں مددگار مہتمم کی حیثیت سے شریک ہوں گے۔
اس شاندار دور حکومت میں جمعیت کوتوالی کے سکھ ملازمین کے لڑکوں کے لئے ایک مدرسہ کھولا گیا۔ کوتوالی کے سکھوں کے
شعبہ میں ملازمتیں موروثی ہیں اس لئے سکھوں کے بچوں کو جو آئندہ چل کر سررشتہ کی ملازمت کریں گے تشفی بخش تعلیم، قواعد کی مشق اور
ضبط کا احساس جتنا اہم ہے ظاہر ہے اس اصلاح کے فوائد نمایاں ہونے لگے ہیں کہ سکھوں کا وہ پہلا سا غیر منظم جتھا اب جمعیت کوتوالی کا ایک
مفید و عمدہ تربیت یافتہ شعبہ ہے۔

پولیس ٹریننگ اسکول کی جدید ترین طریقہ پر بالکلیہ جدید تنظیم کی گئی۔ اساتذہ کی تعداد کافی بڑھا دی گئی۔ اس کو اور ترقی دینے کے
تدابیر زیر غور ہیں۔ اس اسکول میں کوتوالی اضلاع کے عہدہ دار اور اشخاص کے علاوہ کوتوالی بلدہ کے عہدہ دار بھی
زیر تعلیم رہتے ہیں۔

جرائم پیشہ فرقوں کے بہت سے افراد آزادی کے ساتھ ملک میں جرائم کا ارتکاب
کرتے پھرتے تھے۔ قانون جرائم پیشہ کی تحت ان پریشان کن افراد کو لگام میں

مسٹر آرم اسٹرانگ ... [illegible]
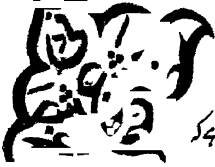
پابند کر دیا گیا اور بہت سے آوارہ گرد فرقوں کو بڑے آبپاشی کے کاموں میں لگا دیا گیا لنگال کی جرائم پیشہ آبادی کو مختلف پیشوں سے روشناس کیا گیا جہاں اب تین ہزار کے قریب خطرناک مجرم کاشتکاری کر کے حلال روزی کما رہے ہیں اور امید ہے کہ مستقبل میں یہ ایک اچھے شہری بن جائیں گے۔

ہر ضلع کے مستقر پر مسلح محفوظ دستوں کی بالکلیہ تنظیم جدید کی گئی وہ اب اپنے قواعد اور احساس و ضبط سے فوج باقاعدہ کا ایک جز نظر آتے ہیں اور ضرورت کے وقت ان سے فوجی کام لیا جا سکتا ہے اور دستہ کی قواعد کا کام فوج کے تجربہ کار نان کمشنڈ عہدہ داروں سے لیا جاتا ہے جن کی خدمات سررشتہ کوتوالی میں منتقل کر لی گئی ہیں۔

پولیس کی سوارہ فوج کی تنظیم ۱۹۳۵ء میں اعلیحضرت بندگان عالی کی منظوری سے شروع ہوئی اور اس نئی تجویز کی رو سے پرانا سلحداری کا طریقہ مسدود کر دیا گیا جو پہلے سواروں کے بے قاعدہ جتھے کی صورت میں تھا اور وہ اپنی تنخواہ لینے کی سوا اور کوئی خدمت نہیں انجام دیتے تھے لیکن اب سوارہ پولیس پوری طرح سے تربیت یافتہ اور تمام مقاصد کے لئے مسلح ہے۔

سررشتہ کوتوالی میں "نشان انگشت" کا ایک شعبہ قائم ہے جو بہت مفید کام کر رہا ہے۔ نشان انگشت کے نمونے نہ صرف ریاست ہی کے مختلف مقامات سے بلکہ برطانی ہند سے بھی وصول ہوتے ہیں جن کی تحقیقات اور تجسس کے بعد عادی مجرمین کی شناخت کی جاتی ہے۔ محکمہ خفیہ پولیس مسٹر گیر، مسٹر گوڈ، مسٹر بنٹن اور مسٹر اسٹڈرسن جیسے قابل افراد کے ہاتھوں میں رہا یہی اعلیٰ کارگزاری کی وجہ سے اس محکمہ نے بڑی شہرت حاصل کی ہے اور مختلف نوعیت کی وارداتوں میں کامیاب نتائج حاصل کرنے میں اس نے غیر معمولی جدوجہد کی ہے۔

اعلیحضرت کے اس شاندار دور حکومت میں جمعیت ۱۲ ہزار ۵۰۲ سے ۱۳ ہزار، ۵۹ ہو گئی یعنی اس میں ڈیڑھ ہزار سے زیادہ کا اضافہ ہوا اور سررشتہ کے مصارف جو ۱۹۱۱ء میں ۲۶ لاکھ تھے ۱۹۳۶ء میں ۵۲ لاکھ ہو گئے جو پہلے کی بہ نسبت دوگنے ہیں۔ پولیس کی کوتوالیوں کی تعداد میں تگنا اضافہ ہوا جس سے رعایا کو پولیس کے عہدہ داروں تک آسانی سے رسائی ہو سکتی ہے۔ تفتیش کا کام کم درجے کے عہدہ داروں سے نکال لیا گیا اور زیادہ ذمہ دار عہدہ داروں کے سپرد کیا گیا اب ایک منتظم کوتوالی کا حلقہ بہ نسبت پہلے کے بہت چھوٹا ہے اور چند منتظموں کے اوپر سرکل انسپکٹر مقرر کئے گئے جو منتظمین کے کاموں کو جانچتے اور مشکلات میں ان کی مدد کرتے ہیں۔ سرکل انسپکٹروں کی طرح مددگار مہتمم کا عہدہ بھی جدید طور پر قائم کیا گیا ہے جو ایک گزیٹیڈ عہدہ ہے اس سے مہتمم کے بے شمار فرائض میں نہ صرف مدد ملتی ہے بلکہ نگرانی اور امداد میں یہ عہدہ اور بھی مفید ثابت ہوا اس طرح سررشتہ کوتوالی اضلاع کے ہر شعبہ میں دور عثمانی کے برکات اصلاح اور ترقی کی شکل میں نمایاں اور موثر ہیں۔

نمائش گاہ باغ عام بارگاہ خسروی سے حکم ہوا کہ ملکی صنعت و حرفت کی حفاظت کے لئے ایک لاکھ روپیہ کے صرفہ سے نمائش گاہ تعمیر کی جائے (جریدۂ اعلامیہ مورخہ ۳۱ ر وردی ۱۳۳۲ ف) ۱۳۳۳ ف میں اس کی تعمیر مکمل ہو گئی اور اس کا نام نمائش گاہ عثمانیہ رکھا گیا۔ ۶ شہریور ۱۳۴۷ ف مصنوعات ملکی کی نمائش کا افتتاح ہوا اور ۲۲ شوال ۱۳۶۳ھ کو اس عجائب خانہ کا افتتاح حضرت اقدس و اعلیٰ ظلہ العالی نے فرمایا۔

نظام پیالیس دہلی حسب فرمان خسروی ۱۳۳۶ ف میں نئی دہلی میں نظام پیالیس تیار کیا گیا جس کے مصارف (…) ہوئے ہیں۔

قیام مدرسہ و دارالاقامہ جاگیرداراں حسب فرمان خسروی مرقومہ ۳۰ جمادی الاول ۱۳۴۱ھ کو بیگم پیٹھ میں جاگیرداروں کے لڑکوں کے لئے جاگیردار کالج اور دارالاقامہ کا قیام عمل میں آیا۔

لاسلکی نشر اور حیدر آباد

از جناب مولوی مرزا عصمت اللہ بیگ صاحب عصمت
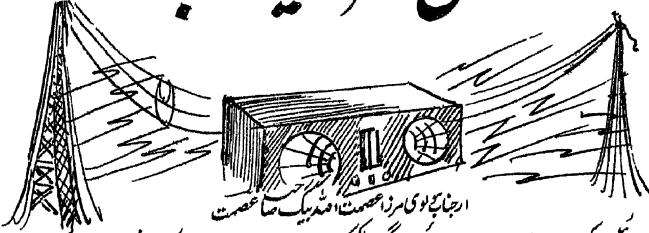
دنیا میں سائنس کی بدولت ہزاروں ایجادیں ہوئیں مگر لاسلکی کی ایجاد سب سے زیادہ حیرت ناک اور عجب خیز ہے پیشتر اس کے کہ لاسلکی کے متعلق کچھ بیان کیا جائے۔ یہ بات سمجھ لینا ضروری ہے کہ جب ہم آپس میں بات چیت کرتے ہیں یا جو آواز ہمارے منہ سے نکلتی ہے۔ اُس سے ہوا میں موجیں پیدا ہو جاتی ہیں جو سامعین کے کانوں کے پردوں سے ٹکرا کر سماعت کے اعصاب کو متاثر کرتی ہیں جس سے ہم وہ آواز سنتے ہیں ہماری آواز کی موجیں تھوڑی دور تک تو طاقت کے ساتھ جا سکتی ہیں۔ مگر جوں جوں فاصلہ بڑھتا جاتا ہے۔ وہ موجیں کمزور پڑتی جاتی ہیں۔ اور تھوڑی دور جانے کے بعد وہ زائل ہو جاتی ہیں۔ اس طرح ہم صرف دو سو یا تین سو فٹ فاصلہ کی آواز اچھی طرح سن سکتے ہیں اور اگر بہت زیادہ فاصلہ ہو تو وہ آواز ہمارے کان تک نہیں پہنچ سکتی اس کے علاوہ دوسری بات یہ ہے۔ کہ اگر بہت سے آدمی ایک جگہ تقریر کر رہے ہوں یا گا رہے ہوں یہ ہمارے لئے ممکن نہیں کہ ہم جس تقریر یا گانے کو سننا چاہیں اُس کو منتخب کریں۔ اور دوسری تقریروں یا گانوں کو نہ سنیں۔ اسلئے کہ ہماری سماعت میں یہ "انتخابی وصف" نہیں ہے۔ کہ ایک کو سنیں اور دوسرے کو نہ سنیں۔

اِن کمزوریوں کو رفع کرنے کے لئے ماہرین سائنس نے ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا کہ بات کرنے والا ہزاروں میل فاصلے پر کیوں نہ ہو۔ مگر چشم زدن میں اُس کی آواز ہمارے کانوں تک بغیر کسی دقت کے پہنچ جاتی ہے۔ پھر مختلف مقامات پر تقریریں ہو رہی ہوں گانے گائے جا رہے ہوں۔ ہم جس تقریر کو چاہیں۔ یا جو گانا سُننا پسند کریں انتخاب کر کے نہایت سہولت سے سن سکتے ہیں۔ اور وہ آوازیں ایک دوسرے سے ملکر کبھی غلط ملط نہیں ہونے پاتیں۔

یہ سہولت "برق" کے استعمال سے حاصل ہوئی ہے۔ چنانچہ ماہرین سائنس نے برقی مقناطیسی موجوں کا ذریعہ اختیار کیا ہے جنکی رفتار تقریباً ۱۸۶۰۰۰ میل فی ثانیہ ہے۔ موجوں کی اس تیز رفتاری نے وقت اور فاصلے کی دقتوں کو رفع کر دیا۔ اور دنیا کے عرض و طول یا چاروں سمتوں کو سمیٹ کر مختصر کر دیا ہے۔

دنیا کا قطر تقریباً ۸۰۰۰ آٹھ ہزار میل ہے۔ اسلئے اس کی گولائی کا دور ۲۵۰۰۰ پچیس ہزار میل سے کچھ زائد ہوتا ہے۔ اگر ہم زمین کے اس دور کو موجوں کی رفتار سے تقسیم کریں (۲۵۰۰۰ / ۱۸۶۰۰۰) تو معلوم ہوگا کہ صرف ایک سیکنڈ کے ۱/۸ حصہ میں ہماری آواز سطح عالم پر گردش کر جاتی ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص طیارہ میں بیٹھ کر اسی رفتار سے دنیا کے گرد چکر لگائے تو وہ ایک سیکنڈ میں دنیا کے ۸ چکر لگا سکتا ہے۔

لاسلکی کے ذریعے جو آواز ہمارے کانوں میں پہنچتی ہے۔ وہ بولنے والے کی اصلی آواز
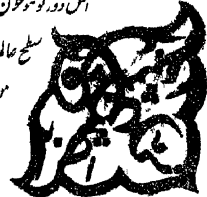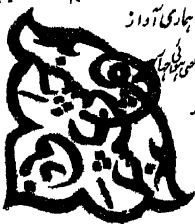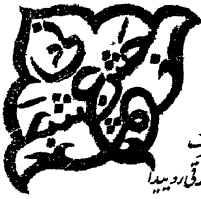
نہیں ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جس طرح برقی رو بجلی کی روشنی میں تبدیل ہو جاتی ہے
اور جا لون میں روشنی پیدا کر دیتی ہے۔ اسی طرح آواز بھی برقی رو میں تبدیل ہو جاتی
ہے۔ پھر اُس کے گرد برقی مقناطیسی موجین پیدا ہو جاتی ہیں جو تیز رفتاری سے فضا میں ہر طرف
پھیل جاتی ہیں۔ اور جب یہ موجین کسی تنے ہوئے تار سے ٹکراتی ہیں تو اس میں بھی اُسی قسم کی برقی رو پیدا
کر دیتی ہیں۔ اب اس رو کو ایک خاص ذریعہ سے پھر آواز میں منتقل کر لیتے ہیں۔ جیسے ہم ریڈیو کے ذریعے عام طور پر سنتے رہتے ہیں
جہاں آواز کو اس قسم کی موجون میں تبدیل کرنے کا انتظام ہے۔ اُس مقام کو نشرگاہ کہتے ہیں نشرگاہ میں تقریر کرنے والا شخص
میکروفون (MICROPHONE) کے آگے کھڑا ہو کر ایک ایسے کمرہ میں تقریر کرتا ہے جسکے چھت۔ دیوارون اور دروازوں میں سلوٹکس
لگا ہوا ہوتا ہے تاکہ جو آواز منہ سے نکلے وہ کمرہ میں گونجنے نہ پائے۔ یہ میکروفون آواز کی موجون کو برقی رو میں تبدیل کر دیتا ہے پھر یہ برقی رو نشرگاہ کے
منبادل رو یا اثر انداز ہوتی ہے۔ اور ایریل (AERIAL) میں سے گذر کر فضا میں اُسی تعدد کی برقی موجیں پیدا کرتی ہوئی تمام دنیا میں
دنیا کے ہر گوشہ میں پھیل جاتی ہے۔ اب اس رو کو پھر آواز میں منتقل کر کے وصولی آلون کے ذریعے عام طور پر سنتے رہتے ہیں سنہ ۱۸۶۴ء میں سب سے
پہلے کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر میکویل (MAXWELL) نے یہ خیال پیش کیا تھا کہ نور کی تتاعیں بھی برقی مقناطیسی موجون کی ایک قسم ہیں۔
اُس کے بیس سال بعد پروفیسر ہرٹز (HERTZ) نے برقی مقناطیسی امواج کو پیدا کر کے میکویل کے اس نظریہ کو ثابت کر دیا۔ اُس کا یہ تجربہ
نشرگاہ کا ایک بنیادی پتھر تھا۔ جس نے برقی موجین پیدا کرنے۔ اور اُن کے وصول کرنے میں ایک کامیاب شکل پیدا کر دی۔

ہرٹز کے اس تجربہ نے متعدد مراحل طے کرنے کے بعد اس قدر ترقی کی کہ بالآخر نشریات کامیاب ہوئیں۔ اور اس کامیابی کا
سہرا اطالوی سائنس دان مارکونی کے سر رہا۔ مارکونی نے اس میں بہت کچھ ترمیم اور اضافہ کیا ہے اسنے دیکھا کہ اگر پرانے طریقہ پر کاربند
ہوں تو پیام رسانی نہایت ہی کم فاصلہ تک کی جا سکتی ہے۔ اسلئے اُسنے نشرگاہ پر ایریل لگانا کا طریقہ ایجاد کیا جس سے پیام رسانی دور
دور تک ہونے لگی۔ چنانچہ اس کے ہی مدد سے ۱۹ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو ممالک متحدہ امریکہ کے صدر جمہوریہ مسٹر روزولٹ نے امریکہ سے ایک
لاسلکی پیام شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کے نام روانہ کیا پھر سنہ ۱۹۰۸ء میں برطانوی جزائر اور کنیڈا کے درمیان بے تار کی پیام رسانی کے اسٹیشن
قائم کئے گئے۔ اور سنہ ۱۹۲۰ء میں سب سے پہلے جیمسفورڈ کا گانا نشر ہوا۔ اس کے بعد تو پھر ہر مقام پر نشرگاہیں قائم ہونا شروع ہوگئیں۔
ان کی عام مقبولیت اور ترقیون کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ سنہ ۱۹۲۵ء میں یورپ میں صرف (۵۰) نشرگاہیں تھیں جن کی
طاقت (۶۰) کلو واٹ تھی۔ اور اب تقریباً (۳۱۰) نشرگاہیں ہیں اور اونکی طاقت تقریباً پانچ ہزار کلو واٹ ہے۔

آج سے تقریباً دس بارہ سال پیشتر ہندوستان میں بھی لاسلکی کے جانب توجہ کی گئی۔ اور بمبئی میں انڈین براڈکاسٹنگ کے نام سے
ایک نشرگاہ قائم کیگئی۔ جس کے اخراجات ایک کمپنی برداشت کرتی تھی مگر چندروز نشریات وغیرہ کے اخراجات کا بار اس قدر پڑا کہ کمپنی اس کے
برداشت کرنے کی متحمل نہ ہو سکی آخرکار اُسے اعلان کرنا پڑا کہ ۲۸ فروری سنہ ۱۹۲۰ء سے یہ نشرگاہ بند کر دی جائیگی مگر گورنمنٹ نے اسے وقتی
مدد دی۔ اور حکومت ہند نے بر موقعہ دستگیری کر کے اس قسم کی تدابیر اختیار کین کہ آج ہم دہلی بمبئی۔ مدراس۔ کلکتہ اور دیگر مقامات پر لاسلکی
نشرگاہوں کا ایک زبردست جال پھیلا ہوا دیکھ رہے ہیں۔

حیدرآباد دکن میں لاسلکی مصروفیات کی ابتدا تقریباً سنہ ۱۹۳۲ء سے ہوئی ہے چنانچہ مدد محبوب
محبوب علی صاحب نے اپنے ذاتی صرفہ سے ایک خانگی نشرگاہ قائم کی جکی حیثیت آزمائشی تھی
ایسٹ انڈیا ایسوسیشن میں انجمن بہبودی دیہات کے مشترکہ اجلاس میں

رائٹ آنربل نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر نے تقریر کرتے ہوئے حیدرآباد میں لاسلکی کا تذکرہ کیا اور لندن سے واپسی کے بعد جہاں دوسرے سائنٹفک ایجادات اور اس قسم کے دوسرے محکمہ جات قائم کرکے ملک کی رونق بڑھائی ہے وہاں اس آزمائشی نشرگاہ کو بھی خرید کر ایک ضروری اور ساور محکمہ کا اضافہ فرمایا ہے چنانچہ حسب فرمان خسروی مرقومہ ۱۷ ماہ شوال المکرم ۱۳۵۳ھ

بکم فروردی ۱۳۴۲ف سے محکمہ لاسلکی سرکار عالی کا قیام عمل میں آیا۔
موجودہ اسکیم کے تحت لاسلکی کا ایک زبردست اسٹیشن زیر تعمیر ہے جو قریب میں بہت جلد تیار ہو جائیگا۔ اور چند ہی روز میں ممالک محروسہ سرکار عالی میں لاسلکی کا ایک جال سا پھیلا ہوا نظر آئیگا۔
موجودہ نشرگاہ کے پروگرام کا ایک حصہ ادبیات اور دوسرا موسیقی پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ادبیات میں خبریں۔ اعلانات۔ تقاریر سائنٹیفک۔ اور ادبی مضامین منتخب کلام۔ ڈرامے۔ مباحثے۔ اور مناظرے شامل ہیں جو روزانہ نشر کئے جاتے ہیں۔
پروگرام کے دوسرے حصے میں تفریحی موسیقی (LIGHT MUSIC) قدیم معیاری موسیقی (CLASSICAL MUSIC) اور سازی موسیقی (INSTRUMENTAL MUSIC) شامل ہیں اس طرح مرہٹہ موسیقی۔ کرناٹک اور ہندوستانی موسیقی خیال دادرے ٹھمریاں۔ قوالی مشہور و معروف غزلیں ستار۔ وائلن۔ سارنگی۔ ہارمونیم۔ بین۔ پیانو۔ اور اسٹوڈیو آرکیسٹرا روزانہ کام کرتا رہتا ہے۔ اسکے علاوہ بچوں کا پروگرام علحدہ ہے جو قابل ستائش اقدام ہے۔
حیدرآباد میں آجکل ریڈیو سے دلچسپی اور لاسلکی پروگرام سننے کا شوق بڑھتا جا رہا ہے۔ جدھر دیکھو چھتوں پر ایریل سربلند کئے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہر ہوٹل اور ہر کلب میں عموماً اور اکثر شوقین گھروں میں خصوصاً ریڈیو کے سیٹ دکھائی دیتے ہیں۔ ایک فائدہ یہ علانیہ نظر آتا ہے کہ عوام الناس کا ذوق موسیقی کا معیار بلند خیالات میں وسعت اور قوت تمیز متحرک ہو گئی ہے۔ الغرض جہاں شام کے چھ بجے کہ ریڈیو نے نشرگاہ سے ہماہنگ اپنا پروگرام شروع کیا۔ بچوں کا پروگرام مشہور معروف ریکارڈ دلچسپ تقریریں۔ مردانہ گانے۔ رباب۔ طاؤس وائلن اور ستار کی گتیں اور مختلف باجوں کے دلکش نغموں سے ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ دس بجے کے قریب آرکیسٹرا کی سقرہ گت جو دعائے عمر و اقبال بادشاہی تشکرانہ صحت ظل الٰہی پر مشتمل ہے چھیڑی جاتی ہے۔ مدہم۔ پنچم نکھد اور گندھار سروں کے میل سے ایک صدائے دلکش فضا میں بلند ہو کر جب سامعین کے دل و دماغ پر چھا جاتی ہے تو ہر شخص کی زبان پر بے ساختہ سلطان العلوم کے ترانہ کا یہ مطلع آجاتا ہے کہ

تا ابد خالق عالم یہ ریاست رکھے ؎ تجھکو عثماں بصد اجلال سلامت رکھے

معظم جاہی مارکٹ

اس مارکٹ کی تعمیر کا آغاز ماہ تیر ۱۳۴۲ف میں ہوا۔ اس کے لئے حصول اراضی کا معاوضہ یہ خریدی املاک وغیرہ (۔۔۔) ادا کیا گیا بعد تیاری مارکٹ اس پر سات ہزار کی گھڑی نصب کی گئی۔ اسکا افتتاح ۔۔ شوال المکرم ۱۳۵۳ھ کو حضرت اقدس و اعلیٰ نے فرمایا

معظم جاہی مارکٹ کی تعمیری لاگت (۔۔۔) ۔ برائے نگہداشت (۔۔۔) ۔ ماہانہ جاریہ اخراجات (۔۔۔)
دوکانوں کی تعداد (۱۶۰) بعض دوکانیں ڈبل ہیں۔ انہیں الگ الگ شمار کیا جائے تو یہ دوسو تعداد ہوتی ہے

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

التماس
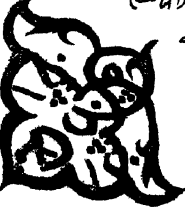
جوبلی ہمایونی کے دو مرتبہ التوا کے قبل ہی اس خیال کے مدنظر کہ اس خصوصی نمبر کو آغاز جشن کے پہلے دن شایع کیا جائے اسکے وسیع انتظامات بہت سرعت کیساتھ طے پاکر مکمل ہو چکے تھے۔ التواءِ جوبلی کے باعث ادارۂ ہذا کو غیر معمولی نقصانات بھی برداشت کرنے پڑے باین ہمہ بعض اہل معاملہ حضرات کی آزار رسانی بدعہدی اور کارخانہ عظیم ہاف ٹون کی بدمعاملگی کا سانحہ لئے ہوئے تھوڑی سی تاخیر سے اس ضخیم باتصویر خصوصی نمبر کو پیش کیا گیا ہے۔ اگر عجلت میں کوئی فروگزاشت یا غلطی محسوس فرمائی جائے تو اس سے چشم پوشی فرما کر ادارہ کو دوسرے اڈیشن میں اسکی اصلاح کا موقع مرحمت فرمایا جائے اگر اس غلطی یا فروگزاشت سے ادارہ کو متنبہ فرمادیا جائے تو مزید باعث تشکر۔ ناظرین کرام سے قوی توقع ہے کہ اس نمبر کو بنظر غائر شرف ملاحظہ بخشنے کے بعد اگر ادارۂ ہذا کی اس پہلی ناچیز خدمت کو جو بالکل قلیل مدت میں انجام دیگئی ہے اس خصوصی نمبر سے متعلق اپنے قیمتی وصائب آرا کے اظہار سے دریغ نفرمائیں تا کہ اسکی افادیت و معنویت میں اضافہ ہو سکے

احقر العباد
محمد فاضل مدیر

مرتبہ محمد فاضل

یادگار سلور جوبلی
جشن عثمانی
الله
مسرت افزا پیام
ناظرین کے نام
ضیائے نور عثمان ہے بہا جشن عثمانی
ہزاروں سینکڑوں دل ہیں نثار جشن عثمانی
جشن عثمانی کا دوسرا خصوصی نمبر
روئداد جوبلی کا مکمل تاریخی مصور شاہکار
ناظرین کرم!
بفضلہ اس ادارہ کا مرتبہ یہ پہلا نمبر "دور عثمانی کے زرین کارناموں کا باتصویر مرقع" آپکے ملاحظہ میں پیش ہے اسکے بعد
"جشن عثمانی" کا دوسرا نمبر "روئداد جوبلی کا مکمل باتصویر شاہکار" اس سے زیادہ تزک و احتشام اور گوناگوں دلفریبیوں کیساتھ اشاعت پا رہا ہے جس میں
سلور جوبلی مبارک کے تفصیلی حالات ایڈریس سپاسنامے، جوابات شاہانہ، پبلک خدمات جوبلی کی جملہ یادگاروں کا تذکرہ نظام العمل جشن عثمانی نمبر سے بچے ہوئے
دیگر مفید اور ضروری ابواب وغیرہ الغرض مکمل واقعات کو تاریخ کی روشنی میں پیش کیا جا رہا ہے۔ نیز اس موقع کے کیف آور دلفریب مناظر مسرت بخش نیرنگ تقاریب شاہانہ
کے دلاویز جلوس جوبلی کی جملہ مبارک یادگاریں پبلک مظاہرات رسوم شاہی کے بیشمار تصاویر سے اس کو زینت دیجارہی ہے جو اپنی نوعیت و جدت کا قابل فخر و یگانہ
نمبر ہوگا جسکے حسن کو دوبالا کرنے اور چار چاند لگانے میں معنون نام کے شایان شان تمام تر کوشش عمل میں لائی جا رہی ہیں شائقین کرام فوراً آج ہی
پیشگی قیمت ادارہ ہذا پر ارسال فرما کر اس دوسرے خصوصی نمبر کو بھی محفوظ فرما لیں ورنہ عدم دستیابی کیوجہ سے کف افسوس ملنا پڑیگا۔ چنانچہ یہ نمبر
اس وقت تک نامکمل متصور ہوگا جبتک کہ آپ جوبلی ہمایونی کا صوری و معنوی حقیقی شاہکار جشن عثمانی کا دوسرا خصوصی نمبر بھی خرید کر محفوظ نہ فرمائیں گے۔
قیمت جلد دوم قسم عام قسم خاص مجلد سنہری قسم خاص روپیہ۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ کاغذ نفیس مختلف الرنگ
و نمائشی کاغذات سے مزین۔ ف (۱) پیشگی خریداروں سے خرچہ ڈاک و پیکنگ معاف۔ ملک سرکار عالی اور غیر ممالک سے سکہ کلدار میں قیمت لی جائیگی
ف (۲) اس ادارہ کی تحریک کے باوجود بعض امراء و عہدہ داروں کی تصاویر انکی عدم التفاتی کی وجہ یہ نمبر محروم رہا ہے امید کہ وہ دوسرے
خصوصی نمبر میں فوری شرکت کیجانب توجہ فرمائیں گے تاکہ ملک کے ریکارڈ کی ایک گونہ تکمیل ان دونوں نمبروں سے ہو سکے
مدیر محمد فاضل۔ پتہ دفتر جشن عثمانی حیدرآباد دکن
محمد فاضل